تاریخ الانبیاء

تمام انبیاء کرام اور سابقہ امتوں کے
تفصیلی حالات پر مشتمل مستند اور جامع کتاب

تصنیف

مؤرخ، محدث، امام اسماء الرجال
امام علوم حدیث، حافظ

احمد بن علی

الخطیب البغدادی الشافعی

(ولادت ۳۹۲ھ ۔ وفات ۴۲۳ھ)

دار المعارف ملتان
مدرسۃ الصالحات للبنات
555 القریش کالونی فیرا شیر شاہ روڈ ملتان
0300-6351350

تَارِیخُ الْاَنْبِیَاءِ

تالیف

الخطیب البغدادی

امام ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدیؒ

المتوفی 364ھ

ایسی کتاب کی تصنیف کسی کے بس کی بات نہیں صرف محدث کبیر مؤرخ عظیم امام خطیب بغدادیؒ کا ہی خاصہ ہے کہ انہوں نے انبیاء کرام اور گذشتہ اقوام کے حالات کو بلا تکرار نہایت جامع، دلچسپ اور تفصیلی انداز سے قلمبند کیا ہے جس کی مثال اردو اور عربی کی اس عنوان کی کتابوں میں موجود نہیں ہے۔

اردو ترجمہ

مولانا مفتی محمد عثمان

نظر ثانی ترجمہ

مولانا محمد ریاض صادق

ترجمہ حسب ہدایات ونظر ثانی اکثر مقامات

مولانا امداد اللہ انور

ناشر

دارالمعارف

مدرسۃ الصالحات 555 القریش ہاؤسنگ سکیم فیز 1 شیر شاہ روڈ ملتان

کاپی رائٹ کے تمام حقوق محفوظ ہیں۔

تاریخ الانبیاء علیہم السلام

نام کتاب: .... تاریخ الانبیاء علیہم السلام

مصنف: .... حضرت امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی م 364ھ

اردو ترجمہ وتصحیح: .... حافظ مفتی محمد عثمان

نظر ثانی ترجمہ: .... مولانا محمد ریاض صادق

کمپوزنگ: .... محمد عثمان، محمد وقاص جاوید

ترجمہ قرآنی آیات، عنوانات، ....

سیٹنگ ونظر ثانی بعض مقامات: .... مفتی امداد اللہ انور

استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ قاسم العلوم ملتان

ناشر: .... مولانا محمد بن مفتی امداد اللہ انور

طباعت بحسن اہتمام: .... حضرت سید لیاقت علی شاہ صاحب دامت برکاتہم

.... شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ اسلامیہ درویشیہ، کراچی

تاریخ اشاعت اول: .... ماہ شوال ۱۴۳۹ھ، جولائی 2018ء

صفحات: .... 616۔ اعلیٰ طباعت، خوبصورت جلد

سائز: .... 20×30 = 8

حضرت مفتی امداد اللہ انور صاحب کی تمام کتابیں منگوانے کا پتہ

مدرسۃ الصالحات للبنات 555 القریش فیز 1 شیر شاہ روڈ ملتان

رابطہ نمبر: 0092-300-6351350

0331-6351333

فہرست

1-	حرف آغاز	9
2-	پیش لفظ	10
3-	**حالات مصنف**	**12**
4-	نام، نسب، کنیت اور لقب	12
5-	پیدائش	12
6-	تعلیم	12
7-	اساتذہ کرام	12
8-	شاگردان گرامی	13
9-	علمی مقام	13
10-	سیرت	13
11-	عزت نفس	14
12-	قبولیت دعا	14
13-	علمی مہارت	14
14-	وفات	15
15-	تدفین کا عجیب واقعہ	15
16-	**مصادر الکتاب**	**16**
17-	منہج الکتاب	17
18-	خطیب بغدادی کی طرف کتاب کی نسبت	18
19-	مخطوطہ کتاب	19
20-	کلمات تبریک	20
21-	کلمات مترجم	21
22-	**حضرت آدم علیہ السلام**	**22**
23-	بیت المعمور	23
24-	توبہ کے بعد حضرت آدمؑ کے حالات	23
25-	میثاق، اس کی حالت اور وقت	24
26-	**حضرت ادریس علیہ السلام**	**29**
27-	آسمان پر اٹھائے جانے کا سبب	29
28-	قتل ہابیل کے نقصانات	31
29-	بت پرستی کا آغاز	32

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

-30 آگ پرستی کی ابتداء 33
-31 ہاروت وماروت کا ذکر ____ 34
-32 ایک جادو سیکھنے والے لڑکے کا قصہ 37
-33 حضرت نوح علیہ السلام ____ 38
-34 حضرت نوح علیہ السلام کی عمر 38
-35 شکل وشباہت 38
-36 تبلیغ دین میں مصائب وآلام 39
-37 حضرت نوحؑ کی بددعا اور کشتی کی تیاری 41
-38 کشتی میں انسانوں اور جانوروں کے سوار ہونے کا منظر 42
-39 کشتی اور سیلاب کے حالات 43
-40 طوفان نوح کا خشک ہونا 45
-41 کشتی سے اترنا 46
-42 انگور کا قصہ 46
-43 طوفان کے بعد کونسی بستی آباد کی گئی 47
-44 کاشتکاری 47
-45 بیٹوں میں زمین کی تقسیم 48
-46 حبشیوں کا کالا رنگ کیوں 48
-47 شیطان کی حضرت نوح سے گفتگو 48
-48 حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد 49
-49 قوم عاد اور ان کے واقعات ____ 50
-50 حضرت ہود کی قوم کے واقعات 50
-51 عاد آخرۃ کا ذکر ____ 61
-52 حضرت صالح علیہ السلام ____ 62
-53 قوم ثمود کے حالات اور عذاب کا ذکر 62
-54 اونٹنی کے قتل کا واقعہ 64
-55 حضرت صالح کا مقبرہ اور نبی کریم کی خصوصیت 68
-56 حضرت صالح کی سیاحت 68
-57 حضرت ابراہیم علیہ السلام ____ 71
-58 ابراہیم کا اپنی قوم سے مناظرہ 74
-59 حضرت ابراہیم کو آگ میں پھینکنے کا واقعہ 82
-60 ابراہیمؑ کے آگ سے نکلنے کے بعد کے واقعات اور آپؑ کی ہجرت 87
-61 حضرت ابراہیمؑ کے معراج کا ذکر 90

62- حضرت ابراہیمؑ کی اولاد 93

63- **حضرت لوط علیہ السلام** ________ 97

64- **ابراہیم کا اسماعیلؑ اور ہاجرہؑ کو حرم مکہ لے جانا اور بعد کے واقعات** ________ 102

65- قبیلہ جرہم اور ان کے مکہ میں رہائش پذیر ہونے کا واقعہ 105

66- ذبح کا ذکر اور اس بارے میں اختلاف 106

67- بیت اللہ کی تعمیر 107

68- اسماعیلؑ کی شادی اور ابراہیم کا زیارتِ کعبہ کیلئے آنے کا واقعہ 112

69- حضرت ابراہیمؑ کی وفات 114

70- حضرت ابراہیمؑ کے بعد ان کی اولاد کے حالات و واقعات 116

71- بت پرستی کا آغاز 117

72- **حضرت اسحاق علیہ السلام** ________ 119

73- **حضرت یعقوب علیہ السلام** ________ 121

74- **حضرت یوسف علیہ السلام** ________ 124

75- حضرت یوسفؑ کا کنویں سے نکلنا 134

76- اہل قافلہ کا یوسفؑ کو مصر میں لانا اور عزیز مصر کو فروخت کرنا 137

77- زلیخا اور یوسفؑ کا ذکر اور زلیخا کا یوسفؑ کو مائل کرنا 138

78- دونو جوانوں کا جیل میں یوسفؑ کے ساتھ داخل ہونا اور ان کا خواب 148

79- بادشاہ کا خواب دیکھنا اور حضرت یوسفؑ کا جیل سے نکلنا 152

80- **حضرت ایوب علیہ السلام** ________ 186

81- **حضرت شعیب علیہ السلام** ________ 195

82- **اصحاب الرس کا ذکر** ________ 199

83- **حضرت موسیٰ علیہ السلام** ________ 201

84- موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ 242

85- ایک مؤمنہ عورت اور حضرت آسیہ کا قتل 249

86- قوم فرعون پر عذاب 252

87- موسیٰ علیہ السلام کی بنی اسرائیل کے ساتھ ہجرت 255

88- وادی تیہ کا واقعہ 262

89- تیہ میں پیش آنے والے عجائبات 265

90- تیہ کے عجائب میں سے اعوج بن عنق 266

91- تیہ کے عجائب میں سے بلعم بن باعورا بھی ہے 267

92- تیہ کے عجائبات میں سے گائے کا واقعہ 269

93- تیہ کے عجائب میں سے موسیٰ علیہ السلام اور خضرؑ کا واقعہ بھی ہے 273
94- وادیٔ تیہ کے دیگر واقعات 282
95- اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی 285
96- بنی اسرائیل کی گائے پرستی 288
97- تیہ کے عجائبات میں سے قارون کا معاملہ 298
98- بنی اسرائیل کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو اذیتیں 304
99- حضرت ہارونؑ کی وفات 306
100- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات 309

101- حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ________ 314

102- حضرت حزقیل علیہ السلام ________ 318

103- حضرت الیاس علیہ السلام ________ 320

104- حضرت الیاسؑ کے شاگرد الیسع بن اخطوب علیہ السلام ________ 324

105- حضرت ذوالکفل علیہ السلام ________ 325

106- اشموئیل بن ہلقا علیہ السلام ________ 330

107- حضرت داود علیہ السلام ________ 337

108- حضرت داودؑ کے مزید حالات 344
109- حضرت داود علیہ السلام کی آزمائش 347
110- حضرت داودؑ کے بیٹے شلوم کا خروج 357

111- حضرت سلیمان علیہ السلام ________ 364

112- حضرت سلیمان کا پہلا فیصلہ 364
113- حضرت سلیمان کا دوسرا فیصلہ 365
114- حضرت سلیمان کا تیسرا فیصلہ 366
115- حضرت سلیمان کا چوتھا فیصلہ 366
116- حضرت سلیمان کا پانچواں فیصلہ 367
117- حضرت سلیمان کا چھٹا فیصلہ 368

118- حضرت سلیمانؑ کی سلطنت ________ 370

119- حضرت سلیمان کا چیونٹیوں سے مکالمہ 373
120- ہدہد کا واقعہ 375
121- ملکہ بلقیس کا ذکر 378
122- ملکہ بلقیس کے تحائف 381
123- حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کا واقعہ 389

124-	حضرت سلیمانؑ کی آزمائش	390
125-	بیت المقدس کی تعمیر اور صخر جن اور انگوٹھی کا واقعہ	393
126-	حضرت سلیمانؑ کی طرف سے مخلوق خدا کی دعوت	403
127-	حضرت سلیمانؑ کا نظارۂ قدرت	405
128-	صدقہ کی طاقت	405
129-	حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات	406
-130	**حضرت لقمان حکیمؒ**	**408**
131-	حضرت لقمانؒ کے بیٹوں کا ذکر	412
132-	حضرت لقمانؒ کی حکیمانہ باتیں	416
-133	**بنی اسرائیل میں بندر بنائے جانے والوں کا واقعہ**	**419**
134-	اہل ایلہ کا قصہ	420
-135	**حضرت یونس بن متّٰی علیہ السلام**	**423**
136-	حضرت یونسؑ کا باقی واقعہ	431
-137	**بنی اسرائیل کی خرابی اور ان پر دشمن کا تسلط**	**433**
138-	بنی اسرائیل کے فساد اور بُخت نَصَّر کا ذکر	438
139-	حضرت دانیال کے واقعات اور بُخت نَصَّر کا خواب	442
140-	کورش ہمدانی کی تعمیر بیت المقدس	450
-141	**حضرت زکریا علیہ السلام**	**452**
-142	**حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام**	**456**
143-	حضرت زکریاؑ کا قتل اور یحییٰ علیہ السلام	464
144-	حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل	466
-145	**حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام**	**468**
146-	عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے معجزات	479
147-	دسترخوان کا واقعہ	484
148-	عیسیٰ علیہ السلام کے دیگر معجزات	491
149-	عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر	493
150-	قرب قیامت حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا ذکر	497
-151	**حضرت عیسیٰ کے بعد آپ کے حواریوں کے حالات**	**499**
152-	حبیب نجار کا واقعہ	503
-153	**حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کے حالات**	**505**
154-	پولس کی تحریف مذہب	506
-155	**اصحابِ کہف**	**508**

156- جالینوس کا واقعہ 505
157- اصحاب کہف کا پس منظر 509
158- اصحاب کہف کی وفات 521
159- سورۃ کہف کا شان نزول 523
160- حضرت ذوالقرنین ____ 525
161- ذوالقرنین نام کی وجہ 525
162- کیا ذوالقرنین نبی تھے؟ 526
163- یاجوج ماجوج ____ 530
164- سد سکندری 532
165- حضرت ذوالقرنین کا قوم موسیٰ پر گزر 536
166- آب حیات کی تلاش 537
167- سکندر کا دارا سے مقابلہ 540
168- ہندوستان کے بادشاہ سے مقابلہ 544
169- حضرت ذوالقرنین کے دیگر واقعات 547
170- ذوالقرنین کا چین کا سفر 551
171- ہرات کی آبادکاری 553
172- ارسطو کی نصیحت 554
173- قیذافہ کی ملکہ کا واقعہ 554
174- ذوالقرنین کی وفات 558
175- والدہ کو الوداعی خط 559
176- جنازہ پر علماء کی نصیحتیں 560
177- دو شخصوں کا ذکر ____ 563
178- برصیصا عابد کا ذکر ____ 567
179- جریج راہبؒ کا ذکر ____ 571
180- قوم سبا کا واقعہ ____ 574
181- صنعاء والوں کے باغ کا ذکر ____ 580
182- اصحابُ الْاُخْدُوْدْ کا ذکر ____ 583
183- حضرت جرجیس نبیؑ اور ان کے عجیب حالات ____ 587
184- پولس اور اس کا نصاریٰ کو گمراہ کرنا ____ 598
185- شمسون عابد کا ذکر ____ 600
186- تُبّع اور اس کی قوم کا ذکر ____ 602
187- حضرت خالد بن سنان عبسی کا ذکر ____ 608
188- اصحاب فیل کا ذکر ____ 609

حرف آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ [سورة یوسف: 111]﴾

(ان کے حالات میں سمجھ داروں کیلئے نصیحت اور عبرت ہے)۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں: ﴿كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا [طٰہٰ: 99]﴾۔(اس طرح سے ہم آپ کو ان کے حالات سناتے ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے پڑھنے کو ایک کتاب دی ہے)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مخلوقات کی تخلیق کے گذشتہ حالات اور سابقہ امتوں کے حالات کو ذکر کیا ہے کہ کس طرح سے اپنے دوستوں کے ساتھ برتاؤ کیا اور اس کے دشمنوں پر کیا کیا عذاب نازل ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی امت کیلئے واضح اور مکمل طور پر بیان فرمایا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ [النساء: 164]﴾ (اور بہت سے پیغمبروں کو صاحب وحی بنایا جن کے حالات ہم آپ کو اس سے قبل بیان کر چکے ہیں اور ایسے پیغمبروں کو جن کے حالات ہم نے آپ کو بیان نہیں کیے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ [المؤمن: 78]﴾ (اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے بعض وہ ہیں جن کا ہم نے آپ کے سامنے ذکر کیا ہے اور بعض وہ ہے جن کا ہم نے آپ سے ذکر نہیں کیا)۔

ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء اور رسولوں کی تعداد کے بارے میں بھی بتایا ہے، حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! رسول کتنے ہوئے؟ فرمایا: تین سو اور دس سے کچھ زیادہ اور یہ بڑی جماعت ہے۔

اور حضرت ابوامامہ کی روایت میں ہے: حضرت ابوذر فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انبیاء کی مکمل تعداد کیا ہے؟ فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار ان میں سے رسول تین سو پندرہ تھے جو بہت بڑی جماعت ہے۔ (مسند امام احمد: حدیث نمبر 22351)۔

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد سيد الانبياء و المرسلين و خاتمهم وعلى آله وصحبه أجمعين.

اس کتاب میں انبیاء کرام کے حالات و واقعات، اور جو کچھ بنی اسرائیل کے زمانہ میں اور جاہلیت کے ایام میں واقع ہوا حتیٰ کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے زمانہ تک کا تذکرہ موجود ہے۔

اس کتاب کا نام "تاریخ الانبیاء علیہم السلام" ہے جو علامہ خطیب بغدادی کی تالیف ہے۔

علمائے اسلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور قرآنی واقعات کی تفسیر کو پہلی صدی ہجری کے نصف ثانی سے بیان کرنا شروع کر دیا تھا۔

تاریخ انبیاء کا کچھ تذکرہ قرآن پاک میں موجود ہے، اگر اس کی تفصیلات دوسرے ادیان کی کتابوں میں خصوصاً یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں میں ملتی ہیں، ان ادیان کے ماننے والوں پر اعتماد کیا گیا خصوصاً ان حضرات پر جو پہلے یہودی تھے یا عیسائی پھر مسلمان ہوئے جیسا کہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

"**عن عمرو بن العاص رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم " قال بلغوا عنى ولو آية، وحدثوا عن بنى اسرائيل ولا حرج، و حدثوا عنى، ولا تكذبوا على ومن كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار** " (صحیح بخاری: ماذکر عن أحادیث الانبیاء (50) باب ماذکر عن بنی اسرائیل رقم الحدیث (3461)، مسند احمد (6496)۔

(ترجمہ) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری طرف سے آگے پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت کیوں نہ ہو، اور بنی اسرائیل سے ان کی باتوں کو نقل کرو اس میں کوئی حرج نہیں، اور مجھ سے بھی نقل کرو اور مجھ پر جھوٹ مت بولو، جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

اس حدیث میں اسرائیلی روایات کے بیان کرنے کی اجازت دی گئی ہے جن کی شریعت میں نہ تصدیق آئی ہے اور نہ تکذیب، ایسی اسرائیلی روایات پر اعتبار جائز ہے، وہ اسرائیلی روایات جن کی تصدیق ہماری شریعت میں موجود ہے تو ہمیں ان اسرائیلی روایات کی ضرورت نہیں کیونکہ جب ایسی باتیں ہماری شریعت میں نقل کردی ہیں تو ان کی ضرورت نہ رہی، اور ہماری شریعت میں جن بنی اسرائیلی روایات کو باطل قرار دیا گیا ہے تو وہ مردود ہیں ان کو نقل کرنا جائز نہیں مگر انکار، اعتراض اور ابطال کی غرض سے۔ (البدایہ والنہایہ امام ابن کثیر: 29/1)۔

اسرائیلی معلومات میں سب سے پہلے عالم حضرت عبداللہ بن سلامؓ ہیں جن سے یہ روایات منقول ہیں جن کی وفات ۴۰ھ میں ہوئی تھی۔

یہ بات بھی معلوم ہے کہ انبیاء کرام کے حالات اور اسلام سے پہلے کے آسمانی مذاہب قبل از اسلام جزیرہ عرب میں معروف تھے۔

اگر چہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ساتھ باقی تمام شریعتوں سے مستغنی کردیا ہے اور قرآن کے ساتھ تمام کتابوں سے مستغنی کردیا ہے، لیکن ہم سابقہ امتوں کے پاس موجود معلومات کو یہ کہہ کر نہیں پھینک سکتے کہ ان میں خبط، خلط، جھوٹ، بناوٹ، تحریف اور تبدیلی ہوچکی ہے، اس کے بعد یہ بھی ہے کہ یہود ونصاریٰ کی روایات منسوب ہیں یا متغیر ہیں تو اس کے بیان کی ہمیں ضرورت ہے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کی وضاحت اور شرح کردی ہے جو اس کو جانتا ہے وہ جانتا ہے، اور جو ناواقف ہے وہ ناواقف ہے۔

جیسا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**كتاب الله فيه خبر ما قبلكم و نبأ ما بعدكم وحكم ما بينكم وهو الفصل ليس بالهزل، من تركه من جبار قصمه الله، ومن ابتغى الهدى في غيره أضله الله**''۔ (سنن دارمی کتاب فضائل القرآن، باب فضل من قرأ القرآن: حدیث ج 2 ص 435)۔

(ترجمہ) اللہ کی کتاب میں تم سے پہلے لوگوں کے حالات کی خبر بھی موجود ہے اور تمہارے بعد کے پیش آنے والے حالات کی بھی خبر ہے اور جو کچھ تمہارے زمانے میں داخل ہوگا اس کا حکم بھی موجود ہے قرآن فیصلہ کن کتاب ہے کوئی مذاق نہیں، جو شخص کسی جبار کی وجہ سے اس کو چھوڑ دے گا اللہ اس کی گردن توڑ دے گا، اور جس نے قرآن کو چھوڑ کر کہیں اور سے ہدایت کا طلبگار ہوا اللہ اس کو گمراہ کردے گا۔

امداد اللہ انور

حالات مصنف

نام، نسب، کنیت اور لقب

امام حافظ محدث فقیہ حضرت احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت کنیت ابوبکر تھی اور لقب خطیب بغدادی تھا، اور مذہبا شافعی تھے، رحمۃ اللہ علیہ۔

پیدائش

آپ کی پیدائش جمادی الثانیہ 392ھ میں بغداد میں ہوئی تھی جمعرات کا دن تھا اور مہینے کے مکمل ہونے میں ابھی چھ دن باقی تھے۔(وفیات الاعیان لابن خلکان وانباء أبناء الزمان: 92/1)۔

تعلیم

آپ کے والد عراق کی بستی درزیجان کے خطیب تھے اور ائمہ اعلام میں سے تھے، بچپنے سے ہی خطیب بغدادی کو ان کے والد نے محدثین سے حدیث کے سماع کا شوق دلایا، جب آپ نے حدیث کا سماع شروع کیا تو آپ کی عمر گیارہ سال تھی، پھر بصرہ کی طرف سفر کیا تو عمر بیس سال تھی پھر نیشاپور کی طرف سفر کیا تو عمر تیئس سال تھی پھر اصبہان کی طرف سفر کیا پھر پکی عمر میں مک شام کی طرف سفر کیا۔

اور دمشق میں 445ھ میں حج کے سفر میں بھی تشریف لے گئے اور بہت سارے محدثین سے حدیث کو سنا، پھر حج کی طرف چلے گئے پھر دمشق میں 451ھ میں تشریف لائے اور سکونت اختیار کی اور اپنی کتابوں کی تصنیف شروع کی اور اپنی تالیفات کی علماء اور طلباء کے سامنے روایت کی تھی۔

طلب حدیث کیلئے دِینُور، کوفہ، رَے، ہمدان اور حجاز کا سفر بھی کیا تھا۔

اساتذہ کرام

1 محدث ابوعمر بن مہدی الفارسیؒ
2 محدث اُبوالحسن بن رزقویہؒ
3 محدث ابوسعید المالینیؒ
4 محدث ابوالفتح بن ابی الفوارسؒ
5 محدث ہلال الحفارؒ
6 محدث ابوالحسین بن بشرانؒ وغیرہ ببغداد
7. محدث ابوعمر الہاشمیؒ راوی السنن، وجماعۃ بالبصرۃ

8 محدث ابو بکر الحیری ؒ
9 محدث ابو حاز، العبدوسیؒ وغیرہ بنیسا پور
10 محدث ابونعیم الحافظؒ وغیرہ باصبہان
11 محدث احمد بن الحسین الکسارؒ وغیرہ بالدینور و بالکوفۃ والری و ہمدان والحجاز
12 اور دمشق میں حضرت ابوبکر البرقانی سے حدیث کا سماع بھی کیا اور حدیث کو روایت بھی کیا۔

شاگردان گرامی

1 محدث ابوالقاسم الازہریؒ
2 محدث عبدالعزیز بن احمد الکتانیؒ المتوفی 466ھ
3 محدث ابن ماکولاؒ المتوفی 480ھ
4 محدث عبداللہ بن احمد السمر قندیؒ المتوفی 516ھ
5 محدث محمد بن مرزوق الزعفرانیؒ۔
6 محدث ابوبکر بن الخاضبۃؒ المتوفی 478ھ

علمی مقام

آپ اکابر فقہاء میں سے تھے، حضرت علی ابوالحسن بن المحاملی، قاضی ابوالطیب الطبری اور حضرت ابونصر بن الصباغ سے علم فقہ حاصل کیا تھا۔

علم عقائد میں امام ابوالحسن الاشعری کا مذہب رکھتے تھے۔

صحیح بخاری پانچ دن میں حضرت کریمہ المروزیہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس ختم کرلی تھی، پھر امام ابن النحاسؒ کے پاس مصر جانے کا ارادہ کیا تو فرماتے ہیں کہ میں نے امام برکانیؒ سے مشورہ کیا کہ مصر میں ابن النحاس کے پاس جاؤں یا نیشاپور امام الاصم کے شاگردوں کی طرف؟ فرمایا: اگر تم مصر جاؤ گے تو صرف ایک آدمی کے پاس جاؤ گے اور اگر وہ تمہارے جانے سے پہلے ہی فوت ہوگئے تو تمہارا سفر ضائع ہوجائے گا اور اگر نیشاپور کی طرف چلے جاؤ گے تو اس میں علماء کی ایک جماعت ہے اگر ایک عالم چھوٹ جائے گا تو باقی حضرات سے تم علم حاصل کرسکو گے تو میں نیشاپور کی طرف چلا گیا۔

پھر بغداد میں سکونت اختیار کی پھر وفات تک علمی اسفار چھوڑ دیئے (طبقات الشافیہ الکبریٰ:12/3)۔

سیرت

خطیب بغدادیؒ مالدار شخص تھے اس لئے طالب علموں پر اور ارباب علم پر کثرت سے سونے کا صدقہ کرتے تھے (طبقات الشافیہ الکبریٰ:13/3)۔

کئی حضرات نے بتایا جو حج میں خطیب بغدادی کے رفیق سفر تھے کہ خطیب بغدادیؒ روزانہ غروب آفتاب کے وقت تک ایک ختم قرآن پاک کا کرلیتے تھے اور تلاوت کو آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے (طبقات الشافیہ الکبریٰ:13/3)۔

عزت نفس

فضل بن عمر الفسویؒ فرماتے ہیں: میں جامع مسجد صور میں خطیب بغدادی کے پاس موجود تھا، ان کے پاس ایک علوی شخص حاضر ہوا اس کی آستین میں کئی دینار (سونے کی اشرفیاں) موجود تھیں اس نے خطیب سے کہا کہ اس کو آپ اپنی بعض ضروریات میں خرچ کر لیں، تو خطیب بغدادی نے فرمایا: مجھے ان کی حاجت نہیں اور اپنا منہ پھیر لیا، تو علوی نے کہا: شاید آپ ان کو کم سمجھ رہے ہیں؟ پھر اپنی آستین خطیب بغدادی کی جائے نماز پر جھاڑ دی اور اس پر اشرفیاں گرا دیں اور کہا یہ تین سو اشرفیاں ہیں (جن کی مالیت تقریباً 50,000,00 روپے بنتی ہے)، تو خطیب بغدادی غصے سے لال پیلے ہو کر کھڑے ہو گئے اور اپنی جائے نماز اٹھائی اور اشرفیاں زمین پر پلٹ دیں اور مسجد سے نکل گئے۔ الفضل بن عمر الفسویؒ فرماتے ہیں: میں خطیب بغدادی کے نکلنے کی عزت کو اور اس علوی کی ذلت کو نہیں بھول سکا وہ زمین پر بیٹھ کر چٹائی کی پھٹنوں سے اشرفیوں کو چن رہا تھا اور جمع کر رہا تھا (طبقات الشافیہ الکبریٰ:14/3)۔

قبولیت دعا

ذکر کیا جاتا ہے کہ جب انہوں نے حج کیا اور آب زم زم کو تین سانسوں میں پیا تو اللہ تعالیٰ سے تین حاجتیں طلب کیں، (1) ان کی تاریخ بغداد کی تحدیث کی جائے۔ (2) وہ اپنے علم کا جامع مسجد المنصور میں املاء کروائیں، (3) جب ان کی وفات ہو تو حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر اطہر کے پاس تدفین کی جائے۔ تو آپ کی یہ تینوں دعائیں قبول ہوئیں (طبقات الشافیہ الکبریٰ:14/3)۔

علمی مہارت

ذکر کیا جاتا ہے کہ کسی یہودی نے ایک تحریر دکھائی اور دعویٰ کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر ہے کہ خیبر کے لوگوں سے جزیہ معاف ہے، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی گواہیاں بھی لکھی ہوئی تھیں اور ذکر کیا کہ یہ تحریر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط سے ہے۔

جب یہ تحریر خطیب بغدادی کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے اس میں غور کیا اور فرمایا: یہ تحریر جھوٹی بنائی گئی ہے کیونکہ اس میں حضرت معاویہ کی گواہی بھی موجود ہے حالانکہ حضرت معاویہ فتح مکہ والے سال میں مسلمان ہوئے تھے اور خیبر اس سے پہلے فتح کر لیا گیا تھا اس وقت وہ مسلمان نہیں تھے اور نہ ہی اس قصہ میں موجود تھے، اور اس میں حضرت سعد بن عبادہ کی گواہی بھی موجود تھی جبکہ وہ جنگ خندق میں ایک تیر کے لگنے سے بنو قریظہ میں وفات پا گئے تھے اور یہ وفات فتح خیبر سے دو سال پہلے ہوئی تھی (طبقات الشافیہ الکبریٰ:14/3)۔

وفات

آپ رمضان المبارک کے مہینہ کے درمیان میں 463ھ میں بیمار ہوئے جس کی وجہ سے وہ گھر میں ہی رہنے پر مجبور ہوگئے اور اپنی تمام کتابیں اور تمام مال نیکی کے راستوں میں اور اہل علم میں تقسیم کردیا، کیونکہ آپ آپ بہت زیادہ مالدار تھے اس لئے امیر المؤمنین القائم بامراللہؒ سے اپنے مال کے تقسیم کی اجازت لی تو انہوں نے ان کو اجازت دے دی، اجازت لینے کا سبب یہ تھا کہ آپ کا کوئی وارث نہیں تھا اس لئے وہ مال بیت المال میں جانے والا تھا (طبقات الشافیہ الکبریٰ: 14/3)۔

تدفین کا عجیب واقعہ

حضرت خطیب بغدادی نے حضرت بشر حافیؒ کی قبر کے پہلو میں دفن ہونے کی وصیت کی تھی جبکہ حضرت ابو بکر بن ازہر الصوفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پہلو میں ایک قبر تیار کروائی تھی اس میں وہ ہر ہفتے میں ایک رات گزارا کرتے تھے اور اس میں مکمل قرآن کا ختم کرتے تھے، اس لئے محدثین نے حضرت ابن ازہر سے درخواست کی کہ آپ ان کی بات مان کر اپنی قبر خطیب بغدادی کو دے دیں لیکن انہوں نے انکار کردیا۔ تو محدثین ان کے والد کے پاس گئے تو ان کے والد نے کہا کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ اپنی قبر ان کو دے دو لیکن اگر حضرت بشر حافی زندہ ہوتے اور آپ ان کے پاس بیٹھے ہوتے اور حضرت خطیب بغدادی تشریف لے آتے اور آپ کے پیچھے بیٹھ جاتے تو کیا آپ کو اچھا لگتا کہ آپ ان سے آگے بیٹھتے؟ عرض کیا: نہیں۔ بلکہ میں اٹھ جاتا اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھا دیتا (وفیات الاعیان: 93/1)۔

تو باپ نے کہا: اسی طرح سے اب بھی مناسب ہے تو ابن ازہر کا دل خوش ہوگیا اور ان کو اجازت دے دی (تذکرۃ الحفاظ: 1145/3، العبر: 314/2)۔

آپ کے جنازے کے ساتھ وقت کے قاضی حضرات اور بہت سی مخلوق چلی تھی، اور ان کی نماز جنازہ حضرت ابوالحسین بن المہتدی باللہ نے پڑھائی اور دارحرب میں حضرت بشر حافی کے پہلو میں دفن ہوئے (تذکرۃ الحفاظ: 1144/3)۔

مصادر الکتاب

حضرت خطیب بغدادی نے اس کتاب میں مفسرین کی کتب تفسیر سے بالخصوص انبیاء کرام کے واقعات وغیرہ کو تقریباً مکمل احاطہ کے ساتھ جمع کیا ہے، خطیب بغدادی کی ایک کتاب معانی القرآن یا معانی التنزیل ہے بہت سارے مضامین کی تفصیل پڑھنے کے لئے وہ تاریخ الانبیاء میں اس کتاب کا حوالہ دے دیتے ہیں کہ تفصیل اس میں دیکھی جائے۔

اس کتاب میں خطیب بغدادیؒ نے بہت سے مفسرین صحابہ اور تابعین کے اقوال نقل کیے ہیں:

مفسرین صحابہ میں سے خلفائے راشدین، حضرت ابن مسعودؓ (التوفی 32ھ) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ (التوفی 68ھ)، حضرت ابی بن کعب (التوفی 20ھ)، حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری (التوفی 78ھ)، حضرت ابوموسیٰ الاشعری عبداللہ بن قیس (التوفی 44ھ)، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سہمی (التوفی 63ھ) ہیں اور یہ وہ صحابی ہیں جن تک عہد صحابہ کے آخر میں علم کا استقرار ہوا تھا۔

اور تابعین اور تبع تابعین حضرات میں سے یہ ہیں: حضرت عطاء بن سائب (التوفی 136ھ)، محمد بن اسحاق (التوفی 151ھ)، حضرت ابن کلبی النضر بن محمد بن السائب (التوفی 146ھ)، حضرت محمد بن مروان السدی (التوفی 186ھ)، حضرت مقاتل بن سلیمان بن بشر الازدی (التوفی 150ھ)، حضرت ضحاک بن مزاحم الکوفی (التوفی 102ھ)، حضرت ابن جریر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر ابوجعفر الطبری (التوفی 310ھ)، حضرت ابن ابی حاتم ابومحمد بن عبدالرحمٰن بن ادریس الحنظلی الرازی (التوفی 327ھ)۔

تابعین میں سے جن مفسرین پر مصنف نے اعتماد کیا ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگردان گرامی ہیں اور یہی مکہ مکرمہ کے علماء بھی ہیں اور دیگر حضرات بھی مثلاً: حضرت مجاہد بن جبر (التوفی 103ھ) یہ فرماتے ہیں: میں نے تیس مرتبہ حضرت ابن عباس پر قرآن کریم کو پڑھایا ہے اور انہیں کی تفسیر پر حضرت امام شافعی اور امام بخاری نے اعتماد کیا ہے، حضرت سعید بن جبیر (التوفی 94ھ)، حضرت عطاء بن ابی رباح مکی (التوفی 114ھ)، امام شعبی (التوفی 105ھ)، حضرت حسن بصری (التوفی 121ھ)، حضرت عبداللہ بن سلام الاسرائیلی الانصاریؓ (التوفی 43ھ)، حضرت عطاء بن ابی سلمہ میسرة الخراسانی (التوفی 135ھ)، حضرت محمد بن کعب القرظی (التوفی 117ھ)، حضرت ابو العالیہ رفیع بن مہران الریاحی (التوفی 90ھ)، حضرت ضحاک بن مزاحم (التوفی 111ھ)، حضرت قتادہ بن دعامہ السدوسی (التوفی 117ھ)، حضرت سفیان بن عیینہ (التوفی 198ھ)، امام زہری (التوفی 242ھ)، حضرت سلمان فارسیؓ (التوفی 35ھ) اور دیگر حضرات۔

تفسیر کی کتابوں میں سے جن سے مصنف نے زیادہ استفادہ کیا ہے وہ تفسیر ابن عباس اور تفسیر ابن جریر طبری ہیں۔

اور مورخین کی اور تاریخ کی کتابوں سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے ان میں جن کا کثرت سے ذکر کیا ہے وہ نام درج ذیل ہیں:

(۱) تاریخ محمد بن اسحاق، ان سے خلیفہ مامون عباسی نے مطالبہ کیا تھا کہ وہ کوئی ایسی تاریخ کی کتاب لکھ دیں جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر یا ابتدائے تخلیق سے لے کر اوائل کے حالات اور سیرت نبویہ شریفہ تک کے حالات محفوظ ہوں، لیکن یہ کتاب ان کتابوں میں سے ہیں جو گم ہو چکی ہیں کیونکہ ہم تک اس کتاب کا صرف چھوٹا سا حصہ مغازی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی پہنچا ہے۔

(۲) تاریخ یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب بن واضح الاخباری (المتوفی 292ھ)۔

(۳) تاریخ ابن جریر طبری، حضرت ابوجعفر محمد بن جریر الطبری: کتاب تاریخ الرسل والملوک۔

منہج الکتاب

(۱) مؤلف نے کتاب کو دقیق ترتیب کے ساتھ ابواب کی شکل میں مرتب کیا ہے۔

(۲) اختصار میں رغبت کی وجہ سے سندوں کو حذف کرنے کو ترجیح دی ہے، اگر ان اسانید کو کتاب میں ذکر کرتے تو کتاب طویل ہو جاتی، لیکن کہیں کہیں سند کو کتاب میں ذکر کر بھی دیتے ہیں۔

(۳) مصنف بسا اوقات روایات کو نقل کر کے بعض روایات کو ترجیح بھی دے دیتے ہیں جیسا کہ حضرت یوسف اور زلیخا کے باب میں کیا ہے۔

(۴) ہمیشہ مصنف واقعہ کے بیان کو اہل تفاسیر کی روایت پر اعتماد کر کے بیان کرتے ہیں، کبھی اہل روایات سے مدد لیتے ہیں اور کبھی اہل تواریخ سے، جیسا کہ کتاب میں انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے: "هذه رواية أهل التفسير وأما أهل التاريخ فانهم ذكروا......" الخ (ص:389) پھر روایات کو ذکر کر دیتے ہیں۔

باب ذکر سبأ ص:387 کو دیکھو، اسی طرح سے دوسرے مقامات کو جس میں اس انداز کو بار بار اختیار کیا ہے، اور غالباً کتاب کے تمام ابواب میں ایسا آتا ہے، جس طرح سے وہ واقعہ کے بیان کرتے وقت سیاق حدیث میں ہمیشہ یوں لکھ دیتے ہیں: "قال بعض اهل التواريخ" جیسا کہ ص:389 میں لکھا ہے لیکن انہوں نے یہاں "اهل التواريخ" کا لفظ نہیں لکھا، اس میں انہوں نے بعض کا لفظ لکھ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ تمام اہل

اخبار اس واقعہ کے بیان کرنے میں شامل نہیں۔

(۵) اہل تواریخ کے اَخبار کے اختلاف پر بھی تنبہ کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے:

''وأخبار اختلافهم طويلة مذكورة في التواريخ لم نكتبها'' ص:390۔

(۶) جیسا کہ وہ روایات کی چھان پھٹک کرکے زیادہ صحیح روایت کو لیتے ہیں۔

(۷) مصنف نے کتاب کو کسی شاگرد کے ہاتھ پر املاء کروایا تھا اس لئے جب وہ حدیث کو بیان کرتے ہیں تو بسا اوقات کتاب میں یہ لفظ آتا ہے:''قال المصنف أدام الله أيامه ''یعنی مؤلف اس کتاب میں تاریخ کو روایت کرتے تھے اور طلباء ان کی ذکر کی ہوئی تاریخ کو مدون کرتے تھے۔

(۸) اور کبھی روایت کو بیان کرنے کے وقت روایت کو عام الفاظ سے روایت کرتے ہیں اس کے اقتباس کی تخصیص نہیں کرتے، مثلاً یوں کہتے ہیں:''وقال كثير ''، لیکن ان کے نام ذکر نہیں کرتے، اور کبھی لکھتے ہیں: ''قال بعض الناس '' جیسا کہ ص:66 پر ہے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کے موقع پر لکھا ہے:''وقال كثير من اهل الاخبار ''لیکن واضح نہیں کیا کہ انہوں نے یہ روایت کن سے لی ہے اس طرح سے اس عبارت کا اقتباس مجہول ہو جاتا ہے۔

اور کبھی یوں لکھتے ہیں:''وقال اصحاب الروايات ''ص:71، اور اس طرح سے لکھتے ہیں:''قال قوم من اهل الاخبار ''ص:79،''وقال آخرون '' جیسا کہ ص:79 میں ہے،''وقال الراوى '' اور کبھی کبھی یوں لکھتے ہیں:''قال المفسرون ''ص:80، لیکن ان مفسرین کی بھی تحدید نہیں کرتے کہ وہ کونسے مفسرین ہیں۔

خطیب بغدادی کی طرف کتاب کی نسبت

اس کتاب میں یہاں بعض اشارات دلالت کرتے ہیں کہ اس کتاب کی تصنیف کی نسبت خطیب بغدادی کی طرف درست ہے کیونکہ وہ کتاب میں بہت سی جگہوں پر لکھ دیتے ہیں کہ ہم نے یہ مسئلہ معانی القرآن میں لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی کتاب ہے جس کا نام معانی القرآن ہے۔ اور کہیں جو لکھا ہے''قال شيخنا الامام ''لیکن وہ یہ ذکر نہیں کرتے کہ اس سے مراد کون امام ہے جیسا کہ ص:197 پر ہے، اسی طرح سے دوسرے مقامات پر کہیں کہیں یوں لکھتے ہیں:''لقد بيناه في معاني التنزيل ''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب خطیب بغدادی کی ہی ہے۔

مخطوطہ کتاب

اس کتاب کا ایک ہی نسخہ ہے جو دارصدام کے مخطوطات میں موجود ہے اور یہی اس مطبوعہ کتاب کی اصل ہے کیونکہ بہت تلاش کے باوجود اور نسخہ محقق کتاب ہذا کو نہیں ملا، اور یہ مخطوطہ دار صدام میں 1/9295 نمبر میں محفوظ ہے۔

یہ کتاب محقق کتاب ہذا آسیا کلیبان علی البارح کو ''تاریخ الانبیاء للخطیب البغدادی'' کے نام سے ملی ہے، محقق کتاب ہذا لکھتے ہیں کہ کتاب کا شروع کا حصہ نایاب ہے ہمیں جو نسخہ ملا ہے اس کو حضرت آدم علیہ السلام کے تذکرہ سے شروع کیا گیا ہے چنانچہ اس کا آغاز یوں ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم، في ذكر خلق آدم عليه السلام. الى آخره.

یہ نسخہ جس کا ترجمہ طبع کیا جا رہا ہے لبنان کے مشہور دینی کتب خانہ دارالکتب العلمیہ بیروت کا چھپا ہوا ہے جس کے صفحات 424 ہیں اور بڑی تقطیع پر مشتمل ہے، کتاب کے حاشیہ میں مضامین کی تخریج نہیں ہے، صرف محقق کر کے چھاپا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے حالات سے مستفید اور متنبہ ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔

ترجمہ میں ذیلی عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے اور کتاب کے اصل عنوانات کو بھی ترجمہ کے مطابق مختصر کیا گیا ہے، ترجمہ ہمارے مخلص دوست مفتی محمد عثمان صاحب نے میرے کہنے پر کیا ہے، جس کو انہوں نے دلچسپی اور پوری محنت سے لکھا ہے، بہت سی جگہوں پر ترجمہ میں نظر ثانی کی گئی ہے لیکن مصروفیات کی وجہ سے مکمل طور پر میں ترجمہ کو نہیں دیکھ سکا، اس لئے کہ اس کو مترجم کی ذمہ داری پر چھوڑ دیا ہے۔

امداد اللہ انور

29-11-2017

تقریظ

شیخ المشائخ حضرت مولانا حافظ سید لیاقت علی شاہ نقشبندی دامت برکاتہم

امیر مرکزیہ جماعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ غفوریہ اویسیہ سعیدیہ پاکستان

شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ اسلامیہ درویشیہ، خطیب و امام جامع مسجد درویشیہ سندھی مسلم سوسائٹی کراچی،

امیر جمعیت علماء اسلام کراچی ڈویژن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

اللہ رب العالمین نے بنی نوع انسان کی ہدایت و کامرانی اور اخروی نجات کے لئے رجال اللہ اور کلام اللہ کا سلسلہ جاری فرمایا اور یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر آقائے نامدار شافع محشر محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر اختتام پذیر ہوا، اب قیامت تک نہ کوئی نبی نہ کوئی رسول آئے گا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں قرآن پاک میں ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (سورۃ المؤمن ۴۰:۷۸)

ترجمہ: اور ہم نے بھیجے بہت رسول تجھ سے پہلے بعض ان میں سے وہ ہیں کہ سنایا ہم نے تجھ کو اُن کا احوال اور بعضے ہیں کہ نہیں سنایا۔

مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یعنی بعض کا تفصیلی حال تجھ سے بیان کیا بعض کا نہیں کیا۔ (اور ممکن ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ان کا بھی مفصل حال بیان کر دیا ہو) بہر حال جن کے نام معلوم ہیں ان پر تفصیلاً اور جن کے نام وغیرہ معلوم نہیں ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔ ”لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ“ (تفسیر عثمانی)

انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں تفصیلی کتاب ”تاریخ الانبیاء علیہم السلام“ حضرت خطیب بغدادیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) کی عربی زبان میں ہے۔ اور اب اس کا اردو ترجمہ زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔ فللہ الحمد

بندہ کمی اوقات کی وجہ سے اردو ترجمہ بالاستیعاب نہ دیکھ سکا البتہ حضرت مفتی امداد اللہ انور صاحب مدظلہ العالی کے اعتماد پر یہ چند کلمات تحریر کئے۔

اللہ پاک یہ عظیم علمی سرمایہ اردو داں حضرات کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے اور مترجمین حضرات کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

لیاقت علی شاہ نقشبندی

۲۷/رجب/۱۴۴۰ھ

مطابق ۴/۱/۲/۲۰۱۹ء

کلماتِ مترجم

قرآن مجید میں جن انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کا کچھ تذکرہ خود قرآن مجید کی بہت سی آیات میں مذکور ہے اور کچھ تفصیل احادیث و تفاسیر کے مستند ذخیرہ سے معلوم ہو جاتی ہے۔ لیکن ان واقعات کو ذکر کرنے کا مقصد انذار و نصیحت ہے اسی لئے ہر انسان کی طبعی جستجو ہوتی ہے کہ کسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کے حالات اور ان کی امتوں کی تاریخ تفصیل سے معلوم ہوتا کہ وہ اپنی حالت میں غور و فکر کر کے خدا کے ناپسندیدہ اعمال اور طریقوں سے بچے۔

لیکن ان واقعات کی تفاصیل عام طور پر اسرائیلی روایات کے ضمن میں ہم تک پہنچی ہیں جن کے صدق و کذب کا ہمیں علم نہیں ہے اور نہ ہر آدمی صحیح و غلط کی شناخت کر سکتا ہے۔ ایسے موضوع پر تالیف عوام و خواص کے لئے بسا غنیمت ہے کہ حضرت خطیب بغدادی نے ان واقعات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے جا بجا نشاندہی کی ہے کہ یہ روایت معتبر اہل علم مؤرخین سے لی گئی ہے اور یہ روایت اسرائیلی روایات سے لی گئی ہے، اس طرح پڑھنے والے کو یہ علم ہو جاتا ہے کہ واقعہ کا اتنا حصہ اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے۔

اس کتاب کے ترجمہ کے موقع میں ''تاریخ الانبیاء'' کا جو نسخہ موجود تھا اس کی دراست اور تحقیق شیخ آسیا کلیبان علی البارح نے کی ہے اور بڑی محنت اٹھائی ہے کیونکہ اصل نسخہ کی کتابت میں کاتب نے جس طرح سے نسخہ کی کتابت کی تھی اگر اسی طرح سے اس کو چھاپ دیا جاتا تو سمجھنا مشکل ہو جاتا، پھر مزید یہ کہ شیخ آسیا نے کتاب کی تصحیح اور کہیں کہیں حاشیہ بھی لکھا ہے، جس سے ترجمہ میں استفادہ کیا گیا ہے۔

عام طور پر کتب تواریخ میں رطب و یابس ہر قسم کی روایات یکجا کر کے واقعہ میں افسانوی رنگ بھرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں ایسی روایات کی طرف اشارہ کر کے ان کو ذکر نہ کرنے کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ ایسے ہی بعض تاریخی روایات سے ''اسلامی عقائد'' یا عصمت انبیاء علیہم السلام پر زد پڑتی ہے۔ لیکن خطیب بغدادی نے ایسی روایات میں سے مستند معلومات ذکر کرنے کے بعد ان کی بھرپور تاویل کر کے معاملہ ایسا واضح کر دیا ہے کہ عوام کے لئے بھی اس کتاب سے استفادہ بہت آسان ہو گیا ہے اور اس کتاب کے مطالعہ سے ان شاء اللہ عقائد میں کسی قسم کی کوئی کمزوری پیدا نہیں ہو گی۔

فقط والسلام .... محمد عثمان

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد سيد الانبياء و المرسلين و خاتمهم وعلى آله وصحبه أجمعين.

حضرت آدم علیہ السلام

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ارادہ کیا تو زمین کی طرف وحی بھیجی ''کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تجھ سے ایک مخلوق پیدا کروں، ان میں سے بعض میری اطاعت کریں گے اور بعض میری نافرمانی کریں گے جو اس مخلوق میں سے میری اطاعت و فرمانبرداری کریں گے میں ان کو اپنی جنت میں داخل کروں گا اور جو میری نافرمانی کریں گے میں ان کو آگ میں داخل کروں گا''۔ تو زمین یہ سن کر رونے لگی اور اس کے رونے سے قیامت تک کے لئے اس سے چشمے پھوٹ پڑے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ وہ زمین کی ایک مشت مٹی لے آئیں تو زمین نے جبرائیلؑ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہا کہ وہ زمین سے کچھ نہ لیں کیونکہ انجام کار یہ آگ کا نصیب بنے گا۔ تو جبرائیلؑ کچھ مٹی لئے بغیر واپس آگئے پھر اللہ تعالیٰ نے اسی کام کا میکائیلؑ کو حکم دیا پھر حضرت اسرافیلؑ کو حکم دیا تو یہ دونوں بھی باری باری خالی ہاتھ واپس آگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو حکم دیا تو وہ مٹی لے آئے اور زمین کی قسموں کی بالکل پرواہ نہیں کی۔ جب وہ مٹی اللہ تعالیٰ کے پاس لائے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا آپ روحوں کو قبض کرنے کے لئے موزوں ہیں اور ان کا نام ملک الموت (موت کا فرشتہ) رکھ دیا۔ اور ابلیس (اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو) زمین کے کئی حصوں کو اپنے قدموں تلے روند چکا تھا تو کئی لوگ اس کی روندی ہوئی مٹی سے پیدا کئے گئے تو یہ انسان کی اصل طبیعت ہوگئی اور زمین کے جس حصہ تک اس کی رسائی نہیں ہوسکی وہی زمین انبیاء علیہم السلام اور اولیاءؒ کی اصل ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس مٹی کا گارا بنایا پھر اس کو چالیس سال اسی حالت پر رہنے دیا کہ وہ چکنا گارا تھا پھر اس کو چالیس سال کے لئے چھوڑ دیا وہ کھنکھنانے والی خشک مٹی بن گئی ٹھیکری کی طرح۔ تاکہ لوگوں پر آشکار ہو جائے کہ اس کا امر قدرت و کاریگری کے ساتھ وجود میں آتا ہے نہ کہ فطرت اور حیلہ کے ذریعہ سے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس خشک مٹی کو جسم بنا کر مکہ اور طائف کے درمیان چالیس سال رکھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے جسم پر غم کا پانی چالیس سال برسایا پھر ایک سال خوشی کا پانی برسایا اسی وجہ سے حضرت آدمؑ کی اولاد میں غم کثرت سے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدمؑ کے دماغ میں روح پھونکی یہ روح حضرت آدمؑ کے دماغ میں

سو سال کے برابر گھومتی رہی پھر باقی اعضاء میں سرایت کی تو حضرت آدمؑ کو چھینک آئی اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور **الحمد للہ رب العالمین** کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا **یرحمک اللہ**۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت آدمؑ کے لئے ایک خیمہ نصب کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا تمام فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جنت میں داخل کر دیا اور وہ جنت میں ہی قیام پذیر رہے یہاں تک کہ انہوں نے اس ممنوعہ درخت کا پھل کھایا اور جنت سے نکال کر زمین پر اتارے گئے۔ جب حضرت آدمؑ کی وفات ہوئی تو وہ خیمہ آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔

بیت المعمور

روایت کیا گیا ہے کہ وہ ساتویں آسمان میں ہے (واللہ اعلم) اور یہ وہی گھر ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ [سورۃ طور: 4] (اور قسم ہے بیت معمور کی) اور **الْمَعْمُوْرِ** کا معنی جس کی زیارت کی جائے۔ یہ العمرۃ کے لفظ سے ماخوذ ہے جس کا معنی زیارت کرنا ہے۔ یہ **العمارۃ** کے لفظ سے ماخوذ نہیں ہے اور یہ خیمہ بیت حرام کے بالکل برابر ہے اور یہ فرشتوں کے حج کی جگہ ہے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو نہ پھر کبھی اس میں داخل ہو سکیں گے اور نہ اس سے پہلے کبھی داخل ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب یہ خیمہ آسمان پر اٹھایا گیا تو شیث بن آدمؑ نے اس کی جگہ بیت حرام تعمیر کیا۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بیت حرام کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔

توبہ کے بعد حضرت آدمؑ کے حالات

یہ بات منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو مکہ میں قیام کا حکم دیا تھا۔ تو آپؑ اپنی وفات تک مکہ ہی میں قیام پذیر رہے۔ اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ہندوستان کی سرزمین کی جانب لوٹنے کا حکم دیا تھا تو آپؑ اماں حوا کے ساتھ ہندوستان تشریف لے گئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان پر آٹھ قسم کے جانور نازل کئے جن کا تذکرہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

﴿ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ نَبِّـُٔوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ [سورۃ الانعام: 143]﴾ (آٹھ نر اور مادہ پیدا کئے دو بھیڑ میں سے اور دو بکری میں سے، پوچھئے تو کیا اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو؟ یا اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لیئے ہوئے ہوں، تم مجھے کسی دلیل سے بتاؤ اگر تم سچے ہو)۔

مؤرخین کی روایت کے مطابق آدمؑ پر لوہے کے آلات میں سے (العلاۃ) ہتھوڑا، لوہار کا زنبور نازل کئے

گئے کیونکہ ان تین کے بغیر لوہے کو کام میں لانا ممکن نہیں ہے۔ پھر جبرائیلؑ نے آدمؑ کو لوہے کی کان کے بارے میں بتایا اور آدمؑ نے لوہا نکال کر اپنی ضرورت کے آلات بنائے۔

سب سے پہلے آدمؑ نے لوہے سے چھری بنائی پھر کلہاڑی پھر روٹیوں کا تندور بنایا اور جبرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے آدمؑ کو کاشتکاری سکھائی۔

یہاں تک کہ آدمؑ نے زمین میں ہل چلا کر بیج ڈالا اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جبرائیلؑ جب آدمؑ کے پاس گندم کا بیج لائے تو آدمؑ نے دریافت کیا کیا میں اس کو کھالوں؟ جبرائیلؑ نے کہا نہیں بلکہ آپ زمین میں ہل چلا کر اس کو ڈالیں تو جب آدمؑ نے ہل چلا کر اسکو زمین میں ڈالا اور وہ اگ گیا۔ تو آدمؑ نے دریافت کیا کیا میں اس سرسبز پودے کو کھالوں؟ جبرائیلؑ نے کہا نہیں یہاں تک کہ خوشہ نمودار ہوگیا تو آدمؑ نے دریافت کیا کیا میں اس کو کھالوں؟ جبرائیلؑ نے کہا نہیں۔ پھر جب آدمؑ نے اس کو کاٹ لیا تو دریافت کیا کیا میں اس کو کھالوں؟ جبرائیلؑ نے کہا نہیں اور آدمؑ کو اس گندم کو پاؤں سے ملنے اور صاف کرنے کا حکم دیا جب آدمؑ نے اس کو صاف کرلیا تو دریافت کیا کیا میں اس کو کھالوں؟ جبرائیلؑ نے کہا نہیں بلکہ آپ اس کو پیسیں اور ہاتھ والی چکی سے گندم کو پیسنا سکھایا۔ جب آدمؑ نے گندم کو پیس لیا تو دریافت کیا کیا میں اس کو کھالوں؟ جبرائیلؑ نے کہا نہیں اور جبرائیلؑ کے کہنے پر آدمؑ نے آٹا گوندھا۔ پھر دریافت کیا کیا میں اس کو کھالوں؟ جبرائیلؑ نے کہا نہیں۔ پھر آدمؑ کو روٹی پکانے کا کہا تو آدمؑ نے روٹی پکائی اور جب روٹی تندور سے نکالی تو آدمؑ نے دریافت کیا کیا میں اس کو کھا لوں؟ جبرائیلؑ نے کہا نہیں بلکہ آپ اس کے ٹھنڈا ہونے تک صبر کریں۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کو کپڑا بننا سکھایا اور حواءؑ کو اون کا تنا سکھایا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے بھیڑ کی اون لی، حضرت حواءؑ نے اس کو کاتا اور آدم علیہ السلام نے اس کو بُن کر اپنے لئے ایک اونی جبہ بنایا اور حضرت حواءؑ کے لئے ایک اونی قمیص اور دوپٹہ بنایا۔ جب آدمؑ نے اپنے کھانے اور لباس میں اتنی مشقت وتھکاوٹ اٹھائی تو حضرت حواءؑ کو کہا یہ آپ کی مجھ پر زیادتی کی وجہ سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی ہمیں ارشاد فرما دیا تھا: فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى [سورة طٰه: 117] (پس یہ کہیں تمہیں بہشت سے نہ نکلوا دے کہ تم تکلیف میں پڑ جاؤ) تو یہ وہی شقاوت ومشقت ہے جس کو ہم بھگت رہے ہیں (واللہ اعلم)۔

میثاق، اس کی حالت اور وقت

بعض مؤرخین فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب آدمؑ میں روح داخل کی تو آدمؑ کی تمام اولاد کو ان کی پشت سے نکالا اور ان سے پختہ وعدہ لیا پھر ان کو آدمؑ کی پشت میں واپس لوٹا دیا اور آدمؑ کو جنت میں بھیج دیا۔

اور مؤرخین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت حواءؑ کے ہاں جنت میں دو جڑواں بچوں کی پیدائش ہوئی ایک

قابیل اور دوسری ان کی بہن اقلیما تھی۔

اور بعض نے کہا ہے کہ قابیل کی بہن کا نام تورات میں قین منقول ہے۔

اور اکثر مؤرخین کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں سے وعدہ آدمؑ کے جنت سے نکلنے کے بعد لیا تھا اور ہمارے نزدیک یہی بات زیادہ مناسب ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو جنت میں داخل کرنے سے پہلے وعدہ لیا ہوتا تو آدمؑ یہ جان لیتے کہ وہ ایک دن جنت سے نکلیں گے اور ان کو موت آئے گی اور وہ جنت میں ہمیشہ نہیں رہیں گے تو ان کو جنت میں وہ لطف و سرور حاصل نہ ہوتا۔

اور اس طرح جب ابلیس نے ان کو کہا تھا کہ ''اگر آپ اس درخت کا پھل کھالیں تو جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور آپ کو موت نہ آئے گی تو آدمؑ کبھی اس کے دھوکہ میں نہ آتے اور ہم اس مسئلہ کو معانی القرآن میں ذکر کر چکے ہیں۔

پھر مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ وہ جگہ کونسی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا تھا۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ واقعہ مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی میں پیش آیا جس کا نام رُحبان ہے۔

اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ واقعہ مکہ کے قریب بطن نعمان میں پیش آیا۔

اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ وعدہ کا واقعہ ہندوستان کی ایک وادی رُحبان میں پیش آیا۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ایک روشنی دکھائی، آدمؑ اس کے پیچھے چل پڑے جب اس جگہ پہنچے تو آپ کو اونگھ آگئی تو اللہ تعالیٰ نے اسی اونگھ کے دوران آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد نکالی۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ وعدہ لینے کی جگہ مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اِذۡ اَخَذَ رَبُّکَ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّیَّتَهُمۡ [الاعراف:172]

(ترجمہ) اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی پشت کو چھوا تو قیامت تک کے آنے والے تمام انسان ان کی پشت سے نکال لئے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے فرمان میں مسح اور چھونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واقعی ان کو ہاتھ سے چھوا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت بلند ہیں بلکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی پشت سے بہت نرمی سے ایسے طریقے سے اولاد کو نکالا کہ ان کو کوئی تکلیف و ایذاء محسوس نہ ہوئی۔ اولاد کا نرمی سے نکالنا ایسے ہی تھا جیسے کوئی کسی انسان کی پشت پر نرمی سے ہاتھ پھیر دے۔

کہتے ہیں کہ سب لوگ کثرتِ تعداد کے اعتبار سے چھوٹی چیونٹیوں کی طرح تھے۔

اور بعض نے کہا کہ چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی طرح چھوٹے جسم والے تھے لیکن شکل و شباہت عام لوگوں کی طرح تھی۔

اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا اور ان کو زمین پر اتارا تو ان کو مخاطب کر کے فرمایا اے آدم! تو انہوں نے عرض کیا اے میرے رب میں حاضر ہوں۔ باری تعالیٰ نے دریافت کیا آپ کو کس نے پیدا کیا؟ آدمؑ نے عرض کیا آپ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا آپ کا رب کون ہے؟ آدمؑ نے عرض کیا آپ ہی میرے رب ہیں۔ باری تعالیٰ نے دریافت کیا کیا میں آپ سے اس کا وعدہ لے لوں؟ آدمؑ نے عرض کیا جی ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ نے جنت سے حجر اسود نکالا جس کی سفیدی برف کی طرح تھی اور اس کی روشنی سورج کی روشنی کی طرح تھی جب مشرکین نے اس کو ہاتھ لگائے تو یہ سیاہ ہوگیا۔ جس آفت زدہ نے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے شفاء مانگی اللہ تعالیٰ نے اس کو شفاء دی۔ تو باری تعالیٰ نے آدمؑ کو فرمایا آپ اپنا ہاتھ اس پتھر پر پھیر دیں تو آدمؑ نے حجر اسود پر ہاتھ پھیرا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپ سچے لوگوں میں سے ہیں تو مجھے سجدہ کریں تو آدمؑ فوراً سجدہ میں چلے گئے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور انبیاء سے ابتداء کی۔ اور انبیاء علیہم السلام میں سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہل کی۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا۔

وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیۡثَاقَهُمۡ وَ مِنۡکَ وَ مِنۡ نُّوۡحٍ وَّ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ مُوۡسٰی وَ عِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ وَ اَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّیۡثَاقًا غَلِیۡظًا [سورۃ الاحزاب:7]

(ترجمہ) اور جب ہم نے تمام انبیاء سے اقرار لیا اور آپؐ سے بھی اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور مریم کے بیٹے عیسیٰؑ سے بھی اور ہم نے ان سب سے پختہ عہد لیا تھا)۔

تو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آدمؑ کی پشت سے نکالا تو فرمایا اے محمد! تو آپ نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا آپ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا آپ ہی نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا آپ کا رب کون ہے؟ آپؐ نے عرض کیا آپ ہی میرے رب ہیں۔ تو باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اگر آپ سچے ہیں تو مجھے سجدہ کریں تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً سجدہ میں چلے گئے پھر باری تعالیٰ نے دریافت کیا: کیا میں آپ سے اس بات پر وعدہ لے لوں؟ حضور اکرمؐ نے عرض کیا جی ہاں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اپنے ہاتھ کو حجر اسود پر پھیریں تو آپؐ نے اپنا ہاتھ حجر اسود پر پھیرا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی پشت سے تمام انبیاءؑ کو لیا اور فرمایا اے میرے انبیاء اور رسولوں کی جماعت! سب نے بیک زبان کہا اے ہمارے رب! ہم سب حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ سب نے کہا اے ہمارے رب آپ ہی نے۔ اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا تو آپ سب کا رب کون ہے؟ سب نے کہا بے شک آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اگر آپ سب سچے ہو تو مجھے سجدہ کرو تو سب انبیاءؑ

سجدہ میں چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو فرمایا کیا میں آپ سب سے اس پر وعدہ لے لوں؟ سب نے عرض کیا جی ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ سب حجر اسود پر ہاتھ پھیرو تو تمام انبیاءؑ نے حجر اسود پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ میرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں ان کو سب سے آخری زمانہ میں بھیجوں گا آپ سب لوگ ان کا تذکرہ ان کتابوں میں بھی پاؤ گے جو میں آپ لوگوں پر نازل کروں گا۔ آپ سب ان پر ضرور ایمان لانا اور ضرور ان کی مدد کرنا۔ سب نے بیک زبان کہا: ایسا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اس بات کے لئے بھی اپنے ہاتھ حجر اسود پر پھیرو تو سب انبیاءؑ نے ایسا ہی کیا، تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ [سورة آل عمران: 81]

(ترجمہ) اور (یاد کیجئے) جب اللہ نے نبیوں سے اقرار لیا کہ جو کچھ میں نے تمہیں کتاب اور علم دیا ہے پھر تمہارے پاس ایک رسول (محمدؐ) آئے جو تمہارے پاس والی کتاب کو سچ بتائے تو تم اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے، پوچھا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا؟ انہوں نے عرض کیا ہم نے اقرار کیا، فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں) کہ محمدؐ میرے رسول ہیں۔

راوی کہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی تمام اولاد کو ان کی پشت سے نکالا تو ان کو فرمایا اے آدمؑ کی اولاد سب نے بیک زبان کہا اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا تم سب کا رب کون ہے؟ سب نے بیک زبان کہا آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا تمہیں کس نے پیدا کیا؟ سب نے بیک زبان کہا آپ ہی نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے بیک زبان کہا کیوں نہیں۔ تو سب لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو مجھے سجدہ کرو تو کفار و منافقین کے علاوہ تمام لوگوں نے سجدہ کیا کیونکہ ان کی پشتیں سریا کی طرح ہوگئی تھیں ان میں سجدہ کی طاقت نہیں تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو فرمایا کیا میں تم سے وعدہ لے لوں؟ سب نے بیک زبان کہا جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم اپنے ہاتھ حجر اسود پر پھیرو تو سب نے ایسا ہی کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم آپ اپنا سر اٹھائیں اور دیکھیں تو آدمؑ نے سر اٹھا کر اپنی تمام اولاد کو ان کی حقیقی صورت میں دیکھا ان میں انبیاءؑ کو دیکھا کہ وہ سورج کی طرح روشن ہیں اور علماء کو دیکھا کہ وہ ستاروں کی مانند چمک رہے ہیں اور اصحاب الیمین دائیں ہاتھ والوں کو دیکھا کہ وہ انڈے کی سفیدی کی طرح ہیں اور اصحاب الشمال کو دیکھا کہ وہ تارکول کی طرح ہیں اور دیکھا کہ ان میں کچھ لوگ مالدار، کچھ فقیر، کچھ طاقتور، کچھ کمزور، کچھ تندرست، کچھ آفت زدہ، کچھ مؤمن اور کچھ کافر ہیں، تو عرض کیا اے میرے معبود! یہ کون لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا یہ آپ کی اولاد ہے۔ آدمؑ نے عرض کیا یہ سورج کی مانند روشن لوگ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کی اولاد میں سے انبیاء ہیں۔ آدمؑ نے عرض کیا یہ ستاروں کی مانند لوگ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا آپ کی اولاد میں سے علماء ہیں، یہ لوگ انبیاء کے وارث ہیں۔ آدمؑ نے عرض کیا یہ کون لوگ ہیں جو انڈے کی سفیدی کی طرح ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ لوگ اصحاب الیمین ہیں، میں نے ان کو نیک بخت پیدا کیا ہے۔ آدمؑ نے عرض کیا یہ کون لوگ ہیں جو تارکول کی طرح سیاہ ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اصحاب الشمال ہیں ،میں نے ان کو بد بخت پیدا کیا ہے۔ آدمؑ نے عرض کیا اے میرے رب! اگر آپ چاہتے تو اپنی تمام مخلوق کو یکساں کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! میں حمید ہوں میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میری حمد کی جائے اسی لئے میں نے ان کو مختلف اقسام میں ڈھال دیا ہے تاکہ جس کا میں اکرام کروں وہ اس پر میرا شکر ادا کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے آدم! میں نے آسمان کو پیدا کیا اور اس کے مستحقین کو بھی پیدا کیا اور زمین کو پیدا کیا اور اس کے مستحقین کو بھی پیدا کیا۔ اور میں نے جنت کو پیدا کیا اور اس کے مستحقین کو بھی پیدا کیا اور جہنم کو پیدا کیا اور اس کے مستحقین کو بھی پیدا کیا۔

راوی کہتے ہیں پھر اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کو دو حصوں میں تقسیم کر کے عرش کے دائیں اور بائیں کر دیا گیا اور بعض نے کہا کہ آدمؑ کے دائیں اور بائیں کر دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور یہ لوگ جہنم میں جائیں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ پڑھی:

وَ اذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ اِدۡرِيۡسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا [سورة مريم:56]

(ترجمہ) اور اس کتاب میں ادریس کا ذکر بھی کیجئے بے شک وہ بڑے سچے نبی تھے)۔

حضرت ادریس علیہ السلام

ادریسؑ ،نوحؑ کے دادا ہیں اوران کا نام ونسب آخنوخ، بن مہید ھل بن برذ بن قینان بن آنوش بن شیث بن آدمؑ ہے۔ان کا نام ادریس اس وجہ سے پڑ گیا کہ یہ کتابیں بہت زیادہ پڑھتے تھے اور یہ درزی تھے۔

ادریسؑ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھا اور پہلے شخص ہیں جنہوں نے کپڑا سیا اور سلا ہوا کپڑا پہنا۔ادریس علیہ السلام سے پہلے لوگ کھال پہنتے تھے۔

ادریسؑ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہتھیار بنائے اور کفار سے لڑائی کی اور سب سے پہلے ادریسؑ نے ہی علم حساب میں غور وفکر کیا۔

كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا o وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا [سورة مريم:56-57]

(ترجمہ) بے شک وہ بڑے سچے نبی تھے،اور ہم نے ان کو بلند مکان پر اٹھا لیا۔

یعنی جنت میں اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد دنیا میں بلند مرتبہ عطا کرنا ہے اور بعض نے کہا کہ ادریسؑ کو چوتھے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپؐ نے ادریسؑ کو معراج کی رات چوتھے آسمان پر دیکھا تھا۔

آسمان پر اٹھائے جانے کا سبب

کعبؓ و دیگر حضرات کے مطابق حضرت ادریسؑ کو آسمان پر اٹھانے کا سبب یہ تھا کہ ادریسؑ ایک دن کسی ضرورت کے لئے دن میں چلے تو آپ کو سورج کی تپش محسوس ہوئی تو دعا کی اے میرے رب! میں ایک دن چلا ہوں تو اس فرشتے کا کیا حال ہوتا ہوگا جو اس سورج کو اٹھا کر ایک دن میں پانچ سو سال کی مسافت طے کرتا ہے۔ اے اللہ اس کے بوجھ اور تپش کو ہلکا کردے جب ایسا ہو گیا تو فرشتے نے سورج کی خلاف عادت کم تپش اور نرمی دیکھی تو عرض کیا اے میرے رب! آپ نے اس کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بندے ادریسؑ نے مجھ سے سوال کیا کہ میں تجھ سے اس کا بوجھ اور تپش کم کردوں تو میں نے اس کی دعا قبول کرلی ہے تو اس فرشتے نے عرض کیا اے میرے رب! میرے اور ادریسؑ کے درمیان گہری دوستی کردیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دے دی۔ یہاں تک کہ وہ ادریسؑ کے پاس گئے تو ادریسؑ نے ان کو کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ تمام فرشتوں میں زیادہ معزز اور ملک الموت کے ہاں ایک خاص مقام رکھتے ہیں تو ملک الموت کو میری سفارش کریں کہ میری موت مؤخر کردے تا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر وعبادت زیادہ کرسکوں۔تو اس فرشتے نے کہا جب کسی کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مؤخر نہیں کرتے لیکن میں اس بارے میں بات کروں گا۔تو یہ

فرشتہ ادریسؑ کو آسمان کی طرف لے گیا اور سورج کے طلوع کی جگہ آپؑ کو چھوڑ کر ملک الموت کے پاس گیا اور کہا مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ ملک الموت نے پوچھا کیا کام ہے؟ سورج کے فرشتہ نے کہا بنی آدم میں سے ایک شخص میرا دوست ہے اس نے میرے ذریعہ آپ کے پاس سفارش بھیجی ہے کہ آپ اس کی موت کا وقت مؤخر کردیں۔ ملک الموت نے جواب دیا کہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے لیکن اگر آپ چاہیں تو میں موت کا وقت بتا سکتا ہوں تاکہ وہ خود اس سے پہلے شکر و عبادت بجالائیں۔ سورج کے فرشتہ نے کہا ٹھیک ہے تو ملک الموت نے اپنے رجسٹر میں دیکھا تو سورج کے فرشتہ کو کہا آپ نے جس انسان کے بارے میں مجھ سے بات کی ہے میرا خیال یہ ہے کہ اس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ سورج کے فرشتے نے پوچھا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ملک الموت نے جواب دیا کیونکہ رجسٹر میں لکھا ہوا ہے کہ اس کی موت سورج کے طلوع ہونے کی جگہ آئے گی تو سورج کے فرشتہ نے کہا کہ میں جب آپ کے پاس آیا ہوں تو ان کو سورج کے طلوع کی جگہ ہی چھوڑ کر آیا ہوں تو ملک الموت نے کہا آپ چلے جائیں میرا خیال یہی ہے کہ آپ وہاں جاکر ان کو مردہ حالت میں پائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قسم ادریسؑ کی زندگی کا کچھ وقت بھی باقی نہیں ہے تو سورج کا فرشتہ واپس آیا تو ادریس علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔

اور مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ادریسؑ آسمان میں زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں؟

تو مؤرخین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ادریسؑ زندہ ہیں اور ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ چار انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں دو زمین میں یعنی خضرؑ اور الیاسؑ اور دو آسمان میں یعنی ادریسؑ اور عیسیٰؑ۔

حضرت وہبؒ فرماتے ہیں کہ ادریسؑ کے زمانہ میں زمین کے تمام لوگوں کی جتنی عبادت آسمان کی طرف جاتی اتنی تنہا حضرت ادریسؑ کی جاتی تھی تو فرشتے اس کثرت عبادت پر تعجب کرتے اور ملک الموت ان کی زیارت کے مشتاق تھے تو اللہ تعالیٰ سے ادریسؑ کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی۔ تو ملک الموت انسانی صورت میں ادریسؑ کے پاس آئے اور ادریسؑ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے جب افطار کا وقت آیا تو انہوں نے ملک الموت کو بھی کھانے کی دعوت دی تو انہوں نے کھانے سے انکار کردیا اور یہی معاملہ تین دن پیش آیا تو ادریسؑ کو عجیب لگا تیسری رات ادریسؑ نے کہا میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا میں ملک الموت ہوں، میں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی کہ میں آپ کی صحبت میں کچھ وقت گزاروں تو ادریسؑ نے فرمایا مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ ملک الموت نے پوچھا کیا کام ہے؟ ادریسؑ نے فرمایا آپ میری روح قبض کرلو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی کی کہ آپ ادریسؑ کی روح قبض کرلیں تو ملک الموت نے ایسا ہی کیا اور تھوڑی دیر بعد اللہ تعالیٰ نے ادریسؑ کی روح واپس لوٹا دی تو ملک الموت نے سوال کیا کہ اپنی روح قبض کروانے سے آپ کا کیا مقصد تھا؟ ادریسؑ نے جواب دیا میں موت کی سختی اور غم محسوس کرنا چاہتا تھا تاکہ میں اس کی زیادہ تیاری کروں۔ پھر ادریسؑ نے کہا مجھے آپ سے ایک اور بھی کام ہے ملک الموت نے پوچھا کیا کام ہے؟ ادریسؑ نے

فرمایا آپ مجھے آسمان پر لے جائیں تا کہ میں آسمان اور جنت وجہنم کو دیکھ سکوں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھانے کی اجازت دے دی۔ جب ادریسؑ جہنم کے قریب پہنچے تو ملک الموت کو کہا مجھے آپ سے ایک اور بھی کام ہے۔ ملک الموت نے پوچھا آپ کا کیا ارادہ ہے؟ ادریسؑ نے فرمایا آپ جہنم کے داروغہ مالک سے کہیں کہ وہ میرے لئے جہنم کے دروازے کھول دے تا کہ میں اس میں داخل ہوسکوں تو ملک الموت نے ایسا ہی کیا۔ پھر ادریسؑ نے کہا جیسے آپ نے مجھے جہنم دکھائی ہے اب مجھے جنت بھی دکھائیں تو ملک الموت حضرت ادریسؑ کو جنت کی طرف لے گئے اور اجازت مانگی تو دروازہ کھول دیا گیا اور ادریسؑ کو جنت میں داخل کر دیا پھر ملک الموت نے ادریسؑ کو کہا آپ جنت سے باہر تشریف لے چلیں تا کہ آپ اپنے عارضی ٹھکانہ پر جاسکیں تو ادریسؑ ایک درخت سے چمٹ گئے اور فرمایا میں اس سے نہیں نکلوں گا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان ایک فیصلہ کرنے والا بھیجا تو اس نے ادریسؑ سے پوچھا کہ آپ باہر کیوں نہیں جانا چاہتے؟ ادریسؑ نے جواب دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ [سورة ال عمران:185] (ہر جی نے موت چکھنی ہے)۔

اور میں موت کا مزہ چکھ چکا ہوں اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا [سورة مريم:71]

(ترجمہ) اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جو اس پر سے نہ گزرے۔

اور میں جہنم پر وارد ہو چکا ہوں اور باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ [سورة الحجر:48]

(ترجمہ) اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔

اس لئے اب میں جنت سے نہیں نکلنا چاہتا۔

تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی کی کہ میری اجازت سے جنت میں داخل ہوئے تھے اور میرے حکم کی وجہ سے اس سے نہیں نکلیں گے۔ یہ جنت میں زندہ رہیں گے تو یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی:

وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا [سورة مريم:57] (اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا)

جب بارش ہوتی ہے تو سیپ سمندر کے اوپر آجاتا ہے اور اپنا منہ کھول دیتا ہے پھر اس کے منہ میں بارش کا جو قطرہ پڑ جاتا ہے وہ موتی بن جاتا ہے۔

قتل ہابیل کے نقصانات

ضحاکؒ فرماتے ہیں: زمین سرسبز زرخیز تھی، ابن آدمؑ جس درخت پر گزرتے وہ پھلدار ہوتا تھا اور سمندر کا پانی میٹھا ہوتا تھا اور شیر گائے اور بکری کی طرف رغبت نہ رکھتے تھے۔ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو زمین خشک ہوگئی

اور درختوں پر کانٹے اگ آئے اور سمندر کا پانی کثیر بارش والا ہوگیا اور جانور ایک دوسرے کے درپے ہونے لگے۔اور جوشخص گانا گاتے ہوئے اپنی آواز بلند کرتا ہے تو اس پر دو شیطان بھیجے جاتے ہیں۔ایک دائیں کندھے پر اور دوسرا بائیں کندھے پر اور وہ اس کے خاموش ہونے تک اپنے پاؤں اس کو مارتے رہتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھا انبیاء (بت پرستی) میں مبتلا نہیں ہوتے اور آدمؑ کی اولاد آدمؑ کے احترام کی وجہ سے ان کا طواف کرتے تھے۔اور وہ قابیل کی اولاد کو آدمؑ کے قریب آنے کی دعوت نہ دیتے تھے اسی وجہ سے آدمؑ نے ان کو وصیت فرمائی تھی۔

بت پرستی کا آغاز

راوی کہتے ہیں کہ ابلیس قابیل اور اس کی اولاد کے پاس گیا اور کہنے لگا اگر تمہارا ارادہ ہو تو میں تمہارے لئے تمہارے باپ آدمؑ جیسا ایک بے جان جسم بنا دوں تم بھی اسکا طواف کیا کرو۔ان سب نے کہا ٹھیک ہے تو ابلیس نے آدمؑ کی جسامت جیسی ایک صورت ان کو بنا دی تو قابیل اور اس کی اولاد نے اس کو ایک جگہ رکھ کر اس کا طواف شروع کردیا اور خوش ہوگئے۔ جب کچھ زیادہ عرصہ گزرا تو ہر خاندان نے اپنے لئے اس جیسی الگ صورت بنالی۔ پھر جب مزید مدت گزری تو لوگوں نے اسی صورت کی عبادت شروع کردی تو یہ بتوں کی عبادت کی ابتداء ہے۔اور بعض نے کہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ آدمؑ اور ادریسؑ کے درمیان نیک لوگ تھے جن کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ان کے نام وَدّ، سُواع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسر تھے تو ان میں سے جس کی وفات ہوئی اس کے خاندان والوں نے اس کی تصویر بنالی تاکہ اس سے سکون حاصل کریں کیونکہ اس زمانہ میں تصویریں حرام نہیں تھیں۔ پھر جب کچھ مدت گزر گئی اور پہلے لوگ گزر گئے تو ابلیس ان کے پسماندگان کے پاس آیا اور کہنے لگا یہ معبود تھے ان کی عبادت کی جانی چاہیے تو ابلیس نے ان نیک لوگوں کی عبادت کی ترغیب دی اور لوگ نوحؑ کے زمانہ تک ان بتوں کے ساتھ یہی معاملہ کرتے رہے۔اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مفہوم ہے:

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا [سورۃ نوح: 23]

(ترجمہ) اور کہنے لگے اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ وَدکو اور نہ سُواعا اور یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو نہ چھوڑنا۔

مؤرخین کا کہنا ہے کہ جب ساری دنیا غرق ہوگئی تو یہ بت بھی غرق ہوگئے پھر طوفان کے بعد ابلیس نے ان کو نکالا اور عبادت کے لئے لوگوں کو دے دیا تو وَدقبیلہ کلب کا معبود بن گیا اور سواع قبیلہ ہذیل کا اور یغوث، یعوق اور نسر یمن کے قبائل کے لئے اور یغوث قبیلہ مذحج کے لئے اور یعوق قبیلہ قضاء کے لئے اور نسر قبیلہ حمیر کے لئے۔لوگوں کا یہی معاملہ رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام کا زمانہ لے آئے (واللہ اعلم) یہ تمام باتیں روایت کی گئی ہیں۔

آگ پرستی کی ابتداء

اور آگ پرستوں کی ابتداء اسی طرح ہوئی کہ ابلیس قابیل کی اولاد کے پاس گیا اور کہنے لگا کیا تم جانتے ہو کہ ہابیل کی قربانی کیوں قبول کی گئی تھی اور تمہارے باپ قابیل کی قربانی کیوں قبول نہیں کی گئی تھی؟ وہ کہنے لگے ہم نہیں جانتے ابلیس کہنے لگا ہابیل آگ کی عبادت کرتا تھا اور تمہارا باپ آگ کی عبادت نہیں کرتا تھا اسی لئے آگ نے ہابیل کی قربانی کو قبول کیا تو ابلیس نے ان کو آگ کی پرستش پر ابھارا۔ اسی وجہ سے آگ کی پوجا شروع ہوئی اور ابراہیمؑ کے زمانہ میں جب ان کو آگ میں ڈالا گیا اور آگ نے انہیں نہیں جلایا تو ابلیس لوگوں کے پاس گیا اور کہنے لگا ابراہیمؑ کو آگ نے اس وجہ سے نہیں جلایا کہ وہ آگ کی عبادت کرتے ہیں تو ان لوگوں کو آگ کی عبادت پر ابھارا۔

اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے ذریعہ لوگوں کو آگ سے ڈرایا ہے تو ابلیس لوگوں کے پاس آیا اور کہنے لگا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو آگ نہ جلائے تو اس کو چاہیے کہ وہ آگ کی عبادت کرے۔

تو اس طرح ابلیس نے لوگوں کو آگ کی عبادت پر ابھارا (واللہ اعلم)۔

اور بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ مجوسیت کے بانی زرداشت نے جب بشتاسف بادشاہ کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا حالانکہ اس کے دین کی اصل زندقہ (بے دینی) تھی تو اس نے لوگوں کو آگ کی عبادت پر ابھارا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ جو شخص آگ کی عبادت کرے گا اللہ تعالیٰ جہنم میں اس کو آگ کا عذاب نہ دیں گے (واللہ اعلم)

ہاروت و ماروت کا ذکر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ مَآ اُنۡزِلَ عَلَى الۡمَلَکَیۡنِ بِبَابِلَ هَارُوۡتَ وَ مَارُوۡتَ [سورة البقرة:102]

(ترجمہ) اور اس علم کے پیچھے ہو لئے جو بابل (شہر) میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا۔

مؤرخین فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ادریسؑ کو زمین سے اٹھایا اور جنت میں داخل کردیا تو فرشتوں نے عرض کیا خطا کار کا بیٹا جو خود خطا کار ہے اس کا ان معصوم فرشتوں کے درمیان کیا کام جنھوں نے کبھی گناہ نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ تم نے بنو آدم کو عار دلائی ہے اگر تم بھی ان کی جگہ ہوتے تو تم بھی ان جیسے کام کرتے، تم اس آزمائش کے لئے اپنے میں سے جس کو چاہو منتخب کرلو تو فرشتوں نے اپنے بلند مرتبہ فرشتوں میں سے تین افراد کو منتخب کیا۔ (۱) عزا، (۲) عزایا، (۳) عزائیل۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ارشاد فرمایا میں تم کو زمین پر اتار رہا ہوں تاکہ تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور کھانے پینے اور خواہشات میں ان کے ساتھ مل جاؤ اور باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم میری عبادت کرو اور حدود قائم کرو اور میں تم کو اس بات سے روکتا ہوں کہ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میں تم کو قتل اور شراب پینے اور زناء کرنے سے منع کرتا ہوں۔

ان سب نے کہا: ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو زمین پر اتار دیا اور یہ لوگوں سے گھل مل گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں شہوت کا مادہ رکھ دیا تو یہ فرشتے دن کو فیصلے کرتے اور رات کو آسمان کی طرف لوٹ جاتے جب یہ آسمان پر جاتے تو فرشتوں کی صفات میں آجاتے اور جب زمین پر اترتے تو بنو آدم کی صفات و فطرت میں ہوتے۔

اور مؤرخین کا کہنا ہے کہ عزائیل نے یہ جان لیا تھا کہ یہ بڑی آزمائش ہے اس لئے اس نے رب تعالیٰ سے معافی طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا اور باقی دو فرشتے رہ گئے۔

ان دونوں فرشتوں کا معمول اسی ترتیب سے چل رہا تھا کہ اچانک ایک دن ان دونوں کے پاس ایک انتہائی خوبصورت عورت آئی عربی میں اس کو زھرۃ اور سریانی میں ناہید اور فارسی میں بیدخت کہا جاتا ہے۔ یہ خوب بناؤ سنگھار کرکے خوشبو سے معطر ہوکر آئی، ان دونوں کے دل میں اس کی رغبت پیدا ہوگئی۔ ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنی حالت اپنے دوسرے ساتھی سے چھپالی پھر اس عورت سے اس کا پتہ پوچھا اس نے بتادیا ان دونوں نے کہا آج آپ واپس چلی جاؤ تاکہ ہم آپ کے مسئلہ کے بارے میں غور وفکر کرسکیں۔ پھر جب ان دونوں حضرات کی مجلس برخاست ہوئی تو ایک دوسرے سے چپکے چپکے یہ دونوں اس کے گھر کی طرف چل پڑے۔ لیکن اس عورت کے دروازے پر ان دونوں کی ملاقات ہوگئی تو ہر ایک نے اپنی دلی کیفیت دوسرے کو بتائی اور اس عورت سے گھر میں آنے کی اجازت مانگی۔

اس نے دونوں کو اجازت دے دی تو ان دونوں نے اپنی دلی کیفیت اس کے سامنے رکھی اس عورت نے جواب دیا تم دونوں میرے دین پر نہیں ہو، میرے دین میں داخل ہو جاؤ اور میرے بت کو سجدہ کرو تو میں تمہارا کہنا مان لوں گی۔ تو ان فرشتوں میں سے ایک نے دوسرے کو کہا کہ اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی معاف نہیں کرتے اور شرک کے علاوہ گناہ جس کا چاہتے ہیں معاف کر دیتے ہیں تو شرک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس عورت نے کہا اگر آپ یہ کام نہیں کر سکتے تو میرے پاس ایک خوبصورت باندی ہے اس کو آپ لوگوں کے لئے سنوار دیتی ہوں اس سے اپنی ضرورت پوری کرلو۔ ان دونوں نے کہا ہم تو صرف تیرے ہی طلبگار ہیں اس عورت نے کہا اگر تم سجدہ نہیں کر سکتے تو میرے پاس شراب ہے تم وہ پی لو۔

ان فرشتوں نے کہا یہ نسبتاً زیادہ آسان ہے اور ایک روایت میں ہے اس عورت نے ان دونوں سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اس کو اس اسم کی تعلیم دیں جس کے ذریعہ سے وہ دونوں آسمان پر چڑھ جاتے ہیں تو انہوں نے ایسا نہیں کیا اور کہا اس کی کوئی صورت نہیں ہے لیکن جب ان دونوں نے شراب پی لی اور ان پر نشہ غالب ہوا تو ان دونوں نے اس عورت کے مطلوبہ تمام کام کئے۔

راوی کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں ایک آدمی کا گزر اس عورت کے دروازے پر ہوا اور بعض نے کہا کہ ایک فرشتہ سائل بن کر ان کے پاس آیا تو اس عورت نے ان دونوں کو کہا کہ اس آدمی نے تم دونوں کو دیکھ لیا ہے اور یہ تمہاری حالت لوگوں کو جا کر بتائے گا تو وہ دونوں کھڑے ہوئے اور اس آدمی کو قتل کر دیا اور جن حضرات کے نزدیک فرشتہ سائل بن کر آیا تھا کہتے ہیں کہ جیسے ہی اس کو قتل کرنے کے ارادہ سے گئے وہ فرشتہ ان کے سامنے آسمان کی طرف اڑ گیا اور بقول راوی ان دونوں نے نشہ کی حالت میں اس عورت کو وہ اسم سکھا دیا جس کے ذریعہ یہ آسمان پر جاتے تھے۔

راوی کہتے ہیں یہ عورت اس اسم کے ذریعہ سے آسمان پر چلی گئی اور اس کو مسخ کر کے آسمان کا ایک ستارہ بنا دیا گیا اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مشہور سیارہ زہرہ یہی عورت ہے۔ یہ بات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔

ہمارے شیخ امام قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں کہ مشہور سیارہ زہرہ ان سیاروں میں سے ہے جن پر نظامِ عالم معلق ہے اور یہ سورج، چاند اور تمام ستاروں کے ساتھ پیدا کیا گیا تھا لیکن اس عورت کی صورت مسخ کر کے ستارہ بنایا گیا جس کا نام زہرہ ہے۔ تو لوگوں نے غلطی سے کہہ دیا کہ زہرہ سیارہ یہ عورت ہے۔

پھر جب ان دونوں فرشتوں کا نشہ اترا تو بہت شرمندہ ہوئے اور ان کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو ارشاد فرمایا تم اپنے منتخب کردہ لوگوں کی حالت دیکھو جب فرشتوں نے یہ سارا منظر دیکھا تو بیک زبان کہنے لگے اے ہمارے رب! آپ اپنے بندوں کو بہتر جانتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں اسی دن سے فرشتے بنو آدم کے لئے استغفار کرنا شروع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا [سورۃ المؤمن:7]

(ترجمہ) اور فرشتے ایمان والوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں۔

پھر راویوں کا کچھ اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان دونوں فرشتوں نے جب یہ کام کیا اس وقت ادریسؑ زمین پر تشریف فرماتھے تو یہ دونوں ادریسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؑ کو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں تو ادریسؑ نے حامی بھر لی لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مجھے کیسے علم ہوگا کہ میری سفارش قبول ہوئی ہے؟ تو ان دونوں نے کہا جب آپ اپنا سر سجدہ اور دعا سے اٹھائیں گے اگر ہم آپ کے پاس موجود ہوئے تو آپ کی سفارش قبول ہو چکی ہوگی اور اگر ہم موجود نہ ہوئے تو ہم برباد ہو گئے۔ تو ادریسؑ سجدہ میں چلے گئے اور ان دونوں کے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا جو ان دونوں کو بابل لے گئے۔

دوسرے مؤرخین کا یہ کہنا ہے کہ جب ان دونوں کا نشہ اترا تو جبرائیلؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دونوں کے پاس آئے وہ دونوں خوب رو رہے تھے تو جبرائیلؑ بھی ان کے ساتھ رونے لگے اور فرمایا کہ تمہارے رب نے تمہیں دنیا اور آخرت کے عذاب میں اختیار دیا ہے جو چاہو اختیار کر لو۔

اور مؤرخین کی ایک جماعت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وحی ادریسؑ کو بھیجی تھی اور انہوں نے ان دونوں فرشتوں کو ان دونوں عذابوں کے درمیان اختیار دیا تھا۔

اور بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ یہ دونوں فرشتے سلیمانؑ کے زمانہ میں تھے اور سلیمانؑ نے ہی ان دونوں کے لئے دعا کی تھی۔ (واللہ اعلم)

بہر حال جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اختیار دیا تو یہ دونوں کہنے لگے کہ دنیا ختم ہونے والی عارضی چیز ہے اور آخرت کبھی نہ ختم ہونے والی باقی رہنے والی چیز ہے۔ تو ان دونوں نے دنیا کے عذاب کو ترجیح دی تو یہ دونوں بابل کے ایک پہاڑ کی غار میں ہیں اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ دنباوند کا پہاڑ ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ بابل میں ہے اور یہ دونوں وہاں لٹکے ہوئے ہیں۔ ان کو صبح و شام عذاب دیا جاتا ہے۔

مؤرخین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر روز ان کی شہوت بڑھا دیتے ہیں تو یہ ان دونوں پر تمام عذابوں سے زیادہ سخت ہے اور ان دونوں نے جبرائیلؑ سے سوال کیا کہ وہ ان دونوں کو کچھ کلمات کی تعلیم دیں کہ جب ان کی شہوت جوش مارے تو وہ ان کلمات کو کہہ لیا کریں اور ان کی شہوت پر سکون ہو جائے تو جبرائیلؑ نے ان کو ایک کلمہ سکھایا جس کو وہ پڑھتے تو ان کی شہوت کو چند دن سکون ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا یہی مفہوم ہے:

وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ [سورۃ البقرۃ:102]

(ترجمہ) اور یہ فرشتے نہیں سکھاتے تھے کسی کو (جادو) حتیٰ کہ کہہ دیتے ہم آزمائش کے لئے ہیں تم کفر نہ کرو۔

ان آیات کے معانی (میری کتاب)''معانی القرآن''میں ذکر کیے گئے ہیں۔

ایک جادو سیکھنے والے لڑکے کا قصہ

روایت کیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے جادو سیکھا پھر مر گیا اور اپنا ایک بیٹا چھوڑ گیا اس نے بھی جادو سیکھنے کا ارادہ کیا تو اس کو ایک بوڑھے جادوگر کا پتہ بتایا گیا تو وہ لڑکا اس کے پاس گیا اور اس سے جادو کی معرفت لینی چاہی تو اس جادوگر نے کہا تجھے جادو کی معرفت صرف دو فرشتوں ہاروت اور ماروت کی ملاقات سے حاصل ہوسکتی ہے۔تو وہ لڑکا اس بوڑھے کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ وہ دونوں دو پہاڑوں کے درمیان واقع ایک غار کے پاس آئے اور اس میں داخل ہو گئے تو اس بوڑھے نے نوجوان کو کہا کہ جب تو ان دونوں کو دیکھے یا ان سے ہمکلام ہو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے بچنا اگرچہ وہ اس کا مطالبہ بھی کریں اور اس نوجوان کو دو پہاڑوں کے درمیان غار میں داخل کردیا اور اس کو تقریباً سات سو سیڑھیوں سے خبردار کیا تو اس نوجوان نے آگے جا کر غیر مانوس سی بھنبھناہٹ سنی اچانک دیکھا تو وہ دونوں لٹکے ہوئے تھے اور ان دونوں کے پَر تھے اور ان کی آنکھیں روشن تھیں جب اس نوجوان نے ان دونوں کو دیکھا تو بے ساختہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کہا تو ان دونوں فرشتوں نے جھرجھری لی اور اس نوجوان کو کہا اے نوجوان! ہم نے ایک لمبے عرصہ سے یہ کلمہ کبھی نہیں سنا کیا زمین والے یہ کلمہ کہتے ہیں؟ اس نوجوان نے کہا جی ہاں۔تو ان دونوں نے اس نوجوان کو مرحبا کہا اور پوچھا کہ تجھے کیا ضرورت یہاں لائی ہے؟ اس نے کہا ایک کام جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دور کردیا ہے تو ان دونوں نے اس نوجوان کو وعظ ونصیحت کی اور اس کو ڈرایا اور ان دونوں نے کہا کہ ہماری خوشی کا وقت قریب آچکا ہے اور قیامت قریب آچکی ہے تو وہ نوجوان توبہ کرکے واپس آگیا۔(واللہ اعلم)

حضرت نوح علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ [سورۃ نوح: 1]

(ترجمہ) ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا کہ آپ اپنی قوم کو ڈرائیں اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے)۔

جب ادریسؑ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تو ان کے بعد ان کا بیٹا متوشلح بن اخنوخ تھا وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت وفرمانبرداری میں کمربستہ رہے۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو نیک کاموں کی وصیت کی وہ بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر کمربستہ رہے پھر ان کے بیٹے حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو نبی بنایا اور اپنی مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

آدمؑ کے بعد نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جن کو نئی شریعت دے کر بھیجا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی شریعت سے آدمؑ کی شریعت کو منسوخ کر دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر

یہ اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال رہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اور مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ نوحؑ کی پیدائش آدمؑ کی زندگی میں دنیا کے پہلے ہزار سال میں ہوئی تھی۔ دنیا کے سات ہزار سال تھے اور نوحؑ دوسرے ہزار سال کے اوائل میں مبعوث کئے گئے، اس وقت نوحؑ کی عمر ساڑھے چار سو سال تھی تو نوحؑ نے اپنی قوم کو دعوت دین دی اور ان میں ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی اور ان کی ہلاکت کے بعد بھی پچاس سال زندہ رہے اس لئے نوحؑ کی عمر ساڑھے چودہ سو سال ہوئی اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نوحؑ کو پچاس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا اور نوحؑ نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال دعوت دین دی اور قوم کی ہلاکت کے بعد دو سو سال زندہ رہے تو نوحؑ کی کل عمر بارہ سو سال ہوئی۔ (واللہ اعلم)

شکل وشباہت

اور نوحؑ دراز قد، گندمی رنگ کشادہ آنکھوں باریک پنڈلیوں اور کلائیوں والے تھے۔ آپؑ کی رانیں پر گوشت اور ناف بھری ہوئی تھی، سر اور داڑھی مبارک کے بال زیادہ تھے جب اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو نبی بنا کر بھیجا تو

ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا اور سخت تکلیفیں دیں تو نوحؑ نے ان کی تکلیفوں پر خوب صبر کیا اور دیگر انبیاء کو نوحؑ جتنی تکالیف نہیں دی گئیں۔

تبلیغ دین میں مصائب و آلام

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ میرے والد نوحؑ پر رحم کریں۔ ان کی قوم کے گمراہ لوگ ہر روز دس مرتبہ اتنا مارتے کہ ان پر غشی طاری ہو جاتی لیکن نوحؑ جب ہوش میں آتے تو فرماتے اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لوگ نہیں جانتے اور لوگ نوحؑ کا گلا گھونٹتے تو نوحؑ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی۔

اور نوحؑ اپنی قوم کو رات دن پوشیدہ اور اعلانیہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ان آیات میں یہی بات بیان کی ہے:

﴿رَبِّ اِنِّی دَعَوْتُ قَوْمِی لَیْلًا وَّنَهَارًا o فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا [سورة نوح:5-6]﴾

(ترجمہ) اے میرے رب! میں اپنی قوم کو رات اور دن بلاتا رہا پس وہ میرے بلانے سے اور زیادہ بھاگنے لگے۔

یہاں تک کہ نوحؑ کسی آدمی سے ہمکلام ہوتے تو اس کو کہتے آپ سے ایک بات کہنی ہے پھر اس کے کان میں فرماتے تو لا الـہ الا اللہ کہہ دے جب لوگوں کو پتہ چل گیا کہ یہ کان میں یہی بات کہتے ہیں تو کوئی بھی نوحؑ کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔ نوحؑ راتوں کو ان کے دروازوں پر تشریف لے جاتے اور فرماتے اے فلاں! جب گھر والا جواب دیتا تو آپ فرماتے لا الہ الا اللہ کہہ لے۔

راوی کہتے ہیں کہ نوحؑ پر سخت مصائب آئے اور انہوں نے نسل در نسل انتظار کیا یہاں تک کہ تین نسلیں گزر گئیں ہر نسل تین سو سال کی تھی اور اس سے زیادہ کی بھی روایت ہے۔ اور ہر آنے والی نسل اپنے بڑوں سے زیادہ خبیث تھی حتیٰ کہ آدمی مرتے ہوئے اپنی اولاد کو وصیت کرتا کہ اس مجنون سے بچ کر رہنا۔ یہ بوڑھا گمراہ ہے۔ میرے آباء واجداد نے مجھے خبر دی تھی کہ اسی کے ہاتھوں لوگوں کی ہلاکت ہوئی۔ حتیٰ کہ لوگ اپنے بچوں کو اٹھا کر نوحؑ کے سامنے آتے اور بچوں کو کہتے کہ میرے بعد اس بوڑھے سے محتاط رہنا پھر لوگوں نے نوحؑ سے مناظرہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے:

مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ وَ مَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ o قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْکُمْ اَنُلْزِمُکُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا کٰرِهُوْنَ o وَ یٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مَالًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰکِنِّیْٓ اَرٰىکُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ o وَ یٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ o وَ لَآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ

لَا اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَکٌ وَّ لَآ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُکُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ [سورۃ ھود:27 تا32]

(ترجمہ) ہمیں تو تُو ہمارے جیسا آدمی ہی نظر آتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ تیری بات ہم میں سے قوم کے پنچ لوگوں نے بلا تأمل مان لی ہے اور ہم تمہاری اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ فرمایا اے قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب کے صاف راستے پر ہوں اور اس نے اپنے پاس سے مجھ پر رحمت بھیجی پھر اس کو تمہاری نگاہ سے پوشیدہ رکھا گیا تو کیا ہم تمہیں اس پر مجبور کر سکتے ہیں جبکہ تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ۔ اور اے میری قوم! میں تم سے اس پر کچھ مال نہیں مانگتا میری مزدوری اللہ ہی کے ذمہ ہے اور میں ایمان والوں کو ہٹانے والا نہیں، یہ لوگ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں تم جاہل لوگ ہو۔ اور اے قوم! مجھے اللہ سے کون چھڑائے گا اگر میں ان کو ہٹا دوں کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے سب خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی سب باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمہاری نگاہ میں حقیر ہیں ان کی نسبت یہ نہیں کہتا کہ اللہ ان کو ثواب نہیں دے گا، اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، میں یہ کہوں تو ستم ہی کر دوں گا۔ کہنے لگے اے نوح! تم ہم سے جھگڑ چکے اور بہت بحث کر چکے اب وہ لے آؤ جس سے ہمیں دھمکایا کرتے ہو اگر تم سچے ہو۔

اس کے علاوہ بھی قرآن مجید کی متعدد آیات میں منقول ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نوحؑ کو اتنا مارا جاتا کہ مارنے والے سمجھتے کہ نوحؑ وفات پا چکے ہیں تو نوحؑ کو ایک اونی بورے میں لپیٹ دیا جاتا جب نوحؑ کو ہوش آتا تو وہ کھڑے ہو کر ان کو دعوت دینے لگتے۔

اور روایات میں آتا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی اپنی لاٹھی کا سہارا لیتے ہوئے اپنے بیٹے کے ساتھ آیا تو کہا اے میرے بیٹے! اس بوڑھے سے محتاط رہنا تو بچے نے کہا اے ابا جان! مجھے اپنی لاٹھی دیں تو لڑکے نے وہ لاٹھی لے کر نوحؑ کو لاٹھی سے مار مار کر سر زخمی کر دیا اور بعض نے کہا کہ پتھر مار کر نوحؑ کا سر زخمی کر دیا۔ جب نوحؑ نے یہ سب کچھ دیکھا تو کہنے لگے اے میرے رب! جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے آپ میری قوم کو ہدایت دے دیں اور اپنے بندوں کو ہدایت دے دیں تو اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو وحی بھیجی اور ان کی قوم کے ایمان سے مایوس کر دیا اور فرمایا اے نوح!

اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ [سورۃ ھود:36]

(ترجمہ) اب تیری قوم میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لائے گا سوائے ان کے جو ایمان لا چکے ہیں، پس جو کچھ یہ (کافر) لوگ کر رہے ہیں اس پر غمگین نہ ہونا۔

حضرت نوحؑ کی بددعا اور کشتی کی تیاری

نوحؑ نے عرض کیا: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَٰفِرِينَ دَيَّارًا [سورة نوح:26]
(ترجمہ) اے پروردگار! زمین پر کافروں کا بسنے والا ایک گھر بھی نہ چھوڑ۔

تو اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کی دعا قبول کی اور نوحؑ کو کشتی تیار کرنے کا حکم دیا۔ نوحؑ نے دریافت کیا کشتی کیا ہوتی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو بھیجا انہوں نے نوحؑ کو بتایا کہ کشتی کیسے تیار کی جاتی ہے۔ نوحؑ نے دریافت کیا اے میرے رب لکڑی کہاں سے لاؤں؟ تو اللہ تعالیٰ نے درخت لگانے کا حکم دیا یہ کام بیس سال میں مکمل ہوا بعض نے کہا کہ چالیس سال میں مکمل ہوا۔ جب یہ کام مکمل ہوگیا تو جبرائیلؑ نازل ہوئے اور ان کو پورا طریقہ بتایا اور نوحؑ بڑھئی کا کام بھی جانتے تھے تو نوحؑ اور ان کے بیٹوں سام، حام اور یافث نے یہ کام شروع کردیا اور بعض مورخین نے کہا ہے کہ نوحؑ نے کام کے لئے چند مزدور اجرت پر لئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا وَ لَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُّغْرَقُونَ [هود:37]
(ترجمہ) اور ہماری نگرانی اور ہمارے حکم سے ایک کشتی تیار کرو اور مجھ سے کافروں کے متعلق کوئی بات نہ کرنا یہ سب غرق ہوں گے)

اور نوحؑ کشتی بنانے لگے:

وَ يَصْنَعُ الْفُلْكَ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ [سورة هود:38]
(ترجمہ) اور حضرت نوحؑ کشتی بناتے تھے اور جب کشتی پر ان کی قوم کے سردار گزرتے تو ان پر ہنسی کرتے، نوحؑ فرماتے اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی تم پر ہنسیں گے جس طرح سے تم ہنستے ہو۔

قوم کے لوگ کہتے آپ کیا بنا رہے ہیں؟ نوحؑ جواب دیتے کشتی۔ لوگ پوچھتے کشتی کیا ہوتی ہے؟ نوحؑ نے فرمایا ایک گھر ہے جس میں بیٹھ کر میں غرق ہونے سے بچ جاؤں گا لوگ کہتے کیا آپ پانی کے لئے یہ پالان بنا رہے ہیں؟ اور وہ پانی کہاں ہے جس پر آپ کی کشتی چلے گی؟ نوحؑ فرماتے عنقریب آجائے گا۔ بہر حال نوحؑ نے تین منزلہ کشتی بنائی کشتی کی لمبائی اسی گز اور چوڑائی پچاس گز تھی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ کشتی کی لمبائی تین سو گز اور بعض نے کہا ہے کہ لمبائی چھ سو گز اور چوڑائی ساٹھ گز اور ہوا میں اس کی بلندی تیس گز اور یہ چنار کی لکڑی کی بنائی گئی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ ساکھو کی لکڑی اور ایک قول یہ ہے کہ شمشا کی لکڑی سے بنائی گئی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو حکم دیا تھا کہ اس کشتی کو اندر باہر سے تارکول سے مل دیں اس زمانہ میں زمین میں تارکول نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کے لئے تارکول کا چشمہ جاری کردیا جس سے کھولتا ہوا تارکول نکلتا۔ اور نوحؑ نے اس کو کشتی پر مل دیا اور کشتی کے تین دروازے بنائے سب سے اوپر والی منزل بنو آدم کے لئے، درمیانی منزل پرندوں کے

لئے اور نچلی منزل درندوں، مویشیوں کے لئے۔ اور حشرات کے ضعف کی وجہ سے ان کو انسانوں کے ساتھ سوار کیا گیا کہ جانور ان کو روند نہ دیں۔

وہبؒ فرماتے ہیں کہ نچلی منزل تمام مویشیوں اور پرندوں کے لئے تھی اور درمیانی غلہ اور سامان کے لئے اور اوپر کی منزل نوحؑ اور تمام انسانوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ وَ مَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ [سورة هود:40]

(ترجمہ) ہم نے کہا کشتی میں ہم قسم سے جوڑا (نر مادہ) سوار کرلے اور اپنے گھر کے لوگ بھی مگر جس پر پہلے سے (عذاب کا) حکم نافذ ہو چکا ہے اور سب ایمان والوں کو بھی اور چند آدمیوں کے سوا ان پر کوئی ایمان نہ لایا تھا۔

کشتی میں انسانوں اور جانوروں کے سوار ہونے کا منظر

نوحؑ نے کشتی میں حیوانات کی ہر جنس سے مذکر و مؤنث کو لے لیا اور ہر قسم کے غلہ جات، پودے اور درخت بھی رکھ لئے۔ اور نوحؑ کے ساتھ ایک قول کے مطابق اسی (80) مؤمنین تھے اور ایک قول کے مطابق ستر تھے اور ان کے علاوہ نوحؑ اور ان کے تین بیٹے اور ان کی بیویاں تھیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کے لئے تمام حیوانات اور پرندوں کو جمع کردیا تو نوحؑ نے ہر قسم سے مذکر و مؤنث لے لئے۔

اور کہا جاتا ہے کہ بکری نے نوحؑ کی بات نہیں مانی تو نوحؑ نے اس کی دم پر مارا تو اس کی وجہ سے اس کی شرم گاہ ظاہر ہوگئی۔

اور بھیڑ نے نوحؑ کی بات مانی تو نوحؑ نے اس کی دم پر ہاتھ پھیرا تو اس کی شرمگاہ چھپ گئی کیونکہ آدمؑ نے وصیت کی تھی اس لئے نوحؑ نے ان کے جسد اطہر کو بھی کشتی میں عورتوں اور مردوں کے درمیان رکھ لیا۔

اور کہا جاتا ہے کہ جب نوحؑ نے کشتی میں مویشیوں کو داخل کیا تو سب سے آخر میں گدھا تھا۔ جب نوحؑ نے اس کو کہا اندر آجا تو شیطان اس کی دم سے لٹک گیا وہ اندر داخل ہونے پر قادر نہ ہوسکا۔ تو نوحؑ نے اس کو دھکا دیا اور فرمایا اندر داخل ہو اگرچہ تیرے ساتھ شیطان بھی ہو تو گدھا شیطان کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ جب نوحؑ نے اس کو دیکھا تو فرمایا اے اللہ کے دشمن! تجھے کس نے اندر داخل کیا ہے؟ اس نے کہا آپ ہی نے، جب آپؑ نے گدھے کو کہا تھا تو داخل ہو اگرچہ تیرے ساتھ شیطان ہو۔ نوحؑ نے فرمایا تو باہر نکل جا تو شیطان کہنے لگا آپ مجھے چھوڑ دیں کیونکہ مجھے مہلت دی گئی ہے تو نوحؑ نے اس کو حکم دیا کہ وہ کشتی کے کنارے پر بیٹھ جائے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیاطین نے جب آسمان و زمین کے درمیان طوفان برپا ہوتے ہوئے دیکھا کہ بہت سے لوگ ہلاک ہوگئے ہیں اور نوحؑ کو باری تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ طوفان کی نشانی یہ ہوگی کہ تندور پانی سے جوش مارے گا۔

کشتی اور سیلاب کے حالات

بعض راوی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے پانی ایک جزیرے کے کنارے چشمے سے پھوٹا جس کو عین کہا جاتا ہے جوراس العین شہر میں وارد ہوا اور نوحؑ اسی شہر سے کشتی میں سوار ہوئے تھے۔

اور بعض راویوں کا کہنا ہے کہ پانی نوحؑ کے تندور سے پھوٹا تھا اور یہ تنور اسی جگہ تھا جہاں آج کل مسجدِ کوفہ ہے۔

تنور سے کیا مراد ہے؟ اس میں راویوں کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ تنور سے مراد تمام زمین ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ روٹی پکانے والا تندور مراد ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ وہی تندور تھا جس کو آدمؑ نے بنایا تھا جو آدمؑ کی اولاد میں بطور میراث چلا آرہا تھا۔ یہاں تک کہ نوحؑ تک پہنچ گیا اور بعض نے کہا ہے کہ نوحؑ کے گھر میں ایک تندور تھا جس میں روٹیاں پکائی جاتی تھیں۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ اس دن نوحؑ کی بیٹی روٹی پکا رہی تھی تو پانی جوش مارنے لگا تو بیٹی نے نوحؑ کو آکر بتایا اور کہا جاتا ہے کہ نوحؑ روٹی پکانے والے کی دکان پر تشریف فرما تھے کہ وہ آپ سے مسخری کرنے لگا کہ وہ پانی کہاں گیا جس کی آپ ہمیں دھمکیاں دیتے تھے اور کہاں سے آئے گا؟ تو نوحؑ نے فرمایا تیرے اسی تندور سے آئے گا تو تندرو سے پانی پھوٹنے لگا پھر اللہ تعالیٰ نے زمین میں پانی کے چشمے بہا دیئے اور آسمان کے دروازے جاری پانی کے ساتھ کھول دیئے۔ تو پانی ایسے امر پر پہنچ گیا جس کا اندازہ کیا گیا تھا تو آسمان اور زمین کا پانی طے شدہ امر پر مل گئے اور بارش کا ایک قطرہ مشکیزہ کی طرح تھا اور زمین کے اوپر ایک قدم جتنی جگہ ایسی نہ تھی جہاں پانی کا چشمہ نہ ہو اور یہ پانی بڑھتا ہی رہا۔

اور نوحؑ کشتی پر سوار ہو گئے اور اپنے بیٹے کو ارشاد فرمایا اے میرے بیٹے! میرے ساتھ سوار ہو جا:

وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [سورة هود: 41]

(ترجمہ) اور نوحؑ نے کہا اس میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

جب تمام لوگ اور نوحؑ کے تمام گھر والے سوار ہو گئے۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ [سورة هود: 40]

(ترجمہ) حتیٰ کہ جب ہمارا عذاب آپہنچا اور تنور نے ابلنا شروع کیا ہم نے کہا کشتی میں ہر قسم سے جوڑا (نر مادہ) سوار کر لے اور اپنے گھر کے لوگ بھی مگر جس پر پہلے سے (عذاب کا) حکم نافذ ہو چکا ہے وہ تو غرق ہی ہوں گے۔

اس سے مراد نوحؑ کی کافر بیوی اور کافر بیٹا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ نوحؑ کے بیٹے کا نام کنعان تھا اور بعض نے یام بتایا ہے۔

جب نوحؑ نے اپنے بیٹے کو فرمایا:

يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَ لَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ O قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ وَ حَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ [سورۃ ھود: 43]

(ترجمہ) اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت رہ۔ اس نے کہا میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا، فرمایا آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے مگر جس پر وہی رحم کرے، اور ان دونوں کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی اور وہ غرق ہوگیا۔

نوحؑ دس رجب کو کشتی پر سوار ہوئے اور دس محرم کو عاشورہ کے دن مکمل چھ ماہ بعد کشتی سے باہر تشریف لائے اور نقل کیا گیا ہے کہ کشتی کی ابتداء کوفہ سے اور رأس العین سے ہوئی اور کشتی چلتے چلتے جب بیت اللہ کی جگہ پہنچی تو اس کے سات چکر لگائے پھر آگے چل پڑی اور بادلوں کی وجہ سے سورج طلوع نہ ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو دو دھاگے یا دو نگینے عطاء فرمائے ایک سیاہ اور ایک سفید۔ جب شام ہوئی تو سیاہ نگینے کی سیاہی دوسرے کی سفیدی پر غالب آجاتی اور جب صبح ہوتی تو سفید نگینے کی سفیدی سیاہ نگینے پر غالب آجاتی۔ اس طرح لوگ رات و دن کو جان لیتے اور کشتی یمن کی جانب چل پڑی اور پھر حبشہ وہاں سے روم پھر وہاں سے سرزمین شام کی طرف لوٹ آئی۔

جن مؤرخین کا یہ کہنا ہے کہ پانی تمام زمین پر تھا وہ کہتے ہیں کہ اس کشتی نے مکمل زمین کا چکر لگایا یہاں تک کہ جزیرہ کے ایک طرف لوٹ آئی اور جن حضرات کے نزدیک اس پانی نے ہمدان کی گھاٹی سے تجاوز نہیں کیا تھا وہ فرماتے ہیں کہ کشتی شام سے جزیرہ کی طرف لوٹ آئی تھی۔

اور مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ کشتی کے سفر کے دوران مویشی شیر سے خوفزدہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اندرونی بخار میں مبتلا کردیا تو وہ اپنی فکر میں مشغول ہوگیا۔

اور کشتی میں چوہے کی نسل کی افزائش شروع ہوگئی جس سے لوگوں کو تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نوحؑ نے شیر کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا تو شیر کو چھینک آگئی اور اس کے دونوں نتھنوں سے نر و مادہ بلی نکل آئی جن کے خوف سے چوہوں کو سکون آگیا۔

اور کشتی میں گندگی زیادہ ہوگئی جس سے لوگوں کو تکلیف محسوس ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نوحؑ نے ہاتھی کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو اس کے پچھلے حصہ سے نر و مادہ خنزیر نکل آئے انہوں نے ساری گندگی کھالی۔

اور نوحؑ نے تمام حیوانات کو کشتی میں ملاپ سے روک دیا تھا حیوانات میں صرف کتے نے اس حکم کی نافرمانی کی تھی اس کو کتیا نے اشارہ کیا وہ مشغول ہوئے تو ان کا معاملہ سب کے سامنے ظاہر ہوگیا۔ اسی وجہ سے اب تک ان کا جنسی معاملہ کبھی پوشیدہ نہیں رہتا۔

اور یہ بات بھی ذکر کی گئی ہے کہ پانی کے جوش مارنے کی ابتداء اور نوحؑ کے کشتی پر سوار ہونے کے درمیان چالیس دن لگ گئے پھر پانی روز افزوں بڑھتا گیا یہاں تک کہ پہاڑوں سے بھی اوپر ہوتا گیا اور کہا گیا ہے کہ

پانی ہر پہاڑ سے تقریباً تیس گز بلند تھا اور بعض نے چالیس گز بیان کیا ہے اور بعض نے پندرہ گز۔

راوی کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کو مکمل کرنے کا ارادہ کیا تو آسمان کو حکم دیا اس کا پانی رک گیا اور زمین کو حکم دیا اس نے تمام پانی نگل لیا۔ یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی:

وَ قِيۡلَ يٰۤاَرۡضُ ابۡلَعِىۡ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقۡلِعِىۡ وَ غِيۡضَ الۡمَآءُ وَ قُضِىَ الۡاَمۡرُ وَ اسۡتَوَتۡ عَلَى الۡجُوۡدِىِّ وَ قِيۡلَ بُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ [سورۃ ھود:44]

(ترجمہ) اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا اور پانی سکھا دیا گیا اور قصہ تمام ہوا اور کشتی جودی پہاڑ پر آ ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور ہیں۔

تو زمین نے صرف اپنا پانی نگلا اور آسمان کا پانی واپس آسمان کی طرف بلند ہوگیا تا کہ اپنے مرکز کی طرف لوٹ جائے تو آواز دی گئی تو گندہ ہے زمین میں ہی ٹھہر تو یہ پانی زمین پر باقی رہ گیا اور تعفن زدہ ہوگیا جس سے مخلوق کو تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ہوا کو بھیجا جس نے اس کو نشیبی علاقوں تک پہنچا کر سمندر بنا دیئے اور یہ پانی کھارا کثرت سے بارش برسانے والا ہوگیا۔ جس میں کوئی نفع نہیں تھا۔

طوفان نوح کا خشک ہونا

پھر جیسے ہی پہاڑوں کی چوٹیوں کے ظاہر ہونے کی ابتداء ہوئی تو تمام پہاڑ ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگے کہ کشتی اس پر ٹھہرے لیکن جودی پہاڑ نے عاجزی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو کشتی کے قرار کی جگہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاسۡتَوَتۡ عَلَى الۡجُوۡدِىِّ [سورۃ ھود:44] (اور کشتی جودی پہاڑ پر آ ٹھہری)۔

جودی پہاڑ جزیرہ کے ایک طرف واقعہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سرزمین موصل پر واقع ہے۔ پانی کے بہاؤ میں نوحؑ کے لئے علامت وہ تھی جس کا نام لوگوں نے دھنک رکھا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قزح کہنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ قزح شیطان کا نام ہے جب یہ علامت آسمان پر ظاہر ہوئی تو نوحؑ پہچان گئے کہ پانی خشک ہو چکا ہے۔

تو آپؑ نے کشتی کا ایک دروازہ کھولا اور کوے کو معلومات لینے کے لئے بھیجا اور یہ فرمایا مجھے اپنا کوئی ضامن دے تو مرغ نے کوے کی ضمانت دی۔ کوا کشتی سے اڑا تو اس نے ایک مردار پڑا دیکھا اور اس کو کھانے لگ گیا، نوحؑ کے پاس واپس نہیں آیا۔ اس ضمانت کی وجہ سے مرغ گھروں میں رہتا ہے باقی پرندوں کی طرح اڑ نہیں سکتا۔ پھر اس کے بعد نوحؑ نے ایک کبوتر کو بھیجا وہ واپس آیا تو اس کی چونچ میں زیتون کا پتہ تھا تو نوحؑ کو معلوم ہوگیا کہ درختوں کے پتے پانی سے بلند ہوگئے ہیں پھر نوحؑ نے اس کے بعد درندوں کو سات دن بعد بھیجا۔ اور کہا جاتا ہے کہ دس دن بعد۔ تو وہ واپس آیا تو اس کے پاؤں غبار آلود تھے تو نوحؑ کو معلوم ہوگیا کہ پانی زمین کے اوپر

سے بالکل خشک ہوگیا ہے اور مٹی ظاہر ہوگئی ہے اور کہا گیا ہے کہ جب کوے نے نوحؑ کی مخالفت کی تو نوحؑ نے اس کو لوگوں سے نامانوس ہونے کی بددعا دی اسی وجہ سے یہ تمام پرندوں میں سب سے زیادہ انسانوں سے نامانوس اور چوکنا رہتا ہے اور کبوتر کے لئے دعا کی کہ اس کی لوگوں میں محبت ہو اور یہ ان سے مانوس ہو۔ اور کہا جاتا ہے کہ کبوتر کی گردن پر جو بال ہوتے ہیں یہ نوحؑ کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے زینت بخشی ہے اور نوحؑ نے اسکے دونوں پاؤں پر ہاتھ پھیرا تو وہ سرخ ہوگئے یہ بھی کبوتری کی زینت ہیں (واللہ اعلم)۔

کشتی سے اترنا

اور نوحؑ کشتی سے پہاڑ پر تشریف لے آئے اور چند دن پہاڑ پر ٹھہرے پھر زمین پر اتر آئے۔ اور نوحؑ جب کشتی سے باہر تشریف لائے اور تمام چیزیں باہر نکالیں تو صرف انگور کی ٹہنی نہیں مل رہی تھی۔

انگور کا قصہ

اور بعض نے کہا کہ انگور کا دانہ نہیں مل رہا تھا تو نوحؑ نے ایک قاصد بھیجا تا کہ کشتی میں تلاش کر کے لائے وہ شخص گیا اس کو بھی نہیں ملا وہ خالی ہاتھ آ گیا۔ تو نوحؑ خود تلاش کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے تو جبرائیلؑ نے پوچھا آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ تو نوحؑ نے فرمایا انگور کی ٹہنی گم ہوگئی ہے وہ تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ جبرائیلؑ نے فرمایا آپ تشریف رکھیں، ابلیس نے اس کو چوری کیا ہے اتنے میں ابلیس آ گیا اور کہنے لگا جی ہاں! وہ میرے پاس ہے لیکن میرا ارادہ ہے کہ آپؑ اس کو میرے ساتھ تقسیم کرلیں اور اس میں میرا بھی حصہ مقرر کردیں۔ نوحؑ نے انکار کردیا تو جبرائیلؑ نے فرمایا آپ اس کا بھی حصہ بنا دیں۔ نوحؑ نے فرمایا اس کا دسواں حصہ اور باقی میرا۔ جبرائیلؑ نے فرمایا آپ احسان کریں کیونکہ آپ محسن ہیں۔ نوحؑ نے فرمایا اس کے لئے پانچواں حصہ اور باقی میرا۔ جبرائیلؑ نے فرمایا آپ احسان کریں کیونکہ آپ محسن ہیں۔ نوحؑ نے فرمایا اس کا چوتھا حصہ اور باقی میرا۔ جبرائیلؑ نے فرمایا آپ احسان کریں کیونکہ آپ محسن ہیں۔ نوحؑ نے فرمایا اس کا تیسرا حصہ اور باقی میرا۔ جبرائیلؑ نے فرمایا آپ احسان کریں کیونکہ آپ محسن ہیں۔ جبرائیلؑ نے فرمایا اس کا آدھا حصہ اور باقی میرا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: آپ احسان کریں کیونکہ آپ محسن ہیں نوحؑ نے فرمایا دو تہائی اس کا اور ایک تہائی میرا۔ جبرائیلؑ نے فرمایا اس کو کافی ہے اسی وجہ سے انگور کا شیرہ جب تک دو تہائی شیطان کا حصہ خشک نہ ہوجائے اچھا نہیں بنتا۔

راوی کہتے ہین کہ پھر نوحؑ نے اس ٹہنی کو زمین میں گاڑ دیا وہ اگ آئی تو ابلیس آیا اور اس میں پھونک ماردی وہ پودا خشک ہوگیا اس وجہ سے نوحؑ غمگین ہوگئے تو ابلیس شکل بدل کر نوحؑ کے پاس آیا اور نوحؑ کے غم کا سبب پوچھا تو نوحؑ نے بتا دیا۔ وہ کہنے لگا میں ایک فرشتہ ہوں میں آپ کو ایک چیز بتاتا ہوں جب آپ وہ کرلیں گے تو یہ ٹھیک ہوجائے گا۔ نوحؑ نے فرمایا وہ کیا چیز ہے؟ ابلیس نے کہا آپ ایک شیر، خنزیر اور لومڑی لے لیں ان کو ذبح کر کے

اس پودے کو ان کا خون پلائیں۔ نوحؑ نے ایسا کیا تو وہ پودا اگنا شروع ہو گیا لیکن اس کا رنگ تبدیل ہو گیا حالانکہ اس سے پہلے انگور مکمل سفید ہوتا تھا تو ان خونوں کی وجہ سے اس کے پانی میں نشہ داخل ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو وحی کی کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے اس کا آپ کو اللہ کے دشمن نے حکم دیا تھا آپ اس کو جڑ سے اکھاڑ کر سات مرتبہ دھوئیں پھر اس کو لگائیں۔ نوحؑ نے ایسا کیا تو وہ اگ گیا اسی وجہ سے انسان جب انگور کا پانی پیتا ہے لومڑی کی طرح ادھر اُدھر ڈولتا ہے پھر شیر کی طرح اپنے دل میں تکبر کرتا ہے پھر خنزیر کی طرح زمین پر گر جاتا ہے۔

اور ابو عبداللہؒ نے نشہ آور چیزوں کی حرمت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ شیطان نے انگور کا دانہ پایا تو اس کو اٹھا لیا اور اس کو یہ ضمانت دی کہ جب بھی اس کو پیاس لگے گی تو شیطان اس کو پانی پلائے گا۔ ایک دن وہ جنگل میں تھا انگور کو پیاس لگی اس نے شیطان سے پانی مانگا شیطان کو پانی نہیں ملا اسی دوران آگے سے ایک لومڑی آگئی شیطان نے اس کو پکڑ کر ذبح کر دیا اور انگور کو اس کا خون پلا دیا پھر تیسری مرتبہ پیاس لگی شیطان کو پانی نہیں ملا اس نے ایک خنزیر کو پکڑ کر ذبح کر دیا اور اس کا خون انگور کو پلا دیا اسی وجہ سے نشہ میں مبتلا شخص کی حالت مختلف ہوتی رہتی ہے جیسے ہم نے گزشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے۔ (واللہ اعلم)

اور نوحؑ جب پہاڑ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اترے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں ذکر فرمایا ہے:

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ عَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ[سورة هود:48]

(ترجمہ) حکم ہوا اے نوح! ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر (کشتی سے) اترو جو تم پر اور تمہارے ساتھ والوں پر ہیں۔

طوفان کے بعد کونسی بستی آباد کی گئی

تو نوحؑ اور آپؑ کے رفقاء نے ایک بستی میں پڑاؤ کیا اور اس کو آباد کیا جس کا نام آج کل **سوق الثمانین** ہے کیونکہ نوحؑ کے اسی (80) رفقاء نے اس کو آباد کیا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طوفان کے بعد ایک وباء نے نوحؑ اور ان کے بیٹوں اور ان کی بیویوں کے علاوہ تمام لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ پھر نوحؑ کے انہی تین بیٹوں سے نسل آگے چلی اور تمام لوگ انہی کی اولاد ہیں۔

کاشتکاری

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ [سورة صافات:77] (اور ہم نے اس کی ہی اولاد کو باقی رہنے دیا)

اور نوحؑ نے درخت لگائے، فصلیں کاشت کیں تو اسی وقت پھل پک گئے اور ان کی معیشت اچھی ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو وحی کی میں نے گزشتہ لوگوں کو اس وجہ سے ہلاک کیا تھا کہ انہوں نے میرا کفر کیا میں اپنی

عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں کہ آج کے بعد اپنی کسی مخلوق کو طوفان کے ذریعہ ہلاک نہیں کروں گا، تو یہ بات سن کر نوحؑ خوش ہو گئے۔

بیٹوں میں زمین کی تقسیم

پھر نوحؑ نے زمین اپنے تینوں بیٹوں کے درمیان تقسیم کردی شام، جزیرہ یمن اور جزیرہ عرب عراق تک اور فارس زمین کے وسط سے مشرق تک اپنے بیٹے سام کو عطاء فرمادی۔ سام تمام بیٹوں میں بڑے اور افضل تھے۔ اور مغرب، سواحل، زنج، حبشہ، ہندوستان، سندھ اور سوڈان کے شہر اپنے بیٹے حام کو عطاء کئے اور چین، ترک اور صقالبہ کے علاقے اپنے بیٹے یافث کو دیئے۔ تو تمام عرب، تمام فارس اور تمام روم اور زمین کے وسط کے لوگ سام کی اولاد میں سے ہیں اور تمام سوڈانی حام کی اولاد میں سے ہیں اور ترکی، صقالب اور خزر اور یاجوج ماجوج یافث کی اولاد میں سے ہیں۔

حبشیوں کا کالا رنگ کیوں

مؤرخین فرماتے ہیں حام کی اولاد میں کالا رنگ اس وجہ سے آیا کہ ایک دن نوحؑ نے انگوروں کا نچوڑ پیا اور سو گئے تو آپؑ کا ستر کھل گیا، آپ کے بیٹے حام نے یہ منظر دیکھا تو ہنسنے لگا اور اپنے والد کا ستر نہیں ڈھانپا دوسرے دونوں بھائیوں کو معلوم ہوا تو وہ کپڑا لے کر الٹے قدموں چلتے ہوئے آئے اور نوحؑ کے ستر پر کپڑا ڈال دیا۔ جب نوحؑ بیدار ہوئے اور یہ بات معلوم ہوئی تو حام کے لئے بد دعا کی، اس کا اور اس کی اولاد کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ حام کا رنگ سیاہ نہیں ہوا تھا لیکن وہ اپنی بیوی کے قریب گیا تو اس کے دو جڑواں بچے پیدا ہوئے لڑکی اور لڑکا سیاہ رنگ کے، تو حام نے ان کو عجیب محسوس کیا تو اس کے بھائیوں نے بتایا کہ یہ آپ کے والد کی دعا ہے تو حام نے بیوی کے قریب جانا چھوڑ دیا ایک لمبی مدت ایسا ہی کیا پھر ایک دن بیوی کے قریب چلے گئے تو ان کے ہاں پھر پہلے جیسے سیاہ رنگ کے لڑکے لڑکی کی پیدائش ہوئی تو حام جان گئے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو کوئی چیز نہیں مٹا سکتی۔

شیطان کی حضرت نوح سے گفتگو

اور وہب بن منبہؒ سے روایت ہے کہ جب پانی خشک ہو گیا اور درخت اگ آئے اور لوگوں نے اپنا مسکن بنا لیا تو ابلیس نوحؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ کا مجھ پر عظیم احسان ہے آپ جو چاہیں مجھ سے پوچھیں اللہ کی قسم! نہ میں خیانت کروں گا نہ ملاوٹ کروں گا اور نہ جھوٹ بولوں گا۔ تو نوحؑ نے اس سے کوئی بات نہیں پوچھی تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ آپ اس سے گفتگو کریں اور اس سے سوال کریں میں اس سے حق بات کہلواؤں گا تو نوحؑ نے اس کو فرمایا مجھے یہ بتاؤ کہ بنو آدم کے کون سے اخلاق تیرے اور تیرے لشکر کے لئے ان کی گمراہی اور بربادی پر مددگار بنتے ہیں؟ تو ابلیس نے کہا جب ہم ان کو لالچی، بخیل، بزدل، جلد باز پاتے ہیں تو ہم ان کو گیند کی طرح گھماتے

ہیں کیونکہ جب انسان میں یہ باتیں ہوتی ہیں تو اس کا نام شیطان رکھتے ہیں پھر نوحؑ نے شیطان کو فرمایا اے اللہ کے دشمن تیرے گمان کے مطابق وہ کونسا احسان ہے جو میں نے تجھ پر کیا ہے؟ اللہ کی قسم میں تو تیری خوشی کو ناپسند کرتا ہوں۔ ابلیس نے کہا آپ نے تمام زمین والوں کو ہلاکت کی بددعا دی تو ایک وقت میں آپ نے اتنے لوگوں کو جہنم میں بھیج دیا اور مجھے ان سے راحت دے دی اگر آپ بددعا نہ کرتے تو اسی کام کے لئے مجھے ان کے ساتھ لمبا زمانہ مشغول رہنا پڑتا۔ تو یہ آپ کا مجھ پر احسان ہے تو نوحؑ اپنی بددعا پر بہت افسوس کرنے لگے تو یہ نوحؑ اور ان کے بیٹے سام بن نوح کی اولاد کے واقعہ کا خلاصہ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد

اور نوحؑ کے بیٹے انبیاء تھے۔ ارم کی اولاد عوص، عوص کا بیٹا عاد بن عوص بن آدم تھا۔ تو عاد کے قبائل عاد بن عوص کی اولاد ہیں اور انہی لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا [سورة الاعراف:65] (اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا)۔

اور فرمایا:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ o اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ o الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ [سورة الفجر:6,7,8]

(ترجمہ) آپؐ نے دیکھا آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا۔ قوم ارم بڑے ستونوں والی سے۔ کہ ان جیسی سب شہروں میں پیدا نہیں کی گئی۔

اور سام کے بہت سے بیٹے تھے ان میں سے ارم بن سام بن نوح بھی ہے اور وہ تمام لوگ جن کا تذکرہ قرآن مجید میں عاد کے نام سے ہوا ہے۔

قوم عاد اور ان کے واقعات

محمد بن اسحاقؒ اور تمام مؤرخین و مفسرین فرماتے ہیں کہ عاد عربی قوم تھی۔ عربی زبان میں گفتگو کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو جسمانی کشادگی عطاء کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ زَادَهٗ بَسْطَةً [سورۃ البقرۃ:247] (اور اس کو زیادہ وسعت دی تھی)۔

تو ان میں سب سے بڑے قد والے آدمی کا قد سو گز ہوتا اور چھوٹے قد والے کا ساٹھ گز ہوتا تھا۔ ان کی رہائش گاہیں احقاف میں تھیں اور احقاف حضر موت اور یمن کے درمیان ریت کے ٹیلے ہیں۔ یہ تمام عمان میں واقع ہیں ان لوگوں نے زمین میں فساد برپا کیا ہوا تھا اور لوگوں کو اپنی زبردست قوت سے مغلوب کر رکھا تھا۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ ہم سے قوت میں کون زیادہ ہے؟ یہ بت پرست لوگ تھے ان کے بتوں میں سے ایک بت صمود، دوسرا صد، اور تیسرا ھناۃ تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی بت تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ہودؑ کو مبعوث کیا۔

ہودؑ کا نسب نامہ یہ ہے۔ ہود بن عبداللہ بن رماح بن جاوث بن عاد بن عوص بن آدمؑ۔ حضرت ہودؑ گندمی رنگت والے، گھنے بالوں والے، خوبصورت چہرے والے آدمی تھے۔ انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی ان سے زیادہ آدم کے مشابہ نہیں تھا۔

ہودؑ نے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم کیا اور ان کو لوگوں پر ظلم کرنے سے منع کیا۔

ہودؑ نے ان کو صرف انہی باتوں کا حکم کیا تھا تو جب ہودؑ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تو ان لوگوں نے ہودؑ کو جھٹلایا یہاں تک کہ ہودؑ سے بحث و مباحثہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو سورۃ الاعراف، سورۃ ہود وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ ہم یہاں اس کو نقل نہیں کریں گے کیونکہ قرآن مجید میں یہ وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت ہود کی قوم کے واقعات

اسی طرح وہ تمام واقعات جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ہم ان کو اس کتاب میں بیان نہیں کریں گے کیونکہ ہم ان کو (اپنی کتاب) ''معانی التنزیل'' میں بیان کر چکے ہیں۔ بہر حال ایک تھوڑی سی جماعت نے ہودؑ کی پیروی کی اور اپنے ایمان کو اپنی قوم سے چھپائے رکھا اور قوم کے بڑوں میں سے صرف ایک شخص مرثد بن سعد بن عفیر ایمان لایا اس کو مرثد ثالث کہا جاتا ہے۔ لیکن اس نے بھی اپنا ایمان چھپائے رکھا لیکن جب ہودؑ کی قوم نے سرکشی کی اور اپنے نبی کو جھٹلایا اور تکبر کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

اَتَبۡنُوۡنَ بِکُلِّ رِیۡعٍ اٰیَۃً تَعۡبَثُوۡنَ o وَتَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ [سورۃ الشعراء:128,129]

(ترجمہ) کیا تم ہر اونچی زمین پر کھیلنے کے لئے ایک نشان بناتے ہو۔ اور تم کاریگری سے مکان بناتے ہو جیسے تمہیں (ان میں) ہمیشہ رہنا ہو۔

اس کی صورت یہ تھی کہ وہ لوگ اپنے قد جتنے بڑے بڑے پتھروں سے لمبے ستون بناتے اور ان کو زمین میں گاڑھ دیتے پھران پر محل تعمیر کرتے اور ان محلوں میں بیٹھتے۔ پھر جب اپنے خدام یا کسی اور پر غصہ آتا تو اس کو ان محلوں سے نیچے پھینک دیتے تو وہ ہلاک ہوجاتے۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا:

وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِیۡنَ [سورۃ الشعراء:130]

(ترجمہ) اور جب کسی پر داروگیر کرتے ہو تو سرکش ہو کر پنجہ مارتے ہو۔

جب انہوں نے یہ کام کیا اور کہنے لگے:

وَّ مَا نَحۡنُ بِتَارِکِیۡۤ اٰلِہَتِنَا عَنۡ قَوۡلِکَ وَ مَا نَحۡنُ لَکَ بِمُؤۡمِنِیۡنَ [سورۃ ھود:53]

(ترجمہ) اور ہم اپنے معبودوں کو تیرے کہنے سے چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لاتے ہیں۔

تو ہودؑ نے ان کو بد دعا دی، اللہ تعالیٰ نے ان سے سات سال بارش روک لی اور وہ سخت قحط میں مبتلا ہوگئے۔

اور اس زمانہ میں اگرچہ لوگ مشرک تھے لیکن جب ان پر کوئی سخت آفت آتی تو اللہ تعالیٰ کے حرم اور بیت اللہ کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور یہ جگہ مشہور و معروف تھی اور یہ سرخ ٹیلہ تھا۔ اور اس دور میں مکہ کے باشندے عمالیق تھے جو عملاق کی اولاد میں سے تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ عملیق بن لاود بن سام بن نوح اس دور میں مکہ میں ان کا سردار معاویہ بن بکر تھا اس معاویہ کا والد بکر زندہ تھا لیکن عمر رسیدہ ہوچکا تھا اور معاویہ بن بکر کی ماں کلھدۃ (قوم عاد کے ایک شخص) خیبری کی بیٹی تھی۔ جب عاد کے لوگ قحط میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مشقت میں پڑ گئے تو انہوں نے اپنا ایک وفد مکہ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ بارش کی دعا کریں اس وفد میں قیل بن عتر جو کہ وفد کا سردار تھا اور لقیم بن ھزال اور مرثد بن سعد اور وہ قوم عاد کو معلوم نہیں تھا کہ مرثد ایمان لا چکے ہیں اور جلھمۃ بن الخبیر معاویہ بن بکر کا ماموں تھا اور لقمان بن العاد الاً کبر شامل تھے تو ان میں سے ہر آدمی اپنی قوم کے چند افراد لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا ان کی کل تعداد ستر ہوگئی۔

جب یہ لوگ مکہ آئے تو معاویہ بن بکر کے مہمان بنے۔ کیونکہ وہ ان کا بھانجا تھا اور معاویہ حرم سے باہر رہتا تھا۔ اس نے ان کو مہمان بنایا اور خوب آؤ بھگت کی کیونکہ وہ اس کے ماموں اور رشتہ دار تھے۔ اور معاویہ بن بکر کی بہن ھزیلہ بنت بکر لقیم بن ھزال کے نکاح میں تھی تو یہ لوگ ایک ماہ معاویہ بن بکر کے مہمان رہے۔ شراب پیتے اور معاویہ بن بکر کی دو باندیاں ان کو گانا سناتیں۔ جب معاویہ نے یہ دیکھا کہ ان کی قوم نے ان کو آفت پر فریاد کرنے بھیجا تھا اور یہ یہاں آکر بیٹھ گئے ہیں تو بہت چیں بچیں ہوا اور سوچنے لگا میرے ماموں اور رشتہ دار

برباد ہوگئے اور یہ لوگ یہاں ڈیرہ جمائے بیٹھے ہیں اور ہیں بھی میرے مہمان۔ اللہ کی قسم میں کیا کروں؟ اگر ان کو کہتا ہوں کہ جاؤ جس مقصد کے لئے تم آئے ہو اسکو پورا کرو تو مجھے شرم آتی ہے کہ یہ لوگ خیال کریں گے کہ ان کے میرے پاس رہنے کی وجہ سے میرا دل تنگ ہوگیا ہے تو معاویہ نے یہ شکایت اپنی باندیوں کو کی۔ وہ دونوں کہنے لگیں آپ اشعار میں ان تک یہ بات پہنچا دیں۔ ان کو کہنے والا کا علم نہیں ہوگا شاید یہ بات ان کو متحرک کردے تو معاویہ بن بکر نے یہ اشعار کہے:

ألا یا قیل ویحک قم فیهم لعل الله یسقینا غماما
فنسقی أرض عاد انّ عادا قد أمسوا لا یبینون الکلاما
من العطش الشدید فلیس یرجی به الشیخ الکبیر الا الغلاما
لقد کانت نساؤهم بخیر فقد أمست نساؤهم عیاما
و ان الوحشی تأتیهم جهارا و لا تخشی أعادیهم سهاما
و أنتم هٰهنا فیما اشتهیتم نهارکم و لیلکم التماما
و قبح وفدکم من وفد قومٍ و لا ألقوا التحیة والسلاما

(۱) خبردار اے قیل! ان لوگوں میں کھڑا ہو جا شاید اللہ تعالیٰ ہمیں گھنے بادلوں سے پانی پلائیں۔
(۲) تو ہم عاد کی زمین کو سیراب کریں کیونکہ عاد کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ وہ واضح کلام نہیں کرسکتے۔
(۳) سخت پیاس کی وجہ سے پس نہیں امید رہی بوڑھوں کو اور نہ نوجوانوں کو۔
(۴) تحقیق ان کی عورتیں خیر پر تھیں اب ان کی عورتیں (مشکل میں ہیں)۔
(۵) اور وحشی جانور کے ان کے سامنے آجاتے ہیں اور ان کے دشمن تیروں سے نہیں ڈرتے۔
(۶) اور تم لوگ یہاں اپنی لذتوں میں رات و دن مست ہو۔
(۷) تمہارا وفد قوم کا بدترین وفد ہے جو سلام اور الوداع نہیں کہتا۔

فانا لن نطیعک ما بقینا و لسنا فاعلین لما ترید
أتأمرنا لنترک دین وفدٍ و زمدٍ والصدِ والعبود
و نترک دین آباءٍ کرامٍ ذوی رأیٍ و نتبع دین هود

(۱) جب تک ہم زندہ رہیں گے تیری اطاعت نہیں کریں گے، اور جو تو چاہتا ہے ہم وہ کرنے والے نہیں ہیں۔
(۲) کیا تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم وفد، زمد، صد اور عبود کا دین چھوڑ دیں۔
(۳) اور اپنے عزت والے آباؤ اجداد کے دین کو بھی چھوڑ دیں جو رائے رکھنے والے لوگ تھے اور ہود کے دین کے پیروکار بن جائیں؟

راوی کہتے ہیں کہ جب معاویہ بن بکر کے یہ اشعار باندیوں نے گائے تو وفد کے لوگ ان اشعار کو سن کر ایک دوسرے کو کہنے لگے تمہیں تمہاری قوم نے اس لئے بھیجا تھا کہ وہ تمہارے ذریعے اس مصیبت پر فریاد کریں جو ان پر نازل ہوئی ہے اور تم نے بہت دیر کردی ہے اب تم حرم میں داخل ہو اور اپنی قوم کے لئے بارش کی دعا کرو۔ تو مرثد بن سعد نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم تمہاری دعا کی وجہ سے تم پر بارش نہ ہوگی لیکن اگر تم اطاعت کرلو تو تم پر بارش برسے گی۔ اور مرثد نے اس وقت اپنا اسلام ظاہر کردیا تو معاویہ بن بکر کے ماموں نے جب یہ بات سنی تو پہچان گیا کہ مرثد ہودؑ کے دین کا پیروکار ہو گیا ہے اور ہودؑ پر ایمان لے آیا ہے اور مرثد بن سعد کی والدہ قبیلہ ثمود سے تھی اور اس زمانہ میں قوم ثمود حجاز اور شام کے درمیان مقامِ حجر میں آباد تھی اور مرثد کی کنیت ابوسعد تھی تو جلہمة کہنے لگا: آپ عزت والے قبیلے سے ہو اور آپ کی والدہ ثمود سے ہیں۔

پھر ان لوگوں نے معاویہ بن بکر اور اس کے باپ بکر کو کہا: مرثد بن سعد کو ہمارے ساتھ جانے سے روک لو یہ ہرگز کسی صورت ہمارے ساتھ مکہ نہ جائے کیونکہ یہ ہودؑ کے دین کا پیروکار بن گیا ہے اور ہمارا دین چھوڑ چکا ہے اور باقی سب لوگ حرم کی جانب گامزن ہوگئے اپنی قوم کے لئے بارش کی دعا کرنے۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو مرثد بن سعد معاویہ کے گھر سے ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور ان کے دعا کرنے سے پہلے ان کو جا ملے۔ مرثد جب ان کے پاس پہنچے تو تنہا ایک طرف کھڑے ہوگئے اور قوم عاد کا وفد دوسری جانب کھڑا ہو گیا۔ تو مرثد نے دعا کی اے اللہ مجھے صرف میرا سوال عطاء کر۔ قوم عاد کا وفد آپ سے جو دعا کرے آپ اس میں مجھے داخل نہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء کردیا اور قوم عاد کا وفد کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ! قیل کو اس کا سوال عطاء کردیں اور ہمارے سوال کو اس کے سوال کے ساتھ بنا دیں۔ قیل وفد کا سردار تھا، تو قیل بن عنز نے کہا: اے اللہ! اگر ہودؑ سچے ہیں تو ہم پر بارش برسا دیں کیونکہ ہم ہلاک ہو چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تین بادل پیدا فرمادیئے۔ سفید، سرخ اور سیاہ پھر بادلوں سے آواز دی گئی۔ اے قیل اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے جو تو چاہے پسند کرلے۔ تو قیل نے کہا میں نے سیاہ بادل پسند کیا ہے کیونکہ سب بادلوں کی بہ نسبت اس میں پانی زیادہ ہوتا ہے تو آواز لگانے والے اس کو آواز دی تو نے خاکستری رنگ کی راکھ کو اختیار کیا یہ عاد میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑے گا نہ باپ کو نہ بیٹے کو سب کو ہلاک کردے گا سوائے بنی لوذیۃ مہدا کے۔

اور بنو لوذیۃ لقیم بن ہزال ہے جو ہزیلہ بنت بکر قبیلہ سے تھا۔ یہ لوگ اپنے ماموؤں کے ساتھ رہتے تھے یہ قوم عاد کے ساتھ ان کی سرزمین پر نہیں رہتے تھے اور ان لوگوں کو عاد الآخرۃ کہا جاتا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ قیل نے جس سیاہ بادل کو منتخب کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس میں موجود عذاب سمیت اس کو قوم عاد کی طرف ہانک دیا، یہ بادل عاد پر ایک وادی سے ظاہر ہوا جس کا نام مغیث تھا۔ جب قوم عاد نے یہ بادل دیکھا تو خوش ہوگئے۔

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ O تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا [سورة الاحقاف:24,25]

(ترجمہ) کہنے لگے یہ بادل ہے ہم پر برسے گا، بلکہ یہ عذاب ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کردے گی۔

کہا گیا کہ اس بادل میں ہوا اور عذاب کو سب سے پہلے قوم عاد کی ایک عورت نے دیکھا جس کا نام مُہدد تھا۔ یہ وہی عورت ہے جس کی طرف ایام العجوز منسوب ہیں، جب اس پر یہ واضح ہوا تو چیخ مار کر بے ہوش ہوگئی جب اس کو ہوش آیا تو اس سے پوچھا گیا اے مہدد! تو نے کیا دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگی میں نے اس بادل میں آگ کے شعلے دیکھے، ان کے آگے کچھ مرد تھے جو ان کو کھینچ رہے تھے۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا [سورة الحاقة:7]

(ترجمہ) اس کو ان پر سات راتیں اور آٹھ دن لگا تار مسلط کردیا تھا۔

اور وہب کی روایت میں ہے کہ زمین کے نیچے جو ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو ہوا کے داروغوں کو وحی کی کہ ہوا کا ایک دروازہ قوم عاد پر کھول دو کیونکہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا ہے اور مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ انہوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! اگر ہم ایک بیل کے نتھنے کے برابر ہوا کا سوراخ کھول دیں تو زمین اور اس کے باشندے اوندھے ہو جائیں گے اور بے ہوش ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ پھر اس سوراخ کو انگوٹھی کے سوراخ جتنا کردیا گیا اور یہی مطلب ہے باری تعالیٰ کے فرمان کا:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا [سورة القمر:19]

(ترجمہ) ہم نے ان پر سناٹے کی ہوا چلائی۔

جب اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی تو ہودؑ کو حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ مسلمانوں کو لے کر ان سے الگ ہو جائیں۔ تو ہودؑ سب کو لے کر کھجوریں خشک کرنے کی جگہ ان سے الگ ہوگئے۔ اور کہا گیا ہے کہ ہودؑ مسلمانوں کو لے کر وہاں سے چلے گئے تو قوم عاد بھی اپنی اولاد اور گھر والوں کو لے کر وہاں سے نکل کھڑی ہوئی۔ جب ہودؑ نے دیکھا کہ یہ کافر لوگ واپس نہیں جا رہے تو ہودؑ نے ان سے ایک طرف ہو کر پڑاؤ کرلیا اور مسلمانوں کے لئے ایک لکیر کھینچ دی اور مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ کوئی بھی اس لکیر سے باہر نہ جائے ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ جب ہودؑ نے یہ کام کیا تو قوم عاد نے لکیر کی دوسری جانب پڑاؤ ڈالا اور اپنا تمام مال جمع کرلیا پھر تمام مرد اپنے گھروں کے اردگرد ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر کھڑے ہوگئے اور اپنے دامن ایک دوسرے سے باندھ لئے اور کہنے لگے۔ ہودؑ کی ہوا کو کہو کہ جو کرنا چاہتی ہے وہ کر گزرے اور کہا گیا ہے کہ وہ لوگ دو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی

میں چلے گئے اور اپنے گھر والوں کے ارد گرد صف بنالی۔ ایک قول کے مطابق نو افراد اور ایک قوم کے مطابق سات افراد اور ایک قول کے مطابق دس افراد کھڑے ہوئے یہ قوم عاد میں سب سے زیادہ طاقتور اور لمبے جسم والے تھے۔ انہوں نے گھاٹی کے دروازہ پر صف بنالی تاکہ یہ اپنے اہل وعیال اور مال سے ہوا کا رخ موڑلیں۔ اور ان لوگوں کا سردار خلجان بن وھم تھا جو ان میں سب سے زیادہ جسامت والا اور زیادہ طاقتور تھا۔ اور عمر بن یحیٰ، حارث بن شداد اور لہفام ان سب نے پختہ عہد کیا کہ وہ ہوا کو واپس کئے بغیر واپس نہ جائیں گے یا خود ہلاک ہوجائیں گے۔ ہوا بدھ کے دن چلنا شروع ہوئی۔ قوم عاد کے لوگ دنوں کو الگ نام دیتے تھے۔ یوم الاحد (اتوار کے دن کو)، الاول اور یوم الاثنین (پیر کے دن کو) اھو اور یوم الثلا ثاء (منگل کے دن کو)، جبار اور یوم الاربعاء (بدھ کے دن کو) دبار اور یوم الخمیس (جمعرات کے دن کو) مونس اور جمعہ کو عروبہ کہتے ہیں اور یوم السبت (ہفتہ کے دن کو) شبار کہتے تھے۔ جب ہوا دبار (بدھ) کے دن صبح کو چلی تو خلجان آندھی سے متعلق رجز یہ اشعار پڑھتا ہوا کھڑا ہوا۔ تو اس دن آندھی نے ان کا دن تباہ کردیا اور کئی لوگوں کو ہلاک کردیا اور شام کے وقت آندھی تھم گئی پھر دوسرے دن یعنی مونس کے دن صبح کو آندھی آئی تو خلجان اور اس کے ساتھی گھاٹی کے منہ پر کھڑے ہوگئے تو خلجان ہوا کے سامنے رجز پڑھ رہا تھا تو ان پر تیز ہوا چلی جس نے ان میں سے بعض کو پچھاڑ کر رکھ دیا اور عشاء کے وقت ہوا تھم گئی اور ہودؑ نے ان کی کیفیت سنی تو عروبہ (جمعہ) کے دن صبح کے وقت ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو دین کی دعوت دی اور وعظ ونصیحت کی لیکن انہوں نے قبول نہ کی۔ اور مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے کہا (ہوا اللہ کی ہے اور ہوا اور اس کی سوزش میں تسبیح کا زیادہ حق نہیں ہے۔ پس عاد تسبیح کہہ لے تو راحت حاصل کرلے اور عاد نصیحت کرنے والے کی بات قبول کرلے۔ تیرے پاس ہوا بدصورتی لے کر آئی ہے کہ تو لا الہ کہہ لے)۔ اور تیسرے دن (جمعہ کو) صبح کے وقت ان پر ہوا آئی یہ لوگ گھاٹی کے دہانے پر کھڑے ہوگئے، ان کو شر کا یقین تھا اور خلجان ان کے آگے کھڑا رجز پڑھ رہا تھا۔ تو ان پر کافی دیر تیز ہوا چلی اور ان میں سے بعض کو پچھاڑ دیا، ان لوگوں میں جندلہ بن خلجان بھی پچھاڑا گیا۔ اور چوتھے دن (ہفتہ کو) ہوا چلی تو یہ سب لوگ خلجان کے ساتھ کھڑے ہوگئے اور رجز پڑھنے لگے اور کہنے لگے: اے ہوا ہمیں دوسرے اشعار کے معانی دکھا تو اس دن پہلے دنوں سے بھی زیادہ سخت ہوا چلی ان لوگوں نے اس دن اونٹ دیکھے جن کے منہ سے آگ نکل رہی تھی اور ہوا نے کئی لوگوں کو پچھاڑ دیا اور عشاء کے وقت ہوا تھم گئی۔ اور خلجان کے ساتھ دس میں سے پانچ لوگ باقی رہ گئے اور مرد، عورتیں اور بچے جمع ہوکر اپنے مردہ لوگوں پر رونے لگے اور پانچویں دن کی صبح (اتوار کو) یہ لوگ موت سے ڈرے ہوئے تھے تو ان کے پاس ہودؑ سورج طلوع ہونے سے پہلے تشریف لائے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور ان پر توبہ پیش کی انہوں نے قبول نہیں کی۔ واپس تشریف لے گئے تو ان پر تیز ہوا چلی اور کئی لوگوں کو پچھاڑ کر رکھ دیا اور عشاء کے وقت ہوا تھم گئی اس دن ان لوگوں نے ہوا کے بارے میں کوئی

اشعار وغیرہ نہیں پڑھے اور پیر کے دن صبح ہوئی تو یہ لوگ گھاٹی کے دہانے پر کھڑے ہو گئے تو تیز ہوا آئی اور کئی لوگوں کو پچھاڑ کر رکھ دیا۔ اور عشاء کے وقت چلی گئی اور ساتویں دن (منگل) کی صبح یہ لوگ گھاٹی کے دہانہ پر گئے اور ان پر سخت ہوا آئی اور ان میں سے بعض کو پچھاڑ کر رکھ دیا اس دن بھی انہوں نے کوئی شعر نہیں کہا اور گھاٹی کے دہانہ پر صرف خلجان اکیلا رہ گیا۔ جب آٹھواں دن آیا یہ ہوا کے ابتداء کا دوسرا بدھ تھا اور کہا گیا ہے کہ یہ مہینے کا آخری بدھ تھا تو ہودؑ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو وعظ ونصیحت کی اور فرمایا اے خلجان تیرے ساتھیوں میں سے تیرے سوا کوئی باقی نہیں بچا اور تو خود دیکھ چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا کہا ماننے والوں کے ساتھ کیا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلے۔ اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول کرلیں گے اور تیری باقی قوم سے عذاب ہٹالیں گے۔ خلجان کہنے لگا جو لوگ آپ ہلاک شدہ دیکھ رہے ہیں میں ان کا کیا کروں؟ ہودؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر آدمی کے بدلہ سو آدمی دیں گے۔ خلجان کہنے لگا نہیں، تیرے باپ کی قسم اے ہود! تیرے رب کو میرے ساتھیوں کا قتل نفع نہ دے گا۔ پھر خلجان کہنے لگا اے ہود! مجھے ان اونٹوں کے بارے میں بتائیں جو ہوا میں ہمارے پاس آئے تھے۔ ہودؑ نے فرمایا یہ فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جو چاہیں ذمہ داری سونپتے ہیں۔ خلجان کہنے لگا یہی وہ فرشتے ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ یہ سب کچھ کیا۔ پھر خلجان کہنے لگا اگر ہم آپ کی اتباع کرلیں تو کیا آپ کا رب ہمیں بیڑیاں ڈال دے گا؟ ہودؑ نے فرمایا: و کیف یقید اللہ لا ھل معصیت من ملائکته و اھل طاعته ایسا نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ تم میں سے باقی رہنے والوں کو اتنا بڑھائیں گے کہ ہر ہلاک شدہ شخص کے بدلہ میں سو آدمی عطاء فرمائیں گے لیکن خلجان نے انکار کردیا اور ہودؑ واپس تشریف لے گئے اور آندھی آئی تو خلجان تنہا گھاٹی کے دہانے پر کھڑا تھا، اس نے دونوں طرف سے پہاڑ کو پکڑ لیا۔ اور نقل کیا جاتا ہے کہ وہ اگر کسی چٹان کو پکڑتا تھا تو اس کی انگلیاں اس میں ایسے دھنس جاتی تھیں جیسے گوندھے ہوئے آٹے میں دھنسی جاتی ہیں اور وہ یہ شعر کہہ رہا تھا:

لم یبق الا الخلجان نفسه   لا خیر فی فزع اصیب اسه

یا لک من یوم دھانی امسه   لو لم یجبنی میّته احسه

(۱) کچھ باقی نہ رہا مگر نفس کا خلجان، جو گھبراہٹ پہنچی اس میں کوئی خیر نہیں تھی۔

(۲) ہائے اس دن کی تباہی جس نے مجھے کل دہشت میں ڈال دیا تھا جب اس کی میت نے مجھے جواب نہ دیا جس کو میں سن لیتا۔

راوی کہتے ہیں کہ تیز ہوا آئی اور خلجان کو اوندھے منہ گرا کر قتل کردیا۔ اور نقل کیا گیا ہے کہ ہوا نے اس کو اوپر اٹھایا تو اس نے اس چٹان کو نہیں چھوڑا جس کو اس نے تھاما ہوا تھا تو ہوا نے خلجان کے ساتھ اس چٹان کو بھی اکھاڑ دیا اور ہوا کے تھپیڑوں نے اس چٹان سے مار مار کر خلجان کو قتل کردیا۔ اور ہوا ان کی گھاٹی میں داخل ہوگئی اور ان کو قتل کرنا شروع کردیا۔ یہاں تک کہ آٹھویں دن سب لوگ ہلاک ہوگئے۔

یہی مطلب ہے باری تعالیٰ کے فرمان کا:

اِنَّآ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ رِیۡحًا صَرۡصَرًا فِیۡ یَوۡمِ نَحۡسٍ مُّسۡتَمِرٍّ [سورة القمر:19]

(ترجمہ) ہم نے ان پر ایک دائمی نحوست کے دن سناٹے کی ہوا چلائی۔

یہ بدھ کا دن تھا جس میں وہ سب لوگ ہلاک ہوگئے اور روایت کیا گیا ہے کہ جب ان لوگوں نے اپنے اہل وعیال کے اردگرد صف بنائی اور کہا ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ تو ان لوگوں نے اپنے پاؤں زمین پر مارے جس کی شدت کی وجہ سے یہ لوگ گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے پھر جب ہوا آئی تو پہلے ان کو حرکت دی تو وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگے کہ ہوڈ کی ہوا نے ہمارے پاؤں کو حرکت دی ہے پھر ہوا نے ان کے کپڑے چھین لئے اور پھر ان کی کھالیں کھینچ لیں، پھر ان کو تھپیڑے مارے۔ پس ان میں سے بعض کو زمین سے اکھاڑ پھینکا اور بعض کے پاؤں ان کے گھٹنوں سے توڑ دیئے اور ان کو اکھاڑ پھینکا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے:

كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ [سورة الحاقة:7] (گویا کہ وہ کھوکھلی کھجوروں کے تنے ہیں)۔

یہ وہی لوگ تھے جن کے پاؤں ٹوٹ کر زمین میں رہ گئے تھے اور باری تعالیٰ نے فرمایا:

كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ مُّنۡقَعِرٍ [سورة القمر:20] (گویا کہ وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں)۔

یہ وہ لوگ تھے جن کو ہوا نے جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا اور ان کے پاؤں زمین سے کھینچ لئے تھے یہ لوگ اس کھجور کے درخت کی طرح تھے جس کو جڑ سے اکھاڑ دیا گیا ہو اور بوجھ بردار اونٹ ان کو لے کر آسمان و زمین کے درمیان لے گئے۔ جب ہوا نے ان سب کو قتل کر دیا تو ان پر ریت بھیجی گئی جس نے ان کو چھپا دیا اور کئی دن تک ریت کے نیچے سے مردوں کے رونے کی آوازیں سنائی دیتی رہی تھیں۔ اور یہی ہوا ہوڈ اور مسلمانوں پر صرف اتنی چلتی تھی کہ ان کو لذت و راحت محسوس ہو تکلیف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہوڈ اور ان کے رفقاء کو نجات دی اور یہ لوگ اپنے گھروں کو لوٹ آئے تو ان کے علاقے پہلے سے زیادہ خوشحال و سرسبز ہوگئے تھے۔ اور مرثد بن سعد بھی وفد کی خبر لے کر واپس آگئے۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ ہوا آٹھ دن لگا تار چلتی رہی تھی درمیان میں بالکل بھی نہیں رکی اور یہ روایت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوۡمًا فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيۡهَا صَرۡعٰى كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ [سورة الحاقة:7]

(ترجمہ) اس کو ان پر سات راتیں اور آٹھ دن لگا تار مسلط کر دیا تھا (اگر آپؐ ہوتے) تو ان لوگوں کو اس طرح گرا ہوا دیکھتے گویا کہ وہ کھوکھلی کھجوروں کے تنے ہیں۔

اور جب عاد کا وفد حرم سے لوٹا تو ان کا گزر معاویہ بن بکر پر ہوا یہ لوگ اس کے پاس ٹھہرے تھے کہ اسی دوران ایک چاندنی رات میں ایک شخص اپنی اونٹنی پر آیا، یہ قوم عاد کی مصیبت کی تیسری شام تھی اس آدمی نے وفد

کو ساری بات بتائی تو وفد کے لوگوں نے پوچھا کہ تو ہودؑ اور ان کے ساتھیوں سے کہاں جدا ہوا تھا؟ اس نے کہا سمندر کے ساحل پر تو ان لوگوں کو شک سا ہوا تو ایک عورت کہنے لگی ربِ کعبہ کی قسم ہودؑ نے سچ کہا تھا۔ اور جب ان لوگوں نے اپنی قوم کی ہلاکت کی خبر سنی تو دعا کرنے واپس مکہ لوٹ گئے۔ تو ان کو کہا گیا تمہیں تمہاری مراد دے دی گئی۔ تو اپنے لئے جو چاہو پسند کر لو لیکن دنیا میں ہمیشہ رہنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو مرثد بن سعد نے کہا اے میرے رب! میں آپ سے نیکی اور سچائی کا سوال کرتا ہوں آواز آئی کہ آپ کو یہ دے دیا گیا اور لقمان بن عاد نے اشعار میں کہا:

لاھم یا رب النجوم الزھر　　والأرض ذات النبت بعد القفر

أسأل عمرا فوق کل عمر

(ترجمہ) اے روشن ستاروں کے رب اور بنجر ہونے کے بعد سرسبز ہونے والی زمین کے رب، میں ہر عمر کے اوپر ایک عمر مانگتا ہوں۔

تو اس کو کہا گیا تو اپنے لئے کچھ اختیار کر لے کیونکہ ہمیشہ دنیا میں رہنے کی کوئی صورت باقی نہیں ہے اگر تو چار صدیاں بھی زندہ رہنا چاہتا ہے کسی غیر آباد پہاڑ میں جہاں صرف بارش ہی برستی ہو یا سات گِدھ کی عمر کے برابر یعنی جب ایک گِدھ کی عمر ختم ہو جائے تو دوسری کی عمر شروع ہو جائے تو لقمان نے گِدھوں کی زندگی کو اختیار کر لیا تو اس کو آواز آئی تجھے یہ عطاء کر دی گئی۔ اور قیّل بن عنز کو کہا گیا تو اپنے لئے کچھ اختیار کر، اس نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھ پر وہی چیز آئے جو میری قوم پر آئی ہے۔ اس کو کہا گیا وہ تو ہلاکت ہے۔ قیل نے کہا مجھے پرواہ نہیں ہے اور اپنی قوم کے بعد مجھے زندگی کی کوئی ضرورت نہیں ہے پھر وہ لوگ واپس اس گھاٹی کی طرف آئے جس میں قوم عاد ہلاک ہوئی تھی اور لقمان بن عاد اور مرثد بن سعد ان سے جدا ہو گئے۔ اور قیل اور اس کے ساتھی جب گھاٹی میں داخل ہوئے تو لقیم بن ھزال بیان کرنے کے لئے کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے میری قوم ہمارے لئے موت اچھی ہے اور ہماری قوم کے بعد ہمارے لئے کوئی بقاء نہیں ہے۔ تم لوگ کھانے پینے سے رک جاؤ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا بھیجی جس نے ان کو ہلاک کر دیا اور قیل بن عنز پر پہاڑ کی ایک بڑی چٹان آگری جس نے اس کو ہلاک کر دیا اور کہا گیا ہے کہ جب وہ ہلاک ہوئے تو مرثد بن سعد بھی ان کے ساتھ تھے۔ مرثد ان کی سواریاں اور سامان لے کر ہودؑ کے پاس آ گئے اور سارا ماجرا ہودؑ کو سنایا تو مومنین نے اپنے رب کی تعریف کی اور مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اس بارے شعر کہے: ؎

لو أن عادا سمعت من ھود　　واتبعوا طریقة الرشید

حین دعا بالوعد والوعید　　عادًا و بالتقریب والتبعید

ما أصبحت عاشرة الجدود　　صرعًا علی الأنف والخدود

سـاقطة الأجسـاد بـالوصيد　　أحـدوثة لـلأبـد الأبيـد

(۱) اگر قومِ عاد ہودؑ کی بات سن لیتے اور سیدھے راستے کی پیروی کر لیتے۔

(۲) جب ہودؑ نے عاد کو وعدوں اور وعیدوں کی دعوت دی اور اللہ کے قرب اور بعد کا بتایا۔

(۳) تو تباہ حال نہ ہوتی اور ناک اور رخساروں کے بل موت کے گھاٹ نہ اترتی۔

(۴) مٹی پر جسم گرے ہوئے تھے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے یہ حادثہ پیش آ ہی گیا۔

اور قوم عاد میں سے بچ جانے والے مسلمانوں نے بہت سے اشعار کہے ہیں جو تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں لیکن ہم نے ان کو نقل نہیں کیا اور لقمان بن عاد نے گِدھ کا چھوٹا بچہ لے لیا یہاں تک کہ وہ بوڑھا ہو کر مرگیا تو اس نے دوسرا بچہ لے لیا گِدھ اسی سال زندہ رہتا ہے۔ اسی طرح معاملہ چلتا رہا اس نے آخری گِدھ کا نام لبد رکھا، ان کی لغت میں لبد زمانہ کو کہتے تھے، تو اس کے بھتیجے نے اس کو کہا اے چچا آپ کی عمر اس گِدھ کی عمر جتنی باقی رہ گئی ہے۔ تو لقمان نے کہا اے بھتیجے! یہ لبد ہے اور یہ زمانہ ہے جب لقمان کا یہ گِدھ عمر رسیدہ ہو گیا تو ایک صبح پہاڑ کی چوٹی سے سارے گدھ اڑے لیکن لبد کھڑا نہیں ہوا اور لقمان کے گدھ اس سے غائب نہیں ہوتے تھے۔ تو لقمان یہ دیکھنے کے لئے کھڑا ہوا کہ لبد کو کیا ہوا ہے؟ تو اس نے جسم میں ایسی کمزوری محسوس کی جو اس سے پہلے محسوس نہیں کی تھی اور اس نے اپنے گدھ کو گرا ہوا دیکھا تو اس کو آواز دی لبد کھڑا ہوا وہ کھڑا ہونے لگتا تو کھڑا نہ ہوسکتا۔ آخر وہ مرگیا اور لقمان بھی اس کے ساتھ مرگیا اور قوم عاد کے کچھ لوگ اپنے قریبی رشتہ دار ثمود کے پاس وادی قریٰ میں رہتے تھے تو کچھ ہوا ان کی طرف بھی چلی اور ان کو وادی عیص میں ہلاک کر دیا۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ قریش میں سے عبداللہ بن جدعان تیمی اور ابوسفیان بن حرب دور جاہلیت میں شام سے آرہے تھے جب یہ اپنے قافلہ کے ساتھ وادی عیص میں پہنچے تو ان کو قوم عاد کا ایک باقی ماندہ شخص ملا اس نے ان کو کہا مجھے کچھ کھلاؤ انہوں نے کھانا کھلایا تو جو کھلاتے یہ اس کو چٹ کر جاتا پھر کہا مجھے سواری دو تو عبداللہ بن جدعان نے اس کو اپنے اونٹ پر بٹھا لیا تو اس کے گھٹنے زمین کو لگتے تھے جب یہ لوگ وادی عیص پہنچے اس آدمی نے عبداللہ بن جدعان کو کہا تو نے مجھے سواری دی اور کھانا کھلایا میں یہ چاہتا ہوں کہ اس احسان کا بدلہ دوں، تم میرے پیچھے آؤ تو عبداللہ اس کے پیچھے چل پڑے۔ عبداللہ کہتے ہیں: جب ہم وادی کی ایک جگہ پہنچے تو قوم عاد کا آدمی کہنے لگا میرے سایہ کی جگہ کو دیکھ، یہاں سے مٹی ہٹا۔ عبداللہ کہتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا تو اچانک نیچے سے ایک چٹان نکل آئی تو اس آدمی نے کہا اس چٹان کو ہٹاؤ میں نے کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ تو قوم عاد کے آدمی نے اس کو اٹھا کر ایک طرف کر دیا اور نیچے اتر گیا میں بھی اس کے ساتھ زمین کے تہہ خانہ میں اتر گیا تو وہاں ایک چراغ روشن تھا اور قوم عاد کے دو آدمی مردہ پڑے ہوئے تھے تو وہ شخص کہنے لگا یہ دونوں میرے ساتھی ہیں جب میں مر جاؤں تو مجھے ان سے ملا دینا اور جتنا مال چاہو لے لینا اب تم جاؤ اور چٹان کو تہہ خانے کے دروازے پر رکھ دینا اور ادھر

ادھر متوجہ ہوئے بغیر گھاٹی سے نکل جانا۔ پھر قوم عاد کے اس آدمی نے گدھ کے ایک پر کو اٹھایا جو ایک گز کے برابر لمبا تھا اس پَر کو ایک مٹی کے برتن میں ڈبویا، اس برتن میں تارکول جیسی کوئی چیز تھی پھر اس پَر کو اپنے ناک کے ایک نتھنے میں داخل کیا پھر دوبارہ ڈبویا اور دوسرے نتھنے میں داخل کیا پھر ایک ایسی زوردار چیخ ماری کہ میری جان نکلنے لگی تھی اور وہ عادی شخص مر گیا۔ تو میں نے اتنا مال لے لیا جو مجھے کافی ہو جاتا اور چٹان کو تہہ خانہ پر رکھ کر میں گھاٹی سے نکل گیا۔ لوگ کہتے ہیں اسی وجہ سے قریش میں عبداللہ بن جدعان سب سے زیادہ مالدار تھا اور جب قوم عاد ہلاک ہوگئی۔ تو ہودؑ نے خطبہ دیا اور مسلمانوں کو فرمایا یہ گھر ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے رہنے والوں پر ناراض تھے تم یہاں سے کوچ کرو۔ سب نے کہا ہم آپ کی رائے کے تابع ہیں۔ ہودؑ نے فرمایا ہم اللہ کے حرم کی طرف جاتے ہیں جو امن کی جگہ ہے۔ سب لوگوں نے اسی وقت حج کا احرام باندھ لیا اور روانہ ہوگئے۔ ان لوگوں نے ایسی سرخ اونٹنیوں پر سفر شروع کیا جن کو کھجور کے درخت کی چھال کی رسیوں کی نکیل ڈالی گئی تھی اور یہ لوگ مکہ میں ہی قیام پذیر رہے یہاں تک کہ وہیں وفات پائی اور ان کی قبریں دارالندوۃ اور بنوسہم کے دروازہ کے درمیان ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ہی رہ گئے اور وہیں وفات پائی اور ہودؑ کی قبر مبارک حضرموت کے ایک طرف ہے۔ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرموت کے ایک شخص سے پوچھا تھا کیا تو نے وہ سرخ ٹیلہ دیکھا ہے جس پر پیلو کے پھل زیادہ ہیں سرزمین حضرموت کی فلاں جانب واقع ہے؟ اس شخص نے عرض کیا جی ہاں! اے امیر المومنین! اس کا کیا ماجرا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہاں ہودؑ کی قبر ہے۔

عاد آخرۃ کا ذکر

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاَنَّہٗ اَھْلَکَ عَادَا الْاُوْلٰی [سورۃ النجم:50]

(ترجمہ) اور یہ کہ اسی نے قدیم قومِ عاد کو ہلاک کیا۔

عادِ اولیٰ کا قصہ ہم ذکر کر چکے ہیں اور عاد آخرۃ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ قوم عاد کے درمیان رہتی تھی تو عاد کی قوم نے لوٹ مار کی تو یہ قوم ثمود کے پاس آ کر رہنے لگے اور انہی کے ساتھ ہلاک ہوئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو معاویہ بن بکر کے ساتھ تھے اور یہ کافی عرصہ تک زندہ رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو فنا کر دیا ۔ واللہ اعلم۔ یہ عاد کا واقعہ ہے ہم نے ان کے اشعار نقل نہیں کئے تاکہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔ جو ان اشعار کو پڑھنا چاہتا ہے تاریخ کی کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

حضرت صالح علیہ السلام

قوم ثمود کے حالات اور عذاب کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاھُمۡ صٰلِحًا [سورۃ الاعراف: 73] (اور قومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو رسول بنا کر بھیجا) یہ لوگ ثمود بن عاثر بن ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد میں سے ہیں اور عاد بن عوص بن ارم کے چچازاد بھائی ہیں۔ ان کی رہائش حجاز اور شام کے درمیان مقام حجر میں تھی جو وادی قری اور اس کے اردگرد واقع ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کو ہلاک کر دیا تو قوم ثمود باقی رہ گئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں عاد کا جانشین بنایا تو ان کی قوم خوب پھیلی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سرکشی کی اور زمین میں فساد مچایا بتوں کی عبادت کی یہ عرب قوم تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت صالحؑ کو رسول بنا کر بھیجا۔ صالحؑ کا نسب نامہ یہ ہے : صالحؑ بن عبید بن عافر بن ثمود۔ صالحؑ نے قومِ ثمود کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی۔ کہا گیا ہے کہ صالحؑ جب قریب البلوغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مبعوث کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تو صالحؑ نے ان کو چالیس سال دعوت دی انہوں نے قبول نہیں کی۔ صالحؑ نے جس طرح قوم کو دعوت دی اور ان کی قوم نے جو جوابات دیئے وہ سب اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف، سورۃ ہود، سورۃ الشعراء اور پورے قرآن مجید میں جا بجا بیان کئے ہیں۔ اور صالح اپنی قوم میں مال کی فراوانی رکھتے تھے جب صالحؑ کی دعوت کو کافی مدت گزر گئی اور چند کمزور لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا۔ اور صالحؑ نے ان کو عذاب سے ڈرایا تو ان لوگوں نے صالحؑ سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کو اپنی سچائی کی کوئی نشانی دکھائیں۔ تو صالحؑ نے پوچھا تم کیا نشانی چاہتے ہو؟ وہ کہنے لگے آپؑ ہمارے ساتھ ہمارے عید کے دن چلیں، ان کا ایک عید کا دن تھا جس میں وہ اپنے بتوں کو لے کر گھروں سے نکلتے تھے۔ وہ کہنے لگے ہم بھی نکلیں گے اور اپنے معبودوں سے دعا کریں گے اور آپ بھی اپنے معبود سے دعا کرنا۔ اگر آپ کی دعا قبول کی گئی تو ہم آپ کی اتباع کریں گے اور اگر ہماری دعا قبول کی گئی تو آپ ہماری اتباع کرنا۔ صالحؑ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے بتوں سے دعا کی کہ صالحؑ کی کوئی دعا قبول نہ ہو تو اس زمانہ میں قومِ ثمود کے سردار جندع بن عمر نے پہاڑ کی ایک طرف الگ تھلگ چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اے صالح! ہمارے لئے اس چٹان سے ایک اونٹنی نکالیں جو کشادہ پیٹ والی، بہت پشم والی ہو جس کی پشم اور آگے پیچھے کا حصہ اور پیشانی سیاہ ہو اور وہ دس ماہ کی گابھن ہو۔ قوم ثمود نے بھی اپنے سردار جندع کی طرح صالحؑ سے یہی بات کی۔ اور سب کہنے لگے: اگر آپ نے ایسا کر دیا تو ہم آپ کی تصدیق کرتے ہوئے آپ پر ایمان لے آئیں گے اور اگر آپ اس سے عاجز آ گئے تو آپ ہمیں دعوت دینے سے رک جانا کیونکہ ہم

آپ کو اذیت دینا ناپسند سمجھتے ہیں۔تو صالحؑ نے اس بات پر سب لوگوں سے وعدے لے لئے کہ اگر میں نے ایسا کر دیا تو تم ضرور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ گے اور میری تصدیق کرو گے؟ سب لوگوں نے وعدہ کیا تو صالحؑ نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ ایسی اونٹنی نکال دیں جب صالحؑ نے دعا کی تو لوگوں نے چٹان کو دیکھا کہ وہ اس اونٹنی کی طرح حرکت کرنے لگی جس کے پیٹ میں بچہ ہو۔ پھر چٹان نے ایک جھرجھری لی اور اس سے ایک اونٹنی باہر نکل آئی۔ یہ بالکل ویسی ہی تھی جس کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا یہ دس ماہ کی حاملہ تھی اور عظیم الخلقت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ایک سوبیس گز کا فاصلہ تھا۔

وہ چلتی ہوئی آئی اور لوگوں کے درمیان آکر کھڑی ہوگئی پھر وہ بچہ جننے کے لئے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور بچہ جن کر ہی کھڑی ہوئی جو جسم میں اس کے قریب قریب تھا پھر وہ گھاس کی تلاش میں چلی گئی تو صالحؑ نے سب لوگوں کو فرمایا:

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ [سورة الاعراف:73]

(ترجمہ) یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے پس اس کو چھوڑ دو تا کہ یہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اس کو برائی سے ہاتھ مت لگانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے صالحؑ کو فرمایا:

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ [سورة القمر:28]

(ترجمہ) اور ان کو سنا دے کہ پانی ان کے درمیان تقسیم شدہ ہے ہر ایک اپنی باری پر پانی پلایا کرے گا۔

وہ اونٹنی ایک دن چرتی اور ایک دن کنویں کا پانی پیتی تھی۔ کنویں کی لمبائی بیس آدمیوں کے قد کے برابر تھی۔ جب اونٹنی کنویں پر آتی تو اس کا پانی اتنا بلند ہو جاتا کہ منڈیر تک آجاتا۔ تو وہ اونٹنی خوب سیر ہو کر پانی پیتی اور آگے بڑھ جاتی اور اس کا بچہ دودھ نکالتا تو لوگ اس کا دودھ برتنوں اور مشکیزوں میں لے لیتے اور اونٹنی نے جتنا پانی پیا ہوتا اتنا ہی ان کو دودھ دیتی تھی۔ جب اونٹنی پہاڑ سے نکلی تھی تو جندع بن عمر اور اس کی قوم کے کچھ افراد صالحؑ پر ایمان لے آئے تھے اور قوم ثمود کے معززین نے ایمان لانے کا ارادہ کیا تو ذواب بن عمرو بن بشر اور حباب جو ان کے بتوں کے مالک تھے اور رباب بن صمعر جو قوم کا کاہن تھا انہوں نے لوگوں کو ایمان لانے سے روک دیا۔ یہ بھی قوم کے معزز لوگ تھے انہوں نے قوم ثمود کو ایمان لانے سے روک دیا۔ جندع بن عمرو کا ایک چچازاد بھائی تھا جس کا نام شہاب بن خلیفہ تھا اس نے اسلام لانے کا ارادہ کیا تو ان لوگوں نے اس کو بھی روک دیا تو ایک مسلمان نے جس کا نام مہدلیش بن غنمہ تھا، شہاب کے بارے میں یہ اشعار کہے ؎

و کانت عصبة من آل عمرو   و الی دین النبی دعوا شهابا

عـزيـز ثـمـود كـلـهـم جـمـيـعًـا ... فـهـم بـان يـجـيـب و لـو أجـابـا
لأصبح صالحًا فينا عزيزًا ... و لم يعدل فصاحبهم ذوابا
ولكن الغواة من آل حجرٍ ... تولّوا بعد رشدهم ايابا

(۱) آل عمرو کی ایک مضبوط جماعت نے نبی کے دین کی طرف شہاب کو بلایا۔
(۲) یہ ثمود کا ذی قدر آدمی تھا اس نے بات ماننے کا ارادہ کرلیا اگر یہ بات مان لیتا۔
(۳) تو ہمارے درمیان نیک ذی قدر ہوتا اور ان کے ساتھی ذواب نے انصاف نہیں کیا۔
(۴) لیکن آل حجر کے گمراہ لوگ ہدایت کے بعد پیٹھ دکھا گئے۔

راوی کہتے ہیں کہ اونٹنی اپنے بچہ کے ساتھ ان لوگوں میں رہنے لگی وہ درختوں کے پتے اور گھاس پھوس کھاتی اور پانی پیتی تھی۔ جب اس کے پانی پینے کا دن آتا وہ پانی پینے جاتی اور سارا پانی پی جاتی۔ اور دوسرے دن قوم ثمود جتنا چاہتے پانی بھرتے اور اونٹنی کی باری والے دن کے لئے ذخیرہ بھی کر لیتے۔ لوگ اس کے دودھ کی وجہ سے فراوانی میں تھے۔ وہ اونٹنی جب پشم گراتی تو وہ لوگوں کو سردیوں، گرمیوں کے لئے کافی ہوجاتی۔ وہ اس سے لحاف اور خیمے بناتے۔ وہ گرمیوں کے دنوں میں وادی کے اندرونی حصہ کی طرف چلی جاتی تو اس کے بڑے وجود کی وجہ سے دیگر مویشی ڈر کر وادی کے کھلے حصہ میں گرم اور بنجر زمین پر آجاتے۔ اور سردیوں میں یہ وادی کے کھلے حصے میں آجاتی تو دیگر مویشی ڈر کر وادی کے اندر سردی اور بنجر زمین کی طرف چلے جاتے۔ یہ چیز لوگوں کے مویشیوں کے لئے نقصان دہ تھی۔ تو لوگوں کو یہ بات ناگوار محسوس ہوئی اور انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کرتے ہوئے اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کا اتفاق کرلیا۔

اونٹنی کے قتل کا واقعہ

اور قوم ثمود میں دو فسادی عورتیں تھیں ایک عنیزہ بنت غنم اسکی کنیت بنت غنم تھی۔ یہ ذواب بن عمر کی بیوی تھی۔ یہ خود بوڑھی عمر رسیدہ تھی لیکن اس کی بیٹیاں خوبصورت اور نوجوان تھیں اور دوسری عورت صدوق بنت محیا تھی اور یہ محفوظ مکان والی اور مالدار عورت تھی۔ اور صالحؑ سے سخت دشمنی رکھتی تھی اور کہا جاتا ہے کہ صالحؑ نے عنیزہ کی تخریب کاریوں کی وجہ سے ان دونوں کو عنیزہ کے قریب جانے سے روکا تھا۔ عنیزہ کا ماموں زاد بھائی صُنیم بن ہراوۃ تھا یہ اسلام لے آئے اور سچے مومن تھے۔ یہ اپنا مال صالحؑ کے ساتھیوں پر خرچ کرتے تھے، صدوق کو یہ بات معلوم ہوئی کہ صنیم اسلام لے آئے ہیں تو ان سے ناراض ہوکر جدا ہوگئی۔ اس کے خاوند نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے انکار کردیا اور اپنے بچے خاوند سے لے لئے اور ان کو اپنے قبیلہ میں چھپا دیا۔ اس کے خاوند نے کہا میرے بچے واپس کر صدوق نے انکار کردیا تو صنیم کی قوم نے صدوق کو ڈرایا دھمکایا تو اس نے بچے واپس کئے۔ پھر عنیزہ اور صدوق نے اونٹنی کی کونچیں کٹوانے کا حیلہ کیا۔ صدوق نے اس کام کے لئے ایک آدمی کو بلوایا

جس کا نام حباب تھا اور اس کو کہا کہ میں تیری ہو جاؤں گی اگر تو نے یہ کام کر دیا تو اس نے انکار کر دیا۔ تو اس نے اپنے چچازاد بھائی کو بلوایا جس کا نام مصدع بن دہیرج تھا اور بعض نے کہا ہے ابن بہرج ہے اور بعض نے مہرج بتایا ہے۔ اور اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے لئے اپنا آپ پیش کیا۔ یہ بہت زیادہ خوبصورت عورت تھی۔ مصدع نے اس کی بات مان لی اور عنیزہ نے قذار بن سالف کو بلوایا۔ یہ چھوٹے قد سرخ رنگ نیلی آنکھوں والا کم سمجھ آدمی تھا۔ یہ سالف کی طرف منسوب تھا لیکن حقیقتاً اس کی اولاد نہ تھا۔ عنیزہ نے اس کو کہا میری جو بیٹی تو چاہے میں تجھے دینے کے لئے تیار ہوں اگر تو اونٹنی کی کونچیں کاٹ دے اور عنیزہ بھی بہت مالدار عورت تھی اور اس کا خاوند ذواب بن عمر قوم ثمود کے معزز لوگوں میں سے تھا۔ قذار نے بھی بات مان لی۔ پھر قذار اور مصدع ایک دن عنیزہ اور صدوق کی مجلس میں گپ شپ لگانے آئے تو ان عورتوں نے ان دونوں کو شراب پلا دی اور عنیزہ کہنے لگی اگر ہمارے پاس پانی ہوتا تو وہ شراب میں ملا کر دیتیں لیکن ہمارے پاس پانی نہیں ہے کیونکہ آج اونٹنی کی باری ہے تو ان دونوں مردوں سے ایک نے کہا پانی کی تو کوئی صورت نہیں ہے تو عنیزہ کہنے لگی اللہ کی قسم! پانی ملنے کی صورت ہے اگر اونٹنی کے مالک کچھ مرد ہوتے تو نہ اس کو مارا جاتا اور نہ ہانکا جاتا جیسے اجنبی اونٹ کو ہانکا اور مارا جاتا ہے۔ لیکن وادی میں کوئی مرد ہی نہیں ہے تو قذار نے کہا اگر میں اونٹنی کی کونچیں کاٹ دوں تو کیا تو اپنی کہی ہوئی بات کے مطابق میری مدد کرے گی؟ اس نے کہا ہاں جب مصدع نے یہ بات سنی تو صدوق کو کہا اگر میں اس کام میں قذار کے ساتھ شریک ہو جاؤں تو مجھے تجھ سے وہ چیز ملے گی جو تو نے کہی تھی؟ اس نے کہا ہاں تو مصدع نے کہا ہمیں خوب شراب پلاؤ۔ ان عورتوں نے ایسا ہی کیا حتیٰ کہ ان کو بالکل نشہ چڑھ گیا اور یہ باہر نکل پڑے اور قوم ثمود کے سات بیوقوفوں کو بھی اپنے ساتھ بہکا کر لے گئے تو یہ کل نو افراد ہو گئے۔ یہ سب لوگ چل پڑے اور اونٹنی کے انتظار میں گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ جب اونٹنی پانی سے واپس آئی تو قذار ایک چٹان کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور مصدع دوسری چٹان کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ وہ اونٹنی مصدع کے پاس سے گزری تو مصدع نے اس کو تیر مارا وہ اس کی پنڈلی کے پٹھے سے پار ہو گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ تیر پٹھے کو چیرتا ہوا نکل گیا تو عنیزہ کی بیٹی کدار عورتوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھی عنیزہ نے اس کو باہر نکال دیا اس نے عنیزہ کے حکم پر قذار کے سامنے چہرہ کھول دیا قذار نے اس کو دیکھا تو اونٹنی پر تلوار سے سخت حملہ کیا اور اس کی کونچ (ایڑی کے اوپر کا پٹھا) کاٹ دی، اونٹنی گر پڑی اور ایک زوردار آواز نکالی پھر اس کے تھنوں پر نیزہ مار کر ان کو کاٹ دیا اور اونٹنی کا بچہ وہاں سے بھاگا اور بلند پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور تین مرتبہ آواز نکالی پھر پہاڑ میں پناہ لی۔ ان نو میں سے چار افراد اس بچے کے تعاقب میں گئے ان میں مصدع بن دہیرج بھی تھا۔ مصدع نے تیر مارا جو اس کے دل کے پار ہو گیا۔ اور یہ لوگ اس کو پکڑ کر ٹانگوں سے گھسیٹ کر نیچے لائے اور اس کی ماں کے ساتھ اس کو ڈال دیا۔ اور بعض نے کہا کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ وہ بچہ ہوا میں چلا گیا تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب صالحؑ کو بتایا گیا کہ اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں تو مومنوں

نے صالحؑ کو کہا کہ آپؑ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ان کو عذاب نہ دیں۔ تو صالحؑ نے فرمایا اونٹنی کے بچے کو تلاش کرواگر وہ تمہیں مل جائے تو شاید ان لوگوں پر عذاب نہ آئے اور صالحؑ اور ان کے ساتھی اس کو تلاش کرنے گئے۔ جب اونٹنی کے بچے نے صالحؑ کو دیکھا تو تین مرتبہ یہ آواز دی صالحؑ میری ماں، اے صالحؑ! میری ماں اور غائب ہوگیا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کہاں گیا (واللہ اعلم)

اور بعض حضرات نے کہا کہ صالحؑ وہاں سے دور تھے جب آپؑ تک خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا مجھے معلوم ہوا کہ اونٹنی کی کونچیں کاٹ کر اس کا گوشت تقسیم کردیا گیا ہے تو صالحؑ ان لوگوں کے پاس تشریف لائے اور یہ منظر دیکھا تو فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ کی بے حرمتی کی ہے اب اللہ تعالیٰ کے عذاب وسزا پر خوش ہوجاؤ۔ تو لوگوں نے صالحؑ سے پوچھا اے صالح! یہ کب ہوگا؟ اور اس کو کون لائے گا؟ ان لوگوں نے اونٹنی کو بدھ کے دن قتل کیا تھا تو صالحؑ نے ان کو فرمایا مونس کے دن کی صبح تمہارے چہرے زرد ہوجائیں گے پھر عروبہ کے دن صبح کو تمہارے چہرے سرخ ہوجائیں گے پھر شبار کے دن کی صبح تمہارے چہرے سیاہ ہوں گے۔ پھر اول یعنی اتوار کے دن کی صبح تم پر عذاب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی یہی وضاحت ہے:

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِکُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ [سورة هود:65]

(ترجمہ) تو انہوں نے اس کے پاؤں کاٹ دیئے تو حضرت صالحؑ نے فرمایا تم اپنے گھروں میں تین دن اور بسر کرلو یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا۔

جب صالحؑ نے ان کو یہ بات فرمائی تو اونٹنی کو قتل کرنے والے نو افراد نے باقی لوگوں کو کہا تم آؤ ہم صالحؑ کو قتل کردیں۔ اگر یہ سچے ہوئے تو ہمارے قتل سے پہلے ہم ان کو ماردیں گے اور اگر جھوٹے ہوئے تو ہم ان کو اونٹنی کے پاس پہنچادیں گے۔ تو یہ لوگ رات کو چلے تاکہ وہ صالحؑ پر شب خون ماریں تو فرشتوں نے پتھر مار کر ان لوگوں کو بھگا دیا۔ جب کافی دیر ہوگئی اور یہ واپس نہ آئے تو قوم کے لوگ صالحؑ کے گھر کی طرف چل پڑے وہاں پہنچے تو ان لوگوں کے سر زخمی ہوچکے تھے۔ قوم والوں نے صالحؑ کو کہا آپ نے ان لوگوں کو قتل کیا ہے اور یہ کہہ کر صالحؑ کے درپے ہونے کا ارادہ کیا تو صالحؑ کی قوم کھڑی ہوگئی اور ہتھیار پہن لئے اور کفار کو کہا کہ صالحؑ نے تم سے تین دن کا وعدہ کیا ہے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا اگر یہ سچے ہیں تو تم ان کو قتل کرکے اپنے اوپر اپنے رب کی ناراضگی کو ہی زیادہ کروگے اور اگر یہ جھوٹے ہوئے (نعوذ باللہ) تو تم اپنا ارادہ کرلینا۔ تو یہ کفار چلے گئے۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا:

وَکَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ [سورة النمل:48]

(ترجمہ) اور شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔

راوی کہتے ہیں کہ صبح ہوئی تو ساری قوم کے چہرے زرد ہوگئے تو کفار کو عذاب کا یقین ہوگیا اور صالحؑ کی

سچائی ان کے سامنے آشکار ہوگئی۔ تو قوم کے لوگ صالحؑ کو قتل کرنے کے لئے تلاش کرنے لگے۔ اور صالحؑ نے وہاں سے راہِ فرار اختیار کرلی۔ اور ثمود کی ایک شاخ بنوغنم کے پاس پناہ لی اور ان کے سردار نفیل کے مہمان بنے جس کی کنیت ابو ہرب تھی۔ یہ مشرک تھا لیکن اس نے صالحؑ کو چھپالیا تو کافر لوگ صالحؑ کو تو نہ پکڑ سکے لیکن صالحؑ کے رفقاء کو خوب تکلیفیں دیں تا کہ وہ صالحؑ کا پتہ بتا دیں۔ تو صالحؑ کے رفقاء میں سے ایک آدمی جس کا نام مبدع بن مرصم تھا وہ صالحؑ کے پاس آئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! وہ لوگ ہمیں تکلیفیں دے رہے ہیں تا کہ ہم آپ کا پتہ بتا دیں کیا ہم آپ کا پتہ بتا دیں؟ صالحؑ نے فرمایا ہاں تو مبدع نے صالحؑ کا پتہ بتا دیا۔ قوم کو جب معلوم ہوا کہ صالحؑ ابو ہرب کے پاس ہیں تو سب لوگ ابو ہرب کے پاس گئے اور اس سے بات چیت کی۔ اس نے کہا ہاں صالحؑ میرے پاس ہیں لیکن تم ان تک کسی صورت نہیں پہنچ سکو گے، تو مبدع بن عمر نے نفیل کو صالحؑ کی حفاظت کی ترغیب دیتے ہوئے چند باتیں کہیں جن کو ہم نہیں لکھیں گے تو ان لوگوں نے صالحؑ سے توجہ ہٹالی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا۔ اور وہ ایک دوسرے کو کہتے کہ تمہارے چہرے زرد کیوں ہوگئے ہیں پھر عروبہ کے دن صبح کو اٹھے تو ان کے چہرے سرخ تھے اور ہفتے کے دن صبح کو اٹھے تو ان کے چہرے سیاہ تھے۔ اتوار کی رات صالحؑ اپنے ساتھ مسلمانوں کو لے کر شام کی طرف ہجرت کر گئے اور فلسطین کے شہر رملہ میں قیام فرمایا۔ صالحؑ کے رفقاء میں سے ایک شخص مبدع بن عمر پیچھے رہ گئے یہ قرح نامی وادی میں قیام پذیر تھے جو حجر سے اٹھارہ میل دور تھی۔ یہ قرح کے سردار عمر بن غنم کے مہمان تھے۔ عمر بن غنم اونٹنی کے قتل میں شریک نہیں ہوا تھا۔ مبدع نے اس کو کہا اے عمر! اس شہر سے نکل چل کیونکہ صالحؑ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس شہر میں رہے گا وہ ہلاک ہوگا اور جو اس سے نکل جائے گا نجات پائے گا۔ تو عمر نے کہا نہ میں اونٹنی کے قتل میں شریک تھا اور نہ اس کام پر راضی تھا۔ جب اتوار کی صبح ہوئی اور خوب روشنی پھیلی تو ان کو ایک سخت چیخ نے پکڑ لیا ان میں سے کوئی بڑا یا چھوٹا باقی زندہ نہ رہا۔ صرف ایک اپاہج لڑکی جس کا نام ''ذریعہ'' تھا یہ بچ گئی اس کو صالحؑ سے سخت عداوت تھی جب اس نے عذاب کا معائنہ کیا اور قوم ثمود کی ہلاکت دیکھ لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاؤں ٹھیک کر دیئے۔ یہ برق رفتاری سے وہاں سے بھاگی اور قرح والوں کے پاس پہنچ گئی اور ان کو عذاب کا سارا ماجرا سنایا۔ پھر پانی مانگا اور پانی پی کر اسی جگہ مرگئی۔ اور سدی سے مروی ہے کہ قوم ثمود کو جب عذاب کا یقین ہوگیا تو سب نے کفن باندھے اور حنوط خوشبو لگائی اور چمڑے پہنے اور تہہ خانوں میں داخل ہو کر عذاب کا انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ ان پر عذاب آگیا اور وہ سب ہلاک ہوگئے۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کے نیچے سے آگ آئی جس سے وہ سب جل گئے اور ہر ایک اسی حالت پر باقی رہ گیا جو قرآن مجید کی اس آیت میں بیان ہوئی ہے:

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ [سورۃ الاعراف:78].

(ترجمہ) پھر ان کو زلزلہ نے پکڑا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

وَ اَخَذَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا الصَّیۡحَۃُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دِیَارِہِمۡ جٰثِمِیۡنَ [سورۃ ھود:67].

(ترجمہ) اور ان ظالموں کو ایک ہولناک آواز نے پکڑ لیا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

قوم ثمود میں سے ایک شخص ابورغال عذاب سے بچ گیا یہ شخص حرم میں تھا، عذاب نے اس کا انتظار کیا جیسے ہی حرم سے نکلا تو اس پر بھی اس کی قوم جیسا عذاب آیا اور یہ ہلاک ہوگیا۔ اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ابورغال کی قبر پر ہوا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ ابورغال کی قبر ہے جو قوم ثمود کا ایک آدمی تھا یہ اللہ تعالیٰ کے حرم میں تھا تو حرم اس کے عذاب میں آڑ بن گیا جب یہ حرم سے نکلا تو اس پر بھی اس کی قوم جیسا عذاب آیا اور اس کو یہاں دفن کیا گیا اور اس کے ساتھ سونے کی ایک شاخ بھی دفن کی گئی تھی۔ تو لوگ سواریوں سے اتر گئے اور اپنی تلواروں سے جلدی سے وہ جگہ کھود کر وہ شاخ نکالی۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ قوم ثمود کے ہلاک ہونے کے بعد صالحؑ اور ان کے رفقاء نے مکہ جانے کا ارادہ کیا تھا اور اپنی اخیر عمر تک وہ سب لوگ مکہ میں قیام پذیر رہے (واللہ اعلم)

حضرت صالح کا مقبرہ اور نبی کریمؐ کی خصوصیت

اور صالحؑ کی قبر اطہر حجر اسود کے پاس ہے اور حضر کے بہت سے لوگوں (یعنی شہریوں) سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حوضِ کوثر کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں اور میری امت حوضِ کوثر کا پانی پئیں گے اور صالحؑ اور ان کی اونٹنی اٹھائے جائیں گے تو صالحؑ اس اونٹنی کا دودھ نکالیں گے اور وہ دودھ ہوڈ اور صالحؑ اور ان دونوں انبیاء پر ایمان لانیوالے لوگ پئیں گے۔ اور صالحؑ اپنی قبر اطہر سے اسی اونٹنی پر سوار ہوں گے تو معاذ بن جبلؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ اس دن آپؐ عضباء پر سوار ہوں گے؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ میں اس دن براق پر سوار ہوں گا اور دیگر انبیاء کے مقابلہ میں مجھے یہ خصوصیت دی گئی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کی طرف دیکھ ارشاد فرمایا یہ قیامت کے دن جنت کی ایک اونٹنی پر اٹھائے جائیں گے اور یہ اذان دے رہے ہوں گے تمام انبیاء ان کی اذان سنیں گے جب یہ **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ** کہیں گے تو تمام انبیاءؑ بلالؓ کی طرف دیکھ کر کہیں گے ہم بھی اس کی گواہی دیتے ہیں پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کا لباس پہنایا جائے گا اور انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے پہلے یہ لباس حضرت بلالؓ اور نیک مومنوں میں سے مؤذنین کو پہنایا جائے گا۔

حضرت صالح کی سیاحت

اور ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں جب صالحؑ اپنی قوم کے ایمان لانے سے نا

امید ہوگئے تو اس وجہ سے بہت غمگین ہوگئے اورعرض کیا اے میرے رب! مجھے زمین میں سیاحت کرنے کی اجازت دے دیں۔شاید میں کسی ایک اللہ کی عبادت کرنے والے کو پاؤں تو اس سے انس حاصل کروں۔اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی تو صالحؑ زمین کی سیاحت کے لئے روانہ ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے کسی آدمی کو تلاش کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ صالحؑ کا گزر ایک چھوٹے ٹیلے پر ہوا وہاں ایک آدمی کھڑا ہوکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کررہا تھا۔صالحؑ نے اس کو سلام کیا اور دریافت کیا کہ میں آپ کو تنہا دیکھ رہا ہوں یہ کیا ماجرا ہے؟ تو انہوں نے بتایا یہاں ایک بستی تھی جس کے باشندے زمین میں سب سے زیادہ خبیث تھے اور ان میں میرے سوا کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے صرف مجھے نجات دی اور میں یہاں شکریہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کررہا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف مجھے ان لوگوں میں سے نجات دی ہے۔تو صالحؑ نے اپنے رب کی حمد وثناء کی اور وہاں سے روانہ ہوگئے اور ایک سمندر کے جزیرہ پر پہنچ گئے جس میں ایک شخص کھڑا ہوکر تنہا نماز پڑھ رہا تھا تو صالحؑ نے اس کو سلام کرکے اس کا حال اور سارا قصہ دریافت کیا تو اس شخص نے بتایا کہ میں اپنی قوم کے ساتھ اس سمندر میں ایک کشتی پر سوار تھا، اس قوم سے زیادہ خبیث کوئی قوم نہ تھی اور ان لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا میرے سوا کوئی بھی نہ تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کردیا اور ان میں سے صرف مجھے نجات دی، تو میں اس کے شکریہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کررہا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر صالحؑ نے اپنے رب کی حمد وثناء کی اور وہاں سے روانہ ہوگئے اور ایک ایسے شہر میں جا پہنچے جہاں سب لوگ کافر تھے ان میں صرف دو آدمی مومن تھے جو کھجور کے پتے بیچتے تھے، یہ سارا دن یہی کام کرتے اور شام کو اپنی ضرورت کے مطابق پیسے رکھ کر باقی تمام کمائی صدقہ کردیتے تھے۔صالحؑ ان دونوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔جب شام ہوئی تو صالحؑ نے ایک زوردار چیخ سنی تو ان دونوں سے پوچھا یہ کیسی آواز ہے؟ ان دونوں نے بتایا کہ یہ ایک جانور کی آواز ہے جو ہر روز شام کو اسی وقت سمندر سے نکلتا ہے اور جس چیز پر گزرتا ہے اس کو برباد کردیتا ہے۔صالحؑ نے فرمایا اگر میں اس جانور کو قتل کردوں تو یہ شہر والے مجھے کیا دیں گے؟ تو وہ دونوں آدمی شہر والوں کے پاس گئے اور ان کو کہا کہ اگر کوئی شخص اس جانور کو قتل کردے تو تم لوگ اس کو کیا دو گے؟ سب لوگوں نے کہا ہم اس کو اپنا آدھا مال دیں گے۔انہوں نے صالحؑ کو یہ بات بتائی تو صالحؑ کھڑے ہوئے دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو جانور کے دو ٹکڑے ہوگئے تو لوگ خوش ہوگئے اور صالحؑ کے پاس اپنی آدھی دولت لے آئے۔تو صالحؑ نے وہ ساری دولت ان دو آدمیوں کو دے دی۔تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنی محنت سے جو کماتے ہیں وہ ہمیں کافی ہے، ہمیں اس مال کی بالکل ضرورت نہیں ہے تو صالحؑ نے مال لوگوں کو واپس کردیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہوئے اور کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے باقی رکھا یہاں تک کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے تین افراد کو دیکھ لیا۔تو

اللہ تعالٰی نے صالحؑ کو وحی کی کہ اے صالح! کیا آپ نہیں جانتے کہ میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کی وجہ سے دنیا قائم ہے، اگر میرے فرمانبردار لوگ نہ ہوتے تو میں اپنی نافرمانی کرنے والوں کی طرف ایک پلک جھپکنے کی دیر بھی نہ دیکھتا۔ اور قوم ثمود کے باقی ماندہ مومنین نے قوم ثمود کے واقعہ کے بارے میں بہت سے اشعار کہے ہیں اور اسی طرح عرب نے ان واقعات کو اپنے اشعار میں کیا ہے یہ سب اشعار تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں، اس لئے ہم ان کو نہیں لکھ رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

ابراہیم علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے : ابراہیم بن آزر بن تارخ بن ناخور بن ارغوا بن فالخ بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ اور بعض مورخین کے نزدیک نسب نامہ اس طرح ہے، ابراہیم بن آزر اور آزر ہی کا دوسرا نام تارح ہے۔ تارح بن شارخ بن ارغوا بن فالح بن کابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ اور آزر کوثیٰ کے باشندہ تھے اور کوثیٰ سوادِ کوفہ کی ایک بستی ہے۔

اس دور میں بابل کا بادشاہ نمرود بن کنعان بن کوش بن ارم بن سام بن نوحؑ تھا۔ اور بعض مورخین کے نزدیک یہ حام بن نوحؑ کی اولاد میں سے تھا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اور اکثر مورخین کا کہنا ہے کہ یہ پوری دنیا میں مشرق ومغرب کا بادشاہ تھا اور پوری دنیا پر صرف چار انسانوں نے حکومت کی ہے جن میں دو مومن اور دو کافر تھے۔ مومن تو سلیمان بن داود اور ذوالقرنین ہیں اور کافر نمرود اور بُخْتُ نَصَّر ہیں ۔

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ نمرود بابل عراق کے ایک حصہ کا مالک تھا۔ درحقیقت یہ لھِہراسف بادشاہ کی طرف سے بابل کا گورنر تھا۔ لہراسپ کا پایہ تخت بلخ میں تھا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی اس کے مطابق ہم یہ جانتے ہیں کہ نمرود نے رب ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور لوگوں کو اپنی عبادت پر ابھارا کرتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں کہ وہ ساری دنیا کا بادشاہ تھا یا نہیں؟ اور جب ابراہیمؑ کا زمانہ قریب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنی مخلوق پر حجت بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے ذریعہ سے نوحؑ کی شریعت کو منسوخ کیا کیونکہ نوحؑ کے بعد ابراہیمؑ تک کو صرف ہود اور صالح علیہما السلام ہی مبعوث ہوئے تھے اور یہ دونوں انبیاء نوحؑ کی شریعت پر تھے۔

جب ابراہیمؑ کی بعثت کا وقت قریب ہوا تو کاہن اور نجومی لوگ نمرود کے پاس آئے کیونکہ اس زمانہ میں علم نجوم اور کہانت کا دور دورہ تھا۔ یہ لوگ نمرود کو کہنے لگے اس سال تیرے شہر میں ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں زمین کے معبود ہلاک ہوں گے اور وہ تیرے دین کو بدل دے گا اور تیری اور تیری قوم کی ہلاکت اسی کے ہاتھوں ہوگی۔ تو نمرود کہنے لگا یہ آسان بات ہے ہم تمام مردوں کو ان کی عورتوں سے جدا کر دیتے ہیں ۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ ہماری حکومت میں کوئی لڑکا پیدا ہوا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو چھوڑ دی جائے گی ۔ اس طرح یہ سال گزر جائے گا۔ نجومیوں نے کہا آپ کی رائے خوب ہے۔ تو نمرود نے مردوں کو عورتوں سے جدا رہنے کا حکم دے دیا اور ہر دس آدمیوں پر ایک نگران مقرر کر دیا۔ جب کسی کی بیوی پاک ہوتی تو وہ نگران خاوند کو بیوی کے قریب جانے سے روکتا اور جب عورت کو حیض آتا تو نگران ، خاوند کو چھوڑ دیتا کیونکہ وہ لوگ حیض کی

حالت میں بیوی سے جماع نہیں کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ کو ظاہر کرنا چاہا تو آزر اور اس کی بیوی پر کوئی نگران ہی مقرر نہیں کیا گیا کیونکہ آزر نمرود کا خاص قابل بھروسہ آدمی تھا اور اسی طرح لوگ آزر ہی کے تیار کئے ہوئے بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ معاملہ اسی طرح چلتا رہا۔ ایک دن آزر گھر لوٹے تو دیکھا ان کی اہلیہ پاک ہو چکی ہیں تو ان کے قریب چلے گئے جس سے ابراہیمؑ وجود میں آئے اور بعض مورخین کے نزدیک آزر کی اپنی اہلیہ سے ملاپ کی صورت یہ بنی تھی کہ کاہنوں نے نمرود کو بتایا تھا کہ اس بچہ کی والدہ فلاں رات میں حاملہ ہوگی۔ تو نمرود نے لوگوں کو حکم دیا اس دن تمام لوگ اپنے اونٹوں کو لے کر شہر سے نکل گئے اور عورتوں کو شہر میں چھوڑ آئے۔ اور شہر کے دروازہ پر نمرود کے قابل بھروسہ آدمی تعینات کر دیئے گئے جو نہ کسی مرد کو اندر جانے دیتے تھے اور نہ ہی کسی عورت کو باہر نکلنے دیتے تھے۔ اور نمرود خود بھی شہر سے باہر نکل گیا جب شہر خالی ہو گیا تو عورتیں سیر و تفریح کے لئے گھروں سے نکل کھڑی ہوئیں اور ابراہیمؑ کی والدہ ماجدہ بھی انہی میں تھیں۔ تو خواتین کی ایک جماعت ابراہیمؑ کی والدہ کے ساتھ اس دروازے پر آنکلی جس پر ابراہیمؑ کے والد کی ڈیوٹی تھی جب ابراہیمؑ کی والدہ نے اپنے خاوند کو دیکھا تو وہیں ٹھہر گئیں وہاں ان کا ملاپ ہوا اور حمل ہو گیا اور بعض مورخین کا کہنا ہے کہ نہیں بلکہ خود نمرود نے دل میں یہ سوچا کہ اس کو اپنے گھر جا کر بیوی سے ملنا چاہیے تا کہ جو بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ میرا ہی بیٹا ہو تا کہ میری حکومت میری اولاد کے پاس ہی جائے غیروں کے پاس نہ چلی جائے۔ تو وہ آدمی رات کو اپنے محل کی طرف لوٹا اور اس کو آزر سے زیادہ کسی پر بھروسہ نہ تھا ان کو بھی ساتھ لے لیا۔ جب وہ اپنے محل میں داخل ہوا تو آزر کو حکم دیا کہ وہ اس کے آنے تک محل کے دروازہ پر رہیں تو وہ سیر کرتی ہوئی عورتیں نمرود کے محل کے دروازہ تک پہنچ گئیں ان میں ابراہیمؑ کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے اپنے خاوند کو دیکھا تو ان کے پاس ٹھہر گئیں اور ان کے ملاپ کی صورت میں حمل ہو گیا۔ اور نمرود صبح کے وقت واپس لوٹ آیا اور کاہنوں سے اس بچہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا گزشتہ رات اس کی والدہ کو حمل ہو گیا ہے۔ تو نمرود نے اسی وقت بچوں کے قتل کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی والدہ کے حمل کو مخفی رکھا ان کا حاملہ ہونا کسی کو معلوم نہ ہوتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر کو مکمل کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ اور نمرود نے حاملہ عورتوں کی نگرانی کرنے کا حکم دیا۔ نمرود کے حکم پر نومولود لڑکوں کو قتل کر دیا جاتا اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا جاتا اور ابراہیمؑ کی والدہ کو جب حمل ہوا تو ان کے خاوند مشقت میں پڑ گئے تا کہ ان پر تہمت نہ لگ جائے۔ تو ابراہیمؑ کی والدہ کہنے لگیں جب یہ بچہ پیدا ہو جائے گا اگر لڑکا ہوا تو ہم اس کو جا کر بادشاہ کے سامنے رکھ دیں گے تا کہ وہ جو چاہے اس کے ساتھ کرے کیونکہ بادشاہ کا حق اس کے احسانات کی وجہ سے ہم پر واجب ہے۔ اور جب بادشاہ ہمیں ایسا کرتے ہوئے دیکھے گا تو ہمارا مرتبہ اس کے نزدیک بڑھ جائے گا تو آزر کو اعتماد ہو گیا جب وہ مہینہ آیا جس میں ولادت ہونی تھی تو ابراہیمؑ کی والدہ نے اپنے خاوند کو کہا مجھے اس حمل کی وجہ سے اپنی جان کا اتنا خوف ہے کہ جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا، میں آپ کو اپنی رفاقت کا واسطہ

دے کر قسم دیتی ہوں کہ آپ بڑے معبود یعنی بت کے پاس جا کر میرے لئے سلامتی اور چھٹکارے کا سوال کریں اور آپ وہاں تب تک رہیں جب تک میرے حمل سے خلاصی کا علم نہ ہو جائے۔ تو آزر نے کہا میں آپ کے حق کی وجہ سے ایسا ہی کروں گا تو آزر اس بت کے پاس جا کر چالیس راتیں اعتکاف میں رہے تو ابراہیمؑ کی والدہ کا مطلوبہ معاملہ درست ہو گیا۔ ابراہیمؑ کی ولادت ہوگئی تو ابراہیمؑ کی والدہ نے زمین میں ایک تہہ خانہ بنانے کا حکم دیا اور اس میں بچہ کی ضروریات کا سارا سامان رکھ کر ابراہیمؑ کو چھپا دیا۔ پھر آزر کے پاس پیغام بھیجا اور اپنی خلاصی اور سلامتی کی خبر دی۔ تو آزر واپس آئے اور بچہ کا پوچھا تو ابراہیمؑ کی والدہ نے فرمایا لڑکا پیدا ہوا جو سخت بیمار تھا اور اسی وقت مر گیا۔ مجھے لوگوں کے مطلع ہونے سے حیا محسوس ہوئی تو میں نے اس کو خود دفن کر دیا ہے۔ تو خاوند نے ان کی بات پر یقین کر لیا اور اپنی اہلیہ کی سلامتی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جب آزر گھر نہ ہوتے تو ابراہیمؑ کی والدہ اس تہہ خانہ میں جا کر ابراہیمؑ کو دودھ پلاتیں اور دیکھ بھال کرتیں۔ معاملہ ایسے ہی چلتا رہا اور دو سال گزر گئے ابراہیمؑ کے دودھ چھڑوانے کا وقت آپہنچا تو والدہ نے دودھ چھڑوا دیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابراہیمؑ ایک دن میں ایک ہفتہ جتنے بڑھتے اور ایک ہفتہ میں مہینہ جتنے اور ایک ماہ میں ایک سال جتنا اور جب آپؑ کی والدہ کو آنے میں دیر ہو جاتی تو جب والدہ آتیں وہ اپنا انگوٹھا چوس رہے ہوتے تھے۔ جس میں سے ان کے لئے دودھ اور شہد نکلتا تھا۔ اسی وجہ سے آج تک بچے اپنا انگوٹھا چوستے ہیں اور کلبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیمؑ نے ایک دن اپنی والدہ سے جب وہ ان کے تہہ خانے میں آئیں تو پوچھا اے اماں جان میرا رب کون ہے؟ والدہ نے جواب دیا کہ میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کا رب کون ہے؟ والدہ نے کہا کہ آپ کے ابو۔ ابراہیمؑ نے پوچھا ان کا رب کون ہے؟ والدہ نے کہا نمرود بادشاہ۔ ابراہیمؑ نے پوچھا نمرود کا رب کون ہے؟ والدہ نے کہا خاموش ہو جا۔ ابراہیمؑ کو خاموش کرا کر ان کی والدہ اپنے خاوند کے پاس آئیں اور ان کو کہا آپ کو وہ لڑکا یاد ہے جس کے بارے میں ہم لوگ باتیں کرتے تھے کہ وہ زمین والوں کا دین تبدیل کر دے گا وہ ظاہر ہو چکا ہے۔ پھر ابراہیمؑ کا سارا واقعہ اور جو کچھ والدہ نے ان کے ساتھ اب تک کیا تھا وہ سب کچھ بتا دیا۔ تو ابراہیمؑ کے والد برا ارادہ لے کر کھڑے ہوئے لیکن جیسے ہی ابراہیمؑ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی محبت ان کے دل میں ڈال دی اور ان کی آنکھوں کا تارا بنا دیا۔ تو ان کا دل کسی ناگوار کام کرنے پر آمادہ ہی نہ ہوا۔ اور بعض مورخین نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ ابراہیمؑ جب تیرہ سال کے ہو گئے تو ایک دن تہہ خانہ سے اچانک باہر نکل آئے اور ابراہیمؑ کے والد گھر میں داخل ہوئے تو اس بچہ کو دیکھ کر اپنی بیوی کو کہا یہ کون لڑکا ہے جو ذبح ہونے سے بچ گیا ہے اس کا معاملہ کیسے پوشیدہ رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کو قتل نہیں کیا جا سکا۔ اور یہ کہہ کر ابراہیمؑ کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو آزر کی اہلیہ نے آزر کو کہا تھوڑی مہلت دیں۔ اور سارا واقعہ ان کو بیان کر دیا کہ یہ آپ کا بیٹا ہے تو آزر نے اہلیہ سے پوچھا بادشاہ سے خیانت کرنے اور ایسی مصیبت جس کا ہم سامنا نہیں کر سکتے اس کو دعوت دینے پر آپ کو کس چیز نے آمادہ کر دیا؟ تو

ابراہیمؑ کی والدہ نے جواب دیا آپ اس کی وجہ سے پریشان نہ ہوں میں آپ کو ضمانت دیتی ہوں کہ آپ کو اس مصیبت سے نکالوں گی۔ یہ کام میں نے اپنے لئے، آپ کے لئے، بادشاہ اور تمام لوگوں پر شفقت کی وجہ سے کیا ہے کیونکہ جب یہ بچہ پیدا ہوا تو میں نے اس کو چھپا کر نوجوان کیا اگر یہ لڑکا بادشاہ کا وہی دشمن ہے جس کا تذکرہ عام ہے تو ہم اس کو بادشاہ کے حوالے کر دیں گے بادشاہ اس کو قتل کر کے اپنے دشمن کے خلاف کامیاب ہو جائے گا۔ اور بادشاہ کے دل کی پریشانی ختم ہو جائے گی اور لوگ اپنے بچوں کے قتل عام سے بچ جائیں گے۔ اور اگر یہ بچہ بادشاہ کا مخالف نہ ہوا تو جب ہم اس کو بادشاہ کے حوالے کریں گے اور اس کو پتہ لگے گا کہ یہ وہ بچہ نہیں ہے جس کو وہ تلاش کر رہا ہے تو وہ آپ کے بچہ کو ناحق قتل نہیں کرے گا تو آزر نے کہا کہ میرا خیال یہی ہے کہ تمہاری رائے ٹھیک ہے لیکن ہمیں یہ کیسے معلوم ہوگا کہ یہ بادشاہ کا دشمن ہے یا نہیں؟

تو ابراہیمؑ کی والدہ کہنے لگیں ہم اس کو بٹھا کر اس کو بادشاہ کا دین پیش کریں گے اگر اس نے قبول کر لیا تو یہ ہمارے جیسا ہوگا اور اگر نافرمانی کی اور ہمارے دین میں داخل نہ ہوا تو ہم جان جائیں گے کہ یہ بادشاہ کا دشمن ہے۔ آزر اس بات پر راضی تو ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ابراہیمؑ کی رحمت و محبت ڈال دی تھی جب وہ یہ بات سوچتے کہ ابراہیمؑ قتل ہو جائیں گے تو ان کی حالت متغیر ہو جاتی۔ اور ابراہیمؑ کی والدہ دل میں کہنے لگیں کہ اگر واقعی یہی وہ بچہ ہے جس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ یہ نمرود کی بادشاہت چھین کر اس کے دین کو تبدیل کر دے تو کوئی اس کو قتل نہیں کر سکتا۔ اور آزر اپنی اہلیہ کو کہنے لگے کہ ہم اس بچہ کا امتحان ابھی نہیں لیتے بعد میں لے لیں گے کیونکہ یہ ابھی کم عمر ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ کم عمری کی وجہ سے ہمارے دین کو قبول نہ کرے۔ تو ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں جب اس کی عقل مکمل ہو جائے گی تو ہم اس کا امتحان لیں گے۔ یہ آزر نے اس وجہ سے کہا تھا کہ ان کے دل میں ابراہیمؑ کی محبت گھر کر گئی تھی اور ان کو یقین ہو چکا تھا کہ اگر ابراہیمؑ نے بادشاہ کے دین کی مخالفت ظاہر کی تو ان کو قتل کر دیا جائے گا۔

ابراہیمؑ کا اپنی قوم سے مناظرہ

کہا جاتا ہے کہ ابراہیمؑ نے سب سے پہلا مناظرہ اپنی والدہ سے کیا جب ان سے سوال کیا تھا میرا رب کون ہے؟ والدہ نے جواب دیا: میں ہوں۔ ابراہیمؑ نے پوچھا آپ کا رب کون ہے؟ والدہ نے جواب دیا آپ کے والد۔ ابراہیمؑ نے پوچھا میرے والد کا رب کون ہے؟ والدہ نے کہا بادشاہ۔ ابراہیمؑ نے پوچھا اور بادشاہ کا رب کون ہے؟ والدہ نے کہا خاموش ہو جا، وہ رب اعظم ہے اس کے اوپر کوئی نہیں ہے۔ ابراہیمؑ نے پوچھا میں زیادہ خوبصورت ہوں یا آپ؟ والدہ نے کہا: آپ۔ ابراہیمؑ نے پوچھا آپ زیادہ خوبصورت ہیں یا میرے والد؟ والدہ نے کہا: میں۔ ابراہیمؑ نے پوچھا: میرے والد زیادہ خوبصورت ہیں یا بادشاہ؟ والدہ نے کہا: آپ کے والد۔ اب

ابراہیمؑ نے کہا: اے اماں جان اگر بادشاہ میرے والد کا خالق ہوتا تو وہ ان کو اپنے سے زیادہ خوبصورت نہ بناتا اور اگر میرے والد آپ کے خالق ہوتے تو آپ کو اپنے سے زیادہ خوبصورت نہ بناتے اور نہ آپ مجھے اپنے سے زیادہ خوبصورت بناتیں۔ تو ابراہیمؑ کی والدہ اس بات کا جواب نہ دے سکیں۔ پھر ابراہیمؑ نے اپنے والد سے مناظرہ کیا جس کا تذکرہ ان آیات میں ہے:

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ[سورة الانعام:74]

(ترجمہ) اور جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو خدا مانتا ہے میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا o يٰاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا o يٰاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا o يٰاَبَتِ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّاo[مریم:42 تا45]

(ترجمہ) جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے ابا! اس کو کیوں پوجتا ہے جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ تیرے کچھ کام آتا ہے۔ اے ابا! میرے پاس کچھ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا پس میرے کہنے پر چلو میں تمہیں سیدھی راہ دکھاؤں گا۔ اے ابا! شیطان کی عبادت نہ کرو بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے ابا! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر رحمٰن کی طرف سے عذاب نہ آپڑے پھر تم شیطان کے ساتھی بن جاؤ۔

تو ابراہیمؑ کے والد بھی جواب نہ دے سکے تو ابراہیمؑ کو دھمکیاں دیتے ہوتے کہنے لگے:

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِيْ مَلِيًّا [مریم:46]

(ترجمہ) اس نے کہا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے اے ابراہیم! اگر تو باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کردوں گا اور تو مجھ سے ایک مدت تو دور ہو جا۔

اور بعض مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ ابراہیمؑ کے اپنے والد سے مناظرہ کا سبب یہ بات بنی کہ ان کے والد بت بنا کر ابراہیمؑ کو حکم دیتے کہ ان کو بازار لے جا کر بیچ آئیں تو ابراہیمؑ گھر کے دروازے تک بت اٹھا کر جاتے اور باہر جا کر بت کو پھینک دیتے اور اس کے گلے میں رسی ڈال کر اس کو گھسیٹتے ہوئے بازار لے جاتے پھر آواز لگاتے کون ایسی چیز کو خریدے گا جو نہ اس کو نفع دے اور نہ نقصان؟ تو کوئی بھی ابراہیمؑ سے بت نہ خریدتا اور جب اس بت کو لے کر واپس گھر جانے لگتے تو اس کو لے کر نہر پر جاتے اور بت کا سر پانی کی طرف جھکا کر اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے پانی پی لے تجھے پیاس لگی ہوئی ہے جب ابراہیمؑ کے والد کو یہ بات معلوم ہوئی تو ابراہیمؑ کو سخت ڈانٹ ڈپٹ کی تو ابراہیمؑ نے والد کو کہا:

يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا [مریم:42]

(ترجمہ) اے ابا! اس کو کیوں پوجتا ہے جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ تیرے کچھ کام آتا ہے۔

پھر اس کے بعد جب ابراہیمؑ کا راز اور بتوں پر آپؑ کے اعتراضات کھل کر سامنے آگئے تو ابراہیمؑ نے اپنی قوم سے مناظرہ کیا۔

ابراہیمؑ کی قوم نے ان سے پوچھا آپ کیا لائے ہیں؟ تو ابراہیمؑ نے ان کو فرمایا:

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ [الانبیاء:52]

(ترجمہ) یہ کیسی مورتیں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو۔

اسی طرح کہا:

مَا تَعْبُدُوْنَ o قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ o قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ o اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ o قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ o قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ o اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ o فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ o الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ o وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ o وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ o وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ o وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ [الشعرآء:70 تا 82]

(ترجمہ) تم کس کی عبادت کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں پھر انہی کے گرد رہا کرتے ہیں۔ فرمایا جب تم پکارتے ہو وہ تمہارا کچھ سنتے بھی ہیں۔ یا تمہارا کچھ بھلا یا برا بھی کرتے ہیں۔ کہنے لگے نہیں بس ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کیا تمہیں خبر ہے جنہیں تم پوجتے ہو۔ تم اور تمہارے پہلے باپ دادے۔ پس یہ سوائے رب العالمین کے میرے دشمن ہیں۔ جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری رہنمائی کرتا ہے۔ اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے۔ وہی ہے جو مجھے موت دے گا پھر زندہ کرے گا۔ اور وہی ہے جس سے مجھے امید ہے کہ وہ انصاف کے دن میری تقصیر معاف کر دے گا۔

اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ [صافات:86]

(ترجمہ) کیا اللہ کے سوا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو چاہتے ہو؟

پھر ایک رات سب لوگ ایک مجلس میں بیٹھے تھے تو ابراہیمؑ نے ان کو جو کچھ کہا وہ ان آیات میں مذکور ہے:

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ o فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ [الانعام:75,76]

(ترجمہ) اور اسی طرح سے ہم نے ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھائے اور تا کہ ان کو یقین آجائے۔ پھر جب ان پر رات نے اندھیرا کیا تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا (اور) بولے یہ میرا رب ہے پھر

جب وہ غائب ہوگیا تو کہا میں غائب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یہ ستارہ زہرہ تھا ابراہیمؑ نے سحر کے وقت اس کو آسمان پر دیکھا تھا تو ابراہیمؑ نے اس کو دیکھ کر اپنی قوم کو استفہام انکاری کے طور پر پوچھا، اس سوال کا معنی یہ تھا کہ کیا اس جیسی چیز رب ہوسکتی ہے؟ ابراہیمؑ نے یہ طریقہ اس لئے اپنایا تھا کہ ان کی قوم مختلف طریقوں پر تھی ان میں سے بعض لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے تو ابراہیمؑ نے اسی کے مطابق ان سے مناظرہ کیا جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور قوم کے بعض لوگ ستاروں کی پرستش کرتے تھے اور بعض چاند کی اور بعض لوگ سورج کی پوجا کرتے تھے۔ پھر ابراہیمؑ نے کچھ توقف کیا تو وہ زہرہ ستارہ چھپ گیا کیونکہ وہ ستارہ مغرب میں تھا وہ غروب ہوگیا جب وہ غروب ہوگیا تو ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو فرمایا:

لَآ أُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ [الانعام:76] (میں غائب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا)

پھر فجر کے وقت چاند طلوع ہوگیا کیونکہ یہ مہینہ کے آخری ایام تھے، ابراہیمؑ نے اس کو ستاروں سے زیادہ روشن دیکھا تو اس کے پجاریوں سے استفہام انکاری کے طور پر پوچھا کہ یہ میرا رب ہے؟ پھر تھوڑی دیر توقف کیا یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا اور چاند کی حالت تبدیل ہوگئی۔ اس کی روشنی ختم ہوگئی جب ابراہیمؑ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا:

لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ [الانعام:77]

(ترجمہ) اگر مجھے میرے رب نے ہدایت نہ دی تو میں بے شک گمراہ لوگوں میں رہوں گا۔

پھر جب سورج طلوع ہوا تو ان کو فرمایا:

هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ [الانعام:78] (یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے)

یعنی بڑا ہے اور اس کی روشنی چاند ستاروں سے زیادہ مکمل ہے اور پھر کچھ دیر انتظار کیا جب سورج بلند ہوا تو اس کی حالت تبدیل ہوگئی یہاں تک کہ وہ شام کو غروب ہوگیا تو ابراہیمؑ نے فرمایا اے میری قوم اللہ کے ساتھ تم بتوں، ستاروں، چاند اور سورج وغیرہ جن چیزوں کو شریک ٹھہراتے ہو میں ان تمام سے بیزار ہوں۔ ان میں سے کوئی چیز رب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ یہ خود کمزور ہیں ان کی اپنی حالت تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ کبھی طلوع ہوتے ہیں کبھی غروب تو لوگوں نے پوچھا آپ کس کی عبادت کرتے ہو؟ تو ابراہیمؑ نے جواب دیا:

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا [الانعام:79]

(ترجمہ) میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے۔

یعنی میں نے آسمانوں اور زمین کے خالق کا قصد کیا ہے اس حال میں کہ میں مسلمان یکسو ہوں۔

وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ [الانعام:79] (اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)

اور ابراہیمؑ کی قوم نے بھی ان سے مناظرہ کیا، ان لوگوں کے ابراہیمؑ کے ساتھ بہت سے مناظرہ ہوئے ان میں سے ایک مناظرہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعراء میں کیا جب ابراہیمؑ نے اپنے والد اور اپنی قوم سے پوچھا تھا:

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ o قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ [الشعرآء: 70,71]

(ترجمہ) جب انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں پھر انہیں کے گرد رہا کرتے ہیں۔

اور سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ o قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَ نَا لَهَا عٰبِدِیْنَ o قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ o قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ o قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ o وَ تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ [الانبیاء: 52 تا 57]

(ترجمہ) یہ کیسی مورتیں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو۔ کہنے لگے ہم نے اپنے باپ دادوں کو انہی کی پوجا کرتے ہوئے پایا ہے۔ فرمایا بے شک تم اور تمہارے باپ دادے صریح گمراہی میں ہو۔ کہنے لگے کیا آپؑ ہمارے پاس سچی بات لائے ہیں یا کھلاڑیاں کرتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور میں اسی بات کا قائل ہوں۔ اور اللہ کی قسم میں تمہارے بتوں کا علاج کروں گا جب تم پیٹھ پھیر کر جا چکے ہو گے۔

مؤرخین فرماتے ہیں ابراہیمؑ کی قوم کے لوگ ہر سال ایک دن عید منانے کے لئے شہر سے باہر جاتے تھے جب اس سال وہ لوگ جانے لگے تو ابراہیمؑ کو کہنے لگے آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں ابراہیمؑ نے فرمایا میں نے گزشتہ رات زہرہ ستارہ کو دیکھا ہے وہ لوگ ستاروں کے ذریعے سے بد فالی لیتے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ لوگ ستاروں کا علم رکھتے تھے تو ابراہیمؑ نے فرمایا میں نے ستاروں میں غور وخوض کیا ہے مجھے آج کے دن مرض لاحق ہوگا۔ اور محققین کا کہنا ہے کہ مطلب یہ تھا کہ میں عنقریب بیمار ہو جاؤں کیونکہ ابراہیمؑ جانتے تھے کہ جس شخص کی موت کا وقت آتا ہے وہ اپنی موت سے پہلے بیمار ضرور ہوتا ہے تو سب لوگ ابراہیمؑ کو چھوڑ کر چلے گئے کیونکہ وہ یہ سمجھے کہ ابراہیمؑ کو طاعون ہے اور وہ طاعون کے متعدی ہونے سے بھاگتے تھے۔ جب سب لوگ عید کے لئے چلے گئے کوئی پیچھے نہ رہا تو ابراہیمؑ اپنے والد آزر کے گھر لوٹ آئے اور اپنے والد کے کلہاڑوں میں سے ایک کلہاڑی لے کر بت خانہ کی طرف چل پڑے وہ لوگ بتوں کے لئے انواع واقسام کے کھانے اور مشروبات تیار کرتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ ہر بت سونے کے تخت پر رکھا ہوا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ سب سے بڑا بت تخت پر تھا اور باقی بت اس کے دائیں بائیں تھے کل چھیتر (۷۶) بت تھے تینتیس (۳۳) بت بڑے بت کے دائیں جانب اور تینتیس (۳۳) بت بائیں جانب تھے) اور یہ بت سونے، چاندی، پیتل، لوہے، تانبے اور لکڑی کے بڑے چھوٹے سائز میں مذکر و مؤنث کی شکلوں کے بنے ہوئے تھے۔ ان پر یاقوت و جواہر اور رنگ برنگے موتی جڑے ہوئے تھے۔ اور سب سے بڑے بت کی دونوں آنکھیں دو سرخ یاقوت کی تھیں اور اس کا سارا بدن

سونے کا تھا جس پر یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ تو ابراہیمؑ نے مذاق اڑاتے ہوئے فرمایا:

اَلَا تَاْكُلُوْنَ o مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ o فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًاۢ بِالْيَمِيْنِ [صافات: 91,92,93]

(ترجمہ) تم کھاتے کیوں نہیں ہو۔ تمہیں کیا ہوا بولتے کیوں نہیں ہو، پھر ان پر دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے جا گھسے، یعنی قوت کے ساتھ۔

جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ [الانبیاء: 58]

(ترجمہ) (یہاں تک کہ:) ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا مگر ان کے ایک بڑے بت کو شاید وہ ابراہیمؑ کی طرف رجوع کریں۔

کیونکہ ابراہیمؑ نے وہ کلہاڑا اس بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا اور اس کو چھوڑ کر باہر تشریف لے گئے۔ جب قوم اپنی عید سے فارغ ہوئی تو اپنے بت خانہ میں داخل ہوئے کیونکہ وہ جب سفر یا عید یا کسی کام سے لوٹتے تو پہلے بتوں کی زیارت کرتے تھے جب ان لوگوں نے اپنے بتوں کا یہ حشر دیکھا تو دلبرداشتہ ہو کر کہنے لگے:

مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ [الانبیاء: 59]

(ترجمہ) یہ کام ہمارے بتوں کے ساتھ کس نے کیا؟ وہ تو کوئی بے انصاف ہے۔

پھر کہنے لگے: یہ سب ابراہیمؑ نے ہی کیا ہوگا کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ وہ بتوں کے بارے میں ناخوشگوار باتیں کرتے ہیں اور ان پر اعتراضات کرتے ہیں۔ بات پھیلتے پھیلتے نمرود تک پہنچ گئی اور سب لوگ بھی نمرود کے پاس جمع ہوگئے تو نمرود نے پوچھا یہ سب کس نے کیا ہے؟ سب کہنے لگے، ابراہیمؑ نے نمرود کہنے لگا:

فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ [الانبیاء: 61].

(ترجمہ) اس کو لوگوں کے سامنے لے آؤ تاکہ وہ بھی دیکھیں۔

یعنی شاید ان کے خلاف کوئی شخص گواہی دیدے تاکہ ہم ان کو ظالمانہ طور پر نہ پکڑیں۔ اور بعض نے آیت کا معنی یہ کیا ہے کہ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ یعنی ہم جو ابراہیمؑ کو سزا دیں گے لوگ ان میں حاضر ہوں تو ابراہیمؑ کو لایا گیا اور لوگوں نے ابراہیمؑ سے پوچھا:

قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ o قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ [الانبیاء: 62,63].

(ترجمہ) کہنے لگے اے ابراہیم! کیا یہ ہمارے بتوں کے ساتھ تو نے کیا ہے؟ فرمایا بلکہ اس کو ان کے اس بڑے نے کیا ہے پس ان سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ دوسرا تو ریہ ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ آیت کے اگلے حصہ سے مشروط ہے:

فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ [الانبیاء: 63] (پس ان سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں)۔

یہاں تک کہ وہ بول پڑیں کہ یہ سب بڑے بت نے کیا ہے اور معلوم ہو جائے گا کہ وہ تو بول ہی نہیں سکتے یا

ہم یہ تاویل کریں گے کہ ابراہیمؑ نے یہ بات اپنی قوم کا مذاق اڑاتے ہوئے کی تھی کیونکہ ابراہیمؑ کو معلوم تھا کہ ان کی قوم بدیہی طور پر جانتی ہے کہ یہ بت جمادات ہیں نہ بول سکتے ہیں اور نہ عقل وشعور رکھتے ہیں۔اور اس کی مثال لوگوں کے اقوال میں سے یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے ساتھی کی کھجور کھا جائے اور وہ پوچھے کہ میری کھجور کس نے کھائی ہے تو وہ مذاق کرتے ہوئے کہتا ہے میری اس بلی نے کھائی ہے کیونکہ جواب دینے والا جانتا ہے کہ سائل کو یقین ہے کہ بلی کھجور نہیں کھاتی۔ بہر حال وہ لوگ دل میں سوچنے لگے کہ تم ہی ظالم ہو تو ناتجربہ کار جاہل لوگ اور بت خانے کے نگران کہنے لگے بڑے بت نے یہ سب کیوں کیا ہوگا؟ کہنے لگے اس لئے کہ بڑے بت کو اپنے ساتھ چھوٹے بتوں کی عبادت کرنا ناگوار لگا ہوگا۔تو اس نے ان کا ایسا حشر کردیا تو ناتجربہ کار لوگ کہنے لگے شاید ایسا ہی ہوا ہو جو ابراہیمؑ کہہ رہے ہیں تو عقلمند لوگ کہنے لگے آپ جانتے ہیں کہ یہ بت بول نہیں سکتے۔تو ابراہیمؑ نے فرمایا کہ تمہارے بت نہ بول سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ کسی چیز پر قادر ہیں۔

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ٥ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [الانبیاء:66,67]

(ترجمہ) فرمایا کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارا کچھ بھلا نہیں کرتا اور نہ برا کرتا ہے۔ بیزار ہوں میں تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو کیا تمہیں سمجھ نہیں ہے؟) کہ جو ایسا عاجز ہو وہ عبادت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ جب ابراہیمؑ نے ان کے سامنے اپنا دین ظاہر کیا اور اقرار کرلیا تو ان کو معلوم ہوگیا کہ ابراہیمؑ نے ہی یہ سب کیا ہے تو نمرود نے ابراہیمؑ سے پوچھا آپ میرے علاوہ کسی معبود کی عبادت کرتے ہو؟ ابراہیمؑ نے فرمایا جی بالکل۔نمرود نے پوچھا آپ کا معبود کون ہے جس کی آپ عبادت کرتے ہیں؟ ابراہیمؑ نے فرمایا جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے یعنی جو زندہ کرنے اور موت دینے پر قادر ہے۔نمرود کہنے لگا: میں بھی زندہ اور مردہ کرسکتا ہوں تو نمرود کے حکم پر جیل سے دو آدمی نکالے گئے جو قتل کے مستحق تھے نمرود نے ایک کو قتل کردیا اور کہنے لگا میں نے اس کو موت دے دی ہے اور دوسرے کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا میں نے اس کو زندگی دی ہے تو ابراہیمؑ نے اس کو فرمایا یہ زندہ کرنا نہیں ہے اگر تو زندہ کرنے اور موت دینے پر قادر ہے تو کسی شخص کو قتل کیے بغیر اس کی روح نکال پھر اس کے بعد اس میں روح داخل کر تو نمرود کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ پھر اس کو ابراہیمؑ نے فرمایا بے شک جس اللہ کی میں عبادت کرتا ہوں:

يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ [البقرة:258] (وہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے)۔

اور ہر روز اس کو مشرق سے طلوع کرتا ہے۔

فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ [البقرة:258] (تو اس کو مغرب سے لے آ)

تو کافر مبہوت ہوگیا اور اس کے جواب پر قادر نہ ہوسکا۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ نمرود نے یہ تو کہہ دیا کہ

میں زندہ کرتا ہوں اور میں موت دیتا ہوں لیکن اس نے یہ نہیں کہا کہ میں ہی مشرق سے سورج کو طلوع کرتا ہوں ہم اس کا جواب سورۃ البقرۃ کے معانی میں ذکر کر چکے ہیں اور روایت کیا گیا ہے کہ نمرود ابراہیمؑ کے اس قول کی وجہ سے یہ عاجز ہوکر خاموش ہوگیا تھا کہ انہوں نے فرمایا تو سورج کو مغرب سے نکال کر دکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری عزت وجلال کی قسم قیامت تب تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ میں سورج کو مغرب سے نہ نکال لوں۔ جب نمرود نے مردوں کو زندہ کرنے کا دعویٰ کیا تھا تو ابراہیمؑ نے اس وقت دعا کی:

رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی [البقرة:260].

(ترجمہ) اے رب مجھے دکھا دیجئے آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے۔

ابراہیمؑ نے ارادہ کیا کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت کا مشاہدہ کریں تا کہ ان کی بصیرت زیادہ ہوجائے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ [البقرة:260] (کیا تجھے یقین نہیں؟) مردوں کو زندہ کرنے پر۔

قَالَ بَلٰی وَ لٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ [البقرة:260].

(ترجمہ) عرض کیا کیوں نہیں لیکن (معائنہ سے) اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔

کیونکہ خبر معائنہ کی طرح نہیں ہوسکتی اور چیز کو آنکھوں سے دیکھنے میں جو لذت ہے وہ بغیر دیکھے جاننے میں کہاں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ [البقرة:260].

(ترجمہ) تم چار پرندے لو اوران کو اپنی طرف ہلا لو پھر ہر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک حصہ رکھ دو۔ یعنی ان کو کاٹ دو۔

کہا جاتا ہے کہ ابراہیمؑ نے ایک مرغ، ایک مور، ایک کوا اور ایک کبوتر لیا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ملا دیا اوران کے سر اپنے پاس رکھ لئے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو بلایا تو وہ بغیر سروں کے ابراہیمؑ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے تو ابراہیمؑ نے کوے کا سر مور کو دینا چاہا، اس نے گردن موڑ لی اس سر کو قبول نہ کیا تو ابراہیمؑ نے اس کو اسی کا سر عطاء کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ [البقرة:260] (اور جان لو کہ اللہ غالب ہے حکمت والا ہے)۔

تحقیق اللہ تعالیٰ نے اولین وآخرین کو جمع کرنے کے دن تمام مردوں کو زندہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے یہ اس دعویٰ کے برعکس ہے جو نمرود نے مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں کیا تھا۔ اس بحث ومباحثہ کے بعد نمرود کے حکم پر ابراہیمؑ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ ابراہیمؑ کئی سال قید میں رہے اس دوران ابراہیمؑ قیدیوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور عبادت کی دعوت دیتے رہے جس کی وجہ سے آپ کا معاملہ ظاہر ہوگیا اور کئی لوگ مسلمان ہوکر آپؑ

کے پیروکار ہو گئے۔ نمرود کو یہ خبر پہنچی تو ابراہیمؑ کے والد اور والدہ کو بلایا اور ان کو کہا ایسا کرنے پر آپ دونوں کو کس چیز نے مجبور کیا تھا آپ دونوں نے اس لڑکے کی بات مجھ سے چھپائی جس کا یہ انجام ہوا حالانکہ آپ دونوں میرے سب سے زیادہ قابل بھروسہ لوگ تھے تو ابراہیمؑ کے والدین نے جواب دیا ہم نے یہ کام آپ اور آپ کی مملکت کی بھلائی کے لئے کیا تھا۔ آپ چالیس سال سے اپنی رعایا کی اولاد کو قتل کر رہے تھے تو ہم نے ارادہ کیا کہ ہم اپنے بچہ کا تجربہ کریں اگر وہ آپ کا دشمن ہوا تو ہم اس کو آپ کے حوالے کر دیں گے تا کہ آپ اپنے یقینی دشمن کو قتل کریں جس سے ہم اور ساری رعایا راحت حاصل کر سکے اور اگر ہمارا بچہ آپ کا دشمن نہ ہوا تو بھی اس کا فیصلہ آپ کی رائے پر ہوتا اگر آپ چاہتے تو اس کو قتل کر دیتے اور اگر چاہتے تو چھوڑ دیتے۔ اب اس بچہ کا معاملہ ظاہر ہو چکا ہے آپ کو آپ کے دشمن کے بارے میں کھلا اختیار ہے آپ اس کو قتل کر دیں ہم گھر والوں سے زیادہ اچھا مددگار آپ کا کون ہو سکتا ہے کیونکہ آپ چالیس سال سے اپنے دشمن کی تلاش میں تھے اور روز بروز آپ کا غم و پریشانی بڑھ رہی تھی ہم نے آپ کا دشمن آپ کے سامنے ظاہر کر کے اس کو آپ کے اختیار میں دیا ہے تو نمرود کہنے لگا اگر آپ دونوں اس کو بچپن میں قتل کر دیتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ آزر نے کہا: اے بادشاہ سلامت! اگر ہم بچپن میں اس کو ذبح کر دیتے کیا آپ بچوں کو ذبح کرنا چھوڑ دیتے؟ کیا ہمارے اس کو بچپن میں قتل کرنے سے آپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہی آپ کا وہ دشمن ہے جس کو آپ تلاش کر رہے ہیں۔ نمرود کہنے لگا نہیں۔ تو سب لوگ کہنے لگے اے بادشاہ ہمارے علم میں آپ پر اور ہم لوگوں پر ان دونوں سے زیادہ بڑا احسان کسی کا نہیں ہے اس لئے کہ ان دونوں نے آپ کے اور ہمارے دل کو دشمن کے خوف سے فارغ کر دیا ہے اب بچوں کو ذبح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ تو نمرود نے ان دونوں میاں بیوی کی بات قبول کر کے ان کی تصدیق کی۔ وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں ابراہیمؑ کے معاملہ میں سات ہزار بچے قتل کئے گئے تھے (واللہ اعلم)

حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکنے کا واقعہ

پھر نمرود اور اس کی قوم ابراہیمؑ کو قتل کرنے پر متفق ہو گئی۔ نمرود نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ ہم کس قسم کا عذاب دے کر ابراہیمؑ کو ہلاک کریں۔ لوگ کہنے لگے:

حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ [الانبیاء:68].

(ترجمہ) اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو۔

اور کہا جاتا ہے کہ ابراہیمؑ کو جلانے کا مشورہ اکراد کے ایک شخص نے دیا تھا تو لوگوں نے ابراہیمؑ کو جلانے کے لئے حمام کے آتشدان یا بھٹی جیسی جگہ بنائی اور بعض مؤرخین کے مطابق پہاڑ کے دامن میں ایک گھر بنایا جس کی دیوار کی لمبائی ساٹھ گز تھی اور بادشاہ کی طرف سے عام اعلان ہو گیا کہ ابراہیمؑ کو جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کرو۔

کوئی مرد عورت چھوٹا یا بڑا اس کام سے پیچھے نہ رہے جو اس کام سے پیچھے رہے گا اس کو اسی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ لوگوں نے چالیس راتیں محنت کر کے لکڑیاں جمع کیں جب لکڑیاں بھٹی کی دیواروں کے برابر ہو گئیں تو بھٹی کے دروازے تانبے سے بند کر دیئے گئے اور لکڑیوں کو آگ لگا دی گئی، اس آگ کے شعلے آسمان کو چھونے لگے اور اس کے دھوئیں نے پورے شہر کو ڈھانپ لیا اور آسمان پر بادلوں کی طرح منڈلانے لگے۔ آگ کی تپش اتنی تیز تھی کہ کوئی اگر اس کے قریب بھی جاتا تو جل جاتا۔ کہا جاتا ہے کہ آگ کے بھڑکنے کی آواز تین دن کی مسافت تک سنی جاتی تھی لوگوں نے جب یہ منظر دیکھا تو بھٹی کے ایک جانب ایک عمارت بنا کر اس پر منجنیق لگائی اور یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ آگ کی تپش دیکھ کر لوگ خوف زدہ ہو گئے کہ ابراہیمؑ کو آگ میں کیسے ڈالیں گے؟ کیونکہ کوئی آگ کے قریب جانے پر قادر ہی نہیں تھا تو ابلیس نے ان کو تدبیر سکھائی اور ان کے لئے منجنیق تیار کی تاکہ وہ ابراہیمؑ کو آگ میں پھینک سکیں۔ جب فرشتوں نے یہ منظر دیکھا تو رونے لگے اور ان کے ساتھ ساتھ آسمان وزمین، پہاڑ، سورج و چاند سب رونے لگے اور فرشتے بارگاہ ایزدی میں عرض گزار ہوئے اے ہمارے رب! روئے زمین پر آپ کی عبادت کرنے والا صرف ایک ہی بندہ ہے اور وہ آپ کے دین کی وجہ سے آگ میں جلایا جا رہا ہے۔ آپ ہمیں اجازت دیں ہم ان کی مدد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اگر میرا خلیل تم میں سے کسی ایک سے مدد مانگے تو تم اس کی مدد کرو ورنہ میں خود اس کی مدد کروں گا اور میں مدد کرنے کے لئے کافی ہوں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جبرائیلؑ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا میں اس دن عرش کے نیچے تھا تو میں نے عرض کیا اے میرے رب! کیا میں آپ کے بندے اور خلیل کو نہ بچاؤں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ آپ سے فریاد کریں تو آپ ان کی فریاد رسی کرو۔ تو جب ابراہیمؑ کو منجنیق سے پھینکا گیا میں نے اپنے دونوں پَر مارے اور ان کو آگ تک پہنچنے سے پہلے ہوا میں پا لیا۔ اور عرض کیا اے ابراہیم! آپ پر سلامتی ہو، میں جبرائیلؑ ہوں۔ کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ ابراہیمؑ نے فرمایا آپ سے کوئی حاجت نہیں ہے اور روایت کیا گیا ہے: جبرائیلؑ نے ابراہیمؑ کو کہا آپ اپنے رب سے سوال کریں تو ابراہیمؑ نے جواب دیا میرے سوال کی جگہ میرے رب کو میرے حال کا علم ہے اتنا ہی مجھے کافی ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ ”اے میرے معبود آپ آسمانوں میں اکیلے ہیں اور میں زمین میں اکیلا ہوں۔ اے احد اے صمد! میرے علاوہ آپ کی عبادت کوئی نہیں کرتا میں صرف آپ ہی سے فریاد کرتا ہوں اور صرف آپ ہی سے مدد مانگتا ہوں اور صرف آپ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں وہ عرشِ عظیم کا رب ہے۔ جب ابراہیمؑ نے یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ آگ نے عرض کیا اے میرے رب! آپ نے مجھے انسانوں کے تابع

کر دیا ہے حتیٰ کہ وہ مجھ سے آپ کے نبی کو جلانا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو فرمایا:

كُونِي بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ [الانبیاء:69].

(ترجمہ) اے آگ ابراہیم کے حق میں ٹھنڈک اور آرام ہو جا۔

اگر اللہ تعالیٰ سلامتی کا لفظ نہ کہتے تو ابراہیمؑ ٹھنڈ سے جاں بحق ہو جاتے۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سایہ اور اولوں کے فرشتہ کو بھیجا انہوں نے وہاں سایہ اور ٹھنڈ کا خزانہ کھول دیا اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ابراہیمؑ کے جسم اور کپڑوں کسی چیز پر مسلط نہیں کیا تھا صرف ان کے ہاتھوں کی بیڑیاں جل گئی تھیں اور روایت کیا گیا ہے کہ جب ابراہیمؑ آگ میں گئے تو اسرافیلؑ پہلے سے پہنچ کر آپؑ کے لئے بستر بچھائے ہوئے تھے۔ اور جبرائیلؑ بھی آ کر ان کے ساتھ بیٹھ گئے تا کہ ابراہیمؑ اکیلا پن محسوس نہ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے گرد ایک سرسبز باغ اگا دیا اور جنت کا بستر لگا دیا گیا اور ابراہیمؑ اور آگ کے درمیان برف کی دیوار کھڑی کردی گئی اور جبرائیلؑ نے ابراہیمؑ کو جنت کی ایک قمیص پہنا دی۔ جبرائیلؑ ابراہیمؑ کے دائیں جانب اور اسرافیلؑ بائیں جانب تھے اور صبح وشام ابراہیمؑ کو جنت سے رزق دیا جاتا تھا۔ ابراہیمؑ آگ میں سات دن رہے اور بعض کے نزدیک تین دن رہے۔ پھر ابراہیمؑ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ابراہیمؑ تشریف فرما ہیں اور آپؑ کے ارد گرد سرسبز باغ ہے اور وہ خواب میں کہہ رہی ہیں کہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کی دلیل کو کیسے کامیاب کیا ہے؟ جب وہ بیدار ہوئیں تو اپنے خاوند کو ساری بات بتائی اور روایت کیا گیا ہے کہ نمرود نے اپنے خواب میں دیکھا تھا کہ ابراہیمؑ آگ سے باہر تشریف لا رہے ہیں اور آپؑ سبز قمیص میں ہیں اور نمرود آپ کے سامنے سجدے میں گرا ہوا ہے۔ جب صبح ہوئی تو نمرود نے حکم دیا کہ ابراہیمؑ کے والدین کو میرے پاس لاؤ۔ میں ابراہیمؑ کی ہڈیاں آگ سے نکالوں گا اس کو اس میں شک نہیں تھا کہ آگ نے ان کو جلا دیا ہوگا پھر نمرود نے دوبارہ خواب دیکھا تو کہا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ابراہیمؑ کیسے ہیں؟

ایک ستون بنایا جائے میں آگ میں جھانک کر دیکھوں گا تو نمرود کے حکم پر ستون بنایا گیا نمرود نے اس پر چڑھ کر آگ میں جھانکا تو ابراہیمؑ کو دیکھا کہ وہ تشریف فرما ہیں اور آپؑ کے ساتھ ایک فرشتہ ہے تو نمرود نے آواز لگائی اے ابراہیمؑ! تیرا معبود کتنی بڑی قدرت والا ہے کہ تجھے آگ نے نقصان ہی نہیں پہنچایا۔ کیا آپ باہر نکل سکتے ہیں؟ ابراہیمؑ نے فرمایا: ہاں نمرود نے پوچھا کیا آپ کو آگ سے ڈر نہیں لگ رہا؟ ابراہیمؑ نے فرمایا نہیں تو ابراہیمؑ یہ کہہ کر کھڑے ہو گئے اور جبرائیلؑ آپ سے آگے چلنے لگے تو نمرود نے پوچھا آپ کے ساتھ آگ میں جو آدمی ہے وہ کون ہے؟ ابراہیمؑ نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرا اکیلا پن دور کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ نمرود کہنے لگا اے ابراہیم! میں نے آپ کے معبود کی جو قدرت وعزت دیکھی ہے میں اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے چار ہزار گائیں ذبح کروں گا۔ ابراہیمؑ نے فرمایا وہ تجھ سے تب تک قبول نہیں کریں گے

جب تک تو اپنے دین سے جدا نہ ہو جائے۔ نمرود نے کہا میں اپنا دین نہ چھوڑوں گا لیکن اس معبود کے لئے جانور ذبح کروں گا تو نمرود نے جانور ذبح کیے اور ابراہیمؑ کو تکلیف دینے سے باز آ گیا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابراہیمؑ جب آگ سے باہر تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر نمرود نے ابراہیمؑ کو کہا: آپ مجھ سے نہیں رکیں گے لیکن میں آپ سے رک گیا ہوں۔ آپ باہر نکل آئیں تا کہ میں آپ کو اور آپ کے معبود کے ساتھ لڑائی کروں تو ابراہیمؑ نے اس سے ایک دن کا وعدہ کر لیا جس دن ابراہیمؑ اور نمرود آمنے سامنے ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اپنے لشکروں میں سے کسی لشکر سے ان کی مدد کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم آپ میرا کونسا لشکر چاہتے ہیں؟ تو ابراہیمؑ نے خوب غور و فکر کیا لیکن ابراہیمؑ کے دل میں مچھر سے چھوٹی کسی اور چیز کا خیال نہیں آیا تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ مچھر کے ذریعے سے ابراہیمؑ کی مدد کریں۔ راوی کہتے ہیں طے شدہ دن میں نمرود لشکر کے ساتھ میدان میں آیا اور ابراہیمؑ بھی تنہا میدان میں آ گئے تو نمرود کہنے لگا اے ابراہیم! آپ کا لشکر کہاں ہے؟ ابراہیمؑ نے فرمایا عنقریب آ جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے نمرود کے لشکر پر مچھر بھیجے جو پہلے ان کے ہتھیاروں اور سواری کے جانوروں کو کھا گئے پھر لشکریوں کو بھی کھا گئے صرف نمرود اور اسکے چند خواص بچ گئے تو نمرود خوفزدہ ہو کر اپنے محل کی طرف بھاگا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مچھر بھیجا کہا جاتا ہے کہ اس مچھر کا ایک پَر اور آدھی ٹانگ نہیں تھی اس نے نمرود کے ہونٹوں پر ڈنگ مارا نمرود نے ہاتھ سے بھگانے کی کوشش کی تو وہ اس کے نتھنے میں داخل ہو کر اس کے دماغ تک پہنچ گیا اور چالیس دن تک اس کو اندر سے کھاتا رہا اور بعض نے کہا چار ماہ تک اور بعض نے چار سال اور بعض نے سات سال کہا ہے۔ اس مچھر کی وجہ سے نمرود کو سکون نہ ہوتا اس وجہ سے اس کے سر پر ہتھوڑے مارے جاتے تو کچھ سکون محسوس ہوتا۔ ایک دن ہتھوڑا مارنے والے نے زور سے ہتھوڑا مارا تو اس کا سَر پھٹ گیا اور وہ مردہ حالت میں نیچے گرا اور مچھر اس کے سر سے نکل گیا۔ اس دوران مچھر پَل کر بڑی ٹڈی جتنا ہو گیا تھا (واللہ اعلم)

اور روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو فرمایا اگر آپ کا یہی خیال ہے کہ مچھر تمام حشرات میں سب سے چھوٹا ہے تو میں نمرود اور اس کے لشکر پر اتنے چھوٹے مچھر بھیجوں گا کہ ستر مچھر ایک مچھر کے برابر ہوں گے یہی نمرود اور اس کے لشکر کو ہلاک کر دیں گے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ جب نمرود نے ابراہیمؑ سے لڑائی کا دن مقرر کیا تو اس کے لئے ایک بڑا محل تیار کیا گیا جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں کیا ہے:

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ [النحل:26].

(ترجمہ) ان سے پہلے کے لوگ بھی دغا بازی کر چکے ہیں پھر اللہ کے عذاب نے ان کی عمارتوں کو جڑوں سے ڈھا دیا پھر ان پر اوپر سے چھت گر پڑی اور ان پر عذاب آیا جہاں سے انہیں خبر بھی نہ تھی۔

کہا جاتا ہے کہ اس محل کی آسمان کی طرف بلندی سات ہزار گز تھی اور بعض نے کہا ہے دو فرسخ (سولہ کلومیٹر) تھی تو نمرود اس پر چڑھا اور آسمان کی طرف تیر پھینکنے لگا اس کا خیال تھا کہ وہ ابراہیمؑ کے معبود کو قتل کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی آزمائش کے لئے اس کے تیروں کو خون میں لت پت واپس بھیجتے اور نمرود وہ تیر زمین والوں کی طرف پھینک کر کہتا میں نے آسمان کے بادشاہ اور اس کے لشکر کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو بھیجا انہوں نے محل کے نیچے ٹھہر کر ایک چیخ ماری تو محل کا بالائی حصہ نچلے حصے پر گر گیا اور نمرود محل سے ایک کوڑا خانہ پر گرا اس کا چہرہ، ہونٹ اور نتھنے پاخانہ و گندگی میں لت پت ہو گئے۔

اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ نمرود گِدھوں کا شوق رکھتا تھا اس کے حکم پر ایک تابوت بنایا گیا نمرود اس تابوت میں اپنی باندی کے ساتھ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے غلام کے ساتھ بیٹھ گیا اس کے پاس تیر کمان تھا۔ اس نے پہلے سے چار بڑے گدھ پال رکھے تھے، ان کو تابوت کی ایک جانب باندھ دیا اور ان کے اوپر گوشت لٹکا دیا تو گدھ گوشت کے لئے اٹھے تو گوشت بھی بلند ہو گیا اور ساتھ ہی تابوت بھی تو وہ گدھ نمرود کو فضاء میں اتنا اوپر لے گئے کہ اس کے گمان کے مطابق وہ آسمان کے قریب ہو گیا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو حکم دیا نمرود کی آزمائش کے لئے وہ فرشتہ اس کا تابوت ہوا میں اٹھا گیا جب یہ کافی بلند ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا اور بعض کے نزدیک جبرائیلؑ کو بھیجا تو جبرائیلؑ نے پوچھا تیرا ناس ہو تو کہاں جا رہا ہے؟ نمرود کہنے لگا آسمان پر۔ جبرائیلؑ نے پوچھا وہاں کیا کرے گا؟ نمرود کہنے لگا آسمان کے بادشاہ سے جنگ کروں گا تا کہ اس کی بادشاہت ختم کر دوں تو جبرائیلؑ نے اس کو کہا: تیرے اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور اتنی ہی آسمان کی چوڑائی ہے اس طرح سات آسمان ہیں اور ان کے درمیان کا فاصلہ ہے تو وہاں تک کیسے پہنچے گا؟ لیکن نمرود باز نہیں آیا اور اپنی باندی کو کہا تو جھانک کر زمین کی طرف دیکھ۔ اس نے جھانکا تو کہنے لگی مجھے تو نیچے صرف ایک سفید ٹکڑا نظر آ رہا ہے اور پہاڑ مجھے چھوٹے سکوں کی طرح نظر آ رہے ہیں پھر اور بلند ہو گیا اور باندی کو کہا اب دیکھ اس نے کہا اب مجھے پانی کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تو نمرود نے کہا آسمان کو دیکھ اس نے کہا اب بھی ویسے ہیں جیسے پہلے تھے تو نمرود نے آسمان کی جانب ایک تیر پھینکا وہ اس کے پاس خون میں لت پت لوٹا تو نمرود کہنے لگا میں نے آسمان کے بادشاہ کو قتل کر دیا (نعوذ باللہ) تو جبرائیلؑ نے ایک زوردار چیخ ماری جس سے پہاڑ پھٹنے کے قریب ہو گئے اور تابوت گدھوں کے ساتھ نیچے اترنے لگا۔ جب پہاڑوں نے یہ آواز سنی تو وہ سمجھے کہ زمین کی ہلاکت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا امر آ گیا ہے تو وہ اپنی جگہ سے ہٹنے لگے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جما دیا۔ یہی مطلب ہے باری تعالیٰ کے اس فرمان کا:

وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ [ابراهیم:46] (اور ان کا داؤ ایسا نہیں کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں)۔

اور تابوت سمندر میں جا گرا تو سمندر نے اس کو باہر پھینک دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی جس نے نمرود کو اٹھا

کر اس کے گھر پہنچا دیا جب نمرود تابوت سے نکلا تو غسل کیا اور شیشہ منگوا کر شیشہ دیکھ ہی رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹا مچھر بھیجا جو اس کی ناک میں داخل ہو کر اس کے دماغ تک پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس مچھر کے ذریعے سے نمرود کو عذاب دے کر ہلاک کیا جس کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔

اور وہبؒ سے روایت ہے کہ جب نمرود ہوا سے نیچے گرا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ہوا کو مسلط کر دیا۔ ہوا نے اس کے عضو کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کو زمین میں بکھیر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے ٹکڑوں کو جمع کر کے زندہ کر دیا۔ جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ وہ روز قیامت تک زمین میں دھنستا ہی جائے گا۔ نمرود دو سو ستر سال تک زندہ رہا (واللہ اعلم)

ابراہیمؑ کے آگ سے نکلنے کے بعد کے واقعات اور آپؑ کی ہجرت

اکثر راوی اس بات پر متفق ہیں کہ ابراہیمؑ نے نمرود کی زندگی میں ہجرت کی تھی۔ ابراہیمؑ اس کے خوف سے شہر چھوڑ گئے تھے۔ آپؑ نے اپنے چچا کی بیٹی سارہ بنت بوہر بن ناخور سے شادی کی تھی اور آپؑ کے بھائی کے بیٹے لوطؑ بن ھاران بن آزر آپ پر ایمان لائے تھے۔ ابراہیمؑ نے اپنے والد کو اپنے دین کی دعوت دی تو وہ ایمان نہیں لائے اور ابراہیمؑ کو سنگسار کرنے کی دھمکیاں دیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ذکر کیا ہے:

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِیْ مَلِیًّا [مریم:46].

(ترجمہ) اگر تو باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کر دوں گا اور تو مجھ سے ایک مدت تک دور ہو جا۔

ابراہیمؑ نے والد کو الوداعی سلام کیا:

قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا [مریم:47]

(ترجمہ) ابراہیمؑ نے فرمایا تو سلامت رہے میں اپنے رب سے تیرا گناہ بخشواؤں گا بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے۔

جب تک مجھے اس سے روک نہ دیا جائے۔

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ [مریم:48]

(ترجمہ) اور میں تمہیں اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو چھوڑتا ہوں اور میں اپنے رب کی عبادت کروں گا۔

تو ابراہیمؑ اپنی قوم سے چھپ کر سارہؑ اور لوطؑ کو لے کر وہاں سے چل پڑے اور کہا جاتا ہے کہ ابراہیمؑ کے ساتھ ان کے بھائی اور لوطؑ کے والد ہاران بھی تھے یہ کل چار افراد تھے اور کہا جاتا ہے کہ ابراہیمؑ اس وقت اڑتیس (۳۸) برس کے تھے اور ان کی اہلیہ سارہ سینتیس (۳۷) برس کی تھیں۔

اور کہا گیا ہے کہ ابراہیمؑ ہجرت کے وقت اسی برس اور سارہؑ اناسی (۷۹) سال کی تھیں۔ (واللہ اعلم) جب

وہاں سے روانہ ہوئے تو ابراہیم کا گزر چونگی والوں پر ہوا ابراہیمؑ حضرت سارہؓ کو ایک صندوق میں چھپا کر ایک سواری پر لے جارہے تھے تو چونگی والوں نے پوچھا آپ کے صندوق میں کیا ہے تاکہ اس میں سے اپنا حق لیں۔ ابراہیمؑ نے فرمایا جو چاہے لے لو۔ انہوں نے پوچھا اس صندوق میں دراہم ہیں؟ ابراہیمؑ نے فرمایا تم دراہم کا حق لے لو۔ ان لوگوں نے پوچھا اس صندوق میں دنانیر ہیں؟ تو ابراہیمؑ نے فرمایا تم دنانیر کا حق لے لو۔ وہ لوگ کہنے لگے ہم صندوق کی تلاشی لیں گے ابراہیمؑ نے ان کو روکا تو وہ ابراہیمؑ پر غالب آگئے اور صندوق کھول کر دیکھا تو اس میں ایک خاتون تھیں، ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ وہ حضرت سارہؓ کو بادشاہ کے پاس لے جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی زبانوں میں اختلاف ڈال دیا تو اسی وقت سے زبانیں مخلوط ہوگئیں۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کی زبانوں کے اختلاف کا سبب یہ تھا کہ نمرود کو جب بتایا گیا کہ ابراہیمؑ چلے گئے ہیں تو اس نے تمام راستوں پر پہرہ دار لگا دیئے تاکہ جب ابراہیمؑ ان پر گزریں تو وہ ابراہیمؑ کو پکڑ کر لے آئیں۔ جب ابراہیمؑ کا ان کی جماعت پر گزر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی زبانوں کے درمیان اختلاف پیدا کر دیا وہ ابراہیمؑ کی خبر دینے پر قادر نہ ہوسکے۔ اسی وجہ سے اس شہر کا نام بابل پڑ گیا کیونکہ اس کی وجہ سے مختلف زبانیں مخلوط ہوئیں۔

اور ابراہیمؑ کا مختصر قافلہ حران داخل ہوا پھر مصر کی جانب روانہ ہوگئے وہاں ایک متکبر ضدی فرعون حاکم تھا جس کا نام صادوف تھا اور سارہؓ جہان کی عورتوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھیں۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن کو دس حصوں میں تقسیم کیا تین حصے حواؑ کو اور تین حضرت سارہؓ کو اور تین حضرت یوسفؑ کو دیئے اور ایک حصہ تمام لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت سارہؓ ابراہیمؑ کی کبھی کسی بات میں نافرمانی نہیں کرتی تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ اعزاز عطاء فرمایا تھا اور بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہؓ کو حورعین کی صورت عطاء فرمائی تھی۔ لیکن حورعین کی طرح حضرت سارہؓ حیض سے پاک نہ تھیں اور نہ ہی حورعین کی طرح جسم کے خدوخال اندر تک نظر آتے تھے۔ اس بادشاہ کو جب حضرت سارہؓ کی خبر دی گئی تو اس نے ابراہیمؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے ساتھ یہ عورت کون ہے؟ ابراہیمؑ نے فرمایا میری بہن ہے، ابراہیمؑ کو خوف ہوا کہ اگر وہ یہ کہتے کہ یہ میری بیوی ہے تو بادشاہ کہے گا اس کو چھوڑ دو۔ یہ تیسرا توریہ تھا جو ابراہیمؑ نے اختیار کیا۔ اور کہا گیا ہے کہ حضرت سارہؓ کو بہن کہنے سے مراد یہ تھا کہ یہ اسلام اور قرابت کے اعتبار سے میری بہن ہے کیونکہ وہ ابراہیمؑ کے چچا کی بیٹی تھیں تو بادشاہ نے کہا ان کا میرے ساتھ نکاح کردو۔ تو ابراہیمؑ نے فرمایا یہ اپنی ذات کی زیادہ حق دار ہیں تو بادشاہ نے کہا ان کو میرے پاس بھیج دو تو ابراہیمؑ نے حضرت سارہؓ کو بادشاہ کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا ڈرنا مت کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے بچائیں گے اور ابراہیمؑ لوگوں میں سب سے زیادہ غیرت مند تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہؓ کے درمیان پردے اٹھا دیئے وہ جہاں بھی ہوتیں ابراہیمؑ ان کو دیکھ سکتے تھے جب بادشاہ نے ان کے قریب آنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دونوں آنکھیں اندھی

کردیں اور اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں شل کر دیئے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گھر کو زلزلہ سے ہلا کر رکھ دیا تو وہ دوسرے گھر میں چلا گیا وہاں بھی ایسا ہی ہوا تو وہ سمجھا کہ یہ زلزلہ زمین پر واقع ہوا ہے اس لئے وہ اپنے باغ میں چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اندھا کر کے اس کے دونوں ہاتھ شل کر دیئے۔ جب اس نے یہ سب دیکھا تو جان گیا کہ یہ اس عورت کی وجہ سے ہے تو حضرت سارہؑ نے اس کو کہا کیا تو جانتا ہے کہ یہ مصیبت تجھ پر کہاں سے آئی ہے؟ وہ کہنے لگا: نہیں حضرت سارہؑ نے کہا کہ ابراہیمؑ کا معبود تیرے ساتھ یہ سب کچھ کر رہا ہے کیونکہ تو نے مجھے ابراہیمؑ سے مانگا تھا وہ بادشاہ کہنے لگا اب اس کا حیلہ کیا ہے؟ حضرت سارہؑ نے کہا کہ تو مجھے واپس حضرت ابراہیمؑ تک پہنچا دے اور کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے حضرت سارہؑ کو کہا تھا کہ اپنے رب سے سوال کریں کہ وہ مجھے چھوڑ دیں آپ میرے مال میں سے جو چاہیں لے لیں تو حضرت سارہؑ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تکلیف دور کر دی اور بادشاہ نے حضرت سارہؑ کو حضرت ابراہیمؑ کے پاس واپس بھیج دیا اور یہ بھی نقل کیا گیا ہیکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو وحی کی تھی کہ میں اس کو ایک ہی صورت میں عافیت دوں گا کہ یہ اس شہر سے نکل کر دوسرے شہر میں چلا جائے اس شہر میں اس کا جو مال اور خزانہ ہے وہ تمام آپ کو دیدے۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو عافیت عطاء کر دی۔ جب بادشاہ شہر سے جانے لگا تو ابراہیمؑ نے اس کا سارا مال واپس کر دیا تو بادشاہ نے ابراہیمؑ کو کہا میں نے آپ سے زیادہ سخی کوئی نہیں دیکھا اور حضرت سارہؑ کو ایک باندی دی جس کا نام ہاجر تھا اور کہا گیا ہے کہ بادشاہ نے اس باندی کو کہا تو اس تکلیف سے ہجرت کر جو میں نے تجھے دی ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام ہاجر پڑ گیا۔ یہ قبطی باندی تھیں اور یہی حضرت اسماعیلؑ کی والدہ بنیں۔ اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو ارشاد فرمایا تھا جب تم مصر میں فاتح بن کر گھسو گے تو اس کے باشندوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو کیونکہ ان کے لئے ذمہ اور رحمت ہے۔ پھر ابراہیمؑ کا مختصر قافلہ جب مصر سے روانہ ہونے لگا تو اس بادشاہ نے حضرت سارہؑ کو ایک ہزار بکریاں، سو گائیں، پچاس اونٹ اور پچاس گدھے اور ان کے چرواہے تحفہ میں دیئے۔ اور ابراہیمؑ شام کی طرف روانہ ہو گئے اور فلسطین میں پڑاؤ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو وحی کی کہ آپ فلسطین کے پہاڑ پر چڑھ جائیں جہاں تک آپ کی نگاہ پڑے گی میں وہ علاقہ آپ کو دے دوں گا۔ ابراہیمؑ نے شہر میں ایک کنویں کے پاس پڑاؤ کیا اور وہاں ایک مسجد بنائی۔ ابراہیمؑ کے مویشی بہت زیادہ ہو گئے وہ پانی پینے آتے تو پانی زمین پر جاری رہتا پھر اس علاقے کے لوگوں نے ابراہیمؑ کو تکلیف دی تو ابراہیمؑ وہاں سے روانہ ہو گئے اور رملہ اور ایلیا کے درمیان قیام کیا جب ابراہیمؑ وہاں سے ہجرت کر گئے تو کنویں کا پانی خشک ہو گیا تو وہ لوگ اپنے کرتوتوں پر شرمندہ ہوئے تو لوگ ابراہیمؑ کی تلاش میں نکل پڑے اور ابراہیمؑ سے مطالبہ کیا کہ وہ واپس تشریف لے چلیں تو ابراہیمؑ نے فرمایا: میں ایسے شہر کی طرف نہیں لوٹوں گا جس سے نکل چکا ہوں تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ کنویں کا پانی خشک ہو چکا ہے تو ابراہیمؑ نے اپنی بکری کے

سات بچے ان کو دے دیئے اور فرمایا ان کو اس کنویں کے پانی پر لے جاؤ تمہارا پانی پہلی حالت پر واپس آجائے گا۔ تم اس کنویں کا پانی پینا اور کوئی حائضہ عورت اس کنویں سے چلو نہ بھرے۔ تو وہ لوگ ان بچوں کو لے کر گئے تو پانی چڑھ آیا اور لوگ پانی پیتے اور اپنے جانوروں کو پانی پلاتے یہاں تک کہ ایک حائضہ عوت نے اس سے ایک چلو پانی لے لیا تو اس کنویں کا پانی آج تک خشک ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو وحی کی اور ان پر بیس صحیفے نازل کئے گئے جن میں احکامات تھے جن کا ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا تھا اور ابراہیمؑ کو جو احکامات دیئے گئے ان میں وہ دس چیزیں بھی ہیں جو ہمارے لئے مسنون قرار دی گئی ہیں۔ پانچ سنتیں سَر سے متعلق ہیں اور پانچ کا تعلق جسم سے ہے۔ سَر سے متعلق پانچ چیزیں یہ ہیں (۱) بالوں کے درمیان مانگ نکالنا (۲) مونچھیں کاٹنا (۳) مسواک کرنا (۴) کلی کرنا (۵) ناک میں پانی چڑھانا۔ جسم کے متعلق یہ ہیں (۱) ختنہ کرنا (۲) بغلوں کے بال اکھیڑنا (۳) زیر ناف بال مونڈنا (۴) پانی سے استنجاء کرنا (۵) ناخن کاٹنا۔ یہ چیزیں ابراہیمؑ پر فرض تھیں۔ سب سے پہلے ابراہیمؑ نے ختنہ کیا تھا۔ ابراہیمؑ نے ستر سال کی عمر میں تیشہ سے ختنہ کیا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ اسی سال کی عمر میں کیا تھا۔ سب سے پہلے ابراہیمؑ نے مہمان کی ضیافت کی تھی اور یہ ابراہیمؑ پر فرض کی گئی تھی اور ابراہیمؑ پر نماز، زکوٰۃ اور روزہ بھی فرض کئے گئے تھے لیکن ہمارے لئے یہ چیزیں ذکر نہیں کی گئیں پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو حج کا حکم دیا اور حرم کو ان کا ٹھکانہ بنایا اور ان کو بیت اللہ بنانے کا حکم دیا آج ہماری شریعت میں بھی اسی جگہ پر موجود ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے معراج کا ذکر

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ [الانعام: 75].

(ترجمہ) اور اسی طرح سے ہم نے ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھائے۔

مؤرخین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابراہیمؑ کو معراج کے لئے آسمان پر نہیں لے گئے لیکن ان کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک بلند چٹان پر کھڑے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی چھتیں ابراہیمؑ کے لئے کھول دیں۔ یہاں تک کہ ابراہیمؑ نے آسمانوں کے اندر اور اوپر عرش تک دیکھ لیا اور جنت میں اپنا محل اور درجات بھی دیکھ لئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے لئے تمام زمینیں اور ان کے نیچے کے حصے نمناک مٹی اور اس سے بھی نیچے تک کھول دیئے۔ اور دیگر مؤرخین کا کہنا ہے کہ ابراہیمؑ نے آسمان و زمین کے آفاق کے عجائبات اور زمین کے اوپر آسمان دنیا تک تمام عجائبات تو دیکھے تھے لیکن آسمان دنیا سے اوپر اور زمین سے نیچے کے عجائبات نہیں دیکھے تھے۔ اور مؤرخین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابراہیمؑ کو آسمانوں پر لے گئے تھے تو ابراہیمؑ نے ان میں موجود عجائبات دیکھے اور جن حضرات نے یہ ذکر کیا ہے ان میں عطاء، مجاہد اور سدیؒ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب ابراہیمؑ کو آسمان پر بلایا تو وہ ہوا میں تھے، ان کی نظر زمین پر ایک آدمی پر پڑی جو بے حیائی کا کام کر رہا تھا۔ ابراہیمؑ

نے اس کو برا سمجھتے ہوئے ہلاکت کی بد دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس کو ابراہیمؑ کی بد دعا کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ پھر دوسری مرتبہ نظر ڈالی تو ایک آدمی کو کبیرہ گناہ کرتے ہوئے دیکھا اس کے خلاف بد دعا کرنے کا ارادہ کیا اور بعض روایات میں ہے کہ ابراہیمؑ نے ایک آدمی کو زناء کرتے ہوئے دیکھا اس کے خلاف بد دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا۔ پھر دوبارہ نگاہ ڈالی تو ایک آدمی کو چوری کرتے ہوئے دیکھا اس کو بد دعا دی اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی ہلاک کر دیا۔ پھر چوتھی مرتبہ نگاہ ڈالی تو ایک آدمی کو کبیرہ گناہ کرتے ہوئے دیکھا تو اس کو بد دعا کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ابراہیم! تھوڑا توقف کریں اگر میں آپ کو اپنے تمام بندوں پر مطلع کردوں تو آپ ان سب کو ہلاک کر دیں گے۔ میں ہر روز کئی مرتبہ اپنے بندوں پر نظر کرتا ہوں تو ان کو معاصی اور کبیرہ گناہوں پر دیکھتا ہوں تو میں ان کو معاف کر کے درگزر سے کام لیتا ہوں ان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اے ابراہیم! میرا بندہ تین خصلتوں کے درمیان ہوتا ہے (۱) وہ توبہ کر لے تو میں اس کی توبہ قبول کر لیتا ہوں (۲) میں اس کی پشت سے ایسی اولاد پیدا کرتا ہوں جو اس کے لئے استغفار کرتے ہیں تو میں اس بندہ کی بخشش کر دیتا ہوں (۳) اس کو میری وسیع رحمت پہنچ جاتی ہے تو میں اس پر رحم کر دیتا ہوں اور اگر ان میں سے کوئی صورت نہ ہو اور وہ مجھے اس حال میں ملے کہ اس نے توبہ نہ کی ہو تو اس کے سامنے جہنم ہے۔ اے ابراہیم! کیا آپ نہیں جانتے کہ میرے اسماء میں سے ایک صبور (بے حد صبر کرنے والا) ہے۔ راوی حدیث کے ابتداء کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ابراہیمؑ کا خیال تھا کہ وہ لوگوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس آزمائش میں مبتلا کیا جس سے ان کو معلوم ہو گیا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ اور بعض روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ کو آسمانوں کی طرف معراج کرایا گیا تھا ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو لانے والے فرشتے کو حکم دیا تھا اس نے ابراہیمؑ کو جنت کے دروازے پر ٹھہرایا تو ابراہیمؑ نے دیکھا کہ جنت کے دروازے پر تین سطریں لکھی ہوئی تھیں ان میں سے پہلی سطر یہ تھی: **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ**، اور دوسری سطر یہ تھی گناہ کرنے والی امت ہے اور رب بہت زیادہ بخشنے والا ہے، تیسری سطر یہ تھی: جس شخص نے آگے بھلائی بھیجی اس کو پائے گا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ سے معاملہ کیا وہ نفع میں رہے گا اور جس نے اپنے غیر کے لئے مال وراثت میں چھوڑا وہ خسارے میں پڑا۔ پھر ابراہیمؑ نے جنت کے جس محل، جس درجہ، درختوں کے جس پتہ اور جس دروازہ اور لباس و زیور اور جنت کے برتنوں غرض جس چیز کو بھی دیکھا اس پر **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا تو ابراہیمؑ نے اپنے ساتھ موجود فرشتے سے پوچھا یہ ہستی کون ہیں جن کا نام ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے؟ فرشتے نے جواب دیا اللہ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں تو ابراہیمؑ نے عرض کیا اے میرے رب یہ کونسی ہستی ہے جن کا نام ہر جگہ آپ کے نام کے ساتھ ملا ہوا میں نے دیکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ میرے انبیاء میں سے ایک نبی ہیں جو آپ کی اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام محمد ہوگا، میں آخر زمانہ میں ان کو حرم سے نکالوں گا یہ میرے انبیاء اور رسولوں میں سب سے افضل ہیں اور میرے بندوں میں سب سے زیادہ شرافت والے اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ شرافت والے اور تمام

مخلوق میں میرے نزدیک زیادہ معزز ہیں، اگر یہ نہ ہوتے تو میں آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے نیچے اور اوپر ہے کچھ پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو پیدا کرتا۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا اے میرے! معبود آپ ان کو میری امت میں بنا دیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم! وہ کسی اور کی امت بننے سے بہت بالا ہیں ان کی امت تمام امتوں سے زیادہ افضل ہے جیسے وہ خود تمام انبیاء میں سب سے زیادہ افضل ہیں۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا اے میرے معبود مجھے ان کی امت میں بنا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم! آپ ان کو نہیں ملیں گے اور نہ ہی ان کا زمانہ پائیں گے کیونکہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے اور وہ تمام انبیاء سے آخر میں آئیں گے اور ان کی امت امتوں میں آخری امت ہوگی اور ان کی کتاب آخری کتاب ہوگی اور ان کی شریعت آخری شریعت ہوگی۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا تو اے میرے رب! آپ میرا بھی اس نبی اور اس کی امت میں حصہ بنا دیں کہ میرا ذکر بھی ان میں باقی رہ جائے اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ [الشعرآء:84] (اور میرا ذکر خیر آنے والی نسلوں میں جاری رکھ)۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں عنقریب آپ کا اس امت میں حصہ بنا دوں گا کہ وہ آپ کا اچھی تعریف سے تذکرہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس بات کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ تم کہو اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم. اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اور میں جنت والوں کے بارے میں جنت جانے کا حکم دے دوں گا اور محمدؐ کی امت جنت کی طرف جائے گی تو آپ بھی ان کے ساتھ ہوں گے تو ابراہیمؑ اس پر راضی ہوگئے۔ مفسرینؒ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ یہی اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مفہوم ہے:

وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ [البقرة:130] (اور وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں)

یعنی محمدؐ کی امت میں سے ہوں گے کیونکہ اس امت کی صفت صالحین ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ [الانبیاء:105]

(ترجمہ) کہ آخر میں اس زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے۔ یعنی حضرت محمدؐ کی امت۔

حضرت ابراہیمؑ کے معراج کے بارے میں ہمیں یہی روایات پہنچی ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی اولاد

حضرت سارہؓ کی اولاد نہیں ہو رہی تھی تو انہوں نے ابراہیمؑ کو کہا میرا خیال ہے کہ مجھ سے آپ کے نصیب میں اولاد نہیں ہے آپ اس باندی یعنی ہاجر کو لے لیں کیونکہ یہ پاکیزہ خوبصورت ہیں شاید اللہ تعالیٰ ان سے آپ کو اولاد عطاء فرمائیں اور ہم یہ بات پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ہاجر قبطی قوم سے تھیں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ہاجر جرہم قبیلہ سے تھیں ان کے شہر سے ان کو قید کر کے ملک مصر لایا گیا تھا (واللہ اعلم)۔

ابراہیمؑ نے ان سے ملاپ کیا تو یہ اسماعیل کے ساتھ حاملہ ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اسماعیلؑ کی خوشخبری دی جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ o فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ [صافات:101].

(ترجمہ) اے رب مجھے کوئی نیک بیٹا عطاء فرما۔ تو ہم نے ان کو برداشت والے لڑکے کی بشارت دی۔ یعنی اسماعیلؑ۔

تو حضرت ہاجر کے ہاں اسماعیلؑ کی ولادت ہوئی تو ابراہیمؑ بہت خوش ہوئے جب حضرت سارہؓ نے یہ خوشی دیکھی تو اپنی اولاد نہ ہونے پر غمگین ہوگئیں اور حضرت سارہؓ نے یہ دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ مشغول رہتے ہیں تو ان کو سخت غیرت آئی اور انہوں نے قسم کھالی کہ میں حضرت ہاجر کا کوئی عضو ضرور کاٹوں گی۔ تو حضرت ہاجر ان سے ڈر کر بھاگ گئیں اور ایک لمبی قمیص پہن لی جس کا دامن لمبا تھا حضرت سارہؓ اس کو زمین پر گھسیٹتی ہوئی چلتی تھیں تا کہ ان کے قدم کے نشان مٹ جائیں اور حضرت سارہؓ ان کے بارے میں نہ جان سکیں۔ یہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے دامن کو زمین پر گھسیٹا تھا۔ تو ابراہیمؑ نے حضرت سارہؓ کو کہا کیا آپ ان کو معاف کر کے اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہوتی ہیں؟ تو حضرت سارہؓ نے کہا میں اپنی قسم کا کیا کروں؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا آپ حضرت ہاجر کا ختنہ کر دیں اور حضرت ہاجر کا ختنہ کر دیا تو یہ طریقہ عورتوں میں سنت ہوگیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ختنہ عورتوں کے لئے اعزاز اور مردوں کے لئے سنت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہؓ کو حضرت اسحاقؑ کی خوشخبری دی اور اس بارے میں دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری ابراہیمؑ کے حرم منتقل ہونے سے پہلے دی گئی تھی اور دوسری روایت یہ ہے کہ یہ خوشخبری حرم منتقل ہونے کے بعد دی گئی تھی جس کا تذکرہ باری تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى[العنکبوت:31].

(ترجمہ)اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لے کر پہنچے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑکو مہمان نوازی کا حکم دیا تو ابراہیمؑ کا دستر خوان انواع واقسام کے کھانوں سے سجا رہتا تھا اور گرمیوں اور سردیوں کے کپڑے بھی لٹکے رہتے تھے۔ جب ابراہیمؑ کے پاس مہمان آتے تو اس مکان میں داخل ہو کر من پسند کھانا کھاتے اور حسب ضرورت لباس پہنتے۔ اور دوسرے دروازہ سے نکل جاتے اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو وحی کی تھی کہ آپ اپنے مہمانوں کا اکرام کیا کریں تو ابراہیمؑ ہر روز ہر مہمان کے لئے ایک اونٹ ذبح کرتے تو اللہ تعالیٰ نے پھر وحی کی کہ اے ابراہیم! اپنے مہمانوں کا اکرام کریں تو ابراہیمؑ نے عرض کیا اے میرے رب! میرے پاس اونٹ سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے جو مہمانوں کے لئے ذبح کروں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مہمان کا اکرام صرف زیادہ کھانا کھلانے سے نہیں ہوتا بلکہ آپ ان کی خدمت کیا کریں۔ ابراہیمؑ اس وحی سے پہلے خود مہمانوں کی خدمت نہ کرتے تھے بلکہ اپنے خدام کو حکم دیتے تھے اس وحی کے بعد ابراہیمؑ خود مہمانوں کی خدمت میں کمر بستہ رہتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ ابراہیمؑ کے پاس اگر کوئی مہمان نہ آتا تو آپؑ گھر سے ایک دو میل دور تک جا کر کوئی بندہ تلاش کرتے جو آپؑ کے ساتھ کھانا کھائے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ آپ جا کر میرے ایک بندہ کی زیارت کرو جس کو میں نے اپنا خلیل بنایا ہے تو جبرائیلؑ نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے وہ بندہ بتائیں میں اس کا خادم بنوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ابراہیمؑ ہیں۔ تو جبرائیلؑ ابراہیمؑ کے پاس گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے ایک بندہ کے پاس بھیجا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے تو ابراہیمؑ نے فرمایا اے جبرائیل! وہ کون ہے؟ مجھے بتائیں تا کہ میں اس کی خدمت کروں تو جبرائیلؑ نے بتایا وہ خلیل آپ ہو تو ابراہیمؑ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا میں اس مرتبہ پر کب پہنچا ہوں تو جبرائیلؑ نے فرمایا جب سے آپ نے مہمانوں کا اکرام شروع کیا ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ ابراہیمؑ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل کس وجہ سے بنایا ہے؟ تو ابراہیمؑ نے فرمایا تین باتوں کی وجہ سے: پہلی بات یہ ہے کہ میں نے کبھی کل کے رزق کی فکر نہیں کی، دوسری بات یہ ہے کہ میں نے کبھی مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھایا اور تیسری بات یہ ہے کہ میرے سامنے جب بھیؔ دو چیزیں آئی ہیں ان میں سے ایک میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور دوسری میں میرے نفس کی رضا ہو تو میں نے ہمیشہ اپنے نفس کی رضا پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیمؑ کو اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو جبرائیلؑ کو دو فرشتوں کے ساتھ بھیجا اور کہا گیا ہے کہ بارہ فرشتوں کے ساتھ بھیجا۔ تو فرشتوں کا یہ وفد انسانی صورت میں ابراہیمؑ کے پاس آیا تو ابراہیمؑ اپنی فصل کو پانی لگا رہے تھے اور جب پانی ایک کیاری کو لگ جاتا تو وہ اپنی تسبیحات کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے جب ابراہیمؑ نے فرشتوں کو دیکھا تو ان کو انسان سمجھے جبرائیلؑ نے آتے ہی سلام

کیا: ابراہیمؑ نے جواب دیا اس آیت میں اسی بات کا تذکرہ ہے:

فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ [الذاریات:25].

(ترجمہ) کہنے لگے سلام ہے ابراہیمؑ نے فرمایا سلام ہے، تم اجنبی لوگ ہو۔

یعنی تم لوگ اس شہر کے باشندے نہیں ہو اور نہ ہی ان پر سفر کے اثرات تھے، اسی وجہ سے ابراہیمؑ کو تعجب ہوا پھر حضرت سارہؑ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو فرمایا کھانا تیار کرو انہوں نے جلدی سے تعمیل کی اور ابراہیمؑ نے مہمانوں کے لئے ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے بھون لیا اس کا تذکرہ ان آیات میں ہے:

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍo فَلَمَّارَاٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ [ھود:70,69].

(ترجمہ) پھر دیر نہ کی کہ ابراہیمؑ ایک تلا ہوا بچھڑا لے آئے۔ پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو ان سے متوحش ہوئے۔

فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍo فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ [الذاریات:27,26] .

(ترجمہ) پھر وہ اپنے گھر کی طرف دوڑے اور گھی میں تلا ہوا ایک بچھڑا لائے۔ پھر ان کے سامنے رکھا (اور) فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟۔

یعنی ان کے حال کو عجیب جانا اور ان کو چور سمجھ کر ان سے خوف محسوس کیا کیونکہ اس زمانہ میں لوگ اگر کسی کو کوئی تکلیف دینے کا ارادہ رکھتے تو اس کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے اور جس کا کھانا کھا لیتے اس کو تکلیف نہ دیتے تھے۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً [ھود:70] (اور دل میں ان سے خوف زدہ ہوئے)

ہم اللہ کے فرشتے ہیں آپ پریشان نہ ہوں اور روایت کیا گیا ہے کہ جبرائیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو کہا کہ ہم تو قیمت ادا کئے بغیر کھانا نہیں کھاتے تو ابراہیمؑ نے فرمایا تم کھانا کھاؤ اور اس کی قیمت ادا کرو جبرائیلؑ نے پوچھا اس کی قیمت کیا ہے؟ ابراہیمؑ نے فرمایا کھانے کے ابتداء میں اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو اور کھانے کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرو۔ تو جبرائیلؑ نے کہا اللہ آپ کو خوب جانتے ہیں اس وجہ سے آپ کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ اور جب ابراہیمؑ نے پہچان لیا کہ یہ فرشتے ہیں تو ان سے پوچھا آپ لوگ کس مقصد سے آئے ہیں؟ فرشتوں نے کہا ہم آپ کو بیٹے کی خوشخبری دینے آئے ہیں جو حضرت سارہؑ سے پیدا ہوگا۔ حضرت سارہؑ بھی وہاں مہمانوں کی خدمت کے لئے کھڑی تھیں یہ بات سن کر ہنسنے لگیں اور تعجب میں مبتلا ہوگئیں اور کہنے لگیں:

يٰوَيْلَتٰٓى ءَ اَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًااِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ [ھود:72] .

(ترجمہ) ہائے خرابی کیا اب میں بچہ جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں (بھی) بوڑھے ہیں واقعی یہ تو عجیب بات ہے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جبرائیلؑ نے جب حضرت سارہؓ کو کہا کیا آپ اللہ کے امر سے تعجب کرتی ہیں؟ تو انہوں نے اپنی انگلی سے بھنے ہوئے بچھڑے کے پہلو کو چھوا تو اس نے آواز نکالی حضرت جبرائیلؑ نے پوچھا یہ آپ کے ہاں ولادت سے زیادہ تعجب خیز بات ہے پھر جبرائیلؑ نے فرمایا اے اہل بیت! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو، بے شک وہ تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔ اس کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ [ھود: 71]۔

(ترجمہ) تو ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی۔

اور حضرت سارہؓ کے حمل میں جب حضرت اسحاق علیہ السلام آئے تو ان کی عمر ننانوے سال تھی اور ابراہیمؑ سو سال کے تھے۔ پھر ابراہیمؑ نے ان فرشتوں کو فرمایا:

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ o قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ [الحجر: 57-58]۔

(ترجمہ) فرمایا اے فرشتو! پھر تمہیں کیا مہم درپیش ہے۔ انہوں نے کہا ہم ایک گنہگار قوم کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں۔

ابراہیمؑ کی مراد یہ تھی کہ آپ لوگ مجھے خوشخبری دینے کے لئے بھیجے گئے ہو یا کوئی دوسرا کام بھی ہے؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ ہم آپ کو خوشخبری دینے اور اسی طرح قوم لوطؑ کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں تو ابراہیمؑ نے فرمایا اس قوم میں تو لوطؑ بھی ہیں فرشتوں نے جواب دیا ہم ان میں رہنے والوں کو خوب جانتے ہیں۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ o اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ [ھود: 74-75]

(ترجمہ) پھر جب ابراہیم سے خوف زائل ہوا اور ان کو خوشی کی خبر ملی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ بلاشبہ ابراہیم علیہ السلام تحمل والے، نرم دل، رجوع کرنے والے تھے۔

تو جبرائیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو کہا اے ابراہیم! آپ اس معاملہ کو چھوڑ دیں۔ یہ اس وجہ سے کہا تھا کہ ابراہیمؑ جبرائیلؑ کو کہنے لگے اگر لوطؑ کی قوم میں سو گھر مسلمانوں کے ہیں تو کیا تم ان کو بھی ہلاک کر دو گے؟ جبرائیلؑ نے کہا نہیں تو ابراہیمؑ نے پوچھا اگر نوے گھر ہوں؟ اسی طرح کم کرتے کرتے فرمایا اگر دس گھرانے مسلمان ہوں، آخر ابراہیمؑ نے فرمایا اگر ایک مسلمان گھرانہ ہو جبرائیلؑ نے کہا نہیں ابراہیمؑ نے فرمایا: اس قوم میں لوطؑ بھی ہیں جبرائیلؑ نے جواب دیا اگر سب گھر والے مسلمان ہوتے تو قوم پر ہلاکت نہ آتی لیکن ان کی بیوی کافرہ ہیں اس کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ [العنکبوت: 32]

(ترجمہ) ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے مگر ان کی بیوی کو وہ پیچھے رہ جانے والوں میں رہے گی) یعنی لوطؑ کی قوم کے ساتھ ہلاکت میں باقی رہے گی۔

حضرت لوط علیہ السلام

ہم ابراہیمؑ کے واقعہ کے درمیان میں ہی لوطؑ کا واقعہ اس وجہ سے ذکر کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں بہت جگہ ابراہیمؑ کے واقعہ کے ساتھ لوطؑ کے واقعہ کو ملا دیا ہے اور اس لئے بھی کہ جن فرشتوں کو ابراہیمؑ کو خوشخبری دینے کے لئے بھیجا گیا تھا انہی فرشتوں کو لوطؑ کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ[الاعراف:80].

(ترجمہ) اور (ہم نے) لوطؑ کو رسول بنایا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جس کو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔

لوطؑ کے بارے میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ وہ ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے، ان کا نسب کچھ اس طرح ہے: لوطؑ بن ہاران بن آزر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مبعوث کیا تو انہوں نے اردن کے ایک جانب شام کی الٹی ہوئی بستیوں کی طرف قیام کیا وہاں پانچ شہر تھے۔ سلام، عمورا، صبورا، داذوما، صفر۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ہر شہر میں ایک لاکھ جنگجو لوگ تھے جو یہ خبیث کام کرتے تھے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور کہا گیا ہے کہ آدمؑ کی اولاد میں سب سے پہلے یہ کام انہی لوگوں نے شروع کیا تھا ان لوگوں میں اس کام کے ظہور کا سبب یہ بنا کہ ابلیس ایک بے ریش خوبصورت لڑکے کی صورت میں قوم لوط کے ایک آدمی کے گنجان باغ میں داخل ہو گیا اور اس کا باغ خراب کرنا شروع کر دیا جب وہ باغ والا اس کو پکڑنے کا ارادہ کرتا تو ابلیس بھاگ کھڑا ہوتا، اس کے ہاتھ نہ لگتا اور جب وہ آدمی واپس آتا تو ابلیس واپس آ کر باغ کو خراب کرنے لگ جاتا تو وہ آدمی اس کی وجہ سے بہت تنگ دل ہوا تو ابلیس نے اس کو کہا کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرے باغ سے چلا جاؤں؟ اس آدمی نے کہا ہاں تو ابلیس نے کہا میں تیرے باغ سے تب تک نہ نکلوں گا جب تک تو مجھ سے یہ کام نہ کرے تو ابلیس نے اس آدمی کو خود یہ دعوت دی اس آدمی نے یہ کام کیا تو ابلیس اس کے باغ سے دوسرے آدمی کے باغ میں چلا گیا اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا پھر تیسرے اور چوتھے باغ والے کے پاس گیا اس طرح لوگوں نے اس گندے کام کو سیکھ لیا اور یہ ان میں پھیل گیا اور وہ اس کام کے بہانے تلاش کرنے لگتے۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان کے شہر خشک سالی کا شکار ہو گئے تھے تو لوگ چراگاہوں کی تلاش میں قوم لوطؑ کے علاقوں میں آجاتے تو ان لوگوں نے باہم مشورہ کیا کہ ہم ان کو کیسے باز رکھیں تو ابلیس لعین ایک بے ریش لڑکا بن کر آیا اور ان کو اپنی طرف دعوت دی۔ قوم لوطؑ نے اس سے بدفعلی کی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا تو قوم کے لوگ

کہنے لگے اجنبی لوگوں سے چھٹکارا پانے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ ہمارے علاقہ میں جو اجنبی آئے ہم اس کے ساتھ یہی کام کریں گے تو وہ لوگ اجنبی لوگوں کے ساتھ یہی کام کرنے لگے اور یہ کام ان میں خوب پھیل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ذکر کیا ہے:

اَئِنَّکُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ وَ تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ[العنکبوت:29].

(ترجمہ) کیا تم مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو اور ڈاکے ڈالتے ہو اور تم اپنی بھری مجلس میں مکروہ کام کرتے ہو۔ یعنی بے حیائی کے کام کرتے ہو۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ منکر دس بری خصلتیں ہیں۔ حسنؒ نے ان میں سے یہ روایت کی ہیں: مرد کا مرد سے جنسی خواہش پوری کرنا، ان لوگوں کو کبوتروں اور گولیوں سے کھیلنے کی عادت تھی اور انگلیوں سے کنکریاں پھینکتے تھے اور دف بجاتے تھے اور شراب پیتے اور داڑھی کٹواتے اور لمبی مونچھیں رکھتے تھے اور سیٹیاں بجاتے اور دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجاتے اور سرخ لباس پہنتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں ان میں سے ایک چیز زائد ہوگی وہ ہے عورتوں کا عورتوں سے جنسی خواہش پوری کرنا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ دس چیزیں یہ ہیں مردوں سے جنسی خواہش پوری کرنا اور انگلیوں سے کنکریاں مارنا، غلیل چلانا اور سیٹیاں مارنا، اچکن کے بٹن کھولنا، تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اور مجلس میں گوند چبانا اور مجلس میں مسواک کرنا اور مجلس میں ہوا خارج کرنا اور لمبی مونچھیں رکھنا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب ان کا فساد بڑھ گیا اور لوطؑ نے ان لوگوں کو ان کاموں سے روکا اور وہ باز نہ آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی جگہ ان کی اس حالت کو بیان کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے کا حکم دیا اور جبرائیلؑ کو فرشتوں کے ساتھ ان لوگوں کی طرف بھیجا تو یہ فرشتے ابراہیمؑ کو اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دے کر لوطؑ کے شہر کی طرف چل پڑے جب لوطؑ کے پاس پہنچے تو وہ اپنی فصل میں موجود تھے۔ لوطؑ ان کو عام لوگ سمجھے جب لوطؑ نے اپنی قوم کو وعظ ونصیحت کی تھی تو ان کی قوم نے لوطؑ کو کہا:

قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ o قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ [العنکبوت:30,29].

(ترجمہ) انہوں نے کہا ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ اگر تم سچے ہو، فرمایا اے میرے رب! ان مفسد لوگوں پر میری مدد فرما۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو بھیجا تھا تو یہ فرشتے لوطؑ کے پاس شام تک رہے جب شام ہوئی تو لوطؑ عجیب کشمکش میں پڑ گئے کہ اگر ان کو رات مہمان بننے کا نہ کہیں تو اس سے حیاء آتی ہے اور اگر ان کو مہمان بناتے ہیں

تو قوم کا ڈر تھا کیونکہ وہ لوگ لوطؑ کو پہلے ہی ایسا کرنے سے منع کرتے تھے تو لوطؑ کے دل میں گھٹن محسوس ہوئی تو ان فرشتوں کو کہا کیا آپ لوگوں نے اس قوم کے حالات نہیں سنے، میرے علم میں ان سے بدترین قوم کوئی نہیں ہے۔ تو جبرائیلؑ نے فرشتوں کو کہا یہ ایک گواہی ہے جب یہ سب لوگ شہر کے دروازہ پر پہنچے تو لوطؑ نے پھر وہی بات دہرائی تو جبرائیلؑ نے فرمایا یہ تیسری گواہی ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجنے سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ لوطؑ کی قوم کو اس وقت تک ہلاک نہ کرنا جب تک لوطؑ ان کے خلاف تین بار گواہی نہ دے دیں۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ [هود:77].

(ترجمہ) اور جب ہمارے فرشتے لوطؑ کے پاس پہنچے تو وہ ان کے آنے سے غمگین ہوئے اور تنگ دل ہوئے اور کہا آج کا دن بڑا سخت دن ہے۔

پھر جب فرشتے لوطؑ کے گھر میں داخل ہوئے تو لوطؑ نے اپنی اہلیہ کو فرمایا ان مہمانوں کے لئے کھانا تیار کریں اور ان مہمانوں کے بارے میں کسی کو نہ بتانا۔ کیونکہ ابھی تک ان کو کسی نے نہیں دیکھا۔ تو لوطؑ کی اہلیہ کسی کام سے باہر گئیں اور لوگوں کو جا کر بتایا کہ ہمارے پاس چند ایسی شکل و صورت کے لوگ آئے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ لوطؑ کی اہلیہ نے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر اپنا کپڑا بلند کر کے ہلایا یہ لوگوں کے لئے علامت تھی کہ یہاں لڑکے ہیں۔ تو لوطؑ نے جبرائیلؑ اور دیگر فرشتوں کو فرمایا آپ لوگ گھر میں داخل ہو جائیں لوطؑ کی قوم کے لوگ گھر میں داخل ہونے لگے تو لوطؑ دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور ان سب کو روکتے ہوئے فرمایا:

یٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ [هود:78]۔

(ترجمہ) اے قوم! یہ میری بیٹیاں موجود ہیں یہ تمہارے لئے پاک ہیں۔

میں تم لوگوں کا ان سے نکاح کر دیتا ہوں لوطؑ کی دو بیٹیاں زعورا اور ریثا تھیں۔ اور وہبؒ فرماتے ہیں لوطؑ کی بارہ بیٹیاں تھیں تو لوطؑ نے قوم کے لوگوں کو فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ [هود: 78] قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ [هود:79]

(ترجمہ) پس تم اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی بھی نیک چلن مرد نہیں۔ کہنے لگے تجھے معلوم ہے کہ ہمیں تیری بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں اور تجھے معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں۔

یعنی آپ کی بیٹیوں کی طرف ہمیں کوئی رغبت نہیں ہے ان کی مراد ان کا خبیث عمل تھا پھر وہ اس کمرے میں داخل ہونے لگے جس میں فرشتے تھے تو جبرائیلؑ نے اپنا پَر دروازہ پر رکھ دیا تو وہ لوگ دروازہ نہ کھول سکے پھر جبرائیلؑ نے اپنا پَر ان کی آنکھوں پر پھیرا تو وہ سب اندھے ہو گئے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کی آنکھوں کے حلقے ہی مٹ گئے تھے آنکھوں کا نام و نشان ہی مٹ گیا تو وہ لوگ لوطؑ کو کہنے لگے اے لوط! یہ آپ کی کارستانی ہے آپ ہی

جادوگر لائے جنہوں نے ہمیں اندھا کر دیا اللہ کی قسم! کل جب یہ لوگ آپ کے پاس سے چلے جائیں گے تو ہم آپ کو ہلاک کر دیں گے۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ [القمر: 37].

(ترجمہ) اور لوطؑ سے ان کے مہمانوں (خوبرو فرشتوں) کو لینے لگے تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں اب میرا عذاب اور میرا ڈرانا چکھو۔

تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں جب لوطؑ نے ان کی دھمکیاں سنیں تو اپنی قوم کا یہ طرز عمل لوطؑ کو بہت برا لگا اور لوطؑ کو اپنی جان کا خوف ہوا کہ جب یہ مہمان چلے جائیں گے تو میں اپنی قوم میں تنہا رہ جاؤں گا تو لوطؑ نے اس وقت فرمایا:

لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ [هود: 80].

(ترجمہ) کاش میرا تم پر کچھ زور چلتا یا میں کسی مضبوط پناہ میں جا بیٹھتا۔

یعنی ایسا قبیلہ جو مجھے تم لوگوں سے بچاتا ہے جب جبرائیلؑ نے لوطؑ کی بے چینی اور خوف کو دیکھا:

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ [هود: 81]

(ترجمہ) فرشتوں نے کہا اے لوطؑ ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے پس آپ اپنے لوگوں کو رات کے کسی حصے میں لے کر چلے جایئے اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے مگر آپ کی بیوی، اس پر وہ آفت آنے والی ہے جو اوروں پر آئے گی، ان کے عذاب کا وعدہ صبح کا وقت ہے کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے۔

آپ ان لوگوں سے نہ ڈریں کیونکہ ہم انہیں ہلاک کرنے آئے ہیں کیونکہ آسمان وزمین اور عرش ان لوگوں کے اس گندے کام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے تعجب کرتے ہیں اور فرشتوں نے لوطؑ کو کہا:

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ [هود:81] (پس آپ اپنے لوگوں کو رات کے کسی حصے میں لے کر چلے جایئے)۔

یعنی سحر کے وقت اور آپ اپنی گائیں، بکریاں اور سب گھر والوں کو اور سارے مال کو جمع کر لیں لیکن اپنی منافق بیوی کو رہنے دیں کیونکہ وہ بھی ان لوگوں کی طرح ہلاک ہوگی۔ جب لوطؑ نے تمام مال واسباب جمع کر لیا تو جبرائیلؑ نے ان سب چیزوں کو اپنے پَر پر اٹھا کر شہر سے باہر رکھ دیا کیونکہ شہر کا دروازہ بند تھا۔ لوطؑ نے فرشتوں سے کہا کیا آپ ان کو ابھی ہلاک نہیں کریں گے؟

اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ [هود: 81].

(ترجمہ) ان کے عذاب کا وعدہ صبح کا وقت ہے کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے۔

لوطؑ نے فرمایا ان کو ابھی ہلاک کر دو تو جبرائیلؑ نے لوطؑ کو کہا: اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ [ھود: 81].
لوطؑ وہاں سے چل پڑے اور اہل ضغر کے پاس پہنچ گئے کیونکہ یہ لوگ یہ گندا کام نہیں کرتے تھے۔ جیسے ہی لوطؑ ضغر پہنچے جبرائیلؑ نے اپنا پَر چاروں شہروں کے نیچے داخل کیا اور سیاہ پانی تک کی تمام زمین کو اکھاڑ کر آسمان تک اتنا بلند لے گئے کہ آسمان والوں نے بھی کتوں کے بھونکنے اور مرغوں کی آوازیں سنیں پھر جبرائیلؑ نے اس ساری زمین کو پلٹ کر اس کا اوپر کا حصہ نیچے کر کے زمین پر پٹخ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی بات کا تذکرہ ہے۔

وَالۡمُؤۡتَفِکَۃَ اَھۡوٰی [النجم: 53] (اور الٹی بستی کو پٹخ دیا)۔
یعنی اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو زمین پر گرا دیا حتیٰ کہ وہ زمین پر گر گئی پھر ان شہروں سے باہر جو چرواہے، تاجر اور مسافر تھے ان کو پتھر مارے گئے اس قوم کا کوئی بدکار شخص باقی نہیں بچا۔
اور مجاہدؒ سے مروی ہے کہ قوم لوطؑ کا ایک آدمی مکہ میں تھا تو ایک پتھر اس کا سر کچلنے آیا تو فرشتوں نے کہا اے پتھر! اللہ کے حرم میں تیرے لئے کوئی راستہ نہیں ہے تو پتھر واپس لوٹ کر ہوا میں ٹھہر گیا جب وہ آدمی حرم سے نکلا تو پتھر نے اس کو قتل کر دیا۔ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ ہے:
وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡھَا حِجَارَۃً مِّنۡ سِجِّیۡلٍ مَّنۡضُوۡدٍ [ھود: 82] (اور اس پر کنکر کے لگاتار پتھر برسائے)۔
مُّسَوَّمَۃً عِنۡدَ رَبِّکَ [ھود: 83] (آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ)۔
یعنی ان پر لکیریں کھینچی ہوئی تھیں اور سیاہ اور سرخ نشان لگے ہوئے تھے اور قوم لوط کے نام لکھے ہوئے تھے:
وَ مَا ھِیَ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ بِبَعِیۡدٍ [ھود: 83] (اور یہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں)
یعنی اس امت کے ظالموں سے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ عذاب ان لوگوں سے دور نہیں جو قوم لوط والا عمل کرتے ہیں۔ محمد بن مروانؒ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے وہ پتھر دیکھے تھے ان میں سے ایک شخص نے مجھے خبر دی ہے کہ بعض پتھر اونٹ کی مینگنی جتنے اور بعض اونٹ کے سر جیسے اور بعض بڑے مٹکوں جیسے اور بعض آدمی کی مشت جیسے تھے۔ جب یہ چاروں شہر ہلاک ہو گئے تو لوطؑ ابراہیمؑ کے پاس تشریف لے گئے اور وفات تک انہی کے پاس رہے۔ لوطؑ نے ابراہیمؑ کو اپنی بیٹیوں کے بارے میں وصیت کی تھی تو ابراہیمؑ نے ان لڑکیوں کا نکاح ان مومنین سے کرایا جو ابراہیمؑ پر آگ میں ڈالے جانے کے وقت ایمان لائے تھے تو ابراہیمؑ کے بعد اور بنی اسرائیل سے پہلے کے تمام انبیاءؑ انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ (واللہ اعلم)

حضرت ابراہیمؑ کا حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہؑ کو حرم مکہ لے جانا اور اس کے بعد کے واقعات

جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوطؑ کو ہلاک کر دیا تو حضرت ابراہیمؑ کے گھر حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ۱۰۰سو سال اور حضرت سارہ کی ننانوے سال تھی تو کنعانی لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ان بوڑھے صاحب اور بوڑھی خاتون کو دیکھو ان کو ایک گرا پڑا بچہ ملا اس کو اٹھا کر لے آئے اور اب کہتے ہیں کہ یہ ان دونوں کا بچہ ہے۔ کیا ان جیسی عمر کے لوگوں کی اولاد ہو سکتی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسحاق علیہ السلام کو بالکل حضرت ابراہیمؑ جیسی صورت عطاء کی جو شخص بھی حضرت اسحاق علیہ السلام کو دیکھتا تو وہ کہتے یہ حضرت ابراہیمؑ ہی کی اولاد ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے تیرہ سال چھوٹے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہجرت کا سبب یہ تھا کہ حضرت سارہؑ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحاق علیہ السلام کی بنسبت حضرت اسماعیلؑ سے زیادہ شدید محبت کرتے ہیں تو انہوں نے غیرت کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ آپ میرے ساتھ حضرت ہاجرہ اور ان کے بچہ کو نہ ٹھہرائیں۔

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو شام سے منتقل کیا اس کا سبب یہ تھا کہ ایک دن حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے دوڑ لگائی جس میں حضرت اسماعیلؑ اپنے والد تک پہلے پہنچ گئے تو ابراہیمؑ نے ان کو گود میں اٹھا لیا پھر اسحاق علیہ السلام پہنچے تو حضرت ابراہیمؑ نے ان کو دائیں جانب بٹھا لیا تو حضرت سارہؑ یہ منظر چھت کے اوپر سے دیکھ رہی تھیں تو انہوں نے قسم کھائی کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو وہاں سے کہیں اور لے جائیں گے اور ایک دوسری روایت میں واقعہ اس طرح ہے کہ ایک دن دونوں بھائی کھیل رہے تھے تو کھیل میں جھگڑا ہو گیا تو حضرت اسماعیلؑ نے بڑا ہونے کی وجہ سے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ایک طمانچہ مارا تو حضرت سارہؑ نے یہ قسم کھائی تھی۔

ان دونوں روایتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر میں زیادہ فرق نہیں تھا (واللہ اعلم)

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو وحی کی کہ ان دونوں ماں بیٹے کو مکہ لے جائیں تو جبرائیلؑ براق لائے، ابراہیمؑ کو شام سے براق پر بٹھایا اور اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو سواری پر بٹھایا اور شام سے چل پڑے اور جبرائیلؑ

راستہ بتاتے جارہے تھے، مکہ پہنچ کر اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو دوحة کے پاس اتارا جس جگہ آج کل زمزم ہے۔ جبرائیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو کہا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ اس جگہ آپ دونوں کو اتار دیں وہاں حرم سے باہر قوم عمالیق کے کچھ لوگ آباد تھے حرم میں ان دنوں کوئی آبادی نہ تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ [ابراهیم:37].

(ترجمہ) میں نے اپنی اولاد کو ایک میدان میں بسایا ہے جو زراعت کے قابل نہیں ہے تیرے حرمت والے گھر کے پاس۔

ان دنوں بیت اللہ کی تعمیر موجود نہ تھی لیکن بیت اللہ کی جگہ پر سرخ بلند ٹیلہ تھا جو لوگوں کو خوب معلوم تھا، حج کرنے والے اسی ٹیلہ کا طواف کرتے تھے۔ ابراہیمؑ نے تین دن وہاں قیام کیا پھر واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضرت ہاجرؑ نے پوچھا آپ ہمیں کس کے حوالے کر کے جارہے ہیں؟ ابراہیمؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے تو حضرت ہاجرؑ نے جواب دیا میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوں۔ اللہ ہی مجھے کافی ہے، اسی پر میں بھروسہ کرتی ہوں۔ جب ابراہیمؑ واپس جانے لگے تو ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے تو اس وجہ سے بہت زیادہ آہ وزاری کی کیونکہ نہ وہاں کوئی آبادی تھی اور نہ کوئی غم خوار اور نہ ہی پانی تھا۔ تو ابراہیمؑ نے دعا کرتے ہوئے کہا: اے میرے رب:

اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ وَ ارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ [ابراهیم:37].

(ترجمہ) میں نے اپنی اولاد کو ایک میدان میں بسایا ہے جو زراعت کے قابل نہیں ہے تیرے حرمت والے گھر کے پاس۔ اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز کا اہتمام کریں پس آپ کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیں اور ان کو کھانے کو پھل دیں تاکہ وہ شکر کریں۔

پھر ابراہیمؑ ان دونوں کو چھوڑ کر شام کی طرف لوٹ آئے اور اسماعیلؑ کی والدہ نے اپنے اور بیٹے کے اونی کپڑے لے کر ایک درخت پر ڈال دیئے اور دونوں ماں بیٹا اس درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ ان کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا جس کو درخت پر لٹکا دیا۔ اسماعیلؑ کی اس وقت کتنی عمر تھی؟ اس بارے میں مورخین کا اختلاف ہے۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ اسماعیلؑ ابھی شیر خوار بچے تھے اور بعض کا کہنا ہے کہ تیرہ سال کے تھے اور بعض کے نزدیک تین سال کے تھے۔ جب پانی ختم ہو گیا اور اسماعیلؑ کو سخت پیاس لگی اور والدہ کا دودھ بھی خشک ہو چکا تھا تو سخت پیاس کی وجہ سے حضرت ہاجرؑ یہ سمجھیں کہ موت کا وقت آپہنچا ہے تو وہ بے قرار ہو کر پانی اور کسی غم خوار کو تلاش کرنے کے لئے صفا اور مروہ کی طرف جاتیں لیکن کچھ نہ ملا اور اس دوران وہ اپنے بیٹے کی طرف بھی متوجہ رہتیں کہ اس کو کوئی درندہ نہ اٹھا کر لے جائے۔ پھر انہوں نے صفا کی جانب سے ایک آواز سنی اس طرف متوجہ ہوئیں تو وہاں کچھ بھی نہ دیکھا پھر اسماعیلؑ کو جہاں چھوڑ گئی تھیں وہاں سے درندوں کی آوازیں سنیں تو دوڑتی ہوئی

ان کی طرف گئیں تو اسماعیلؑ کے رخسار کے نیچے سے پانی کا چشمہ پھوٹ چکا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہاجرہؑ نے آواز سنی لیکن کوئی چیز نہیں دیکھی تو کہنے لگیں آپ کون ہو جس کی میں آواز سن رہی ہوں لیکن دیکھ نہیں سکتی۔ اگر آپ کے پاس کوئی چیز ہے تو ہماری مدد کریں، میں اور میرا بیٹا پیاس سے ہلاک ہورہے ہیں تو حضرت ہاجرہؑ کی آواز گونجنے لگی اور حضرت ہاجرؑ ادھر ادھر تلاش کر کے اس درخت کے پاس آئیں تو دیکھا کہ پانی کا چشمہ جاری ہو چکا ہے اور یہ چشمہ زمزم ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ اسماعیلؑ نے اپنے پاؤں سے زمین کو کھودا تو پانی نکلا اور کہا گیا ہے کہ جبرائیلؑ آسمان سے انسانی صورت میں حضرت ہاجرہؑ کے پاس آئے اور حضرت ہاجرہ سے پوچھا آپ کون ہو؟ حضرت ہاجر نے کہا: میں ابراہیمؑ کے بچہ کی ماں ہوں۔ جبرائیلؑ نے پوچھا یہ بچہ کون ہے جو آپ کے ساتھ ہے؟ حضرت ہاجر نے کہا یہ میرا بیٹا ہے حضرت ابراہیمؑ سے۔ حضرت جبرائیلؑ نے پوچھا ابراہیمؑ آپ دونوں کو کس کے حوالے کر گئے ہیں؟ حضرت ہاجرؑ نے کہا اللہ کی قسم جب وہ گئے، میں نے ان کے کپڑوں سے لپٹ کر ان سے پوچھا تھا آپ ہمیں کس کے حوالے کر کے جارہے ہیں؟ تو ابراہیمؑ نے جواب دیا تھا میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے جارہا ہوں۔ جبرائیلؑ نے کہا ابراہیمؑ نے آپ دونوں کو ایک کفایت کرنے والے کے حوالے کیا ہے پھر جبرائیلؑ نے اپنی انگلی سے زمین پر ایک لکیر کھینچی تو انگلی کی جگہ سے زمزم کا پانی پھوٹ پڑا اور کہا گیا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ جبرائیلؑ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ اور حدیث میں ہے کہ زمزم جبرائیلؑ کی حرکت سے وجود میں آیا۔ پھر جبرائیلؑ نے حضرت ہاجرہؑ کو کہا اپنے بیٹے کو بلائیں تو انہوں نے حضرت اسماعیلؑ کو عبرانی میں بلایا۔ جب اسماعیلؑ آئے تو پیاس کی وجہ سے ان کی جان بلب آچکی تھی تو اسماعیلؑ نے پانی پیا تو حضرت ہاجرہؑ نے خشک مشکیزہ لیا اور اس کو پانی سے تر کیا تو جبرائیلؑ نے حضرت ہاجرہؑ کو کہا یہ چشمہ چلتا رہے گا آپ اس کو نہ چھوڑنا۔ اور کہا جاتا ہے کہ حضرت ہاجرہؑ نے پانی ختم ہونے کے ڈر سے اس پر مٹی کی منڈیر بنا کر پانی کو روک دیا اگر وہ ایسا نہ کرتیں تو زمزم ہمیشہ کے لئے جاری چشمہ بن جاتا۔ حضرت ہاجرؑ جب منڈیر بنا رہی تھیں تو ان کے اوپر سے آواز آئی کہ آپ پانی ختم ہونے کا خوف نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پانی کو آپ کے بیٹے کے لئے جاری کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو نبی بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس شہر میں ٹھہرایا تا کہ یہ اس شہر میں اللہ تعالیٰ کا گھر بنائیں لوگ اطراف عالم سے اس کا حج کرنے آئیں گے۔ اور یہ پانی حج کرنے والوں کا مشروب بنے گا اور اسماعیلؑ اس گھر کی زیارت کریں گے تو حضرت ہاجرؑ خوش اور مطمئن ہو گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے زمزم کے بارے میں فرمایا تھا۔

نحن حفرنا للحجيج زمزم شفاء سقم واطعام مطعم

سقيا نبي الله في الحرم وابن خليل الله والمكرم

ركضة جبرائيل عليه السلام ولما يعظم

ہم لوگوں نے حاجیوں کے لئے زمزم کا کنواں کھودا جو بیماروں کے لئے شفاء اور بھوکوں کے لئے کھانا ہے
حرم میں اللہ کے نبی کی دعا ہے اور اللہ کے خلیل کے بیٹے اور معزز ہیں۔
یہ اشعار دلالت کرتے ہیں کہ زمزم حضرت جبرائیلؑ کے پاؤں مارنے کی وجہ سے جاری ہوا تھا (واللہ اعلم)

قبیلہ جرہم اور ان کے مکہ میں رہائش پذیر ہونے کا واقعہ

جرہم ابراہیمؑ کے چچا زاد بھائی ہیں کیونکہ ابراہیمؑ فالخ بن عابر بن شالخ کی اولاد میں سے ہیں اور قبیلہ جرہم کے لوگ یقطن بن عابر بن شالخ کی اولاد میں سے ہیں۔ عابر کا ایک تیسرا بیٹا بھی تھا جس کا نام قحطان بن عابر بن شالخ تھا۔ تو قحطان بن عابر اور جرہم بن یقطن عربی زبان بولتے تھے اور فالخ بن عابر کی اولاد عبرانی زبان بولتے تھے اور عبرانی زبان کی نسبت عابر کی طرف ہے کیونکہ وہی یہ زبان بولتے تھے اور قحطان کے ابو اور جرہم یمن میں رہتے تھے پھر جرہم یمن سے ہجرت کر کے مکہ آ گئے۔ اس کا سبب یہ بنا کہ جرہم یمن سے تجارت کرنے کے لئے آتے اور دوسرے لوگ عراق سے اور جرہم کا راستہ مکہ سے تھا۔ تو جن دنوں میں حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرؑ مکہ میں آئے، انہی دنوں جرہم کے چند لوگ بھی مکہ آئے جب یہ مکہ کے دروازے کے قریب پہنچے تو انہوں نے پرندوں کو دیکھا کہ وہ بیت اللہ کی جگہ ہوا میں گردش کر رہے ہیں تو جرہم کے لوگ ایک دوسرے کو کہنے لگے کیا تم ان پرندوں کو نہیں دیکھ رہے؟ تو ان میں سے دو آدمی پرندوں کے تعاقب میں چل پڑے تو وہ دونوں پرندوں کی گردش کی جگہ پہنچے تو وہاں صرف ایک عورت اور بچہ تھا ان کو بہت تعجب ہوا تو انہوں نے حضرت ہاجر سے پوچھا تم دونوں انسان ہو یا جن؟ تو حضرت ہاجرؑ نے جواب دیا ہم انسان ہیں اور اپنا اور پانی کا سارا ماجرا ان کو سنایا اور حضرت ہاجرؑ نے بتایا کہ یہ منزل اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اور اس کو میرے اس بیٹے کے لئے ٹھکانہ بنایا ہے۔ ان آدمیوں نے کہا ہمیں بھی پانی پلائیں تو حضرت ہاجرہؑ نے ان کو پانی پلایا۔ وہ شیریں پاکیزہ پانی تھا ان آدمیوں نے پوچھا کیا اس پانی کے بارے میں آپ سے کسی نے جھگڑا کیا ہے؟ حضرت ہاجرؑ نے کہا نہیں یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رزق دیا ہے اور ہمیں پلایا ہے۔ ان آدمیوں نے وادی کو دیکھا تو وہ سرسبز بہت زیادہ چارہ والی تھی تو ان لوگوں کی اس جگہ میں رغبت زیادہ ہوگئی اور وہ واپس اپنی قوم کے پاس چلے گئے، وہ لوگ مویشیوں والے تھے۔ ان دونوں آدمیوں نے باقی لوگوں کو شہر اور پانی کا حال سنایا تو وہ لوگ اپنے شہر یمن گئے اور وہاں سے اپنے اہل وعیال اور مویشیوں کو جمع کر کے مکہ آ کر رہائش پذیر ہو گئے۔ یمن سے جو قوم نکلتی ان کا ایک بادشاہ ہوتا جو ان کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ ان دنوں جرہم کا بادشاہ مضاض بن عمرو جرہمی تھا قبیلہ جرہم کے ساتھ یمن سے ایک دوسرا قبیلہ بھی نکلا جس کو قطور کہا جاتا تھا یہ قبیلہ جرہم کے چچا زاد بھائی تھے ان کا بادشاہ سمیدع بن عامر تھا تو مضاض بن عمرو اور اس کے ساتھی مکہ کے بالائی حصہ پر قیام پذیر ہوئے اور درخت کاٹ کر اپنی رہائش گاہیں بنائیں اور سمیدع اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ کے زیریں حصہ میں رہائش پذیر ہو گئے اور وہاں درخت کاٹ کر اپنی رہائش گاہیں بنائیں۔ یہ عرب لوگ تھے عربی زبان میں بات چیت کرتے تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی دعا کی وجہ سے مکہ تک پہنچا دیا تھا تاکہ یہ اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کے لئے انسیت کا سبب بنیں۔ اسماعیلؑ نے انہی

لوگوں میں پرورش پائی اور عربی میں گفتگو شروع کردی اور انہی لوگوں سے تیراندازی سیکھی اور جب اسماعیلؑ جوان ہوئے تو انہی کی ایک عورت سے شادی کی اور اس سے اسماعیلؑ کی اولاد ہوئی۔

ذبح کا ذکر اور اس بارے میں اختلاف

مؤرخین کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ ابراہیمؑ کے دونوں بیٹوں میں سے ذبح کا واقعہ کس کے ساتھ پیش آیا۔ تو اکثر اہل کتاب اور بہت سے مسلمان علماء اور بعض اہل کتاب کا کہنا ہے کہ ذبیح اسحاقؑ ہیں اور ہمارے نزدیک ذبیح اسماعیلؑ ہیں۔ اس پر دلیل سورۃ الصافات میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ○ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ [صافات:102,101].

(تو ہم نے ان کو برداشت والے لڑکے کی بشارت دی۔ جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا ابراہیمؑ نے فرمایا اے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کررہا ہوں پس دیکھو تمہاری کیا رائے ہے؟ تو عرض کیا اے ابا! کردیں جو آپ کو حکم ہوا ہے آپ مجھے ان شاء اللہ سہارنے والا پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ذبح کا سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ [صافات:112].

(ترجمہ) اور ہم نے ان کو اسحاقؑ کی بشارت دی جو نبی اور نیک بختوں میں سے ہوں گے۔

تو اس آیت نے دلالت کی ہے کہ پہلی خوشخبری اس بچے کی ہے جو ابراہیمؑ کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا اور اسی کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ خوشخبری اور سارا واقعہ اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری کے علاوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ ہود میں ارشاد فرمایا:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ [هود: 71].

(ترجمہ) تو ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی۔

جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور ان کی اہلیہ کو یہ خوشخبری دے دی تھی کہ اسحاق علیہ السلام کا بیٹا ہوگا جس کا نام یعقوب ہوگا اگر اسی بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا جاتا تو اس میں کوئی آزمائش نہ ہوتی کیونکہ ابراہیمؑ کو تو پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ یہ بیٹا ذبح نہیں ہوگا اور یہ باقی رہے گا اس کا بیٹا یعقوب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ [الصافات:106] (حقیقت میں یہ بڑا امتحان تھا)

تو ان آیات نے دلالت کی ہے کہ ابراہیمؑ کے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ اسحاقؑ نہیں تھے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ذبح کی جگہ مکہ تھی اور مکہ میں اسماعیلؑ تھے نہ کہ اسحاق علیہ السلام۔ اور راویوں نے روایت کیا ہے کہ ابراہیمؑ کے بیٹے کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا تھا اس کے سینگ اس امت کے پہلے لوگوں

نے کعبہ میں لٹکے ہوئے دیکھے تھے اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: میں دو ذبیح کا بیٹا ہوں ایک ذبیح حضرت اسماعیلؑ تھے اور دوسرے ذبیح عبداللہ بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد تھے۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہیں نہ کہ اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے اور اس بات میں بہت سی روایات ہماری دلیل ہیں لیکن ہم ان کو یہاں نقل نہیں کریں گے۔

بیت اللہ کی تعمیر

پھر ابراہیمؑ معمول کے مطابق اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ [الحج:26] (اور جب ہم نے ابراہیم کو خانہ کعبہ کی جگہ بتلا دی)

اور فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ [البقرة: 127] (اور یاد کیجئے کہ ابراہیمؑ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے) اور فرمایا:

وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىِٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ [البقرة:125]

(ترجمہ) اور ہم نے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو حکم دیا میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والوں کے لئے۔

اور کہا جاتا ہے کہ ابراہیمؑ شام میں تھے، اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا تو ابراہیمؑ مکہ تشریف لے آئے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کی قوم کو غرق کیا اور شیث اور ان کے بعد کے لوگوں کے لئے نوحؑ کے زمانہ تک جو بیت معمور تھا اس کو آسمان پر اٹھا لیا تو یہ وہی بیت معمور ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں کیا ہے:

وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ [الطور:4] (قسم ہے بیت معمور کی)

بیت معمور بیت حرام کے بالکل اوپر ہے یہ فرشتوں کی حج گاہ ہے۔ بیت معمور کے اٹھانے کے بعد کعبہ کی جگہ ایک سرخ ٹیلہ رہ گیا تھا جس کی لوگ زیارت کرتے تھے اور ابراہیمؑ کے زمانہ تک اس کا طواف کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اسکو انہی بنیادوں پر تعمیر کرنے کا حکم دیا اور کہا جاتا ہے کہ یہ بنیاد شیثؑ نے رکھی تھی۔ راوی کہتے ہیں ابراہیمؑ کو بیت اللہ کی بنیاد میں تردد ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جس نے بیت اللہ کی جگہ ایک پہاڑ پر آکر سایہ کیا تو ابراہیمؑ کو بیت اللہ کی بنیاد اور جگہ معلوم ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے ایک مکڑی بھیجی جس نے بیت اللہ کی

بنیادوں پر جالا بن دیا جس سے ابراہیمؑ کو معلوم ہوگیا اور ابراہیمؑ کو کہا گیا کہ یہاں کھدائی کریں ابراہیمؑ کھدائی کرتے کرتے اس بنیاد تک پہنچ گئے جو شیثؑ نے رکھی تھی تو اس پر ابراہیمؑ نے پتھروں سے بیت اللہ کو تعمیر کیا۔ اسماعیلؑ پتھر اور گارا دیتے اور ابراہیمؑ تعمیر کرتے۔ ابراہیمؑ نے اس کو پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بنایا۔ پہلا پہاڑ طورِ سینا ہے دوسرا جبل طور زیتا ہے تیسرا لبنان کا پہاڑ اور چوتھا جودی پہاڑ ہے اور اس کی بنیادیں حرا پہاڑ سے بنائیں۔ جب ابراہیمؑ رکن میں حجر اسود لگانے کی جگہ پہنچے تو اسماعیلؑ کو فرمایا اے میرے بیٹے! ایک پتھر تلاش کرو جس کو ہم لوگوں کے لئے علامت بنا دیں۔ اسماعیلؑ ایک پتھر لائے ابراہیمؑ کو وہ پتھر پسند نہ آیا تو فرمایا کوئی اور پتھر تلاش کریں تو اسماعیلؑ پتھر تلاش کرنے گئے تو جبرائیلؑ حجر اسود لے کر ابراہیمؑ کے پاس آئے اور اس کی جگہ رکھ دیا تو اسماعیلؑ نے پوچھا اے ابا جان یہ پتھر کون لایا ہے؟ ابراہیمؑ نے فرمایا اے میرے بیٹے! جس نے مجھے تیرے حوالے نہیں کیا، حجر اسود کو غرق کے زمانہ میں جبرائیلؑ جبل ابی قبیس کے پاس امانت رکھ گئے تھے تو ابراہیمؑ نے اس کو نکلوا دیا اور اس کی موجودہ جگہ پر رکھا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود آئے گا، اس کے دو ہونٹ اور زبان ہوگی اس سے سوال کیا جائے گا تو یہ خندہ پیشانی سے بات کرے گا اور استلام کرنے والوں کی گواہی دے گا۔ اور وہبؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جس فرشتے کو زمین کی تدبیر کے لئے بھیجتے ہیں اس کو بیت اللہ کی زیارت کا بھی حکم دیتے ہیں تو وہ فرشتہ آسمان سے احرام باندھ کر تلبیہ کہتا ہوا بیت اللہ آکر طواف کرتا ہے اور رکن کا استلام کر کے بیت اللہ میں داخل ہو کر نماز پڑھتا ہے اور پھر اپنی ذمہ داری پوری کرنے چلا جاتا ہے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن جبرائیلؑ کو دیکھا کہ ان کے سَر پر سرخ پگڑی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ سبز پگڑی تھی اور غبار آلود تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا اے جبرائیلؑ! یہ غبار کیسا ہے؟ جبرائیلؑ نے جواب دیا میں فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں ہم نے بیت اللہ کی زیارت کی اور طواف کیا تو حجر اسود کا بوسہ دینے کے لئے میری اور فرشتوں کی بھیڑ ہوگئی تو یہ غبار اس بھیڑ میں فرشتوں کے پَروں سے اڑا تھا اور ابراہیمؑ جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ لوگوں کو حج کے لئے بلائیں اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ [الحج:27] (اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو)۔

تو ابراہیمؑ نے یمن کی طرف رخ کر کے حج کی طرف بلایا تو جواب ملا: لبیک لبیک پھر مشرق کی طرف رخ کر کے بلایا تو ویسا ہی جواب ملا پھر شام کی طرف رخ کر کے بلایا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ابراہیمؑ کو قیامت تک حج کرنے والوں نے اپنے آباء کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں سے جواب دیا۔ جس نے ایک مرتبہ جواب دیا وہ ایک مرتبہ حج کرے گا جس نے ایک سے

زیادہ جتنی دفعہ جواب دیا وہ اتنی ہی دفعہ حج کرے گا۔ ابراہیمؑ کی پکار یہ تھی" اے لوگو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے لئے ایک گھر بنایا ہے تم اس کی زیارت کرو' اور کہا جاتا ہے کہ ابراہیمؑ کو سب سے زیادہ جواب یمن والوں نے دیا اور بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہو کر ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہا:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ [2:127] رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ وَ اَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ[البقرۃ:128]

(ترجمہ) انہوں نے دعا کی اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا تابعدار کر دے اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا اور ہمیں معاف کر بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو بھیجا تاکہ وہ ابراہیمؑ کو حج کے افعال سکھائیں۔ تو جبرائیلؑ نے ابراہیمؑ کو تمام مناسک کا چکر لگایا، جب ابراہیمؑ نے ان کو جان لیا تو جبرائیلؑ نے حج کرنے کا کہا۔ تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ اور ان کے ساتھ دیگر مسلمان ترویہ کے دن حج کے لئے روانہ ہوئے اور منیٰ میں قیام کیا۔ ابراہیمؑ نے ان سب کو ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھائی اور صبح تک وہیں رات گزاری اور ان کو فجر کی نماز پڑھائی پھر عرفہ تشریف لے گئے اور سورج کے زوال تک وہاں قیام کیا اور ظہر اور عصر کی نمازوں کو وہاں جمع کیا پھر عرفہ کے وقوف کی جگہ تشریف لے گئے وہاں وقوف کیا جب سورج غروب ہوا تو مزدلفہ تشریف لے گئے اور وہاں مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور صبح تک وہیں رات گزاری اور فجر کی نماز پڑھی اور مزدلفہ میں مشعر حرام پر وقوف کیا پھر منیٰ روانہ ہو گئے اور جمرات کو کنکر مارے اور حج کے تمام شعائر ویسے پورے کئے جیسے جبرائیلؑ نے دکھائے تھے حتیٰ کہ جانور ذبح کرنا بھی۔ پھر اسی رات ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کے ذبح کا خواب دیکھا اب ہم ذبح کے تذکرہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ پھر ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنا بیٹا ذبح کرنے کا حکم دے رہے ہیں، صبح ہوئی تو ابراہیمؑ فکر میں پڑ گئے کہ یہ خواب شیطان کی طرف سے ہوگا پھر دوسری رات ویسا ہی خواب دیکھا تو فرمایا یہ شیطان کی طرف سے ہے وہ چاہتا ہے کہ میرے بیٹے کے بارے میں مجھے فتنہ میں مبتلا کرے۔ پھر تیسری رات ویسا ہی خواب دیکھا اور خواب میں آواز دی گئی اے ابراہیم! شیطان آپ کو آپ کے رب کی فرمانبرداری کا حکم نہیں دیتا آپ کھڑے ہوں اور جو آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے پورا کریں۔ جب صبح ہوئی تو ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کی والدہ کو کہا اسماعیل کا سَر دھو کر تیل لگا کر کنگھی کریں تو انہوں نے سَر دھو کر تیل لگایا اور کنگھی کی۔ ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو فرمایا اے میرے بیٹے! بڑی چھری اور رسی لے لو ہم اس گھاٹی سے لکڑیاں کاٹ کر آتے ہیں جب دونوں باپ بیٹا وادی کی طرف جا رہے تھے تو ابلیس ایک بوڑھے کی شکل میں ابراہیمؑ کے سامنے آ کر پوچھنے لگا اے ابراہیم! کہاں کا ارادہ ہے؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا اس وادی کی طرف ایک کام سے جا رہا ہوں ابلیس کہنے لگا

اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ شیطان آپ کے پاس آیا تھا اور اسی نے آپ کو کہا ہے کہ اپنا بیٹا ذبح کریں۔ ابراہیمؑ اس کو پہچان گئے اور فرمایا اے اللہ کے دشمن! مجھ سے دور ہوجا تاکہ میں اپنے رب کے حکم پر عمل کرسکوں۔ جب اللہ کا دشمن ابراہیمؑ سے مایوس ہوگیا تو اسماعیلؑ اپنے والد کے پیچھے چل رہے تھے ان کے پاس رسی اور بڑی چھری تھی ان کے پاس آکر کہنے لگا اے لڑکے! تو جانتا ہے تیرا والد تجھے کہاں لے جارہا ہے؟ اسماعیلؑ نے فرمایا ہاں ہم اس وادی میں لکڑیاں کاٹنے جارہے ہیں۔ ابلیس کہنے لگا اللہ کی قسم!! ابراہیمؑ تجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں اسماعیلؑ نے کہا کیا آپ نے کوئی ایسا باپ دیکھا ہے جو اپنے بیٹے کو ذبح کردے؟ ابلیس کہنے لگا ان کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام کا حکم دیا ہے اسماعیلؑ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے میرے والد ویسے ہی کریں، میں اس کو دل و جان سے مانتا ہوں۔ جب شیطان حضرت اسماعیلؑ سے بھی مایوس ہوگیا تو حضرت ہاجرؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ جانتی ہیں کہ ابراہیمؑ اسماعیلؑ کو کہاں لے گئے ہیں؟ حضرت ہاجرہؑ نے جواب دیا ہمارے لئے لکڑیاں کاٹنے گئے ہیں۔ ابلیس کہنے لگا: نہیں بلکہ ابراہیمؑ اسماعیلؑ کو ذبح کرنے لے گئے ہیں۔ حضرت ہاجرؑ نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ ابراہیمؑ تو بڑے رحم دل ہیں۔ ابلیس نے کہا ابراہیمؑ کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذبح کا حکم دیا ہے حضرت ہاجرؑ نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا دشمن ذلیل و رسوا ہوکر واپس چلا گیا اور ابراہیمؑ اور ان کے سب گھر والے شیطان کے شر سے محفوظ ہوگئے اور سب نے اللہ تعالیٰ کی بات دل سے سننے اور ماننے پر اتفاق کرلیا۔ جب ابراہیمؑ وادی پر پہنچے تو اسماعیلؑ کو فرمایا:

يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ [صافات:102].

(ترجمہ) اے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں پس دیکھو تمہاری کیا رائے ہے؟ عرض کیا اے ابا! کردیں جو آپ کو حکم ہوا ہے آپ مجھے ان شاء اللہ سہارنے والا پائیں گے۔

پھر اسماعیلؑ نے ابراہیمؑ کو کہا اے ابا جان! جب مجھے ذبح کرنے لگیں تو میرے ہاتھ اور پاؤں مضبوطی سے باندھ دیں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ ذبح کے وقت میں ہاتھ پاؤں ماروں گا کیونکہ موت سخت چیز ہے اور ہوسکتا ہے کہ آپ کو مجھ سے کوئی تکلیف پہنچ جائے اور میرا اجر کم ہوجائے اور اپنی چھری کی دھار کو خوب تیز کرلیں تاکہ وہ جلدی سے مجھ پر چلے اور مجھے راحت دیدے اور آپ جب مجھے ذبح کے لئے لٹائیں تو اوندھے منہ لٹائیں پہلو کے بل نہ لٹائیں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ آپ میرے چہرے کو دیکھیں گے تو آپ کو شفقت دامن گیر ہوجائے گی جو آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے درمیان رکاوٹ بن جائے گی پھر میری قمیص میری والدہ کو جاکر دے دیجئے گا تاکہ ان کو میری خوشبو سونگھ کر تسلی ہو۔ تو ابراہیمؑ نے فرمایا اے میرے بیٹے! تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے لئے بہت اچھا مددگار ہے اور ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کے سرہانہ بیٹھ کر کہا اے میرے معبود! گزشتہ زمانہ میں بھی تیرے لئے

تعریف ہے اور باقی زمانہ میں بھی تیرے لئے تعریف ہے۔ اے میرے معبود! آپ نے مجھے بڑھاپے میں اولاد عطاء کی پھر اس کو ذبح کرنے کا حکم دے کر مجھے آزمایا اگر آپ اس پر راضی ہیں تو میں آپ کے حکم کے آگے سرنگوں ہوں اور اگر یہ حکم آپ کی مجھ پر ناراضگی کی وجہ سے ہے تو میں آپ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ فرشتے رونے لگے اور عرض کرنے لگے اے ہمارے رب! ایک نبی اوندھے منہ لیٹے ہیں اور دوسرے نبی اس کو ذبح کررہے ہیں اور اپنی چھری کی دھار اس کی ٹھوڑی کے نیچے داخل کردی ہے۔ تو چھری بھی رونے لگی اور اسماعیلؑ کا گلا نہیں کاٹا۔ ابراہیمؑ نے دوبارہ چھری کو تیز کیا اور اسماعیلؑ کی ٹھوڑی کے نیچے داخل کرکے ان کے حلق پر چھری چلائی تو چھری روپڑی اور نہیں چلی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو تبدیل کرکے چھری کی پشت حلق پر کردی اسی طرح تین مرتبہ ہوا، اور آواز دی گئی اے ابراہیم! قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا [صافات: 105] (تم نے خواب کو سچ کردکھایا) آپ کے پیچھے جو جانور ہے اس کو ذبح کردیں، یہ آپ کے بیٹے کا فدیہ ہے۔ راوی کہتے ہیں پہاڑ سے ایک مینڈھا نیچے اترا جس کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے اتارا تھا یہ مینڈھا جنت میں چالیس سال چرتا رہا تھا اور کہا جاتا ہے کہ یہ مینڈھا حضرت ہابیلؑ کی قربانی کا تھا جو اس وقت سے جنت میں چر رہا تھا۔ ابراہیمؑ اپنے بیٹے کو چھوڑ کر مینڈھے کو پکڑنے اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔ اس کو جمرۃ اولیٰ کے پاس پایا تو ابراہیمؑ نے اس کو سات کنکریاں ماریں وہ آگے بڑھا پھر اس کو جمرہ وسطی کے پاس پایا تو اس کو سات کنکریاں ماریں اور اس کو پکڑ کر منیٰ میں قربانی کی جگہ لے آئے اور اس کو ذبح کیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابن عباسؓ کی جان ہے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ظاہر کیا تو اس مینڈھے کا سَر دونوں سینگوں کے ساتھ کعبہ کے پرنالے سے لٹکا ہوا تھا اور خشک ہو چکا تھا۔ راوی کہتے ہیں ابراہیمؑ اپنے بیٹے کو بندھا ہوا چھوڑ کر مینڈھے کے پیچھے گئے تو جبرائیلؑ نے آکر اسماعیلؑ کی رسیاں کھول دیں جب ابراہیمؑ واپس تشریف لائے تو پوچھا اے میرے بیٹے! آپ کی رسیاں کس نے کھولی ہیں؟ اسماعیلؑ نے کہا ایسی ایسی صورت کے ایک آدمی نے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا وہ جبرائیلؑ تھے اور کہا جاتا ہے کہ جبرائیلؑ نے اسماعیلؑ کو کھولتے ہوئے کہا آپ کی ایک دعا قبول ہوجائے گی آپ جو چاہیں اپنے رب سے مانگ لیں تو اسماعیلؑ نے دعا کی اے میرے رب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو آپ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے آپ اس کی مغفرت کردیں۔ راوی کہتے ہیں کہ جب اسماعیلؑ نے ابراہیمؑ کو بتایا کہ جبرائیلؑ نے ان کو کہا تھا کہ اپنے رب سے جو چاہو مانگ لو تو جبرائیلؑ نے کہا اے بیٹے جب آپ دعا مانگنا چاہیں تو یہ یہ بات کہیں ابراہیمؑ نے فرمایا اے میرے بیٹے! آپ موافقت کرنے والے ہیں۔ وہبؒ فرماتے ہیں پھر ان دونوں باپ بیٹے کو آسمان سے آواز آئی یا ابراہیم! اے سچوں میں سب سے زیادہ سچے، میں نے تم دونوں کو پسند کیا تم دونوں نے وفا کی اور میں نے تم دونوں کو آزمایا تم دونوں نے صبر کیا، اب میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ تم دونوں کو جنت کے اعلیٰ درجات میں ایسے مرتبہ تک پہنچادوں کہ کوئی بھی آپ دونوں کا ہمسر نہ ہو اور میں نے آپ

دونوں کو جہان والوں میں سچائی کی زبان عطاء کی ہے۔
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ [الصافات:80] (ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں).
اے ابراہیم! آپ میری مخلوق میں میرے خلیل ہیں اور اے اسماعیل! آپ میری مخلوق میں میرے صفی ہیں تو یہ دونوں حضرات بارگاہ ایزدی میں شکرانہ کے لئے سجدہ ریز ہو گئے۔

اسماعیلؑ کی شادی اور ابراہیمؑ کا زیارتِ کعبہ کیلئے آنے کا واقعہ

راوی فرماتے ہیں پھر اس واقعہ کے بعد ابراہیمؑ شام لوٹ آئے اور اللہ تعالیٰ نے اسماعیلؑ کو بہت زیادہ مویشی عطاء کئے۔ اسماعیلؑ صبح کو جانوروں کو چرانے جاتے اور رات کو والدہ کے پاس آجاتے اور حطیم میں رات کو بکریاں ٹھہراتے۔ پھر اسماعیلؑ نے عمالیق کی ایک عورت دیکھی وہ آپ کو اچھی لگی تو آپ نے اس عورت سے شادی کرلی اس کا نام غمرۃ بنت اسعد بن اسامہ عملیق تھا۔ پھر ابراہیمؑ کا ارادہ ہوا کہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کی زیارت کریں تو براق پر سوار ہوئے تو حضرت سارہؓ نے غیرت میں آکر کہا کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ آپ وہاں سواری سے اتریں جلدی میرے پاس لوٹ آنا۔ ابراہیمؑ نے فرمایا ٹھیک ہے جب ابراہیمؑ مکہ پہنچے تو اسماعیلؑ کے گھر گئے وہ بکریاں چرانے گئے ہوئے تھے، گھر پر نہیں تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اسماعیلؑ کی اہلیہ گھر میں تھیں ابراہیمؑ نے پوچھا آپ کون ہو؟ خاتون نے کہا میں اسماعیل بن ابراہیمؑ کی اہلیہ ہوں، ابراہیمؑ نے پوچھا تمہارا روزگار کیسا ہے اور کیسا گزارا ہو رہا ہے؟ عورت نے کہا جیسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تعریف نہیں کی اور اپنی معیشت پر ناراضگی ظاہر کی۔ ابراہیمؑ نے پوچھا اسماعیلؑ کہاں ہیں؟ اس عورت نے کہا آپ ان کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟ وہ گھر نہیں ہیں۔ ابراہیمؑ نے پوچھا وہ کب آئیں گے؟ خاتون نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے۔ اس خاتون نے ابراہیمؑ کو سواری سے اترنے کا بھی نہیں کہا اور کس مقصد سے آئے ہیں یہ بھی نہیں پوچھا۔ تو ابراہیمؑ نے فرمایا جب آپ کے خاوند گھر آجائیں تو ان کو میری طرف سے سلام کہنا اور ان کو کہنا کہ آپ کے والد کہہ رہے تھے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کرلیں۔ خاتون نے کہا میں ایسا ہی کروں گی اور ابراہیمؑ واپس تشریف لے گئے۔ جب شام کو اسماعیلؑ واپس تشریف لائے تو اپنے والد اور براق کے اثرات دیکھ کر اپنی اہلیہ سے دریافت کیا: کیا کوئی آیا تھا؟ اہلیہ نے کہا نہیں صرف ایک بوڑھے آدمی آئے تھے آپ کا پوچھ رہے تھے اور یہ بات کی اور آپ کے لئے یہ پیغام دیا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کرلیں۔ اسماعیلؑ نے فرمایا وہ بوڑھے آدمی میرے والد تھے اور تو دروازے کی چوکھٹ ہے، میرے والد نے میرے لئے تجھے پسند نہیں کیا تو اسماعیلؑ نے اس بیوی کو طلاق دے کر اس کے بعد سیدہ بنت مضاض بن عمر جرہمی سے شادی کی تو ابراہیمؑ نے ان سے پوچھا تمہارا گزارا کیسا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا الحمد للہ! بہترین گزارا ہو رہا ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا: آپ کے خاوند کیسے ہیں؟ خاتون نے جواب دیا بہترین خاوند ہیں اور اس خاتون نے ابراہیمؑ

کو کہا آپ سواری سے اتریں اور ہمارے مہمان بنیں تو ابراہیمؑ نے فرمایا میں سواری سے نیچے نہیں اتر سکتا خاتون نے کہا: آپ کا سُر پراگندہ ہے کیا میں آپ کا سر دھو کر تیل لگا دوں؟ ابراہیمؑ نے فرمایا: اگر آپ چاہیں تو وہ خاتون ابراہیمؑ کے پاس ایک پتھر لائیں ابراہیمؑ نے اپنا دایاں پاؤں پتھر پر رکھا تو انہوں نے ابراہیمؑ کے سَر کی دائیں جانب دھودی ابراہیمؑ سواری پر ہی بیٹھے رہے پھر انہوں نے پتھر اٹھا کر دوسری جانب رکھا ابراہیمؑ نے اپنا بایاں پاؤں اس پر رکھا تو انہوں نے ابراہیمؑ کے سَر کی بائیں جانب دھودی تو اس پتھر پر ابراہیمؑ کے دونوں پاؤں کے نشان آ گئے تو یہ پتھر وہی مقام ابراہیم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے امام اور لوگوں کے لئے جائے نماز بنایا ہے۔ اور مقام ابراہیم کے بارے میں اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ ہم نے وہ تمام اقوال معانی القرآن میں ذکر کر دیئے ہیں پھر وہ خاتون کھانے کی ایک طشتری لائیں اور وہ پکڑ کر کھڑی رہیں ابراہیمؑ نے براق پر بیٹھے بیٹھے ہی کھانا کھایا اور پانی پیا۔ اس خاتون نے ابراہیمؑ کا شکریہ ادا کیا تو ابراہیمؑ نے خاتون سے فرمایا جب آپ کے خاوند لوٹ آئیں تو ان کو کہنا کہ یہاں ابھی ابراہیم آئے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ آپ کے دروازے کی چوکھٹ بہترین ہے اس کی حفاظت کریں۔ پھر ابراہیمؑ نے خاتون سے پوچھا کیا آپ لوگوں کے پاس روٹی ہے؟ انہوں نے کہا میں نہیں جانتی کہ روٹی کیا ہوتی ہے؟ ابراہیمؑ نے پوچھا کیا آپ لوگوں کے پاس ستو ہے؟ خاتون نے کہا میں نہیں جانتی ستو کیا ہوتا ہے؟ ابراہیمؑ نے پوچھا کیا آپ لوگوں کے پاس کھجور ہے؟ خاتون نے کہا آپ جو کچھ پوچھ رہے ہیں میں ان میں سے کسی چیز کو نہیں جانتی۔ تو ابراہیمؑ رونے لگے اور روتے ہوئے کہا:

رَبَّنَآ اِنِّیۡٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ وَ ارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ [ابراھیم:37]

(ترجمہ) میں نے اپنی اولاد کو ایک میدان میں بسایا ہے جو زراعت کے قابل نہیں ہے تیرے حرمت والے گھر کے پاس۔ اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز کا اہتمام کریں پس آپ کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیں اور ان کو کھانے کو پھل دیں تا کہ وہ شکر کریں۔

جب ابراہیمؑ واپس تشریف لے گئے، شام کو اسماعیلؑ واپس آئے اور ابراہیمؑ کی خوشبو سونگھی اور براق کے نشانات دیکھے تو اپنی اہلیہ سے پوچھا کیا یہاں کوئی آیا تھا؟ انہوں نے کہا جی ہاں ایک بزرگ آدمی آئے تھے میں نے ان جیسا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ ان پر بادشاہوں جیسی بڑائی اور بہترین لوگوں جیسی علامات اور انبیاء کا نور تھا۔ اور مقام ابراہیمؑ دکھا کر کہا یہ ان کے نشانِ قدم ہیں اور سارا ماجرا سنایا۔ اسماعیلؑ مقام ابراہیم منگوا کر اپنی اولاد کو جمع کر کے رونے لگے اور فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کا مقام ہے وہ سب بھی رونے لگے اور ابراہیمؑ کے قدموں کی جگہ کو بوسہ دیا۔ راوی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی دعا کی وجہ سے دو فرشتے بھیجے بعض نے کہا وہ جبرائیلؑ اور میکائیلؑ تھے۔ ایک فرشتے نے شام کی سرزمین سے طائف کی مٹی کو زمین کے نیچے تک اٹھایا اور دوسرے فرشتے

نے تہامہ کے علاقہ سے رملہ کی زمین کو نیچے تک اکھاڑ لیا اور جہاں کا ان کو حکم دیا گیا تھا وہاں اٹھا کر چل پڑے اور ان دونوں کی ملاقات رات کی تاریکی میں ہوئی اور ایک دوسرے سے ساری بات پوچھی تو ہر ایک فرشتے نے بتایا مجھے اس کام کا حکم دیا گیا تھا تو طائف کو رملہ کی جگہ تہامہ میں رکھ دیا گیا اور رملہ کو طائف کی جگہ شام میں رکھ دیا گیا۔ یہ سب ابراہیمؑ کی دعا کی وجہ سے ہوا اور کہا جاتا ہے کہ طائف کا نام پہلے کچھ اور تھا تو جبرائیلؑ اس کو لے کر آئے اور بیت اللہ کے سات چکر لگوا کر اس جگہ پر رکھ دیا اسی وجہ سے اس کا نام طائف رکھ دیا گیا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرؑ کی خبر گیری کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ہاجرؑ وفات پاگئیں پھر کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیمؑ بھی وفات پا گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی وفات

اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو مال و اولاد اور مویشیوں کی وافر مقدار عطاء فرمائی تھی۔ حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ ابراہیمؑ کی بکریوں کی حفاظت کے لئے چار ہزار کتے چرواہوں کے ساتھ ہوتے تھے۔ اوز حضرت ہاجرؑ سے بیٹے اسماعیلؑ پیدا ہوئے اور حضرت سارہؑ سے حضرت اسحاق علیہ السلام اور جب حضرت سارہؑ وفات پاگئیں تو حضرت ابراہیمؑ نے ایک کنعانی عورت سے نکاح کیا جس سے پانچ بچے پیدا ہوئے۔ بقیشان بن ابراہیم، زمران بن ابراہیم، مدین بن ابراہیم، سبق بن ابراہیم، شوح بن ابراہیم۔ ان میں سے کوئی بھی نبی نہیں بنا۔ بلکہ نبوت صرف حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں چلی اور جب حضرت ابراہیمؑ ایک سو پچاس سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑھاپے کو ظاہر کر دیا۔ مؤرخین کہتے ہیں اس کا سبب یہ تھا کہ اسحاقؑ اپنے والد ابراہیمؑ کے بہت زیادہ مشابہہ تھے حتیٰ کہ لوگ ان دونوں باپ بیٹے میں فرق نہیں کر سکتے تھے۔ کوئی آدمی اسحاقؑ کے پاس آتا تو ان کو ابراہیمؑ سمجھ کر کہتا السلام علیک یا خلیل اللہ تو اسحاق علیہ السلام فرماتے: میں رحمان کے خلیل کا بیٹا ہوں وہ مجھ سے بہت بہتر ہیں اور میرے آقا ہیں میں ان کا غلام ہوں۔ جب لوگوں پر ان دونوں میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ پر بڑھاپے کی علامات ظاہر کر دیں۔ جب ابراہیمؑ نے اپنے بالوں میں سفیدی دیکھی تو آہ وزاری شروع کر دی، آدمؑ کی اولاد میں سب سے پہلے ابراہیمؑ بوڑھے ہوئے تھے۔ تو ابراہیمؑ نے عرض کیا اے میرے رب! یہ کیا ہے؟ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ وقار و سکون اور میری طرف بردباری ہے تو ابراہیمؑ نے عرض کیا اے اللہ! اس وقار و سکون میں اضافہ کر دیں اور خوش ہو گئے۔ پھر ابراہیمؑ اس کے بعد پچیس سال زندہ رہے۔ ابراہیمؑ کی کل عمر ایک سو پچھتر سال تھی اور بعض نے کہا ہے دو سو سال تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی روح قبض کرنے کا ارادہ فرمایا تو ابراہیمؑ کے پاس موت کا فرشتہ بھیجا، ابراہیمؑ کا ایک گھر تھا جس میں وہ خلوت اختیار کرتے تھے، ابراہیمؑ کی اجازت کے بغیر کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا تو ابراہیمؑ کی عدم موجودگی میں ملک الموت اس میں داخل ہو گئے جب ابراہیمؑ داخل ہوئے تو ایک انتہائی بدصورت اجنبی آدمی کو دیکھا تو

خوفزدہ ہوکراس کو فرمایا تجھے کس نے میرے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے؟ تو انہوں نے کہا گھر کے رب نے تو ابراہیمؑ نے فرمایا گھر کا رب گھر کا زیادہ حق دار ہے اور ملک الموت باہر چلے گئے۔ اگلے دن ابراہیمؑ اپنے گھر سے نکلے اور گھر کو تالا لگادیا تو ملک الموت آئے اور اس میں داخل ہو گئے اور ابراہیمؑ آئے تو گھر میں ایک حسین شخص کو دیکھا کہ اس سے پہلے کبھی اس کو نہ دیکھا تھا تو ابراہیمؑ کو بہت تعجب ہوا اور اس کو فرمایا آپ کون ہو؟ اور آپ کو کس نے میرے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے؟ ملک الموت نے کہا گھر کے رب نے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا گھر کا رب گھر کا زیادہ حق دار ہے۔ آپ کون ہو؟ اس فرشتہ نے کہا: میں ملک الموت ہوں اور گزشتہ روز بھی میں ہی آیا تھا اور ملک الموتؑ نے کہا جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتے ہیں تو مجھے اس صورت میں بھیجتے ہیں جو آپ نے گزشتہ کل دیکھی تھی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتے ہیں تو مجھے اس صورت میں بھیجتے ہیں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو فرمایا: میرے خلیل ابراہیم کے پاس جا کر ان کے لئے زندگی ناپسند بنا دو اور ان کے لئے موت محبوب بنا دو تو ملک الموت ایک ایسے بوڑھے آدمی کی صورت میں ابراہیمؑ کے پاس گئے جس کی کمر کمان بن چکی تھی اور آنکھیں اندھی ہو چکی تھیں اور اس کے نتھنے بہہ رہے تھے اور وہ اپنی لاٹھی کا سہارا لے کر چل رہا تھا۔ اور ابراہیمؑ اس وقت اپنے گھر میں تشریف فرما تھے۔ ابراہیمؑ کے پاس مساکین آرہے تھے ابراہیمؑ ان کا خوب اکرام کررہے تھے تو ملک الموت نے اسی حالت میں آکر ابراہیمؑ کو سلام کیا اور ابراہیمؑ نے ان کے لئے کھانا لانے کا حکم دیا۔ ملک الموت بیٹھ گئے اور کھانا کھانے لگے جیسے ہی وہ لقمہ اٹھا کر منہ میں ڈالتے وہ اسی وقت نیچے گر جاتا تو ابراہیمؑ کو ان کے حال پر تعجب ہوا تو پوچھا اے شیخ! آپ کو کھانا کھاتے ہوئے کیا ہو رہا ہے؟ میں آپ کی ایسی حالت کیوں دیکھ رہا ہوں؟ اس بوڑھے نے کہا یہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے جو آدمی اس عمر تک پہنچے گا وہ ایسے ہو جائے گا۔ ابراہیمؑ نے دریافت کیا آپ کی عمر کتنی ہے؟ اس بوڑھے نے کہا دوسو ایک سال اس وقت ابراہیمؑ کی عمر دوسو سال تھی تو ابراہیمؑ نے دل میں کہا میرے اور اس بوڑھے کی حالت کے درمیان صرف ایک سال باقی رہ گیا ہے تو ابراہیمؑ کو زندگی انتہائی ناپسند ہوگئی اور موت کی محبت پیدا ہوگئی۔ پھر وہ بوڑھا شخص چلا گیا اور پھر ایک سال بعد ملک الموت خوبصورت شکل میں ابراہیمؑ کے پاس آئے تو ابراہیمؑ نے ان کو پہچان کر فرمایا اے ملک الموت! میں اس وقت آپ ہی کی تمنا کر رہا تھا اور ان کو بوڑھے کا واقعہ سنایا تو ملک الموت نے کہا مجھے آپ کی روح قبض کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ملک الموت ابراہیمؑ کی روح قبض کرنے ابراہیمؑ کے پاس آئے اور سلام کیا تو ابراہیمؑ نے سلام کا جواب دے کر پوچھا آپ کون ہو؟ تو انہوں نے کہا میں ملک الموت ہوں مجھے آپ کے بارے میں حکم دیا گیا ہے تو ابراہیمؑ رونے لگے اسحاق علیہ السلام ابراہیمؑ کے رونے کی آواز سن کر اندر داخل ہوئے اور پوچھا اے رحمٰن کے خلیل! آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟ ابراہیمؑ نے فرمایا یہ ملک الموت میری روح قبض

کرنے آئے ہیں تو اسحاق علیہ السلام بھی رونے لگے اور ملک الموت اپنے رب کے پاس واپس چلے گئے اور عرض کیا اے میرے رب! آپ کے خلیل نے موت کی وجہ سے آہ و بکا شروع کردی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیلؑ! آپ جنت سے ایک پھول لے کر ملک الموت کے ساتھ ابراہیمؑ کے پاس جائیں اور ان کو سلام کر کے یہ پھول دیں اور کہیں کہ جب کسی خلیل کی لمبے عرصے تک اپنے خلیل سے ملاقات نہ ہو تو وہ اس کی ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے۔تو آپ میرے خلیل ہونے کے باوجود میری ملاقات کا شوق نہیں رکھتے؟ تو جبرائیلؑ آئے اور ابراہیمؑ کو رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر پھول دیا۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا جی ہاں !اے میرے رب !میں آپ کی ملاقات کا شوق رکھتا ہوں۔ یہ کہہ کر ابراہیمؑ نے پھول سونگھا تو ملک الموت نے اسی میں روح قبض کرلی۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ جب ملک الموت ابراہیمؑ کی روح قبض کرنے آئے تو ابراہیمؑ نے ملک الموت کو فرمایا اے ملک الموت! کیا آپ نے کسی دوست کو دیکھا ہے جو اپنے دوست کی روح کو قبض کرتا ہو؟ تو ملک الموت آسمان پر گئے اور ابراہیمؑ کی بات اللہ تعالیٰ کو جا کر بتائی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے خلیل کو جا کر کہو کیا آپ نے کوئی ایسا دوست دیکھا ہے جو اپنے جگری دوست کی ملاقات کو ناپسند سمجھتا ہو؟ تو ملک الموت نے آ کر ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ کا فرمان پہنچایا تو ابراہیمؑ نے اپنی روح کو کہا: میری روح ابھی اسی وقت۔تو ملک الموت نے روح قبض کرلی اور ابراہیمؑ نے حیرون میں ایک زمین ایک شخص سے خریدی تھی اور وصیت کی تھی کہ مجھے یہاں دفنانا تو ابراہیمؑ کو وہیں دفن کیا گیا۔

حضرت ابراہیمؑ کے بعد ان کی اولاد کے حالات و واقعات

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اسماعیل بن ابراہیم نے سیدہ بنت مضاض بن عمرو جرہمی سے نکاح کرلیا تھا تو ان کی سیدہ سے اولاد ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ بارہ بیٹے پیدا ہوئے ان میں سے بڑے بیٹے نابت بن اسماعیل تھے اور بعض نے ان کا نام نبت نقل کیا ہے اور ایک بیٹے کا نام قیدار بن اسماعیل تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں نابت بن قیدار اور اسماعیلؑ کی اولاد مکہ میں تھی اور راویوں نے نقل کیا ہے کہ ابراہیمؑ کی وفات کے بعد اسماعیلؑ شام گئے اور اپنے والد کی قبر کی زیارت کی اور اپنے بھائیوں میں اپنے والد کی میراث تقسیم کی۔ پھر مکہ واپس آگئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابراہیمؑ نے وفات سے پہلے ہی اپنے مال میں سے اسماعیلؑ کا حصہ بھیج دیا تھا۔ (واللہ اعلم)۔

پھر اسماعیلؑ نے ایک سوسینتیس سال کی عمر پائی اور وفات کے بعد حجر میں اپنی والدہ ہاجر کی قبر کے پاس مدفون ہوئے اور اسماعیلؑ کی اولاد مکہ میں منتشر ہوگئی لیکن نیسار جن کو عرب عربانیہ سمجھتے ہیں یہ بنت بن اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ ساری زمین میں پھیل گئے یہ جس شہر میں جاتے وہاں کے لوگوں پر غالب آجاتے۔ یہ لوگ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے دین حنیف اور ان کی شریعت کو تھامے ہوئے تھے کیونکہ اسماعیلؑ بھی ابراہیمؑ کی شریعت پر تھے اور یہ شریعت ان کی اولاد کے لئے لازم تھی۔ اور ان لوگوں نے عمالیق کو مکہ سے جلاوطن کردیا اور جرہم کیونکہ ان کے ماموں تھے تو ان کے قریبی رشتہ کی وجہ سے انہوں نے جرہم سے بیت اللہ کی ولایت مبارک

کے بارے میں جھگڑا نہیں کیا۔ اسی حال پر کافی عرصہ گزر گیا پھر ان لوگوں نے اپنے آباء واجداد کا دین تبدیل کردیا۔ اس کا سبب یہ بنا تھا کہ جب ان پر مکہ کی سرزمین تنگ ہوئی تو وہ اطراف کے شہروں میں پھیل گئے۔ اب ان میں سے جو شخص بھی سفر پر جاتا اپنے ساتھ حرم کا کوئی ایک پتھر لے جاتا اور جہاں قیام کرتا اس پتھر کو رکھ کر کعبہ کی طرح اس پتھر کا طواف کرتا۔ پھر ان کے بعد لوگوں کو جو پتھر اچھا لگتا وہ اس کا طواف شروع کر دیتے اور اپنا اصل دین بھول گئے اور ان لوگوں نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے دین کو تبدیل کر کے بتوں کی عبادت شروع کردی لیکن اس کے باوجود ان لوگوں نے ابراہیمؑ کی شریعت کی بعض چیزوں کو مضبوطی سے تھامے رکھا جیسے مناسک حج اور حرم اور بیت اللہ کی تعظیم وغیرہ۔

بت پرستی کا آغاز

کہا جاتا ہے، کہ بتوں کی عبادت اساف اور نائلہ کی وجہ سے شروع ہوئی تھی یہ مرد اور عورت تھے انہوں نے کعبہ کے اندر زنا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا۔ لوگوں نے بطور عبرت اساف کو صفا پہاڑ پر اور نائلہ کو مروہ پہاڑ پر رکھ دیا۔ جب کافی مدت گزر گئی تو بعد میں آنے والوں نے انہی دو بتوں کی عبادت شروع کردی اور کہا جاتا ہے کہ عمرو بن خزاعی نے ان دونوں پتھروں کو نکال کر ایک جگہ ٹھہرا دیا اور لوگوں کو ان کی عبادت کا حکم دیا اور عمرو بن لحی وہ پہلا شخص ہے جس نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامہ کی رسم جاری کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا وہ اپنی آنتیں جہنم میں گھسیٹ رہا تھا تو میں نے اس کو کہا اسماعیلؑ اور عرب کی اولاد میں سے جہنم میں کون ہے؟ تو اس نے کہا میرے اور آپ کی اولاد میں سے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے بت کھڑے کئے اور ابراہیمؑ کے دین کو تبدیل کیا۔ اور اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکثم بن جون خزاعی بیٹھے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ عمرو کی اولاد میں اس سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ تو اکثم نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ بات مجھے نقصان دے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں آپ مسلمان ہو وہ کافر تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ قریش کے بتوں میں سب سے بڑا ھبل تھا، یہ وہی بت ہے جس کے بارے میں غزوہ احد میں ابوسفیان بن حرب نے کہا تھا ھبل بلند ہو تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا اللہ زیادہ بلند مرتبہ اور زیادہ بزرگی والا ہے۔ عمرو بن لحی اس کو شام سے لایا تھا اور مکہ میں اخشب نامی پہاڑ پر اس کو نصب کردیا تھا اور لوگوں کو اس کی عبادت کا حکم دیا تھا۔ پھر عرب میں بتوں کی کثرت ہوگئی۔

مناۃ سمندر کے ساحل پر قبیلہ ازد اور غسان کا بت تھا یہ لوگ اسی کی عبادت کرتے تھے اور انصار بھی اسی کی عبادت کرتے تھے کیونکہ یہ بھی قبیلہ غسان سے تعلق رکھتے تھے اور باقی عرب نخلہ کی عبادت کرتے تھے اور اسکے لئے کعبہ کی طرح ایک گھر بنا رکھا تھا جس کا طواف کرتے تھے۔ قبیلہ خزاعہ کے لوگ اس کی تعظیم وعبادت کرتے تھے

اور اسی طرح قریش اور مضر کے تمام قبائل اسی کی عبادت کرتے تھے اور طائف میں قبیلہ ثقیف کا بت لات تھا اور اس کی بنیاد یہ بنی کہ ثقیف کا ایک شخص ایک چٹان پر بیٹھ کر حاجیوں سے گھی خریدتا پھر ان حاجیوں کے لئے اس گھی میں ستو ملاتا۔ وہ آدمی مر گیا تو لوگوں نے اسی چٹان کی عبادت شروع کردی اور اس کا نام لات (ملانے والا) رکھ دیا ۔اور روایت کیا گیا ہے کہ عمرو بن لحی نے ہی لوگوں کو ان تمام بتوں کی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا۔ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ پر پہنچیں گے تو عرب عدنانیہ کی تمام باتیں ذکر کریں گے ان شاء اللہ (واللہ اعلم)۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

اسحاقؑ کو ان کے والد نے سرزمین کنعان بھیج دیا تھا اور خود ابراہیمؑ فلسطین میں قیام پذیر رہے۔ اسحاقؑ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، اپنے والد کے زمانہ میں لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ اسحاقؑ نے رفقا بنت ناخور بن تارخ سے نکاح کیا تھا۔ تارخ کا دوسرا نام آزر ہے اور رفقا اسحاقؑ کے چچا کی بیٹی تھیں، ان سے اسحاقؑ کے دو بچے پیدا ہوئے ایک عیصوؑ اور دوسرے یعقوبؑ۔ اور بعض نے عیصو کو عیص بغیر واؤ کے ذکر کیا ہے۔

حضرت عیصو حضرت یعقوب سے پہلے پیدا ہوئے اس کے بعد حضرت یعقوب پیدا ہوئے انہوں نے حضرت عیصو کی ایڑھی کو پکڑ رکھا تھا اسی وجہ سے ان کا نام یعقوب رکھا گیا۔

جب اسحاقؑ عمر رسیدہ. ہونے کی وجہ سے کمزور ہوگئے اور آپ کی نگاہ جاتی رہی تو اسحاقؑ نے ایک دن عیص کو کہا یہ عیص شکاری تھے اے میرے بیٹے! کوئی شکار کر کے آؤ اور میرے لئے کھانا پکاؤ تا کہ میں کھانا کھا کر آپ کے لئے برکت کی دعا کروں اور عیص گھنے بالوں والے نوجوان تھے جب اسحاق علیہ السلام نے یہ بات ارشاد فرمائی تو عیص کی والدہ نے یہ بات سن لی اور یعقوبؑ کو کہا کہ آپ کے والد نے عیص کو ایسے ایسے کہا ہے۔ آپ کے پاس جو بکری کا بچہ ہے آپ اس کو ذبح کر کے اس سے کھانا پکاؤ اور اس کی کھال اپنی کلائی پر رکھ کر آواز تبدیل کر کے اپنے والد سے بات کرنا اور کہنا میں عیص ہوں تا کہ وہ آپ کے لئے دعا کریں تو یعقوبؑ نے ایسا ہی کیا جب کھانا اپنے والد کے پاس لے گئے تو انہوں نے فرمایا میرے قریب آجاؤ، پھر اسحاقؑ نے ان کی کلائی پکڑ لی اور فرمایا میں عیص کی کلائی دیکھ رہا ہوں اور یعقوب کے سانس کی آواز سن رہا ہوں پھر یعقوبؑ کے لئے برکت کی دعا کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد میں برکت دیں اور ان میں نبوت اور کتاب دیں۔ پس کہا جاتا ہے کہ یعقوبؑ کی اولاد میں سے ستر ہزار نبی آئے۔

جب عیص شکار سے واپس آئے تو کھانا تیار کیا اور والد کو پیش کیا اور عرض کیا اے میرے ابا جان! آپ کی خواہش کے مطابق کھانا لے آیا ہوں آپ تناول فرمائیں۔ اسحاقؑ نے فرمایا وہ (یعقوب) دعا لے گئے ہیں لیکن میں آپ کے لئے ایک دوسری دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد زیادہ کریں گے اور ان میں بادشاہ بنائیں گے اور ان میں بہت زیادہ صبر کرنے والا نبی بھیجیں گے۔ یہ روایت ان حضرات کے قول کے مطابق ہے جن کے نزدیک ایوبؑ عیص کی اولاد میں سے تھے۔ راوی کہتے ہیں پھر عیص نے اپنے بھائی یعقوبؑ سے دل میں کینہ رکھ لیا اور ایک دن ان کو کہا اے میرے بھائی! میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف لائیں میں نے آپ

کے لئے ضیافت کا اہتمام کیا ہے ۔ یعقوبؑ نے دعوت قبول کر لی جب کھانا کھا کر یعقوبؑ جانے لگے تو عیص نے ان کو سو گھوڑیاں اور سو گدھیاں ، سو گائے ، سو بچھڑے ، سو گدھے اور سو بکریاں ہدیہ میں دیں پھر الوداع کہنے کے لئے یعقوبؑ سے بغل گیر ہوئے تو ان کے حلق پر دانت گاڑھ دیئے تاکہ ان کو قتل کر دیں ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دانتوں کو موم کی طرح نرم بنا دیا ۔ جب عیص کاٹنے سے عاجز ہو گئے تو کہا میں اللہ عظیم سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں ۔ اے میرے بھائی ! اب میں جان گیا ہوں آپ جو دعا میں سبقت لے گئے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا ۔ آپ ہی اس کے زیادہ حق دار ہیں ، میں نے ارادہ کیا کہ آپ کو قتل کر دوں ، اللہ تعالیٰ نے میرے دانتوں کو موم بنا دیا اب میں اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں جا رہا ہوں ۔ پھر عیص اپنے بھائی یعقوبؑ سے بچھڑ کر روم کے اطراف میں چلے گئے اور وہاں ان کی بہت سی اولاد ہوئی ۔

اور کہا جاتا ہے کہ عیص کا اپنے بھائی سے بچھڑنا اپنے والد کی زندگی میں ہوا اور بعض نے کہا ہے کہ وفات کے بعد ہوا اور اسحاقؑ نے ایک سو اسی سال عمر پائی ۔ جب اسحاقؑ کی وفات ہوئی تو ان کو ابراہیمؑ کی قبر کے پاس مزرعۃ حیرون (حیرون کے کھیت میں) دفن کیا گیا ۔

عیص گھنے بالوں والے طاقتور مرد تھے انہوں نے اپنے چچا کی لڑکی سمنہ بنت اسماعیل بن ابراہیم سے نکاح کیا جن سے پانچ بچے پیدا ہوئے ۔ ان میں سے ایک کا نام روم بن عیص تھا ، روم کا رنگ زرد سفیدی مائل تھا اسی وجہ سے ان کی اولاد کو بنو الاصفر کہا جاتا ہے اور ان کو روم اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ روم بن عیص کی اولاد ہیں ۔ اور عیص نے ایک سو سنتالیس سال عمر پائی اور یعقوبؑ نے بھی اتنی ہی عمر پائی اور ان دونوں بھائیوں کی وفات ایک ہی دن ہوئی اور عیص اپنی عمر کے آخری ایام میں اپنے بھائی یعقوبؑ کے پاس آ گئے تھے جب دونوں بھائی وفات پا گئے تو دونوں کو ایک ساتھ مزرعۃ حیرون میں ابراہیمؑ کی قبر کے پاس دفن کیا گیا ۔ (واللہ اعلم)

حضرت یعقوب علیہ السلام

یعقوبؑ ہی وہ اسرائیل ہیں جن کے بارہ بیٹے تھے۔ یعقوبؑ کے جسم کے بال کم تھے آپؑ طاقتور، شریف، رزین یعنی مکمل خلقت حسین صورت والے مرد تھے۔ اسحاقؑ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ آپ کنعانی لوگوں میں شادی کریں تو یعقوبؑ نے اپنے ماموں لایان بن ناحور بن آزر کی بیٹی سے شادی کی۔ لایان سرزمین شام کے علاقہ فدان میں رہتے تھے۔ یعقوبؑ وہاں گئے، راستہ میں رات ہوگئی تو یعقوبؑ نے ایک پتھر کی اوٹ میں رات گزاری آپؑ نے خواب دیکھا کہ یعقوبؑ کے سَر کے پاس ایک سیڑھی آسمان تک کھڑی ہے اور اس سیڑھی سے فرشتے اتر رہے ہیں اور وہاں سیر وتفریح کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ کو وحی کی کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں ہی آپ کا اور آپ کے آباء واجداد کا معبود ہوں۔ میں نے آپ کو ارض مقدس کا وارث بنایا ہے اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کو وارث بناؤں گا۔ اور میں نے آپ کو اور آپ کی اولاد کو برکت دی ہے۔ اور آپ لوگوں میں کتاب اور حکمت ونبوت بنا دی ہے پھر میں آپ کے ساتھ ہوں، میں آپ کی حفاظت کروں گا یہاں تک کہ آپ کو اس جگہ تک پہنچا دوں گا اور میں اس جگہ ایک گھر بناؤں گا جس میں آپ میری عبادت کریں گے اور آپ کے بعد آپ کی اولاد میری عبادت کرے گی اور وہ جگہ بیت المقدس ہے۔ پھر یعقوبؑ اپنے ماموں لایان کے پاس چلے گئے اور ان کی چھوٹی بیٹی راحیل کے لئے نکاح کا پیغام دیا، ان کی ایک بڑی بیٹی لیا بنت لایان بھی تھی اور ذکر کیا گیا ہے کہ یعقوبؑ جب اپنے ماموں کے پاس گئے تو یہ خشک سالی کا سال تھا اور یعقوبؑ کے ماموں کے بہت سے مویشی تھے اور ان کا ایک کنواں تھا ان کی بکریاں اس کنویں پر پانی پینے جاتی تھیں لیکن اس کنویں کا پانی کم ہو چکا تھا تو یعقوبؑ کے ماموں نے پانی کم ہونے اور مویشیوں کے پیاسے رہ جانے کی شکایت یعقوبؑ سے کی تو یعقوبؑ کھڑے ہوئے اور کنویں سے ایک ڈول پانی کھینچا اس میں سے کچھ پانی پی کر باقی پانی کنویں میں ڈال دیا تو پانی اتنا پھوٹا کہ پہلے جہاں تک ہوتا تھا وہاں سے بھی زیادہ ہوگیا۔ جب یعقوبؑ کے ماموں نے یہ بات دیکھی تو ان کے ساتھ رہنے میں رغبت ظاہر کی اور یعقوبؑ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ ان کے پاس ٹھہر جائیں تو یعقوبؑ نے یہ بات قبول کر لی پھر یعقوبؑ نے ماموں کی چھوٹی بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام دیا کیونکہ یعقوبؑ نے ان کو دیکھا تھا تو دل میں انہی کا خیال پیدا ہوا۔ تو لایان نے یہ پیغام قبول کر لیا اور کہا جاتا ہے کہ لایان مشرک تھا لیکن وہ لوگ مشرک عورتوں سے تو نکاح کرتے تھے لیکن مشرک مردوں کو نکاح میں مسلمان عورتیں نہ دیتے تھے۔ تو یعقوبؑ کے ماموں نے پوچھا کیا آپ کے پاس کچھ مال ہے جس کے بدلہ میں اپنی بیٹی

کا نکاح آپ سے کردوں؟ یعقوبؑ نے کہا نہیں لیکن میں آپ کی بیٹی کے مہر کے لئے سات سال آپ کی خدمت کروں گا۔ یعقوبؑ نے کہا آپ راحیل کا نکاح مجھ سے کردیں اور یہی میری شرط ہے۔ یعقوبؑ کے ماموں نے کہا ٹھیک ہے تو یعقوبؑ نے سات سال ان کی بکریاں چرائیں تو ماموں نے اپنی بڑی بیٹی لیا کو کمرے میں بٹھا کر رات کو یعقوبؑ کو کمرے میں داخل کردیا۔ جب یعقوبؑ نے دیکھا کہ یہ شرط کے مطابق نہیں ہے تو اپنے ماموں کے پاس آئے اور کہا اے میرے ماموں! آپ نے مجھ سے دھوکا کیا ہے اور مجھ سے سات سال محنت کرائی اور مجھے میری بیوی کے علاوہ دوسری لڑکی دے دی۔ تو یعقوبؑ کے ماموں نے جواب دیا اے بھانجے کیا تو اپنے ماموں کو شرمندہ کرنا چاہتا ہے کیونکہ جب لوگ دیکھیں گے کہ میں نے چھوٹی بیٹی کی شادی بڑی سے پہلے کردی ہے تو مجھے شرمندگی ہوگی۔ اب آپ مزید سات سال میری خدمت کرو اور بعض نے کہا ہے کہ پانچ سال کا کہا تھا تو میں اس کی بہن کا نکاح آپ سے کردوں گا۔ موسیٰ کے زمانہ تک دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حلال تھا پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کی زبان پر اس کو حرام قرار دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ یعقوبؑ نے مزید سات سال بکریاں چرائیں اور ان کے ماموں نے چھوٹی بیٹی کا نکاح بھی کردیا۔ جب یعقوبؑ نے اپنے گھر لوٹنے کا ارادہ کیا تو ان کے ماموں نے کہا آپ میرے پاس ایک سال مزید ٹھہر جائیں میں آپ کو اس پر اجرت و انعام دوں گا۔ یعقوبؑ نے دریافت کیا: کیا انعام دیں گے؟ ماموں نے کہا میں اپنی بکریوں کے دو حصے کردوں گا تو آدھی بکریوں سے جو بکرے پیدا ہوں گے وہ آپ کے۔ راوی کہتے ہیں یعقوبؑ مزید ایک سال کے لئے ٹھہر گئے۔ جب نر کا مادہ کے قریب جانے کا وقت آیا تو جبرائیلؑ نے آکر یعقوبؑ کو کہا اے یعقوب! آپ فلاں جگہ جائیں وہاں سے فلاں درخت کے پتے لے کر ان پر اپنا لعاب ڈال کر ان پتوں کو وادی میں بکھیر دیں جب بکریاں ان پتوں کو کھائیں گی تو سب بکرے پیدا کریں گی۔ یعقوبؑ نے ایسا ہی کیا تو یعقوبؑ کے ماموں نے جس نصف حصے کی نسل کو یعقوبؑ کے لئے مختص کیا تھا ان سب بکریوں نے بکرے پیدا کئے، جب یعقوبؑ کے ماموں نے یہ منظر دیکھا تو ان پر گراں گزرا تو یعقوبؑ کو کہنے لگے کیا آپ مزید ایک سال میرے پاس ٹھہرتے ہیں؟ اس کے بدلہ میں آپ کو دوسرے نصف حصہ سے جو بکریاں پیدا ہوگی وہ دوں گا۔ یعقوبؑ نے حامی بھر لی۔ تو جبرائیلؑ نے آکر پہلے جیسی بات کہی تو ان تمام بکریوں سے ساری بکریاں پیدا ہوئیں جن کی نسل یعقوبؑ کے لئے مختص کی گئی تھی۔ تو یعقوبؑ کے جانور ماموں کے جانوروں سے بڑھ گئے پھر یعقوبؑ اپنے اہل و عیال اور مال کو لے کر وہاں سے روانہ ہوگئے۔ تو یعقوبؑ کی اہلیہ لیا نے اپنے کسی بچہ کو کہا کہ میرے والد کا وہ بت چوری کرلو جس کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ اس بچہ نے ایسا ہی کیا، جب یہ حضرات روانہ ہوگئے اور یعقوبؑ کے ماموں کے گھر میں داخل ہوئے تو وہاں اپنا بت نہیں پایا تو وہ سواری پر سوار ہوکر ان لوگوں کے پیچھے چل پڑے اور کہا اے یعقوب آپ نے نہ ہی میرے احسانوں کا بدلہ دیا ہے اور نہ ہی صلہ رحمی کی۔ یعقوبؑ نے پوچھا وہ کیسے؟ ماموں نے کہا تم لوگوں نے میرا

معبود چوری کرلیا ہے تو یعقوبؑ نے فرمایا اے ماموں جان! آئیں میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ آپ ایسے معبود سے کیا امید لگا سکتے ہیں جو خود چوری ہو جاتا ہے؟ اے ماموں جان آپ کا معبود وہ ذات ہے جو آسمان میں ہے آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور جس دین پر آپ ہیں اس کو چھوڑ دیں اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائیں تو میں آپ سے لیا ہوا سارا مال آپ کو واپس کردوں گا تو ماموں نے کہا اے بھانجے میرا معبود مجھے واپس کردے۔ یعقوبؑ نے جواب دیا نہ ہی میں نے وہ لیا ہے اور نہ ہی میں اس کے بارے میں جانتا ہوں ماموں نے کہا میں اپنے قریبی رشتہ اور اتنے عرصہ کی رفاقت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ اس چور کے لئے آپ بد دعا کریں تا کہ وہ ظاہر ہو جائے۔ یعقوبؑ نے ایسا کیا جس گدھے پر بت تھا اس کا پاؤں پھسلا اور اس پر بیٹھا ہوا یعقوبؑ کا بیٹا نیچے گر گیا اور ماموں نے اپنا بت لے لیا تو یعقوبؑ نے کہا کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ میرے رب نے کتنی جلدی میری دعا قبول کر لی ہے۔ آؤ ایمان لے آؤ۔ تو ماموں نے کہا اے بھانجے! میں اپنے دین اور معبود کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ کہہ کر ماموں چلے گئے اور یعقوبؑ آگے روانہ ہو گئے اور اپنے اہل و عیال اور مال لے کر اسحاقؑ کے پاس جا پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں خوب برکت دی اور یعقوبؑ کی اولاد زیادہ ہو گئی۔ ان کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ یعقوبؑ کے ماموں نے اپنی ہر بیٹی کو ایک باندی دی تھی ایک کا نام زلفیٰ اور دوسری کا نام زلفتہ تھا۔ بعض نے کچھ دوسرے نام بھی نقل کئے ہیں تو لیا سے اسباط میں سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک روبیل یہ سب سے بڑے بیٹے تھے اور یھوذا یہ سب سے زیادہ سمجھدار ذورائے تھے۔ اور شمعون اور لاوی۔ راحیل سے یہ اولاد تھی: یوسفؑ اور ابن یامین اور ان دونوں کی ایک بہن۔ ابن یامین کو عربی میں شداد کہا جاتا ہے اور ہر باندی سے تین لڑکے پیدا ہوئے ان کے نام یہ ہیں: دان (بغیر نقطے والی دال کے ساتھ)، نون اور نفثالی (نون، فاء اور تین نقطوں والی ثاء کے ساتھ) اور جاد (جیم کے ساتھ) اور دال اور یشحر یاء بغیر نقطوں والی حاء کے ساتھ اور اشار (الف پر زبر اور نقطوں والی سین کے ساتھ) اور راء اور زبالون (زاء اور باء کے ساتھ) اور بعض نے زبالون کے بدلے قسہاث (قاف کے نیچے زیر اور ھاء کے ساتھ) کہا ہے۔ ان چھ کے ناموں میں مؤرخین کا کافی اختلاف ہے لیکن مشہور نام یہی ہیں جو ہم نے نقل کئے ہیں (واللہ اعلم)

یعقوبؑ کی اکثر اولاد کی ولادت اسحاق علیہ السلام کی زندگی میں ہوئی لیکن واقعہ اسحاق علیہ السلام کے بعد پیش آیا ہم اسحاق علیہ السلام کی وفات کا تذکرہ پہلے کر چکے ہیں۔ (واللہ اعلم)

حضرت یوسف علیہ السلام

یہ بات پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ یوسفؑ کی والدہ کا نام راحیل تھا۔ اور بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ ابن یامین کے پیدا ہونے کے بعد ایام نفاس میں ہی راحیل وفات پاگئی تھیں اسی وجہ سے ان کے بیٹے کا نام ابن یامین رکھا گیا کیونکہ ان کی لغت میں یامین کا معنی گفتگو کرنا تھا اور مفسرینؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ:

وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ [یوسف:100] (اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر)۔

میں یوسفؑ کی خالہ مراد لی گئی ہیں کیونکہ عرب خالہ کو ماں کہتے تھے جیسے چچا کو باپ کہتے ہیں اور دیگر حضرات نے فرمایا کہ نہیں بلکہ راحیل اس وقت تک حیات تھیں۔ اور نص کا ظاہر انہیں حضرات کے قول کے موافق ہے (واللہ اعلم)

اور یوسفؑ اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے بلکہ روایات کے مطابق تمام انسانوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔ وہبؒ فرماتے ہیں یوسفؑ کو اپنی دادی سے حسن وراثت میں ملا تھا اور حضرت سارہؓ کو حضرت حواء سے وراثت میں ملا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ یوسفؑ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا اور یوسفؑ کی دو مینڈھیاں تھیں جو پشت پر لٹکتی تھیں اور یوسفؑ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ستارہ تھا جس سے نور ٹپکتا تھا۔ یوسفؑ کی دونوں ابرو ملی ہوئی تھیں، آنکھیں کشادہ تھیں، اونچی ناک، دانتوں کے درمیان قدرے فاصلہ، درمیانہ قد، خوبصورت ہتھیلیاں، خوبصورت کلائیاں اور خوبصورت پٹھے اور خوبصورت پنڈلیاں تھیں۔ جب گفتگو کرتے تو ایسا لگتا کہ نور آپ کے منہ سے نکل رہا ہے اور جب مسکراتے تو آپ کے اگلے دانتوں سے سورج کی شعاع جیسی شعاع نکلتی۔

راوی کہتے ہیں کہ رنگ اتنا صاف تھا کہ رنگ کے صاف ہونے کی وجہ سے جب کوئی سبز چیز کھاتے تو وہ آپؑ کی گردن سے واضح ہوتی۔ اور کہا جاتا ہے کہ یوسفؑ دو سال کے تھے تو آپؑ کی والدہ وفات پاگئیں تو آپؑ کی پھوپھی نے آپ کی پرورش کی اور بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ جب ابن یامین پیدا ہوئے اور یوسفؑ کی والدہ ابن یامین کی پروش میں مشغول ہوگئیں تو ان کی پھوپھی نے ان کی پرورش کے لئے گود لے لیا اور ان کو یوسفؑ سے شدید محبت ہوگئی۔ یہاں تک کہ یوسفؑ کچھ بڑے ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کی محبت حضرت یعقوبؑ کے دل میں بھی ڈال دی تھی۔ وہ یوسفؑ کے بغیر نہ سو سکتے تھے تو یعقوبؑ نے اپنی بہن کو کہا یوسف کو میرے حوالے کردیں انہوں نے انکار کردیا اور کہا میں اس کے بغیر ایک گھڑی نہیں رہ سکتی۔ یعقوبؑ نے فرمایا میں اس کو آپ کے پاس نہیں چھوڑ سکتا تو بہن نے کہا چند دن یوسف کو میرے پاس چھوڑ دیں تا کہ میں اس سے سکون حاصل

کروں اور محمد بن اسحاقؒ نے ذکر کیا ہے کہ یوسفؑ پر سب سے پہلی آزمائش یہ آئی کہ ان کی پھوپھی کو ان سے شدید محبت ہوگئی اور یوسفؑ کی یہ پھوپھی اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے سب سے بڑی تھیں ان کے پاس اسحاق علیہ السلام کا ایک پٹکا تھا جو اسحاقؑ کو ابراہیمؑ سے وراثت میں ملا تھا اور یہ بڑے کو وراثت میں ملتا تھا اور ان کی شریعت میں یہ قانون تھا کہ جو کسی شخص کی چیز میں خیانت کرتا تو خیانت کرنے والے کو اس کے سپرد کر دیا جاتا تھا وہ اس کے ساتھ جو چاہے کرے اور بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ وہ تاحیات خیانت کرنے والے کو اپنا غلام بنالیتا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ ایک سال کے لئے غلام بنا لیتا تھا۔ تو یوسفؑ کی پھوپھی نے اسحاق علیہ السلام کا پٹکا یوسفؑ کی کمر پر کپڑوں کے نیچے باندھ دیا پھر شور مچایا کہ اسحاق علیہ السلام کا پٹکا گم ہوگیا ہے اس کو تلاش کرو اور خود بھی تلاش کیا پھر کہا گھر والوں کی تلاشی لو تو جب گھر والوں کی تلاشی لی گئی تو وہ پٹکا یوسفؑ کے کپڑوں کے نیچے سے مل گیا تو یوسفؑ کی پھوپھی نے کہا کہ یوسفؑ نے خیانت کی ہے اب یہ میرے سپرد ہیں میں اس کے ساتھ جو چاہوں کروں گی پھر انہوں نے یہی بات یعقوبؑ کو بتائی تو یعقوبؑ نے فرمایا اگر یوسفؑ نے ایسا کیا ہے تو آپ ان کو اپنے پاس روک لیں، تو یوسفؑ اپنی پھوپھی کی وفات تک انہی کے پاس رہے۔ یوسفؑ کے بھائیوں نے جو یہ کہا تھا:

اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ [یوسف:77]

(ترجمہ) اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی۔

تو اس کا پس منظر یہی واقعہ تھا، جب یوسفؑ کی پھوپھی وفات پا گئیں تو یعقوبؑ ان کو لے گئے اور اپنی تمام اولاد سے زیادہ یوسفؑ پر شفقت کرتے اور یوسفؑ کو خاص طور پر کچھ اشیاء بھی دیں ان میں سے ایک ابراہیمؑ کی وہ ٹہنی تھی جو جبرائیلؑ جنت سے لائے تھے تو ابراہیمؑ نے یہ اسحاق علیہ السلام کو دی اور اسحاق علیہ السلام نے وہی ٹہنی یعقوبؑ کو دی تھی اور کہا جاتا ہے کہ اسحاق علیہ السلام نے ہی یعقوبؑ کو حکم دیا تھا کہ وہ یہ ٹہنی یوسفؑ کو دیں گے۔

کعب احبارؒ فرماتے ہیں یہ ٹہنی سدرۃ المنتہیٰ کے درخت کی تھی یہ ایسے لگتی تھی جیسے سفید چاندی کی بنی ہوئی ہو اور اس پر آٹھ گرہیں تھیں ہر گرہ پر ابراہیمؑ کی پشت میں سے ایک آدمی کا نام لکھا ہوا تھا جو مکہ میں رہتے تھے۔ پہلے حضرت ابراہیمؑ، دوسرے حضرت اسحاقؑ، تیسرے حضرت یعقوبؑ، چوتھے حضرت یوسفؑ، پانچویں بیشا اور چھٹے افراہم بن بیشا، ساتویں نون بن افراہم اور آٹھویں یوشع بن نونؑ جو موسیٰؑ کے رفیق سفر تھے۔ پھر یوشع بن نونؑ کے بعد یہ ٹہنی بنی اسرائیل کے اس تابوت میں رکھ دی گئی جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے اور یہ ٹہنی دانیالؑ کے زمانہ تک باقی رہی۔ اور کہا جاتا ہے کہ جس گرہ پر یوسفؑ کا نام لکھا ہوا تھا اس سے زرد رنگ کا پانی بہتا تھا جس کا رنگ زعفران کے رنگ کی طرح اور خوشبو کستوری کی خوشبو کی طرح ہوتی تھی۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ ٹہنی یوسفؑ کی یاد میں روتی تھی اور یوسفؑ اس ٹہنی سے کھیلتے تھے۔ تو یہ یوسفؑ کے چہرے کی طرح چمکتی تھی اور ان خصوصی چیزوں میں ایک وہ قباء تھی جو اللہ تعالیٰ نے اسحاق علیہ السلام کو پہنائی تھی۔ اور

تیسری چیز اسحاق علیہ السلام کا پٹکا (کمر بند) دیا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ ایک دن یعقوبؑ نماز پڑھ رہے تھے اور یوسفؑ آپ کے پاس موجود تھے اچانک یعقوبؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں اے مظلوموں میں سے سب سے زیادہ معزز آدمی تجھ پر تیرے گھر والوں نے ظلم کیا ہے پھر زمین پھٹی اور یوسفؑ کو اپنے اندر لے کر مل گئی۔ جب یعقوبؑ بیدار ہوئے تو بہت زیادہ غمگین ہو گئے۔ ایک دن یوسفؑ کھیل رہے تھے اچانک آپ پر نیند کا غلبہ ہوا تو آپ سو گئے پھر بیدار ہوئے تو آپ کی بہن سرہانے کھڑی تھیں۔ ان کو دیکھ کر کہنے لگے میں نے خواب میں ایک عجیب چیز دیکھی ہے کہ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ ہوں اور ہم لکڑیاں جمع کر رہے ہیں، ہم میں سے ہر ایک نے لکڑیوں کا گٹھا جمع کیا اور میرے بھائیوں کے گٹھر سیاہ ہیں اور میرا گٹھر سفید ہے۔ ہم اسی کام میں مشغول تھے کہ اچانک میں نے اپنے بھائیوں کے گٹھوں کو دیکھا وہ میرے گٹھے کو سجدہ کر رہے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ ایک آدمی جس کا سر آسمان میں اور دونوں پاؤں زمین کے اندر ہیں اور اس کے ہاتھ میں ترازو ہے اور اس پر سفید کپڑے ہیں وہ مجھ سے میرے قریب ہوا اور مجھے مرحبا کہا اور مجھے سلام کیا پھر میرے گٹھے کا ان کے گٹھوں سے مقابلہ میں وزن کیا تو میرا گٹھا وزنی ہو گیا۔ پھر میرے بھائی کھڑے ہوئے اور مجھے سجدہ کیا۔ جب یوسفؑ اپنا خواب بہن کو بیان کر رہے تھے تو یعقوبؑ نے بھی سن لیا اور اس وجہ سے غمگین ہو گئے اور اس خواب کی تعبیر جان گئے اور یوسفؑ کے خلاف بھائیوں کی تدبیر سے ڈر گئے۔ اسی وجہ سے یعقوبؑ یوسفؑ کو پل بھر کے لئے بھی خود سے جدا نہ کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک سال مزید گزر گیا پھر یوسفؑ نے نیند میں ایک خواب دیکھا اور آپ کے بھائی اردگرد بیٹھے تھے جب بیدار ہوئے تو کہا اے ابا جان! میری ٹہنی کہاں ہے؟ یعقوبؑ نے پوچھا اے میرے بیٹے! کیا ہو گیا ہے؟ یوسفؑ نے عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک آدمی اپنے گھوڑے پر سوار آیا اور مجھے کہا اے یوسف کھڑے ہو کر اپنی ٹہنی کو زمین میں گاڑھ دو تو میں نے کھڑے ہو کر ٹہنی زمین میں گاڑھ دی اور میرے بھائی بھی کھڑے ہوئے اور میری ٹہنی کے اردگرد اپنی لاٹھیاں گاڑھ دیں تو میری ٹہنی آسمان کی طرف بلند ہو گئی اور اس کی ٹہنیاں ظاہر ہو گئیں اور اس ٹہنی نے اپنے نور سے مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر دیا۔

اور اس کی ٹہنیاں میرے بھائیوں پر جھک گئیں تو وہ کھڑے ہو کر اس کا پھل کھانے لگے اور اس کو سجدہ کرنے لگے۔ راوی کہتے ہیں کہ یعقوبؑ گھبرا گئے اور یوسفؑ کے بھائیوں کو اس خواب کی تعبیر اور یوسفؑ کی ان پر فضیلت معلوم ہو گئی۔ پھر اس خواب کو دیکھے کافی عرصہ گزر گیا تو اسی دوران یوسفؑ جمعہ کی رات کو اور ایک قول کے مطابق لیلۃ القدر میں اپنے والد کی گود میں سوئے ہوئے تھے تو یعقوبؑ نے دیکھا کہ وہ نیند میں ہنس رہے ہیں تو یعقوبؑ نے ان کو بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا جب یوسفؑ بیدار ہوئے تو کہا اے ابا جان! میں نے ایک عجیب چیز دیکھی ہے یعقوبؑ نے پوچھا کیا دیکھا ہے؟ یوسفؑ نے کہا میں نے دیکھا کہ آسمان سے گیارہ ستارے،

سورج و چاند اترے ہیں اور وہ سب میرے سامنے سجدہ ریز ہو گئے ہیں تو یعقوبؑ جان گئے کہ وہ ستارے یوسفؑ کے بھائی ہیں اور سورج و چاند ان کے والدین ہیں۔ تو یعقوبؑ کو ڈر ہوا کہ اس خواب کی بھنک یوسفؑ کے بھائیوں کو نہ پڑ جائے تو فرمایا:

یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡیَاکَ عَلٰۤی اِخۡوَتِکَ فَیَکِیۡدُوۡا لَکَ کَیۡدًا اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ [سورۃ یوسف:5]

(ترجمہ) اے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تیرے لئے کچھ فریب گھڑیں گے بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے)

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمد! مجھے ان ستاروں کے نام بتائیں جن کو یوسفؑ نے خواب میں خود کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا تو جبرائیلؑ نازل ہوئے اور آپ کو اس کے اسماء بتائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو فرمایا اگر میں تجھے ان کے نام بتادوں تو کیا تو ایمان لے آئے گا؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ فریان، طارق، زیال، ذوالکتفین، ذوالفرع، قابس، وثاب، عمودان، فلیق، صباح، ضروح، ضیاء اور نور اور یہ دونوں سورج اور چاند ہیں تو یہودی نے کہا اللہ کی قسم یہی ان کے نام ہیں اور یہودی مسلمان ہو گیا۔ پھر یعقوبؑ نے یوسفؑ کو بتایا کہ یہ خواب عنقریب یوسفؑ کی آزمائش کا سبب بنے گا۔ اور اللہ تعالیٰ یوسفؑ کو اس آزمائش سے نجات دیں گے اور ان پر انعام کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ کَذٰلِکَ یَجۡتَبِیۡکَ رَبُّکَ وَ یُعَلِّمُکَ مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ وَ یُتِمُّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَ عَلٰۤی اٰلِ یَعۡقُوۡبَ کَمَاۤ اَتَمَّہَا عَلٰۤی اَبَوَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ اِنَّ رَبَّکَ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ [سورۃ یوسف:6].

(ترجمہ) اور اسی طرح تجھے تیرا رب برگزیدہ کرے گا اور تجھے خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور تجھ پر اور یعقوبؑ کے گھرانے پر اپنا انعام پورا کرے گا جیسا کہ اس کو اس سے پہلے تیرے دو باپ دادوں ابراہیمؑ اور اسحاقؑ پر پورا کیا ہے بے شک تیرا رب جاننے والا حکمت والا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ یوسفؑ کے بھائیوں تک خواب کی خبر پہنچ گئی اور کہا جاتا ہے کہ جب یوسفؑ اپنے والد کو خواب سنا رہے تھے تو ان کی والدہ نے یہ خواب سن لیا اور یوسفؑ کے بھائیوں کو بتا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ یعقوبؑ نے یوسفؑ کو کہا ہے کہ یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا۔ تو یوسفؑ کے بھائیوں کا غصہ یوسفؑ پر مزید بڑھ گیا تو سب بھائی یوسفؑ کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے جمع ہو گئے اور کہنے لگے اگر اس کا خواب سچا ہو گیا تو راحیل کا بیٹا ہمارا مالک بن جائے گا کیونکہ اس سے پہلے گٹھے اور ٹہنی کے خواب سے وہ خوفزدہ تھے تو اب اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو سب بیک زبان کہنے لگے:

لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلَى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ [سورۃ یوسف:8]

(ترجمہ) یوسف اور اس کا بھائی (بنیامین) ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارا ہے حالانکہ ہم طاقتور جماعت ہیں بے شک ہمارا باپ کھلی غلطی پر ہے۔

چھوٹے بیٹے کو بڑوں پر ترجیح دیتے ہیں پھران سب میں بڑے بھائی روبیل نے کہا کہ یہ ضروری ہے کہ ہم یوسف کو اپنے والد کی نظروں سے اوجھل کر دیں اور وہ ہمیں پکڑے اس سے پہلے ہم اس کو پکڑ لیتے ہیں کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ ہمارے والد اس کو ہم پر کتنی ترجیح دے رہے ہیں اگر ہم نے اس کو چھوڑ دیا تو عنقریب ہمارے والد اس کو ہم پر سردار بنا دیں گے۔

راوی کہتے ہیں اس دن مجلس برخاست ہوگئی اور سب بھائی غمزدہ ہوکر اپنی بکریوں کے پاس چلے گئے۔ پھر دوسری مرتبہ مشورہ کے لئے جمع ہوئے تو ان میں سے ایک نے کہا:

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ [سورۃ یوسف:9]

(ترجمہ) یوسفؑ کو مار ڈالو یا کسی ملک میں پھینک دو تاکہ تمہارے باپ کا رخ صرف تمہارے لئے ہوجائے اور اس کے بعد تم نیک لوگ بن کر رہنا۔

یعنی اپنی لغزش سے توبہ کر کے۔ روبیل یا شمعون نے کہا کہ قتل بہت بڑی بات ہے، درست طریقہ یہ ہے کہ تم یوسف کو کسی کنویں میں ڈال دو:

يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ [سورۃ یوسف:10].

(ترجمہ) کہ اس کو کوئی مسافر اٹھا کر لے جائے اگر تمہیں کرنا ہے۔

یعنی کوئی مسافر اس کو لے جائے تو تم کو اس سے راحت مل جائے گی اور تمہارے والد کی محبت پھر تمہاری طرف متوجہ ہوجائے گی۔ سب کا اس تجویز پر اتفاق ہوگیا اور سب یوسفؑ کے پاس گئے اور ان کو کہنے لگے اے یوسف! کیا آپ کو یہ شوق نہیں ہے کہ ہمارے ساتھ صحرا کی طرف جاؤ وہاں کھیل کود، سیر و تفریح اور شکار کرو۔ تو یوسفؑ کو بھی ان کی باتوں کی طرف رغبت ہوگئی تو بھائی کہنے لگے اپنے والد سے اجازت مانگو کہ وہ آپ کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ یوسفؑ نے کہا ٹھیک ہے میں بھی ایسا ہی کروں گا اور آپ سب بھی اجازت مانگو۔ تو سب بھائی با جماعت یعقوبؑ کے پاس گئے، یعقوبؑ کا ایک دن خلوت کے لئے مختص تھا جس میں وہ عبادت کرتے تھے اور اس خلوت میں یوسفؑ کے علاوہ ان کے پاس کوئی نہ ہوتا تھا کیونکہ یعقوبؑ یوسفؑ کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے جب یوسفؑ کے بھائی یعقوبؑ کے پاس گئے تو یوسفؑ بھی وہاں موجود تھے سب بھائی کہنے لگے:

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا [سورۃ

یوسف:11,12]

(ترجمہ) کہنے لگے اے ابا! کیا بات ہے تو ہم پر یوسف کے بارے میں اعتبار نہیں کرتا حالانکہ ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔

کل یوسفؑ کو ہمارے ساتھ بھیج دیں یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ [سورۃ یوسف: 12] (تاکہ خوب کھائے اور کھیلے) سیر وتفریح کریں تو یعقوبؑ نے فرمایا یوسفؑ ابھی بچے ہیں اور تمہارے علاقے میں درندے زیادہ ہیں تو کہیں کوئی بھیڑیا یا کوئی اور درندہ یوسفؑ کو نہ اچک جائے اور یوسفؑ تو اپنے دفاع کی طاقت نہیں رکھتے۔

وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ [سورۃ یوسف:13] (اور تم اس سے بے خبر رہو) اپنے مویشیوں میں۔

وہ سب کہنے لگے ہم یوسف سے کیسے غافل ہوسکتے ہیں۔

وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ [سورۃ یوسف:14].

(ترجمہ) اور ہم طاقتور جماعت ہیں پھر تو ہم نے سب کچھ گنوا دیا۔

اور عبداللہ بن سلام رَضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ یعقوبؑ نے اس سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک بھیڑیا آیا اور یوسفؑ کو یعقوبؑ سے چھین گیا تو یعقوبؑ فوراً بیدار ہوگئے اور اپنے خواب کی وجہ سے افسردہ ہوگئے۔اسی وجہ سے آپ نے بیٹوں کو فرمایا:

وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ [سورۃ یوسف:13].

(ترجمہ) اور میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے بے خبر رہو۔

اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یعقوبؑ نے خواب دیکھا کہ دس بھیڑیوں نے یوسفؑ کو گھیر رکھا ہے اور یعقوبؑ ان کو چھڑانا چاہتے ہیں لیکن اس کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور اسی دوران زمین پھٹی اور یوسفؑ اس میں داخل ہوگئے پھر تین دن کے بعد نکلے اسی وجہ سے یعقوبؑ نے یہ بات کہی تھی۔ جب یوسفؑ کے بھائیوں کو ان کے والد نے اجازت نہ دی تو یوسفؑ کو کہنے لگے اپنے والد سے جانے کی اجازت مانگو کہ وہ ہمارے ساتھ جانے دیں تاکہ ہم سیر وتفریح کریں۔تو یوسفؑ نے کہا اگر والد صاحب اجازت دے دیں تو مجھے بھی پسند ہے اور اپنے والد سے جا کر اجازت مانگی کہ مجھے بھائیوں کے ساتھ بھیج دیں تو یعقوبؑ نے فرمایا اے میرے بیٹے ،اللہ کی قسم! اگر باہر جانے کے لئے آپ کی شدید خواہش نہ ہوتی تو میں کبھی آپ کو اجازت نہ دیتا لیکن آپ جاؤ اللہ تعالیٰ میری جگہ آپ کی حفاظت کریں گے۔اور کہا جاتا ہے کہ یعقوبؑ نے یوسفؑ کا سر دھو کر تیل لگایا اور خوشبو لگائی اور ان کے شایان شان لباس پہنایا۔پھر ان بھائیوں کو کہا تم اس میں سے میری محبت اور حرص کو جانتے ہو تم اس سے غافل نہ ہونا کہ تم اس کو میرے پاس واپس لے آؤ اور میں تمہیں وصیت کرتا ہوں نرمی اختیار کرنا اور جتنا ہوسکے یوسفؑ کی دیکھ بھال کرنا۔پھر یوسفؑ کو فرمایا اے میرے بیٹے! آپ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ کو نہ بھولنا ورنہ وہ بھی آپ کو

بھلا دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہونا۔ اور اگر کوئی مصیبت آ جائے تو مخلوق میں سے کسی کے آگے آہ وزاری نہ کرنا کیونکہ آپ کے پردادا ابراہیمؑ پر جب آگ کی آزمائش آئی تو انہوں نے کہا: **حسبی اللہ و نعم الوکیل اللہ** مجھے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ اے میرے بیٹے ہمیشہ مجھے یاد کرنا کیونکہ مجھے یاد کرنا آپ کو مجھ سے جدا نہ کرے گا۔ پھر یعقوبؑ نے یوسفؑ کو کندھے پر اٹھایا اور گھر سے باہر تشریف لے گئے پھر یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسفؑ کو یعقوبؑ سے لے لیا اور کندھوں پر اٹھا لیا کبھی کوئی اپنے کندھے پر اٹھاتا اور کبھی کوئی، اسی طرح کرتے کرتے وہ اپنے والد کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ جب صحراء میں پہنچے تو یوسفؑ کو زمین پر گرا کر گھیر لیا تو یوسفؑ نے کہا میرا گھیراؤ کیوں کر لیا ہے کیا اپنے والد کو تم نے یہی ضمانت دی تھی اور کہا جاتا ہے کہ یوسفؑ نے پیاس کی وجہ سے بھائیوں سے پانی مانگا تو انہوں نے پانی نہیں پلایا اور کہنے لگے اے راحیل کے بیٹے جھوٹے خواب دیکھنے والے، اپنی والدہ کو کہہ وہ تجھے کھانا کھلائے اور پانی پلائے اور ہم سے بچائے۔ اور بعض نے روایت کیا ہے کہ بھائیوں نے یوسفؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو یوسفؑ نے یہوذا کی پناہ لی۔ یہ یوسفؑ کی خالہ کا بیٹا اور ان سب بھائیوں میں زیادہ عقلمند تھا۔ اور اس کے سامنے آہ وزاری کی تو یہوذا نے باقی بھائیوں کو قتل کرنے سے روک دیا۔ یوسفؑ کے ساتھ ان کے بھائیوں نے جو معاملہ کیا اس بارے میں لوگوں نے بہت سی باتیں نقل کی ہیں لیکن میں ان کو ذکر کرنا پسند نہیں کرتا کیونکہ ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ جتنا ہو سکے ہم اللہ تعالیٰ کے انبیاء کی گناہوں سے پاکی بیان کریں۔ پھر یہوذا نے مشورہ دیا کہ یوسفؑ کو کنویں میں ڈال دو۔

قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ [سورۃ یوسف:10]

(ترجمہ) ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ اس کو گمنام کنویں میں ڈال دو کہ اس کو کوئی مسافر اٹھا کر لے جائے اگر تمہیں کرنا ہے۔

تو سب کا اسی بات پر اتفاق ہو گیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ [سورۃ یوسف:15]۔

(ترجمہ) پھر جب اس کو لے کر چلے اور متفق ہو گئے کہ اس کو گمنام کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اشارہ کر دیا کہ تو ان کو ان کا یہ کام جتائے گا جبکہ وہ تجھے نہیں پہچانتے ہوں گے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ان لوگوں نے یوسفؑ کی قمیص اتار لی تو یوسفؑ نے کہا میری قمیص نہ اتارو تا کہ اگر میں زندہ رہا تو اپنا ستر چھپا سکوں اور اگر مر جاؤں تو یہ میرا کفن بن سکے تو یہوذا نے چھوڑ دیا اور کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے یوسفؑ کو کنویں میں بغیر قمیص کے ڈالا تھا (واللہ اعلم) اور یوسفؑ نے یہوذا کو آہ وزاری کرتے ہوئے

کہا ان بھائیوں کو کہو مجھے یعقوبؑ کے پاس پہنچا دیں میں ضمانت دیتا ہوں کہ ان کو کوئی بات نہیں بتاؤں گا۔ یہوذا نے یہ بات بھائیوں کو کہی تو انہوں نے انکار کر دیا اور کچھ بھائیوں نے کہا اگر آپ ہمیں کنویں میں ڈالنے دیتے ہو تو ٹھیک ورنہ ہم اس کو قتل کرتے ہیں۔ تو یہوذا نے یوسفؑ کو کہا ان کی باتیں آپ نے سن لی ہیں جب آپ کنویں میں ہوں گے تو اس بات سے نا امید نہ ہونا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے اس مشکل کو دور کر دیں گے۔ تو بھائیوں نے یوسفؑ کو کنویں میں ڈال دیا جب کنویں کی منڈیر سے یوسفؑ کو چھوڑا گیا تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو کہا میرے بندے کو تھام لو تو کنویں کی تہہ تک پہنچنے سے پہلے جبرائیلؑ نے یوسفؑ کو تھام لیا اور اللہ تعالیٰ نے پانی میں ایک چٹان اگا دی جبرائیلؑ نے یوسفؑ کو اس پر بٹھا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو نرم کر کے بچھا دیا۔ یوسفؑ اس پر بیٹھ گئے یوسفؑ کے پاس جنت کے ریشم کی ایک قمیص تھی جس دن ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو جبرائیلؑ یہ قمیص جنت سے لائے تھے اور ابراہیمؑ کو پہنا دی تھی تو ابراہیمؑ نے یہ قمیص اسحاق علیہ السلام کو دی اور اسحاق علیہ السلام نے یہ قمیص یعقوبؑ کو پہنائی اور یعقوبؑ نے یہ قمیص ایک تعویذ میں ڈال کر یوسفؑ کی گردن میں لٹکا دی تھی تا کہ ان کو نظر نہ لگے۔ تو جبرائیلؑ نے اس تعویذ سے قمیص نکال کر یوسفؑ کو پہنا دی اور اللہ تعالیٰ نے کنویں کا پانی شیریں کر دیا جس کی وجہ سے یوسفؑ کو کھانے اور پینے کی ضرورت نہ رہی اور جبرائیلؑ یوسفؑ کے پاس بیٹھ کر ان کی تنہائی دور کر رہے تھے اور کہا جاتا ہے کہ جبرائیلؑ یوسفؑ کے پاس جنت کا کھانا لاتے تھے اور کنویں میں سانپ وغیرہ دیگر حشرات تھے جب انہوں نے یوسفؑ کی موجودگی کو محسوس کیا تو ایک دوسرے کو کہنے لگے اس کنویں میں اللہ تعالیٰ کے کوئی نبی آئے ہیں باہر نہ نکلنا کہ ان کو تکلیف ہو اور روایات کے مطابق جبرائیلؑ رات کو آسمان پر چلے جاتے تھے جب شام کو وہ جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو یوسفؑ ان کو چمٹ گئے اور کہا جب آپ چلے جاتے ہیں تو مجھے وحشت ہوتی ہے تو جبرائیلؑ نے کہا آپ یہ کلمات کہو، اے فریاد کرنے والوں کی فریاد رسی کرنے والے !اور اے مدد طلب کرنے والوں کی مدد کرنے والے ! اے مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبت کو دور کرنے والے ! تو نے میری جگہ دیکھی ہے اور میرا حال جانتا ہے میری کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں ہے میں آپ سے اس موجودہ صورتحال سے چھٹکارے کا سوال کرتا ہوں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جبرائیلؑ نے یوسفؑ کو یہ کلمات سکھائے کہ آپ کہیں: اے ہر مصیبت کو دور کرنے والے، ہر پکار کا جواب دینے والے ! اے ہر نقصان کو پورا کرنے والے اور اے ہر تنہا شخص کے ساتھ دوسری ذات اور اے ہر تنہا شخص کو مانوس کرنے والے اور اے ہر اجنبی کے ساتھی اور اے ہر سرگوشی میں حاضر ذات تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تیری ذات پاک ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے لئے کشادگی اور نکلنے کا ذریعہ بنا دے اور تو اپنا ذکر اور محبت میرے دل میں ڈال دے۔ میرے دل میں تیرے سوا کوئی خیال نہ ہو اور تو ہی میری حفاظت کر اور اے ارحم الراحمین تو مجھ پر رحم کر۔

اور جب یوسفؑ نے دعا کی تو فرشتوں نے آپ کو گھیر لیا اور کنویں میں وحشت نہیں ہونے دی۔ اور جبرائیلؑ

ہر روز کی طرح تیسرے دن بھی آئے اور یوسفؑ کو بتایا کہ آگے آپ کے ساتھ یہ امور پیش آئیں گے آپ غلام بنیں گے اور جلا وطن ہوں گے پھر قید ہوں گے اور مشقتیں آئیں گی اور اس کے بعد عزت اور بادشاہی ملے گی اور آپ کے بھائی آپ تک پہنچیں گے اور آپ اپنے والدین کے ساتھ رہنے لگیں گے اس کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ [سورة یوسف:15]۔

(ترجمہ) پھر جب اس کو لے کر چلے اور متفق ہو گئے کہ اس کو گمنام کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اشارہ کر دیا کہ تو ان کو ان کا یہ کام جتائے گا جبکہ وہ تجھے نہیں پہچانتے ہوں گے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ یہوذا نے جب اس دن واپس جانے لگے تو کنویں میں جھانک کر آواز دی السلام علیک اے یوسف! کیا آپ زندہ ہو یا وفات پا گئے ہو؟ تو یوسفؑ نے جواب دیا وعلیک السلام آپ کون ہو؟ آپ نے کنویں میں مجھ پر رحم کیا حالانکہ میرے بھائیوں نے مجھ پر رحم نہیں کیا تو یہوذا نے کہا کیوں نہیں، میں آپ کا بھائی یہوذا ہوں تو یوسفؑ نے ان کو اپنا حال بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے چٹان بنا دی ہے اور فرشتے ان کا جی بہلاتے ہیں وغیرہ۔ تو یہوذا نے کہا ہم واپس جانے لگے ہیں آپ کو کوئی حاجت ہے؟ یوسفؑ نے فرمایا ہر مرنے والا شخص وصیت کرتا ہے اور میری آپ کو یہ وصیت ہے کہ آپ جس نوجوان کو دیکھو گے تو میری جوانی یاد آئے گی اور جو اچھی صورت دیکھیں گے اس میں میرا حسن یاد آئے گا اور جو مظلوم دیکھو گے میں یاد آؤں گا، اور میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ مجھ پر جو کچھ بیتا وہ میرے والد کو نہ بتانا کیونکہ وہ اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے تو یہوذا بلند آواز سے رونے لگے دوسرے بھائیوں نے یہوذا کے رونے کی آواز سنی تو یہوذا کے پاس آ کر ایک دوسرے کو کہنے لگے یوسفؑ کو کنویں میں نہیں چھوڑنا چاہیے ہم کنویں میں پتھر مار کر اس کو مار دیتے ہیں تو یہوذا نے کہا کیا تم نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تم اسکو قتل نہیں کرو گے۔ اللہ کی قسم اگر تم نے یہ کام کیا تو میں والد صاحب کو تمہاری ساری کارستانی بتا دوں گا تو ان سب لوگوں نے یوسفؑ کو چھوڑ دیا پھر ایک بکری کا بچہ ذبحہ کر کے اس کے خون میں یوسفؑ کی قمیص لت پت کر دی وہ لوگ پہلے کبھی صحراء جاتے تو عصر اور مغرب کے درمیان واپس لوٹ جاتے تھے لیکن اس دن ان لوگوں نے عشاء تک روانگی مؤخر کئے رکھی۔ اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے:

وَ جَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ [سورة یوسف:16].

(ترجمہ) اور وہ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جب ان لوگوں کے واپس جانے کا وقت ہوا تو یعقوبؑ ان سے ملنے کے لئے گھر سے باہر تشریف لے آئے جب وادی میں گئے تو ان لوگوں کے رونے کی آواز سن کر یعقوبؑ پر غشی طاری ہو گئی۔

پھر افاقہ ہوا تو پوچھا تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تو بیٹوں نے کہا:

یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ [سورۃ یوسف:17].

(ترجمہ) اے ابا! ہم سب دوڑ میں آگے نکلنے میں لگ گئے اور یوسفؑ کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تو اس کو بھیڑیا کھا گیا اور تو ہمارا یقین نہیں کرے گا اگرچہ ہم سچے ہوں۔

جب یعقوبؑ نے یہ بات سنی تو ان پر غشی طاری ہوگئی بیٹوں نے یعقوبؑ کو حرکت دی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور آوازیں دیں تو یعقوبؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔ یعقوبؑ پر پانی کے چھینٹے مارے کوئی افاقہ نہ ہوا تو ان کو یقین ہوگیا کہ یعقوبؑ دارفانی سے کوچ کر گئے ہیں جب یہوذا نے یہ منظر دیکھا تو چیخ مار کر کہا اے میرے بھائیو !ہماری بربادی ہم نے اپنے بھائی یوسفؑ کو بھی ضائع کر دیا اور اپنے والد یعقوبؑ کو بھی قتل کر دیا۔

راوی کہتے ہیں سحر کے وقت ٹھنڈک کی وجہ سے یعقوبؑ کو افاقہ ہوا تو آپؑ کا سر مبارک روبیل کی گود میں تھا تو یعقوبؑ نے پوچھا میری آنکھوں کی ٹھنڈک یوسف کہاں ہے؟ کیا میں نے تجھے اپنا نائب نہیں بنایا تھا اور یہ کہہ کر یعقوبؑ پر گریہ طاری ہوگئی تو روبیل نے کہا اے ابا جان! آپ اپنے آپ کو سنبھالیں تاکہ میں آپ کو ساری بات بتاؤں۔ ہم دوڑ لگانے گئے، آگے سارا واقعہ بیان کیا تو یعقوبؑ نے پوچھا کیا یوسفؑ کا کوئی عضو اور ہڈی باقی نہیں بچی جس سے میرا جی بہل جاتا تو وہ سب لوگ یوسفؑ کی قمیص لائے اور کہا یہ قمیص یوسفؑ کی قمیص ہے تو یعقوبؑ نے وہ قمیص لے کر اپنے چہرے پر پھیلا دی اور رونے لگے پھر فرمایا تم لوگ کہتے ہو کہ بھیڑیئے نے یوسفؑ کو کھایا ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ قمیص کہیں سے پھٹی ہوئی نہیں ہے۔ بھیڑیئے نے یوسفؑ کو کس طرح کھایا کہ ان کی قمیص ہی نہیں پھٹی اور اس قمیص پر یوسفؑ کے خون کے دھبے بھی نہیں ہیں کیونکہ یہ خون یوسفؑ کا نہیں ہے۔

یعقوبؑ کے دل میں یہ احساس پیدا ہوگیا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ [سورۃ یوسف:18] (یوسف کی قمیص پر جھوٹا لہو لگا کر لائے تھے)۔

تو یعقوبؑ رو کر کہنے لگے:

حبیبی یوسف لیت شعری ماذا صنعوا بک لیت شعری

أقتیل أم ذبیح لیت شعری احی انت أم میت لیت شعری

(۱) میرے پیارے یوسف کاش میں جانتا کہ ان لوگوں نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے کاش میں جانتا ہوتا۔

(۲) کیا تجھے قتل کیا گیا یا ذبح کیا گیا کاش میں جانتا کیا تم زندہ ہو یا مر چکے ہو کاش میں جانتا ہوتا۔

پھر یعقوبؑ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ [سورۃ

یوسف:18].

(ترجمہ) بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے اب صبر ہی بہتر ہے اور اس بات پر جو تم بنا رہے ہو اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔

پھر ان کو فرمایا اے میرے بچو! اگر یوسف زندہ ہیں تو ان کو واپس میرے پاس لے آؤ تا کہ میں تم سے راضی ہو جاؤں اور اگر وہ وفات پا چکے ہیں تو میں ان کو کفن دوں یا اس بھیڑیئے کو میرے پاس لاؤ جس نے یوسفؑ کو کھایا ہے تو شمعون کہنے لگا آؤ ہم جا کر یوسفؑ کو کنویں سے نکال کر قتل کر دیتے ہیں پھر اس کا کوئی عضو لا کر کہیں گے کہ ہمیں یہی عضو ملا ہے تو یہوذا نے کہا اللہ کی قسم اگر تم نے یہ کام کیا تو میں جب تک باقی رہوں گا تمہارا دشمن رہوں گا اور تمہیں ایک ایک کر کے قتل کر دوں گا یا تم مجھے قتل کر دو گے اور میں والد صاحب کو تمہاری کارستانی بتا دوں گا۔ تو سب بھائی کہنے لگے کہ ہم جا کر کوئی بھیڑیا پکڑ کر لے آتے ہیں تو سب بھائی گئے اور ایک بھیڑیا پکڑ کر اپنے والد کے پاس لے آئے اور کہنے لگے اس بھیڑیئے نے یوسف کو کھایا ہے تو یعقوبؑ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو میں اس سے پوچھتا ہوں تو انہوں نے بھیڑیئے کو چھوڑ دیا تو یعقوبؑ نے فرمایا اس سے پوچھو کہ اس نے یوسفؑ کو کیوں کھایا ہے؟ ان لوگوں نے بھیڑیئے سے پوچھا تو اس نے ان کو کوئی جواب نہ دیا۔ تو یعقوبؑ نے فرمایا تو ان کو جواب کیوں نہیں دیتا؟ تو بھیڑیا کہنے لگا میں ان کو جواب نہیں دوں گا کیونکہ یہ مجرم ہیں لیکن آپ پوچھیں میں ساری بات بتاؤں گا۔ تو یعقوبؑ نے اس سے پوچھا تو بھیڑیئے نے جواب دیا اے اللہ کے نبی! میں نے آپ کے بیٹے کو نہیں کھایا کیونکہ انبیاء کے گوشت تمام درندوں پر حرام ہیں۔ یعقوبؑ نے دریافت کیا یہ خون کیسا ہے جو قمیص پر لگا ہوا ہے؟ بھیڑیئے نے کہا مجھ سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری زبان سے کسی نبی کی رسوائی ہو۔ یعقوبؑ نے پوچھا تو کہاں جا رہا ہے؟ بھیڑیئے نے کہا مغرب کی طرف میرا بھائی رہتا ہے اس کی زیارت کرنے جا رہا ہوں۔ تو یعقوبؑ نے فرمایا سبحان اللہ یہ درندہ اپنے بھائی کی زیارت کرنا چاہتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تم نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا کیا ہے؟

وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ [سورة یوسف:18].

(ترجمہ) اور اس بات پر جو تم بنا رہے ہو اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔

اور یعقوبؑ نے ان لوگوں سے اعراض کر لیا اور بھیڑیئے کو جانے دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ اکثر روایات میں بھیڑیئے کی بات چیت مذکور نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت یوسفؑ کا کنویں سے نکلنا

جب یوسفؑ کو کنویں میں تین دن گزر گئے تو چوتھے دن یمن سے قافلہ آیا جن کا امیر مالک بن ذعر خزاعی تھا

اور بعض روایات کے مطابق قافلہ میں تین سو سے زائد افراد تھے۔ جب یہ لوگ اس کنویں کے قریب پہنچے تو مالک بن ذعر نے کہا مجھے یہ جگہ یاد ہے یہاں ایک کنواں تھا جس سے پانی پیا جاتا تھا پھر دولڑکوں کو بلایا ایک کا نام بشار اور دوسرے کا نام بشری تھا اور ان کو کہا تم دونوں اس کنویں پر چلے جاؤ اور دیکھو کیا اس میں پانی ہے جس کو ہم پی سکیں۔تو وہ دونوں گئے پھر بشری قضائے حاجت کے لئے پیچھے رہ گیا اور بشار کنویں کے دہانہ پر پہنچ گیا اور اس نے ایک نور بلند ہوتے ہوئے دیکھا تو پانی کے لئے اپنا ڈول لٹکا دیا۔ یوسفؑ اس ڈول سے لٹک گئے اور کہا جاتا ہے کہ جبرائیلؑ نے یوسفؑ کو کہا آپ کھڑے ہوجائیں آپ کا کنویں سے نکلنے کا وقت آگیا ہے۔ جب یوسفؑ ڈول سے لٹک گئے تو اس نے ڈول کھینچنا شروع کیا تو ڈول وزنی محسوس ہوا بشار نے کنویں میں جھانکا تو ڈول میں ایک لڑکا تھا تو بشار نے ان کو پکڑ کر مالک بن ذعر کو ساری بات بتائی۔تو مالک ان دونوں غلاموں سے یوسفؑ کے بارے میں مشورہ کرنے لگ گئے۔ یوسفؑ کے بھائی بھی وہاں سے قریب ہی بکریاں چرا رہے تھے ان کو محسوس ہوگیا کہ یوسفؑ کو کنویں سے نکال لیا گیا ہے تو وہ دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے تم نے یہ غلام کہاں سے لیا ہے؟ قافلہ والوں نے کہا اس کنویں سے۔ یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا کہ یہ ہمارا غلام گھر سے بھاگ گیا تھا ہم اسی کو تلاش کر رہے تھے۔

پھر یوسفؑ کو عربی میں کہنے لگے اگر آپ نے ہمارا غلام ہونے کا اعتراف کرلیا تو ہم آپ کو بیچ دیں گے اس طرح آپ زندہ رہ جاؤ گے ورنہ ہم آپ کو ان لوگوں سے چھین کر قتل کردیں گے۔ یہ نہ سمجھنا کہ ہم واپس ابا جان کے پاس لے جائیں گے کیونکہ ہم والد صاحب کو بتا چکے ہیں کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے اور وہ اس بات کو سچ سمجھ چکے ہیں۔ اب آپ کو والد صاحب کے پاس واپس بھیجنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔تو یوسفؑ نے فرمایا اے میرے بھائیو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے میرے والد اور میرے بھائیوں سے جدا نہ کرو اور میرے والد کی وصیت اور وعدہ یاد کرو،تو یہوذا نے یوسفؑ کو کہا اے میرے بھائی، یہ لوگ آپ کو ابا جان کے پاس واپس نہیں جانے دیں گے اور خود کو جھوٹا قرار نہیں دیں گے اگر ان لوگوں نے آپ کو قافلہ والوں سے لے لیا تو آپ کو قتل کردیں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان کا غلام ہونے کا اقرار کرلیں ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اسی میں کشادگی اور آسانی کی صورت بنا دیں۔تو یوسفؑ نے فرمایا آپ کی رائے درست ہے پھر یوسفؑ نے ان کا غلام ہونے کا اقرار کرلیا پھر ان لوگوں نے مالک بن ذعر کو کہا اے قافلہ کے سردار! یہ ہمارا غلام ہے جو ہم سے بھاگ گیا تھا اور اس کنویں میں چھپ گیا تھا اب ہم یہ غلام آپ کو بیچتے ہیں تو مالک نے کہا مجھے اس پر غلاموں کی علامت نظر نہیں آرہی مجھے تو یہ تمہارے جیسا ہی نظر آتا ہے۔تو یوسفؑ کے بھائی کہنے لگے ہم آپ کو اس کی وجہ بتاتے ہیں ہمارے والد نے ایک باندی خریدی تھی اس کے ساتھ یہ چھوٹا بچہ بھی آگیا تو یہ ہمارے درمیان پروان چڑھا اور ہماری گود میں پرورش پائی اور ہمارے جیسے کپڑے پہنتا ہے اسی وجہ سے یہ ہمارے جیسا ہوگیا ہے۔ تو

مالک نے یوسفؑ سے پوچھا اے لڑکے یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا کہنا ہے؟ یوسفؑ نے فرمایا ان لوگوں نے سچ کہا ہے یہ میرے گھر والے ہیں میں نے ان کی گود میں پرورش پائی ہے۔ مالک نے یوسفؑ کے بھائیوں کو کہا یوسف تمہارے لئے اقرار کر چکے ہیں اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ یوسفؑ کے بھائی کہنے لگے آپ اسکو ہم سے خرید لو۔ مالک نے کہا اللہ کی قسم ہمارے پاس تو صرف بیس درہم بچے ہیں گنتی کے اعتبار سے اور بعض نے کہا کہ بیس اوقیہ یعنی چالیس درہم بچے ہیں اس کے علاوہ کوئی سونا چاندی نہیں ہے تو یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا ہم اتنے میں ہی یوسفؑ آپ کو بیچ دیتے ہیں۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ اٹھارہ درہم تھے وزن کے اعتبار سے اور بعض نے کہا ہے کہ کھوٹے درہم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍ م بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَ كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ [سورۃ یوسف:20].

(ترجمہ) اور اس کو بھائی ناقص قیمت چند روپوں میں بیچ آئے اور اس سے بیزار ہو رہے تھے۔

اور کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو ان پیسوں میں کوئی رغبت نہیں تھی اور ان کو ان پیسوں کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آزاد کی قیمت حرام ہے۔ وہ پیسے انہوں نے صرف اسی لئے وصول کئے تھے کہ مالک بن ذعر کو یقین ہو جائے کہ یوسفؑ ان کے غلام ہیں اور اکثر اہل علم فرماتے ہیں کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسفؑ کو نہیں بیچا تھا کیونکہ آزاد کی خرید و فروخت حرام ہے اور یہ ایسی گھٹیا بات اور ان گناہوں میں سے ہے جو انبیاء سے صادر نہیں ہوسکتے۔ لیکن یوسفؑ کے بھائیوں نے مالک بن ذعر کو کہا اسکو بطور سامان تجارت ہم سے لے لو۔ ہم مصر آئیں گے تو وہاں آپ ہمارے لئے اس کو مناسب قیمت پر فروخت کر دینا۔ تو مالک نے کہا ٹھیک ہے ان لوگوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ یوسفؑ کو ان کے والد سے اوجھل کر دیں۔ اور دیگر مؤرخین فرماتے ہیں کہ نہیں بلکہ جس وقت قافلہ کے پانی لانے والے نے یوسفؑ کو حاصل کیا اس وقت یوسفؑ کے بھائی موجود نہ تھے۔ وہ اس وقت اپنے والد کے پاس تھے یا اپنے مویشیوں کو چرا رہے تھے کیونکہ وہ پانی لانے والا جب یوسفؑ کو مالک کے پاس لایا تو مالک نے یوسفؑ کو چھپا دیا اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً [سورۃ یوسف:19].

(ترجمہ) کیا خوشی کی بات ہے یہ تو لڑکا نکل آیا ہے اور اس کو مال تجارت سمجھ کر چھپا لیا۔

یعنی مالک نے یوسف کو قافلہ والوں سے چھپا لیا تا کہ قافلہ والے یوسفؑ میں شرکت کا مطالبہ نہ کریں۔ جب قافلہ آگے چلا اور راستہ میں یوسفؑ ظاہر ہوئے تو قافلہ والوں نے مالک سے پوچھا یہ کون ہے تو مالک بن ذعر نے کہا یہ سرمایہ ہے جو پانی والوں نے دیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک زیادہ بہتر یہی ہے کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسفؑ کو بیچا نہیں تھا اور نہ ہی انبیاءؑ کے لئے آزاد کو بیچنا جائز ہے بالخصوص اپنے بھائی کو۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسفؑ کو بیچ دیا تھا بلکہ اس پانی

لانے والے کی خبر دی ہے کہ وہ یوسفؑ کو ڈول میں دیکھ کر خوش ہو گیا اور کہا:

يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً [سورۃ یوسف:19].

(ترجمہ) کیا خوشی کی بات ہے یہ تو لڑکا نکل آیا ہے اور اس کو مال تجارت سمجھ کر چھپا لیا)

(اس فعل کا عطف ماقبل میں پانی لانے والوں کے فعل پر ہے) پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَ كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ [سورۃ یوسف:20]۔

(ترجمہ) اور اس کو بھائی ناقص قیمت چند روپوں میں بیچ آئے اور اس سے بیزار ہو رہے تھے۔

تو واجب ہے کہ اس کا عطف بھی قافلہ والوں کے فعل پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہاں یوسفؑ کے بھائیوں کا تذکرہ نہیں کیا اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے:

وَ كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ [سورۃ یوسف:20] (اور اس سے بیزار ہو رہے تھے)

کیونکہ قافلہ والے تو یوسفؑ میں رغبت رکھتے تھے اور ان کی حفاظت کر رہے تھے ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ انہوں نے یوسفؑ کو مصر میں خریدا وہ یوسفؑ کے معاملہ اور حفاظت میں بے رغبت تھے اور یوسفؑ اپنے شہرہ آفاق حسن کے باوجود چھوٹے بچے تھے تو یہ بعید نہیں تھا کہ کوئی شخص یہ گمان کرتا کہ لوگ تہمت کے لئے یوسفؑ کو خریدنے میں رغبت رکھتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کے معجزہ کے طور پر مخلوق کی توجہ اس بات سے ہٹا دی تھی کہ کسی نے بھی یوسفؑ کو شک کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا تو آیت کریمہ (و شروہ) یعنی مصر میں مالک بن ذعر اور اسکے ساتھیوں نے:

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ [سورۃ یوسف:20].

(ترجمہ) اور اس کو بھائی ناقص قیمت چند روپوں میں بیچ آئے۔

اور واقعی مالک بن ذعر نے فروخت کیا تھا اس پر دلیل آیت کا اگلا حصہ ہے۔

وَ قَالَ الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ [سورۃ یوسف:21] (اور جس نے یوسف کو مصر سے خریدا)۔

اس آیت نے دلالت کیا ہے کہ یہ خرید و فروخت مصر میں یوسفؑ کے بھائیوں سے ہوئی تھی۔

مصنف فرماتے ہیں بعض لوگوں نے اس قصہ میں کچھ عجیب طرح کی باتیں نقل کی ہیں مثلاً یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسفؑ کو فروخت کر دیا اور مالک بن ذعر کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ یوسفؑ کو بیڑیاں ڈال کر قید کر دیں گے اور کھردرا لباس پہنائیں گے وغیرہ اور اس کو دھمکیاں دیں پھر راستے میں قافلہ والوں نے یوسفؑ کو اذیتیں دیں۔ نہ ہی میں ان باتوں کو سچا سمجھتا ہوں اور نہ ہی ان کو ذکر کرنا پسند کرتا ہوں اس لئے یہاں نقل نہیں کیا۔

اہل قافلہ کا یوسفؑ کو مصر میں لانا اور عزیز مصر کو فروخت کرنا

راویوں کے بیان کے مطابق جب مالک بن ذعر مصر آیا تو یوسفؑ کو بیچنے کے لئے پیش کر دیا۔ اور ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مالک نے یوسفؑ سے پوچھا اے لڑکے آپ کون ہو؟ یوسفؑ نے جواب دیا میں یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہوں۔ مالک بن ذعر نے اس نسب کو بہت عظیم سمجھا اور یوسفؑ کو کہنے لگا اے نوجوان میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اولاد عطاء کریں میری اولاد نہیں ہے تو یوسفؑ نے دعا کی اے اللہ اس کا مال اور اولاد زیادہ کردیں تو ان کی اہلیہ کے ہاں دس بچے ہوئے۔ روایات میں آتا ہے کہ مالک جب یوسفؑ کو فروخت کرنے لگا تو بادشاہوں جیسی زیب و زینت کر کے فروخت کے لئے پیش کیا اور کہا جاتا ہے کہ یوسفؑ کا نظارہ کرنے کے لئے لوگوں کی بڑی تعداد جمع ہوگئی کیونکہ لوگوں نے یوسفؑ جیسا حسن پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ سارا دن لوگ یوسفؑ کا نظارہ ہی کرتے رہے کسی نے بھاؤ نہیں لگایا۔اور مالک بن ذعر نے لوگوں سے وعدہ کیا کہ آئندہ روز بادشاہ ریان بن ولید کے دروازہ پر بولی ہوگی۔ تو یہ خبر لوگوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی سارا شہر وہاں جمع ہوگیا۔ جب یوسفؑ کو فروخت کے لئے پیش کیا گیا تو لوگ بڑھ چڑھ کر بولی لگانے لگے یہاں تک کہ یوسفؑ کی قیمت اتنی بڑھ گئی کہ عزیز مصر جو کہ بادشاہ کا خزانچی اور وزیر تھا اس کے سوا کوئی اتنی قیمت ادا نہیں کرسکتا تھا۔ اس کا نام قطفیر تھا۔ اس نے یوسفؑ کو خرید لیا اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ قطفیر نے یوسفؑ کے وزن کے برابر سونا اور چاندی اور ریشم اور کستوری اور کافور اور ہر قیمتی چیز وزن کر کے خریدا۔ (واللہ اعلم)

اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ مالک بن ذعر نے یوسفؑ کو فروخت کردیا اور عزیز مصر یوسفؑ کو خرید کر گھر لے گیا اور اپنی بیوی زلیخا کو کہا میں نے یہ لڑکا خریدا ہے:

اَكْرِمِىْ مَثْوٰهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا [سورۃ یوسف:21].

(ترجمہ) اس کو عزت اور آبرو سے رکھنا شاید یہ ہمارے کام آئے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یوسفؑ اس وقت سات سال کے تھے اس کے بعد تینتیس سال والد سے اوجھل رہے جب والد سے ملے تو اس وقت ان کی عمر مبارک چالیس سال تھی اور بعض نے کہا ہے کہ عزیز مصر نے جس دن یوسفؑ کو خریدا تھا اس وقت یوسفؑ دس سال کے تھے۔ بہر حال کچھ بھی عمر ہو، یوسفؑ اس وقت بالغ نہیں تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ [سورۃ یوسف:22] (اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے)۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسفؑ عزیز مصر کے پاس ہی بالغ ہوئے تھے، اس سے پہلے نابالغ بچے تھے۔

زلیخا اور یوسفؑ کا ذکر اور زلیخا کا یوسفؑ کو مائل کرنا

بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ یوسفؑ نے مصر کے کسی راستے میں ایک بدو کو دیکھا جو عربی میں اشعار پڑھ رہا تھا۔ یوسفؑ نے اس سے پوچھا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ کنعان سے آیا ہے تو

یوسفؑ زاروقطار رونے لگے پھر اس بدو سے یعقوبؑ اور اپنے بھائیوں کے بارے میں سوال کیا اور اس کو بتایا کہ وہ یوسفؑ ہیں پھر اس کو ایک خط دیا اور اپنے والد کو سلام بھیجا اور اس بدو نے کنعان جا کر وہ پیغام اور سلام یعقوبؑ تک پہنچایا اور اس بارے میں مؤرخین نے طویل قصہ نقل کیا ہے لیکن میں اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم! یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ یعقوبؑ کو تو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ یوسفؑ کہاں ہیں؟ یعقوبؑ کو تو تب پتہ چلا جب ایک شخص یوسفؑ کی قمیص والی خوشخبری لایا۔ اگر یعقوبؑ یہ جانتے ہوتے کہ یوسفؑ مصر میں ہیں تو وہ یوسفؑ کو واپس لانے کی ہر ممکن کوشش کرتے کیونکہ شام اور مصر میں زیادہ فاصلہ بھی نہیں ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ تمام راوی اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس عرصہ میں یوسفؑ کا حال یعقوبؑ سے مخفی رکھا تھا یہاں تک کہ وہ غم میں رورو کر نابینا ہوگئے تھے اس لئے بعض مؤرخین نے جو یہ بات نقل کی ہے یہ بہت بعید ہے اسی طرح جب یوسفؑ کے بھائیوں نے ابن یامین کو مصر لے جانے کی بات کی تو قرآن میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے:

وَ قَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَ ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ o قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ [سورۃ یوسف:84,85].

(ترجمہ) اور فرمایا ہائے یوسف افسوس! اور غم کے مارے ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں اور وہ غم سے بھرے ہوئے تھے۔ بیٹے کہنے لگے باخدا آپ یوسف کی یاد کو نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ گھل جائیں یا مردہ ہوجائیں۔

اگر یعقوبؑ کو یوسفؑ کی قیام گاہ معلوم ہوتی اور بھائی بھی جانتے ہوتے تو یہ بات کبھی نہ کہتے۔ اگر یہاں یہ اعتراض ہو کہ جب مصر اور شام کے درمیان مسافت زیادہ نہیں تھی تو پھر اتنا لمبا عرصہ یعقوبؑ سے یوسفؑ کا حال مخفی کیسے رہ گیا؟ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معاملات میں خرق عادت کام ہوجانا بعید نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یوسفؑ غلام تھے، ان کے لئے اپنے والد تک اپنے حال کی خبر پہنچانا ممکن نہیں تھا پھر یہ بھی تو دیکھیں کہ یوسفؑ مصر میں کافی عرصہ بچپن کے ایام میں گھر میں محصور رہے پھر جوان ہوتے ہی قید خانے میں چلے گئے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یوسفؑ کے بھائی ہر آنے جانے والے پر نظر رکھتے ہوں تا کہ یوسفؑ ان کا پول نہ کھول دیں اور جب اللہ تعالیٰ نے ہی یعقوبؑ کو اس غم و آزمائش میں مبتلا کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اس لئے یوسفؑ کے حال سے بے خبر رکھا ہم قصہ کی طرف واپس لوٹتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ [سورۃ یوسف:23].

(ترجمہ) اور وہ جس عورت کے گھر میں رہتے تھے وہ انہیں پھسلانے لگی) یعنی زلیخا نے۔

اور بعض روایات میں مروی ہے کہ عزیز مصر کی بیوی نے اپنے خاوند سے یوسفؑ کو بطور ھبہ مانگا تھا تو خاوند نے یوسفؑ کو ھبہ کردیا اور بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ جب عزیز نے اپنی بیوی کو کہا تھا:

اَكْرِمِيْ مَثْوٰهُ [سورۃ یوسف:21] (اس کو عزت اور آبرو سے رکھنا)۔

تو اس عورت نے یوسفؑ کو اپنا بیٹا بنالیا تھا اور خود ان کی خدمت کرتی تھی جیسے کوئی ماں اپنے بچے کی خدمت کرتی ہے۔ یوسفؑ کو کنگھی کرتی اور سَر دھوتی اور خود کپڑے پہناتی۔ یہاں تک کہ یوسفؑ بالغ ہو گئے تو وہ یوسفؑ کے عشق میں مبتلا ہوگئی اور اس کے دل میں یوسفؑ کی محبت گھر کرگئی اور یہ محبت روز افزوں بڑھتی رہی یہاں تک کہ اس انتہاء کو پہنچی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا [سورة یوسف:30] (اس کا دل اس کی محبت میں فریفتہ ہو گیا)

وہ اس محبت پر صبر نہ کرسکی اور یوسفؑ کو تنہائی میں لے جا کر کہنے لگی اے یوسف! میں اپنا نفس آپ کو ہبہ کرنا چاہتی ہوں لیکن یوسفؑ اس کا مقصد نہیں سمجھ سکے۔ تو یوسفؑ نے پوچھا میں آپ کا کیا کروں؟ وہ حیاء کی وجہ سے خاموش ہوگئی اور اس پر مزید کوئی بات نہ کی لیکن یوسفؑ کی محبت اس کو بے چین کر رہی تھی جب صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو زلیخا نے اپنی کیفیت اپنی آیا پر ظاہر کردی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ کنگھی کرنے والی خادمہ پر ظاہر کردی اور اس کو اپنی محبت کی شدت کا بتایا اور یوسفؑ جب زلیخا کے سامنے آتے تو گردن جھکا کر نگاہیں زمین پر ٹکا لیتے تھے زلیخا کو نظر بھر کر نہ دیکھتے تھے کہ کہیں آزمائش میں مبتلا نہ ہوجائیں اور اس میں اپنے آقا عزیز کی بھی رعایت تھی۔ پھر زلیخا نے اپنی آیا کے ذریعے یوسفؑ کو پیغام بھیج کر اقرار محبت کیا اور اپنی رغبت کا اظہار کیا تو یوسفؑ نے انکار کردیا۔ زلیخا نے پہلے تو آیا کے ذریعے دھمکیاں دیں پھر خوب بناؤ سنگھار کرکے یوسفؑ کے سامنے آنے لگی اور اپنی طرف مائل کرنے لگی تو یوسفؑ نے انکار کردیا اور روایت کیا گیا ہے کہ اس کی چھت، فرش اور دیواروں پر شیشے لگوا دیئے تا کہ کوئی کہیں بھی دیکھے اس کمرے میں وہی نظر آئے اور بعض نے کہا ہے کہ خود زلیخا نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا تو یوسفؑ اور زلیخا کی خوبصورت تصویر بنوائی گئی جس میں وہ دونوں بغل گیر ہیں جب یہ مکان تیار ہوگیا تو زلیخا اس میں بیٹھ گئی اور آیا کو بھیجا یوسفؑ کو بلالائے۔ جب یوسفؑ تشریف لائے اور اس مکان اور زلیخا کو خوب بناؤ سنگھار کیے ہوئے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہوگئے اندر داخل نہیں ہوئے۔ تو زلیخا نے جلدی جلدی یوسفؑ کو اندر بلالیا تو یوسفؑ سمجھے کہ وہ انہیں کسی کام سے بھیجنا چاہتی ہیں تو یوسفؑ اندر داخل ہوکر ٹھہر گئے، زلیخا کھڑی ہوکر آئی اور یوسفؑ کو پکڑ کر پھسلانے کی کوشش کی یوسفؑ نے انکار کردیا اور روایت کیا گیا ہے کہ جب یوسفؑ کو اس کے پھسلانے کا علم ہوا تو اپنے ازار بند کو سات گرہیں لگا دیں اور وہبؒ نے ذکر کیا ہے کہ زلیخا کہنے لگی اے یوسف آپ کا چہرہ کس قدر حسین ہے۔ یوسفؑ نے جواب دیا میرے رب نے میری ایسی صورت بنائی ہے۔ زلیخا کہنے لگی آپ کے بال کتنے حسین ہیں۔ یوسفؑ نے جواب دیا میری قبر میں سب سے پہلے اسی چیز کی آزمائش ہوگی۔ زلیخا نے کہا آپ کی آنکھیں کس قدر حسین ہیں یوسفؑ نے جواب دیا سب سے پہلے یہی میرے رخساروں پر گریں گی۔ زلیخا کہنے لگی آپ کی خوشبو کتنی عمدہ و پاکیزہ ہے۔ یوسفؑ نے فرمایا اگر میرے مرنے کے تین دن بعد تو میری خوشبو سونگھ لے تو مجھ سے دور بھاگ جائے گی۔ زلیخا کہنے لگی آپ کو کیا

ہوگیا ہے میں آپ کے قریب آتی ہوں اور آپ مجھ سے دور بھاگتے ہو۔ یوسفؑ نے فرمایا میں ایسا کر کے اپنے رب کے قریب ہونے کی امید کرتا ہوں۔ زلیخا کہنے لگی اے یوسف! اپنی نگاہیں اٹھا کر ایک مرتبہ میری طرف دیکھیں تو سہی۔ یوسفؑ نے فرمایا مجھے آخرت میں اندھا ہونے کا ڈر ہے۔ زلیخا نے کہا ایک مرتبہ اپنا ہاتھ میرے دل پر رکھ دیں۔ یوسفؑ نے فرمایا تب تو جہنم میں میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گی۔ زلیخا کہنے لگی میں نے آپ کے لئے ریشم کا بستر بچھایا ہے آؤ میرے ساتھ اس پر سو جاؤ۔ یوسفؑ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ میرے نیچے آگ کا بستر بچھایا جائے گا۔ زلیخا کہنے لگی میرے ساتھ پردہ میں داخل ہو جاؤ۔ یوسفؑ نے جواب دیا کوئی چیز مجھے میرے رب سے نہیں چھپا سکتی۔ زلیخا کہنے لگی اے یوسف! آپ نے مجھے برباد کر دیا ہے اور مریض بنا دیا ہے۔ یوسفؑ نے فرمایا میرے خلاف شیطان نے تیری مدد کی ہے تو نے مجھے آزمایا ہے۔ زلیخا کہنے لگی اے یوسف اگر آپ نے میرا کہا نہ مانا تو میں آپ کو عذاب دینے والوں کے حوالے کر دوں گی وہ آپ کو ایسے ہی عذاب دیں گے جیسے آپ مجھے دے رہے ہو۔ یوسفؑ نے جواب دیا تب تو میرا رب مجھے ان کے شر سے کافی ہو جائے گا۔ زلیخا کہنے لگی اے یوسف! آپ کس وجہ سے مجھ سے ہچکچا رہے ہیں؟ یوسفؑ نے جواب دیا اپنے اس معبود کے حق کی وجہ سے جو آسمانوں میں ہے اور اپنے اس آقا کے حق کی وجہ سے جس نے مجھے عزت والی رہائش دی۔ زلیخا کہنے لگی آپ کا معبود جو آسمانوں میں ہے اس کو راضی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ میرے پاس بے شمار دولت ہے وہ میں آپ کو دے دوں گی تاکہ آپ اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کو صدقہ کر دیں تو وہ راضی ہو جائے گا اور رہا آپ کا آقا تو میں اس کو زہر کا پیالہ پلا کر آپ کی جان چھڑا دوں گی اسی زہر سے اس کا گوشت اور کھال پھٹ جائے گی اور آپ کے سامنے قبر میں چلا جائے گا۔ یوسفؑ نے جواب دیا میرے رب کے سامنے تو اور میں کیا عذر پیش کریں گے؟ بہر حال زلیخا یوسفؑ کو چکنی چپڑی باتیں کر کے سبز باغ دکھا کر رام کرتی رہی اور یوسفؑ اس کو دیکھتے ہی نہیں تھے۔ لیکن جب گھر کے اس جانب نگاہ جاتی جس میں زلیخا کی تصویر تھی تو یوسفؑ کے دل میں کسک اٹھتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا لَوۡ لَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ [سورۃ یوسف:24].

(ترجمہ) اور اس عورت نے تو ان کا ارادہ کر لیا تھا اور وہ بھی اس کا ارادہ کر لیتے اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے)

بعض مفسرینؒ نے کہا ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یوسفؑ اپنا ازار بند کھول کر خیانت کی جگہ بیٹھ گئے تھے لیکن یہ روایت بالکل بھی صحیح نہیں ہے اور یہ کیسے صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو فرما رہے ہیں:

كَذٰلِكَ لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ السُّوۡٓءَ وَ الۡفَحۡشَآءَ [سورۃ یوسف:24].

(ترجمہ) اسی طرح ہوا کہ ہم نے ان سے برائی اور بے حیائی کو ٹال دیا۔

اور اس سے زیادہ فحش و بے حیائی کیا ہوسکتی ہے؟ ہم نے معانی القرآن میں اس آیت کے بارے میں لوگوں کے اقوال نقل کردیئے ہیں۔ ہمارے مشائخ کے نزدیک آیت کا معنی یہ ہے کہ زلیخا تو یوسفؑ کے ساتھ زنا کرنے کا پختہ ارادہ کرچکی تھی اور یوسفؑ کے دل میں بھی یہ خیال آکر گزر گیا تھا وہ اس سے آگے نہ بڑھے تھے اور باری تعالیٰ کا فرمان:

لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ [سورۃ یوسف:24] (اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے)۔

اس بارے میں لوگوں کے بہت سے اقوال ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یوسفؑ نے جبرائیلؑ کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے اے یوسف! آپ کا نام صدیقین کے رجسٹرڈ میں لکھا ہوا ہے اور یہ کام فاسقوں کا ہے۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ برہان یہ تھی کہ آواز آئی اے یوسف! آپ اس پرندے کی طرح نہ ہوں جس کے پَر ہوتے ہیں اور جب زنا کرتا ہے تو اس کے پَر گر جاتے ہیں وہ کھڑا بھی نہیں ہوسکتا۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یوسفؑ نے یعقوبؑ کی تصویر دیکھی وہ انگلیاں دانتوں میں دبائے کھڑے تھے اور اسی طرح یعقوبؑ یوسفؑ کے بچپن میں تنبیہ کیا کرتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ یوسفؑ نے دیوار پر لکھا ہوا پڑھا اور بعض نے کہا ہے کہ دیوار سے باہر ہتھیلی پر لکھا ہوا پڑھا اور زناء کے قریب نہ جاؤ:

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًاؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا [سورۃ النسآء:22].

(ترجمہ) یہ بے حیائی ہے اور غضب کا کام اور برا چلن ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ یعقوبؑ کی صورت دیکھی پھر یعقوبؑ نے یوسفؑ کے سینہ پر ہاتھ مارا تو یوسفؑ کی شہوت پاؤں کی انگلیوں سے باہر نکل گئی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ زلیخا نے اس گھر میں رکھے اپنے بت پر کپڑا ڈال دیا تو یوسفؑ نے پوچھا کیا ہوگیا ہے؟ زلیخا کہنے لگی مجھے اس سے حیاء آتی ہے تو یوسفؑ نے فرمایا میں اپنے رب سے حیاء کرنے کا زیادہ حق دار ہوں۔ بہر حال یوسفؑ نے کوئی ایسی چیز دیکھی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کو اس بے حیائی سے دور کردیا اور اسی طرح باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ [سورۃ یوسف:24].

(ترجمہ) اور اس عورت نے تو ان کا ارادہ کرلیا تھا اور وہ بھی اس کا ارادہ کرلیتے اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے اسی طرح ہوا کہ ہم نے ان سے برائی اور بے حیائی کو ٹال دیا وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔

اس برہان کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر یوسفؑ اس عورت سے بچ کر بھاگ نکلے تو وہ پیچھے لپکی اور یوسفؑ کو پکڑ کر آپ کے کپڑوں سے اپنی طرف کھینچا:

وَ قَدَّتْ قَمِیْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ [سورۃ یوسف: 25] (اور عورت نے ان کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا)۔ یوسفؑ

کے پیچھے سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَ اسۡتَبَقَا الۡبَابَ وَ قَدَّتۡ قَمِیۡصَہٗ مِنۡ دُبُرٍ [سورۃ یوسف:25].

(ترجمہ) اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے ان کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا۔

یعنی جلدی سے دروازے کی طرف۔ یوسفؑ اس سے بھاگنے کے لئے جلدی کر رہے تھے اور وہ عورت یوسفؑ کو پکڑنے کے لئے جلدی کر رہی تھی کہ وہ باہر نہ نکل جائیں۔

وَ اَلۡفَیَا سَیِّدَھَا لَدَا الۡبَابِ [سورۃ یوسف:25].

(ترجمہ) اور دونوں نے اس عورت کے خاوند کو دروازے کے پاس پایا۔

تقدیر کا کرنا یہ ہوا کہ عزیز اسی وقت دروازہ پر پہنچا جب اس نے آواز سنی تو گھر میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہے کہ یوسفؑ کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے اور اس کی بیوی کے چہرے پر خراشیں ہیں بال بکھرے ہوئے ہیں اور رو رہی ہے تو اس نے پوچھا تم دونوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو زلیخا جلدی سے آگے بڑھ کر کہنے لگی اے میرے سرتاج:

مَا جَزَآءُ مَنۡ اَرَادَ بِاَھۡلِکَ سُوۡٓءًا [سورۃ یوسف:25].

(ترجمہ) اس کی سزا کیا ہے جو تیری بیوی سے بدکاری کا ارادہ کرے۔ یعنی خیانت۔

یہ لڑکا جس کو آپ نے قابل بھروسہ سمجھ کر گھر والوں میں رہنے دیا اس نے میرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا اب اس کی سزا یہی ہے کہ اس کو قید کیا جائے یا دردناک عذاب دیا جائے۔ تو عزیز یوسفؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے یوسف! مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی میں نے آپ کو اپنا بیٹا بنایا، عمدہ با عزت رہائش دی آپ نے اس کا یہ صلہ دیا؟ تو یوسفؑ نے جواب دیا ابراہیمؑ کے معبود کی قسم میں نے آپ سے خیانت نہیں کی۔ اسی عورت نے مجھے گمراہ کرنے کی کوشش کی تھی میں تو وہاں سے بھاگ آیا ہوں۔ عنقریب آپ کے سامنے میری پاکدامنی ظاہر ہو جائے گی۔ تو عزیز نے کہا مجھے آپ کی پاکدامنی کیسے معلوم ہو گی؟ تو یوسفؑ نے نگاہیں آسمان کی طرف بلند کر کے دعا کی اور کہا میں آپ سے آپ کے کرم و احسان اور اپنے آباء و اجداد کی حرمت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنی رحمت کی آغوش میں لے لیں تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو بھیجا انہوں نے آ کر ایک بچہ کو بلوایا جو وہاں پنگھوڑے میں موجود تھا اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَ شَھِدَ شَاھِدٌ مِّنۡ اَھۡلِھَا [سورۃ یوسف:26].

(ترجمہ) اور ایک گواہی دینے والے نے اس عورت کے خاندان میں سے گواہی دی۔

شاہد سے مراد وہی بچہ ہے جو بات چیت کا وقت آنے سے پہلے بول پڑا اور عزیز کو کہا تو ان دونوں کے معاملہ میں حیران نہ ہو اور یوسفؑ کی قمیص دیکھ۔

اِنۡ کَانَ قَمِیۡصُہٗ قُدَّ مِنۡ قُبُلٍ فَصَدَقَتۡ [سورۃ یوسف:26].

(ترجمہ) اگر ان کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے۔
تو عورت سچ کہتی ہے کیونکہ یوسف نے اس سے من مانی کرنی چاہی ہوگی اور اس نے دھکا دیا ہوگا تو آگے سے یوسفؑ کی قمیص پھٹ گئی ہوگی۔

وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ o وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ [سورۃ یوسف:26,27].
(ترجمہ) اور یہ جھوٹے ہیں۔ اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت جھوٹی ہے)
اس لئے کہ یہی یوسفؑ کی طالب ہوگی اور اس سے بچ کر بھاگ رہے ہوں گے تو اس نے یوسفؑ کو پکڑ کر قمیص سے کھینچا ہوگا اور قمیص پھٹ گئی ہوگی۔

وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ [یوسف:27] (اور یہ سچے ہیں)۔
اور روایت کیا گیا ہے کہ یہ شاہد اس عورت کا چچا زاد بھائی تھا۔ یہ عزیز کے ساتھ دروازے پر بیٹھا تھا جب یہ واقعہ پیش آیا۔ تو اس نے یہ دانشمندانہ فیصلہ کیا۔ پہلا قول ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے تو عزیز نے یوسفؑ کی قمیص دیکھی وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی جب عزیز نے قمیص کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہنے لگا فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ [یوسف: 28] (پس جب ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو عزیز مصر نے کہا بے شک یہ تم عورتوں کا مکر ہے بے شک تمہارا مکر بڑا ہوتا ہے) عزیز عقلمند آدمی تھا یوسفؑ کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا اے یوسف! آپ اس معاملہ کو بھول جائیں کیونکہ اس کو ڈر تھا کہ یوسفؑ ہر جگہ اپنی پاکدامنی ظاہر کریں گے تو اسی وجہ سے کہنے لگا ایسی بات میں مشغول نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اسی طرح یہ بات لوگوں میں پھیل جائے گی اور بیوی کو کہا:

وَ اسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ [سورۃ یوسف:29] (اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ)۔
کیونکہ اگرچہ وہ مشرک تھا لیکن وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ لوگوں نے زلیخا کو یہ کہا تھا کہ اپنے خاوند سے معذرت کر اور گناہ کا اقرار کرلے تاکہ وہ تجھے معاف کردے کیونکہ تو ہی قصوروار ہے اور جو جرم تجھ سے سرزد ہوا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ شاہد نے یوسفؑ اور زلیخا کو یہ بات کہی تھی پھر اس بات کا لوگوں میں چرچا ہونے لگا اور مصر کے بڑے لوگوں کی بیگمات میں یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ زلیخا نے اپنے غلام کو پھانسنے کی کوشش کی ہے تو عورتوں نے زلیخا کو ملامت کی۔ اس آیت مبارکہ میں یہی کچھ بیان ہوا ہے۔

وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا [سورۃ یوسف:30].

(ترجمہ) اور شہر میں رہنے والی عورتیں کہنے لگیں عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس سے اپنا مطلب نکالنے کے لئے بہلاتی ہے اس کا دل اس کی محبت میں فریفتہ ہوگیا ہے۔

یعنی اسی غلام کی محبت زلیخا کے دل کے نہاں خانوں میں داخل ہوگئی ہے۔شغاف: دل کے پردے کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ دل کے سیاہ نقطے کو کہتے ہیں۔

اِنَّا لَنَرٰهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ [سورة یوسف:30] (ہم تو اسے کھلی گمراہی میں دیکھتی ہیں)۔

تیرے فعل میں واضح غلطی دیکھتے ہیں۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ [سورة یوسف:31] (تو جب اس عورت نے ان عورتوں کی بدگوئی سنی)۔

یعنی ان کی لعن طعن سنی تو اپنے خاوند سے اجازت لی کہ وہ دعوت کر کے شہر کی تمام معزز عورتوں کو بلانا چاہتی ہے۔خاوند نے اجازت دے دی۔

زلیخا نے تھوڑا سا کھانا تیار کرایا اور ان کے لئے نشست گاہیں لگوائیں۔جب وہ عورتیں دعوت کھانے آئیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق وہ چار عورتیں تھیں ایک بادشاہ کے وزیر کی بیوی، ایک شاہی باورچی کی بیوی، ایک شاہی سائس کی بیوی اور ایک شاہی دربان کی بیوی اور بعض نے کہا ہے کہ پندرہ معززین شہر کی بیویاں تھیں جب یہ عورتیں آئیں تو زلیخا نے ان کو مقرر کردہ نشستوں پر بٹھا دیا اور ان کے سامنے میوے اور ایسی چیزیں رکھوا دیں جن کے کاٹنے کے لئے چھری کی ضرورت پڑتی تھی جیسے کھیرا، تربوز وغیرہ۔اور بعض نے کہا ہے کہ بھنی ہوئی چیزیں تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ لیموں تھا۔اور ہر خاتون کو کاٹنے کے لئے چھری دے دی پھر جا کر یوسفؑ کو کہا آج کے دن میری بات مان لیں آج کے بعد آپ کچھ بھی کریں مجھے پرواہ نہیں۔تو یوسفؑ نے جواب دیا میں وہ کام کروں گا جس میں میرے رب کی ناراضگی نہ ہو تو زلیخا نے یوسفؑ کو رنگ برنگے کپڑوں اور جواہرات اور تاج سے خوب سنوارا اور بعض نے کہا ہے کہ سر پر عمامہ باندھا اور یوسفؑ کے ہاتھ میں سونے کا پیالہ دے دیا جس میں پانی یا کوئی مشروب تھا پھر یوسفؑ کو کہا اب ان عورتوں کے سامنے آئیں تو یوسفؑ باہر تشریف لائے:

فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ [یوسف:31] (پھر جب عورتوں نے یوسفؑ کو دیکھا تو حیران رہ گئیں)

ان کو عظیم سمجھا اور یوسفؑ کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ان عورتوں نے ایسا حسن پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔یہاں تک کہ اسی حیرت میں ان عورتوں نے چھریوں سے اپنے ہاتھ کاٹ دیئے اور ان کو احساس ہی نہ ہوا اور وہ یہ سمجھ رہی تھیں کہ وہ پھل کاٹ رہی ہیں اور زلیخا ان کو دیکھ کر ہنس رہی تھی کچھ دیر بعد زلیخا نے یوسفؑ کو واپس جانے کا اشارہ کیا تو یوسفؑ واپس چلے گئے۔

وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ [سورة یوسف:31].

(ترجمہ) اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں پاکی اللہ کے لئے ہے یہ شخص آدمی نہیں ہے یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔جو آسمان سے اترا ہے۔

تو زلیخا نے کہا: فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ [سورة یوسف:32].

(ترجمہ) یہ وہی ہے جس کے متعلق تم نے مجھے ملامت کی تھی۔
اورتم ایک نگاہ میں اتنی حیرت زدہ ہوئیں کہ اپنے ہاتھ کاٹ دیئے تو تم نے مجھے ملامت کیوں کی تھی؟ حالانکہ میں سات سال سے اس کو بہلانے پھسلانے کی کوشش کر رہی تھی اس نے میری بات نہیں مانی تو تم خود میرا حال دیکھو۔ پھر زلیخا نے ان عورتوں کو کہا میں یہ چاہتی ہوں کہ تم یوسفؑ کو میری بات ماننے پر اکساؤ تو ان عورتوں نے ایسا ہی کیا پھر ان میں سے ہر عورت یوسفؑ کے پاس زلیخا کا پیغام لے کر آتی تو پہلے اپنا آپ پیش کرتی۔ یوسفؑ نے کہا میں ایک کی وجہ سے مشقت میں تھا اب یہ ساری اکٹھی ہوگئی ہیں تو اس وقت یوسفؑ نے کہا:
رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ [سورة یوسف:33]
(ترجمہ) اے میرے رب! مجھے قید پسند ہے اس بات سے جس کی طرف وہ مجھے ورغلاتی ہیں اور اگر تو مجھ سے اس کا مکر دور نہیں کرے گا تو میں ان کی طرف جھک جاؤں گا اور بے عقل ہو جاؤں گا۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسفؑ پر رحم کریں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے قید کے بدلہ عافیت کا سوال کیوں نہ کیا اور روایت کیا گیا ہے کہ وہ عورتیں بھی یوسفؑ کے عشق میں مبتلا ہوگئی تھیں۔ اور ان میں سے کچھ یوسفؑ کی محبت میں مرگئی تھیں۔ (واللہ اعلم)
جب یوسفؑ نے زلیخا کی بات نہ مانی اور یوسفؑ پر زلیخا کا کوئی حیلہ کام نہ کرسکا تو اس نے یوسفؑ کو قید کی دھمکی دیتے ہوئے کہا وَ لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ○ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ [سورة یوسف:32,33].
(ترجمہ) اور اگر اس نے نہ کیا جو میں اس کو کہتی ہوں تو جیل جائے گا اور بے عزت بھی ہوگا۔ یوسفؑ نے دعا کی اے رب مجھے قید پسند ہے اس بات سے جس کی طرف وہ مجھے ورغلاتی ہیں۔
جب یوسفؑ نے یہ بات کہی تو عزیز کی بیوی کہنے لگی اس لڑکے نے مجھے رسوا کر دیا ہے اب اس کا قید ہونا ضروری ہے تاکہ لوگوں کے منہ بند ہو جائیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ قید کا سارا نظام بادشاہ کے اختیار میں تھا کوئی اور کسی کو قید خانہ میں نہ ڈال سکتا تھا۔ جب زلیخا نے اپنے خاوند سے یوسفؑ کو قید کرنے کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا بادشاہ ہی ایسا کرسکتا ہے تو زلیخا پردہ کر کے بادشاہ کے پاس چلی گئی۔ بادشاہ کے ہاں زلیخا کی بہت قدر تھی کیونکہ وہ بادشاہ کی قریبی رشتہ دار تھی اور مصر کے بڑے لوگوں میں سے ایک کی بیٹی تھی۔ تو زلیخا نے بادشاہ کو کہا میرے ایک غلام نے میری نافرمانی کی ہے میں اس کو سزا دینا چاہتی ہوں اور یہ چاہتی ہوں کہ آپ اسے قید کرنے کی اجازت مجھے دے دیں۔ تو بادشاہ نے زلیخا کو کہا میں نے قید خانہ کا اختیار آپ کو دے دیا ہے آپ جو چاہے کرسکتی ہو۔ تو زلیخا نے واپس آ کر یوسفؑ کو قید کرنے کا حکم دے دیا اور یوسفؑ کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ اور روایت کیا گیا ہے

زلیخا نے جب یہ کام کیا تو یوسفؑ کو قید کرنے پر شرمندہ ہوئی اور یوسفؑ کے فراق میں بے چین رہنے لگی کیونکہ وہ تو قید میں ڈال کر یوسفؑ کو صرف ڈرانا دھمکانا چاہتی تھی تا کہ وہ اس کی بات مان کر اس کا مقصد پورا کردیں لیکن جب وہ یوسفؑ کو نکالنے لگی تو اس کے خاوند نے قسم دی کہ وہ یوسفؑ کو باہر نہ نکالے اسی وجہ سے یوسفؑ قید خانہ میں رہ گئے اور زلیخا شرمندہ ہوگئی اور وہ رات دن روتی رہتی تھی لیکن کوئی حیلہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اس کے باوجود بھی وہ یوسفؑ کا خیال رکھتی اور نرمی سے پیش آتی اور اپنے قاصدوں کے ذریعے قید خانہ میں بھی یوسفؑ کی ضروریات کا خیال رکھتی تھی۔ اور روایات کیا گیا ہے کہ جب یوسفؑ قید خانہ میں داخل ہوئے تو سارے لوگ آپؑ کے حسن و جمال اور پاکیزگی اور علم واخلاق کی وجہ سے آپؑ سے مانوس ہوگئے۔ اور یوسفؑ ان سب سے گھل مل گئے اور جیل کا داروغہ آپؑ سے محبت کرنے لگا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن اس نے یوسفؑ کو کہا اے یوسف! مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے تو یوسفؑ نے جواب دیا میں آپ کی محبت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کیونکہ میری پھوپھی نے مجھ سے محبت کی تو میری طرف چوری کی نسبت کردی اور میرے والد نے مجھ سے محبت کی تو میرے بھائیوں نے میرا یہ حال کیا اور میری آقا نے محبت کی تو مجھے جیل میں قید کردیا۔ تو آپ مجھ سے محبت کرنے سے پرہیز کریں تا کہ مجھ پر کوئی اور مصیبت نہ آجائے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ جب یوسفؑ کو جیل میں تین یا چار سال گزر گئے تو زلیخا نے دل میں سوچا ایک نوعمر لڑکا زنا سے بچا تو میں زیادہ حق رکھتی ہوں کہ میں توبہ کروں اور اپنی خواہش سے رجوع کروں۔ تو زلیخا نے توبہ کرلی لیکن وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے یوسفؑ کو باہر نکلوادیا تو ان کو دیکھ کر اس سے صبر سے نہ ہوسکے گا اِسی لئے یوسفؑ کو جیل میں ہی رہنے دیا۔ تو یوسفؑ کو چار سال گزرے تھے کہ بادشاہ اپنے ساقی اور باورچی پر غصہ ہوگیا۔

دونو جوانوں کا جیل میں یوسفؑ کے ساتھ داخل ہونا اور ان کا خواب

مصر کے بادشاہ ریان بن ولید کا دور حکومت کافی طویل ہو چکا تھا تو لوگوں نے اس کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور بادشاہ کے بعض دشمنوں نے بادشاہ کے باورچی اور ساقی کو رشوت دی کہ وہ بادشاہ کو زہر دے دیں۔ باورچی نے تو بات مان لی لیکن ساقی نے انکار کر دیا اور بادشاہ کو ساری بات بتا دی۔ اور کہا جاتا ہے کہ باورچی کا نام مخلف اور ساقی کا نام بنوفحت تھا اور بعض نے کچھ اور نام بھی نقل کئے ہیں۔ تو بادشاہ نے ان دونوں کو قید کرنے کا حکم دے دیا جب وہ دونوں جیل میں داخل ہوئے اور یوسفؑ کو دیکھا تو ان سے مانوس ہو گئے اور یوسفؑ بھی ان دونوں سے حسن سلوک و اخلاق سے پیش آتے تھے۔ اسی طرح کچھ عرصہ گزر گیا اور بعض نے کہا ہے کہ ایک سال گزر گیا پھر ان دونوں نے خواب دیکھا اور دونوں یوسفؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم نے خواب دیکھا ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں خواب کی تعبیر بتائیں۔ تو یوسفؑ آمادہ ہو گئے ان دونوں نے یوسفؑ کو خواب بیان کیا ساقی نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ میرے سامنے سونے کے تین تھال ہیں ہر تھال میں انگور کی تین ٹہنیاں ہیں، ہر ٹہنی پر انگور کے تین گچھے ہیں میں نے ان گچھوں کو سونے کے تین برتنوں میں نچوڑ کر بادشاہ کو پلا دیا۔ اور باورچی کہنے لگا میں نے دیکھا ہے کہ میرے سامنے تین تندور جل رہے ہیں اور میں ان میں روٹی لگا رہا ہوں پھر میں نے وہ روٹی تین ٹوکریوں میں رکھ کر اپنے سر پر رکھ لی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ پرندے ان ٹوکریوں پر گر رہے ہیں اور ان سے روٹی کھا رہے ہیں پھر ان دونوں نے یوسفؑ کو کہا:

نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِه اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ [سورۃ یوسف:36].

(ترجمہ) ہمیں ان کی تعبیر بتلا دیجئے ہم آپ کو نیک آدمی سمجھتے ہیں۔

یعنی ان لوگوں میں سے سمجھتے ہیں جو خواب کی تعبیر اچھے طریقے سے جانتے ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں دوسرے قیدیوں سے سن چکے تھے کہ یوسفؑ لوگوں کے خوابوں کی درست تعبیر بتاتے ہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ یوسفؑ کا احسان یہ تھا کہ وہ مریضوں کی عیادت کرتے تھے اور زخمیوں کا علاج کرتے تھے اور اجنبی قیدیوں کو مانوس کرتے اور تنگی میں مبتلا شخص پر وسعت کرتے اور قیدیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ پیار و محبت سے رہنے کا حکم دیتے تھے۔ تو یہ سب یوسفؑ کا احسان (نیک کام) تھا۔ جب ان دونوں نے یوسفؑ کو یہ بات کہی تو یوسفؑ نے چاہا کہ ان دونوں کو پہلے اسلام کی دعوت دیں کیونکہ اسلام کی دعوت خواب کی تعبیر بتانے سے افضل اور اولیٰ ہے۔ کیونکہ یوسفؑ نے ان کو خواب کی جو تعبیر بتائی تھی وہ ویسے ہی ہونی تھی اور کھانے کا وقت آنے سے پہلے جوان کو کھانے کی خبر دی یہ بھی معجزہ تھا تو یوسفؑ نے یہ پسند کیا کہ معجزہ دعوت کے

ساتھ ملا ہوتا کہ ان کو حجت لازم ہو جائے۔ تو یوسفؑ نے ان کو فرمایا اے میرے قید کے ساتھیو!

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ [سورۃ یوسف:37].

(ترجمہ) فرمایا جو کھانا تمہیں روز ملتا ہے وہ نہ آنے پائے گا کہ میں اس کے آنے سے پہلے اس کی تعبیر بتا دوں گا۔

گویا کہ یوسفؑ نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تعبیر کا علم عطاء فرمایا ہے اور اس سے زیادہ کامل چیز یہ ہے کہ رات و دن میں تمہارے پاس جو کھانا لایا جاتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے جانتا ہوں کہ کیا آئے گا۔ ان دونوں نے پوچھا آپ یہ کیسے جانتے ہیں حالانکہ آپ نجومی تو نہیں ہیں۔ یوسفؑ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے میرا اس علم کے ساتھ اکرام کیا ہے کیونکہ میں نے شرک کو چھوڑ دیا ہے۔ اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے:

اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ [سورۃ یوسف:37].

(ترجمہ) میں نے اس قوم کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں۔

ان دونوں نے بیک زبان پوچھا آپ کی ملت و دین کیا ہے؟ یوسفؑ نے بتایا:

وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ [سورۃ یوسف:38].

(ترجمہ) اور میں نے اپنے باپ دادوں کا دین اختیار کیا ہے ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا۔

ان دونوں نے پوچھا ان انبیاء کی ملت کیا تھی؟ یوسفؑ نے فرمایا:

مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ [سورۃ یوسف:38].

(ترجمہ) ہمارے لئے درست نہیں کہ ہم اللہ کا کسی چیز کو شریک بنائیں۔

یعنی ہماری ملت یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کو اختیار نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتے۔

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَ عَلَى النَّاسِ [یوسف:38] (یہ اللہ کا ہم پر فضل ہے اور سب لوگوں پر)۔

یعنی یہ کوئی ہمارا کمال نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر فضل ہے کہ اس نے یہ سیدھا دین عطاء کر کے ہمارا اکرام کیا ہے۔ اسی طرح باقی لوگوں کا حال ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ایمان نہیں لا سکتا اور بعض مفسرینؒ نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور نبوت دے کر جو ہمارا اکرام کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر اور تمام لوگوں پر فضل ہے کیونکہ ہم لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔

وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ [سورۃ یوسف:38] (لیکن اکثر لوگ احسان نہیں مانتے)۔

جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ہمارے اوپر انعام کیا ہے۔ پھر یوسفؑ نے ان دونوں کو فرمایا:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ [سورۃ یوسف:39] (اے قید خانے کے ساتھیو)۔

میں نے تمہارے سامنے اپنے دین وملت کی دلیل ذکر کر دی ہے اب تم دونوں کیا چاہتے ہو؟ تم اپنی بات دیکھو۔

ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ [سورة یوسف:39].

(ترجمہ) بھلا کئی معبود جدا جدا بہتر ہیں یا اکیلا اللہ غالب بہتر ہے۔

ان کمزور بتوں میں سے جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لا دا جاتا ہے کیا یہ رب ہونے اور عبادت کے زیادہ حق دار ہیں؟

اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ [سورة یوسف:39] (یا اکیلا اللہ غالب بہتر ہے)۔

جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور بغیر کسی لاؤ لشکر کے تمام مخلوق پر غالب ہے پھر یوسفؑ نے ان دونوں کے سامنے بتوں کے باطل ہونے کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ [سورة یوسف:40].

(ترجمہ) نہیں پوجتے ہو تم اللہ کے سوا مگر چند بے حقیقت نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لئے ہیں)۔

یعنی تم ان کا نام معبود رکھتے ہو ورنہ حقیقت میں یہ معبود نہیں ہیں۔ اور یہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں یہ تو جمادات ہیں جن کو جوڑ کر بنایا گیا ہے نہ ان میں علم وقدرت ہے اور نہ کوئی ایسی صفت ہے جو رب کے شایان شان ہوتی ہے۔ پھر ان کے رب ہونے پر کوئی عقلی دلیل بھی نہیں ہے بلکہ عقل تو ان کے معبود ہونے کا انکار کرتی ہے اور اسی طرح ان کے رب ہونے کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے کیونکہ:

مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ [سورة یوسف:40] (اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں بھیجی)۔ یعنی کوئی حجت۔

معبود ہونے کی دلیل صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کی دلیل واضح ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہی اپنی مخلوق کو حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور یہ جو میں نے تمہارے سامنے بیان کیا ہے یہی وہ سیدھا دین ہے جس میں کوئی فساد اور نقص نہیں ہے لیکن اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور توحید کے حق ہونے اور شرک کے باطل ہونے کو نہیں جانتے۔

فرمایا تم اس واضح بیان کو دیکھو جو یوسفؑ لائے ہیں۔ اللہ عظیم نے سچ فرمایا ہے اور اس کے معزز رسول نے بھی سچ فرمایا ہے کیونکہ قرآن میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ [سورة یوسف:6] (اور تجھے خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا)۔

یعنی علوم کا بیان پھر جب یوسفؑ حق کی طرف دعوت دینے اور دین وحجت کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو ان دونوں کے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا [سورة یوسف:41].

(ترجمہ) اے قید خانے کے ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا۔

یہ ساقی تھا کیونکہ تین ٹہنیاں اور تین پیالے اشارہ ہیں کہ تو قید میں تین دن رہے گا پھر نکل جائے گا اور بادشاہ تجھے واپس پہلے والا کام سونپ دے گا لیکن یہ باورچی:

فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّأْسِهِ [سورۃ یوسف: 41].

(ترجمہ) اور دوسرا سولی دیا جائے گا پھر پرندے اس کے سَر کو کھائیں گے۔

یعنی اس کے سَر کا گوشت اور تین ٹوکریاں اشارہ ہیں کہ اس کی زندگی کے تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ جب یوسفؑ نے یہ تعبیر بیان کی تو باورچی نے بری تعبیر سنتے ہی خواب سے انکار کر دیا کہ اس نے کچھ دیکھا ہی نہیں تھا اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان دونوں نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا انہوں نے قیدیوں کو دیکھا کہ وہ یوسفؑ سے آ کر خواب کی تعبیریں پوچھ رہے ہیں تو انہوں نے خود سے خواب بنا کر پیش کر دیا (واللہ اعلم) تو یوسفؑ نے ارشاد فرمایا:

قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيٰنِ [سورۃ یوسف: 41].

(ترجمہ) یہ کام اسی طرح مقدر ہو چکا ہے جس کی تم تحقیق چاہتے تھے۔

چاہے تم نے کچھ دیکھا تھا یا نہیں دیکھا تھا پھر یوسفؑ اس ساقی کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے جب آپ جیل سے نکلو گے اور بادشاہ کا قرب حاصل کر لو گے:

اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ [سورۃ یوسف: 42] (میرا ذکر اپنے مالک کے پاس کر دینا)۔

اور اس کو کہنا جیل میں ایک عبرانی غلام ہے جو ظلماً قید کیا گیا ہے شاید وہ میرے معاملہ میں غور وفکر کا حکم دیدے۔ تو ساقی نے کہا میں یہ کام ضرور کروں گا یہ میرے لئے اعزاز ہے جب وہ دونوں جیل سے نکالے گئے اور باورچی کو قتل کر دیا گیا اللہ تعالیٰ نے ساقی کو یوسفؑ کا تذکرہ کرنا بھلا دیا اس نے بادشاہ کے سامنے کوئی بات نہیں کی اور بعض نے کہا ہے کہ اس کو دل میں یہ بات یاد تھی لیکن وہ بادشاہ کے سامنے یہ بات کرنے کی جرأت نہیں کرنا چاہتا تھا کہ کہیں بادشاہ کو جیل کی بات سن کر وہ وجہ یاد نہ آجائے جس کی وجہ سے وہ قید ہوا تھا۔ تو بادشاہ اس کے بارے میں کوئی ناگوار حکم نہ کر دے۔ لیکن قرآن مجید میں یہ مذکور ہے کہ شیطان نے ساقی کو یوسفؑ کا تذکرہ کرنا بھلا دیا تھا اور ساقی کو کافی عرصہ بعد یہ بات یاد آئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ ادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ [سورۃ یوسف: 45] (اور اس کو مدت کے بعد یاد آ گیا)

اور بعض مفسرینؒ نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب یوسفؑ ساقی کو بادشاہ کے سامنے سفارش کرنے کا کہہ رہے تھے اس وقت شیطان نے یوسفؑ کے دل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا اگر ان کو یہ بات یاد ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا تو یوسفؑ ساقی کو یہ بات نہ کہتے اور روایت کیا گیا ہے کہ جب یوسفؑ نے ساقی کو یہ بات کہی تو جبرائیلؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوسفؑ کے پاس آئے اور کہا السلام علیک یا یوسف۔ پھر کہا

آپ کے بھائیوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے آپ کو کس نے بچایا تھا؟ یوسفؑ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ نے کہا آپ کو کنویں سے کس نے نکالا تھا؟ یوسفؑ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے۔ جبرائیلؑ نے کہا آپ نے مخلوق سے حاجت کا سوال کیا اور اپنا معاملہ غیر اللہ کے سامنے پیش کر دیا۔ یوسفؑ نے جواب دیا میری زبان سے یہ بات پھسل گئی ہے اے میرے رب! میں ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھ پر رحم کر دیں۔ اور جبرائیلؑ نے کہا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جس کے سامنے آپ نے ضرورت بیان کی ہے میں نے آپ کو اس کے سپرد کر دیا ہے اب آپ چند سال مزید جیل میں رہیں گے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ جب جبرائیلؑ یوسفؑ کے پاس آئے تو یوسفؑ نے ان کو دیکھتے ہی کہا اے ڈرانے والوں (انبیاءؑ) کے بھائی میں آپ کو خطا کاروں کے درمیان کیسے دیکھ رہا ہوں؟ جبرائیلؑ نے جواب دیا اے پاکیزہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ پاکیزہ، سب سے بڑے بادشاہ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ جب آپ نے انسانوں سے سفارش مانگی تو آپ کو لاج نہ آئی؟ میری عزت و جلال کی قسم! میں آپ کو جیل میں مزید کچھ سال رکھوں گا۔ یوسفؑ نے کہا جب میں مزید چند سال جیل میں رہوں گا تو کیا میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے گا؟ جبرائیلؑ نے کہا جی ہاں۔ یوسفؑ نے کہا پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں ستر سال ہو یا اسی (80) سال۔

راوی کہتے ہیں پھر یوسفؑ نے جبرائیلؑ سے یعقوبؑ کا حال دریافت کیا جبرائیلؑ نے بتایا کہ وہ رونے کی وجہ سے نابینا ہو گئے ہیں اور آپؑ کے غم میں گھٹ رہے ہیں تو یوسفؑ نے کہا کاش رحم بانجھ ہو جاتے مجھے میری والدہ پیدا ہی نہ کرتیں۔ میرے بزرگ والد کو میری وجہ سے کس قدر اذیت پہنچی ہے۔ اور وہبؒ نے روایت کیا ہے کہ جبرائیلؑ نے یوسفؑ کو کہا اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ کو اس آزمائش میں اس لئے مبتلا کیا ہے کہ ان کا اعزاز مکمل کر دیں اور یوسفؑ نے جبرائیلؑ سے کہا کہ وہ یعقوبؑ کو یوسفؑ کا حال بتا دیں تو جبرائیلؑ نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کی حالت یعقوبؑ پر مخفی رکھی ہے تا کہ ان کو غم کے ذریعہ آزمائیں اور آپؑ کو پردیس اور مشقت کے ذریعہ آزمائیں۔ یہ سب اس لئے کیا تا کہ یعقوبؑ پر اور آپؑ پر اپنی نعمت مکمل کر دیں یہ تب ہوگا جب آپ دونوں صبر کریں گے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کے جد امجد ابراہیمؑ اور تمام انبیاء علیہم السلام کو آزمایا ہے ان سب نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کے اعزاز کے مستحق ہو گئے۔ یہ وہبؒ کے کلام کا خلاصہ ہے انہوں نے یہاں قصہ کو طول دے دیا تھا میں نے اس کا اختصار نقل کیا ہے۔ پھر جبرائیلؑ نے یوسفؑ کو کہا بادشاہ ایک خواب دیکھے گا آپ اس کی تعبیر بتائیں گے تو اسی سبب سے آپ جیل سے نکلیں گے۔

بادشاہ کا خواب دیکھنا اور حضرت یوسفؑ کا جیل سے نکلنا

راوی کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کو جیل سے نکالنے کا ارادہ کیا تو بادشاہ کو خواب میں ایک ہولناک منظر دکھایا۔ اس خواب کا قصہ یوں ہے کہ بادشاہ اپنے خواص کے ساتھ ایک رات لہو و لعب میں مشغول تھا کہ اس

کوتھوڑی دیر کے لئے اونگھ آ گئی پھر خوفزدہ ہوکر بیدار ہوگیا۔ ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں نے کہا اے بادشاہ سلامت آپ کو کیا ہوگیا ہے کہ گھبرا کر بیدار ہوگئے ہیں؟ بادشاہ نے کہا ایک خواب کی وجہ سے تو حاضرین نے پوچھا وہ خواب کیا ہے؟ بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نیل کے کنارے اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ہوں اچانک نیل کا پانی خشک ہوگیا ہے اور نیل سے سات موٹی تازہ گائے نکلیں میں نے ان جیسی موٹی، گوشت اور چربی والی گائیں نہیں دیکھیں ان کے تھنوں سے دودھ کی زیادتی کی وجہ سے دودھ ٹپک رہا تھا۔ ابھی میں ان کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک ان کے پیچھے سات کمزور لاغر گائیں نکلیں ان کی سونڈھ درندوں کی سونڈھوں کی طرح تھیں وہ ان موٹی تازی گائیوں کو کھانے لگیں یہاں تک کہ ان میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا اور ان کی کمزوری و لاغر پن میں کوئی فرق نہیں آیا۔ پھر میں نے سات سرسبز خوشے دیکھے جو میرے سامنے اگے تھے میں نے ان سے زیادہ حسین اور زیادہ سرسبز کوئی خوشہ نہیں دیکھا۔ پھر دوسرے سات خشک خوشے اگ آئے اور ان سات سرسبز خوشوں سے لپٹ گئے اور ان کا پانی نچوڑ کر ان کو بھی خشک کردیا اور خشک خوشوں پر ان سرسبز خوشوں کی تروتازگی کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا تو مجھے یہ سب دیکھ کر تعجب ہوا اور میں بیدار ہوگیا پھر بادشاہ نے حاضرین کو کہا:

اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡ رُءۡیَایَ [سورۃ یوسف:43] (مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ)۔

اگر تم خواب کی تعبیر کو جاننے والے ہو۔ وہ سب کہنے لگے آپ کا یہ خواب پریشان قسم کا خواب ہے اس کی کوئی تعبیر نہیں ہے اور ہم خوابوں کی تعبیر سے واقف بھی نہیں ہیں۔ اب ان دونوں میں سے نجات پانے والے ساقی نے کہا:

وَ ادَّکَرَ بَعۡدَ اُمَّۃٍ [سورۃ یوسف:45] (اور اس کو مدت کے بعد یاد آ گیا)

یعنی اسکو یوسفؑ کی حاجت ایک مدت بعد یاد آئی۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں (بَعۡدَ اُمَّۃٍ) کا مطلب ہے کئی سال بعد۔

اَنَا اُنَبِّئُکُمۡ بِتَاۡوِیۡلِہٖ فَاَرۡسِلُوۡنِ [سورۃ یوسف:45].

(ترجمہ) میں اس کی تمہیں تعبیر بتاؤں گا پس تم ذرا مجھے جانے کی اجازت دے دو۔ جیل میں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ جیل شہر کے اندر نہیں تھی تو اس کو جیل میں بھیجا گیا وہ یوسفؑ کے پاس آکر کہنے لگا:

اَیُّھَا الصِّدِّیۡقُ [سورۃ یوسف:46] (اے سچے) یعنی ہمیں خواب کی تعبیر بتانے میں سچے شخص۔

صدیق اس کو کہتے ہیں جو کثرت سے سچ بولے۔

اَفۡتِنَا فِیۡ سَبۡعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاۡکُلُھُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ وَّ سَبۡعِ سُنۡۢبُلٰتٍ خُضۡرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ لَّعَلِّیۡۤ اَرۡجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّھُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ [سورۃ یوسف:46] .

(ترجمہ) آپ ہمیں اس خواب کا جواب دیجئے کہ سات گائیں موٹی ہیں ان کو سات دبلی گائیں کھا گئیں اور

سات بالیں ہری ہیں اور دوسری سوکھی ہوئی، تاکہ میں لوگوں کے پاس لوٹ جاؤں تاکہ وہ بھی (یعنی آپ کا علم و فضل) جان لیں۔

تو یوسفؑ نے اس کو فرمایا:

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ o ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ o ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ [سورۃ یوسف:47تا49].

(ترجمہ) فرمایا تم سات سال تک لگاتار کھیتی کرو گے پس جو کچھ کاٹو اس کو اس کی بال میں چھوڑ دو مگر تھوڑا سا جو تمہارے کھانے میں آئے۔ پھر اس کے بعد سات برس سخت آئیں گے جو تم نے ان کے لئے ذخیرہ کر رکھا تھا کھا جائیں گے مگر تھوڑا سا جو تم بیج کے لئے رکھ چھوڑو گے۔ پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا اس میں لوگوں پر بارش برسے گی اور اس میں رس نچوڑیں گے۔

تو وہ ساقی بادشاہ کے پاس واپس گیا اور یوسفؑ نے جو خواب کی تعبیر بتائی تھی وہ بتائی۔ اور بادشاہ بھی جان گیا کہ یوسفؑ نے جو کہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ [سورۃ یوسف:50] (اور بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسفؑ کو میرے پاس لے آؤ)۔

جس نے میرے اس خواب کی تعبیر بتائی ہے۔ جب شاہی قاصد یوسفؑ کے پاس آیا تو یوسفؑ نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا کہ پہلے یوسفؑ کی براءت و پاکدامنی واضح ہو اور عورتوں کی طرف سے یہ واضح ہو کہ یوسفؑ کا دامن پاک تھا۔ تو یوسفؑ نے قاصد کو کہا:

ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ [سورۃ یوسف:50] (اپنے مالک کے پاس لوٹ جا)۔ یعنی اپنے سردار بادشاہ کے پاس۔

فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ [سورۃ یوسف:50].

(ترجمہ) پوچھ ان عورتوں کی حقیقت کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے، میرا رب ان عورتوں کے فریب کو خوب جانتا ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اگر یوسفؑ اس دن بادشاہ کے سامنے حقیقت ظاہر ہونے سے پہلے جیل سے چل پڑتے تو عزیز کے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی کہ یوسفؑ نے ہی میری بیوی کو پھسلایا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے بھائی یوسفؑ اور ان کے احسان اور صبر پر تعجب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کریں جب ان سے فربہ اور لاغر گائیوں کے بارے میں سوال کیا گیا اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں ان کو صرف ایک شرط پر بتاتا کہ وہ مجھے جیل سے باہر نکالیں گے اور اگر میں ان کی جگہ اتنا عرصہ جیل میں ہوتا تو میں بادشاہ کے پیغام کو جلدی قبول کر لیتا اور دروازے کی طرف چل پڑتا اور عذر تلاش نہ کرتا۔ اللہ کی قسم یوسفؑ حلیم اور وقار والے تھے۔

وہ قاصد یوسفؑ کے پاس سے ہوکر سیدھا بادشاہ کے پاس گیا تو بادشاہ نے عزیز کی بیوی کے ساتھ ان عورتوں کو بھی بلایا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔اور بادشاہ نے ان کو کہا:

مَا خَطۡبُکُنَّ اِذۡ رَاوَدۡتُّنَّ یُوۡسُفَ عَنۡ نَّفۡسِہٖ قُلۡنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا عَلِمۡنَا عَلَیۡہِ مِنۡ سُوۡٓءٍ قَالَتِ امۡرَاَتُ الۡعَزِیۡزِ الۡئٰنَ حَصۡحَصَ الۡحَقُّ اَنَا رَاوَدۡتُّہٗ عَنۡ نَّفۡسِہٖ وَ اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ [سورة یوسف:51].

(ترجمہ)تمہاری کیا حقیقت ہے جب تم نے یوسفؑ کو اس کی نفس کی حفاظت سے پھسلایا تھا، کہنے لگیں پاکی اللہ کے لئے ہے ہمیں اس کی ذرہ بھی برائی کی بات معلوم نہیں ہوئی،عزیز کی بیوی کہنے لگی اب تو حق بات ظاہر ہوگئی ہے میں نے ہی اس سے مطلب کی خواہش کی تھی اور بے شک وہ سچا ہے۔

جب یوسفؑ نے یہ بات سنی تو فرمایا:

ذٰلِکَ لِیَعۡلَمَ اَنِّیۡ لَمۡ اَخُنۡہُ بِالۡغَیۡبِ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ کَیۡدَ الۡخَآئِنِیۡنَ [سورة یوسف:52].

(ترجمہ)یہ اہتمام اس لئے ہے کہ تا کہ عزیز کو یقین ہوجائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں خیانت نہیں کی تھی اور یہ کہ اللہ خیانت کرنے والوں کا فریب نہیں چلنے دیتا۔

تو جبرائیلؑ نے کہا اے یوسف!جب آپ کے دل میں خیال گزرا تھا کیا اس وقت بھی نہیں؟ تو یوسفؑ نے کہا:

وَ مَاۤ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ [سورة یوسف:53] (اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا)

جب بادشاہ کے سامنے یوسفؑ کا عذر واضح ہوگیا اور یوسفؑ کی امانت، کفایت، دیانت،علم اور عقلمندی کو پہچان لیا تو کہنے لگا:

ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ[سورة یوسف: 54].

(ترجمہ)ان کو میرے پاس لے آؤ ان کو میں خاص اپنے کام کے لئے رکھوں گا۔

جب قاصد یوسفؑ کے پاس آیا تو ان کو کہا اب بادشاہ کا پیغام قبول کرلیں تو یوسفؑ نے جیل سے نکلنے سے قیدیوں کے لئے ایسی دعا کی جو آج تک معروف ہے۔

وہ دعا یہ تھی:"**اللھم عطف علیھم قلوب الأخیار ولا تعم عنھم الأخبار فھم أعلم الناس بالأخبار الی الیوم فی کل بلدة**"

(ترجمہ)اے اللہ!پسندیدہ لوگوں کے دل ان قیدیوں پر نرم کردے اور ان کو زمانے کی خبروں سے نابینا نہ کرنا تو آج کے زمانہ میں بھی ہر شہر میں قیدیوں کو عام لوگوں سے زیادہ معلومات ہوتی ہیں۔

جب یوسفؑ جیل سے باہر تشریف لائے تو جیل کے دروازے پر لکھا یہ زندہ لوگوں کی قبر اور غموں کا گھر اور سچوں کے لئے تجربہ گاہ اور دشمنوں کی خوشی کی جگہ ہے۔ پھر یوسفؑ نے غسل کیا اور جیل کی میل کچیل سے نجات حاصل کی اور نئے خوبصورت کپڑے پہن کر بادشاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

وہبؒ فرماتے ہیں جب یوسفؑ بادشاہ کے دروازے پر ٹھہرے تو فرمایا میرا رب مجھے میری دنیا کے لئے کافی ہے، میرا رب مجھے اپنی مخلوق سے کافی ہے، اس کی پناہ قوی ہے، اس کی تعریف بلند و بالا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ جب بادشاہ کے پاس گئے تو کہا اے اللہ! میں آپ سے آپ کی خیر کے ساتھ اس کی خیر میں سے مانگتا ہوں اور میں اس بادشاہ اور اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کے شر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ جب بادشاہ نے یوسفؑ کو دیکھا تو یوسفؑ نے اس کو عربی میں سلام کیا تو بادشاہ نے پوچھا یہ کونسی زبان ہے؟ یوسفؑ نے فرمایا میرے چچا اسماعیلؑ کی زبان ہے۔ پھر یوسفؑ نے بادشاہ کے لئے عبرانی میں دعا کی تو بادشاہ نے پوچھا یہ کونسی زبان ہے؟ یوسفؑ نے فرمایا میرے والد یعقوبؑ کی زبان ہے۔ وہبؒ فرماتے ہیں وہ بادشاہ ستر زبانوں میں گفتگو کرسکتا تھا وہ یوسفؑ سے جس زبان میں بات کرتا یوسفؑ اسی زبان میں جواب دیتے۔ تو بادشاہ یہ دیکھ کر تعجب میں مبتلا ہوگیا، یوسفؑ اس وقت تیس سال کے تھے جب بادشاہ نے دیکھا کہ یہ کم عمر نوجوان ہیں اور اتنا وسیع علم رکھتے ہیں تو حاضرین کو کہنے لگا اس نوجوان نے میرے خواب کی تعبیر معلوم کرلی حالانکہ نجومیوں اور جادوگروں کو یہ معلوم نہیں ہوسکی تھی۔ پھر یوسفؑ کو بٹھا کر کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ آپ کے منہ سے اپنا خواب سنوں تو یوسفؑ نے فرمایا جی ہاں اے بادشاہ سلامت آپ نے سات فربہ خوبصورت نوجوان گائیں دیکھیں جو کمزور نہ تھیں ان گائیوں کو آپ کے سامنے دریائے نیل نے عیاں کیا تھا وہ نیل کے کنارے سے آپ کے سامنے نمودار ہوئیں، ان کے تھنوں سے دودھ کی زیادتی کی وجہ سے دودھ ٹپک رہا تھا آپ انہی کو دیکھ رہے تھے اور آپ کو ان کا حسن بھلا لگ رہا تھا، اچانک نیل کا پانی خشک ہوگیا اور اس کی جگہ گہرا گڑھا ظاہر ہوگیا تو اس کے کیچڑ سے سات کمزور غبار آلود پراگندہ، ملے ہوئے پیٹ والی گائیں نکلیں جن کے تھن اور بچھڑے نہیں تھے اور ان کے کچلی والے دانت اور داڑھیں تھیں اور کتوں کی طرح ہتھیلیاں اور درندوں کی طرح سونڈھیں تھیں تو یہ کمزور گائیں ان موٹی گائیوں کے ساتھ مل گئیں اور درندوں کی طرح ان کو چیر پھاڑ دیا اور ان کا گوشت کھا گئیں اور ان کی کھالیں ٹکڑے ٹکڑے کردیں اور ان کی ہڈیاں چورا کردیں اور ہڈیاں چوس کر ان کا گودا نکال لیا۔ ابھی آپ یہی منظر دیکھ کر تعجب ہی کررہے تھے کہ یہ کمزور گائیں ان پر کیسے غالب آگئیں پھر ان میں اتنا کچھ کھا جانے کے بعد بھی موٹاپے کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا اور نہ ہی جسم زیادہ ہوا۔ اچانک سات سرسبز بالیاں اور دوسری سات سیاہ خشک ایک ہی پودے پر اگ آئیں ان کی جڑیں نمناک زمین اور پانی تک تھیں آپ دل میں یہی سوچ رہے تھے کہ یہ کیسے ہوگیا کہ ایک پودے پر یہ سرسبز بارآور خوشے اور یہ خشک خوشے ہیں اور ان کی جڑیں پانی میں ہیں۔ اچانک ہوا چلی اور سیاہ خوشوں کے پتے سرسبز پھل والے خوشوں پر جا پڑے تو ان میں آگ بھڑک اٹھی اور آگ نے ان سرسبز خوشوں کو جلا کر سیاہ کردیا۔ آپ یہ دیکھ کر گھبرا کر بیدار ہوگئے تھے۔ بادشاہ نے یوسفؑ کو کہا اللہ کی قسم! یہ خواب بہت عجیب ہے لیکن اس سے زیادہ عجیب وہ تفصیل ہے جو میں نے آپ سے سنی ہے اے صدیق! آپ کی

میرے خواب کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو یوسفؑ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ آپ غلہ جمع کریں اور ان خوشحالی والے سالوں میں کاشت زیادہ کریں اور گودام وغیرہ تعمیر کرائیں اور غلہ کو ٹہنی اور خوشہ سمیت ان گوداموں میں رکھوادیں تا کہ زیادہ عرصہ باقی رہ سکیں اور ان کی ٹہنیاں اور خوشے جانوروں کا چارہ بن سکیں اور لوگوں کو حکم دیں کہ وہ اپنے غلہ کا پانچواں حصہ جمع کرادیں تو یہ غلہ اہل مصر اور اطراف کے لوگوں کے لئے کافی ہو جائے گا پھر قحط کے دنوں میں آپ کے پاس تمام اطراف سے لوگ آئیں گے تو آپ ان کو غلہ فروخت کریں گے اس طرح آپ کے پاس اتنا خزانہ جمع ہو جائے گا جو آپ سے پہلے کسی کے پاس جمع نہیں ہوا تو بادشاہ نے کہا کون اتنا غلہ جمع کر کے فروخت کرے گا یہ ذمہ داری مجھ سے کون لے گا؟ تو یوسفؑ نے فرمایا:

اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ [سورة یوسف:55] .

(ترجمہ) مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردو میں خوب جاننے والا نگہبان ہوں۔

یعنی حساب و کتاب جانتا ہوں اور بعض نے مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آپ میرے پاس جو امانت رکھیں گے اس کی حفاظت کرنے والا ہوں اور قحط کے سالوں کو اور غلہ کے لئے آنے والوں کی زبانیں جانتا ہوں تو بادشاہ نے کہا آپ سے زیادہ اس کا کون حق دار ہوسکتا ہے اور یوسفؑ کو ساری ذمہ داری سونپ دی اور کہا:

اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ [یوسف:54] (آپ نے آج سے ہمارے ہاں معتبر ہو کر جگہ پائی ہے)۔

مجھے حسین بن محمد بن حسین ثقفی بن مخلد بن علویہ نے خبر دی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن جعفر باقر نے خبر دی ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں حسین بن علویہ نے خبر دی ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں اسماعیل بن عیسیٰ نے خبر دی ہے وہ فرماتے ہیں اسحاق بن بشر نے جو یبر سے خبر دی ہے، جو یبر نے ضحاک سے انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسفؑ پر رحم کریں اگر وہ نہ کہتے کہ مجھے زمین کے خزانوں کا نگران بنا دیں تو وہ اسی وقت ان کو عامل بنا دیتا لیکن یوسفؑ کے سوال کی وجہ سے ان سے گورنری کو ایک سال کے لئے مؤخر کر دیا تو یوسفؑ نے بادشاہ کے گھر میں ایک سال قیام کیا اور سفیانؒ نے ابوسنان سے انہوں نے عبداللہ بن ابی الھذلی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں بادشاہ نے یوسفؑ کو کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ ہر چیز میں مجھ سے گھل مل جائیں لیکن آپ میرے ساتھ کھانا کھائیں اس سے مجھے عار محسوس ہوتی ہے تو یوسفؑ نے بادشاہ کو کہا میں آپ سے زیادہ حق رکھتا ہوں کہ آپ سے عار محسوس کروں کیونکہ میں یعقوب اسرائیل اللہ بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ کا بیٹا ہوں تو بادشاہ اس کے بعد یوسفؑ کے ساتھ کھانا کھانے لگا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں یوسفؑ کو عہدہ کا سوال کئے جب ایک سال گزر گیا تو بادشاہ نے یوسفؑ کو بلوایا اور اپنا تاج پہنایا اور اپنی تلوار لگائی اور اپنی انگوٹھی دی اور بادشاہ کے حکم پر یوسفؑ کے لئے سونے کا تخت بنایا گیا جس پر یاقوت اور موتی جڑے ہوئے تھے اس پر ایک ریشم کا گنبد نما خیمہ بنایا گیا، اس تخت کی لمبائی تیس گز اور چوڑائی دس

گزتھی اور اس پر تیس بستر اور ساٹھ چھوٹے تکیے تھے پھر بادشاہ نے یوسفؑ کو باہر آنے کا کہا۔ یوسفؑ تاج پہن کر باہر تشریف لائے آپؑ کا رنگ برف کی طرح اور چہرہ مبارک چاند کی طرح تھا۔ آپؑ کے چہرے کی سفیدی اور صاف رنگت کی وجہ سے آدمی اپنا عکس دیکھ سکتا تھا۔ پھر آپؑ چلتے ہوئے تخت پر جلوہ افروز ہوگئے آپؑ کے سامنے بادشاہ تھک گئے اور ملک مصر کی باگ ڈور آپؑ کے ہاتھ میں آگئی اور قطفیر کو عہدہ سے معزول کر کے یوسفؑ کو وہ عہدہ دے دیا گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد قطفیر مر گیا تو بادشاہ نے قطفیر کی بیوی براعیل سے یوسفؑ کا نکاح کردیا۔ جب یوسفؑ اس کے پاس گئے تو فرمایا کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے جو تو مجھ سے چاہتی تھی؟ تو اس نے یوسفؑ کو کہا اے صدیق! مجھے ملامت نہ کریں میں ایک نازوں میں پلی بڑھی خوبصورت عورت تھی جیسا کہ آپ نے بھی دنیا اور ملک میں دیکھا ہے اور میرا خاوند عورتوں کے پاس نہیں جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی صورت عطاء کی تھی کہ میرا نفس مجھ پر غالب آگیا۔ جب یوسفؑ نے تعلق قائم کیا تو وہ کنواری تھی تو اس سے دو بیٹے افراہم اور منشا بن یوسف پیدا ہوئے اور یوسفؑ کا ملک مصر پر سکہ جم گیا۔ یوسفؑ نے مصر میں عدل و انصاف قائم کیا تو مرد و عورت میں یکساں محبوب ہستی بن گئے۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ [الانعام:84] (اور ہم نیک کام کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں)

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ [سورة یوسف:56].

(ترجمہ) اور اسی طرح سے ہم نے یوسفؑ کو ملک میں بااختیار بنا دیا) یعنی سرزمین مصر میں۔

يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ [یوسف:56]

(ترجمہ) کہ جہاں چاہتے تھے رہتے تھے، ہم جس کو چاہے اپنی رحمت دے دیں، اور ہم بھلائی کرنے والوں کا بدلہ ضائع نہیں کرتے۔

اور بحتری شاعر نے اسی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

أما في رسول الله يوسف أسوة لمثلك محبوسًا على الظلم و الافك

و أقام جميل الصبر فى السجن برهة فآل به الصبر الجميل الى الملك

(۱) خبردار! اللہ کے رسول یوسفؑ کی زندگی میں تیرے جیسے کیلئے اسوہ ہے کہ ان کو ظلماً قید کیا گیا، تہمت لگی۔

(۲) اور وہ جیل میں عمدہ صبر کے ساتھ رہے تو اس عمدہ صبر کا انجام بادشاہت کی صورت میں نکلا۔

اور کسی شاعر نے اپنے دوست کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے:

وراء مضيق الخوف متسع الأمن و أول مفروج بـه آخـر الحزن

فـلا تيـأسـن فـالله ملك يوسفا خزائنه بعد الخلاص من السجن

(۱) خوف کی تنگی کے پیچھے وسیع امن ہے اور غم کا آخر کامیابی وکشادگی کی ابتداء ہے۔

(۲) تو ناامید نہ ہو اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کو قید سے رہائی کے بعد زمین کے خزانوں کا مالک بنا دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ جب یوسفؑ اپنے ملک میں مطمئن ہو گئے اور خوشحالی کے سال چلے گئے اور قحط کے سال آ گئے تو ایسا ہولناک قحط آیا کہ لوگوں کو اس جیسے قحط کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ لوگ بھوک میں مبتلا ہو گئے جب قحط کی ابتداء ہوئی تو بادشاہ سویا ہوا تھا اس کو اچانک بھوک لگی تو وہ چلایا اے یوسف بھوک، بھوک، بھوک۔ تو یوسفؑ نے فرمایا یہ قحط اور بھوک کا وقت ہے جب قحط کا پہلا سال آیا تو لوگوں نے جو کچھ خوشحالی کے سالوں میں جمع کر رکھا تھا وہ سب کچھ ختم ہو گیا تو مصر والے یوسفؑ سے غلہ خریدنے لگے تو یوسفؑ نے پہلے سال سونے چاندی کے پیسوں کے بدلہ غلہ فروخت کیا یہاں تک کہ مصر میں جتنے دراہم و دینار تھے وہ سب یوسفؑ کے قبضہ میں آ گئے اور دوسرے سال زیورات و جواہرات کے بدلہ میں غلہ فروخت کیا یہاں تک کہ اس میں سے لوگوں کے پاس کچھ باقی نہ رہا۔ اور تیسرے سال مویشی وغیرہ کے عوض غلہ فروخت کیا گیا یہاں تک کہ وہ سب حکومت کی تحویل میں آ گئے اور چوتھے سال غلاموں اور باندیوں کے عوض غلہ فروخت کیا گیا یہاں تک کہ کوئی غلام اور باندی عوام میں کسی کے پاس باقی نہ رہی اور پانچویں سال زمین اور گھروں کے عوض غلہ فروخت کیا گیا حتیٰ کہ یہ سب بھی حکومت کے پاس آ گئے اور عوام کی ملکیت میں کچھ بھی نہ رہا اور چھٹے سال اپنی اولاد کے عوض لوگوں نے غلہ خریدا آدمی سخت قحط کی وجہ سے اپنے بچے کے عوض گندم یا جو خریدتا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ کسی کی نرینہ یا مرینہ اولاد باقی نہ رہی اور ساتویں سال ان کی گردنوں اور روحوں کے عوض غلہ فروخت کیا حتیٰ کہ مصر میں کوئی آزاد آدمی یا غلام یا باندی ایسی نہ تھی جو یوسفؑ کی ملکیت میں نہ ہو تو لوگ یوسفؑ کی تدبیر پر تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے اللہ کی قسم! ہم نے یوسفؑ سے زیادہ بڑا اور شان والا بادشاہ نہیں دیکھا۔ پھر یوسفؑ نے بادشاہ کو کہا آپ نے میرے رب کی صنعت گری دیکھی کہ اس نے مجھے کیسی تدبیر سمجھائی۔ اب آپ کی ان لوگوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو بادشاہ نے کہا آپ کی رائے فوقیت رکھتی ہے آپ کے تابع ہیں تو یوسفؑ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے تمام مصر والوں کو آزاد کر دیا ہے اور ان کی زمینیں اور غلام اور اولاد ان کو واپس کرتا ہوں اور روایت کیا گیا ہے کہ یوسفؑ ان دنوں میں سیر ہو کر کھانا نہ کھاتے تھے تو ان کو کہا گیا کہ آپ بھوکے رہتے ہیں حالانکہ آپؑ کے قبضے میں زمین کے خزانے ہیں تو یوسفؑ نے فرمایا مجھے خوف ہے کہ اگر میں نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا تو میں بھوکوں کو بھول جاؤں گا اور روایت کیا گیا ہے یوسفؑ نے شاہی باورچی کو حکم دیا تھا کہ وہ بادشاہ کو رات و دن میں ایک مرتبہ دوپہر کا کھانا دیا کرے۔ یوسفؑ یہ چاہتے تھے کہ بادشاہ بھی بھوک محسوس کرے تاکہ وہ بھوکے لوگوں کو نہ بھول جائے اور محتاجوں کے ساتھ حسن سلوک کرے تو باورچی نے ایسا ہی کیا اسی وجہ سے بادشاہ دوپہر کا کھانا کھاتے ہیں اور ہر طرف سے لوگ غلہ کے لئے مصر آنے لگے۔ یوسفؑ ان میں سے کسی کو خالی ہاتھ نہ بھیجتے لیکن تقسیم کے لئے یہ ضابطہ بنا دیا کہ ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ نہ دیتے تھے تو لوگوں کی خوب بھیڑ جمع ہو جاتی۔

مؤرخین فرماتے ہیں کنعان اور شام کے شہروں پر بھی اتنی ہی شدت کا قحط آیا جو دوسرے شہروں پر آیا تھا اور یعقوبؑ بھی اس قحط سے متاثر ہوئے تو آپؑ نے اپنے بیٹوں کو غلہ لانے کے لئے مصر بھیجا اور یوسفؑ کے سگے بھائی کو اپنے پاس رکھ لیا تو یعقوبؑ کے بیٹے یوسفؑ کے پاس پہنچے یہ تعداد میں دس تھے ان کی رہائش شام کی سرحد میں فلسطین کے قریب ہی تھی۔ یہ لوگ مویشی چرانے والے دیہی علاقے کے رہنے والے تھے۔ جب یہ یوسفؑ کے پاس آئے تو یوسفؑ ان کو پہچان گئے لیکن یہ یوسفؑ کو نہ پہچان سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کو اس مقام تک پہنچا دیا تھا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں یوسفؑ کے بھائیوں نے جب یوسفؑ کو کنویں میں ڈالا اور پھر قحط کے زمانہ میں مصر گئے اس دوران چالیس سال کا وقفہ تھا اسی لئے وہ یوسفؑ کو نہ پہچان سکے اور بعض نے کہا ہے کہ یوسفؑ نے مصر کے فرعون جیسی زیب و زینت اختیار کی ہوئی تھی۔ یوسفؑ کے جسم پر ریشم کا لباس تھا آپؑ تخت شاہی پر اسی شان سے جلوہ افروز تھے کہ آپ کی گردن میں سونے کا طوق اور سر پر سونے کا تاج تھا اسی وجہ سے وہ لوگ یوسفؑ کو نہیں پہچان سکے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے درمیان پردہ حائل تھا اسی وجہ سے نہیں پہچان سکے۔ بعض حکماء فرماتے ہیں کہ نافرمانی کی وجہ سے حافظہ کمزور ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ جَآءَ اِخۡوَةُ یُوۡسُفَ فَدَخَلُوۡا عَلَیۡهِ فَعَرَفَهُمۡ وَ هُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ [سورة یوسف:58].

(ترجمہ) اور یوسفؑ کے بھائی آئے اور ان کے پاس داخل ہوئے تو یوسفؑ نے تو ان کو پہچان لیا اور انہوں نے یوسفؑ کو نہ پہچانا۔

جب یوسفؑ نے ان کو دیکھا کہ وہ عبرانی زبان میں کلام کر رہے ہیں تو ان کو فرمایا مجھے بتاؤ تم کون لوگ ہو اور تمہارا کیا معاملہ ہے؟ مجھے تم لوگ بالکل اجنبی اور انجان معلوم ہو رہے ہو تو بھائیوں نے جواب دیا ہم شام کے رہنے والے لوگ ہیں، جانور چراتے ہیں ہم بھوک کی وجہ سے مشقت میں ہیں، آپ کے پاس غلہ لینے آئے ہیں۔ تو یوسفؑ نے فرمایا شاید تم جاسوس ہو، میرے شہر کے راز معلوم کرنے آئے ہو تو وہ کہنے لگے اللہ کی قسم! ہم جاسوس نہیں ہیں ہم سب بھائی ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں ہمارے والد ضعیف العمر، اللہ کے صدیق اور نبی ہیں ان کا نام یعقوب ہے۔ یوسفؑ نے پوچھا تم کتنے بھائی ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم بارہ بھائی تھے ہم میں سے ایک بھائی جنگل گیا اور وہیں ہلاک ہو گیا۔ وہ ہم سب بھائیوں میں ہمارے والد کو زیادہ محبوب تھا۔ یوسفؑ نے پوچھا اب تم کتنے ہو؟ انہوں نے کہا دس یوسفؑ نے پوچھا دوسرا بھائی کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا وہ ہمارے والد کے پاس ہے کیونکہ وہ اس گمشدہ بھائی کا ماں شریک بھائی ہے۔ تو ہمارے والد اس بھائی کے ذریعہ دل کو ڈھارس دیتے ہیں۔ یوسفؑ نے فرمایا کون جانتا ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ ٹھیک ہے؟ تو وہ کہنے لگے اے بادشاہ سلامت! اس شہر میں تو ہمیں کوئی نہیں جانتا تو یوسفؑ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو اپنے والد سے اپنا بھائی میرے پاس لے آنا میں راضی ہو جاؤں گا، وہ سب کہنے لگے ہمارے والد اس کے فراق پر غمگین ہوں گے ہم کسی طرح

حیلہ بہانے سے اس کو عنقریب لے آئیں گے۔ یوسفؑ نے فرمایا جب تک تم اپنے بھائی کو میرے پاس نہیں لاتے تب تک اپنے میں سے کسی کو میرے پاس رہن رکھ دو تو ان سب نے قرعہ اندازی کی تو قرعہ شمعون کے نام نکلا یہ سب بھائیوں میں یوسفؑ سے زیادہ حسن سلوک کرتا تھا تو سب بھائی شمعون کو یوسفؑ کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔ اسی کا ذکر ان آیات مبارکہ میں ہے:

وَ لَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ وَ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ o فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ o قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوْنَ [سورۃ یوسف:59 تا61]

(ترجمہ) اور جب یوسفؑ نے ان کا سامان تیار کر دیا تو فرمایا اپنے بھائی کو (بھی) جو تمہارے باپ سے ہے میرے پاس لے آنا تم دیکھتے نہیں ہو میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہتر مہمان نوازی کرتا ہوں۔ اور اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو میرے پاس تمہارے لئے کوئی غلہ نہیں ہوگا اور تم میرے پاس نہ آنا۔ کہنے لگے ہم اس کو اس کے باپ سے مانگیں گے اور ہم یہ کام ضرور کریں گے۔

تو یوسف علیہ السلام نے غلہ دینے والے خدام سے فرمایا:

اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ [سورۃ یوسف:62] (ان کی جمع پونجی ان کے سامان میں رکھ دو)۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان کی پونجی جوتے اور چمڑے تھے۔

اور قتادہؒ فرماتے ہیں ان کے کجاووں میں چاندی تھی۔

لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ [سورۃ یوسف:62].

(ترجمہ) شاید وہ اس کو پہچانیں جب اپنے گھر پہنچیں شاید کہ وہ پھر آجائیں)۔

اور علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ ایسا کیوں کیا تھا۔ کلبیؒ فرماتے ہیں یوسفؑ کو اندیشہ ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ ان کے والد کے پاس اتنی چاندی نہ ہو جس کو وہ لے کر دوسری مرتبہ آئیں اور بعض نے کہا ہے کہ یوسفؑ نے یہ سوچا یہ پیسے لینا کہیں ان کے والد صاحب پر گرانی کا سبب نہ بنے کیونکہ وہ قحط کے سال تھے اور بعض نے کہا ہے کہ یوسفؑ نے ضرورت کے وقت بھائیوں اور والد سے پیسے لینے میں عار محسوس کی تو ایسے طریق سے پیسے واپس کئے کہ ان کو علم بھی نہ ہو اور ان کی عزت و مرتبہ قائم رہ گیا اور بعض نے کہا ہے کہ یوسفؑ نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ وہ جانتے تھے کہ میرے بھائیوں کی امانت و دیانت ان کی پونجی واپس کرنے پر ابھار دے گی وہ ان پیسوں کو اپنے پاس رکھنا حلال نہ سمجھیں گے اس وجہ سے واپس ضرور آئیں گے۔

فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ [سورۃ یوسف:63].

(ترجمہ) پھر جب وہ اپنے باپ کے پاس پہنچے کہنے لگے اے ابا! ہم سے غلہ کی بندش کر دی گئی۔

ہم ایک بہترین آدمی کے پاس آئے ہیں اس نے ہماری مہمان نوازی کی اور خوب اکرام کیا اگر یعقوبؑ کی اولاد میں سے کوئی ہوتا تو بھی ہمارا اکرام نہ کرتا۔ تو یعقوبؑ نے فرمایا جب تم لوگ مصر واپس جاؤ تو بادشاہ کو میری طرف سے سلام دینا اور کہنا ہمارے والد آپ کے لئے رحمت کی دعا کر رہے تھے۔ پھر یعقوبؑ نے بیٹوں سے پوچھا شمعون کہاں ہے؟ تو انہوں نے کہا بادشاہ نے اس کو اپنے پاس روک لیا ہے تا کہ ہم بنیامین کو بادشاہ کے پاس لے جائیں پھر ساری بات یعقوبؑ کے گوش گزار کر دی۔ تو یعقوبؑ نے بیٹوں سے کہا تم نے بادشاہ کو یہ کیوں بتایا تھا؟ بیٹوں نے جواب دیا بادشاہ نے ہمیں دھر لیا تھا کہ تم جاسوس ہو حتیٰ کہ ہم نے بادشاہ سے عبرانی زبان میں بات کی پھر سارا واقعہ یعقوبؑ کو بتایا اور کہا:

يَا اَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [سورة يوسف:63].

(ترجمہ) اے ابا! ہم سے غلہ کی بندش کر دی گئی پس آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ہم غلہ لاسکیں اور ہم اس کی نگہبانی کریں گے۔ یعنی بنیامین کی۔

تو یعقوبؑ نے فرمایا:

هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ [سورة يوسف:64].

(ترجمہ) میں تمہارا اس پر کیا اعتبار کروں مگر ویسا جیسا میں اس سے پہلے اس کے بھائی کے متعلق اعتبار کر چکا ہوں۔

کعبؒ فرماتے ہیں جب یعقوبؑ نے کہا:

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ [سورة يوسف:64].

(ترجمہ) پس اللہ بہتر نگہبان ہے اور وہی سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری عزت وجلال کی قسم جب آپ نے مجھ پر بھروسہ کیا تو ان دونوں کو ضرور آپ کے پاس واپس لوٹاؤں گا۔ یعقوبؑ کے بیٹوں نے:

وَ لَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ [سورة يوسف:65] (اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا)۔

جو ان لوگوں نے مصر سے لادا تھا:

وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ [سورة يوسف:65] (تو اپنی پونجی بھی پائی) یعنی غلہ کی قیمت۔

رُدَّتْ اِلَيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِىْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَ نَمِيْرُ اَهْلَنَا وَ نَحْفَظُ اَخَانَا وَ نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ [سورة يوسف:65].

(ترجمہ) جو ان کی طرف پھیر دی گئی تھی کہنے لگے ابا جان ہمیں اور کیا چاہیے یہ ہماری پونجی بھی ہمیں لوٹا دی گئی ہیں اور ہم اپنے گھر والوں کے لئے اناج لائیں گے اور اپنے بھائی کی نگرانی کریں گے اور ایک اونٹ کی بھرتی

زیادہ لائیں گے یہ غلہ تو تھوڑا سا ہے۔
تو یعقوبؑ نے بیٹوں کو فرمایا:
لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ [سورة يوسف:66].
(ترجمہ) میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک کہ تم مجھے اللہ کا عہد نہ دو کہ تم اس کو میرے پاس ضرور لاؤ گے مگر یہ کہ تم سب کہیں گھر جاؤ۔ یعنی تم سب ہلاک ہو جاؤ۔
اور جو یبر نے ضحاک سے انہوں نے ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں روایت کیا ہے:
حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ [سورة يوسف:66].
(ترجمہ) جب تک کہ تم مجھے اللہ کا عہد نہ دو کہ تم اس کو میرے پاس ضرور لاؤ گے مگر یہ کہ تم سب کہیں گھر جاؤ۔
یعنی حتیٰ کہ تم لوگ میرے محمد خاتم النبیین اور سید المرسلین کے حق کی قسم کھاؤ کہ تم اپنے بھائیوں کے ساتھ غداری نہ کرو گے تو سب بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ جب بیٹوں نے یعقوبؑ سے پکا وعدہ کرلیا تو یعقوبؑ نے فرمایا:
اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ [سورة يوسف:66] (اللہ ہماری باتوں کا گواہ ہے) یعنی وفا کرنے پر گواہ ہے۔
جب یعقوبؑ کے بیٹے یعقوبؑ کے پاس سے جانے لگے تو یعقوبؑ نے ان کو فرمایا تم شہر میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا:
وَّ ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ [یوسف:67] (بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا (تا کہ نظر نہ لگے)۔
یعقوبؑ نے بیٹوں کو یہ ہدایت اس وجہ سے دی تھی کہ یعقوبؑ کو خوف تھا کہ ان کو نظر نہ لگ جائے کیونکہ وہ سب بارعب شخصیت خوبصورت چہروں والے دراز قد مرد تھے اور ایک ہی والد کی اولاد تھے تو یعقوبؑ نے ان کو حکم دیا کہ وہ الگ الگ ہوکر شہر میں داخل ہوں تا کہ ان کو نظر نہ لگ جائے پھر ان کو فرمایا:
وَ مَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ عَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ [سورة يوسف:67]۔
(ترجمہ) اور میں اللہ کے کسی حکم کو تم سے نہیں ٹال سکتا، حکم تو اللہ ہی کا ہے، اسی پر مجھے بھروسہ ہے اور اس پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔
اور جب یعقوبؑ کے بیٹے اسی طرح داخل ہوئے جیسے ان کے والد نے ان کو حکم دیا تھا اور مصر کے چار دروازے تھے تو وہ سب ان دروازوں سے شہر میں داخل ہوئے۔
مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ [سورة يوسف:68].
(ترجمہ) ان کا باپ ان کو خدا کی کسی بات سے نہ بچا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ کے قول کو سچ قرار دیا۔
وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ [سورة يوسف:68] (لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے)۔

اور جب وہ دوسری مرتبہ یوسفؑ کے پاس داخل ہوئے تو کہا اے عزیز مصر! یہ ہمارا بھائی ہے جس کو لانے کا آپ نے ہمیں حکم دیا تھا تو ہم اس کو لے آئے ہیں ۔ یوسفؑ نے بھائیوں کو کہا تم نے اچھا کیا اور درست کام کیا اور عنقریب اس کام پر میری طرف سے تمہاری تعریف کی جائے گی۔ پھر یوسفؑ نے ان کا خوب اعزاز واکرام کیا اور خاطر داری کی اور ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ دستر خوان پر بٹھایا تو بنیامین اکیلے دستر خوان پر رہ گئے تو وہ رونے لگے اور کہا میرا بھائی یوسف آج زندہ ہوتا تو مجھے اپنے ساتھ بٹھاتا۔

تو یوسفؑ نے ان سب کو کہا یہ تمہارا بھائی تنہا رہ گیا ہے پھر یوسفؑ نے بنیامین کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھایا تو یوسفؑ بنیامین کو کھانا کھلانے لگے جب رات ہوئی تو یوسفؑ نے ان لوگوں کو پہلے جیسا حکم دیا اور ان کو فرمایا تم میں سے ہر دو شخص ایک بستر پر سو جائیں جب بنیامین تنہا رہ گئے تو یوسفؑ نے فرمایا یہ میرے ساتھ میرے بستر پر سوئیں گے تو بنیامین نے یوسف کے ساتھ رات گزاری تو یوسفؑ اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملاتے اور صبح تک ان کی خوشبو سونگھتے رہے تو روبیل کہنے لگا ہم نے اس جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا جب صبح ہوئی تو یوسفؑ نے ان کو فرمایا میرا خیال ہے کہ جس نوجوان کو تم لائے ہو اس کا کوئی بھائی نہیں ہے جس سے یہ مانوس ہو اگر تم چاہو تو میں اس کو اپنے ساتھ ملالوں تاکہ قیام میرے ساتھ ہو۔ پھر یوسفؑ نے ان لوگوں کو ایک قیام گاہ میں ٹھہرایا اور کھانا پینا پہنچایا اور اپنے ماں شریک بھائی کو اپنے ساتھ ٹھہرایا۔ اسی کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے:

اٰوٰٓی اِلَیۡہِ اَخَاہُ قَالَ اِنِّیۡۤ اَنَا اَخُوۡکَ فَلَا تَبۡتَئِسۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ [سورۃ یوسف:69].

(ترجمہ) یوسفؑ نے اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھ لیا (اور) کہا میں تیرا بھائی ہوں تم غمگین مت ہونا ان کاموں سے جو یہ کرتے رہے ہیں۔

جب بنیامین یوسفؑ کے ساتھ قیام پذیر ہوئے تو یوسفؑ نے ان سے پوچھا آپ کا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا بنیامین ۔ یوسفؑ نے پوچھا بنیامین کا معنی کیا ہے؟ بنیامین نے کہا (مشکل) جس کی ماں گم ہوگئی ہو کیونکہ جب بنیامین پیدا ہوئے تھے تو ان کی والدہ وفات پا گئی تھیں یوسفؑ نے پوچھا اور آپ کی والدہ کا نام کیا تھا؟ بنیامین نے کہا راحیل بنت لیان بن ناجودا۔ یوسفؑ نے پوچھا کیا آپ کا کوئی بچہ ہے؟ بنیامین نے کہا جی ہاں۔ یوسفؑ نے پوچھا کتنے بچے ہیں؟ بنیامین نے کہا دس بیٹے ہیں یوسفؑ نے پوچھا ان کے نام کیا ہیں؟ بنیامین نے کہا میں نے ان کے نام اپنے ماں شریک بھائی یوسف کے نام سے مشتق کیے ہیں جو وفات پا چکے ہیں تو یوسفؑ نے فرمایا اس بات نے تو آپ کو سخت غم پر مجبور کر دیا ہوگا ان کے نام کیا ہیں؟ بنیامین نے کہا بالع، اخیر، اشکل، احیا، خیر، نعمان، ورد، رأس، حیثم، عیتم ۔ یوسفؑ نے فرمایا یہ کیسے نام ہیں؟ بنیامین نے کہا بالع میرے بھائی ہیں جن کو زمین نے نگل لیا ہے اور اخیر اس وجہ سے نام رکھا کہ وہ میرے والد اور والدہ کا پہلا بچہ تھا اور اشکل اس وجہ سے نام رکھا کہ میرا بھائی میرے والد، والدہ اور میرا ہم شکل تھا اور احیاء نام اس وجہ سے رکھا کہ میرا بھائی حیاء والا تھا اور خیر

نام اس وجہ سے رکھا کہ وہ اپنے والدین کے ہاں ناز ونعم میں تھا اور ورد نام اس وجہ سے رکھا کہ میرا بھائی حسن میں پھول کی طرح تھا اور رأس نام اس وجہ سے رکھا کہ میرا بھائی میرے لئے ایسے تھا جیسے جسم کے لئے سر ہوتا ہے اور حیثم نام اس وجہ سے رکھا تھا کہ میرے والد نے بتایا کہ میرا بھائی زندہ ہے اور عیثم نام اس وجہ سے رکھا کہ اگر میں اس کی پیشانی دیکھ لوں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی اور میرا سرور مکمل ہو جائے گا تو یوسفؑ نے بنیامین کو کہا کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ میں آپ کے مرحوم بھائی کے بدلہ میں آپ کا بھائی بن جاؤں؟ تو بنیامین نے کہا اے بادشاہ سلامت! آپ جیسا بھائی کس کو ملے گا لیکن آپ یعقوبؑ اور راحیل کی اولاد نہیں ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر یوسفؑ زاروقطار رونے لگے اور کھڑے ہو کر بنیامین سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا:

اِنِّیۡۤ اَنَا اَخُوۡکَ فَلَا تَبۡتَئِسۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ [سورۃ یوسف:69].

(ترجمہ) میں تیرا بھائی ہوں تم غمگین مت ہونا ان کاموں سے جو یہ کرتے رہے ہیں۔

لیکن آپ اس بارے میں باقی بھائیوں کو کچھ نہ بتانا۔ پھر یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو پورا غلہ دیا اور بنیامین کے نام سے ایک اونٹ پر غلہ رکھوا دیا۔

کعبؒ فرماتے ہیں جب یوسفؑ نے بنیامین کو بتایا کہ میں آپ کا بھائی ہوں تو بنیامین نے کہا میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ یوسفؑ نے فرمایا مجھے اپنے والد کے غم کا علم ہے اگر میں نے آپ کو روک لیا تو ان کا غم اور زیادہ ہو جائے گا اور میں آپ کو ایک ہی طریقہ سے روک سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ کسی رسوا کن بات کی آپ کے بارے میں شہرت کروں تو بنیامین نے کہا مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے آپ جو چاہیں کریں۔ تو یوسفؑ نے فرمایا میں اپنا یہ پیالہ آپ کے کجاوہ میں چھپا دوں گا پھر تم لوگوں پر چوری کا الزام لگا دوں گا تاکہ میں ان سے جدا کر کے آپ کو اپنے پاس رکھ سکوں۔ بنیامین نے کہا آپ ایسا کر لیں۔ اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمۡ بِجَهَازِهِمۡ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِیۡ رَحۡلِ اَخِيۡهِ [سورۃ یوسف:70].

(ترجمہ) پھر جب یوسفؑ نے ان کا سامان تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے سامان میں پانی پینے کا برتن رکھ دیا)۔

یہ ایک خاص پیالہ تھا جس میں بادشاہ مشروب پیتا تھا۔ یہ سونے کا بنا ہوا تھا اور اس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ یوسفؑ نے اس کو غلہ ناپنے کے لئے متعین کر دیا تھا پھر یہ وہاں سے روانہ ہو گئے تو یوسفؑ نے ان کو اتنی مہلت دی کہ وہ شہر سے کوچ کر جائیں پھر یوسفؑ کے حکم پر ان کو راستے میں روک لیا گیا۔

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الۡعِيۡرُ اِنَّكُمۡ لَسٰرِقُوۡنَ [سورۃ یوسف:70].

(ترجمہ) پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا اے قافلہ والو! تم ضرور چور ہو۔

جب وہ لوگ رک گئے تو شاہی قاصد ان کے پاس آیا اور کہا کیا ہم نے تم کو اچھی رہائش نہیں دی؟ اور تمہاری خوب خاطر نہیں کی؟ اور تمہیں پورا غلہ نہیں دیا اور ہم نے تمہارے لئے وہ کیا جو ہم دوسرے لوگوں کے

لئے نہیں کرتے۔ ان سب نے بیک زبان جواب دیا کیوں نہیں آپ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اب کیا ہو گیا ہے؟ قاصد نے کہا بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے اور ہمیں تمہارے علاوہ کسی پر شک نہیں ہے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَ مَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ [سورۃ یوسف:73]۔

(ترجمہ) کہنے لگے خدا کی قسم تم جانتے ہو ہم اس لئے نہیں آئے کہ ملک میں فساد کریں اور نہ ہم کبھی چور تھے۔

اور ہم نے جب یہ مسافت طے کی تو راستے میں کسی کے ساتھ کچھ بھی برا نہیں کیا، ہمارے بارے میں ان تمام لوگوں سے پوچھ لو جن سے ہم گزر کر آئے ہیں کہ کیا ہم نے کسی کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے؟ یا کوئی چیز خراب کی ہے اور جب ہمیں غلہ سے دراہم ملے تھے تو ہم نے وہ بھی واپس کر دیئے تھے اگر ہم چور ہوتے تو وہ دراہم واپس نہ کرتے اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ وہ لوگ جب مصر میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے جانوروں کے منہ چھپا دیئے تاکہ وہ لوگوں کی فصلوں میں سے کچھ نہ کھائیں تو قاصد نے کہا وہ بڑے بادشاہ کا پیالہ ہے جس میں وہ لوگوں کو عطایا پیش کرتا ہے اور بادشاہ اس پیالہ کے بارے میں مجھ پر بھروسہ کرتا تھا اگر وہ پیالہ نہ ملا تو مجھے خوف ہے کہ بادشاہ کے ہاں میرا مرتبہ نہیں رہے گا اور میں مصر میں رسوا ہو جاؤں گا جو وہ پیالہ مجھے لا کر دے گا تو اسی کے لئے غلہ کا:

حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ [سورۃ یوسف:72] (اونٹ کا ایک بار ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں)۔

یوسفؑ کے بھائی کہنے لگے اللہ کی پناہ ہم چور نہیں ہیں تو اعلان کرنے والے اور اس کے ساتھیوں نے کہا:

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ o قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ [سورۃ یوسف:74-75].

(ترجمہ) کہنے لگے پھر اس کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے نکلے۔ کہنے لگے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان سے نکلے وہی اس کے بدلہ میں جائے ہم ظالموں کو یہی سزا دیتے ہیں۔

تو قاصد نے کہا تمہارے سامان کی تلاشی ضروری ہے اور تم لوگ تلاشی دیئے بغیر آگے نہیں جا سکتے پھر وہ قاصد ان سب کو یوسفؑ کے پاس لے گیا۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ [سورۃ یوسف:76].

(ترجمہ) پھر یوسفؑ نے اپنے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں کی تلاشی لی پھر اس کو اپنے بھائی کے تھیلے سے برآمد کر لیا۔ تہمت سے بچنے کے لئے۔

قتادہؒ فرماتے ہیں ہمیں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ یوسفؑ جس کسی کا سامان کھولنے لگتے تو پہلے ان پر تہمت لگانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے، سب کی تلاشی ہوگئی صرف بنیامین بچ گئے تو یوسفؑ نے فرمایا میرا خیال نہیں ہے کہ اس نوجوان نے کوئی چیز اٹھائی ہو گی تو دوسرے بھائی کہنے لگے اللہ کی قسم! آپ اس کا سامان ضرور دیکھیں یہ آپ کے اور ہمارے لئے زیادہ اطمینان بخش ہے۔ جب خدام نے بنیامین کا سامان کھولا تو اس

میں سے پیالہ نکل آیا جب پیالہ بنیامین کے کجاوہ سے نکلا تو شرم کے مارے سب بھائیوں نے سر جھکا لئے پھر بنیامین کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگے اے راحیل کے بیٹے آپ نے کیا کردیا ہمیں رسوا کرکے ہمارے چہروں پر کالک مل دی، ہمیں تمہاری وجہ سے ہمیشہ مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، آپ نے یہ پیالہ چرایا ہے تو بنیامین نے کہا بلکہ راحیل کے بیٹوں پر تمہاری وجہ سے مصائب آئے ہیں تم میرے بھائی کو جنگل میں لے گئے اور اس کو ہلاک کردیا جس نے میرے کجاوہ میں وہ صاع رکھا ہے، یہ وہی شخص ہے جس نے تمہارے کجاووں میں دراہم رکھے تھے پھر وہ بھائی یوسفؑ کو کہنے لگے:

اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ[سورۃ یوسف: 77] .

(ترجمہ) اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی۔

یہ مشہور مثال ہے کہ اس کا عذر اس کے جرم سے زیادہ برا ہے۔

اور علماءؒ کا اس چوری کی تفصیل میں اختلاف ہے جس کی نسبت ان لوگوں نے یوسفؑ کی طرف کی تھی۔

سعید بن جبیرؒ اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ چوری یہ تھی کہ یوسفؑ نے اپنے نانا کا سونے کا بت چوری کرکے اس کو توڑ کر راستے میں پھینک دیا تھا اور ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ یوسفؑ کی والدہ نے یوسفؑ کو کہا کہ وہ اپنے ماموں کا سونے کا بت چوری کریں تو یوسفؑ نے اس کو چوری کرکے توڑ دیا تھا اور مجاہدؒ فرماتے ہیں ایک دن ایک بھیک مانگنے والا آیا تو یوسفؑ نے گھر سے ایک انڈا چوری کرکے سائل کو دے دیا اور ابن عیینہؒ فرماتے ہیں مرغی چوری کرکے بھیک مانگنے والے کو دی تھی بھائیوں نے اسی کا طعنہ دیا اور وہبؒ فرماتے ہیں یوسفؑ دستر خوان سے فقیروں کے لئے کھانا چھپالیتے تھے۔

اور ضحاکؒ و دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ یوسفؑ پر سب سے پہلی آزمائش یہ آئی تھی کہ ان کی پھوپھی اسحاق علیہ السلام کی صاحبزادی، اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سب سے بڑی تھیں اور اسحاقؑ کا کمر بند (پٹکا) ان کے پاس تھا اور یہ وراثت اولاد میں سے بڑے کو ہی ملتا تھا اور یوسفؑ کی والدہ راحیل وفات پا گئی تھیں تو یوسفؑ کی پرورش ان کی پھوپھی نے کی تھی اور ان کو یوسفؑ سے شدید محبت تھی وہ یوسفؑ کے بغیر نہ رہ سکتی تھیں جب یوسفؑ کچھ بڑے ہوئے تو یعقوبؑ کے دل میں بھی یوسفؑ کی محبت پیدا ہوگئی تو یعقوبؑ بہن کے پاس تشریف لائے اور ان کو فرمایا اے میری بہن! یوسفؑ کو میرے حوالے کردیں اللہ کی قسم میں اس کے بغیر ایک گھڑی نہیں رہ سکتا تو یعقوبؑ کی بہن کہنے لگیں میں تو یوسفؑ کو نہیں چھوڑوں گی جب یعقوبؑ نے بہت زیادہ اصرار کیا تو بہن نے کہا چند دن یوسفؑ کو میرے پاس چھوڑ دیں میں اس کو جی بھر کر دیکھ لوں شاید اسی سے میرے دل کو قرار آجائے۔ یعقوبؑ آمادہ ہوگئے اور واپس چلے گئے تو یوسفؑ کی پھوپھی صاحبہ نے اسحاق علیہ السلام کا کمر بند یوسفؑ کے کپڑوں کے نیچے باندھ کر شور کردیا کہ اسحاق علیہ السلام کا کمر بند نہیں مل رہا تم دیکھو وہ کس نے لیا ہے؟ انہوں

نے خود بھی تلاش کیا وہ نہ ملا جب گھر والوں کی تلاشی لی گئی تو یوسفؑ کے پاس ملا تو یوسفؑ کی پھوپھی صاحبہ نے کہا اللہ کی قسم! اب یوسف میرے سپرد ہوں گے میں ان کے ساتھ جو چاہوں کروں گی۔ آل ابراہیم کا چور کے بارے میں یہی فیصلہ ہوتا تھا تو یعقوبؑ بہن کے پاس آئے تو انہوں نے ساری بات بتائی تو یعقوبؑ نے فرمایا اگر ایسا ہی ہے تو یوسفؑ آپ کے حوالے۔ میں اس کے علاوہ کچھ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو یوسفؑ کی پھوپھی صاحبہ نے اس کمر بند کی وجہ سے یوسفؑ کو اپنے پاس روک لیا اور یعقوبؑ یوسفؑ کو اپنی بہن سے ان کی زندگی میں واپس نہ لے سکے جب وہ وفات پا گئیں تو یوسفؑ یعقوبؑ کے پاس آئے تو یوسفؑ کے بھائیوں نے اس آیت مبارکہ میں جس چوری کا ذکر کیا ہے وہ یہ چوری تھی۔

اِنۡ يَّسۡرِقۡ فَقَدۡ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ‌ فَاَسَرَّهَا يُوۡسُفُ فِىۡ نَفۡسِهٖ وَلَمۡ يُبۡدِهَا لَهُمۡ‌ قَالَ اَنۡتُمۡ شَرٌّ مَّكَانًا‌ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا تَصِفُوۡنَ [سورة يوسف: 77].

(ترجمہ) اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی تو یوسفؑ نے اس بات کو اپنے دل میں رکھا اور ان کو نہ جتایا، (دل ہی میں) کہا تم بدتر ہو درجہ میں اور اللہ کو زیادہ پتہ ہے جو تم بیان کررہے ہو۔

راوی فرماتے ہیں جب یہ لوگ یوسفؑ کے پاس آئے اور پیالہ بنیامین کے کجاوہ سے برآمد ہوگیا تو یوسفؑ نے پیالہ منگوایا اور اسکو بجایا پھر اپنے کان کے قریب کر کے فرمایا یہ میرا پیالہ ہے مجھے میرے پیالے نے بتادیا ہے کہ تم لوگ بارہ بھائی تھے تم اپنے بھائی کو لے گئے اور اس کو جا کر بیچ دیا جب بنیامین نے یہ بات سنی تو یوسفؑ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر کہا اے بادشاہ سلامت! اپنے پیالہ سے پوچھیں کہ کیا میرا بھائی زندہ ہے؟ یوسفؑ نے پیالہ کو ٹھونگا مارا پھر بنیامین کو فرمایا وہ زندہ ہے اور عنقریب آپ اس کو دیکھو گے تو بنیامین نے کہا آپ میرے ساتھ جو چاہیں کریں کیونکہ اگر میرے بھائی کو میرے بارے میں علم ہوگا تو وہ عنقریب رہا کروالے گا۔ راوی کہتے ہیں پھر یوسفؑ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور رونے لگے اور وضو کیا تو بنیامین نے کہا اے بادشاہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس پیالے کو بجائیں تو یہ آپ کو صحیح بتادے گا کہ اس کو کس نے چوری کر کے میرے کجاوہ میں رکھا تھا۔ تو یوسفؑ نے اس کو بجایا پھر فرمایا میرا پیالہ غصہ میں ہے وہ کہتا ہے آپ مجھ سے مجھے چوری کرنے والے کے بارے میں کیسے پوچھ سکتے ہیں میں نے دیکھا تھا کہ میں کس کے ساتھ ہوں؟ راوی کہتے ہیں یعقوبؑ کے بیٹوں کو جب غصہ آتا تھا تو وہ بے قابو ہوجاتے تھے تو روبیل کو غصہ آگیا اور اس نے کہا اے بادشاہ سلامت! اللہ کی قسم اگر آپ نے ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو نہ چھوڑا تو میں ایسی زوردار چیخ ماروں گا کہ مصر میں ہر حاملہ عورت کا حمل گر جائے گا اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو کر کپڑوں سے باہر نکل آئیں گے اور یعقوبؑ کے بیٹوں کو جب غصہ آتا اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو چھو لیتا تو اسکا غصہ کافور ہوجاتا۔ تو یوسفؑ نے اپنے بیٹے کو فرمایا روبیل کے پہلو میں

کھڑے ہوکر اس کو چھولو۔ تو اس بچہ نے روبیل کے پہلو میں کھڑے ہوکر ان کو ہاتھ لگایا تو ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو روبیل نے کہا اس گھر میں یعقوبؑ کی اولاد میں سے کوئی ہے۔

تو یوسفؑ نے پوچھا یعقوبؑ کون ہیں؟ تو روبیل کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا اے بادشاہ! تو یعقوبؑ کا نام نہ لے کیونکہ وہ اسرائیل اللہ بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ یوسفؑ نے فرمایا آپ جب سچے ہو تو سچ ہی کہہ رہے ہو گے جب یوسفؑ نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس روکنے کا ارادہ کیا اور بھائیوں نے دیکھا کہ بنیامین کو رہا کروانے کی کوئی صورت نہیں بن رہی تو انہوں نے یوسفؑ سے گزارش کی کہ وہ ان کے واسطے بنیامین کو چھوڑ دیں اور ان میں سے کسی کو بنیامین کے بدلے اپنے پاس رکھ لیں اور کہنے لگے:

يَآيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا [سورة يوسف:78].

(ترجمہ) اے عزیز اس کا ایک بوڑھا باپ ہے بڑی عمر کا۔ جو اس کی محبت میں مبتلا ہے۔

فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ [سورة يوسف:78]

(ترجمہ) آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیجئے بے شک ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں سے دیکھتے ہیں۔

یوسفؑ نے جواب دیا:

مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ [سورة يوسف:79].

(ترجمہ) اس سے خدا بچائے کہ ہم کسی کو پکڑ لیں مگر جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے۔

جھوٹ سے بچنے کے لئے یوسفؑ نے یہ نہیں فرمایا جس نے چوری کی ہے:

اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ [سورة يوسف:79] (پھر تو ہم ضرور بے انصاف ہو گئے)۔

اگر ہم بے گناہ کو مجرم کے بدلہ میں پکڑ لیں۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا [سورة يوسف:80].

(ترجمہ) پھر جب وہ یوسفؑ سے ناامید ہوئے تو اکیلے بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے۔

یعنی ایک دوسرے سے تنہائی میں سرگوشیوں میں مشورہ کرنے لگے تو ان میں عقل میں بڑے یعنی شمعون نے کہا یہ مجاہدؒ سے مروی ہے اور قتادہؒ اور سدیؒ فرماتے ہیں عمر میں بڑے یعنی روبیل نے کہا:

اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ [سورة يوسف:80].

(ترجمہ) کہ تمہارے باپ نے تم سے خدا کی قسم کھلا کر پکا عہد لیا ہے۔

اس نوجوان کے بارے میں کہ تم اس کو ضرور واپس لاؤ گے۔

وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ [سورة يوسف:80] (اور پہلے بھی تم یوسفؑ کے بارے میں قصور کر چکے)۔

یعنی اس سے پہلے تم لوگ یوسفؑ کے بارے میں کوتاہی کر چکے ہو۔

فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ [یوسف:80] (میں تو اس زمین سے ہرگز نہ سرکوں گا) یعنی مصر کی زمین سے۔

حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْٓ اَبِیْٓ [سورۃ یوسف:80] (جب تک کہ مجھے میرا باپ اجازت نہ دے)۔

کہ میں جا کر بادشاہ سے لڑائی کروں۔

اَوْ یَحْکُمَ اللّٰہُ لِیْ وَ ھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ o اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْکُمْ فَقُوْلُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَکَ سَرَقَ وَ مَا شَھِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا [سورۃ یوسف:80-81]

(ترجمہ) یا اللہ میرا فیصلہ نہ کرے اور وہ سب سے بہتر حکم کرنے والا ہے۔ اپنے باپ کے پاس لوٹ جاؤ اور کہو اے ابا! آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم وہی بات بیان کرتے ہیں جو ہمیں معلوم ہے۔

یعنی ہم نے اس کے پاس چوری کا مال دیکھا ہے۔

وَ مَا کُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ [سورۃ یوسف:81] (اور ہم غائب حالت کے نگہبان نہیں ہیں)۔

جب ہم نے آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیجیں اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا کہ بنیامین مصر جا کر چوری کریں گے تو ہم اس کو اپنے ساتھ کبھی نہ لے جاتے۔

وَسْئَلِ الْقَرْیَۃَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْھَا [سورۃ یوسف:82] (اور اس بستی سے جس میں ہم تھے پوچھ لیجئے)۔

یعنی بستی والوں سے پوچھ لیں:

وَ الْعِیْرَ الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِیْھَا [سورۃ یوسف:82] (اور اس قافلہ سے بھی جس میں ہم آئے ہیں)۔

یعنی کنعان سے جو لوگ ہمارے ساتھ گئے تھے۔

وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ [سورۃ یوسف:82] (اور ہم بالکل سچے ہیں)۔

آپ کو یہ بات بیان کرنے میں۔ تو باقی بھائی یہ بات لے کر یعقوبؑ کے پاس گئے۔

تو یعقوبؑ نے فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ [سورۃ یوسف:83]

(ترجمہ) بلکہ تمہارے دل نے ایک بات بنالی ہے اب صبر ہی بہتر ہے۔ جس میں واویلا نہیں ہوگا۔

عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِھِمْ جَمِیْعًا [سورۃ یوسف:83]

(ترجمہ) اللہ سے امید ہے کہ ان سب کو مجھ تک پہنچا دے گا۔ یعنی یوسفؑ اور بنیامین کو۔

اِنَّہٗ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ [سورۃ یوسف:83] (وہ خوب واقف ہے بڑی حکمتوں والا ہے)

اور یعقوبؑ وہاں سے یہ کہتے ہوئے روانہ ہو گئے۔

وَ تَوَلّٰی عَنْھُمْ وَ قَالَ یٰٓاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ [سورۃ یوسف:84]

(ترجمہ) اور انہوں نے بیٹوں سے منہ پھیر لیا اور فرمایا ہائے یوسف افسوس۔

کیونکہ جب یعقوبؑ کے پاس بنیامین کی خبر پہنچی تو ان کا غم کمال کو پہنچ گیا اور مشقت کی انتہاء ہوگئی اور یوسفؑ کی جدائی کا غم بھی تازہ ہوگیا اس لئے یعقوبؑ نے ان سے رخ موڑ لیا اور فرمایا ہائے افسوس یوسفؑ پر۔

''اسف'' سخت غم کو کہتے ہیں۔

اور سعید بن جبیرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مصیبت کے وقت کسی امت کو انا للہ و انا الیہ راجعون کا کلمہ نہیں دیا گیا صرف محمدؐ کی امت کو یہ کلمہ دیا گیا ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یعقوبؑ کو جب اپنے بیٹے کی جدائی کا غم پہنچا تو انہوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون نہیں کہا بلکہ یہ کہا ہائے افسوس یوسف پر۔

حسنؒ فرماتے ہیں یوسفؑ کے والد سے بچھڑنے اور پھر ملنے کے درمیان اسی سال کا عرصہ بیت گیا تھا۔ اس عرصہ میں ان کی آنکھوں کے آنسو خشک نہیں ہوئے تھے اور زمین پر یعقوبؑ سے زیادہ کوئی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں معزز نہ تھا۔ جب انہوں نے شکایت اور آہ و بکا کی تو ان کے بیٹے کہنے لگے:

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا [سورة یوسف:85].

(ترجمہ) بخدا آپ یوسف کی یاد کو نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ گھل جائیں۔ یعنی مریض ہو جائیں گے غم کی وجہ سے عقل جاتی رہے گی۔

اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ [سورة یوسف:85] (یا مردہ ہو جائیں)۔

جب یعقوبؑ نے ان کی سخت مزاجی اور جفا دیکھی تو فرمایا:

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [سورة یوسف:86].

(ترجمہ) میں تو اپنی بے قراری اور غم کی شکایت اللہ سے کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ نہ کہ تمہارے سامنے۔

اور حدیث میں آتا ہے کہ یعقوبؑ اتنے عمر رسیدہ ہوگئے تھے کہ آپؑ کی بھنویں آنکھوں پر جھک گئی تھیں آپؑ ان کو ایک پٹی سے اٹھاتے تھے تو کسی پڑوسی نے یعقوبؑ کو کہا آپ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئے ہیں اور فنا ہوگئے ہیں حالانکہ آپ کی ابھی اتنی عمر نہیں ہوئی جتنی آپ کے والد کی ہوگئی تھی آپ کی رائے میں اس کا کیا سبب ہے؟ تو یعقوبؑ نے فرمایا لمبا زمانہ اور غموں کی کثرت۔ تو اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ کو وحی بھیجی کہ کیا آپ میری مخلوق کے سامنے میری شکایت کر رہے ہیں؟ تو یعقوبؑ نے عرض کیا اے میرے رب! مجھ سے چوک ہوگئی آپ مجھے بخش دیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے آپ کو بخش دیا تو یعقوبؑ اس کے بعد جب بھی دعا کرتے تو کہتے:

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ [سورة یوسف:86].

(ترجمہ) میں تو اپنی بے قراری اور غم کی شکایت اللہ سے کرتا ہوں۔

مجھے حسین بن فتحویہ نے خبر دی ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں احمد بن حسن بن حامد نے خبر دی ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں حسین بن ایوب نے خبر دی ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں عبداللہ بن ابی زیاد نے خبر دی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے یعقوبؑ کو کہا آپ کی نگاہ کس چیز نے ختم کردی ہے؟ یعقوبؑ نے فرمایا یوسفؑ پر غم کرنے نے۔ اس شخص نے پوچھا آپ کی پشت مبارک کو کس چیز نے کمان بنا دیا ہے؟ یعقوبؑ نے فرمایا یوسفؑ کے بھائی کے غم نے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ کی طرف وحی بھیجی اے یعقوب! کیا آپ میری شکایت کر رہے ہیں؟ میری عزت وجلال کی قسم میں آپ کی مشکل حل کردوں گا آپ مجھ سے دعا کریں تو اس وقت یعقوبؑ نے کہا:

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ [سورۃ یوسف:86]

(ترجمہ) میں تو اپنی بے قراری اور غم کی شکایت اللہ سے کرتا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ کی طرف وحی بھیجی کہ میری عزت وجلال کی قسم اگر وہ دونوں مر بھی گئے تو میں ان کو آپ کے لئے نکال دوں گا آپ ان دونوں کو دیکھ لیں گے۔ اور آپ لوگوں پر ناراض اس لئے ہوا تھا کہ آپ لوگوں نے ایک بکری ذبح کی تھی تو آپ کے دروازے پر ایک مسکین کھانا مانگنے آیا آپ لوگوں نے اس کو کچھ کھانے کو نہ دیا اور میری مخلوق میں سب سے زیادہ لوگوں میں سے مجھے حیاء کرنا پسند ہے پھر مساکین۔ اب آپ کھانا تیار کروائیں اور مسکینوں کو دعوت دیں تو یعقوبؑ نے کھانا تیار کرایا پھر اعلان کرایا جو شخص روزہ دار ہو وہ آج شام آلِ یعقوبؑ کے پاس افطار کرے۔ اور وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ کی طرف وحی کی کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سے ناراض کیوں ہوا اور یوسفؑ کو اسی سال کے لئے آپ سے دور کردیا؟ یعقوبؑ نے عرض کیا اے میرے معبود! میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ نے ایک دن بکری کا بچہ بھونا تھا اور اپنے پڑوسی سے بخل کیا تھا خود کھایا اس کو نہیں کھلایا تھا اور کہا جاتا ہے کہ یعقوبؑ کی آزمائش کا سبب یہ بات بنی کہ یعقوبؑ کی ایک گائے تھی اس کا بچھڑا پیدا ہوا تو یعقوبؑ نے اس گائے کے سامنے بچھڑے کو ذبح کردیا وہ آوازیں نکالتی رہی یعقوبؑ نے اس پر رحم نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر مواخذہ کیا اور یعقوبؑ کو اپنے سب سے زیادہ عزیز بیٹے کی جدائی میں مبتلا کردیا۔ پھر یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو فرمایا:

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَ لَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ [سورۃ یوسف:87]

(ترجمہ) اے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہونا۔

سدیؒ فرماتے ہیں جب یعقوبؑ کو بیٹوں نے عزیز مصر اور اس کے اقوال وافعال کے بارے میں بتایا تو یعقوبؑ کے دل میں کسک پیدا ہوئی اور فرمایا شاید یہی یوسف ہوں۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ یعقوبؑ نے خواب

میں ملک الموت کو دیکھا تو ان سے پوچھا کیا آپ نے یوسفؑ کی روح قبض کرلی ہے؟ تو ملک الموت نے جواب دیا: نہیں۔ اللہ کی قسم وہ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ یعقوبؑ کی زیارت کے لئے ملک الموت آئے تو کہا السلام علیک اے غم میں گھٹنے والے! تو یعقوبؑ کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور پٹھے کانپنے لگے اور یعقوبؑ نے سلام کا جواب دیا پھر یعقوبؑ نے پوچھا آپ کون ہو؟ اور اس گھر میں آپ کو کس نے آنے دیا ہے؟ حالانکہ میں نے خود اپنا دروازہ بند کیا تھا تاکہ کوئی میرے پاس نہ آسکے اور میں اپنے رنج وغم کی شکایت صرف اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں تو ملک الموت نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں وہ ہوں جس نے بچوں کو یتیم کردیا اور عورتوں کو بیوہ کردیا اور جماعتوں کے درمیان جدائی کردی۔ یعقوبؑ نے فرمایا تب تو آپ ملک الموت ہوں گے۔ ملک الموت نے کہا جی ہاں۔ یعقوبؑ نے پوچھا مجھے روحوں کے بارے میں بتاؤ کہ کیا آپ ان کو اکٹھے قبض کرتے ہو یا الگ الگ؟ ملک الموت نے کہا ہر روح کو الگ الگ۔ یعقوبؑ نے پوچھا کیا ان روحوں میں یوسفؑ کی روح بھی نظر سے گزری ہے؟ ملک الموت نے کہا نہیں۔ یعقوبؑ نے پوچھا کیا آپ میرے پاس زیارت کرنے آئے ہیں یا داعی بن کر تو ملک الموت نے کہا اے اللہ کے نبی میں آپ کو صرف سلام کرنے آیا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت تک موت نہ دیں گے جب تک آپ کو اور یوسفؑ کو جمع نہ کردیں۔ اگرچہ اس چٹان پر جمع کریں جس پر ساری زمین ٹکی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی زیارت کی اجازت اس لئے دی ہے کہ میں آپ کو خوشخبری دوں اور آپ جو سوال کریں اس کا جواب دوں اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ آپ پر بیٹے کی جدائی کی آزمائش کیوں آئی ہے۔ یعقوبؑ نے فرمایا اے عزرائیل مجھے بتائیں تو عزرائیلؑ نے کہا اے اسرائیل اللہ! کیا آپ کو وہ باندی یاد ہے جو آپ نے فلاں سال فلاں ماہ میں خریدی تھی پھر آپ نے اس کو اس کے والدین سے جدا کردیا تھا؟ یعقوبؑ نے فرمایا ہاں! ملک الموت مجھے یاد ہے ایسے لگتا ہے جیسے کل ہی کی بات ہو تو ملک الموت نے کہا اسی وجہ سے آپ کو بیٹے کی جدائی میں مبتلا کیا گیا ہے اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ پر بینائی ختم ہونے کی آزمائش کیوں آئی ہے؟ یعقوبؑ نے فرمایا نہیں۔ ملک الموت نے کہا آپ نے ایک دن ایک بکری ذبح کرنے کا کہا تھا اس بکری کو فلاں دن فلاں مہینے میں ذبح کرواکے آپ نے بھنوایا تھا تو ایک عبادت گزار نیک بندہ تمیم وہاں سے گزرا، وہ روزہ سے تھا اس نے ایک ہفتہ سے کچھ نہ کھایا تھا، اس نے بھوننے کی مہک سونگھی آپ نے اس کو کچھ نہ کھلایا تو یعقوبؑ نے اسی وقت اپنے پاس موجود غلام اور باندیاں آزاد کردیں اور حکم دیا کہ ہر روز ان کے ریوڑ سے دو مینڈھے ذبح کرکے ان کا گوشت فقراء اور مساکین میں تقسیم کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے صدقہ قبول کرکے اس کی قدردانی کی اور یعقوبؑ کی مشکل آسان کردی اس وقت یعقوبؑ نے فرمایا تھا:

يٰبَنِىَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَ لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ [سورة يوسف: 87] .

(ترجمہ) اے بیٹو! جاؤ اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے نا امید مت ہونا بے شک اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں۔

قتادہؒ فرماتے ہیں ہمیں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ یعقوبؑ نے آزمائش کے اس لمبے عرصے میں بھی رات و دن میں کبھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں برا گمان نہیں رکھا تو یعقوبؑ کے اس فرمان کے بعد یوسفؑ کے بھائی واپس مصر کی طرف چل پڑے یہ ان کا مصر کی طرف تیسرا سفر تھا یہ لوگ یوسفؑ کے پاس پہنچے:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ [سورۃ یوسف:88].

(ترجمہ) پھر جب وہ یوسفؑ کے پاس پہنچے کہنے لگے اے عزیز۔ یعنی بادشاہ۔ مصر کی زبان میں بادشاہ کو عزیز کہتے تھے۔

مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ [سورۃ یوسف:88].

(ترجمہ) ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچی ہے اور ہم حقیر سی پونجی لائے ہیں۔

یعنی تھوڑی سی کھوٹی رقم لائے ہیں جو عام طور پر غلہ کے لئے بطور قیمت استعمال نہیں ہوتی ہاں فروخت کرنے والا چشم پوشی کرے تو اور بات ہے۔

مفسرینؒ کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ بضاعۃ کیا تھی؟ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ کھوٹے ملاوٹ والے درہم تھے جو کم قیمت پر ہی چلتے تھے اور ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں بوسیدہ رسیاں اور فالتو سامان تھا اور عبداللہ بن حارث اور حسنؒ فرماتے ہیں بدوؤں کا سامانِ تجارت گھی اور پنیر نہیں ہوتا تھا۔ اور ضحاکؒ فرماتے ہیں جوتے، چمڑے اور ابلا ہوا ستو تھا۔

فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ [سورۃ یوسف:88] (آپ ہمیں پور غلہ دے دیجئے)

ضحاکؒ فرماتے ہیں ان لوگوں نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بدلہ دیں گے اگر آپ نے ہم پر صدقہ کیا کیونکہ ان کو معلوم نہیں تھا کہ عزیز مومن ہے اور عبدالجبار بن علائی فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہؒ سے سوال کیا گیا کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی پر صدقہ حرام کیا گیا تھا؟ تو سفیانؒ نے فرمایا کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا [سورۃ یوسف:88] (اور ہمیں خیرات بھی دیجئے)۔

سفیانؒ نے سائل کو اشارہ سے سمجھایا کہ صدقہ پہلے انبیاء کے لئے حلال تھا صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام کیا گیا تو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو جواب میں فرمایا:

هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ [سورۃ یوسف:89].

(ترجمہ) کیا تمہیں خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم میں سمجھ نہ تھی۔

علماءؒ کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یوسفؑ نے بھائیوں کو اس وقت یہ بات کیوں کی جو یعقوبؑ کی

راحت وکشادگی کی ابتداء ثابت ہواور یعقوبؑ کی آزمائش کی انتہاء۔

محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ جب یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسف کو یہ بات کہی تو یوسفؑ کا دل بھر آیا اور آپ پر رقت طاری ہوگئی اور رونے کی وجہ سے آنسو جاری ہو گئے پھر یوسفؑ نے ان پر ساری حقیقت واضح کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ [سورۃ یوسف:89].

(ترجمہ) یوسفؑ نے فرمایا کیا تمہیں خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم میں سمجھ نہ تھی۔

اور کلبیؒ فرماتے ہیں یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو کہا کہ مصر کا ایک آدمی مالک بن دعر کہتا ہے کہ اس کو کنویں سے ایسی شکل وصورت کا ایک لڑکا ملا تھا تو اس نے اتنے درہم کے عوض اس لڑکے کو ایسی صفات کے حامل لوگوں سے خریدا تھا تو یوسفؑ کے بھائی کہنے لگے اے بادشاہ سلامت ہم نے اس لڑکے کو فروخت کیا تھا تو یوسفؑ کو یہ بات سن کر غصہ آ گیا اور ان سب کو قتل کرنے کا حکم دے دیا تو سپاہی ان کو قتل کرنے کے لئے جانے لگے تو یہوذا نے یہ کہتے ہوئے رخ موڑا کہ یعقوبؑ ایک کے گم ہونے پر اتنا روئے کہ بینائی جاتی رہی۔ جب ان کو یہ خبر ملے گی کہ ان کے سارے بیٹے قتل ہو چکے ہیں تو ان کا کیا حال ہوگا؟ پھر ان سب بھائیوں نے یوسفؑ کو کہا اگر آپ ہمیں قتل ہی کرنا چاہتے ہیں تو ہمارا سامان ہمارے والد کو بھیج دینا وہ فلاں جگہ ہیں تو اس وقت یوسفؑ کو ان پر رحم آ گیا اور روتے ہوئے ان کو یہ بات ارشاد فرمائی اور بعض مورخین کا کہنا ہے کہ جب یوسفؑ نے اپنے والد کا خط اپنے نام پڑھا تو بھائیوں کو یہ بات کہی کیونکہ جب یعقوبؑ کو کہا گیا کہ آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے تو یعقوبؑ نے یوسفؑ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا ''یہ خط یعقوب اسرائیل اللہ ابن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ کی طرف سے ایسے عزیز مصر کو لکھا گیا ہے جو انصاف کو ظاہر کرنے والے اور پورا ماپ کرنے والے ہیں۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد ہم ایسے گھر والے ہیں جن پر آزمائشیں آتی رہتی ہیں، میرے دادا کو نمرود کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا کیا گیا ان کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں باندھ کر آگ میں ڈال دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا اور میرے والد کے ہاتھ پاؤں باندھ کر چھری ان کی گدی پر رکھی گئی تا کہ ان کو ذبح کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے ذبیحہ کے ذریعہ ان کا فدیہ دے دیا اور میرا ایک بیٹا تھا جو میری اولاد میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا تو اس کے بھائی اسے جنگل میں لے گئے پھر میرے پاس اس کی خون میں لت پت قمیص لائے اور کہنے لگے اس کو بھیڑیا کھا گیا ہے، اس کے غم میں روتے روتے میری بینائی چلی گئی پھر میرا ایک دوسرا بیٹا تھا جو پہلے بیٹے کا ماں شریک بھائی ہے میں اس کے ذریعہ اپنے دل کو تسلی دیتا تھا تو میرے بیٹے اس کو مصر لے گئے پھر واپس آ کر کہنے لگے اس نے چوری کی ہے اور آپ نے چوری کی وجہ سے اس کو اپنے پاس رکھ لیا ہے بلا شبہ ہم ایسے گھر والے ہیں

جو نہ چوری کرتے ہیں اور نہ چور کو جنم دیتے ہیں۔ اگر آپ میرے اس بیٹے کو میرے پاس واپس بھیج دیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں آپ کو ایسی بد دعا دوں گا جو آپ کی سات پشتوں تک اثر دکھائے گی۔ جب یوسفؑ نے یہ خط پڑھا تو خود کو رونے سے نہ روک سکے اور صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور اپنی اصلیت ان کے سامنے ظاہر کر دی۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یوسفؑ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب اپنے بھائی بنیامین سے پوچھا کیا آپ کی اولاد ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں تین بیٹے ہیں یوسفؑ نے پوچھا ان کے نام کیا رکھے ہیں؟ بنیامین نے کہا بڑے بیٹے کا نام یوسف رکھا ہے۔ یوسفؑ نے پوچھا یہ نام کیوں رکھا؟ بنیامین نے جواب دیا آپ کی محبت کی وجہ سے اور فرمایا آپ کو یاد کرنے کے لئے۔ یوسفؑ نے پوچھا دوسرے کا نام کیا رکھا ہے؟ بنیامین نے کہا ذئب (بھیڑیا) یوسفؑ نے فرمایا بھیڑیا تو چیر پھاڑ کرنے والا درندہ ہے یہ نام کیوں رکھا؟ بنیامین نے کہا تاکہ اس طرح آپ کو یاد کروں۔ یوسفؑ نے پوچھا تیسرے کا نام کیا رکھا ہے؟ بنیامین نے کہا دم (خون) یوسفؑ نے پوچھا یہ نام کیوں رکھا؟ بنیامین نے کہا تاکہ اس نام کے ذریعہ آپ کو یاد کروں۔ جب یوسفؑ نے یہ بات سنی تو بے قرار ہو گئے اور خود پر ضبط نہ کر سکے اور بھائیوں کو یہ کہا:

هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَ اَخِيهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ [سورة يوسف:89].

(ترجمہ) کیا تمہیں خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم میں سمجھ نہ تھی۔

بھائیوں نے یوسفؑ کو کہا:

ءَ اِنَّکَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ[سورة يوسف:90] (کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو؟)۔

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں جب یوسفؑ نے بھائیوں کو یہ بات کہی:

هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَ اَخِيهِ [سورة يوسف:89].

(ترجمہ) کیا تمہیں خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا)۔

تو یوسفؑ سے پردہ ہٹا لیا گیا اور بھائیوں نے یوسفؑ کو پہچان کر کہا:

ءَ اِنَّکَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ (کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو؟)۔

اور جویبر نے ضحاکؒ سے انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں یوسفؑ نے بھائیوں کو فرمایا:

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَ اَخِيهِ [سورة يوسف:89].

(ترجمہ) کیا تمہیں خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا)۔

پھر مسکرانے لگے اور یوسفؑ جب مسکراتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ آپؑ کے اگلے دانت پروئے ہوئے موتی ہیں جب بھائیوں نے یوسفؑ کے اگلے دانت دیکھے تو بادشاہ کو یوسفؑ کے مشابہ سمجھ کر سوالیہ انداز میں کہا:

ءَ اِنَّکَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ [سورة يوسف:90]۔ (کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو؟)

اور عطاءؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یوسف کے بھائی ان کو نہیں پہچان سکے تھے تو یوسفؑ نے اپنا تاج سر سے اتار دیا تو یوسفؑ کی مانگ میں ایک نشانی تھی اور یعقوبؑ، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت سارہؓ کی مانگ میں بھی وہی نشانی تھی جو سیاہ تل کے مشابہ تھی جب یوسفؑ نے تاج سر سے اتارا تو بھائیوں نے وہ تل دیکھ کر پہچان لیا اور کہنے لگے:

ءَ اِنَّکَ لَاَنۡتَ یُوۡسُفُ قَالَ اَنَا یُوۡسُفُ وَ ھٰذَآ اَخِیۡ قَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡنَا [سورۃ یوسف:90].

(ترجمہ) کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو؟ فرمایا: میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے ہم پر اللہ نے احسان کیا۔ تم نے ہمیں جدا کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں جمع کر کے ہم پر احسان کیا:

اِنَّہٗ مَنۡ یَّتَّقِ وَ یَصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ [سورۃ یوسف:90]

(ترجمہ) واقعی جو شخص پرہیز گاری کرتا اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کرتا۔

پھر ان بھائیوں نے اقرار کیا کہ یوسفؑ کو ان پر فضیلت حاصل ہے اور انہوں نے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔

قَالُوۡا تَاللّٰہِ لَقَدۡ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیۡنَا وَ اِنۡ کُنَّا لَخٰطِئِیۡنَ [سورۃ یوسف:91]۔

(ترجمہ) کہنے لگے خدا کی قسم! اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور ہم ہی خطاوار تھے۔

یوسفؑ کیونکہ بردبار تھے اور اللہ تعالیٰ کے توفیق یافتہ تھے انہوں نے فرمایا:

لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ یَغۡفِرُ اللّٰہُ لَکُمۡ وَ ھُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ [سورۃ یوسف:92].

(ترجمہ) آج تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تمہارا قصور معاف کرے وہ تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

سدیؒ اور دیگر حضرات فرماتے ہیں جب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو اپنا تعارف کرا دیا تو ان سے اپنے والد کے بارے میں پوچھا کہ میرے بعد میرے والد نے کیا کیا؟ بھائیوں نے کہا والد صاحب کی دونوں آنکھوں کی بینائی چلی گئی ہے تو یوسفؑ نے بھائیوں کو اپنی قمیص دی۔

ضحاکؒ فرماتے ہیں یہ قمیص جنت کی بنی ہوئی تھی اور اس میں جنت کی خوشبو تھی۔ یہ جس آفت زدہ اور مریض پر ڈالی جاتی تھی وہ تندرست ہو جاتا تھا۔ یہ قمیص درحقیقت ابراہیمؑ کی تھی جس کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔ تو یوسفؑ نے قمیص دے کر فرمایا:

اِذۡھَبُوۡا بِقَمِیۡصِیۡ ھٰذَا فَاَلۡقُوۡہُ عَلٰی وَجۡہِ اَبِیۡ یَاۡتِ بَصِیۡرًا وَ اۡتُوۡنِیۡ بِاَھۡلِکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ٥ وَ لَمَّا فَصَلَتِ الۡعِیۡرُ [سورۃ یوسف:94-93]۔

(ترجمہ) اب تم میرا کرتا لے جاؤ اور میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو آنکھوں سے دیکھتا ہوا آئے گا اور تم اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ اور جب قافلہ چلا۔ مصر سے کنعان کی جانب۔

تو ان کے والد یعقوبؑ نے فرمایا: اِنِّیۡ لَاَجِدُ رِیۡحَ یُوۡسُفَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ [یوسف: 94] (میں

یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں اگر تم مجھے بڑھاپے سے بہکی ہوئی باتیں کرنے والا نہ کہو تو) یعنی تم مجھے نا سمجھ سمجھو گے۔اور روایت کیا گیا ہے کہ بادِ صبا نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ وہ یعقوبؑ تک یوسفؑ کی خوشبو قمیص آنے سے پہلے پہنچا دے تو اللہ تعالیٰ نے ہوا کو اجازت دی، ہوا وہ خوشبو لے آئی تو یعقوبؑ پہچان گئے کہ زمین پر جنت کی خوشبو تو صرف اسی قمیص سے آسکتی ہے اس وجہ سے آپؑ نے فرمایا:

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْ لَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ [سورۃ یوسف:94].

(ترجمہ) میں یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں اگر تم مجھے بڑھاپے سے بہکی ہوئی باتیں کرنے والا نہ کہو تو۔

تو یعقوبؑ کے پوتے کہنے لگے:

تَاللّٰهِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ o فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ [سورۃ یوسف:96-95].

(ترجمہ) خدا کی قسم! آپ اپنے پرانے وہم میں مبتلا ہیں۔ پھر جب خوشخبری لانے والا آ پہنچا۔

یہ خوشخبری لانے والے یہوذا ابن یعقوبؑ تھے۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں یہ خوشخبری لانے والا قافلہ سے پہلے آ گیا تھا اور سدیؒ فرماتے ہیں یہوذا نے یوسفؑ کو کہا میں یعقوبؑ کے پاس خون میں لت پت قمیص لے گیا تھا اور میں نے ہی یعقوبؑ کو بتایا تھا کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے تو آپ آج مجھے اپنی قمیص دیں تاکہ میں یعقوبؑ کو جا کر بتاؤں کہ آپ زندہ ہو اور جیسے میں نے اپنے والد کو غمزدہ کیا تھا آج ان کو خوش کروں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہوذا اس قمیص کو اٹھا کر پیدل ننگے پاؤں سرپٹ دوڑتے ہوئے اپنے والد تک پہنچے ان کے پاس مصر سے چلتے ہوئے صرف سات چپاتیاں تھیں وہ کنعان پہنچنے تک ان کو ختم نہیں کر سکے حالانکہ کنعان اور مصر کے درمیان اسی (80) فرسخ (640 کلومیٹر) کی مسافت تھی۔ جب یہوذا یعقوبؑ کے پاس قمیص لائے:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [سورۃ یوسف:96].

(ترجمہ) پھر جب خوشخبری لانے والا آ پہنچا تو اس نے وہ کرتا ان کے منہ پر ڈال دیا وہ فوراً بینا ہو گئے (تو) فرمایا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے ایسی باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

ضحاکؒ فرماتے ہیں یعقوبؑ کی بینائی اور قوت و جوانی اور خوشیاں لوٹ آئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں یعقوبؑ ملک الموت کے ہاں روئے زمین کے تمام باشندوں سے زیادہ معزز تھے اور ملک الموت نے اپنے رب تعالیٰ سے یعقوبؑ کے پاس جانے کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی۔ جب ملک الموت یعقوبؑ کے پاس آئے تو یعقوبؑ نے فرمایا: اے ملک الموت میں اس ذات کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے آپ کو پیدا کیا ہے کہ کیا آپ نے یوسفؑ

کی روح قبض کی ہے؟ ملک الموت نے کہا نہیں۔ پھر ملک الموت نے کہا اے یعقوب کیا میں آپ کو چند کلمات نہ سکھاؤں؟ یعقوبؑ نے فرمایا کیوں نہیں۔ ملک الموت نے کہا آپ کہیں :یا ذا المعروف الذی لا ینقطع ابدا ولا یحصیه احد غیرک (اے نیکی کا برتاؤ کرنے والے! جس کی نیکی کا برتاؤ کبھی ختم نہیں ہوتا اور نہ تیرے سوا اس کو کوئی اپنے شمار میں لا سکتا ہے) تو یعقوبؑ نے ان کلمات کے ساتھ اسی رات دعا کی، ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی تھی کہ قمیص ان کے چہرے پر ڈالی گئی۔

فَارْتَدَّ بَصِيْرًا [سورة يوسف:96] (تو فوراً بینا ہو گئے)۔

تو اس وقت یعقوبؑ نے ان لوگوں کو فرمایا:

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ٥ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ [سورة يوسف:96 تا98].

(ترجمہ) میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے ایسی باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (تو سب بیٹوں نے) کہا اے ابا جان! ہمارے رب سے ہمارے گناہ بخشوادیں ہم ہی خطار وار تھے۔ فرمایا میں عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کروں گا۔

اکثر مفسرینؒ فرماتے ہیں کہ یعقوبؑ نے استغفار کو شب جمعہ کے سحر کے وقت کے لئے موخر کیا اور اتفاقاً اسی دن عاشورا (دس محرم) بھی تھا۔ کیونکہ سحر کے وقت کی جانے والی دعا کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے میں کوئی حجاب مانع نہیں ہوتا۔ جب وعدہ کا دن آ گیا تو سحری کے وقت یعقوبؑ نماز میں مشغول ہو گئے اور نماز سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی۔ اے اللہ! یوسفؑ کے فراق پر جو میں نے آہ وزاری کی اور بے صبری کا مظاہرہ کیا اس کو معاف کر دیں اور میرے بچوں نے اپنے بھائی یوسفؑ پر جو زیادتی کی اس کو بھی معاف کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے آپ کو اور ان سب کو معاف کر دیا ہے۔

اور وہبؒ فرماتے ہیں یعقوبؑ بیس سال سے زائد شب جمعہ کو اپنے بیٹوں کے لئے استغفار کرتے رہے۔

ہمیں حسین بن محمد بن فنحویہ نے خبر دی ہے کہ وہ فرماتے ہیں ہمیں عبداللہ بن محمد بن شیبہ نے خبر دی ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں احمد بن سفر بن ثوبان بصری نے خبر دی ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں اسحاق بن زیاد ارلی نے خبر دی ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں فضل بن حمید بغدادی نے خبر دی ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں اسحاق بن زیاد اور ابن ضمرۃ نے رجاء بن ابی سلمہؒ سے انہوں نے عطاء خراسانی سے خبر دی ہے وہ فرماتے ہیں ضروریات کو نوجوانوں سے طلب کرنا یہ عمر رسیدہ لوگوں سے مانگنے کی بنسبت زیادہ آسان ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو فوراً کہا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ [سورة يوسف:92] (آج تم پر کوئی الزام نہیں)۔

اور یعقوبؑ نے فرمایا:

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ [سورۃ یوسف:98].

(ترجمہ) میں عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کروں گا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ یعقوبؑ کو جب خوشخبری لانے والے نے یوسفؑ کے زندہ ہونے کی خبر دی تو یعقوبؑ نے پوچھا یوسفؑ کیسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا وہ مصر کے بادشاہ بن گئے ہیں۔ یعقوبؑ نے فرمایا میں بادشاہت کا کیا کروں گا؟ آپ ان کو کس دین پر چھوڑ آئے ہو؟ خوشخبری دینے والے نے کہا دینِ اسلام پر تو یعقوبؑ نے فرمایا اب جا کر نعمت مکمل ہوئی ہے۔ اور ثوریؒ فرماتے ہیں جب یعقوبؑ اور یوسفؑ کی ملاقات ہوئی تو ایک دوسرے کے گلے لگ کر خوب روئے پھر یوسفؑ نے عرض کیا اے ابا جان؟ آپ میرے غم میں اتنا روئے کہ آپ کی بینائی چلی گئی کیا آپ نہیں جانتے تھے کہ قیامت ہمیں جمع کر دے گی؟ یعقوبؑ نے فرمایا اے میرے بیٹے! کیوں نہیں۔ لیکن مجھے اس بات کا خوف تھا کہ کہیں آپ کا دین نہ چھن جائے جو میرے اور آپ کے درمیان قیامت کے دن رکاوٹ بن جائے گا۔ مؤرخین فرماتے ہیں کہ یوسفؑ نے خوشخبری لانے والے کے ساتھ سامان اور دو سواریاں بھی بھیجی تھیں اور یہ کہا تھا کہ وہ یوسف کے والدین اور تمام گھر والوں کو لے آئیں۔ تو یعقوبؑ نے مصر جانے کی تیاری کر لی جب یعقوبؑ مصر کے قریب ہوئے تو یوسفؑ نے اپنے سے بڑے نگران بادشاہ سے بات چیت کی تو یوسفؑ چار ہزار سپاہیوں اور مصر کے سواروں کے ساتھ استقبال کے لئے باہر آئے۔ یعقوبؑ یہوذا کا سہارا لے کر چل رہے تھے جب آپ نے لوگوں اور لشکر کو دیکھا تو فرمانے لگے اے یہوذا! یہ تو مصر کا بڑا فرعون (بادشاہ) ہے تو یہوذا نے کہا نہیں یہ آپ کا بیٹا ہے۔ جب باپ بیٹا ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو یوسفؑ سلام میں پہل کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے روک دیا کہ یعقوبؑ افضل ہیں اور اس کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ تو یعقوبؑ نے سلام میں پہل کرتے ہوئے فرمایا السلام علیک یا مذهب الاحزان ۔ اے غموں کو ختم کرنے والے تجھ پر سلامتی ہو۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ [سورۃ یوسف:99].

(ترجمہ) پھر جب یوسفؑ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی۔

یوسفؑ نے اپنے والد یعقوبؑ اور خالہ لیّا کو تخت پر بٹھایا۔ آیت کریمہ میں خالہ کو ماں کہا گیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں چچا کو باپ کہا گیا ہے۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ [سورۃ البقرۃ:133].

(ترجمہ) کہا ہم آپؑ کے معبود اور آپؑ کے آباء ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے۔

اور حسنؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کی والدہ راحیل کو ان کی قبر میں یہ خوشخبری دی تو انہوں نے یوسفؑ کے خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لئے قبر میں یوسفؑ کو سجدہ کیا۔ اسی کا ذکر باری تعالیٰ کے فرمان میں ہے۔

وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا [سورة یوسف:100] (اور سب یوسف کے سامنے سجدہ میں گر گئے)۔
اس زمانہ میں لوگوں کا سلام یہ تھا کہ وہ تھوڑا جھک جاتے تھے اس سے زمین پر پیشانی رکھنا مراد نہیں ہے۔ جب یوسفؑ نے دیکھا کہ ان کے والدین اور بھائی ان کو سجدہ کر رہے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے:
يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا [سورة یوسف:100].
(ترجمہ) اے ابا جان! یہ تعبیر ہے میرے اس پہلے خواب کی اس کو میرے رب نے سچا کر دیا ہے۔
وہبؒ فرماتے ہیں یعقوبؑ اور ان کی جو اولاد مصر میں داخل ہوئی وہ بہتر مرد و عورت پر مشتمل تھے اور موسیٰ کے ساتھ مصر سے انہی کی اولاد جب نکلی تو ان کے جنگجوؤں کی تعداد چھ لاکھ پانچ سو ستر سے زائد تھی۔ چھوٹے بچے، خواتین اور معذور لوگ اس کے علاوہ تھے۔ اور جنگجوؤں کے علاوہ بچوں کی تعداد دس لاکھ تھی اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یعقوبؑ جب مصر میں داخل ہوئے اور یوسفؑ اور ان کی حکومت دیکھی تو وہ ایک دن یوسفؑ کے شاہی خزانہ کا گشت کر رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ خزانہ صاف کاغذوں سے بھرا ہوا ہے تو یعقوبؑ نے یوسفؑ کو فرمایا میرے بیٹے آپ مجھ سے جدا ہونے کے بعد بدل گئے ہو، آپ کے پاس اتنے سارے کاغذ ہیں اور آپ نے ان میں سے ایک پرچی بھی اٹھا کر مجھے خط نہیں لکھا؟ تو یوسفؑ نے جواب دیا یہ سارے کاغذ آپ ہی کے لئے ہیں، جب میرا شوق زیادہ ہوتا اور میں آپ کی یاد میں زار و قطار روتا تو ایک ورق لے کر آپ کو خط لکھنے کے لئے بیٹھ جاتا لیکن جبرائیلؑ مجھے خط لکھنے سے روک دیتے تو میں اس خزانہ میں وہ ورق رکھ دیا کرتا جس کے نتیجہ میں آپ نے کاغذوں کا یہ ڈھیر دیکھا ہے۔ تو یعقوبؑ نے جبرائیلؑ سے اس بارے میں دریافت کیا تو جبرائیلؑ نے فرمایا مجھے میرے رب تعالیٰ نے منع کیا تھا تو یعقوبؑ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجہ دریافت کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ نے بیٹوں کو کہا تھا کہ مجھے خوف ہے کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جائے گا آپ نے میرا خوف کیوں نہ کیا؟ میرے غیر سے ڈرنے کی پاداش میں آپ کو سرزنش کی گئی ہے۔
اور صالح مریؒ نے یزید رقاشیؒ سے اور انہوں نے انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ کی اولاد کو جمع کر دیا تو یعقوبؑ کے بیٹوں نے تنہائی میں مشورہ کیا ایک دوسرے کو کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تم لوگوں نے یعقوبؑ اور یوسفؑ کے ساتھ کیا کیا ہے سب کہنے لگے کیوں نہیں تو سب بیک زبان بولے اگر وہ تمہیں معاف کر بھی دیں تو تمہارا رب تمہیں کیسے معاف کرے گا تو سب نے یہ طے کیا کہ وہ یعقوبؑ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ جب یہ سب یعقوبؑ کی خدمت میں آ کر بیٹھے تو یوسفؑ بھی اپنے والد کے ساتھ بیٹھے تھے تو یہ سب بھائی کہنے لگے اے ہمارے ابا جان! ہم آپ کے پاس ایسی گزارش لائے ہیں، ایسی بات کبھی پہلے نہیں کی اور ہم پر ایک ایسی مصیبت آن پڑی ہے کہ اس جیسی مصیبت پہلے کبھی نہیں آئی۔ اور انبیاء تمام مخلوق میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہوتے ہیں تو یعقوبؑ نے پوچھا میرے بیٹو تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تو سب نے کہا

کیا آپ نہیں جانتے کہ ہم نے آپ کے ساتھ اور اپنے بھائی یوسفؑ کے ساتھ کیا کیا؟ یعقوبؑ نے فرمایا کیوں نہیں میں خوب جانتا ہوں انہوں نے پوچھا آپ دونوں نے ہمیں معاف نہیں کیا؟ یعقوبؑ اور یوسفؑ نے جواب دیا کیوں نہیں تو یہ بھائی کہنے لگے آپ دونوں کی معافی ہمیں فائدہ نہ دے گی جب تک اللہ تعالیٰ بھی ہمیں معاف نہ کردیں۔ یعقوبؑ نے پوچھا میرے بیٹو تم کیا چاہتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کریں پھر جب آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئے تو آپ پوچھیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں معاف کردیا ہے؟ اگر آپ کو یہ جواب ملے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو معاف کردیا ہے تو ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی اور ہمارے دل مطمئن ہوجائیں گے ورنہ دنیا میں کبھی ہماری آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوں گی۔ تو یعقوبؑ قبلہ رو ہوکر کھڑے ہوگئے اور ان کے پیچھے یوسفؑ اور باقی سب ان دونوں کے پیچھے عاجزی و انکساری سے کھڑے ہوگئے تو یعقوبؑ نے دعا کی اور یوسفؑ نے آمین کہا تقریباً بیس سال ان لوگوں کے حق میں دعا قبول نہیں ہوئی۔ صالح مریؒ فرماتے ہیں پھر جبرائیلؑ یعقوبؑ کے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس یہ خوشخبری دینے بھیجا ہے کہ آپ کی اولاد کے حق میں میں نے آپ کی دعا قبول کرلی ہے اور ان کا قصور معاف کردیا ہے اور آپ کے بعد نبوت پر ان لوگوں سے وعدہ لیا جائے گا۔

یعقوبؑ نے اپنی اولاد کے ملنے کے بعد پرشکوہ، پرآسائش، پرسکون، سلامتی والی زندگی گزاری۔ پھر یعقوبؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو جمع کرکے فرمایا:

مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ [البقرۃ:133]۔

(ترجمہ) میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ کہا ہم آپؑ کے معبود اور آپؑ کے آباء ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے۔

پھر فرمایا: **يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰى لَـكُمُ الدِّيۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ**[سورۃ البقرۃ:132]

(ترجمہ) اے میری اولاد اللہ نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے پس تم نہ مرنا مگر حالت اسلام میں۔

اور یوسفؑ کو وصیت کی کہ ان کے جسد اطہر کو ارض مقدس لے جاکر ان کے والد اسحاق اور دادا ابراہیمؑ کے ساتھ دفن کریں گے تو یوسفؑ نے ایسا ہی کیا اور یعقوبؑ کو مصر سے بیت المقدس ساکھو (ساج) کی لکڑی کے بنے تابوت میں منتقل کیا گیا اور یوسفؑ اس تابوت کے ہمراہ اپنے لشکر بھائیوں اور مصر کے بڑے لوگوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اسی دن یعقوبؑ کے بھائی عیص کی بھی وفات ہوگئی اور دونوں بھائیوں کی تدفین ایک ہی دن ہوئی۔ ان دونوں کی عمر ایک سو سینتالیس (۱۴۷) سال تھی کیونکہ دونوں جڑواں بھائی تھے اور ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔

راوی کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کو ان کے والدین وگھر والوں سے ملاکر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کردیں اور ان کے خواب کی تعبیر مکمل کردی اور یوسفؑ کو دنیا کی بادشاہت اور نعمتوں کی فراوانی عطاء کی تو یوسفؑ جانتے تھے کہ

یہ ملک و مال ہمیشہ نہیں رہے گا اس نے ایک دن چھن جانا ہے تو یوسفؑ نے جنت کی نعمتیں حاصل کرنے کا ارادہ کرلیا کیونکہ وہ اس سے بہت افضل ہیں اور یوسفؑ کے دل میں جنت کا شوق پیدا ہوگیا تو یوسفؑ نے موت کی تمنا کی اور موت کی دعا کی۔ یوسفؑ سے پہلے اور بعد میں کسی بھی نبی نے موت کی تمنا نہیں کی۔ یوسفؑ نے دعا کی:

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِىْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِىْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ[سورۃ یوسف: 101].

(ترجمہ) اے رب تو نے ہی مجھے کچھ حکومت دی اور مجھے خوابوں کی تعبیر دینا سکھائی۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جب یوسفؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنی قوم بنی اسرائیل کو جمع کیا وہ کل اسی افراد تھے اور ان کو بتایا کہ ان کی وفات کا وقت آ پہنچا ہے اور اللہ تعالیٰ کا امر نازل ہونے والا ہے۔ تو یوسفؑ کی قوم نے دریافت کیا اے اللہ کے نبی! ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں بتائیں کہ آپ کے چلے جانے کے بعد ہمارا حال کیا ہوگا اور ہمارا اور ہمارے دین وملت کا انجام کیا ہوگا؟ تو یوسفؑ نے فرمایا تمہارا معاملہ اسی موجودہ صورتحال پر درست رہے گا اور تم اپنے دین پر قائم رہو گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ایک سرکش متکبر قبطی آدمی کو بھیجیں گے وہ رب ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ تمہیں مغلوب کردے گا اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کردے گا اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دے گا اور تمہیں برا عذاب دے گا۔ اس کا زمانہ بہت لمبا ہوگا پھر بنی اسرائیل میں لاوی بن یعقوبؑ کی اولاد میں سے ایک آدمی پیدا ہوں گے جن کا نام موسیٰ بن عمران ہوگا۔ وہ دراز قد، گھنگھریالے بالوں گندمی رنگ والے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں تمہیں قبطیوں سے نجات دیں گے۔

راوی کہتے ہیں بنی اسرائیل میں ہر شخص اپنے بیٹے کا نام عمران رکھتا اور وہ عمران اپنے بیٹے کا نام موسیٰ رکھتا۔

راوی کہتے ہیں یوسفؑ کا ایک مرغ تھا جس کی عمر پانچ سال تھی تو یوسفؑ نے اپنی قوم کو فرمایا جب تک یہ مرغ تم میں آواز نکالتا رہے گا تو تمہارا معاملہ ٹھیک رہے گا، جب وہ متکبر شخص پیدا ہوگا تو یہ خاموش ہوجائے گا اور اس کی حکومت کے زمانہ میں یہ آواز نہیں نکالے گا۔ جب اس کی حکومت ختم ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس نبی کی پیدائش کا حکم دیں گے تو یہ مرغ آواز نکالے گا اور پھر معمول کے مطابق آواز نکالتا رہے گا۔ اس مرغ کا آواز نکالنا اس متکبر بادشاہ کی حکومت ختم ہونے اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے نبی کے ظاہر ہونے کی علامت ہوگا تو وہ لوگ اس مرغ کی دیکھ بھال کرتے رہے یہاں تک کہ وہ مرغ خاموش ہوگیا تو وہ سب لوگ غمگین اور افسردہ ہوگئے اور ان کو یقین ہوگیا کہ ان کے دین کے ستون کمزور ہوگئے ہیں اور یوسفؑ نے جس متکبر کے پیدا ہونے کی پیشین گوئی کی تھی اس کا وقت آگیا ہے تو وہ لوگ اس وجہ سے غمگین رہنے لگے یہاں تک کہ ایک دن اس مرغ نے آواز نکالی تو سب لوگ خوش ہوگئے اور صدقہ و خیرات کی اور ان کو یقین ہوگیا کہ اب مشکل حل ہوجائے گی اور راحت آئے گی۔

پھر یوسفؑ وفات پاگئے۔ یوسفؑ کی وفات کے بعد اپنے بھائی یہوذا کو وصیت کی اور ان کو بنی اسرائیل کے لئے اپنا جانشین مقرر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پاکیزہ حالات میں وفات دی اور آپ کا جسد اطہر سنگ مرمر کے تابوت

میں رکھ کر نیل میں دفن کیا گیا کیونکہ جب یوسفؑ کی وفات ہوئی تو لوگوں میں جھگڑا شروع ہوگیا ہر محلہ کے لوگ یہی چاہتے تھے کہ یوسفؑ ان کے محلہ میں دفن ہوں تا کہ ان کی برکت ان کو حاصل ہو۔ جھگڑا اتنا بڑھا کہ نوبت مرنے مارنے تک پہنچ گئی تو سب نے رائے دی کہ یوسفؑ کو دریائے نیل کی اس جگہ دفن کیا جائے جہاں سے گزر کر نیل کا پانی پورے مصر شہر میں جاتا ہے۔ تو اس طرح سب لوگ یوسفؑ کی برکت حاصل کریں گے تو ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور یوسفؑ کی قبر نیل میں ہی رہی پھر موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو اس تابوت کو بھی وہاں سے شام منتقل کر کے سرزمین کنعان میں قلعہ کے باہر دفن کر دیا جو آج کل بھی موجود ہے۔ اسی وجہ سے یہودی لوگ بھی اپنے مردوں کو شام کی طرف منتقل کرتے ہیں۔

اور یونس بن عمران نے ابو موسیٰؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بدو کے مہمان ہوئے تو اس نے آپؐ کا اکرام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو نے ہمارا اکرام کیا ہے تو نے اچھا کام کیا تو اپنی ضرورت کا سوال کر تو اس بدو نے کہا ایک اونٹنی چاہیے جس پر میرے گھر والے سفر کر سکیں اور ایک بکری چاہیے میرے گھر والے جس کا دودھ نکال سکیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا یہ آدمی بنی اسرائیل کی بوڑھی عورت جیسا ہونے سے بھی عاجز ہوگیا ہے؟ تو سب حاضرین نے دریافت کیا یا رسول اللہ! بنی اسرائیل کی بوڑھی عورت کا کیا قصہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو راستہ سے بھٹک گئے اور رات کی تاریکی چھا گئی تو سب پوچھنے لگے یہ کیا ہوگیا ہے تو بنی اسرائیل کے علماء نے کہا جب یوسفؑ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ہم سے پختہ وعدہ لیا تھا کہ ہم لوگ جب مصر سے نکلیں گے تو ان کے جسد اطہر کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا یوسفؑ کی قبر کی جگہ کون جانتا ہے؟ سب نے کہا بنی اسرائیل کی ایک عمر رسیدہ خاتون تو موسیٰ علیہ السلام نے پیغام بھیج کر اس خاتون کو بلایا وہ آئی تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یوسفؑ کی قبر تلاش کرنے میں میری رہنمائی کریں تو اس خاتون نے عرض کیا آپ مجھے میرا حکم دے دیں موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا آپ کا حکم کیا ہے؟ اس خاتون نے عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ جنت میں ہوں تو موسیٰ علیہ السلام نے خاتون کو اس کا حکم عطاء کرنا ناپسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس خاتون کو حکم دے دیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ بوڑھی عورت اپاہج اور نابینی تھی تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کیا میں آپ کو یوسفؑ کی قبر کی جگہ نہ بتاؤں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں تو اس خاتون نے کہا میں تب تک نہ بتاؤں گی جب تک آپ مجھے چار چیزیں نہ دے دیں۔ آپ میرے پاؤں کو ٹھیک کر دیں اور میری نگاہ اور میری جوانی لوٹا دیں اور مجھے اپنے ساتھ جنت میں رہنے دیں تو موسیٰ علیہ السلام پر یہ بات گراں گزری تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ اس عورت نے جو مانگا ہے وہ دے دیں کیونکہ آپ میری طرف سے دے رہے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا

تو وہ عورت ان سب کو پانی جمع ہونے کی جگہ پر ایک تالاب کے پاس لے گئی تو لوگوں نے یوسفؑ کو نیل کے کنارے سے نکال کر سنگ مرمر کے صندوق میں سلا دیا اور جیسے ہی یوسفؑ کا تابوت اٹھایا، چاند طلوع ہوگیا اور راستہ دن کی طرح روشن ہوگیا تو وہ لوگ اس تابوت کو اٹھا کر سیدھے راستے پر چل پڑے اور مؤرخین فرماتے ہیں کہ یوسفؑ یعقوبؑ کی وفات کے بعد تیئس سال زندہ رہے اور ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں یوسفؑ پر اور تمام انبیاء و رسل پر نازل ہوں اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ [سورۃ صٓ: 41].

(ترجمہ) اور ہمارے بندے ایوبؑ کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا۔

اور باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ [سورۃ الانبیاء: 83]

(ترجمہ) اور ایوبؑ کا تذکرہ کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے روگ لگ گیا ہے اور تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

وہبؒ، کعبؓ اور دیگر اہل کتاب فرماتے ہیں ایوبؑ روم کے رہنے والے تھے دراز قد، بڑے سر، گھنگھریالے بالوں خوبصورت آنکھوں، عمدہ اخلاق والے تھے گردن مبارک چھوٹی پنڈلیوں اور کلائیوں پر گوشت تھا۔ آپؑ کی پیشانی مبارک پر لکھا ہوا تھا المبتلیٰ الصابر (آزمائش میں مبتلا صابر) نسب مبارک کچھ اس طرح ہے ایوب بن اموص بن تارخ بن روم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیمؑ ۔ ان کی والدہ ماجدہ لوط بن ھاران کی اولاد میں سے تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کر کے نبی بنایا تھا اور دنیا کی فراوانی عطاء فرمائی تھی۔ ملک شام کی گھاٹی کا مکمل راستہ خواہ نرم ہو یا پتھر سارا ایوبؑ کی ملکیت تھا۔ اور ایوبؑ کے پاس اونٹ، گائیں، بکریاں، گھوڑے، گدھے غرض ہر قسم کا مال اتنی زیادہ مقدار میں تھا جو کسی اور کو حاصل نہ تھا۔ ایوبؑ کے پاس ہل چلانے والے بیلوں کی پانچ سو جوڑیاں تھیں، ان کے ساتھ پانچ سو غلام چلتے تھے ہر غلام کی بیوی بچے اور سامان ہوتا تھا اور ہر جوڑی کے آلات ایک گدھی پر رکھے جاتے تھے اور ہر گدھی کے دو سے پانچ بچے ہوتے تھے اللہ تعالیٰ نے ایوبؑ کو بیویاں اور لڑکے لڑکیاں عطا کئے تھے۔ ایوبؑ بڑے متقی مسکینوں پر رحم کرنے والے تھے۔ بیواؤں اور یتیموں کی کفالت کرتے تھے اور مہمانوں کا اکرام کرتے تھے اور مسافروں کو منزل تک پہنچنے میں مدد کرتے تھے۔ ایوبؑ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر گزار اور نعمتوں کا حق ادا کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس ایوبؑ میں مالداروں کی نخوت، غفلت اور دنیا کے کاموں میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بھول جانا یہ چیزیں پیدا نہیں کر سکا اور ایوبؑ پر تین آدمی ایمان لائے تھے انہوں نے ایوبؑ کی تصدیق کی اور ان کی فضیلت کو پہچانا۔ ان میں سے ایک یمن کا رہنے والا تھا اس کا نام نضر تھا اور دو آدمی ایوبؑ کے شہر کے رہنے والے تھے۔ ایک کا نام حرم اور دوسرے کا بارود تھا۔ یہ لوگ

ایوبؑ کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور ابلیس کے آسمان میں ٹھکانے تھے، ہر ٹھکانہ پر جا کر حالات معلوم کرتا تھا تو ایک دن کسی ایک جگہ گیا تو ایک شخص کا نامہ اعمال دیکھ کر حسد میں مبتلا ہو گیا او وہبؒ فرماتے ہیں ابلیس مشرق سے مغرب تک اڑ کر گیا کہ کوئی مخلص بندہ تلاش کر لے تو اس نے صرف ایوبؑ کو دیکھا جو اس سے محفوظ تھے اس وجہ سے ایوبؑ سے حسد میں مبتلا ہو گیا تو آواز آئی اے لعنتی! یہ ایوبؑ ہیں جو نیک بندے ہیں ہر کام خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں ان کو بہکانے کی طاقت نہیں رکھتا تو یہ ملعون کہنے لگا: اے میرے رب! میں ایوبؑ پر کیسے قادر ہو سکتا ہوں اور وہ آپ کی عبادت وشکر گزاری کیوں نہ کریں آپ نے ان کو دنیا میں اولاد، مال، خدام اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا ہر من پسند سامان عطاء کر رکھا ہے لیکن اگر آپ ان کو آزمائیں اور ان سے یہ نعمتیں چھین لیں تو ان کی حالت تبدیل ہو جائے گی اور وہ آپ کی عبادت چھوڑ دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ملعون تو نے جھوٹ بولا ہے جیسا تو سمجھتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے تو ابلیس کہنے لگا اے میرے رب! آپ مجھے ایوبؑ اور ان کے مال واولاد پر مسلط کر دیں تو آپ خود دیکھ لیں گے کہ ان کا کیا حال ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تو جا میں نے تجھے ایوبؑ کے مال واولاد پر مسلط کر دیا ہے تو ابلیس اپنے ٹھکانہ پر واپس آیا اور تمام شیطانوں کو جمع کیا تو شیطانوں نے پوچھا اے ہمارے آقا آپ نے ہمیں کیوں جمع کیا ہے؟ تو ابلیس نے کہا تم نے اس عبادت گزار بندہ ایوبؑ کا حال تو دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدح وثنا کرتے ہیں اور مجھے ان پر اور ان کے مال واولاد پر مسلط کیا ہے تو تم لوگوں کے پاس کیا ہے؟ ان سب نے کہا آپ جو ارادہ کریں گے ہم اس پر آپ کے معاون ہیں پھر ان میں ایک ٹولہ کھڑا ہوا ان کے پاس تیز وتند ہوا تھی ابلیس نے ان کو کہا تم لوگ ایوبؑ کے مویشیوں اور چرواہوں کی طرف جاؤ اور ان کو ہوا کے ذریعہ اٹھا کر سمندر میں پھینک دو تو انہوں نے ایسا ہی کیا اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ایک چرواہے کے بھیس میں ایوبؑ کے پاس آیا، ایوبؑ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے تو کہنے لگا تیز ہوا نے آپ کے اونٹ بکریاں اور سارے مویشی ہلاک کر دیئے ہیں ایوبؑ اس کو پہچان گئے اور نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے وہ مجھے مال دیا تھا اور اسی نے مجھ سے لے لیا ہے اور اسکو تیرے سے ایسے نکالا ہے جس طرح گندم سے (پرندے کے) پر کو نکال دیا جاتا ہے اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو تو اس جیسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا دشمن رسوا ہو کر چلا گیا پھر ابلیس نے دوسرے ٹولے کو بلایا اور کہا تمہارے پاس کیا فن ہے؟ وہ کہنے لگے ہم آگ کے شعلوں کی طرح ہیں جس چیز پر گزرتے ہیں اس کو جلا دیتے ہیں۔ ابلیس نے کہا تم ایوبؑ کی زمین، باغوں اور فصلوں پر جاؤ اور سب کچھ جلا دو انہوں نے ایسا ہی کیا پھر دشمن خدا ایوبؑ کے پاس فصل کے رکھوالے کے بھیس میں آیا اور کہنے لگا اے ایوب! کیا آپ نماز پڑھ رہے ہیں حالانکہ آگ نے آپ کے سارے باغات، فصلیں اور پھل جلا کر راکھ کر دیئے ہیں ایوبؑ نے کوئی جواب نہیں دیا نماز سے فارغ ہو کر فرمایا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ رزق دیا پھر بغیر مشقت کے مجھ سے

واپس لے لیا جیسے قربانی کرنے والے سے قربانی قبول کی جاتی ہے، اور تجھے اس سے نکال باہر کیا اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو تو اس کی مثل ہوتا۔ ایوبؑ یہ فرما کر واپس نماز میں مشغول ہو گئے تو دشمنِ خدا تعالیٰ نامراد ہو کر واپس چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس ملعون نے ایوبؑ کا ہر قسم کا مال ہلاک کر دیا اور جب بھی آتا ایوبؑ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہوتے اور آزمائش پر صبر کرتے۔ پھر ابلیس نے ایک اور ٹولے کو بلا کر پوچھا تمہارے پاس کیا فن ہے؟ انہوں نے کہا ہم ایک زوردار چیخ ماریں گے جس سے ہر چیز جو ہمارا ہدف ہے اپنی جگہ سے ہٹ جائے گی تو ابلیس نے کہا تم ایوبؑ کے اہل وعیال کے پاس جاؤ اور ان کی عمارت زلزلہ سے ہلا دو تو یہ لوگ گئے اس وقت ایوبؑ کے اہل وعیال ایک محل میں تھے انہوں نے زلزلہ کے ذریعہ سے وہ محل ان پر گرا دیا وہ سب دھنس کر وفات پا گئے پھر دشمنِ خدا ایوبؑ کے پاس آیا وہ نماز میں مشغول تھے تو ابلیس کہنے لگا آپ کا محل آپ کے گھر والوں اور بچوں پر گر گیا ہے اور دھنس کر وفات پا گئے ہیں۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ ایوبؑ کے دس بیٹے مسجد میں استاد کے سامنے بیٹھے تھے تو شیطانوں نے ان پر مسجد گرا دی جب دشمنِ خدا نے ایوبؑ کو یہ خبر دی تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا نماز سے فارغ ہو کر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے یہ اولاد عطاء کی تھی اور اسی نے ان کو واپس لے لیا اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو اللہ تعالیٰ تجھے تیری روح بھی ان کے ساتھ قبض کر لیتے، تو اللہ تعالیٰ کا دشمن رسوا ہو کر واپس چلا گیا۔

اور روایات میں آتا ہے ایوبؑ نے فرمایا میرے اہل وعیال کو اسی ذات نے لیا ہے جس نے مجھے یہ اہل و عیال عطاء کئے تھے اور روایت کیا گیا ہے کہ جب ایوبؑ کی ہر چیز پر مصیبت نازل ہو گئی تو ایوبؑ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور کپڑے اتار کر فرمایا میں اسی طرح دنیا میں آیا تھا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ ایوبؑ نے اپنی اولاد پر آہ وزاری کی اور فرمایا اے کاش! مجھے میری ماں نہ جنتی اور میں کوئی چیز نہ ہوتا تو ابلیس خوش ہو کر آسمان پر گیا اور کہنے لگا اے میرے رب! آپ کے بندہ ایوبؑ نے واویلا کیا ہے اور یہ یہ کہا ہے ابلیس کے پہنچنے سے پہلے ہی ایوبؑ یہ کلمات کہہ کر فوراً توبہ کر چکے تھے اور اپنے کئے پر نادم تھے تو ایوبؑ کی توبہ ابلیس سے پہلے آسمان پر پہنچ چکی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو فرمایا: اے ملعون! میرا بندہ اپنے فعل سے توبہ کر چکا ہے اور اس کی توبہ تجھ سے پہلے مجھ تک پہنچ چکی ہے تو نامراد لوٹ جا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا تو نے میرے بندے کا صبر کیسا دیکھا ہے؟ تو دشمن خدا کہنے لگا اے میرے رب! وہ جانتے ہیں کہ آپ ان کو ان کی فوت شدہ چیزوں کا عوض عطاء کر دیں گے اس لئے انہوں نے واویلا نہیں کیا دوسری بات یہ ہے کہ وہ خود تندرست ہیں اگر ان کی اپنی ذات پر کوئی آفت آتی تو وہ واویلا کرتے آپ مجھے ایوبؑ کے جسم پر مسلط کر دیں تو آپ میرا کارنامہ دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو جا میں نے تجھے ایوبؑ کے جسم پر مسلط کیا ہے ان کی روح پر مسلط نہیں کیا اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں

نے تجھے ایوبؑ کی زبان، کان، آنکھ، دل اور روح پر مسلط نہیں کیا۔ ان کی زبان ذکر کرنے کے لئے، دل شکر کرنے کے لئے اور آنکھیں آسمان کی طرف نگاہِ عبرت کرنے کے لئے، کان وحی کو سننے کے لئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں تو ابلیس ایوبؑ کے پاس آیا وہ سجدہ میں تھے تو ان کے نتھنوں میں پھونک ماری اور بعض نے کہا ہے انگوٹھے پر۔ اور ایوبؑ کے بھائیوں کو کہا کیا تم نے نہیں دیکھا تمہارے بھائی ایوبؑ پر کیا آفت نازل ہوئی ہے اور ساری بات ان کو بتا دی اور ان لوگوں کو کہا کہ وہ ایوبؑ کے پاس اپنی طرف سے کھانا لے جائیں اور کہا جاتا ہے کہ ایوبؑ کی اہلیہ لوگوں سے ایوبؑ کے لئے کھانا مانگتی تھی تو شیطان نے لوگوں کو کہا ان کو شراب کا مشکیزہ اٹھا دو کیونکہ ایوبؑ کی شفاء شراب پینے میں ہے تو ایوبؑ کے بھائی ایوبؑ کے پاس گئے لیکن ایوبؑ کے قریب نہیں جاسکتے تھے کیونکہ ان سے بدبو آرہی تھی انہوں نے اپنے ناک پر ہاتھ رکھ کر ایوبؑ کو سلام کیا تو ایوبؑ نے ان کو سلام کا جواب دیا اور وہ ایوبؑ کے پاس بیٹھ گئے پھر پوچھنے لگے اے ایوب! آپ یہ کس آزمائش میں مبتلا ہیں؟ آپ ہمارے نزدیک بہترین لوگوں میں سے تھے اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر ظلم نہیں کرتے کہ اس کو بغیر گناہ کے عذاب دیں شاید آپ لوگوں سے چوری چھپے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سزا دی ہے۔ ایوبؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے راز بخوبی جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں خود کھانا کھانے سے پہلے بھوکوں کو کھانا کھلاتا تھا اور خود کپڑے پہننے سے پہلے محتاجوں کو کپڑے پہناتا تھا اور مریضوں کی عیادت کرتا تھا اور جنازوں کے پیچھے جاتا تھا اور مہمانوں کا اکرام کرتا تھا اور مسافروں کو ٹھکانہ دیتا تھا اور یہ یہ کام کرتا تھا تو ہوا سے آواز دی گئی اے ایوب! کمر کس لیں اور جھگڑا کرنے والے کی جگہ کھڑے ہو جائیں۔ ایوبؑ نے عرض کیا اے میرے رب! میں کس سے جھگڑا کروں؟ باری تعالیٰ نے فرمایا آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آپ ایسے ایسے کام کرتے تھے تو مجھ پر اپنے فضل کا احسان جتلا رہے تھے۔ ایوبؑ نے عرض کیا نہیں اے میرے رب! میں تو اپنی ذات سے بدگمانی دور کر رہا تھا۔ آپ پر احسان نہیں کر رہا تھا بلکہ آپ کا مجھ پر احسان ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایوبؑ کا عذر قبول کرلیا پھر ایوبؑ کے بھائیوں نے کہا آپ کے پاس کھانا اور مشروب لائے ہیں ایوبؑ نے پوچھا کیسا مشروب ہے؟ بھائیوں نے کہا شراب، ایوبؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تمہارا کھانا اور مشروب حرام کر دیا ہے مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے، تم یہ لے کر واپس چلے جاؤ۔ پھر ایوبؑ کے بھائیوں نے کہا ہم آپ کے پاس کھانا اور مشروب لائے ہیں پھر جب ایوبؑ نے ابلیس لعین کو زچ کر کے تھکا دیا تو اس نے اپنے سرکش شیطانوں کو جمع کر کے کہا تمہارا ناس ہو کیا تم سب لوگ اس ایک آدمی سے عاجز آگئے ہو؟ ان سب نے کہا واقعی ہم عاجز آگئے ہیں اب ایک ہی صورت باقی رہ گئی ہے کہ ہم ایوبؑ کی بیوی کی طرف وار کریں شاید ایوبؑ اس کی وجہ سے نرم پڑ جائیں گے اور اس کی بات کو مان کر ہماری مراد پوری کریں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ ابلیس گیا اور ایوبؑ کی اہلیہ کے راستے پر بیٹھ گیا اور ان کو کہنے لگا اے رحمت آپ کا مال،

اولاد، نعمتیں اور فراوانی اور مویشی اور خدام کہاں گئے؟ یہ باتیں یاد دلا کر ابلیس نے ان کو رلا دیا اور خود بھی رونے لگا پھر کہنے لگا آپ کے مریض کے لئے ایک آسان مرغوب شفاء ہے ایوبؑ کی اہلیہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ابلیس نے کہا شراب کا ایک گھونٹ، شراب ایوبؑ پر حرام تھی۔ پھر جب ایوبؑ شراب پی لیں گے تو وہ اپنے رب سے توبہ کرلیں گے۔ ایوبؑ کی اہلیہ نے کہا میں ان سے یہ مطالبہ کروں گی اور ایوبؑ سے اس بات کا تذکرہ کروں گی تو ایوبؑ جان گئے کہ ابلیس نے ان کو یہ پٹی پڑھائی ہے تو ایوبؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کریں جس نے آپ کو یہ بات سکھائی ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میں تندرست ہوگیا تو آپ کو سزا کے طور پر سو کوڑے ماروں گا اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ [سورة ص:44].

(ترجمہ) اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اور اس سے مارلو اور قسم جھوٹی نہ کرو۔

اس وقت ایوبؑ نے دعا کرتے ہوئے کہا:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ [سورة الانبياء:83]۔ (کہ مجھے روگ لگ گیا ہے)۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ ایوبؑ کو گوشت کا سالن اور دودھ پینے کا دل چاہا تو ان کی اہلیہ کو یہ چیزیں نہ ملیں تو انہوں نے اپنے سر کی ایک مینڈھی بیچ دی تو ایوبؑ تنگدل ہوئے اور فریاد کی اے میرے معبود! آپ نے مجھے ایسا بنا دیا کہ میں اپنی بیوی کے بالوں پر گزارا کر رہا ہوں اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ [سورة الانبياء:83]. (کہ مجھے روگ لگ گیا ہے)۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ ان کی اہلیہ لوگوں کے گھروں میں کام کرتی تھیں وہ ساری آمدن ایوبؑ پر خرچ کر دیتی تھیں تو ایک دن شہر کے ایک معزز گھرانہ کی خاتون کے گھر کام کر رہی تھیں۔ ایوبؑ کی اہلیہ کے بال گھنے اور لمبے تھے جب ایوبؑ کی اہلیہ نے اپنی اجرت مانگی تو اس عورت نے اجرت دینے سے انکار کر دیا اور وہ کہنے لگی ایک صورت میں اجرت دوں گی کہ آپ اپنے آدھے بال مجھے دے دیں تو ایوبؑ کی اہلیہ کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ ان کو ڈر تھا کہ ان کے پاس ایوبؑ کو کھلانے کے لئے کچھ نہیں ہے جب انہوں نے اپنے بال دے دیئے تو ابلیس ایوبؑ کے ایک دوست کی صورت میں آیا اور کہنے لگا کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی اہلیہ نے ایک بے حیائی کا کام کیا ہے اور اپنے بال کاٹ دیئے ہیں؟ جب ایوبؑ کی اہلیہ واپس آئیں تو ایوبؑ پہلے کھڑے ہونے کے لئے ان کے بالوں کا سہارا لیتے تھے آج ایوبؑ نے کہا مجھے اپنے بال دکھائیں میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں تو ان کی اہلیہ نے باقی ماندہ آدھے بال دکھا دیئے تو ایوبؑ نے فرمایا دوسری جانب دکھائیں جب اہلیہ نے وہ جانب دکھائی تو ایوبؑ کو گمان ہوا کہ ابلیس نے جو کچھ کہا تھا وہ ٹھیک ہے تو تنگ دل ہوئے اور قسم کھالی کہ اگر میں تندرست ہوگیا تو تجھے سو کوڑے ماروں گا تو اللہ تعالیٰ نے ایوبؑ کو وحی کی کہ میرے دشمن نے آپ کو جھوٹ

کہا ہے آپ کی اہلیہ پاکدامن ہیں، اس تہمت سے بری ہیں تو اس وقت ایوبؑ نے یہ کہا:
اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ [صٓ: 41] (کہ مجھے شیطان نے ایذاء اور تکلیف پہنچائی ہے)۔
اور دوسری روایت میں ہے کہ ابلیس ایوبؑ کی اہلیہ کے راستہ میں آگیا اور ان کو کہا آپ ان مصیبت زدہ شخص کی اہلیہ ہیں انہوں نے جواب دیا ہاں، یہ دشمنِ خدا عظیم ہیئت میں ان کے سامنے ظاہر ہوا تھا تو ان سے کہنے لگا کیا آپ جانتی ہیں کہ آپ کے خاوند کا یہ حال کیسے ہوا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ ابلیس نے پوچھا کیا آپ مجھے جانتی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ ابلیس کہنے لگا میں زمین کا معبود ہوں میں نے آپ کے خاوند کے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے کیونکہ وہ آسمان کے معبود کی عبادت کرتے تھے اور مجھے کبھی ایک سجدہ بھی نہیں کیا تو مجھے اسی وجہ سے غصہ آگیا اگر وہ مجھے ایک سجدہ بھی کردیں تو میں ان سے لی ہوئی ساری نعمتیں ان کو دے دوں گا اور ان کو اس آزمائش سے عافیت دوں گا پھر ابلیس نے ان کو کہا اس وادی کی طرف دیکھیں انہوں نے دیکھا تو ابلیس نے ان کے سامنے ان کی اولاد، خدام، مویشیوں اور مال کے مشابہہ خیالی صورتیں دکھائیں اور کہا یہ سب میرے پاس ہیں میں آپ کو واپس کردوں گا اور ان کو کہا کہ وہ کھانا کھاتے ہوئے آسمان کے معبود کا نام نہ لیں تو بھی میں ان سے راضی ہوجاؤں گا۔ تو وہ ایوبؑ کے پاس آئیں اور ابلیس نے جو کچھ کہا تھا وہ سب بتایا تو ایوبؑ نے فرمایا: آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا دشمن آیا تھا تاکہ آپ کو آپ کے دین کے بارے میں فتنہ میں ڈال دے اور ایوبؑ نے اللہ کی قسم اٹھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو عافیت عطاء کردیں گے تو وہ اہلیہ کو سو کوڑے ماریں گے اور دعا کرتے ہوئے کہا:
اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ [صٓ: 41] (کہ مجھے شیطان نے ایذاء اور تکلیف پہنچائی ہے)۔
اور کہا جاتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ ابلیس ایوبؑ کی اہلیہ کے راستے میں طبیب بن کر آیا اس کے پاس دوائیوں کے تھیلے، چمڑے کے برتن وغیرہ تھے تو ابلیس نے ان سے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کے خاوند اس بیماری میں مبتلا ہیں انہوں نے کہا جی ہاں۔ ابلیس نے کہا میں اس کی شفاء اور دوا جانتا ہوں۔ ایوبؑ کی اہلیہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ابلیس نے کہا میں ان کا علاج کروں گا وہ تندرست ہوجائیں گے لیکن میری ایک شرط ہے۔ ایوبؑ کی اہلیہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ابلیس نے کہا جب وہ تندرست ہوجائیں گے تو وہ یہی کہیں گے کہ میری طرف سے شفاء ہوئی میرے علاوہ کسی اور سے نہیں آئی۔ تو ایوبؑ کی اہلیہ مراد نہیں سمجھ سکیں اور ایوبؑ کے پاس آگئیں اور ان کو طبیب کی بات بتائی تو ایوبؑ جان گئے کہ وہ ابلیس ہے۔ ایوبؑ نے فرمایا اللہ کے دشمن نے یہ ارادہ کیا ہے کہ مجھے میرے دین کے بارے میں فتنہ میں مبتلا کرے اور قسم اٹھالی کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو عافیت دیں گے تو وہ بیوی کو ماریں گے اور دعا کرتے ہوئے کہا:
مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ [سورة صٓ: 41] (مجھے شیطان نے ایذاء اور تکلیف پہنچائی ہے)۔
اور فرمایا: مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ [سورة الانبیاء: 83].

(ترجمہ) مجھے روگ لگ گیا ہے اور تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایوبؑ سب لوگوں میں سے زیادہ رونے والے تھے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب ایوبؑ کو آزمائش میں مبتلا کیا گیا تو وہ کبھی نہیں روئے کہ کہیں یہ واویلا نہ ہوجائے راویوں نے ذکر کیا ہے کہ ایوبؑ کا مرض یہ تھا کہ پورے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے یا ایسی خارش ہوگئی تھی کہ جس سے جسم گل جاتا ہے لیکن اس بیماری نے ایوبؑ کے دل، آنکھوں اور زبان میں سرایت نہیں کی تھی کیونکہ ایوبؑ نے اللہ تعالیٰ سے ان اعضاء کو محفوظ رہنے کی دعا کی تھی اور عرض کیا تھا کہ اے اللہ تا کہ میں تیرے ذکر اور تیری کائنات کو دیکھنے اور تیری عظمت میں غور وفکر کرنے سے عاجز نہ آجاؤں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایوبؑ کے جسم اطہر میں جو کیڑے پڑے تھے بسا اوقات ان میں سے کوئی نیچے گر جاتا تو ایوبؑ اس کو اٹھا کر واپس اس جگہ رکھ دیتے تھے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایوبؑ کی اہلیہ نے کہا کہ اے ایوب! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں کرتے تا کہ وہ یہ مصیبت دور کردیں۔ ایوبؑ نے فرمایا ہم پر راحت کے ستر سال گزرے ہیں اب آپ صبر کریں تا کہ مصیبت کے ستر سال گزر جائیں تو مصیبت نعمت کے برابر ہوجائے گی تو اس کے بعد میں دعا کروں گا۔ جب ایوبؑ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو بھیجا انہوں نے آکر کہا اے ایوب! آپ پر سلامتی ہو اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ آپ کی عافیت کا وقت قریب آگیا ہے۔ آپ کھڑے ہوجائیں ایوبؑ کھڑے ہوئے تو جبرائیلؑ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کی جھونپڑی سے باہر نکال کر ایوبؑ کو ایک جگہ پر لائے اس وقت ایوبؑ کی اہلیہ موجود نہ تھیں۔ جبرائیلؑ نے ایوبؑ کو اس کے قریب کر کے فرمایا:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ [سورة ص:42] (اپنے پاؤں سے لات مارو) دایاں پاؤں۔

تو ایوبؑ نے دایاں پاؤں زمین پر مارا تو ایوبؑ کے سر سے پاؤں تک سارے کیڑے جھڑ گئے اور آپؑ کے پاؤں کی جگہ سے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا تو جبرائیلؑ نے کہا:

هٰذَا مُغْتَسَلٌ [سورة ص:42] (یہ نہانے کا چشمہ ہے)۔

تو ایوبؑ نے اس پانی سے غسل کیا تو آپ کے بدن کے تمام زخم ٹھیک ہوگئے پھر جبرائیلؑ نے ایوبؑ کو کہا اپنا بایاں پاؤں زمین پر ماریں تو ایوبؑ نے زمین پر پاؤں مارا تو ٹھنڈے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا تو جبرائیلؑ نے فرمایا:

وَّشَرَابٌ [سورة ص:42] (اور پینے کا ٹھنڈا پانی) کہ آپ اس میں سے پئیں۔

ایوبؑ نے پانی پیا تو ان کے بدن کے اندر کی تمام بیماریاں باہر نکل گئیں اور اس تروتازگی کا ان کے بالوں اور جلد پر بھی اثر پڑا اور ایوبؑ پھر پورے حسن و جمال کے ساتھ تندرست ہو کر کھڑے ہوگئے۔ پھر جبرائیلؑ نے ایوبؑ کے لئے جنت کا ایک بستر بچھایا اور خود بھی ایوبؑ کے ساتھ اس پر بیٹھ گئے اور ایوبؑ کی اہلیہ آئیں تو

جھونپڑی میں ایوبؑ نہیں تھے وہ رونے لگیں اور واویلا کرنے لگیں پھر وہ اس جگہ آئیں جہاں ایوبؑ اور جرائیلؑ بیٹھے تھے اور کہنے لگیں اللہ تعالیٰ تم دونوں پر رحم کریں کیا آپ دونوں کو علم ہے کہ اس جھونپڑی میں ایک مبتلا شخص تھے وہ کہاں ہیں؟ تو جرائیلؑ نے فرمایا اگر آپ ان کو دیکھیں گی تو پہچان لیں گی؟ انہوں نے جواب دیا ہاں تو ایوبؑ ہنسنے لگے ان کی اہلیہ نے ان کے اگلے دانتوں کی وجہ سے ان کو پہچان لیا پھر جرائیلؑ نے ان کو بھی اس بستر پر بلایا وہ بھی اسی پر آ کر بیٹھ گئیں تو ایوبؑ نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے اموال واپس کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اٰتَیۡنٰهُ اَهۡلَهٗ وَ مِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ [سورة الانبياء:84].

(ترجمہ) اور ان کو ان کے گھر والے عطا کیے اور ان کے ساتھ اتنے اور بھی۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایوبؑ کے تیرہ بیٹے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ دس بیٹے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو زندہ کر دیا اور ان کی اہلیہ سے دس مزید بیٹے پیدا ہوئے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایوبؑ نے عرض کیا اے میرے رب! کیا میرے بچے جنت میں نہیں تھے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اہلیہ سے چھبیس (۲۶) بچے عطاء کیے تو اس کا ذکر باری تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

اَهۡلَهٗ وَ مِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ [سورة الانبياء:84].

(ترجمہ) اور ان کو ان کے گھر والے عطا کیے اور ان کے ساتھ اتنے اور بھی۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان کے گھر، سامان اور جانور وغیرہ سب کچھ واپس عطاء کر دیا اور ایوبؑ اپنے گھر واپس تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جس نے ایوبؑ کے گھر پر عصر سے سورج غروب ہونے تک سونے کی ٹڈیوں کی بارش کی۔ اور کہا جاتا ہے کہ جرائیلؑ نے اپنے پَر کھول کر ایوبؑ کے گھر پر جھاڑے تو ان کے پَروں سے سونے کی ٹڈیاں جھڑنے لگیں۔

راوی کہتے ہیں ایوبؑ نے رات تک وہ ٹڈیاں جمع کیں اور روایت کیا گیا ہے کہ ایک ٹڈی چھت کے کنارے پر گری اور راستے کی طرف گرنے والی تھی کہ ایوبؑ نے اس کو واپس اپنے گھر کی طرف لوٹا دیا۔ ایوبؑ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی برکت ہے اور اللہ تعالیٰ کی برکت جتنی بھی ہو وہ خیر ہے۔ پھر ایوبؑ نے اس قسم کو پورا کرنے کا ارادہ کیا جو اپنی بیوی کو مارنے کے بارے میں اٹھائی تھی تو بیوی کو مارنا ایوبؑ پر گراں تھا اللہ تعالیٰ نے وحی کر کے فرمایا:

وَخُذۡ بِیَدِکَ ضِغۡثًا فَاضۡرِبۡ بِّهٖ [سورة ص:44] (اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اور اس سے مارلو)۔

کہا جاتا ہے کہ ایوبؑ کو سنبل کی لکڑیوں کا حکم دیا گیا اور بعض نے کہا ہے کہ اسپست کی لکڑیوں کا حکم دیا گیا تھا۔ ایوبؑ نے اس کی سوتیلیوں سے ایک جھاڑو بنا کر اپنی اہلیہ کو مارا اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے:

فَاضۡرِبۡ بِّهٖ وَلَا تَحۡنَثۡ [سورۃ صٓ:44] (اس سے مارلو اور قسم جھوٹی نہ کرو)
تو ایوبؑ نے ویسا ہی کیا جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔
اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس آزمائش کے بعد ایوبؑ ستر سال خوشحالی میں حیات رہے اللہ تعالیٰ کے دین کے معتقد اور ابراہیمؑ کی شریعت پر عمل کرتے تھے اور ان کی اولاد اور قوم نے بھی ابراہیمؑ کے دین کو تھامے رکھا پھر کافی مدت بعد لوگوں نے اس شریعت میں تبدیلی کر دی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
اِنَّا وَجَدۡنٰهُ صَابِرًا نِعۡمَ الۡعَبۡدُ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ [سورۃ صٓ:44].
(ترجمہ) ہم نے ان کو سہارنے والا پایا بہت خوب بندے تھے بہت رجوع کرنے والے تھے)۔

حضرت شعیب علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا[سورۃ الاعراف:85] (اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا)

مؤرخین کا شعیبؑ کے نسب نامہ میں اختلاف ہے۔ وہبؒ فرماتے ہیں: شعیبؑ ان افراد کی اولاد میں سے ہیں جو ابراہیمؑ پر آگ والے دن ایمان لائے تھے تو ابراہیمؑ نے ان مومنین کی شادیاں لوطؑ کی بیٹیوں سے کردی تھیں۔ تو بنی اسرائیل سے پہلے اور ایوبؑ کے بعد کے تمام انبیاء انہی افراد کی اولاد میں سے تھے اور دیگر مورخین فرماتے ہیں شعیبؑ کا نسب نامہ یہ ہے۔ شعیب بن نویب بن عنقا بن مدین بن ابراہیمؑ۔

اور بعض نے کہا ہے کہ اس طرح ہے شعیب بن میکیل اور بعض نے کہا میکائیل بن مدین۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا[سورۃ الاعراف:85] (اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا)۔

بعض مؤرخین کے نزدیک مدین شہر کا نام ہے اور آیت کا معنی یہی ہے جیسے کوئی کہے اللہ تعالیٰ نے مکہ یعنی اہل مکہ کی طرف رسول بھیجا ہے۔

اور اکثر مؤرخین فرماتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ مدین شعیبؑ کی قوم کا نام تھا ان کی نسبت مدین بن ابراہیمؑ کی طرف ہے۔ جیسے کوئی کہتا ہے میں نے تمیم کو ایسا کرتے دیکھا تو اس کی مراد بنو تمیم ہوتی ہے اور اسی طرح کوئی کہے ہمارے پاس عامر آئے تو اس کی مراد بھی بنو عامر ہوتے ہیں تو آیت میں بھی ایسے ہی مراد ہے اور دوسری جگہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ [الشعرآء:176] (بَن کے رہنے والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا).

مفسرینؒ فرماتے ہیں اہل مدین اور اصحاب الایکہ ایک ہی قوم ہیں یہ لوگ گرمیاں ایکہ میں گزارتے تھے کیونکہ وہاں درخت کثرت سے تھے اور سردیوں میں مدین واپس آجاتے تھے۔

اور دیگر مفسرینؒ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعیبؑ کو مدین کی طرف مبعوث کیا تھا لیکن جب ان لوگوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تو ہلاک ہوگئے اور شعیبؑ کو اصحاب الایکہ کی طرف مبعوث کیا گیا۔ یہ دوسری قوم تھی، اسی فرق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا[سورۃ ھود:84] (اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا)۔

مدین کو شعیبؑ کا بھائی کہا ہے اور فرمایا:

كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ o اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ [سورۃ الشعرآء:177-176].

(ترجمہ) بَن کے رہنے والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب شعیبؑ نے ان سے کہا)۔

ایکہ والوں کو شعیبؑ کا بھائی نہیں کہا کیونکہ شعیبؑ ان کی قوم میں سے نہیں تھے۔ اہل مدین اپنے کفر کے ساتھ ماپ تول میں کمی بھی کرتے تھے تو شعیبؑ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا:

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [سورۃ ہود:84].

(ترجمہ) وہ بولے اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

پھر ان لوگوں کو ماپ تول میں کمی کرنے سے منع کیا اور فرمایا:

وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ [سورۃ ہود:84] (اور ناپ اور تول کم نہ کرو)

اور فرمایا:

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآئَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ o بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَ مَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ o قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ [ہود:85 تا 87].

(ترجمہ) اور لوگوں کے لئے ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ جو اللہ کا دیا ہوا بچ جائے تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو، اور میں تمہارا پہرے دار نہیں ہوں۔ کہنے لگے اے شعیب کیا تیرا نماز پڑھنا تجھے یہی سکھاتا ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے بڑے پوجتے تھے یا ہم اپنے اموال میں اپنی مرضی کرنا چھوڑ دیں، تو ہی بڑا باوقار نیک چلن ہے)۔

اس کے علاوہ بھی سورۃ الاعراف میں مذکور ہے کہ شعیبؑ نے اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کی۔ سورۃ ہود اور سورۃ الشعراء میں بھی ان باتوں کا ذکر ہے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعیبؑ اور ان کا اپنی قوم سے مکالے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: خطیب الانبیاء تھے کیونکہ اپنی قوم کو بہت اچھا جواب دیا تھا۔ شعیبؑ کی قوم کے ماپ، تول میں کمی کرنے کی یہ صورت تھی کہ ان میں سے ہر تاجر کے پاس دو پیمانے اور دو ترازو ہوتے تھے۔ ایک بڑا اور ایک چھوٹا۔ وہ چھوٹے سے دیتے اور بڑے سے لیتے تھے اور لوگوں کی اشیاء میں کمی کی یہ صورت ظاہر ہوئی کہ وہ لوگوں سے عمدہ دراہم (چاندی کے سکے) لے کر ان کو کاٹ لیتے اور اپنے پاس سے کھوٹے سکے دے دیتے تھے۔

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے ماپ تول میں کمی شعیبؑ کی قوم نے کی تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی وجہ سے ہلاک کر دیا تھا اور یہ

امت بھی آخر کار ایسا کرے گی۔ اور وہب بن منبہؒ نے ذکر کیا ہے کہ شعیبؑ کی قوم پر ایک ظالم بادشاہ حاکم تھا ،اس نے تاجروں کو ماپ، تول میں کمی کرنے اور غلہ کی ذخیرہ اندوزی کا حکم دیا تھا تو ان لوگوں نے اس کی بات مان لی۔ شعیبؑ نے ان تاجروں کو یہ کام کرنے سے منع کیا تو انہوں نے بادشاہ کو خبر کردی بادشاہ نے شعیبؑ کو بلا کر پوچھا کیا آپ وہی شخص ہیں جو لوگوں کو میرے حکم پر چلنے سے روکتے ہو؟ تو شعیبؑ نے فرمایا ہاں میں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ بات پاتا ہوں کہ جب تیرے جیسا حکمران لوگوں پر مسلط ہوجائے اور ایسے کام کرے تو وہ ملعون اور فاجر ہے تو بادشاہ نے شعیبؑ کو شہر سے نکالنے کا حکم دے دیا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ [سورۃ الاعراف:88].

(ترجمہ) ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا اے شعیبؑ ہم تمہیں نکال دیں گے).

اور شعیبؑ کی قوم اس کے ساتھ راہگیروں کا سامان اور کپڑے چھین لیتے تھے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ [الاعراف:86] (اور راستوں پر مت بیٹھو کہ دھمکیاں دینے لگو)۔

اور کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ لوگوں سے ٹیکس لیتے تھے اور دنیا میں سب سے پہلے ٹیکس لینے والے یہی لوگ ہیں۔ شعیبؑ کا جو اپنی قوم سے مناظرہ ہوا وہ ہم نے نہیں لکھا کیونکہ وہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ جب شعیبؑ کو ان کی قوم نے جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے شعیبؑ کو بتایا کہ اپنی قوم کو عذاب کا بتا دیں۔

مؤرخین فرماتے ہیں شعیبؑ کی کافی بیٹیاں تھیں بیٹا نہ تھا اور بعض نے کہا ہے دو بیٹیاں تھیں۔ شعیبؑ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا [سورۃ ھود: 91] (اور دیکھتے ہیں کہ تو ہم میں کمزور ہیں)۔

اس ضعف سے مراد شعیبؑ کا نابینا ہونا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ ضعف یہ تھا کہ شعیبؑ کے پاس بیٹوں کی حمایت نہ تھی۔ وہ لوگ کہنے لگے آپ ہمیں جس عذاب کی دھمکیاں دے رہے ہیں وہ لے آئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سات دن ان پر گرمی مسلط کردی جس سے وہ سخت گھبرا گئے جب گرمی کی شدت بڑھی تو وہ اپنے مویشیوں اور عورتوں اور بچوں کو پانی پلانے گھنے درختوں والے علاقہ میں چلے گئے جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ [سورۃ الحجر:78] (بن والے) یعنی گھنے درختوں والی زمین۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر جہنم کی جھلسانے والی گرم ہوا بھیجی اس نے ان کے گھروں کو ان پر خوب گرم کردیا اور کنوؤں اور چشموں کے پانی خشک کردیئے۔ وہ لوگ گھروں سے باہر بھاگے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج کو مسلط کردیا اس نے ان کو اوپر اور نیچے سے جھلسا دیا، ان کے پاؤں کے گوشت گرمی کی شدت سے نیچے گر گئے پھر سیاہ تاریکی کی طرح کا ایک بادل ان کے سامنے ظاہر ہوا جب ان لوگوں

نے اس بادل کو دیکھا تو اس کی طرف لپکے تا کہ اس کی ٹھنڈک و سایہ سے فریاد رسی کریں جب سب لوگ اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے تو بادل ان پر چھا گیا اور ان کو ہلاک کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ بادل نے ان پر آگ برسائی اور جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ اہل مدین اصحاب ایکہ کے علاوہ قوم ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایکہ والے تو اسی طرح ہلاک کیے گئے تھے۔ اور مدین والوں کو زلزلہ کے ذریعہ ہلاک کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ[سورۃ الاعراف: 91].

(ترجمہ) پھر ان کو زلزلہ نے پکڑا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

جبرائیلؑ ان کے پاس آئے اور ایک زوردار چیخ ماری جس کی وجہ سے ان کے پہاڑ لرز گئے اور اوندھے منہ نیچے گرے تو وہ سب لوگ مر گئے۔

مؤرخین فرماتے ہیں کہ شعیبؑ اور ان کی قوم کے اہل ایمان اپنی قوم کے ہلاک ہونے کے بعد مکہ چلے گئے اور وفات تک وہیں رہے۔ (واللہ اعلم)

اصحاب الرس کا ذکر

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ [سورة ق:12]

(ترجمہ) ان سے پہلے نوحؑ کی قوم اور کنویں والوں اور ثمود نے جھٹلایا۔

بعض مؤرخین فرماتے ہیں کہ اصحابِ رس قوم شعیبؑ میں سے اہل مدین کا نام ہے کیونکہ رس کنویں کو کہتے ہیں نابغہ جعدی شاعر کا مصرعہ ہے۔

نائلہ بت کے لئے وہ لوگ رساس کھودتے ہیں۔

یہاں رساس سے مراد کنویں ہیں اور اہل مدین ایک کنویں سے پانی لیتے تھے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ [سورة القصص:23] (اور جب مدین کے پانی پر پہنچے)۔

اور ہم موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کر چکے ہیں کہ جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ کنویں پر جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں۔

اور دیگر مؤرخین فرماتے ہیں اصحاب رس شام کے ایک طرف آباد قوم کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک نبی بھیجا ان لوگوں نے ان نبی کو جھٹلایا اور قتل کر دیا اور ان کی ہڈیاں اپنے کنویں میں دفن کر دیں۔ اسی وجہ سے ان کا نام اصحاب الرس پڑ گیا۔

اور دیگر مؤرخین نے فرمایا ہے کہ اصحاب الرس ایک قوم تھی جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء بھیجے، اس قوم نے ان انبیاء کو قتل کر کے ان کو ہڈیوں کے ساتھ اپنے کنویں میں ایسے دفن کر دیا جیسے پتھروں یا پکی اینٹوں سے دفن کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ان لوگوں نے ان انبیاءؑ کے خون کو ہلکا سمجھتے ہوئے کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا۔

(اضافہ از امداد اللہ انور: انبیاء کے ہڈیوں کی یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ جس طرح انبیاء کرام کی ہڈیاں قبر میں محفوظ ہوتی ہیں اسی طرح سے ان کے گوشت پوست سمیت مکمل جسم بھی محفوظ ہوتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (ابو داود شریف، امداد اللہ انور)۔

اور بعض مفسرینؒ نے فرمایا ہے کہ اصحاب الرس یمامہ میں ایک قوم تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک نبی

بھیجے جن کا نام حنظلہ بن صفوان تھا اور بعض نے یاسین روایت کیا۔ ان لوگوں نے ان نبیؑ کی تکذیب کی اور ان کو اپنے کنویں میں قید کر لیا اور کنویں کے اوپر ایک اتنا بڑا پتھر رکھ دیا جس کو ایک جماعت مل کر ہی اٹھا سکتی تھی۔ اس قوم میں سے صرف ایک حبشی غلام ان نبیؑ پر ایمان لایا تھا۔ یہ غلام پہاڑ پر جا کر لکڑیاں کاٹ کر اپنی پشت پر اٹھا کر لاتا تھا اور ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت کے عوض کھانا خرید کر اس کنویں کے پاس آتا تھا جس میں وہ نبیؑ تھے اور اس پتھر کی ایک جانب تھوڑی سی لکیر تھی اس میں سے کھانا نیچے دیتا تھا۔ اسی حال پر کئی سال گزر گئے پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو گرمی اور تپش کے ساتھ ہلاک کر دیا اور ایک فرشتہ بھیجا جس نے وہ پتھر ہٹا کر ان نبیؑ کو کنویں سے نکالا اور اللہ تعالیٰ نے اس سیاہ فام غلام کے اس عمل کی قدر دانی کی اور ان نبیؑ کو وحی کی کہ یہ غلام جنت میں آپ کا رفیق ہوگا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ اس سیاہ فام غلام کے دل میں ایک دن خیال آیا کہ میں خود کوشش کر کے دیکھتا ہوں شاید میں کنویں سے پتھر ہٹا سکوں تو اس نے کوشش شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے اس غلام کو پتھر ہٹانے کی قوت عطاء کر دی اس غلام نے وہ پتھر ایک طرف کر کے نبیؑ کی طرف ایک رسی لٹکائی وہ اس رسی کے ساتھ لٹک گئے تو غلام نے ان کو کنویں سے نکال لیا اور وہ نبیؑ اس غلام کے ساتھ چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان نبیؑ کی طرف وحی کی جو ہم نے ابھی ذکر کی ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت موسیٰ علیہ السلام

وہبؒ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے موسیٰ بن عمران بن قاھث بن لاوی بن یعقوب۔اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے نسب نامہ اس طرح ہے: عمران بن صھر بن قاھث بن لاوی۔ (واللہ اعلم) اور موسیٰ علیہ السلام کے چچا قارون بن صہر بن قاہث بن لاوی تھے۔مؤرخین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب یوسفؑ کی روح قبض کرلی تو یوسفؑ کے بعد مصر کا سابقہ بادشاہ مصر پر حکومت کرتا رہا اس نے عوام کو دیکھا تو اکثریت ایمان لا چکی تھی اس نے ان کو نہیں چھیڑا جب یہ وفات پا گیا تو عمالیق قوم کے فرعون ملک مصر کے بادشاہ بنتے رہے یہاں تک حکومت کی باگ ڈور موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کے ہاتھ میں آ گئی۔عربی میں اس کا نام ولید بن مصعب ہے اس سے زیادہ خبیث اور زیادہ سرکش پہلے کوئی فرعون نہیں گزرا تھا، حکومت پر قابض ہونے میں قارون اور بنی اسرائیل کے کچھ افراد نے اس کی مدد کی تھی۔ جب بنی اسرائیل نے قبطیوں سے دین کے معاملہ میں مداہنت کی تو اللہ تعالیٰ نے قبطیوں کو بنی اسرائیل پر مسلط کر دیا اور بنی اسرائیل کی تعداد مصر میں خوب بڑھ گئی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان میں خوب برکت عطاء فرمائی تھی اور موسیٰ علیہ السلام کے قبیلہ لاوی بن یعقوب سے زیادہ بنی اسرائیل کا کوئی قبیلہ اپنی شریعت اور دین پر سختی سے کاربند نہ تھا۔اس قبیلہ میں صرف قارون ایسا تھا جو سیدھے راستے سے ہٹ چکا تھا۔لاوی بن یعقوب کے قبیلہ کے بعد یوسفؑ بن یعقوبؑ کا قبیلہ دین کو مضبوطی سے تھامنے والا تھا، ان میں افراہم بن یوسفؑ بھی تھے، یعقوبؑ نے ان کے اور ان کی اولاد کے لئے دعا کی تھی تو نون بن افراہم بن یوسفؑ پیدا ہوئے اور نون کے ہاں یوشع کی پیدائش ہوئی جو موسیٰ علیہ السلام کے رفیق سفر اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے نائب بنے تھے۔اور جب فرعون ولید بن مصعب نے مصر میں بنی اسرائیل کی کثرت دیکھی تو اس خوف سے ان کو غلام بنالیا کہ وہ کہیں کسی دن جمع ہو کر اس کی قوم وحکومت کا تختہ نہ الٹ دیں۔اہل کتاب نے اس کا نام قابوس نقل کیا ہے لیکن پہلا نام زیادہ مشہور ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام اس وجہ سے بنایا تھا کہ فرعون نے ان کو اللہ تعالیٰ کے کفر اور اپنی کی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا۔تو بنی اسرائیل نے انکار کر دیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ [سورة القصص:4]

(ترجمہ) بے شک فرعون ملک میں تکبر میں تھا اور وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ کر دیئے تھے ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا۔

اور فرعون نے بنی اسرائیل کے ذمہ مختلف قسم کے کام سونپے ہوئے تھے، بنی اسرائیل میں سے طاقتور لوگوں کو پتھروں سے بنائے ہوئے ستون منتقل کرنے پر مامور کیا ہوا تھا اور دوسری جماعت کو پتھر، جِپس اور چونہ منتقل کرنے پر۔ یہ ان چیزوں سے فرعون کے محل اور قلعے بناتے تھے اور ایک جماعت کو کاشتکاری پر مامور کر رکھا تھا اور ایک جماعت کو تجارت کرنے اور لکڑیاں کاٹ کر بڑھئی کا کام کرنے پر اور ایک جماعت کو لوہاروں کا کام کرنے پر مامور کر رکھا تھا اور کمزور لوگوں کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ اجرت لے کر لوگوں کا جو کام کرسکیں کرلیں اور اس آمدنی میں سے ہر روز سورج غروب ہونے سے پہلے فرعون کو جزیہ ادا کریں۔

اگر جزیہ ادا کرنے سے پہلے سورج غروب ہوجاتا تو اس شخص کا دایاں ہاتھ بطور سزا اس کی گردن سے باندھ دیا جاتا تھا اور اس کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ سے کام کرے۔ اور بنی اسرائیل کی عورتیں فرعون کے لئے کتان وغیرہ کات کر بُنتی تھیں اور فرعون نے بنی اسرائیل کی ایک خاتون سے نکاح کیا تھا جن کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا، انہی آسیہ کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَةَ فِرْعَوْنَ [سورۃ التحریم: 11]

(ترجمہ) اور اللہ نے مسلمانوں کے لئے فرعون کی بیوی کا حال بیان کیا ہے۔

جب ہم ان کے قتل کے واقعہ پر پہنچیں گے تو ان کا قصہ بھی ذکر کریں گے۔

پھر فرعون بنی اسرائیل کی اولاد کو قتل کرنا شروع ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يُذَبِّحُ اَبْنَآءَ هُمْ وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآءَ هُمْ [سورۃ القصص: 4].

(ترجمہ) ان کے لڑکوں کو ذبح کر دیتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا۔

مؤرخین کا اس قتل کے سبب میں اختلاف ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ فرعون نے ایک ہولناک خواب دیکھا تھا اس کی تفصیل یہ ہے کہ فرعون کے حکم پر اس کے لئے ایک لکڑی کی سواری بنائی گئی جس کو پانی پر ٹھہرایا جاتا تھا۔ فرعون کئی دن رات اسی پر سوار رہتا اور اس کا کھانا پینا وہیں پہنچایا جاتا تھا وہ اس سواری پر کھاتا پیتا اور سوتا تھا۔ یہ سواری دریائے نیل کے اوپر ٹھہرتی تھی اور دریائے نیل اس کے نیچے سے بہتا تھا۔ تو فرعون کو اس وجہ سے تعجب ہوتا تھا اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ [سورۃ زخرف: 51].

(ترجمہ) کیا مصر کی حکومت میری نہیں ہے اور یہ نہریں میرے محل کے نیچے چل رہی ہے کیا تم دیکھتے نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کو لمبی عمر عطاء فرمائی تھی اس نے چار سو سال پر عیش زندگی گزاری، اتنے لمبے عرصہ میں یہ بھرپور نوجوان ہی رہا، نہ کبھی اس کے سر میں درد ہوا اور نہ کبھی بخار ہوا اور نہ ہی کوئی پریشانی اس کو لاحق ہوئی اور

نہ ہی کبھی کسی دشمن کی مخالفت کا خوف لاحق ہوا۔ اسی وجہ سے یہ خود پسندی کا شکار ہو کر رب ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا اور اس کا وزیر ہامان قبطی قوم کا فرد تھا اور سخت دلی اور خباثت میں فرعون کا ہم سر تھا۔ جب فرعون خود پسندی و عجب میں مبتلا ہو گیا تو اس نے ایک خواب دیکھا کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ ایک آگ شام کی طرف سے آئی ہے اور مصر کے ایک طرف لگ گئی ہے اور مصر کے سب گھروں کو جلا کر راکھ کر دیا ہے کوئی گھر نہ چھوڑا۔ اس کے قلعوں اور بستیوں اور ارد گرد کو جلا کر رکھ دیا تو فرعون گھبرا کر نیند سے جاگ گیا اور اپنی قوم کے سرکردہ لوگوں کو جمع کر کے اپنا خواب سنایا تو انہوں نے کہا اے بادشاہ سلامت! اگر آپ کا خواب سچا ہے تو شام سے یعقوبؑ کی اولاد میں سے ایک آدمی ظاہر ہوگا تیری اور مصر والوں کی ہلاکت اسی کے ہاتھوں ہوگی۔ تو اسی وجہ سے فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرنا شروع کر دیا۔

اور کہا جاتا ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا کہ ایک منادی نے آسمان سے آواز لگائی جن لوگوں کو تو نے غلام بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو ایک ایسا بچہ دینے کا ارادہ کیا ہے جو تجھے اور تیری قوم کو ہلاک کر دے گا۔ اور ملک اور بادشاہت اس کے اور اس کی قوم کے پاس چلی جائے گی۔

جب فرعون بیدار ہوا تو اپنا خواب اپنی قوم کے سرکردہ لوگوں کو بتایا تو انہوں نے خواب کی بات کو ہلکا لیا اور کہنے لگے یہ بے حیثیت خواب ہے اس کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ آپ نے ایک لمبا عرصہ زندگی گزاری ہے کبھی آپ کو کوئی ناگوار چیز پیش نہیں آئی اور نہ ہی کسی دشمن کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ اپنے خواب کی وجہ سے پریشان نہ ہوں کیونکہ خواب سچے جھوٹے ہوتے رہتے ہیں۔ وہی ہوگا جو آپ چاہتے ہیں لیکن آپ پھر بھی اگر چاہیں تو نجومیوں اور کاہنوں سے پوچھ لیں، پیغام بھیج کر ان سب کو جمع کر لیں فرعون نے پیغام بھیج کر سب کو جمع کیا تو سب نے فرعون کو دلاسا دیا اور پہلے لوگوں جیسی باتیں کیں۔ پھر فرعون نے ان لوگوں کو کہا تم اپنے علوم میں دیکھو کیا تمہیں کوئی ایسی چیز نظر آتی ہے جو مجھے میرے ملک میں نقصان دے؟ تو انہوں نے کہا ہمیں چالیس دن کی مہلت دیں ہم اس بارے میں غور و فکر کر لیں۔ فرعون نے ان کو مہلت دے دی تو نجومی پہاڑ پر چڑھ گئے اور ستاروں میں غور و فکر کرنے لگے اور کاہن اپنے شیطانوں سے پوچھنے لگے تا کہ وہ ان کو کوئی خبر دیں تو اللہ تعالیٰ نے عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کو وحی کی کہ میں اسکندریہ کے علاقوں میں بنی اسرائیل میں سے ایک بچہ پیدا کرنے والا ہوں اس بچہ کی والدہ اس کے ساتھ جمعہ کی رات کو فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ میں حاملہ ہوگی اور یہ حمل رات کی تین گھڑیاں گزرنے کے بعد ہوگا۔ تو عرش کو اٹھانے والے فرشتوں نے یہ خبر تمام آسمانوں کے فرشتوں کو دی اور فرشتوں نے آپس میں ایک دوسرے کو۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جن و شیاطین آسمان سے باتیں چوری کر لیتے تھے۔ قرآن مجید میں بھی اس کا تذکرہ ہے جب شیطانوں نے یہ بات سنی تو کاہنوں کو بتائی اور نجومیوں نے ستاروں کی

چال میں دیکھ کر نتیجہ اخذ کیا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو فرعون کی بادشاہت کے خاتمہ اور ہلاکت کا سبب بنے گا۔ یہ سب لوگ فرعون کے پاس گئے اور اس کو یہ خبر دی اور اس بچہ کا وقت پیدائش بھی بتایا۔ فرعون نے پوچھا اس بچہ کے دنیا میں نہ آنے کا حیلہ کیا ہے؟ نجومیوں اور کاہنوں نے جواب دیا کہ اس رات میں تمام مرد اپنی عورتوں سے الگ رہیں، کوئی مرد اس رات کو اپنی بیوی کے قریب نہ جائے۔ فرعون نے کہا میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟ نجومیوں اور کاہنوں نے کہا آپ اپنا منبر شہر سے باہر صحراء میں لگوائیں اور اس پر بیٹھ جائیں اور لوگوں میں اعلان کرادیں کہ وہ آپ کے دیدار کے لئے آئیں۔ فرعون عام لوگوں کے سامنے ظاہر نہ ہوتا تھا بالخصوص بنی اسرائیل کے سامنے تو بالکل بھی نہ آتا تھا۔ جب کسی سواری پر جانے لگتا تو لوگوں میں اعلان کیا جاتا تھا کہ اپنے گھروں میں گھس جائیں اگر باہر کوئی آدمی چلتا ہوا مل جاتا تو اس کو حکم دیا جاتا کہ وہ اپنا چہرہ زمین پر رکھ دے تاکہ وہ فرعون کو نہ دیکھ سکے۔ وہبؒ فرماتے ہیں فرعون نے نجومیوں اور کاہنوں کو کہا تم میرے پاس اس سے زیادہ سخت چیز اور کوئی نہیں لائے پھر ایک شخص کو لوگوں میں اعلان کرنے کا حکم دیا اس نے اعلان کیا کہ بادشاہ نے تمہارے لئے اپنا دیدار مباح کر دیا ہے اور اپنے خزانے سے تمہیں دینے کے لئے ڈھیر سارا مال نکالا ہے تو لوگ جلدی سے جمع ہو گئے خصوصاً بنی اسرائیل کے لوگ۔ تو فرعون سب لوگوں کے سامنے آیا ان کو خطبہ دیا اور ان سے وعدہ لیا اور احسان یاد دلائے اور بنی اسرائیل سے نرم لہجہ میں بات کی اور ان کو انعامات بھی دیئے تو بنی اسرائیل بہت خوش ہوئے کیونکہ لوگوں کو بہت سختیاں دیکھنے کے بعد یہ خوشی ملی تھی۔ فرعون انعامات دینے سے فارغ ہوا تو سورج غروب ہو چکا تھا وہ لوگوں کو کہنے لگا میں یہ چاہتا ہوں کہ آج کی رات تم یہاں میرے پاس گزارو اور ہم کل صبح شہر واپس چلے جائیں گے۔ لوگوں نے خوشی سے اس کی بات قبول کر لی۔ یہ وہی جمعہ کی رات تھی جس کے بارے میں فرعون کو کاہنوں نے خبردار کیا تھا۔ پھر فرعون نے ایک سواری منگوائی اور اس پر سوار ہو گیا۔ فرعون کو سواری کے لئے سیاہ رنگ کا جانور بہت پسند تھا فرعون کے ساتھ ہامان اور اس کی قوم کے سرکردہ لوگ بھی ہمرکاب ہو گئے۔ جب فرعون اسکندریہ کے دروازے پر پہنچا تو رفقاء کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کی چھاؤنی میں واپس چلے جائیں اور وہیں ان کے ساتھ رات گزاریں اور ان کا پہرہ دیں۔ ان میں سے کوئی شخص صبح تک اپنے گھر اور اپنی بیوی کی طرف واپس نہ جا سکے تاکہ کسی عورت کو بچہ کا حمل نہ ہو سکے۔ فرعون کے رفقاء واپس چلے گئے اور اسکندریہ کے دروازوں کی چابیاں حضرت عمران کے پاس ہوتی تھیں، اسکندریہ اس زمانہ میں فرعون کا دارالحکومت تھا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ فرعون کا مسکن سرزمین مصر کا ایک شہر تھا جس کا نام عین الشمس تھا اس شہر کے دروازوں کی چابیاں حضرت عمران کے پاس تھیں تو فرعون نے حضرت عمران کو بلایا اور کہا شہر کی چابیاں لاؤ میں اندر جانا چاہتا ہوں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ فرعون نے یہ کام اپنی اہلیہ کے ساتھ خلوت اختیار کرنے کے لئے کیا تھا۔ اس نے

سوچا اگر کاہنوں اور نجومیوں کی بات سچی ہوئی تو شاید آج میرا ہی بچہ پیدا ہو کیونکہ اس کی بیوی بنی اسرائیل سے تعلق رکھتی تھی تو اس طرح میری حکومت چھن کر میرے ہی بچہ کے پاس جائے گی۔ تو حضرت عمران نے فرعون کو کہا اے بادشاہ سلامت! آپ شہر میں تنہا داخل نہ ہوں ہو سکتا ہے کہ کوئی آپ کے کسی دشمن کو یہ بات بتا دے تو اس میں ہم سب کی بربادی ہے۔ آپ لوگوں کے مکروفریب تو اچھی طرح جانتے ہیں تو یہ بات فرعون کے دل کو لگی وہ کہنے لگا اے عمران! آپ نے سچ کہا ہے اور میرے ساتھ خیر خواہی کی ہے اور یہ کوئی آپ کی پہلی خیر خواہی اور محبت نہیں ہے۔ آپ بھی میرے ساتھ شہر میں داخل ہوں کیونکہ آپ اس کا زیادہ حق رکھتے ہیں اور مجھے آپ پر زیادہ اعتماد ہے کیونکہ فرعون کی نگاہ میں حضرت عمران کا بہت مرتبہ تھا۔ تو حضرت عمران بھی فرعون کے ساتھ شہر میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ جب فرعون اپنے محل تک پہنچا تو کہنے لگا عمران آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کو اپنے خواص چھوڑ کر اپنے ساتھ شہر میں داخل کیا ہے کیونکہ آپ پر پورا بھروسہ ہے۔ اس لئے آپ صبح تک میرے دروازے کی چوکھٹ نہ چھوڑنا اور نہ اپنے کپڑے اتارنا۔ عمران نے کہا اے میرے آقا! بالکل ٹھیک ہے اور فرعون یہ کہہ کر اپنے محل میں داخل ہو گیا اور حضرت عمران نے دروازہ بند کر لیا۔ حضرت عمران وہ رات دروازہ کی چوکھٹ پر ہی گزار رہے تھے، جب رات کی تین گھڑیاں (تین پہر) گزر گئے تو عمران کی اہلیہ کو کسی طرح یہ پتہ چل گیا کہ فرعون شہر میں داخل ہوا ہے اور اس کے ساتھ ان کے خاوند عمران بھی ہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ عورتیں شہر کا چکر لگانے کے لئے گھروں سے نکلیں کیونکہ اس رات شہر میں کوئی مرد نہ تھا ان عورتوں کو فرعون کے شہر میں داخل ہونے کا علم نہیں تھا۔ جب یہ عورتیں فرعون کے دروازہ پر پہنچیں اور حضرت عمران کی اہلیہ نے اپنے خاوند کو دیکھا تو رات کو انہی کے پاس رک گئیں اور حضرت عمران کے ملاپ کی وجہ سے حمل ہو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر و کاریگری کی بڑی عجیب و حیران کن صورت ہے تو حضرت عمران نے کہا اے بیگم! میرا گمان ہے کہ یہ وہی بچہ ہے فرعون جس کی تلاش میں ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ آپ کو حمل ہو چکا ہے اب آپ نے کسی کو بھی ہمارے بارے میں کچھ نہیں بتانا کیونکہ فرعون نے آج کی رات مردوں کو عورتوں کے قریب جانے سے روکا ہے کیونکہ کاہنوں اور نجومیوں نے اس کو یہ بات بتائی ہے اور ساری بات اپنی اہلیہ کو بتا دی۔ اور میرے علم میں ہمارے علاوہ آج بنی اسرائیل میں سے کوئی آدمی اپنی بیوی کے قریب نہیں گیا۔ آپ یہ بات کسی کو نہ بتانا یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو نبی بھی پیدا ہوتے تو آسمان میں ان کے ایک ستارہ طلوع ہو جاتا تھا جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو موسیٰ علیہ السلام کا حمل ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کا ستارہ طلوع ہو گیا اور نجومیوں اور کاہنوں نے وہ ستارہ دیکھ لیا، اس ستارے کو ان لوگوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اس ستارے کی روشنی باقی ستاروں کی بنسبت زیادہ تھی تو نجومی جان گئے کہ یہ ستارے والا کامیاب ہو گیا اور ضرور یہ اسی بچہ کا ستارہ ہے جس

کی ان کو خبر دی گئی تھی تو نجومی اور کاہن چیختے چلاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور اپنے چہروں کو نوچنے لگے اور اپنے کپڑے پھاڑ دیئے۔ چیخ و پکار کی آواز فرعون تک پہنچی تو وہ سخت گھبراہٹ میں مبتلا ہو کر اس دروازے کی طرف دوڑا جس پر حضرت عمران موجود تھے۔

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ فرعون شہر میں داخل نہیں ہوا تھا لیکن اس نے شہر کے ہر دروازے پر اپنا قابل بھروسہ آدمی تعینات کر دیا تھا اور ان قابل بھروسہ آدمیوں میں حضرت عمران بھی تھے۔ جب شہر خالی ہو گیا تو عورتیں شہر کا چکر لگانے کے لئے گھروں سے باہر نکل آئیں تو خواتین کی ایک جماعت جن میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بھی تھیں، ٹہلتے ٹہلتے اس دروازہ تک پہنچ گئیں جس کا پہرہ حضرت عمران دے رہے تھے تو حضرت عمران نے ان کو اپنے پاس روک لیا اور ان سے تعلق قائم کیا جس سے وہ حاملہ ہو گئیں۔ جب فرعون دروازے کے پاس پہنچا تو کہنے لگا اے عمران! یہ شور اور آوازیں کیسی ہیں؟ حضرت عمران نے جواب دیا میرا خیال ہے کہ یہ بنی اسرائیل کی آوازیں ہیں وہ آپ کے عطایا اور دیدار اور آپ سے گفتگو کرنے کی وجہ سے خوشی میں آپے سے باہر ہو رہے ہیں۔

فرعون نے کہا اسی وجہ سے لیکن اس رات صبح تک اس کے دل کو قرار نہ آیا۔ جب صبح ہوئی تو فرعون نے عمران کو کہا اے عمران! لوگوں سے پوچھیں کہ رات کو کیسا شور تھا؟ تو حضرت عمران نے جا کر پوچھا تو کاہن اور نجومی کہنے لگے یہ ہمارا شور تھا کیونکہ ہماری تدبیر کارگر ثابت نہیں، ہوئی ہم نے بادشاہ کو جس بچہ کا بتایا تھا اس کی والدہ رات کو حاملہ ہو گئی ہیں۔ جب حضرت عمران کے سامنے یہ بات کھلی تو انہوں نے دل میں جان لیا کہ وہ بچہ انہی کا ہی ہے تو بات دل میں چھپاتے ہوئے کاہنوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ تمہارا قصور ہے تم نے بادشاہ کو دھوکہ دیا ہے حتیٰ کہ لوگوں کے سامنے بادشاہ کا چہرہ ظاہر کرا دیا اور لوگوں میں اتنا خزانہ بھی تقسیم کروایا لیکن یہ سب بے سود رہا۔ پھر حضرت عمران ان لوگوں کو فرعون کے پاس لے گئے جیسے ہی ان لوگوں نے فرعون کو دیکھا تو چیخ و پکار شروع کر دی اور کپڑے پھاڑنے لگے اور اپنے چہرے نوچنے لگے اور اپنے سروں پر مٹی ڈالی۔ فرعون نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تو یہ سب سجدہ میں گر کر کہنے لگے اے بادشاہ سلامت! آپ لامحدود زمانہ تک زندہ رہیں اس بچہ کا حمل ہو چکا ہے جس کا تذکرہ ہم نے آپ کے سامنے کیا تھا اور گزشتہ شب اس کا ستارہ بھی طلوع ہو چکا ہے۔

تو فرعون نے ان لوگوں کو کہا تم لوگ اپنے مشوروں کی وجہ سے قتل کے مستحق ہو، تم نے لوگوں کے سامنے میرا چہرہ ظاہر کرایا اور میں نے بغیر کسی فائدہ کے لوگوں میں اپنا مال تقسیم کیا تو ان لوگوں نے عرض کی اے بادشاہ سلامت اس بچہ کی پیدائش تک ہمیں مہلت دیں وہ ہم سے مخفی نہ رہے گا جیسے ہی وہ پیدا ہوا ہم آپ کو اطلاع کریں گے آپ اس کو پکڑ کر قتل کر دینا تو فرعون نے ان لوگوں کے قتل کا ارادہ موخر کر دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ جب حاملہ ہوئیں تو نہ ان کا رنگ متغیر ہوا اور نہ ہی پیٹ اور سینہ ظاہر ہوا اور نہ حاملہ عورتوں جیسی کوئی علامت ظاہر ہوئی اور کسی نے ان کی طرف توجہ نہیں کی کیونکہ جب یہ بات

ثابت ہوگئی کہ اس بچہ کی والدہ حاملہ ہو چکی ہے تو فرعون نے لڑکوں کے قتل کرنے اور لڑکیوں کے زندہ چھوڑنے کا حکم دے دیا اور بنی اسرائیل کی ہر دس عورتوں پر ایک قبطی عورت کو نگران بنا دیا کہ ان عورتوں کی نگرانی کرے ،جب کسی عورت کے ہاں ولادت ہوتی تو وہ دیکھتے اگر لڑکا ہوتا تو اس کو قتل کر دیتے اور اگر لڑکی ہوتی تو اس کو چھوڑ دیا جاتا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَ كُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَ كُمْ [سورة البقرة:49].

(ترجمہ) تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے.

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر کوئی نگران نہ تھی، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نجات دینے کے لئے کیا تھا۔

وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ o وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ [القصص:6-5]

(ترجمہ) اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو ملک میں کمزور ہو کر رہ گئے تھے اور ہم ان کو سردار بنائیں اور ان کو مالک بنائیں۔ اور ان کو ملک میں حکومت دیں اور فرعوں اور ہامان کو اور ان کے لشکروں کو ان (بنی اسرائیل) کے ہاتھ سے وہ واقعات دکھائیں جن سے ان کو خطرہ تھا)۔

مؤرخین فرماتے ہیں بچوں کا قتل عام جاری رہا یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ہاں ولادت ہوگئی جیسے ہی موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو نجومیوں نے دیکھا کہ ستارہ مزید روشن ہوگیا ہے انہوں نے فرعون کو بتایا کہ اے ہمارے آقا وہ بچہ پیدا ہو چکا ہے جب فرعون نے یہ بات سنی تو اس کی روح پرواز کرگئی اور عقل ماؤف ہوگئی اور نجومیوں سے پوچھنے لگا اب اس بچہ کو پکڑنے کا حیلہ کیا ہے؟ تو نجومیوں اور کاہنوں نے کہا آپ اپنا منبر پھر اسی جگہ لگوائیں اور لوگوں میں اعلان کر دیں کہ بنی اسرائیل کی جس حاملہ عورت کا بچہ ایک مہینہ کے اندر پیدا ہوا ہے وہ اس بچہ کو لے کر بادشاہ کے پاس آئے۔ بادشاہ نے جیسے ان کے خاوندوں کا اکرام کیا تھا ویسے ہی اب ان عورتوں کا اکرام کرنا چاہتا ہے۔ جب عورتیں یہ اعلان سنیں گی تو لالچ میں اپنے بچے آپ کے پاس لے آئیں گی آپ ان بچوں کو لے کر لڑکوں کو قتل کروا دینا اور لڑکیوں کو چھوڑ دینا۔ تو فرعون نے ایسا ہی کیا جب فرعون کے پاس بنی اسرائیل کی عورتیں اپنے بچے لے کر جمع ہوگئیں تو فرعون نے لڑکوں کو ذبح کرا دیا اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا۔

وہبؒ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس ایک دن میں موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں ستر ہزار بچے قتل کئے گئے تھے۔

اور حضرت زہریؒ سے روایت ہے کہ جس مہینے میں موسیٰ علیہ السلام بن عمران کی ولادت ہوئی اس مہینہ میں بیس ہزار بچے پیدا ہوئے ان میں سے صرف ایک لڑکا تھا باقی ساری لڑکیاں تھیں۔ وہ ایک لڑکا بھی موسیٰ علیہ

السلام کے شبہ میں قتل کر دیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات عطا کی۔ پھر فرعون نے اپنی قابل اعتماد عورتوں کو بنی اسرائیل کی عورتوں پر نگران مقرر کیا اور ساری دائیوں کو جمع کر کے کہا جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دو اور نگران عورتوں کو کہا کہ وہ دائیوں کی تفتیش کرتی رہیں اگر کوئی دائی چھپائے تو اس کو بھی قتل کر دیں۔

اور مجاہدؒ سے روایت ہے کہ فرعون نے دائیوں کو حکم دیا، انہوں نے حاملہ عورتوں کو جمع کر لیا پھر انہوں نے بانس کی درزوں میں چھریاں پھنسا دیں اور حاملہ عورتوں کو ان پر بیٹھنے کا کہا جاتا، اس تکلیف کی وجہ سے بچہ ساقط ہو جاتا۔ وہبؒ فرماتے ہیں جب فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرانا شروع کیا تو اس کی قوم کے سرکردہ لوگ جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا کہ بنی اسرائیل کے چھوٹے بچوں کو ذبح کیا جا رہا ہے اور ان کے بڑے ایک دن مر جائیں گے اسی طرح بنی اسرائیل فنا ہو جائیں گے تو ہم بغیر غلاموں کے رہ جائیں گے۔ تو آپ بنی اسرائیل کی بقاء کے لئے کچھ اقدامات کریں تو فرعون نے حکم دیا کہ لڑکوں کو ایک سال قتل کیا جائے گا اور ایک سال چھوڑ دیا جائے تو حضرت ہارون علیہ السلام امن کے سال پیدا ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف اور قتل کے سال۔ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے ایک سال بڑے تھے۔

اور وہبؒ فرماتے ہیں ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کی ایک ہمشیرہ بھی تھیں جو ہارونؑ سے تین سال بڑی تھیں یہ کالوب بن یوفنا بن فارض بن یہوذا بن یعقوبؑ کی اہلیہ تھیں۔ ہارونؑ اور ان کی بہن بچوں کے قتل کا حکم جاری ہونے سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔

محمد بن اسحاق کی روایت کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نسب نامہ یہ ہے نحیبہ بنت شموئیل بن برکیا بن بقیشا بن ابراہیمؑ۔ اور وہبؒ فرماتے ہیں ان کا نام باختہ تھا یہ حضرت عمران کے چچا لاوی کی بیٹی تھیں۔

اور بعض نے کہا ہے ان کا نام فاختہ تھا یہ ٹھیک نہیں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا وقت قریب آیا اور ان کی والدہ کو درد شروع ہوا تو فرعون کی مقرر کردہ دائیوں میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی سہیلی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے پیغام بھیج کر اس کو بلایا اور کہا کہ آج آپ کی دوستی مجھے کچھ نفع دے گی؟ اس نے کہا میں اس کی کوشش کروں گی جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور دائی نے ان کو بوسہ دیا تو موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر ایک نور دیکھا جس کی وجہ سے دائی کے جوڑوں پر رعشہ طاری ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی محبت اس کے دل میں داخل ہو گئی تو اس دائی نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کہا مجھے آپ کے بچے سے اتنی محبت ہو گئی ہے جتنی آج تک کسی سے نہیں ہوئی۔ آپ اس کی حفاظت کریں میرا خیال ہے کہ یہی بادشاہ کا دشمن ہے۔ میں اس بات کو چھپاؤں گی لیکن چوکیداروں نے مجھے آپ کے گھر داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور ان کو معلوم ہے کہ میں دائی ہوں وہ مجھ سے ضرور پوچھیں گی میں کہوں گی کہ میں ملاقات کرنے گئی تھی انہوں نے میری بات مان لی تو ٹھیک ورنہ وہ آپ کے

بچہ کو تلاش کریں گے اور آپ کے گھر کی تلاشی لی جائے گی۔ اب آپ دیکھ لیں کیا کرنا ہے؟ جب دائی گھر سے نکلی تو چوکیداروں نے یہ بات نہیں مانی اور گھر کے اندر داخل ہونے کا ارادہ کرلیا، گھر میں تندور بھڑک رہا تھا موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے جب شور شرابہ سنا تو خوف کی وجہ سے عقل ماؤف ہوگئی اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بھڑکتے ہوئے تندور میں رکھ دیا۔ چوکیدار گھر میں داخل ہوئے تو کچھ نظر نہیں آیا اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پرسکون حال میں نظر آئیں، ان کا رنگ بھی تبدیل نہیں ہوا اور نہ کوئی کمزوری ظاہر ہوئی تھی تو چوکیداروں نے پوچھا دائی آپ کے پاس کیوں آئی تھی؟ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے فرمایا وہ میری سہیلی ہے، ملنے آئی تھی۔ چوکیدار واپس چلے گئے اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے حواس بحال ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ سے پوچھا وہ بچہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا میں نہیں جانتی اور اسی دوران موسیٰ علیہ السلام کے رونے کی آواز تندور سے آنے لگی تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ تندور پر گئیں تو موسیٰ علیہ السلام بالکل صحیح وسالم تھے آگ نے آپؑ کو ذرا سا نقصان بھی نہیں پہنچایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ [سورة القصص:7]

(ترجمہ) اور ہم نے موسیٰؑ کی والدہ کو حکم بھیجا کہ اس کو دودھ پلاتی رہ پھر جب تجھے اس کا ڈر ہو تو اس کو دریا میں ڈال دے)۔

اور ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ان کی والدہ کے سوا صرف ان کی ہمشیرہ مریم کو علم تھا اور ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خوف لاحق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی:

اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ [سورة طٰه:39].

(ترجمہ) کہ اس کو صندوق میں ڈال دے پھر اس کو دریا میں ڈال دے۔ یعنی دریائے نیل میں۔

ضحاکؒ فرماتے ہیں پھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بڑھئی کے پاس گئیں ایک چھوٹا سا تابوت خریدا تو بڑھئی پوچھنے لگا آپ اس چھوٹے تابوت کا کیا کریں گی؟ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جواب دیا اس میں اپنا بیٹا چھپاؤں گی ان کو جھوٹ بولنا گوارا نہ ہوا اس لئے سچ بول دیا اور کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے فرمایا کہ میرا بچہ ہلاک ہوگیا ہے میں اس میں اسے دفن کروں گی تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ تابوت خرید کر چلی گئیں تو بڑھئی ذبح کرنے والے ہرکاروں کے پاس گیا تاکہ ان کو موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں بتائے لیکن جیسے ہی اس نے بات کرنے کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان گنگ کردی وہ کچھ بول ہی نہ سکا اور اپنے ہاتھ سے اشارے کرنے لگا لیکن ذبح کرنے والوں کو پتہ نہ چل سکا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ تو انہوں نے اس کو مار کر بھگا دیا۔ جب وہ واپس اپنی دکان پر آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان کو جاری کردیا وہ پھر ذبح کرنے والوں کو

بتانے گیا جیسے ہی وہ ان کے پاس پہنچا اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان کو روک دیا، سپاہیوں نے اس کو پھر مارا اسی طرح تین دفعہ ہوا تو تیسری دفعہ اس نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو جاری کر دیں تو وہ پھر دوبارہ یہ کام نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی قوت گویائی لوٹا دی وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ یہ وہی بچہ ہے جس کا تذکرہ فرعون کو کیا گیا ہے، وہ اسی وقت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے تابوت میں موسیٰ علیہ السلام کے لئے پنگھوڑا بنایا اور موسیٰ علیہ السلام کو ایک کپڑے میں لپیٹ دیا موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ دھویا اور ان کو سرمہ لگایا اور ان کو دودھ پلا کر تابوت میں رکھ دیا اور دروازہ بند کر دیا۔

راوی کہتے ہیں جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو تابوت میں رکھا تو جادوگروں، کاہنوں اور نجومیوں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا ستارہ ماند پڑ گیا ہے اور یہ خوشخبری لے کر دوڑتے ہوئے فرعون کے پاس گئے اور کہنے لگے اے بادشاہ سلامت! آپ خوش ہو جائیں جس بچہ سے آپ ڈر رہے تھے اس کا ستارہ ماند پڑ چکا ہے تو فرعون خوش ہو گیا اور اس کا غم کافور ہو گیا اور ان لوگوں کو بڑے انعامات دینے کا حکم جاری کیا۔ وہ انعامات لے کر گھروں کو چلے گئے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ فرعون کی صرف ایک بیٹی تھی جو حضرت آسیہ سے نہیں تھی کسی اور بیوی سے تھی اور اس کے علاوہ فرعون کی کوئی اولاد نہیں تھی اور یہ ہر روز فرعون کے پاس تین دفعہ حاجت کرتی تھی، اس کے جسم پر شدید برص ظاہر ہو گیا تھا فرعون نے اس کے علاج کے لئے اطباء اور کاہنوں کو جمع کیا لیکن وہ اس کا علاج نہ کر سکے پھر کاہنوں نے فرعون کو کہا کہ یہ پانی سے ہی تندرست ہو سکتی ہے۔ نیل میں انسانی صورت کی ایک چیز پائی جاتی ہے اس کا لعاب لے کر اس کے برص پر مل دیا جائے تو یہ تندرست ہو جائے گی اور وہ چیز فلاں مہینہ کے فلاں دن سورج کے طلوع کے وقت نمودار ہو گی۔

راوی کہتے ہیں فرعون نے پیر کے دن نیل کے کنارے اپنی سابقہ مجلس کی جگہ مجلس لگائی اور اس کے ساتھ اس کی اہلیہ حضرت آسیہ بھی موجود تھیں۔ اچانک فرعون کی بیٹی اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی ہوئی آئی، وہ ان پر پانی اچھال رہی تھی۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے تابوت کو دریائے نیل کے سپرد کر دیا اور پانی موسیٰ علیہ السلام کو بہا لے گیا۔ جیسے ہی موسیٰ علیہ السلام نگاہوں سے اوجھل ہوئے، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس شیطان آیا اور ان کے دل میں پچھتاوا پیدا کیا، وہ دل میں کہنے لگیں اگر میرا بیٹا میرے سامنے ذبح کر دیا جاتا تو میں اس کو اپنے ہاتھوں سے کفن دیتی اور اس کو دفن کرتی تو میرے دل کو تسلی ملتی یہ بہتر تھا۔ اب تو میں نے اس کو پانی میں ڈال دیا ہے اس کو سمندر کے جاندار کھائیں گے تو قریب تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ شدت غم میں لوگوں کے سامنے ساری بات ظاہر کر دیتیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو صبر عطاء کیا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَ اَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰی فٰرِغًا اِنۡ کَادَتۡ لَتُبۡدِیۡ بِہٖ لَوۡ لَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰی قَلۡبِهَا[القصص:10]
(ترجمہ)اور صبح کو موسیٰ کی والدہ کے دل میں قرار نہ رہا قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال ظاہر کردیتی اگر ہم نے اس کے دل کو مضبوط نہ کیا ہوتا۔

اور پانی اس تابوت کو بہاتا ہوا فرعون کی مجلس کے قریب لے آیا وہاں آکر تابوت ایک درخت سے اڑ گیا تو فرعون نے اس تابوت کو دیکھ کر کہا میں پانی میں کوئی چیز دیکھ رہا ہوں وہ میرے پاس لاؤ تو فرعون کے خدام اس تابوت کو فرعون کے پاس لے آئے اور بعض نے کہا ہے کہ جب تابوت درخت سے اڑ گیا تو فرعون کی بیٹی کی سہیلیاں اس کو فرعون کی بیوی کے پاس لائی تھیں۔

فرعون کے خدام نے اس تابوت کو کھولنے کی کوشش کی تو کامیاب نہ ہوسکے آخر کار حضرت آسیہ نے اس کو کھولا اور تابوت سے ایک نور بلند ہوتا دیکھا، جب اندر دیکھا تو ایک انتہائی خوبصورت بچہ تھا لوگوں نے اس سے زیادہ حسین وجمیل اور بارونق بچہ نہیں دیکھا تھا اس بچہ کا انگوٹھا اس کے منہ میں تھا اور وہ اس سے دودھ چوس رہا تھا تو حضرت آسیہ کے دل میں موسیٰ علیہ السلام کی محبت پیدا ہوگئی حتیٰ کہ حضرت آسیہ کا ہر عضو اور بال محبت کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی طرف مائل ہوگیا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَ اَلۡقَیۡتُ عَلَیۡکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیۡ [سورۃ طٰہٰ:39] (اور میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت ڈال دی)۔

پھر حضرت آسیہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس لائیں اور کہا دیکھو اس تابوت میں کیا ہے۔ جب فرعون نے اس بچہ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں بھی محبت ڈال دی اور فرعون کی بیٹی آئی اور اس بچہ کا لعاب لے کر اپنے جسم پر ملتی رہی اور اس کو بوسے دے کر اپنے سینے سے لگانے لگی تو وہ برص سے تندرست ہوگئی اور اس کو بھی بچہ سے شدید محبت ہوگئی۔

تو فرعون کے رفقاء نے کہا آپ اس بچے کے بارے میں غور وفکر کریں کہیں یہ وہی بچہ تو نہیں ہے جس سے آپ خوفزدہ تھے، اس کو آپ کے خوف سے پانی میں نہ ڈال دیا گیا ہو آپ اس کو قتل کرادیں تو فرعون نے اس کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اس کی اہلیہ نے کہا:

وَ قَالَتِ امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ عَیۡنٍ لِّیۡ وَ لَکَ لَا تَقۡتُلُوۡہُ عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا [سورۃ القصص:9]

(ترجمہ)اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو مت مارو کچھ بعید نہیں کہ ہمارے کام آئے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں۔

اس کے ہاں ولادت نہ ہوتی تھی تو اس نے فرعون کو کہا یہ بچہ مجھے دے دیں میں اس کو اپنا بچہ بناؤں گی تو فرعون نے بچہ اپنی بیوی کو دے دیا اور کہنے لگا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اور ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں اگر فرعون اپنی بیوی کی طرح کہہ دیتا کہ یہ بچہ میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت عطاء فرماتے اور موسیٰ علیہ السلام سے اس کو کچھ نقصان نہ ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ بات کہنا اس پر حرام کردی، ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کا نام موشی رکھا کیونکہ عبرانی زبان میں مو پانی اور شی درخت کو کہتے ہیں انہوں نے کہا ہمیں یہ بچہ پانی اور درخت کے درمیان سے ملا ہے تو ہم ان دونوں کا نام اس بچہ کو دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَالۡتَقَطَہٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِیَکُوۡنَ لَہُمۡ عَدُوًّا وَّحَزَنًا [سورۃ القصص:8]

(پھر فرعون کے گھر والوں نے موسیٰؑ کو اٹھالیا تاکہ وہ ان کا دشمن اور غم کا باعث بنے)۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل کو صبر سے باندھ دیا تو وہ اپنی بیٹی موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کے پاس گئیں اور ان کو کہا کہ آپ نیل کے ساحل پر تابوت کے پیچھے چلتی جاؤ اور مجھے اس تابوت کی پوری جانکاری دو تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَ قَالَتۡ لِاُخۡتِہٖ قُصِّیۡہِ فَبَصُرَتۡ بِہٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّ ہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ [سورۃ القصص:11].

(اور موسیٰؑ کی بہن سے ماں نے کہا موسیٰؑ کا سراغ لگاؤ تو وہ موسیٰؑ کو اجنبی ہو کر دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو خبر نہ ہوئی۔

پھر فرعون کے گھر والوں نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے دودھ پلانے والی کا انتظام کرنے کے لئے عورتوں کو پیغام دے کر بلوایا لیکن موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ قبول نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ حَرَّمۡنَا عَلَیۡہِ الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ [سورۃ القصص:12].

(ترجمہ) اور ہم نے پہلے ہی سے دائیوں کو موسیٰؑ سے روک رکھا تھا۔

یہ بات فرعون کی بیوی پر بہت گراں گزری جب موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے ان لوگوں کی بے قراری اور تڑپ دیکھی تو کہا:

ہَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰۤی اَہۡلِ بَیۡتٍ یَّکۡفُلُوۡنَہٗ لَکُمۡ وَ ہُمۡ لَہٗ نٰصِحُوۡنَ [سورۃ القصص:12].

(ترجمہ) میں تمہیں ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤ جو اس کو تمہارے لئے پال دیں اور اس کی خیر خواہی کریں۔

راوی کہتے ہیں یہ بات سنتے ہی ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو گھیر لیا اور پوچھا آپ کون ہو؟ اور یہ بچہ کون ہے؟ آپ کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ گھر والے اس کے ساتھ خیر خواہی کریں گے؟ موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے جواب دیا کیونکہ یہ بچہ آپ لوگوں اور بادشاہ سلامت کا قریبی ہے اس لئے میں نے کہا کہ وہ گھر والے اس کی خیر خواہی کریں گے تو موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو کہا گیا آپ جا کر ان خاتون کو لے آئیں جن کا آپ نے تذکرہ کیا ہے تو موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ دوڑ کر والدہ کے پاس پہنچیں اور ان کو ساری بات بتائی اور موسیٰ علیہ

السلام کی والدہ شکر ادا کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئیں تو ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کوان کے حوالے کردیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جیسے ہی موسیٰ علیہ السلام کو اپنی گود میں لیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کی خوشبو سونگھی تو خاموش ہوگئے اور دودھ قبول کرلیا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے آنے سے پہلے رات کو سکون نہ لیتے تھے، ساری رات روتے تھے اور فرعون کی بیوی موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے ساری رات جاگتی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو شہد اور دودھ وغیرہ پلانے کی کوشش کرتی تھی جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کا دودھ قبول کرلیا تو آسیہ بہت زیادہ خوش ہوئیں اور سارے لوگ اس وجہ سے پرسکون ہوگئے اور آسیہ کے حکم پر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے لئے محل میں ایک حصہ خالی کردیا گیا اور محل کے خدام ان کی ضرورت کے مطابق ان کے لئے متعین کردیئے گئے۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا کھانا پینا خدام لاتے اور بادشاہوں جیسے ٹھاٹھ شروع ہوگئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام پر خصوصی مہربانی اور انعام تھا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جب اپنا بیٹا مل گیا تو انہوں نے آسیہ سے کہا میں اپنے خاوند کا گھر نہیں چھوڑ سکتی کیونکہ گھر کے کام اور خاوند کی خدمت کرنی ہوتی ہے اگر آپ لوگوں کو اچھا لگے تو اس بچہ کو میں اپنے ساتھ گھر لے جاتی ہوں اور میں اس کی خوب دیکھ بھال کروں گی ورنہ آپ لوگ زیادہ بصیرت رکھتے ہو۔ تو آسیہ کے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو لے جانے کی اجازت دے دی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے گھر لے آئیں۔ اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے:

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ [سورة القصص:13].

(ترجمہ) غرض ہم نے موسیٰؑ کو اس کی ماں کی طرف پہنچا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غمگین نہ ہو۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ [سورة القصص:13] (اور تا کہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے)۔

یہ دونوں روایتیں تاریخی روایات میں منقول ہیں۔

راوی کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے ساتھ بڑی عزت واحترام کے ساتھ رہے حتیٰ کہ خوب نشو ونما پائی اور صحت مند ہوگئے اور بات چیت کرنے لگے۔ فرعون کی بیوی آسیہ ہر روز موسیٰ علیہ السلام کو بلواتیں اور اپنی گود میں لے لیتی اور اپنے سینے سے لگا کر بوسے دیتی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی بھی عزت کرتی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے والدین کے گھر میں رہتے تھے جب بھی آسیہ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا چاہتیں تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو پیغام بھیج دیتیں وہ موسیٰ علیہ السلام کو لے آتیں اور ان دونوں ماں بیٹے کے آگے اور ارد گرد گھوڑے اور خدام ہوتے، یہ اسی پرشکوہ طریقہ سے آسیہ کے پاس آتے۔

وہبؒ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام بات چیت کرنے لگے تو ایک دن آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو پیغام بھیجا کہ میرے بچے کو میرے پاس لے آئیں، میں اس کو دیکھنا چاہتی ہوں تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایک دن کا وعدہ کرلیا کہ فلاں دن لاؤں گی اور فرعون کی بیوی نے اپنے خدام اور منتظمین کو حکم دیا کہ ہر ایک تحفے تحائف لے کر میرے بیٹے کا استقبال کرے۔ تو خدام اور منتظمین ہدیہ دینے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے لگے اور آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس سواریاں، چمڑے کی زینیں، اور خدمت کے لئے لڑکے بھیجے اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ان سواریوں پر بٹھایا گیا اور موسیٰ علیہ السلام والدہ کے گھر سے نکلے تو ہر طرف سے تحائف کا سلسلہ شروع ہوگیا اور یہ سلسلہ آسیہ تک پہنچنے کے بعد ختم ہوا۔ آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کو لے کر اپنی گود میں بٹھایا اور بوسہ دے کر اپنے سینے سے لگایا اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا خوب اعزاز و اکرام کیا۔ پھر اپنے خدام کو حکم دیا وہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس لے گئے، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر سینے سے لگایا اور اپنی گود میں بٹھا کر بوسہ دیا اور خوش ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو انعام واکرام دینے کا حکم دیا اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ فرعون کے محل میں پورے عزت و احترام کے ساتھ رہے، انہی جیسا کھانا کھاتے اور ان کے لئے نئے کپڑے تھے اور ان کی عمدہ سواریوں پر سوار ہوتے تھے حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے بغیر رہ نہ سکتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے بغیر کھاتا پیتا نہ تھا۔ جب بھی کچھ کھانے پینے لگتا موسیٰ علیہ السلام اس کی گود میں ہوتے، وہ اپنے ہاتھ سے موسیٰ علیہ السلام کو لقمے دیتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے یہاں تک کہ بھرپور جوان ہوگئے یہی بات فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہی تھی۔

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِیْنَ [سورۃ الشعرآء:18].

(ترجمہ) فرعون نے کہا ہم نے تمہیں اپنے ہاں بچپن میں پالا نہیں تھا اور تم ہمارے ہاں اپنی عمر کے کئی برس رہے ہو۔

مؤرخین فرماتے ہیں کہ جب کاہنوں نے فرعون کو بتایا کہ اس بچہ کا ستارہ چھپ گیا ہے اور یہ اس کی ہلاکت ہی کی وجہ سے ہوا ہے تو فرعون کو یہ یقین ہوگیا کہ اس کا دشمن ہلاک ہو چکا ہے، ادھر فرعون کی بیٹی کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے برص جیسے موذی مرض سے شفا عطاء کی تھی تو وہ اپنے باپ کو کہنے لگی اے ابا جان! آپ ایک دعوت کا اہتمام کریں اور اپنی قوم کے سرکردہ لوگوں کو بلائیں کیونکہ آپ کا دشمن ہلاک ہوگیا۔ آپ کامیاب ہوگئے اور مجھ سے برص کا مرض دور ہوگیا، اس کی خوشی منائیں تو فرعون نے دعوت تیار کرنے کا حکم دیا اور فرعون کی قوم کے سرکردہ لوگوں کو جمع کیا گیا پھر فرعون کے حکم پر موسیٰ علیہ السلام کو خوب اعزاز و اکرام کے ساتھ لا کر فرعون کی گود میں بٹھا دیا گیا۔ پھر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو ہامان کو دے دیا اس نے بھی موسیٰ علیہ السلام کو گود میں بٹھایا اسی طرح ہاتھوں ہاتھ تمام لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو پیار کیا کیونکہ وہ سب دیکھ چکے تھے

کہ فرعون کو اس بچہ سے شدید محبت ہے پھر موسیٰ علیہ السلام واپس فرعون کی گود میں آ کر بیٹھ گئے پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ بڑھا کر فرعون کی داڑھی کھینچی۔

اور بعض نے کہا ہے کہ فرعون کی داڑھی پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے طمانچہ مارا اور ایک اور روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے سامنے ایک بانس سے کھیل رہے تھے تو وہ بانس فرعون کے سر پر دے مارا۔ تو یہ بات فرعون اور اس کے حاضرین کو بڑی معلوم ہوئی تو وہ سب کہنے لگے اے بادشاہ سلامت! کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ کاہنوں اور نجومیوں نے ایک بچہ کے بارے میں بتایا تھا ہمارا خیال ہے کہ یہ وہی بچہ ہے تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ آسیہ نے یہ بات سنی تو دوڑتی ہوئی فرعون کے پاس آئی اور کہنے لگیں اے بادشاہ! اس بچے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ظاہر ہوئی ہے؟ یہ تو آپ مجھے ہبہ کر چکے تھے۔ تو فرعون نے کہا کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اس نے کیا کیا ہے؟ آسیہ نے کہا اے بادشاہ سلامت! یہ تو چھوٹا سا ناسمجھ بچہ ہے، اگر آپ چاہیں تو اس کا تجربہ کرلو تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ ناسمجھ بچہ ہے۔ فرعون نے پوچھا میں کیسے تجربہ کروں؟ اس نے کہا ایک تھال میں آپ انگارے، سونا اور موتی رکھ دیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کو سمجھ ہے یا نہیں؟ اگر وہ انگارے ہاتھ میں لے، تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ ناسمجھ ہے۔ فرعون نے ایسا ہی کیا اور موسیٰ علیہ السلام کے سامنے یہ چیزیں رکھوا دیں جب موسیٰ علیہ السلام نے سونے کو اٹھانے کا ارادہ کیا تو جبرائیلؑ آئے اور موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہاتھ مارا تو موسیٰ علیہ السلام نے انگارہ اٹھا لیا تو ہاتھ جلنے لگا، موسیٰ علیہ السلام نے جلدی سے وہ منہ میں ڈال لیا پھر جب زبان جلنے لگی تو اس انگارے کو باہر پھینک دیا تو اس جلن کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ایک گرہ باقی رہ گئی جس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْo يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ [سورة طٰه:28-27].

(ترجمہ) اور میری زبان سے گرہ کھول دے۔ کہ وہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

تو آسیہ نے فرعون کو کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ یہ ناسمجھ ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف سے فرعون کی توجہ موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے ہٹا دی۔ موسیٰ علیہ السلام اس وقت چار سال کے تھے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو خوب اچھی طرح پروان چڑھایا اور ان کی حفاظت کی۔ اور بنی اسرائیل مصر کے ایک محلہ میں رہتے تھے اور فرعون کی قوم دوسرے محلہ میں۔ جب موسیٰ علیہ السلام تیس سال کے ہو گئے تو بنی اسرائیل کے نوجوانوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا اور ان کے محلہ میں تشریف لے جاتے اور ان سے پوچھتے تم لوگ کب سے اس ظلم اور مشقت کا شکار ہو؟ وہ بتاتے کہ ایک لمبے زمانے سے، تو موسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے غمگین ہو جاتے پھر ان سے پوچھتے اور تم اپنی کتابوں میں فرعون سے چھٹکارے کا کوئی راستہ پاتے ہو؟ وہ بتاتے کہ ہم نے اپنی کتابوں میں یہ لکھا پایا ہے کہ ہماری نجات بنی اسرائیل کے ایک نوجوان کے ہاتھ پر ہوگی اور اس کی جو صفات

کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں ایسے لگتا ہے کہ وہ آپ ہی ہو۔ موسیٰ علیہ السلام دراز قد، گندمی رنگ، حسین چہرے، گھنے بالوں والے نوجوان تھے۔ موسیٰ علیہ السلام میں تیس آدمیوں کی طاقت تھی۔

اور بعض نے کہا ہے کہ چالیس مردوں کی قوت تھی۔ پھر وہ لوگ بتاتے کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کے ہاتھ پر ہمیں راحت ونجات عطاء کریں گے۔ جس کے بارے میں ہم نے بتایا ہے وہ آپ جیسا ہوگا پھر اس کے بعد زمین ہماری ہو جائے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے پہلی مرتبہ فرمایا: مجھے امید ہے تمہاری نجات قریب ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے اے موسیٰ! فرعون کے سامنے ہماری سفارش کریں کہ وہ ہم سے ایک یا دو ماہ کچھ تخفیف کردے، پتھر اٹھا اٹھا کر اور محنت کر کے ہمارے بدن، ہماری کمریں اور کندھے پھوڑے کی طرح دکھتے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تم پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے وہ تمہارے گناہوں کی سزا ہے؟ وہ کہنے لگے ہم اس بات کو جانتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر کے تمہارا ملک تمہیں واپس کردیں تو تم اللہ تعالیٰ کا کیا شکر ادا کرو گے؟ بنی اسرائیل نے پوچھا کیا کبھی ایسا ہوسکتا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا امید ہے کہ جلد ایسا ہوگا۔

وہبؒ فرماتے ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی زبان پر وحی نازل ہونے سے پہلے حکمت کی باتیں جاری ہوتی ہیں تو بنی اسرائیل کہنے لگے اے موسیٰ! اگر ہم نجات پا گئے تو ہم اپنی نمازوں اور روزوں میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے اور ہم عنقریب مسکینوں کو کھانا کھلائیں گے اور ننگوں کو کپڑا پہنائیں گے اور اپنے رب کی اطاعت کریں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اپنی نیتوں میں سچے رہو کیونکہ میں نے سنا ہے کہ ایک بندہ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بتوں کو توڑ دیا، تو ان کی قوم نے ان کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان پر ٹھنڈک اور سلامتی والا بنا دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس کے یقین اور سچائی کا علم تھا۔ بنی اسرائیل کہنے لگے اے موسیٰ! وہ ہمارے پردادا ابراہیمؑ اور ہمارے والد اسرائیل کے دادا تھے۔ پھر ان میں سے ایک نوجوان جس کو کتاب اللہ اور انبیاء پر نازل ہونے والی باتوں کا علم تھا، اس نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خلوت اختیار کی اور کہا اگر مجھے آپ سے خوف نہ ہوتا تو میں آپ کو ایک سچی خبر دیتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ خوف نہ کرو اور مجھے بے خوف ہو کر ساری بات بتادو۔ اس نوجوان نے کہا میں جانتا ہوں کہ آپ ہی وہ نبی ہیں جن کی ہمیں امید ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس نوجوان کو فرمایا مجھے ساری بات بتاؤ۔ آسمان کے اس معبود کی قسم جو ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا معبود ہے میں آپ کی بتائی ہوئی باتیں پوشیدہ رکھوں گا۔ تو اس نوجوان نے کہا: ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے معبود کی قسم آپ ہی وہ نبی ہیں جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ ہماری مشکل دور کریں گے اور ہمارے دشمن کو ہلاک کریں گے۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی قسم میں تم لوگوں سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ فرعون کی مجھ سے محبت کی وجہ سے نہ میں اس محبت کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ تم سے جدا ہوسکتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرنے والے

ہیں۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام اپنی بھرپور جوانی کی عمر کو پہنچے جو تیس سال تھی تو پہچان گئے کہ حق فرعون کی مخالفت میں ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے حق بات کہنی شروع کردی اور کفر و شرک کی غیبت کرتے اور برائی کو برا کہتے اور نیکی کا حکم دیتے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ خوب ظاہر ہوگیا اللہ تعالیٰ کے فرمان میں اسی کا ذکر ہے:

وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسۡتَوٰۤی اٰتَیۡنٰهُ حُکۡمًا وَّ عِلۡمًا [سورۃ القصص:14].

(ترجمہ) اور جب موسیٰؑ اپنی بھری جوانی کو پہنچے اور پورے ہوگئے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا کیا۔

تو موسیٰ علیہ السلام کی شکایت فرعون کو کی گئی تو اس نے لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف دینے سے منع کرتے ہوئے کہا میں موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غور و خوض کروں گا اور فرعون کی قوم خوفزدہ تھی اس لئے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے دشمنی کی اور موسیٰ علیہ السلام کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔ یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کی قوم کے محلّہ میں احتیاطی تدابیر کرکے جاتے تھے تو ایک دن موسیٰ علیہ السلام ان کے محلّہ میں داخل ہوئے جس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے:

وَ دَخَلَ الۡمَدِیۡنَةَ عَلٰی حِیۡنِ غَفۡلَةٍ مِّنۡ اَهۡلِهَا [سورۃ القصص:15].

(ترجمہ) اور موسیٰؑ شہر میں ایسے وقت میں پہنچے جب لوگ بے خبر تھے۔

یہ چاشت کا وقت تھا۔

اور بعض نے کہا ہے مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت تھا تو اس میں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا:

هٰذَا مِنۡ شِیۡعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنۡ عَدُوِّهٖ [سورۃ القصص:15].

(ترجمہ) ایک تو ان کی قوم کا تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تھا۔

ایک اسرائیلی اور ایک قبطی تھا اور کہا جاتا ہے کہ قبطی فرعون کا باورچی تھا اور اس نے اسرائیلی باورچی کو لکڑیاں اٹھانے کے لئے پکڑ رکھا تھا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ وہ قبطی فرعون کے جانوروں کا سائیس تھا اور اس اسرائیلی سے اصطبل کی صفائی کرانا چاہتا تھا۔

فَاسۡتَغَاثَهُ الَّذِیۡ مِنۡ شِیۡعَتِهٖ عَلَی الَّذِیۡ مِنۡ عَدُوِّهٖ [سورۃ القصص:15].

(ترجمہ) پس جو ان کی قوم کا تھا اس نے موسیٰؑ سے اپنے دشمن پر مدد چاہی۔

موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو فرمایا اس کو جانے دے، قبطی نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خوب قوت عطاء کر رکھی تھی آپؑ نے قبطی کو ایک مکا مارا اور وہ وہیں مرگیا۔ موسیٰ علیہ السلام اس کو قتل نہیں کرنا چاہتے تھے تو موسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے غمزدہ ہوگئے کیونکہ نہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کا حکم دیا گیا تھا اور نہ ہی ایسا کرنے کی اجازت تھی اور قتل حقیقت میں تو حرام ہے لیکن اگر مالک حق اجازت دے دے تو جائز ہوجاتا

ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

هٰذَا مِنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيۡنٌ [سورۃ القصص:15].

(ترجمہ) یہ تو شیطانی حرکت ہے بے شک شیطان کھلا دشمن ہے غلطی میں ڈال دیتا ہے۔

پھر فرمایا:

قَالَ رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ فَاغۡفِرۡلِىۡ فَغَفَرَلَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ [سورۃ القصص:16] .

(ترجمہ) عرض کیا اے رب! میں نے اپنی جان کا برا کیا آپ مجھے بخش دے تو اللہ نے ان کو معاف کیا بلاشبہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ضحاکؒ فرماتے ہیں وحی آنے سے پہلے بھی موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں نور محسوس کرتے تھے لیکن جب اس آدمی کو قتل کیا تو وہ نور اٹھالیا گیا اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ فَاغۡفِرۡلِىۡ فَغَفَرَلَهٗ [سورۃ القصص:16].

(ترجمہ) اے رب! میں نے اپنی جان کا برا کیا آپ مجھے بخش دے تو اللہ نے ان کو معاف کیا۔اور نور واپس دے دیا۔

اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام اس کے بعد خوفزدہ سہمے سہمے رہتے تھے یہاں تک کہ آپؑ کے پاس وحی آگئی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی اے موسیٰ! جس انسان کو آپ نے قتل کیا ہے اگر اس نے ایک گھڑی کے لئے بھی میرے لئے یہ اقرار کیا ہوتا کہ میں اس کا خالق اور رازق ہوں تو میں آپ کو عذاب کا مزہ چکھاتا لیکن اس نے کبھی میرے لئے یہ اقرار نہیں کیا تھا تو میں نے آپ کو معاف کر دیا ہے۔اس وحی کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے دل کو اطمینان ہوا۔

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ فَلَنۡ اَكُوۡنَ ظَهِيۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِيۡنَ [سورۃ القصص:17].

(ترجمہ) عرض کیا اے رب! جیسا تو نے مجھ پر فضل کیا ہے میں پھر کبھی مجرموں کی مدد نہیں کروں گا۔

وہبؒ کی روایت کے مطابق بنی اسرائیل اور قبطیوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے۔

اور دیگر مؤرخین فرماتے ہیں کہ لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہی اس آدمی کو قتل کیا ہے قبطی لوگ اپنے آدمی کے قاتل کو تلاش کرنے لگے۔

فَاَصۡبَحَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ [سورۃ القصص:18].

(ترجمہ) پھر موسیٰؑ شہر میں صبح کے وقت ڈرتے ہوئے خبر لیتے ہوئے اٹھے۔

کہ مقتول کے بدلہ میں کس کو پکڑا جاتا ہے یا یہ خوف تھا کہ کہیں کسی کو پتہ نہ چل جائے کہ موسیٰ علیہ السلام نے

اس کو قتل کیا تھا تو اچانک موسیٰ علیہ السلام کے سامنے وہی اسرائیلی آ گیا جس نے گزشتہ روز موسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگی تھی آج پھر وہ چلا کر فریاد کر رہا تھا اور ایک دوسرا قبطی اس سے کوئی کام کروانے کے لئے اس کو پکڑے کھڑا تھا۔

اور وہبؒ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ موسیٰ علیہ السلام نے جس دن قبطی کو قتل کیا اس سے اگلے دن وہ اسرائیلی نوجوان گھر سے نکلا تو دوسرے قبطی کو دیکھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کر کے کہہ رہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہی ان کے آدمی کو قتل کیا ہے تو اسرائیلی نے قبطی کو کہا اگر تمہارا آدمی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں قتل کیا گیا ہے تو اس کے لئے خوشخبری ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں قتل کیا گیا ہے تو اس کے لئے ہلاکت و بربادی ہے تو قبطی کہنے لگا وہ میرے آقا فرعون کی فرمانبرداری میں قتل کیا گیا ہے تو اس اسرائیلی نے کہا تو نے جھوٹ کہا ہے۔ سید و آقا صرف اللہ تعالیٰ ہیں نہ کہ فرعون۔ تو قبطی اس اسرائیلی سے چمٹ گیا تا کہ اس کو گھسیٹ کر فرعون کے پاس لے جائے تو اسی دوران ان دونوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگی:

قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ [سورۃ القصص:18].

(ترجمہ) موسیٰؑ نے اس سے کہا بے شک تو ہی صریح گمراہ ہے۔

میں نے تیری وجہ سے گزشتہ روز ایک بندہ قتل کیا ہے اور تو چاہتا ہے کہ آج دوسرے بندے کو قتل کروں تو قبطی نے یہ بات سن لی۔

یہ وہبؒ کی روایت کے مطابق ہے اور دیگر مؤرخین فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے صرف اتنا فرمایا کہ تو واضح گمراہ ہے اور قبطی کو مارنے کا ارادہ کیا لیکن اسرائیلی سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کیونکہ اس کو ڈانٹا ہے اس لئے وہ اب اسی کو ماریں گے تو کہنے لگا اے موسیٰ! کیا آپ مجھے بھی ویسے ہی قتل کرنا چاہتے ہیں جیسے آپ نے گزشتہ روز ایک آدمی کو قتل کیا تھا۔ قبطی یہ بات سن کر فرعون کی طرف دوڑ پڑا اور وہبؒ کے قول کے مطابق قبطی نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات کہی تھی۔

اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَ مَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ [سورۃ القصص:19].

(ترجمہ) کیا مجھے قتل کرنا چاہتا ہے جیسے تو کل ایک شخص کو قتل کر چکا ہے تو چاہتا ہے کہ ملک میں زبردستی کرتا پھرے اور صلح کروانا نہیں چاہتا۔

اور قبطی نے فرعون کو جا کر بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے اور وہبؒ کے قول کے مطابق قبطی دوڑ کر فرعون کے پاس گیا اور کہا ہمیں اپنے گزشتہ روز قتل ہونے والے ساتھی کے قاتل کا پتہ چل گیا ہے وہ قاتل موسیٰ علیہ السلام ہیں اور فرعون کی قوم کے سرکردہ لوگ سر جوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشورہ کرنے بیٹھ گئے اور مشورہ کے بعد فرعون کو کہا موسیٰ علیہ السلام نے ہم میں سے ایک آدمی کو قتل کیا ہے آپ ہمیں ان سے قصاص

لے دیں۔فرعون نے کہا تم اس قتل پر گواہ پیش کرو تو وہ لوگ گواہ لانے گئے تو ایک شخص وہاں سے باہر نکلا:

رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى [القصص:20] (ایک شخص شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا)

موسیٰ علیہ السلام کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور کہا:

اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ [سورة القصص:20].

(ترجمہ) دربار والے آپؑ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو مار ڈالیں آپ نکل جائیے میں آپ کا خیر خواہ ہوں)۔

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں اس کا نام شمعان تھا اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا نام خبرئیل بن نوخابیل تھا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ خبرئیل فرعون کا چچا زاد بھائی تھا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ اسرائیلی تھا لیکن وہ فرعون کا خزانچی تھا اور فرعون سے اپنے ایمان کو چھپا کر یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ فرعون کے دین پر ہے۔

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ [سورة القصص:21] (پس موسیٰؑ وہاں سے ڈرتے ہوئے راہ دیکھتے ہوئے نکل گئے) تلاش کرنا۔

قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ [سورة القصص:22-21].

(ترجمہ) کہنے لگے اے رب! مجھے اس ظالم قوم سے بچالے اور جب موسیٰؑ نے مدین کی طرف رخ کیا تو کہا امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ پر لے جائے گا۔

کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کس طرف جا رہے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام شاہی لباس میں تھے تو راستے میں ایک چرواہے کو دیکھا تو اپنے کپڑے اس کی طرف پھینک دیئے اور اس کا جبہ لے لیا اور بغیر سفر خرچ، بغیر سواری اور بغیر رفیق سفر کے خوف کی حالت میں شہر سے باہر چل دیئے۔ دائیں بائیں بھٹکتے ہوئے چلے جا رہے تھے، راستے میں گھاس اور درختوں کے پتے کھاتے رہے حتیٰ کہ آپؑ کے ہونٹ مبارک پھٹ گئے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں راستے میں ایک ماہ لگا اور بعض نے کہا ہے کہ دس دن اور وہبؒ فرماتے ہیں آٹھ دن بعد موسیٰ علیہ السلام مدین پہنچ گئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ [سورة القصص:23] (اور جب مدین کے پانی پر پہنچے)۔

یہ مدین کا کنواں تھا جس سے وہ اپنے مویشیوں کو پانی پلاتے تھے۔

وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ [سورة القصص:23]

(ترجمہ) وہاں لوگوں کے ایک مجمع کو دیکھا جو پانی پلا رہے تھے۔ اپنے مویشیوں کو۔

وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ [سورة القصص:23]

(ترجمہ)اوران لوگوں سے ایک طرف (الگ) دوعورتوں کو دیکھا جواپنی بکریاں روکے کھڑی تھیں۔

اپنی بکریاں اس پانی سے جس سے لوگوں کے مویشی پانی پی رہے تھے، یہ دونوں شعیبؑ کی بیٹیاں تھیں اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں شعیبؑ کے بھتیجے بشیرون کی بیٹیاں تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ بشیرون اور شعیبؑ ایک ہی شخصیت کے دونام ہیں۔ شعیب عربی زبان میں اور بشیرون عبرانی زبان میں ہے (واللہ اعلم)

جب موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کو اس حال میں دیکھا تو ان کا دل پسیج گیا اور ان دونوں کے پاس آکر دریافت کیا:

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا [سورۃ القصص:23] (موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے)۔

آپ اپنی بکریوں کو کیوں نہیں چھوڑ رہیں کہ وہ لوگوں کی بکریوں کے ساتھ پانی پی لیں؟

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ [سورۃ القصص:23] (وہ بولیں ہم نہیں پلاتی)۔

ہمارے لئے یہ پانی پلانا ممکن نہیں ہے یہاں تک کہ:

يُصْدِرَ الرِّعَآءُ [سورۃ القصص:23] (چرواہے ہٹ نہیں جاتے)۔

تو اس وقت ہم اپنی بکریوں کو ان کا بچا کھچا پانی پلائیں گی اگر کچھ پانی بچ گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا ایسا کیوں ہے؟ ان دونوں نے کہا کیونکہ ہم ان کے دین کے علاوہ دوسرے دین پر ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا تم دونوں کون ہو؟ ایک نے کہا ہم دونوں شعیبؑ کی بیٹیاں ہیں اور وہ مسلمان ہیں اور یہ لوگ کافر ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تمہارے والد کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا:

وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ [سورۃ القصص:23] (اور ہمارا باپ بوڑھا ہے بڑی عمر کا ہے)۔

نابینا ہیں وہ گھر سے باہر نہیں آسکتے اور ہمارا کوئی اور نہیں ہے جو ہمارے مویشیوں کو پانی پلائے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں لڑکیوں کی بات سنی تو پانی پر موجود لوگوں سے آکر کہا تم ان دو کمزور عورتوں کی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتے؟ وہ لوگ کہنے لگے آپ ان دونوں پر ہم سے زیادہ مہربان ہو تو ان کی بکریوں کو پانی پلا دو۔ یہ بات ان لوگوں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہی تھی تو موسیٰ علیہ السلام نے مزاحمت کر کے ان لوگوں کو پانی سے دور ہٹا دیا اور ڈول پکڑ کر پانی کھینچا اور ان کی بکریوں کو پانی پلایا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہاں موجود لوگوں نے اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر کنویں کے اوپر ایک بھاری پتھر رکھ دیا جو وہ کنویں کے اوپر روزانہ رکھتے تھے اس کو تیس آدمی اٹھاتے تھے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ چالیس آدمی اٹھاتے تھے کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھا کہ کوئی ایک آدمی اس کو اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے جب وہ چلے گئے تو موسیٰ علیہ السلام کنویں پر پتھر ہٹانے کے لئے تشریف لے گئے تو ایک لڑکی نے کہا آپ اس کو نہیں اٹھا سکتے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ان شاء اللہ تعالیٰ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے

اس کو اٹھالوں گا پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

بسم اللہ العظیم الواحد المعبود الٰہ ابراھیم و اسحاق و یعقوب اللّٰھم اعنی۔

اس اللہ عظیم کے نام کے ساتھ جو ایک ہی معبود ہے ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا معبود ہے۔ اے اللہ میری مدد فرما تو موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا پھر ڈول لے کر پانی کھینچنے لگے اور کہہ رہے تھے تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تعریف کیا ہوا معبود ہے۔ اے اللہ! تو اپنے دھتکارے ہوئے بندہ کی مدد کر اور موسیٰ علیہ السلام پانی کھینچتے رہے یہاں تک کہ ان دونوں خواتین کی بکریاں سیر ہو گئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام پشت پھیر کر سایہ میں جا کر بیٹھ گئے اور وہ دونوں لڑکیاں موسیٰ علیہ السلام کی قوت اور ان پر شفقت اور اپنے رب کے کثرت سے ذکر پر تعجب کرنے لگیں۔

بعض راوی فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام وہاں پر موجود ایک درخت کے سایہ میں جا کر نماز پڑھنے لگے موسیٰ علیہ السلام کو بہت زور کی بھوک لگی ہوئی تھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو کہا:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ [سورۃ القصص:24] .

(ترجمہ) اے رب! آپ میری طرف جو نعمت بھی اتاریں میں اس کا محتاج ہوں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے صرف روٹی مانگی تھی۔

اور حسنؒ سے روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کے علاوہ کبھی دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگی، اس دن جَو کی روٹی کے اتنے ٹکڑے مانگے جن سے بھوک ختم ہو جائے اور وہبؒ سے روایت ہے کہ کھانے کے لئے جَو کی روٹی مانگی تھی۔

اور وہبؒ ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ پیٹ بھرنے کے لئے کچھ مانگا تھا۔ پھر وہ دونوں لڑکیاں اپنے والد کے پاس روزمرہ کے وقت سے پہلے پہنچ گئی اور شعیبؑ ہر روز بکریوں کے پیٹ ٹٹول کر دیکھتے تھے کہ یہ سیر ہوئی ہیں یا نہیں تو اس دن ان دونوں لڑکیوں سے پوچھا تم دونوں اتنی جلدی کیسے واپس آئی ہو حالانکہ بکریوں کے پیٹ پہلے سے زیاد بھرے ہوئے ہیں تو ان دونوں نے موسیٰ علیہ السلام کا سارا واقعہ بیان کر دیا کہ ہمارے پاس ایک اجنبی مسافر آیا، اس کی طاقت کی وجہ سے ہماری بکریوں نے خوب پانی پیا۔ جب پورا واقعہ بیان کر چکیں تو شعیبؑ نے ان میں سے چھوٹی لڑکی کو کہا اس آدمی کو جلدی سے میرے پاس لے آؤ کیونکہ وہ بھوکا تھا تا کہ ہم اس کے اچھے فعل کا بدلہ دیں۔ تو وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئی اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا [سورۃ القصص:25]

(ترجمہ) پھر ان دونوں میں سے ایک لڑکی شرم سے چلتی ہوئی موسیٰؑ کے پاس آئی کہنے لگی میرا باپ تجھے

بلاتا ہے تا کہ تجھے اس کی مزدوری دے جو تو نے ہمارے جانوروں کو پانی پلا دیا ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس لڑکی نے چھوٹی چادر اوڑھ رکھی تھی جو اس کے پاؤں نہیں ڈھانپ رہی تھی، اس پر بڑی چادر نہیں تھی وہ حیاء کے ساتھ جھکتی ہوئی چلتی آرہی تھی تا کہ اس کے پاؤں واضح نہ ہو جائیں۔

اور وہبؒ فرماتے ہیں (علی استحیاء) کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ کر آئی تو موسیٰ علیہ السلام اس لڑکی کے ساتھ حضرت شعیبؑ کے پاس چلے گئے۔

اور وہبؒ فرماتے ہیں پہلے وہ لڑکی راستہ بتانے کے لئے آگے چل پڑی لیکن ہوا چلتی تو اس کا کپڑا اس کے پیچھے جسم سے چپک جاتا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کریں آپ میرے پیچھے چلیں اور مجھے راستہ بتاتی رہیں کیونکہ ہم لوگ عورتوں کے پیچھے نہیں دیکھتے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی تجویز پر عمل کیا اور شعیبؑ کے پاس پہنچ گئے تو شعیبؑ نے کھانا منگوا کر موسیٰ علیہ السلام کو قسم دی کہ وہ ان کے واپس آنے تک کھاتے رہیں گے اور خود وہاں سے تشریف لے گئے کہ کہیں وہ شرم کی وجہ سے ٹھیک سے کھانا نہ کھا سکیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کھانے سے فارغ ہو گئے تو شعیبؑ نے دودھ منگوا کر موسیٰ علیہ السلام کو پلایا پھر موسیٰ علیہ السلام سے ان کی حالت، نسب اور شہر سے نکلنے کا سبب دریافت کرنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ساری بات بتا دی اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ [سورة القصص:25]

(ترجمہ) پس جب موسیٰؑ ان کے پاس پہنچے اور ان سے حال بیان کیا فرمایا مت ڈرو تم ظالم قوم سے بچ آئے ہو۔

شعیبؑ پہچان گئے کہ یہ کاشانۂ نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ وہ اب محفوظ ہیں ،فرعون کا مدین پر کوئی زور نہیں چلتا تو موسیٰ علیہ السلام مطمئن ہو گئے۔ پھر شعیبؑ کی ایک بیٹی نے اپنے والد کو کہا:

يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ [سورة القصص:26].

(ترجمہ) اے ابا جان! آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ ہے جو مضبوط ہو امانت دار ہو۔

نہ ہمارے پاس کوئی چرواہا ہے اور نہ ہی گھر کے کام کرنے کے لئے کوئی آدمی ہے۔ شعیبؑ نے پوچھا اس کی طاقت کو تم لوگوں نے پہچان لیا لیکن اس کے امین ہونے کا تمہیں کیسے علم ہوا؟ تو بیٹی نے بتایا کہ راستے میں کیسے موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنے پیچھے چلنے کا کہا تھا تو موسیٰ علیہ السلام میں شعیبؑ کی رغبت مزید بڑھ گئی تو شعیبؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا آپ میرے پاس رہ جائیں، میرے کام میں میرا ہاتھ بٹایا کریں۔

اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَ مَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ [سورة القصص:27].

(ترجمہ) میں چاہتا ہوں کہ ان دولڑکیوں میں سے ایک کو آپ کے ساتھ بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو گے پھر اگر دس سال پورے کرو گے تو تمہاری طرف سے ہوگا اور میں آپ پر تکلیف نہیں ڈالنا چاہتا۔ دس سال لازم کر کے۔

سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ [سورۃ القصص:27] (آپ مجھے پاؤ گے اگر اللہ نے چاہا)۔

میرے وعدہ میں مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ [سورۃ القصص:27] وعدہ پورا کرنے والوں میں سے۔

موسیٰ علیہ السلام نے شعیبؑ کو کہا:

ذٰلِکَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ اَیَّمَا الۡاَجَلَیۡنِ قَضَیۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَیَّ وَ اللّٰہُ عَلٰی مَانَقُوۡلُ وَکِیۡلٌ [سورۃ القصص:28]

(ترجمہ) یہ میرے اور آپ کے درمیان طے ہو گیا ان دونوں میں سے میں جو مدت بھی پوری کروں تو مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا اور ہم جو بات چیت کر رہے ہیں اس کا اللہ گواہ ہے۔

تو شعیبؑ نے اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی موسیٰ علیہ السلام سے کر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا مجھے جبرائیلؑ نے کہا اگر آپ سے موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ کا نام پوچھا جائے تو آپ کہیں صفورا تھا اور اگر آپ سے یہ پوچھا جائے کہ شعیبؑ کی کونسی بیٹی موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ تھیں تو آپؐ فرمائیں ان دو میں سے چھوٹی۔ اور اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کونسی مدت پوری کی تھی تو آپؐ فرمائیں ان میں سے زیادہ مکمل۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کاموں کے لئے معاون بنایا اور بکریاں چرانے کے لئے بھیجنے کا ارادہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام کو کہا اس کمرے میں داخل ہو جائیں اس کمرے میں انبیاء علیہم السلام کے ستر عصا موجود تھے اور ان میں موسیٰ علیہ السلام کا معروف عصا بھی تھا۔ یہ عصا آدم علیہ السلام نے جنت سے نکالا تھا یہ آس کی لکڑی کا بنا ہوا تھا، یہ موسیٰ علیہ السلام کے گز کے مطابق دس گز لمبا تھا اس کے نیچے لوہے کی نوک تھی اور اس کے اوپر دو شاخیں تھیں اور وہ درمیان سے تھوڑا سا ٹیڑھا تھا اور شعیبؑ جانتے تھے کہ اس عصا کو اسرائیل کی اولاد میں سے ایسے رسول اٹھائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوں گے۔ جب شعیبؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اس کمرے سے ایک عصا لے لیں تو موسیٰ علیہ السلام اندر جا کر آدم علیہ السلام کا عصا اٹھا لائے۔ تو شعیبؑ نے اس کو چھو کر فرمایا اس عصا کو واپس اس کی جگہ رکھ دو کوئی اور اٹھا لو۔ تو موسیٰ علیہ السلام اندر داخل ہوئے تو وہ عصا چلتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آ گیا اور کہا جاتا ہے کہ شعیبؑ نے اپنی بیٹی کو حکم دیا کہ وہ اس عصا کو سارے عصا کے نیچے چھپا دیں پھر موسیٰ علیہ السلام کو کمرے میں داخل ہونے کا کہا کہ جا کر عصا لے لیں تو وہ عصا چلتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آ گیا اور کہا جاتا ہے کہ وہ تمام عصا کے اوپر آ گیا تو موسیٰ علیہ السلام اس کو لے کر باہر تشریف لے آئے تو شعیبؑ نے اس کو چھو کر موسیٰ علیہ السلام کو

فرمایا: اس کو واپس اس کی جگہ رکھ دو اور دونوں روایتوں کے مطابق اپنی بیٹی کو حکم دیا، تین مرتبہ اس عصا کو واپس رکھوایا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ سات مرتبہ ایسا کیا ہر مرتبہ عصا موسیٰ علیہ السلام کی طرف چل پڑتا اور تمام عصا پر بلند ہو جاتا اور موسیٰ علیہ السلام اس کو لے لیتے تو اب شعیبؑ بھی جان گئے کہ موسیٰ علیہ السلام ہی بنی اسرائیل کے وہی نبی ہیں، اسی وجہ سے بیٹی کے نکاح کی پیشکش کی اور موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا میرے خیال میں آپ ہی بنی اسرائیل کے نگہبان نبی ہیں۔ آپ اس عصا کی حفاظت کریں، آپ عنقریب اس کی عجیب شان دیکھیں گے۔

اور کعب احبارؒ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کا عصا ایک کانٹے دار درخت عوسج کا بنا ہوا تھا، یہ زمین میں سب سے پہلے اگنے والا درخت ہے اور اسی سے موسیٰ علیہ السلام کا عصا بنایا گیا۔ جب شعیبؑ کو معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام ہی بنی اسرائیل کے وہ نبی ہیں تو شعیبؑ کی رغبت مزید بڑھ گئی اور موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا:

اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ ہٰتَیۡنِ [سورة القصص:27].

(ترجمہ) میں چاہتا ہوں کہ ان دولڑکیوں میں سے ایک کو آپ کے ساتھ بیاہ دوں) (واللہ اعلم)۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال شعیبؑ کی بکریاں چرائیں۔

جب شعیبؑ نے بکریاں موسیٰ علیہ السلام کے حوالے کیں تو ان کو فرمایا یہاں ایک وادی ہے جس میں گھاس اور چارہ زیادہ ہوتا ہے لیکن اس میں زہریلی جڑی بوٹیاں ہیں آپ اس میں اپنی بکریاں داخل نہ کرنا اور ایک دوسری وادی ہے اس میں بھیڑیئے بہت زیادہ ہیں اس میں بھی بکریاں داخل نہ کرنا اور ایک تیسری وادی ہے اس میں سانپ بہت زیادہ ہیں وہ بکریوں کو ہلاک کردیں گے اس میں بھی نہ جانا تو موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرانے چل دیئے تو جس وادی میں زہریلی جڑی بوٹیاں زیادہ تھیں اس کو دیکھا تو اس میں چارہ باقی وادیوں کی بنسبت زیادہ تھا اور وہ سرسبز وادی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے وہاں اپنی بکریاں چھوڑ دیں اور فرمایا اس اللہ کے نام پر چرو جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز نقصان نہیں دیتی۔ تو بکریاں چرتی رہیں اور موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہے، اسی دوران شعیبؑ نے دوپہر کا کھانا بھیجا اور قاصد کو کہا جا کر دیکھے کہ موسیٰ علیہ السلام کیا کر رہے ہیں؟ قاصد آیا تو موسیٰ علیہ السلام زہریلی وادی میں تھے اس نے جا کر شعیبؑ کو یہ بات بتائی تو شعیبؑ بہت فکر مند ہو گئے جب عشاء کے وقت موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے تو شعیبؑ نے فرمایا کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا کہ زہریلی وادی میں بکریاں نہ چرانا تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: تمام وادیاں اللہ تعالیٰ کی ہیں، میں نے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ بکریاں چرائی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کوئی چیز نقصان نہیں دیتی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام بکریاں اس وادی میں لے گئے جہاں بھیڑیئے زیادہ تھے کیونکہ وہاں چارہ زیادہ تھا اور شعیبؑ نے یہ بات بتائی بھی تھی تو شعیبؑ نے موسیٰ علیہ السلام کی خیر خبر معلوم کرنے کے لئے ایک آدمی بھیجا وہ آیا تو موسیٰ علیہ

السلام کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے اور بکریاں چر رہی تھیں اور بھیڑیئے کتوں کی جگہ بکریوں کا پہرہ دے رہے تھے تو اس قاصد کو تعجب ہوا اور شعیبؑ کو جا کر بتایا اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے سانپوں کی وادی میں بھی کیا جب موسیٰ علیہ السلام اس وادی میں گئے تو سارے سانپ اپنے بلوں میں داخل ہو گئے کوئی ایک سانپ بھی باہر نظر نہ آیا تو شعیبؑ کو موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں یقین پختہ ہوگیا۔ جب آٹھ سال گزر گئے تو شعیبؑ نے موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ ان کے حوالے کردی اور اپنی بکریوں میں سے ایک حصہ موسیٰ علیہ السلام کو دے دیا اور موسیٰ علیہ السلام کو رخصت دے دی اور اللہ تعالیٰ نے شعیبؑ کی دی ہوئی بکریوں میں موسیٰ علیہ السلام کو برکت عطاء فرمائی تو موسیٰ علیہ السلام نے شعیبؑ کو کہا میں اپنے گھر والوں کو مصر لے جانا چاہتا ہوں تو شعیبؑ نے فرمایا آپ میرے پاس یہ سال ٹھہر جائیں میری بکریوں سے جتنے مادہ بچے ہوں گے وہ آپ کے ہوں گے تو موسیٰ علیہ السلام شعیبؑ کے پاس ایک سال ٹھہر گئے تو اس سال ساری بکریوں نے مادہ بچے دیئے۔ شعیبؑ نے وہ سب موسیٰ علیہ السلام کو دے دیئے۔ جب دسواں سال آیا تو شعیبؑ نے فرمایا آپ میرے پاس رہ جائیں میں نے آپ کی صحبت میں برکت دیکھی ہے اور اس سال میری بکریاں جو نر بچے دیں گی وہ سب آپ کے ہوں گے تو اس سال ساری بکریوں نے نر بچے دیئے وہ سب بھی موسیٰ علیہ السلام کے ہوگئے تو موسیٰ علیہ السلام کی بکریاں شعیبؑ کی بکریوں سے دوگنی ہوگئیں۔ جب گیارہواں سال آیا تو شعیبؑ نے فرمایا آپ میرے پاس رہ جائیں اور اس سال بکریاں جو جڑواں بچے دیں گی وہ سب آپ کے ہوں گے تو اس سال تمام بکریوں نے جڑواں بچے دیئے، جب بارہواں سال آیا تو شعیبؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا آپ میرے پاس رہ جائیں بکریاں جو سفید و سیاہ دھبوں والے بچے دیں گی وہ سب آپ کے ہوں گے تو ساری بکریوں نے سیاہ و سفید دھبوں والے بچے جنے تو شعیبؑ نے وہ موسیٰ علیہ السلام کو دے دیئے۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام شعیبؑ کے پاس دس سال رہے تھے اور موسیٰ علیہ السلام نے شعیبؑ سے واپسی کی اجازت مانگی، ان کے پیش نظر صرف وطن واپس جانا اور اپنے بھائی ہارونؑ اور اپنی بہن مریمؑ کے پاس مصر جانا تھا تو موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کے ساتھ جنگل کی طرف چل پڑے اور موسیٰ علیہ السلام کو راستے کا علم نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور وہ طور پہاڑ کی جانب جا نکلے یہ جبل زَبیر ہے۔ یہ وہی رات تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوکر ان کا اکرام کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول چکے تھے یہاں تک کہ رات کے قریب ایک پانی کے پاس پہنچ گئے، وہ ایک سرد رات تھی اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی اہلیہ کے پاس اوڑھنے کے لئے گرم کپڑے نہیں تھے تو موسیٰ علیہ السلام نے آگ سلگانے کے لئے چقماق کی لکڑی نکالی تا کہ آگ لگائیں اور موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ آگ تاپ لیں لیکن تین مرتبہ رگڑنے کے باوجود چقماق سے شعلہ نہیں نکلا تو موسیٰ علیہ السلام نے دلبرداشتہ ہوکر اس کو پھینک دیا پھر طور کی جانب ایک بڑی آگ دیکھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ [القصص:29].

(ترجمہ) پھر جب موسیٰ وہ مدت پوری کر چکے اور اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ ہوئے تو کوہ طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی اپنے گھر والوں سے فرمایا ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں آپ کے پاس وہاں سے کچھ خبر یا آگ کا انگارہ لے آؤں تا کہ تم تاپ لو۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى [سورة طه:10].

(ترجمہ) شاید میں اس میں سے تمہارے پاس انگارہ لے آؤں یا آگ پر پہنچ کر راستہ بتانے والا پالوں۔

یعنی مجھے اس آگ کے پاس کچھ لوگ مل جائیں جن سے راستہ پوچھ لوں کیونکہ ہم بھٹک چکے ہیں یا ان سے تمہارے لئے آگ کا شعلہ لے آؤں تا کہ تم آگ تاپ لو سردی آپ کو نقصان پہنچا رہی ہے، یہ سخت سرد، یخ بستہ ہواؤں والی رات تھی اور کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ کو دردِ زہ کی وجہ سے تکلیف تھی اور ان کے پاس کوئی مددگار عورت نہ تھی اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی بے چینی میں اضافہ ہو چکا تھا، پھر موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کو چھوڑ کر آگ کی جانب چل دیئے۔ جب آگ کے پاس پہنچے تو وہ بہت بڑی آگ تھی جو آسمان کی طرف بلند ہو رہی تھی اور سرسبز درختوں کی شاخوں سے بھڑک رہی تھی اس کو علیق کہا جاتا ہے (علیق درختوں پر لپٹنے والی ایک گھاس کا نام ہے) تو ہر گھڑی آگ مزید آسمان کی طرف بلند ہوتی جا رہی تھی اور اس آگ کی وجہ سے درخت مزید سرسبز ہوتے جا رہے تھے نہ ہی درختوں کی سرسبزی آگ بجھا رہی تھی اور نہ ہی آگ کے شعلے درختوں کو جلا رہے تھے اور نہ ہی ان کی سرسبزی ماند ہو رہی تھی تو موسیٰ علیہ السلام تعجب سے یہ منظر دیکھنے لگ گئے۔

اور یہ امید کرنے لگے کہ اس سے کوئی بھڑکتا ہوا انگارہ گر جائے تو موسیٰ علیہ السلام اس سے آگ سلگا لیں جب کافی دیر گزر گئی اور موسیٰ علیہ السلام کو اپنے گھر والوں کو گزند پہنچنے کا خوف ہوا تو باریک لکڑیوں کا ایک مٹھا بنا کر آگ کی طرف کیا تا کہ اس آگ سے ان لکڑیوں کو سلگا لیں تو آگ موسیٰ علیہ السلام کی طرف بڑھنے لگی جیسے وہ موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ کر رہی ہو تو موسیٰ علیہ السلام آگ سے پیچھے ہٹ گئے پھر دوبارہ ایسا کرنے لگے تو آگ موسیٰ علیہ السلام کی خواہشمند ہوتی اور موسیٰ علیہ السلام اس سے بے رغبتی ظاہر کرتے۔ جب بھی موسیٰ علیہ السلام اس آگ سے لکڑیاں سلگاتے تو آگ موسیٰ علیہ السلام کی طرف مائل ہوتی جیسے ان ہی کا ارادہ رکھتی ہو تو موسیٰ علیہ السلام پیچھے ہٹ جاتے اور جس چیز کو بھی آگ کے قریب کرتے اس کو آگ کا شعلہ نہ لگتا تو موسیٰ علیہ السلام دل میں سوچنے لگے یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آگ ایک گیلے درخت میں بھڑک رہی ہے اور اس درخت کی ٹہنیاں سرسبز ہیں۔ پھر خشک لکڑیوں سے وہ آگ سلگانا چاہو تو نہیں سلگا سکتے۔ ابھی موسیٰ علیہ السلام اس بات پر تعجب ہی

کررہے تھے کہ اچانک موسیٰ علیہ السلام نے ایسی آواز سنی کہ اس جیسی آواز کبھی نہیں سنی تھی اس آواز میں کہا گیا: اے موسیٰ !تو موسیٰ نے دائیں اور بائیں دیکھا اور اس آواز سے مانوس ہوتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے کہا لبیک لبیک حالانکہ موسیٰ علیہ السلام نے کچھ دیکھا نہیں تھا پھر دوسری مرتبہ آواز دی گئی تو موسیٰ علیہ السلام نے کہالبیک لبیک اوردائیں بائیں دیکھا تو کسی کو نہیں دیکھا۔پھر تیسری مرتبہ آواز دی گئی تو موسیٰ علیہ السلام نے کہالبیک لبیک آپ کون ہیں؟ میں آپ کا کلام سن سکتا ہوں لیکن آپ کو دیکھ نہیں سکتا تو آواز دی گئی: میں وہ ہوں آپ جہاں بھی ہوتے ہو میں آپ کے ساتھ ہوتا ہوں اور میں آپ کے نفس سے زیادہ آپ کے قریب ہوں۔

اِنِّیٓ اَنَا رَبُّکَ [سورۃ طٰہٰ:12] (میں تمہارا رب ہوں)۔

تو موسیٰ علیہ السلام فوراً سجدہ ریز ہوگئے اور عرض کیا اے میرے معبود میں جو سن رہا ہوں یہ آپ کا کلام ہے یا آپ کے قاصد کا کلام ہے؟ تو آواز آئی: نہیں۔ یہ کلام میرا ہی کلام ہے اور یہ نور میرا ہی نور ہے اور میں رب العالمین ہوں۔ اے موسیٰ! میرے قریب ہوجائیں تو موسیٰ علیہ السلام نے عصا پر ہاتھ کی گرفت مضبوط کرلی اور اس پر پورا بوجھ ڈال دیا لیکن چل نہیں سکے اور موسیٰ علیہ السلام کے کندھے کانپنے لگے اور پاؤں میں سکت نہ رہی اور حواس معطل ہوگئے اور موسیٰ علیہ السلام ایک بے جان جسم کی طرح ہوگئے،صرف روح اس جسم سے نہیں نکلی تھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس انتہائی حسین صورت میں ایک فرشتہ بھیجا تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کا بازو باندھا اور پاؤں کو قوت دی اور موسیٰ علیہ السلام کو اس درخت کے پاس لے آیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اس درخت کے قریب ہوئے تو آواز دی گئی:

فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡکَ اِنَّکَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی [سورۃ طٰہٰ:12].

(ترجمہ)پس تم اپنی جوتیاں اتار دو تم پاک میدان طویٰ میں ہو۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ جوتے مردہ گدھے کے چمڑے کے بنے ہوئے تھے،موسیٰ علیہ السلام کا خوف کی حالت میں ایک مردہ گدھے سے گزر ہوا تو اسکے چمڑے کا کچھ حصہ لے کر جوتوں کے طور پر استعمال کرلیا تاکہ نوکیلے پتھروں اور کانٹوں سے حفاظت ہوجائے۔ اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو ان جوتوں کو اتارنے کا حکم دیا گیا اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام تک اس مبارک وادی کی برکت پہنچ جائے اور بعض نے کہا ہے کہ نہیں، بادشاہوں کے آداب میں سے ہے کہ ان کے سامنے جوتے پہن کر حاضر نہیں ہوا جاتا تو ادب کی وجہ سے جوتے اتارنے کا حکم دیا گیا تھا۔موسیٰ علیہ السلام نے جوتے اتار دیئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنِّی اصۡطَفَیۡتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیۡ وَ بِکَلَامِیۡ فَخُذۡمَآ اٰتَیۡتُکَ [سورۃ الاعراف:144]۔

(ترجمہ) میں نے دوسرے لوگوں پر تمہیں پیغمبری اور اپنی ہم کلامی سے برگزیدہ کیا پس جو میں نے تمہیں دیا ہے اس کو لے لو۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب میں نے سن لیا اور مان لیا آپ مجھے کیا وحی فرمائیں گے؟

تو باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ [سورۃ طٰہٰ:14].

(ترجمہ) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری عبادت کیا کرو اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔ یعنی تاکہ آپ اس نماز میں مجھے یاد کریں اور آپ جان لیں۔

اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ [سورۃ طٰہٰ:15] (بے شک قیامت آنے والی ہے)۔

لیکن میں اس کا وقت ظاہر نہیں کروں گا بلکہ: اُخْفِیْھَا [طٰہٰ:15] (میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں).

اور میں اس قیامت کو قائم کروں گا:

لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰی [سورۃ طٰہٰ:15] (تاکہ ہر شخص کو بدلہ ملے جو اس نے کیا ہے)۔ دنیا میں خیر اور شر۔

فَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنْھَا [سورۃ طٰہٰ:16] (پس کوئی شخص تم کو قیامت سے باز نہ رکھنے پائے)۔ قیامت کا اقرار کرنے سے۔

مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِھَا [سورۃ طٰہٰ:16] (جو اس پر ایمان نہیں رکھتا) کفار میں سے۔

وَ اتَّبَعَ ھَوٰہُ [سورۃ طٰہٰ:16] (اور اپنے مزوں کے پیچھے پڑ گیا ہے) فرعون اور اس کی قوم کی مثل۔

فَتَرْدٰی [سورۃ طٰہٰ:16] (ورنہ تم بھی تباہ ہو جاؤ گے)۔ یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں ہلاک ہو جاؤ گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا:

وَ مَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی [سورۃ طٰہٰ:17] (اور یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ)۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو بخوبی جانتے تھے لیکن پھر بھی یہ بات دریافت کی تاکہ موسیٰ علیہ السلام کو بات چیت میں بشاشت حاصل ہو جائے اور بعض نے اس سوال کی وجہ یہ بتائی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا کہنے کے بعد جب یہ سانپ میں تبدیل ہوگا تو موسیٰ علیہ السلام کو زیادہ تعجب ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

ھِیَ عَصَایَ [سورۃ طٰہٰ:18] (یہ میری لاٹھی ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا آپ اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اَتَوَکَّؤُا عَلَیْھَا [سورۃ طٰہٰ:18] (میں اس پر سہارا لگاتا ہوں)۔ چلنے اور لمبے قیام اور تھک جانے کی صورت میں۔

وَ اَھُشُّ بِھَا عَلٰی غَنَمِیْ [سورۃ طٰہٰ:18] (اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں)۔

درختوں کے پتے جب زیادہ اونچے ہوں اور میرا ہاتھ ان کی بلندی کی وجہ سے ان تک نہ پہنچ سکتا ہو۔

وَ لِیَ فِیۡھَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰی [سورۃ طٰہٰ:18] (اور اس میں میرے اور بھی کئی کام ہیں)۔

اور اس عصا کے دیگر فوائد یہ تھے کہ اس عصا سے درختوں کے پتے جھاڑتے تھے جب درخت زیادہ بلند ہوتا تو اس درخت کو عصا کے ذریعے سے جھکاتے تھے اور جب درخت کی کوئی ٹہنی توڑنا چاہتے تو اس کا سرا موڑ دیتے اور جب راستے پر چل رہے ہوتے تو اس عصا کو اپنے کندھے مبارک پر رکھ کر اس کے ساتھ اپنا سامان اور کمان، ترکش اور ڈھال اور برتن اور سفر کا سامان وغیرہ لٹکا لیتے اور بسا اوقات اس کو زمین میں گاڑھ کر اپنی چادر اس پر ڈال کر اس کے سایہ میں بیٹھ جاتے تھے اور جب پانی پر تشریف لے جاتے اور مشکیزہ پانی کے نیچے ہونے کی وجہ سے پانی تک نہ پہنچ سکتا تو اسے عصا کے ذریعے پانی تک پہنچا دیتے۔ اور اس عصا کے ساتھ بکریوں سے درندوں کو دور بھگاتے تھے۔

اور ابو سعید فریابیؒ فرماتے ہیں جب موسیٰ علیہ السلام آرام فرمانے لگتے تو اس عصا کے ذریعے بھیڑیوں کو بھگاتے تھے اور جب تنہا ہوتے تو اسی سے بات چیت کر لیتے تھے جس سے موسیٰ علیہ السلام مانوس ہو جاتے تھے اور یہ عصا رات کو موسیٰ علیہ السلام کی بکریوں کے لئے باڑھ بن جاتا تھا اور کنویں پر جب رسی اور ڈول نہ ملتا تو برتن کے ساتھ اسی عصا کو بطور رسی استعمال کر لیتے تھے۔ ان سارے فوائد کو موسیٰ علیہ السلام نے مختصراً ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

وَ لِیَ فِیۡھَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰی [سورۃ طٰہٰ:18] (اور اس میں میرے اور بھی کئی کام ہیں)۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات بیان کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلۡقِھَا یٰمُوۡسٰی o فَاَلۡقٰھَا [سورۃ طٰہٰ:20-19] (اے موسیٰ اس کو ڈال دو تو انہوں نے اس کو ڈال دیا)۔

زمین پر، پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس عصا کو دیکھا:

فَاِذَا ھِیَ حَیَّۃٌ تَسۡعٰی [طٰہٰ:20] (تو اسی وقت دوڑتا ہوا سانپ بن گیا)۔

سب دیکھنے والوں نے جو سب سے بڑا اژدھا دیکھا ہوگا اسی جیسا تھا جیسے سیاہ بڑا بختی اونٹ ہو، وہ چھوٹے سخت پاؤں پر رینگتا تھا۔ اس عصا کے دونوں سرے اژدھے کا منہ بن گئے جب وہ اژدھا منہ کھولتا تو اس کے منہ کی وسعت بارہ گز تھی۔

اور بعض نے کہا ہے کہ منہ کی وسعت اسی گز تھی، اس کے منہ کچلی والے نوکدار دانت اور داڑھیں تھیں جن کو کچکچا رہا تھا اور ان کی وجہ سے ایک جھنکار سی پیدا ہوگئی تھی اور اس عصا کا مڑا ہوا سرا اژدھے کی کلغی بن گیا جو چھوٹے نیزوں کی طرح تھا۔ اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور اس اژدھے کی دو آنکھیں تھیں جو بجلی کی طرح چمک رہی تھیں وہ بڑے درخت کے پاس سے گزرتا تو اس میں اپنے نوکدار دانت گاڑھ کر اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر باہر پھینک دیتا تھا اور بڑے بڑے پتھروں کو نگل لیتا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ

ہولناک منظر دیکھا تو وہاں سے راہ فرار اختیار کی اور پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا تو آواز دی گئی اے موسیٰ! واپس آجائیں تو موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ کانپتے ہوئے واپس آئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
لَا تَخَفُ اِنِّیُ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ [النمل:10] (ڈرو نہیں میرے پاس پیغمبر ڈرا نہیں کرتے)۔
وَ لَا تَخَفُ اِنَّکَ مِنَ الۡاٰمِنِیۡنَ [سورۃ القصص: 31] (اور مت ڈرو آپ کو کوئی خطرہ نہیں)۔
اور قَالَ خُذۡهَا وَلَاتَخَفۡ سَنُعِیۡدُهَا سِیۡرَتَهَا الۡاُوۡلٰی [سورۃ طٰہ:21].
(ترجمہ) فرمایا اس کو پکڑ لو اور مت ڈرو ہم اس کو ابھی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔
پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو خوف کی وجہ سے اپنا ہاتھ جبہ کی آستین میں داخل کر کے آستین کو ہاتھ پر لپیٹ لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اس سانپ کو آپ پر حملہ کرنے کی اجازت دے دوں تو آپ کا جبہ آپ کا دفاع کر سکے گا؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا نہیں۔ میں ضعیف ہوں اور ضعیف سے پیدا ہوا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ اپنا ہاتھ باہر نکال لیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ باہر نکال لیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنا ہاتھ اس اژدھے کے منہ میں داخل کریں تو موسیٰ علیہ السلام نے جب ہاتھ داخل کیا تو اس کی داڑھوں اور دانتوں کی حرارت محسوس کی اور وہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں پہلے جیسا عصا بن گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا یہ ایک نشانی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اُسۡلُکۡ یَدَکَ فِیۡ جَیۡبِکَ [سورۃ القصص:32] (یعنی تم اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈالو)۔
تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ اٰیَۃً اُخۡرٰی [طٰہ:22] (وہ بلا عیب روشن ہو کر نکلے گا یہ دوسری نشانی ہوگی)
موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ بغل سے نکالا تو اس میں سورج کی روشنی جیسی چمک تھی، برص بیماری کی نہ تھی پھر باری تعالیٰ نے فرمایا یہ دوسری نشانی ہے یعنی دوسرا عجوبہ ہے جو مخلوق کے لئے معجزہ ہے، ان کے لئے آپ کی نبوت کی دلیل ہے میں نے آپ کو دو نشانیاں دی ہیں۔
لِنُرِیَکَ مِنۡ اٰیٰتِنَا الۡکُبۡرٰی [سورۃ طٰہ:23] (تاکہ ہم تمہیں اپنی کچھ بڑی نشانیاں دکھاتے جائیں)۔
اِذۡهَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی [سورۃ طٰہ:24] (فرعون کی طرف جاؤ اس نے بہت سر اٹھایا ہے)۔
اور وہبؒ نے یہاں ایک طویل فصل نقل کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجے جانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے کیا کیا باتیں کیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا آپ جب فرعون کو میری توحید اور میری عبادت کی دعوت دیں گے تو اس کو کہیں:
هَلۡ لَّکَ اِلٰۤی اَنۡ تَزَکّٰی [سورۃ النازعات:18] (کیا تو چاہتا ہے کہ سنور جائے) اور تو گناہوں سے پاک ہو جائے۔
وَاَهۡدِیَکَ اِلٰی رَبِّکَ فَتَخۡشٰی [النازعات:19] (اور تجھے تیرے رب کی راہ بتلا دوں تاکہ تو ڈر جائے)

اوراس کوکہیں اپنے رب کی بات کوقبول کرلے کیونکہ وہ وسیع مغفرت والا ہے اور اس نے ہی تجھے ایک لمبا زمانہ نعمت و عافیت اور عزت و بادشاہی میں مہلت دی ہے اگر تو اپنے رب کی بات مان گیا تو وہ تجھے جنت میں داخل کرے گا اور اگر تو چاہے گا تو تیری گزشتہ عمر جتنا زمانہ تجھے مزید بادشاہت عطاء کرے گا لیکن اگر تو نے توحید وعبادت سے منہ موڑا تو تجھ سے تیرا ملک چھین کر تجھے جہنم کا عذاب دے گا اور تجھے ہلاک کردے گا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ [سورة طٰه:25] (عرض کیا اے رب! میرا سینہ فراخ کردے) نبوت کی ذمہ داری ادا کرنے کے لئے۔

وَ یَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ [سورة طٰه:26] (اور میرا کام آسان کردے) تیرے پیغام کی تبلیغ کرنے میں۔

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ [سورة طٰه:27] (اور میری زبان سے گرہ کھول دے)۔

یہ وہ گرہ تھی جو انگارے کی وجہ سے زبان مبارک پر نمودار ہوئی تھی۔

یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ o وَ اجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْo هٰرُوْنَ اَخِی [سورة طٰه:28 تا30].

(ترجمہ) کہ وہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور مجھے میرا کام بٹانے والا میرے گھر سے دے دیں یعنی ہارون میرا بھائی)۔ کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ فصیح ہے اس کو میرا مددگار بنا دیں تا کہ وہ میری تصدیق کریں۔

اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ o وَ اَشْرِکْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ [سورة طٰه:32-31]

(اس سے میری قوت مضبوط کردے اور اس کو میرے کام میں شریک کردے) نبوت میں۔ اور ہارون اس وقت مصر میں تھے۔

کَیْ نُسَبِّحَکَ کَثِیْرًا o وَّ نَذْکُرَکَ کَثِیْرًا o اِنَّکَ کُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا [سورة طٰه:33 تا35]

(ترجمہ) تا کہ ہم دونوں تیری کثرت سے پاکی بیان کریں اور آپ کو کثرت سے یاد کریں بے شک تو ہمیں دیکھنے والا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی [سورة طٰه:36] (تمہاری درخواست منظور کرلی گئی اے موسیٰ)۔

اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ [سورة طٰه:24] (فرعون کی طرف جاؤ)۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ [سورة القصص:33].

(ترجمہ) موسیٰؑ نے عرض کیا: اے رب! میں نے ان میں سے ایک شخص کا خون کیا تھا پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کردیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ خوف نہ کریں میں آپ کے ساتھ ہوں کیا آپ اس کے بعد بھی کسی چیز سے ڈرتے

ہیں؟ کیا آپ کو یاد نہیں کہ میں نے آپ پر اس سے پہلے بھی دو مرتبہ احسان کیا ہے جب ہم نے آپ کی والدہ کو وحی کی تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔

وَ لَا تَحۡزَنَ وَ قَتَلۡتَ نَفۡسًا فَنَجَّیۡنٰکَ مِنَ الۡغَمِّ [سورۃ طٰہٰ:40].

(ترجمہ) اور غم نہ کھائیں اور تم نے ایک شخص کو مار ڈالا پھر ہم نے تمہیں اس غم سے نجات دی۔

قتل ہونے کی فکر اور فرعون کے خوف سے۔ یعنی ہم نے آپ کے حالات پھیرے جس کی وجہ سے آپ مدین میں آئے۔

فَلَبِثۡتَ سِنِیۡنَ فِیۡۤ اَهۡلِ مَدۡیَنَ [طٰہٰ:40] (پھر تم کئی سال مدین والوں کے پاس رہے) یعنی دس سال۔

ثُمَّ جِئۡتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوۡسٰی [سورۃ طٰہٰ:40] (پھر اے موسیٰ تم ایک خاص وقت پر آئے)۔

یعنی ہم نے آپ کی تقدیر میں لکھ دیا تھا کہ آپ ہمارے پاس اس جگہ آئیں گے تو ہم رسالت دے کر آپ کا اکرام و اعزاز کریں گے پھر اب میں نے آپ کو اپنی مناجات کے لئے منتخب کر لیا ہے تو آپ اور آپ کا بھائی میری نشانیاں اور معجزات لے کر جائیں اور آپ دونوں کمزور نہ پڑنا۔

فِیۡ ذِكۡرِیۡ [سورۃ طٰہٰ:42] (میری یاد میں) اور یہ تبلیغ ہے۔

اِذۡهَبَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی [سورۃ طٰہٰ:43] (دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے بہت سر اٹھایا ہے)

جب آپ دونوں فرعون کے پاس پہنچ جائیں۔

فَقُوۡلَا لَهٗ قَوۡلًا لَّیِّنًا [سورۃ طٰہٰ:44] (پس اس سے نرمی سے بات کرنا) نرمی کی وجہ سے۔

اس پر سختی نہ کیجئے گا کہ وہ آپ دونوں سے متنفر ہو جائے اور بعض نے کہا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ دونوں فرعون کو سچ اور درست بات کہنا۔

لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ [سورۃ طٰہٰ:44] (شاید وہ سوچے) آپ دونوں کی نصیحت اور وعدوں کی وجہ سے۔

اَوۡ یَخۡشٰی [سورۃ طٰہٰ:44] (یا ڈرے) آپ دونوں کی وعید اور دھمکی کی وجہ سے۔

اور موحد مسلمان ہو جائے:

قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ یَّفۡرُطَ عَلَیۡنَاۤ [سورۃ طٰہٰ:45].

(ترجمہ) دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے۔

بری بات کہہ کر: اَوۡ اَنۡ یَّطۡغٰی [طٰہٰ:45] (یا جوش میں آجائے) ہم پر کسی ظالمانہ حرکت کے ذریعے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیۡ مَعَكُمَاۤ اَسۡمَعُ [سورۃ طٰہٰ:46] (تم نہ ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں سب سنتا ہوں)۔ جو وہ آپ دونوں کو کہے گا۔

وَ اَرٰی [سورة طٰه:46] (اور دیکھتا ہوں) جو وہ آپ دونوں کے ساتھ کرے گا۔

فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ [سورة طٰه:47].

(ترجمہ) پس تم اس کے پاس جاؤ اور کہو ہم دونوں تیرے رب کے رسول ہیں پس تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے۔

تاکہ ہم بنی اسرائیل کو ان کے آباؤ اجداد کی جائے پیدائش کی طرف لے جائیں، یہ تیرے غلام نہیں ہیں بلکہ یہ آزاد لوگ ہیں اور آزاد لوگوں کی اولاد ہیں اور اگر تو ہماری تصدیق نہیں کرتا تو ہمیں عذاب نہ دے۔

قَدْ جِئْنٰکَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکَ [طٰه:47] (ہم تیرے پاس تیرے رب کی نشانی لے آئے ہیں) اور معجزہ۔

وَ السَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی [طٰه:47] (اور اس شخص پر سلامتی ہے جو ہدایت کی بات مان لے)۔

ایسے لشکر کے ساتھ جس کا سامنا فرعون نہ کر سکے گا لیکن میں نے ارادہ کیا ہے کہ یہ کمزور بندہ جس کو اس کے نفس نے خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہے یہ جان لے کہ تھوڑی سی جماعت میری قدرت سے اس پر غالب ہو جائے گی۔ آپ دونوں کو اس کی زیب و زینت اور اس کا لشکر تعجب میں مبتلا نہ کر دے کیونکہ اگر میں چاہوں تو آپ دونوں کو مالداروں کی ایسی عمدہ زیب و زینت عطاء کروں کہ جب فرعون اس کو دیکھے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ زینت اس کے بس سے باہر ہے لیکن میں نے آپ دونوں کو اس سے بے رغبت رکھا ہے اور اس کو آپ سے دور کیا ہے اور اسی طرح میں ایک لمبے عرصہ سے اپنے اولیاء کے ساتھ کرتا آیا ہوں۔

اکثر اوقات میں نے اپنے اولیاء کو دنیا کی نعمتوں سے ایسے دور ہٹایا ہے جیسے شفیق چرواہا اپنی بکریوں کو ہلاکت کی جگہ سے دور ہٹاتا ہے اور میں ان کو دنیا کی نعمتوں سے ایسے بچاتا ہوں جیسے شفیق چرواہا اپنے اونٹوں کو اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ سے بچاتا ہے۔ یہ ان کے فرعون کے ہاں بے حیثیت ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ لوگ میرے اعزاز کا پورا حصہ حاصل کر لیں جس میں کوئی خواہش آڑے آئے اور نہ کوئی خواہش نفس رخنہ ڈالے۔ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ فیصلہ کر لیا تو ان کو حکم دیا اور وحی کی اور درخت کے پاس ان سے ہم کلام ہو کر ان کا اعزاز و اکرام کیا۔ اور فرشتے موسیٰ علیہ السلام سے مصافحہ کر کے مبارکباد دے رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عطاء کی ہوئی نعمت میں برکت کی دعا کر رہے تھے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کا پیغام لے کر فرعون کی طرف متوجہ ہوئے اور یہاں دو روایتیں ذکر کی گئی ہیں۔

ایک یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ سے اپنی اہلیہ کے پاس واپس گئے تو دیکھا ان کی اہلیہ کے ہاں ولادت ہو چکی تھی اور ان کے پاس فرشتے آ کر ان کی اور بچے کی دیکھ بھال کر رہے تھے اور ان کے لئے آگ بھی جلا دی تھی اور موسیٰ علیہ السلام کی بکھری ہوئی بکریوں کو بھی جمع کر دیا تھا۔ تو موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کو لے کر مصر روانہ ہو گئے۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کی طرف واپس نہیں آئے تھے بلکہ ان کو چھوڑ کر پہلے فرعون کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک کا نام حسم بن موسیٰ اور دوسرے کا نام یھوذا بن موسیٰ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ اور بیٹے وہیں قیام پذیر رہے ان کو علم نہیں تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کیا کررہے ہیں؟ اور کہاں تشریف لے گئے ہیں؟

ایک دن مدین کے چند چرواہوں کا وہاں سے گزر ہوا تو ان کو پہچان کر واپس ان کے نانا شعیبؑ کے پاس پہنچا دیا۔ یہ ایک مدت شعیبؑ کے پاس ہی رہے پھر اللہ تعالیٰ نے شعیبؑ کو موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آگاہ کردیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا کو چیر کر راستے بنائے اور موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل اس دریا کو پار کر گئے تو شعیبؑ نے موسیٰ علیہ السلام کے گھر والوں کو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو چالیس سال بعد دیکھا۔ (واللہ اعلم)

وہبؒ فرماتے ہیں جس رات اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوئے اسی رات اللہ تعالیٰ نے ہارونؑ کی طرف وحی بھیج کر ان کو موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی خوشخبری دی اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہارونؑ کو موسیٰ علیہ السلام کا وزیر بنایا ہے اور موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس واپس آرہے ہیں اور ہارونؑ کو ارشاد فرمایا کہ یکم ذی الحجہ جمعہ کے دن سورج طلوع ہونے سے پہلے ہارونؑ نیل کے کنارے پہنچ جائیں ان کی اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوجائے گی۔ ہارونؑ اس مقررہ وقت پر بنی اسرائیل کے جھرمٹ سے روانہ ہوئے اور نیل کے کنارے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی تو ہارونؑ نے دریافت کیا آپ کون ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا میں موسیٰ بن عمران ہوں۔ ہارونؑ نے کہا میں ہارون بن عمران ہوں۔ تو دونوں بھائی بغل گیر ہوئے اور ایک دوسرے سے حال اور خیریت دریافت کی پھر موسیٰ علیہ السلام نے ہارونؑ کو کہا میرے ساتھ فرعون کے پاس چلیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے تو دونوں بھائی فرعون کے شہر کی طرف روانہ ہوگئے۔ فرعون کے شہر کے ستر بڑے شہر تھے اور ہر بڑے شہر کے پاس ایک آبادی تھی جس میں ستر ہزار جنگجو رہتے تھے اور دیہات میں نہریں، باغات اور فصلیں تھیں اور فرعون نے شہر کے اردگرد ایک گھنا جنگل آباد کررکھا تھا جس کو نیل کا پانی سیراب کرتا تھا۔

فرعون نے اس جنگل میں درندے اور شیر چھڑوادیئے تھے جن کی نسل کافی بڑھ چکی تھی اور یہ فرعون ہی کا ایک لشکر تھا اور جنگل کے گھنے درختوں کے سایہ میں شہر کے دروازوں تک پہنچنے کے لئے راستے بنائے گئے تھے۔ شہر تک پہنچنے کے لئے جنگل کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا جو شخص راستہ بھول جاتا شیر اس کو ہلاک کردیتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارونؑ شہر کے پہلے پھاٹک پر پہنچے تو چوکیدار اس کو بند کرچکے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پھاٹک کو اپنا عصا مبارک مارا تو وہ کھل گیا اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے تمام پھاٹکوں کے ساتھ کیا اور آگے چلتے رہے جب گھنے درختوں والے جنگل میں پہنچے جس میں شیر تھے تو شیر موسیٰ علیہ السلام کی آواز سن کر گھنے جنگل میں بھاگ گئے۔

ان شیروں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے جو آدمی تھے ان کو شیروں کے اس طرح سرپٹ دوڑنے کی وجہ معلوم نہ ہوسکی۔ موسیٰ علیہ السلام شہر کے اس دروازہ تک پہنچ گئے جو فرعون کے محل کے سب سے زیادہ قریب تھا اور فرعون باہر آنے جانے کے لئے اسی پھاٹک کو استعمال کرتا تھا لیکن فرعون کو اطلاع کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ وہبؒ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام اس بڑے شہر پر پیر کے روز چار ذی الحجہ کو پہنچے اور قربانی کے دن تک وہی ٹھہرے رہے۔

اور محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کئی سال وہاں رہے، فرعون تک نہ پہنچ سکے اور نہ ہی کوئی فرعون کو بتانے کی جسارت کرسکا حتیٰ کہ ایک دن فرعون کے دربار کے مسخرہ کی موسیٰ علیہ السلام و ہارونؑ سے ملاقات ہوگئی تو اس نے کہا کیا آپ دونوں جانتے ہیں کہ جس دروازہ پر آپ ہیں وہ کس کا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں یہ فرعون کا دروازہ ہے اور فرعون اور اس کے تمام رفقاء اور تو اور تمام مخلوق اللہ رب العالمین کے بندے ہو۔ اس مسخرے نے ایسی بات پہلے کبھی کسی سے نہیں سنی تھی تو وہ مسخرہ فرعون کے پاس گیا اور اس سے مزاح میں کہا اے بادشاہ! میں نے آج تیرے دروازے پر ایک عجیب چیز دیکھی ہے جو ہماری شیر کی مصیبت سے بہت بڑی ہے۔ فرعون نے کہا اور شیر کا کیا حال ہے؟ مسخرے نے کہا آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ آپ کے دروازے پر دو آدمی آئے ہیں جن کا حلیہ ایسا ایسا تھا۔ شیر ان دونوں کو دیکھ کر لومڑیوں کی طرح آوازیں لگاتے ہوئے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگ گئے ہیں اور میرا خیال ہے کہ ان دونوں آدمیوں نے شیروں پر جادو کر دیا ہے پھر میں نے ان دونوں سے گفتگو کی تو ان دونوں نے بڑی عجیب بات کہی۔ فرعون نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ مسخرے نے کہا ان دونوں کا دعویٰ ہے کہ ان دونوں کا آپ کے علاوہ کوئی معبود ہے وہی آسمانوں اور زمینوں اور تمام جہانوں کا رب ہے اور اسی رب نے ان دونوں آدمیوں کو آپ کی طرف بھیجا ہے تو فرعون نے غصہ میں بھرے ہوئے کہا ان دونوں کو جلدی سے میرے پاس لے آؤ تو موسیٰ علیہ السلام اور ہارونؑ کو جلد ہی فرعون کے پاس لایا گیا جب یہ فرعون کے سامنے کھڑے ہوئے تو اس کے پاس ہامان اور اس کی قوم کے سرکردہ لوگ تھے۔

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر پہچان لیا، اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے جسم اطہر پر اون کا بنا ہوا جبہ اور اون کا جانگیا اور ان کا کرتہ بھی اون کا تھا اور آپؑ کے قدمین مبارک میں دو سلے ہوئے جوتے تھے اور ہاتھ میں عصا تھا۔ فرعون نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں موسیٰ بن عمران ہوں۔ فرعون نے کہا میں اس بارے میں نہیں پوچھ رہا آپ کون ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے مٹی سے پیدا کیا ہے اور میں مٹی میں لوٹ جاؤں گا۔ فرعون نے کہا اس نام کے علاوہ ایک نام آپ کے لئے زیادہ مناسب ہے اور اس نسب کے علاوہ ایک نسب آپ کے لئے زیادہ باعثِ عزت و شرف ہے وہ یہ ہے کہ آپ کہو میں فرعون کا بندہ ہوں اور اس کی نعمتوں میں پلا بڑھا ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگا:

اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِیْنَ ۝ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَکَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ

مِنَ الْكٰفِرِيْنَ [سورة الشعرآء:19-18].

(ترجمہ) ہم نے تمہیں اپنے ہاں بچپن میں پالا نہیں تھا اور تم ہمارے ہاں اپنی عمر کے کئی برس رہے ہو اور تم نے اپنی وہ حرکت بھی کی جو کی تھی اور تم بڑے ناشکرے ہو۔

میں نے جو آپ پر احسانات کئے پھر آپ مجھ سے عاجز اور درماندہ ہو کر بھاگ گئے اور ایک تنگدست مزدور بن گئے پھر اب آپ نبوت و رسالت کے دعوے دار بن گئے ہو اور یہ دعویٰ کرتے ہو کہ میرے علاوہ آپ کا کوئی معبود ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا:

فَعَلْتُهَآ اِذًا [سورة الشعرآء:20] (میں نے جب وہ کام کیا تھا). جب میں نے قبطی کو قتل کیا تھا۔

وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ [سورة الشعرآء:20] (تو میں بے خبر تھا) یعنی قبطی کو قتل کرنے میں مجھ سے خطا ہو گئی تھی کیونکہ میں نے یہ کام جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ [الشعرآء:21] (پھر جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم سے بھاگ گیا)۔

اور تیرا یہ اعتراض کرنا کہ میں آ کر نبوت کا دعوے دار ہو گیا تو یہ عطاء ہے۔

فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ [سورة الشعرآء:21].

(ترجمہ) پھر میرے رب نے مجھے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھے پیغمبروں میں شامل کر دیا۔

پھر فرعون کے اس اعتراض:

اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا [سورة الشعرآء:18] (ہم نے تمہیں اپنے ہاں بچپن میں پالا نہیں تھا) کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ [سورة الشعرآء:22].

(ترجمہ) اور یہ احسان جو تو مجھ پر رکھتا ہے اسی لئے تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔

تیرا مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے میں تو مجبوری میں تیرے ہاتھ آ گیا تھا کیونکہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا تھا اور تو ان کی اولاد چھین کر قتل کر دیتا تھا تو میری والدہ نے تیرے خوف سے مجھے دریائے نیل میں ڈال دیا اور پانی مجھے تیرے پاس لے آیا ورنہ تو میری والدہ تربیت کے لئے کافی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ابتداء کلام میں فرمایا تھا میں رب العالمین کا رسول ہوں تو فرعون ابتدائی بات کو موضوع سخن بناتے ہوئے پوچھنے لگا:

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ [سورة الشعرآء:23] (فرعون نے کہا رب العالمین کے کیا معنی ہیں)۔

جس کا آپ دعویٰ کر رہے ہو۔

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ [سورة الشعراء:24].

(فرمایا وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہیں اگر تم یقین کرو۔

یعنی اگر تم اپنی عقلوں سے دیکھ لو تو یقیناً اس کو پہچان جاؤ گے قَالَ فرعون کہنے لگا: لِمَنْ حَوْلَهٗ (اپنے اردگرد والوں سے) تعجب کے انداز میں اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ [سورۃ الشعرآء:25] (کیا تم بھی سنتے ہو)۔
موسیٰ علیہ السلام کی بات کو اور موسیٰ علیہ السلام فرعون کی بات کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور اپنی دلیل کو مزید واضح کرتے ہوئے فرمایا:
رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ [سورۃ الشعرآء:26] .
(ترجمہ) وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔
فرعون نے کہا:
اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ [سورۃ الشعرآء:27].
(ترجمہ) یہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے دیوانہ ہے) وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔
موسیٰ علیہ السلام نے اب بھی اس بات کی پرواہ نہیں کی اور اپنی بات کو مزید واضح کرتے ہوئے فرمایا:
رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ [سورۃ الشعرآء:28].
(ترجمہ) وہ رب ہے مشرق اور مغرب کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کا بھی اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔
یعنی اگر تم لوگ اپنی عقل استعمال کرتے ہو تو تمہیں میری سچائی معلوم ہو جائے گی۔ فرعون کہنے لگا:
لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ [سورۃ الشعرآء:29] .
(ترجمہ) اگر تو میرے سوا کسی اور کو معبود بنائے گا تو میں تجھے قید میں ڈال دوں گا۔
جب فرعون نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے دلائل دینے سے باز نہیں آرہے اور فرعون ان کی بات کا دلائل سے جواب نہیں دے سکتا تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو روکنے کے لئے دھمکیوں کا سہارا لیتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کو قید کرنے کی دھمکی دی تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِيْنٍ [الشعرآء:30] (اگر میں تیرے پاس کوئی واضح دلیل پیش کروں تب بھی)۔
اور ظاہر و غالب دلیل تو تو مجھے قید میں کردے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میری سچائی پر میرے پاس واضح دلیل اور برہان موجود ہے۔
قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ o فَاَلْقٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ [الشعرآء:32-31]
(ترجمہ) فرعون نے کہا اچھا تو وہ دلیل پیش کر اگر تو سچا ہے تو موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ اسی وقت (80 گز کا) نمایاں اژدھا بن گیا۔
سانپوں میں سے سب سے زیادہ بڑا اور ہولناک۔ اس کی شکل وصورت ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اس کے منہ سے آگ اور دونوں نتھنوں سے دھواں نکل رہا تھا اور اس کی آنکھیں انگارے کی طرح روشن تھیں اور اس کے

دانتوں کے کچکچانے سے زوردار آواز پیدا ہورہی تھی اور اس کے منہ سے نراونٹ کی بڑبڑاہٹ جیسی آواز نکل رہی تھی وہ جس چیز سے گزرتا اس کو چُور چُور کردیتا اور اپنے دانتوں سے جس چیز کو نوچتا اس کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا اور جس چیز کو پھونک مارتا جلا کر راکھ کردیتا۔ تو سب لوگ اس کو دیکھ کر ایسے سرپٹ دوڑے کہ ایک دوسرے پر گرنے لگے اور بھیڑ ہوگئی۔

وہبؒ فرماتے ہیں اس بھگدڑ میں پچیس ہزار لوگ مرگئے، وہ سانپ دیوار پر کودتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آگیا پھر وہ سانپ فرعون کو نگلنے کے لئے اس کے تخت کی طرف بڑھا تو فرعون تخت سے نیچے گر گیا اور وہ فرعون جو اس دن سے پہلے چالیس دن میں ایک مرتبہ بیت الخلاء جاتا تھا اس سانپ کو دیکھ کر اس کا ایسا پیٹ خراب ہوا کہ ایک دن اور رات میں چالیس مرتبہ قضائے حاجت کے لئے گیا۔ پھر لوگ موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے اور بعض نے کہا کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا اپنا یہ اژدھا ہم سے دور کرلیں تاکہ ہم آپ کے بارے میں غور وخوض کرسکیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس اژدھے کو پکڑا تو وہ فوراً موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں پہلے جیسا عصا بن گیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو فرمایا میرے پاس دوسری نشانی بھی ہے۔ فرعون نے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر باہر نکالا تو:

فَإِذَا هِيَ بَيۡضَآءُ لِلنَّٰظِرِينَ [الشعرآء:33] (تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے اسی وقت چمکنے لگ گیا)۔

اس ہاتھ میں خوب روشن سورج جیسی چمک تھی تو حاضرین مجلس اس منظر کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے تو فرعون نے حاضرین مجلس کو کہا:

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيۡمٌo يُرِيۡدُ اَنۡ يُّخۡرِجَكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِكُمۡ بِسِحۡرِهٖ فَمَاذَا تَاۡمُرُوۡنَ [الشعراء:35-34]

(ترجمہ) یہ تو کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے دیس سے نکال دے پس تم کیا مشورہ دیتے ہو۔

اور حسنؒ سے مروی ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا آپ آج کے دن واپس چلے جائیں تاکہ ہم آپ کے بارے میں غور وفکر کریں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم سے چھپا کر بلوایا اور کہا اے موسیٰ! آپ نے ایک ہی وقت میں پچیس ہزار لوگ قتل کردیئے ہیں کیا آپ کے رب نے آپ کو اسی لئے بھیجا ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ان لوگوں کو میں نے نہیں، تو نے قتل کیا ہے کیونکہ تو نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا، ان کا حاکم بنا اور ان کو کفر کا حکم دیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو وعظ ونصیحت کی اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی تلقین کی۔ فرعون نے پوچھا اگر میں آپ کی بات مان لوں تو مجھے کیا ملے گا؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں تجھ سے ایک چیز کا سوال کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ تجھے چار چیزیں دیں گے۔ فرعون نے پوچھا آپ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو صرف ایک، اللہ تعالیٰ کی عبادت کر جس کا کوئی شریک

نہیں ہے۔ فرعون نے پوچھا وہ مجھے کیا دے گا؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرا رب تجھے ایسی جوانی دے گا جس کو بڑھاپا نہیں آئے گا اور ایسا ملک عطاء کرے گا جو تجھ سے چھینا نہ جائے گا اور ایسی صحت دے گا جس میں بیماری نہ آئے گی اور آخرت میں ہمیشہ کی جنت عطاء کرے گا۔

راوی کہتے ہیں یہ باتیں سن کر فرعون کا دل نرم پڑ گیا اور موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگا مجھے مہلت دیں تا کہ میں گھر جا کر مشورہ کرلوں تو فرعون گھر گیا اور حضرت آسیہ سے مشورہ کرتے ہوئے کہا کیا آپ نے سنا ہے موسیٰ علیہ السلام مجھے کیا کہہ رہے ہیں اور کیسی ضمانت دے رہے ہیں؟ تو حضرت آسیہ نے پوچھا کیا ہوا ہے؟ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی کہی ہوئی ساری باتیں بتا دیں تو حضرت آسیہ نے کہا کیا آپ نے کوئی ایسا آدمی دیکھا ہے جس کو یہ سب کچھ مل رہا ہو اور وہ اس کو چھوڑ دے؟ فرعون حضرت آسیہ کے پاس سے چلا گیا اور ہامان کو بلا کر مشورہ کیا تو ہامان نے کہا پہلے آپ کی عبادت کی جاتی تھی اب آپ کسی کی عبادت کریں گے؟ پہلے آپ لوگوں کے رب تھے اور اب آپ کسی کی تربیت میں ہوں گے؟ موسیٰ علیہ السلام نے جو باتیں کیں تو ان میں سے بادشاہت اور صحت تو آپ کو پہلے سے ہی حاصل ہے کیونکہ آپ بیمار نہیں اور اگر ہو گئے تو اطباء آپ کو بیمار نہیں رہنے دیں گے اور رہی جوانی تو میں آپ کو جوان بنا دیتا ہوں اور روایات میں ذکر کیا گیا ہے کہ فرعون پر اژدھے کے دن سے پہلے بڑھاپے کے آثار بالکل نہ تھے، اژدھے والے دن اس کا سر اور داڑھی بالکل سفید ہو گئے تو ہامان نے فرعون کو کہا میں آپ کی جوانی آپ کو لٹا دیتا ہوں یہ کہہ کر ہامان نے فرعون کے لئے خضاب ایجاد کیا اور فرعون کو سیاہ خضاب لگایا اور رہی بات جنت کی تو ہم جس حال میں ہیں اس کے علاوہ میں کسی جنت کو نہیں جانتا۔ تو فرعون کا دل ہامان کی باتوں پر آمادہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اپنی قوم کے سرکردہ لوگوں کو جمع کر کے ان سے پوچھا تم لوگوں کی ان دو جادوگروں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ کیونکہ یہ دونوں:

يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى [سورة طه:63]

(ترجمہ) چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دیں اور تمہارے اچھے خاصے چلن کو موقوف کر دیں۔

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ o يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ [سورة الشعرآء:37-36]

(ترجمہ) وہ کہنے لگے کہ اس کو اور اس کے بھائی کو ڈھیل دے دو اور شہروں میں چپڑاسیوں کو بھیج دو وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں۔

حاضرین میں سے بعض نے کہا ان دونوں کو قتل کر دے تا کہ ان سے جان چھوٹ جائے۔ جب قتل کا ذکر آیا تو فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو، میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرتا ہوں اور اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رب کو بلائے مجھے

خوف ہے کہ وہ تمہارا دین تبدیل کر دے گا یا زمین میں فساد ظاہر کرے گا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں ہر ایسے متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ [سورة المؤمن:28].

(ترجمہ) اور فرعون کے لوگوں میں ایک ایماندار مرد نے کہا جس نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا۔

یہ وہی جبریل تھے جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو مدین جانے سے پہلے یہ خبر دی تھی کہ فرعون کے سرداروں نے آپ کو قتل کرنے کا مشورہ کرلیا ہے جبریل نے اس دن اپنا ایمان ظاہر کر دیا اور فرمایا:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا [سورة المؤمن:29-28] .

(ترجمہ) کیا تم ایسے آدمی کو مارتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی کھلی نشانیاں لے کر آیا ہے اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کا جھوٹ اس پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوگا تو تم پر کچھ نہ کچھ وہ عذاب پہنچے گا جس کی وہ تم سے پیش گوئی کرتا ہے بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو بے لحاظ ہو جھوٹا ہو۔ اے میری قوم! آج تمہارا راج ہے تم زمین میں غالب ہو پھر کون اللہ کے عذاب سے ہماری مدد کرے گا اگر وہ ہم پر آ گیا۔ اور

يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ [سورة المؤمن:30].

(ترجمہ) اے میری قوم میں تمہارے متعلق گذشتہ امتوں کی طرح کے روز بد سے ڈرتا ہوں۔

وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ [سورة المؤمن:32].

(ترجمہ) اور اے میری قوم مجھے تم پر چیخ و پکار کے دن کا اندیشہ ہے۔

يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ [سورة المؤمن:38 تا 44]

(ترجمہ) اے میری قوم! میری بات مانو میں تمہیں نیکی کی راہ پر پہنچا دوں گا۔ اے میری قوم! یہ جو دنیا کی

زندگی ہے (چند روزہ) فائدہ اٹھانے کے لئے ہے اور آخرت ہی جم کر رہنے کا گھر ہے جس نے برا عمل کیا اسی کے برابر بدلہ پائے گا اور جس نے نیک عمل کیا مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہونگے اس میں بے شمار روزی پائیں گے۔ اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ سے منکر ہو جاؤں اور اس کا شریک ٹھہراؤں جسے میں جانتا بھی نہیں جبکہ میں تمہیں زبردست، گناہ بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ ظاہر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو نہ وہ دنیا میں بلانے کے لائق ہے اور نہ آخرت میں اور بے شک ہم نے اللہ کے پاس لوٹ جانا ہے اور بے شک زیادتی کرنے والے ہی دوزخی ہیں۔ تم آگے یاد کرو گے جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں اور میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک سب انسان اللہ کی نگاہ میں ہیں۔

تو فرعون اور اس کے رفقاء نے حبریل کو قتل اور سولی کی دھمکیاں دیں اور فرعون نے حبریل کو کہا آپ نے موسیٰ علیہ السلام کے دین کی اتباع کر لی ہے اور میرا دین چھوڑ دیا ہے تاکہ میں آپ کے ساتھ وہی سلوک کروں جس کے آپ حق دار ہو تو حبریل نے کہا کہ آپ جو کر سکتے ہو کر لو۔

پھر حبریل فرعون کے پاس سے نکلے اور ایک پہاڑ میں پناہ لے لی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا [المؤمن:45] (پھر اللہ نے موسیٰ کو برے داؤں سے جو وہ کر رہے تھے بچا لیا)

فرعون نے حبریل کے تعاقب میں اپنے خاص آدمیوں میں سے دو آدمی بھیجے انہوں نے حبریل کو دیکھا کہ وہ پہاڑ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے دائیں جانب ایک شیر اور بائیں جانب چیتا کھڑا ہے تو یہ لوگ آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکے اور واپس آ گئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے پوچھا جب ہم فرعون کے پاس جائیں گے تو آپ اس کو کیا کہیں گے؟ تو ایک نے کہا ہم اس کو کہہ دیں گے کہ ہم نے حبریل کو ایسی حالت میں دیکھا تھا اور دوسرے نے کہا ہم فرعون کو کہیں گے کہ حبریل ہمیں نہیں ملا کیونکہ اگر ہم نے فرعون کو بتا دیا کہ وہ ملا تھا، ہم اس کو نہیں لائے تو غصہ میں آ کر ہمیں قتل کر دے گا جب یہ دونوں فرعون کے پاس گئے تو فرعون کو کہا ہم نے حبریل کو دیکھا درندہ اور چیتا اس کا پہرہ دے رہے تھے اس لئے ہم اس کے قریب نہیں جا سکے تو فرعون کے ایماء پر اس سچے آدمی کو قتل کر دیا گیا اور فرعون حبریل کے قتل سے باز آ گیا۔ یہ مفہوم ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا۔

فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا [المؤمن:45] (پھر اللہ نے موسیٰ کو برے داؤں سے جو وہ کر رہے تھے بچا لیا)

موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ

پھر حاضرین میں سے جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو مہلت دینے کا مشورہ دیا تھا فرعون نے ان کی تدبیر پر چلنے کا فیصلہ کر لیا ان لوگوں نے یہ مشورہ دیا تھا:

اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ وَابۡعَثۡ فِی الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِيۡنَ o يَاۡتُوۡكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيۡمٍ o فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيۡقَاتِ يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ [سورۃ الشعرآء:36 تا38]

(ترجمہ) اس کو اور اس کے بھائی کو ڈھیل دے دو اور شہروں میں چپڑاسیوں کو بھیج دو وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں۔ غرض وہ جادوگر ایک مقرر دن کے خاص وقت پر جمع کر لئے گئے۔

اور لوگوں کو کہا گیا کہ تم لوگ بھی جمع ہو جاؤ گے؟ شاید ہم جادوگروں کی پیروی کر لیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو کہا:

فَاجۡعَلۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكَ مَوۡعِدًا لَّا نُخۡلِفُهٗ نَحۡنُ وَ لَآ اَنۡتَ مَكَانًا سُوًى [سورۃ طٰہٰ:58].

(ترجمہ) ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کر لو نہ ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تم، ایک صاف میدان میں۔

آپ اس جگہ حاضر ہو جائیں اور جادوگروں سے مناظرہ کر لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مَوۡعِدُكُمۡ يَوۡمُ الزِّيۡنَةِ [سورۃ طٰہٰ:59] (تمہارے وعدہ کا وقت جشن کا دن ہے)۔ یعنی ان لوگوں کی عید کا دن۔

اور بعض نے کہا ہے نہیں بلکہ بنی اسرائیل کی عید کا دن تھا اور کہا جاتا ہے کہ یہ نیروز (شمسی سال کا پہلا) دن تھا۔

وَ اَنۡ يُّحۡشَرَ النَّاسُ ضُحًى [سورۃ طٰہٰ:59] (اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع ہوں) اس دن چاشت کے وقت

فَتَوَلّٰى فِرۡعَوۡنُ فَجَمَعَ كَيۡدَهٗ [سورۃ طٰہٰ:60] (اور فرعون لوٹ گیا پھر اپنے سارے داؤ جمع کیے) یعنی اپنے جادوگروں کو۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں پندرہ ہزار جادوگر تھے اور حسنؒ فرماتے ہیں پچیس ہزار جادوگر تھے اور محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں اٹھارہ ہزار تھے اور کلبیؒ فرماتے ہیں بہتر افراد تھے۔

اور وہبؒ فرماتے ہیں ستر ہزار جادوگر تھے۔ فرعون نے ان میں سے سات ہزار کا انتخاب کیا پھر ان میں سے سات سو جادوگروں کا انتخاب کیا گیا پھر ان میں سے سب سے زیادہ ماہر جادو کے ستر بڑے علماء کا انتخاب کیا گیا اور ان لوگوں نے فرعون کو ضمانت دی کہ وہ اپنی رسیوں اور لاٹھیوں سے موسیٰ علیہ السلام جیسا عمل کریں گے اور اس کا کچھ نمونہ فرعون کے سامنے پیش بھی کیا اور دل میں خوش ہو گئے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ جائیں گے۔ اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے:

فَلَنَاۡتِيَنَّكَ بِسِحۡرٍ مِّثۡلِهٖ [سورۃ طٰہٰ:58] (پس ہم بھی تیرے مقابلے میں ایسے ہی جادو لائیں گے)۔

پھر جادوگروں نے فرعون کو کہا:

اِنَّ لَنَا لَاَجۡرًا اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ o قَالَ نَعَمۡ وَ اِنَّكُمۡ لَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ [سورۃ الاعراف:113-114]

(ترجمہ) اگر ہم غالب آگئے تو ہمیں کوئی بڑا صلہ ملے گا؟ کہا ہاں! پھر تو تم مقرب ہو جاؤ گے۔

تم لوگ سب سے پہلے میرے پاس آیا کرو گے اور سب سے آخر میں جاؤ گے۔

اور بعض نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تمہاری نشست تمام لوگوں سے زیادہ میرے قریب ہوگی اور بعض نے کہا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی روز حاجت پوری کی جائے گی۔ جب طے شدہ دن آیا تو فرعون اپنی ساری کابینہ کے ساتھ باہر آیا اور ان کے لئے ایک گنبد نما چبوترہ بنایا گیا جس کی بلندی اسی گز تھی۔ اس میں فرعون کا تخت شاہی بھی رکھا گیا۔ فرعون کے دائیں جانب ہامان اور بائیں جانب قارون بیٹھا تھا اور ارد گرد فرعون کی قوم کے سرکردہ لوگ بیٹھے تھے۔ لوگ یہ سارا منظر دیکھنے کے لئے جوق در جوق جمع ہو گئے اور تمام جادوگر بھی اعلیٰ اختلاف الاقوال اپنی پوری تعداد کے ساتھ آگئے اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارونؑ بھی جلوہ افروز ہوئے ۔موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ مبارک میں عصا تھا اور موسیٰ علیہ السلام نے جبہ زیب تن کیا ہوا تھا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے ایک نگاہ جادوگروں پر ڈالی اور ان کو فرمایا:

وَيۡلَكُمۡ لَا تَفۡتَرُوۡا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسۡحِتَكُمۡ بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدۡ خَابَ مَنِ افۡتَرٰى ○ فَتَنَازَعُوۡۤا [سورة طٰه:61-62] .

(ترجمہ) کم بختی تمہاری اللہ پر جھوٹ نہ بولو کہ وہ تمہیں کسی عذاب سے نیست و نابود نہ کر دے اور جس نے جھوٹ باندھا وہ ناکام رہا پھر وہ اختلاف کرنے لگے۔ یعنی جادوگر۔

اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ وَ اَسَرُّوا النَّجۡوٰى [سورة طٰه:62] (اپنے کام میں آپس میں اور چھپ کر مشورہ کیا)۔

کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کہنے لگا نہ یہ آدمی جادوگر ہیں اور نہ ہی ان کے کلام میں جادوگروں والا کلام ہے۔ اگر یہ ہم پر غالب آگئے تو ہم ان پر ایمان لے آئیں گے پھر فرعون کی سطوت و کابینہ کو دیکھ کر کہنے لگے:

اِنۡ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيۡدٰنِ اَنۡ يُّخۡرِجٰكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِكُمۡ بِسِحۡرِهِمَا وَ يَذۡهَبَا بِطَرِيۡقَتِكُمُ الۡمُثۡلٰى [سورۃ طٰه:63].

(ترجمہ) بے شک یہ دونوں (موسیٰ اور ہارون) جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دیں اور تمہارے اچھے خاصے چلن کو موقوف کر دیں۔

اور کہا جاتا ہے کہ یہ فرعون کا کلام تھا۔

پھر ان جادوگروں میں سے بڑے نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا:

اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِىَ وَ اِمَّاۤ اَنۡ نَّكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰى ○ قَالَ بَلۡ اَلۡقُوۡا [سورة طٰه:65-66].

(ترجمہ) تم پہلے ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں۔ فرمایا بلکہ تم ہی پہلے ڈال لو۔

فَاَلۡقَوۡا حِبَالَهُمۡ وَعِصِيَّهُمۡ وَقَالُوۡا بِعِزَّةِ فِرۡعَوۡنَ اِنَّا لَنَحۡنُ الۡغٰلِبُوۡنَ [سورة الشعرآء:44].

(ترجمہ) پھر جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دی اور کہنے لگے فرعون کے اقبال کی قسم فتح ہماری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى [سورة طٰه:66]

(ترجمہ) بلکہ تم ہی پہلے ڈال لو پھر یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰؑ کے خیال میں ان کے جادو سے دوڑتی ہوئی نظر آئیں۔۔

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ ان جادوگروں نے اپنے عصا اور رسیوں میں زیتوں کو بھر کر سورج کی تپش میں ڈال دیا جب سورج کی تپش بڑھی تو زیتون حرکت میں آیا جس کی وجہ سے وہ لاٹھیاں اور رسیاں بھی ہل گئیں تو لوگ سمجھے کہ وہ سانپ کی طرح حرکت کر کے دوڑ رہی ہیں۔

اور بعض حضرات نے جادوگروں کے اس کے علاوہ بھی حیلے بیان کئے ہیں۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ ان جادوگروں نے جادو کا کوئی حیلہ کیا تھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ[سورة الاعراف:116].

(ترجمہ) تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور ان پر ہیبت طاری کردی اور بڑا جادو دکھلایا۔

اور بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ شیطان نے حاضرین کی نگاہوں پر یہ خیال ڈالا کہ یہ رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوا تھا یہ کہنا اس لئے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے فعل کو سحر اور خیال کہا ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى [سورة طٰه:67] (پس موسیٰ کے دل میں تھوڑا سا خوف ہوا)۔

موسیٰ علیہ السلام یہ سمجھے کہ یہ سانپ بن گئے تو بشری خوف لاحق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں اور جبرائیلؑ آکر موسیٰ علیہ السلام کے دائیں جانب، موسیٰ علیہ السلام اور ہارونؑ کے درمیان کھڑے ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام کو کہا آپ اپنا عصا ڈال دیں:

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى o وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى [سورة طٰه:69-68].

(ترجمہ) مت ڈرو تم ہی غالب رہو گے۔ اور ڈالو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے تاکہ نگل جائے جو کچھ انہوں نے بنایا ہے اور ان کا بنایا ہوا جادوگر کا فریب ہے اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا جہاں بھی ہو۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو ارشاد فرمایا:

مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ o وَ يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ [سورة يونس:82-81].

(ترجمہ) کہ جو کچھ تم لائے ہو جادو ہی ہے اللہ اسے ابھی درہم برہم کیے دیتا ہے بے شک اللہ شریروں کے کام بننے نہیں دیتا۔ اور اپنے حکم سے حق بات کو سچا کرتا ہے اگرچہ مجرم لوگ برا منائیں۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی نیچے پھینک دی۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں وہ اتنا بڑا اژدھا بن گیا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا بڑا نہیں بنا تھا۔ اس نے اپنا منہ کھول کر جادوگروں کی تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ [الاعراف:117] (تو وہ جو کھیل بناتے تھے (تو عصا) اس کو فوراً نگل لیتا تھا)

پھر لوگوں کی طرف بڑھا تو لوگ اس کے سامنے بھاگ کر تتر بتر ہو گئے اور اژدھا ان کے پیچھے پیچھے تھا، لوگ ایک دوسرے پر چڑھے جا رہے تھے۔ اس بھگدڑ میں ستر ہزار لوگ مارے گئے پھر وہ سانپ فرعون کے چبوترہ کی طرف متوجہ ہوا اور اپنا منہ کھول کر فرعون اور اس کے شاہی تخت کو نگلنے کا ارادہ کیا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ فرعون اپنے تخت سے اتر کر بے تحاشا بھاگنے لگا فرعون لنگڑا اور ٹیڑھی کمر والا تھا لوگوں کو فرعون کی یہ حالت اس دن پتہ چلی تھی ،فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی تو موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور اژدھے کو اپنے ہاتھ میں پکڑا تو وہ پہلے جیسا عصا بن گیا لیکن جادوگروں کی کوئی رسی اور لاٹھی ظاہر نہ ہوئی نہ تھوڑی نہ زیادہ تو جادوگر پہچان گئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ کیا ہے وہ جادو نہیں ہے ورنہ ان کی لاٹھیاں اور رسیاں فنا نہ ہوتیں اور وہ آپس میں کہنے لگے اگر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کے بارے میں ہماری آنکھوں پر ہماری طرح کوئی جادو کر دیا ہے تو ہماری لاٹھیاں اور رسیاں کہاں غائب ہو گئی ہیں؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے گفتگو کی اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی اور وہ سب اسی کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ [سورۃ الاعراف:119-118].

(ترجمہ) پس حق ظاہر ہو گیا اور جو کچھ انہوں نے بنایا تھا سب غلط ہو گیا۔ پس وہ اس موقع پر ہار گئے اور ذلیل ہو کر لوٹے۔ یعنی فرعون اور اس کی قوم:

وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ [سورۃ الاعراف:120] (اور جادوگر سجدے میں گر پڑے)۔

یعنی انہوں نے اتنی جلدی سجدہ کیا کہ ایسا لگتا تھا کہ ان کو سجدہ میں ڈالا گیا ہے اور سجدہ کی حالت میں کہا:

قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [سورۃ الاعراف:121] (کہنے لگے ہم پروردگار عالم پر ایمان لے آئے)۔

تو فرعون نے جادوگروں سے پوچھا: رب العالمین سے تمہاری مراد میں ہی ہوں؟ جادوگروں نے کہا نہیں تو نہیں ہے۔ رب العالمین تو:

رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ [سورۃ الاعراف:122] (جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے)۔

اسی پر ہم لوگ ایمان لائے ہیں تو فرعون کہنے لگا:

ءَ اٰمَنْتُم بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ [سورۃ الاعراف:123].

(ترجمہ) کیا تم اس پر میری اجازت سے پہلے ایمان لائے ہو یہ تو مکر ہے جو تم سب نے مل کر اس شہر میں بنایا ہے۔

پھر تم نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سرنگوں ہونے میں موافقت کی اور لوگوں کو یہ دکھایا کہ موسیٰ علیہ السلام تم پر غالب آ گئے ہیں۔

لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا (تاکہ تم اس سے اس کے رہنے والوں کو نکال دو)۔

اپنے جادو کے ساتھ کیونکہ موسیٰ تمہارے بڑے ہیں۔

الَّذِیْ عَلَّمَکُمُ السِّحْرَ [سورۃ طٰہٰ:71] (جس نے تمہیں جادو سکھلایا ہے)۔

اللہ تعالیٰ کے اس دشمن نے جھوٹ بولا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کے یہ جادوگر تو موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہی جادو جانتے تھے پھر ان کو دھمکی دیتے ہوئے کہا:

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ [سورۃ الاعراف:124].

(ترجمہ) میں تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا۔

دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں جیسے چوروں کے کاٹے جاتے ہیں:

وَّ لَاُوصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ [سورۃ طٰہٰ:71] (اور تمہیں کھجور کے درختوں پر سولی دوں گا)۔

تاکہ لوگ تمہیں دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور میری مخالفت کرنے اور میرے دشمنوں کی بات ماننے کی جرأت نہ کریں۔

وَ لَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰی [سورۃ طٰہٰ:71].

(ترجمہ) اور جان لو گے ہم دونوں میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے)۔

میں یا موسیٰ اور ان کے معبود کا۔ تو ان سب جادوگروں نے بیک زبان جواب دیا:

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَکَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ [سورۃ طٰہٰ:72].

(ترجمہ) ان لوگوں نے صاف کہہ دیا ہم ان دلائل کے مقابلہ میں جو ہمیں ملے ہیں تجھے کبھی ترجیح نہیں دیں گے) واضح دلائل موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر اس اللہ نے دکھائے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور ہم تیری عبادت کو اس ایک معبود کی عبادت پر ترجیح نہیں دیں گے بے شک وہ ہمارا خالق ہے اور رہی بات تیری دھمکیوں کی

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ [سورۃ طٰہٰ:72] (تجھے جو کرنا ہے کر لے)۔

پس تو نے جو کرنا ہے کر لے کیونکہ تو صرف اسی دنیا کی زندگی میں ہمیں نقصان پہنچانے پر قادر ہے جب ہم دنیا سے چلے جائیں گے تو تو ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹ جائیں گے۔

قَالُوٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ[الاعراف:125] (وہ بولے ہمیں تو اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہی ہے)
تو ہمارے ساتھ جو کچھ بھی کر، ہمیں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں تاکہ وہ ہماری خطائیں معاف کردے اور تو نے ہمیں جو مجبوراً جادو کرنے پر لگایا یہ بھی معاف کردے اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دیں اس کو بہت بہتر بدلہ وثواب عطاء کرتے ہیں اور جس کو عذاب دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ کا عذاب دائمی اور دیرپا ہوتا ہے لیکن ہمیں یہ امید ہے کہ ہمارا رب ہماری خطائیں معاف کردے گا کیونکہ ہم اس عظیم مجمع میں سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے رب پر ایمان لائے ہیں پھر ان جادگروں نے دعا کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا:

رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا [سورۃ الاعراف:126] (اے ہمارے رب ہم پر صبر کے دہانے کھول دے) اگر فرعون ہمیں عذاب دے۔

وَّ تَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ [سورۃ الاعراف:126] (اور ہمیں حالت اسلام پر موت دے) اور دین اسلام پر ہماری روح قبض کیجئے گا۔

پھر فرعون کے حکم پر کھجور کے لمبے تنے دریائے نیل کے کنارے نصب کردیئے گئے اور تمام جادوگروں کو وہاں حاضر کیا گیا اور فرعون کے حکم پر ان جادوگروں کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ کر کھجور کے تنوں پر سولی دے دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص لطف وکرم سے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے فرعون کی توجہ ہٹا دی، وہ ان دونوں حضرات کو گزند نہ پہنچا سکا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ جادوگر دن کی ابتداء میں کافر جادوگر تھے اور دن کے آخر میں شہید ہوکر جنت میں پہنچ گئے اور جب فرعون اس کام سے فارغ ہوکر واپس اپنے محل گیا تو موسی علیہ السلام کے عظیم معجزہ کا خیال آتے ہی اس کو تشویش ہوئی کہ کہیں لوگ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئیں اس لئے اپنی قوم کے لوگوں سے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشورہ کیا تو ان لوگوں نے کہا:

اَتَذَرُ مُوۡسٰى وَ قَوۡمَهٗ لِيُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ [سورۃ الاعراف:127].
(ترجمہ) تو موسیٰ اور اس کی قوم کو کیوں چھوڑتا ہے تاکہ وہ زمین میں اودھم مچائیں۔

اور لوگوں کو آپ کے دین اور عبادت سے ہٹا دیں۔ فرعون نے کہا تمہاری ان لوگوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو فرعون کی قوم کے سردار کہنے لگے مناسب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو آپ جو پہلے عذاب دیتے تھے کہ ان کے بیٹوں کو قتل کردیا اور عورتوں سے خدمت لی یہی سلسلہ دوبارہ شروع کردیں تو فرعون نے ایسا کرنے کا حکم جاری کردیا۔ اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

سَنُقَتِّلُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَ نَسۡتَحۡىٖ نِسَآءَهُمۡ وَ اِنَّا فَوۡقَهُمۡ قٰهِرُوۡنَ [سورۃ الاعراف:127].

(ترجمہ) ہم ان کے بیٹوں کو مار ڈالیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم ان پر زور آور ہیں۔

جب فرعون نے یہ احکامات جاری کئے تو بنی اسرائیل کے لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس شکایت کرنے گئے اور کہا:

اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا [سورۃ الاعراف:129].

(ترجمہ) ہمیں تیرے آنے سے پہلے اور تیرے آنے کے بعد تکلیفیں دی گئی ہیں) یعنی اس وقت۔

اب آپ کیا کریں گے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو فرمایا:

اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا [سورۃ الاعراف:128] (اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو)۔

اپنے مصائب پر اور خوب جان لو:

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَo عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ [سورۃ الاعراف:129-128] .

(ترجمہ) زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث بنادے اور آخر کار کامیابی پرہیز گاروں کے لئے ہے۔ قریب ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں خلیفہ کردے گا پھر دیکھے گا تم کیسے کام کرتے ہو۔

بنی اسرائیل کے لوگوں نے پوچھا کیا یہ ہمیشہ کے لئے ہوگا؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہاں کیونکہ اچھا انجام متقی لوگوں کے لئے ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی مجھ سے اسی بات کا وعدہ کیا ہے۔

ایک مؤمنہ عورت اور حضرت آسیہ کا قتل

اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے جو لوگ قتل کئے گئے ان میں ایک عورت فرعون کی بیوی بھی ہیں ان کے قتل کا سبب یہ تھا کہ ایک عورت فرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے پر مامور تھی یہ اسی حبریل کی بیوی ہیں جن کا واقعہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ یہ ایک دن فرعون کی بیٹی کے بال سنوار رہی تھیں تو کنگھی ان کے ہاتھ سے گر گئی تو ان خاتون نے کہا جس نے اللہ کا انکار کیا وہ برباد ہوا اور بعض نے کہا ہے کہ ان خاتون نے کنگھی اٹھاتے ہوئے کہا (بسم اللہ) تو فرعون کی بیٹی نے پوچھا کیا آپ کی مراد میرے والد ہیں؟ ان خاتون نے کہا نہیں۔ فرعون کی بیٹی نے پوچھا پھر کون مراد ہے؟ ان خاتون نے کہا میں اس معبود کے نام سے کام شروع کرتی ہوں جس کی میں عبادت کرتی ہوں۔ فرعون کی بیٹی نے پوچھا کیا تیرا میرے والد کے علاوہ کوئی معبود ہے؟ ان خاتون نے کہا ہاں وہ آپ کا اور میرا اور تمام مخلوق کا معبود ہے اور وہی تیرے باپ اور آسمانوں اور زمینوں کا اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کا معبود ہے تو فرعون کی بیٹی غصہ میں بھر گئی اور جلدی جلدی اپنے باپ کے پاس گئی اور ساری بات بتائی تو فرعون نے اس خادمہ خاتون کو بلایا اور ان کی باتوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ساری بات کا اقرار کرلیا تو فرعون نے ان کو ڈانٹ کر کہا اپنی بات سے رجوع کرلے ورنہ میں تیرا حشر کردوں گا انہوں نے

فرعون کی بات نہیں مانی تو فرعون کے حکم پر ان کو میخوں کے درمیان لٹا دیا گیا اور فرعون اسی طرح عذاب دیا کرتا تھا ۔ پھر فرعون کے حکم پر ان خاتون پر سانپ اور بچھو ڈال دیئے گئے اور فرعون نے کہا جب تک تو موسیٰ علیہ السلام کے معبود کا انکار نہیں کر دیتی تیرا یہی حشر ہوتا رہے گا۔ تو ان خاتون نے کہا اگر تو مجھے سو سال عذاب دے تب بھی میں اللہ تعالیٰ کا کفر نہیں کروں گا ان خاتون کے دو بیٹے تھے ،فرعون کے حکم پر ان دونوں کو وہاں لایا گیا پھر فرعون نے ان خاتون کو کہا تو کفر کر؛ نہیں تو میں تیرے بڑے بیٹے کو قتل کر دوں گا ؟ ان خاتون نے کہا میں کفر نہیں کروں گی تو ان کے بیٹے کو ان کی آنکھوں کے سامنے ذبح کر دیا گیا تو وہ خاتون واویلا کرنے لگیں اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے کی رگوں میں قوتِ گویائی عطاء فرمائی انہوں نے کہا اے امی جان! آپ واویلا نہ کریں میں جنت میں پہنچ چکا ہوں اور آپ اللہ تعالیٰ کا کفر نہ کرنا اور فرعون کے عذاب پر صبر کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے تو فرعون نے ان خاتون کو کہا یا تو کفر اختیار کرو رنہ میں تیرے چھوٹے بیٹے کو بھی ذبح کر دوں گا تو ان خاتون نے جواب دیا میں اللہ کا کفر نہ کروں گی چاہے تو تمام لوگوں کو قتل کر دے تو فرعون کے حکم پر ان کے شیر خوار بچے کو قتل کیا جانے لگا تو وہ واویلا کرنے لگیں، اس دودھ پیتے بچے نے کہا اے میری امی جان آپ واویلا نہ کریں کیونکہ میں اور میرا بھائی اور آپ سب ہم جنت میں جائیں گے آپ اپنے اوپر دیکھیں ،ان خاتون نے اوپر دیکھا تو آسمان کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ انہوں نے جنت اور اس کی نعمتوں کا نظارہ کیا تو خوش ہوگئیں اور ان کے سامنے ان کا دوسرا بیٹا بھی ذبح کر دیا گیا پھر اس خاتون کو بھی قتل کر دیا گیا۔ اور فرشتے ان کی روحوں کو جنت میں لے گئے اور روایت کیا گیا ہے کہ فرعون نے اس خاتون کے سامنے ان کے تین بیٹوں کو قتل کیا تھا اور فرعون کی بیوی آسیہ یہ سارا منظر دیکھ رہی تھیں کہ فرعون نے اس خاتون اور ان کی اولاد کے ساتھ کیا کیا ہے؟ جب فرعون گھر میں آسیہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا اے فرعون! تیرا دل کس قدر سخت ہے اور تو نے اللہ تعالیٰ پر کتنی زیادہ جرأت دکھائی ہے تو فرعون آسیہ کو کہنے لگا لگتا ہے تجھے بھی اس خادمہ جیسا جنون ہے؟ آسیہ نے جواب دیا الحمد للہ مجھے کوئی جنون نہیں ہے لیکن تو نے ایک مومن عورت کو ناحق ظلماً قتل کیا ہے اور میں بھی اسی کے دین پر ہوں تو فرعون نے آسیہ کے والدین کو بلوا کر کہا تمہاری بیٹی کو بھی اس خادمہ والا جنون لاحق ہو گیا ہے آپ لوگ اس کو سمجھائیں تو آسیہ کے والدین نے آسیہ کو کہا اے ہماری بیٹی! آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی بات کہہ رہی ہو؟ تو آسیہ نے جواب دیا میں حق بات ہی کہہ رہی ہوں اور والدین کی بات نہیں مانی تو فرعون نے حکم دیا اور آسیہ کو میخوں کے درمیان لٹا دیا گیا۔

اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ [سورۃ الفجر:10] (اور فرعون میخوں والے کے ساتھ)۔

تو آسیہ نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی:

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

[سورۃ التحریم:11].

(ترجمہ) اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے محفوظ رکھ اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے دے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور انہوں نے جنت کو دیکھ لیا تو فرعون غصہ میں بپھر گیا تو اس کے حکم پر ان کی آنکھ پر لوہے کی میخ گاڑھ دی گئی لیکن انہوں نے کوئی واویلا نہیں کیا تو دوسری آنکھ کا بھی یہی حشر کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے جوارِ رحمت میں بلا لیا۔

جب جادوگروں کے ساتھ یہ سلوک ہو چکا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارونؑ کو حکم دیا کہ:

اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا [یونس:87] (اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر مقرر کرو) یعنی مساجد۔

وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً [یونس:87] (اور اپنے گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے دو) یعنی قبلہ رو۔

وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ [سورۃ یونس:87].

(ترجمہ) اور نماز کے پابند رہو اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دو)

کہ ہم عنقریب بنی اسرائیل کو قوم سے نجات دیں گے اور موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں عرض کیا:

رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ [سورۃ یونس:88].

(ترجمہ) اے ہمارے رب! تو نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں رونق اور مال دیا ہے، اے ہمارے رب! اس لئے کہ وہ تیری راہ سے بھٹکائے، اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا [سورۃ یونس:89] (تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی)

اس دعا اور فرعون کی ہلاکت میں ایک سال کا وقفہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ سات سال کا وقفہ ہے پھر فرعون موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر و فریب کرنے میں مشغول ہو گیا اور پہلا مکر اس نے ایک محل کی تعمیر سے شروع کیا۔ فرعون نے ہامان کو کہا:

فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى [سورۃ القصص:38].

(ترجمہ) پھر میرے لئے ایک بلند عمارت تیار کرو تا کہ میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں)۔

اور اس قلعہ کی تعمیر کے لئے اینٹوں کو پکانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا [سورۃ القصص:38].

(ترجمہ) اور فرعون نے کہا: اے دربار والو! مجھے اپنے سوا تمہارا کوئی خدا معلوم نہیں پس اے ہامان میرے

لئے مٹی کو آگ میں پکواؤ پھر میرے لئے ایک بلند عمارت تیار کرو۔

تو ہامان نے مستری جمع کرنے شروع کئے پچاس ہزار مستری جمع ہو گئے اور ہر مستری کے ماتحت کئی افراد تعمیر، اینٹیں پکانے اور لوہے اور لکڑی کا کام کرنے کے لئے مامور تھے۔ ان سب لوگوں نے مل کر اس زمانہ کی سب سے بلند ترین عمارت تعمیر کی اس کی لمبائی کا یہ عالم تھا کہ جب سورج طلوع ہوتا تھا تو اس محل کا سایہ کئی میل دور تک زمین پر پڑتا تھا، فرعون کا یہ خیال تھا کہ جب یہ محل تعمیر ہو جائے گا تو وہ اس پر چڑھ کر موسیٰ علیہ السلام کے معبود کو دیکھ سکے گا۔ ایک دن محل کی تعمیر جاری تھی اور لوگ اس کے اوپر نیچے کی مختلف منزلوں میں کام کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا وہ آئے اور محل کی بنیادیں ہلا دیں۔ وہ محل دھڑام سے زمین پر آ گرا اور اس کے اندر کام کرنے والے سب لوگ ہلاک ہو گئے، کوئی بھی نہیں بچا لیکن فرعون نے اس سے بھی عبرت حاصل نہیں کی اور کفر و انکار پر ڈٹا رہا پھر موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں پر بد دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ نشانیاں بھیجیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

قوم فرعون پر عذاب

سب سے پہلی نشانی ان لوگوں پر تین سال قحط اور خشک سالی بھیجی گئی اور بعض نے کہا کہ سات سال کے لئے بھیجی گئی، اس عرصہ میں بارشیں بالکل نہیں ہوئیں بہت سے لوگ اور ان کے مویشی اسی وجہ سے مر گئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ [سورۃ الاعراف:130].

(ترجمہ) اور ہم نے فرعون والوں کو قحطوں اور میووں کے نقصان میں مبتلا کر دیا۔

لیکن ان لوگوں نے نصیحت حاصل نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ان لوگوں پر طوفان بھیجا بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ یہ طوفان سخت بارش کی صورت میں تھا، چالیس راتیں لگاتار بارش برستی رہی اور بعض نے دس دن اور بعض نے سات دن نقل کئے ہیں۔ ایسی بارش پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی، اس کی وجہ سے گھر تباہ ہو گئے اور بستیاں اور بہت سے لوگ اور مویشی ڈوب گئے تو لوگ فرعون کے پاس فریاد لے گئے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس پیغام بھیج کر کہا:

یٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ [سورۃ الاعراف:134].

(ترجمہ) اے موسیٰ! ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر جیسا کہ اس نے تجھے بتلا رکھا ہے اگر تو نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم تجھ پر ضرور ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے ان کی کہی ہوئی باتوں پر عمل کا وعدہ کر کے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے بارش روک دی اور سورج ظاہر ہو گیا اور نباتات و فصلیں اتنی وافر مقدار میں پیدا ہوئیں کہ انہوں نے ایسی خوشحالی پہلے

کبھی نہ دیکھی تھی یہ سب دیکھ کر وہ کہنے لگے یہ بارش تو ہمارے لئے بہت بہتر تھی ہم ہی اس کو نہ جانتے تھے یہ کہہ کر وعدہ توڑ دیا اور ایمان نہ لائے اور دیگر حضرات کا کہنا ہے کہ طوفان دراصل طاعون کی وبا سے واقع ہونے والی جلدی موت تھی۔ طاعون کی وبا ان لوگوں میں پھیل گئی تھی جس کی وجہ سے ایک رات میں فرعون کی قوم کے سرکردہ لوگوں میں سے اسی ہزار لوگ مر گئے۔ سب لوگ فریاد لے کر فرعون کے پاس پہنچے تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ایمان لانے کا وعدہ لیا اور ان کے لئے دعا کی جب اللہ تعالیٰ نے یہ وباء ختم کردی تو فرعون اور اس کی قوم نے وعدہ توڑ دیا اور ایمان نہیں لائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ [سورۃ الاعراف:135] (اسی وقت وہ عہد توڑ ڈالتے)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ان لوگوں پر ٹڈیوں کا عذاب بھیجا، وہ سیاہ گھنے بادل کی طرح آئیں اور ان کی فصلوں پر ٹوٹ پڑیں اور ساری فصلیں اس طرح کھا گئیں کہ پھل کے ساتھ درختوں کی ٹہنیاں اور اناج کے ساتھ ان کی ٹہنیاں بھی کھا گئیں۔ پھر عمارتوں پر ٹوٹ پڑیں اور گھروں کی لکڑیاں کھانے لگیں تو لوگوں نے فرعون سے فریاد کی اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی اور سب نے پہلے کی طرح ایمان کا وعدہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے عصا مبارک سے ٹڈیوں کی طرف اشارہ کریں موسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا تو سب اڑ گئیں کوئی ٹڈی باقی نہ رہی۔

اور بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی جس نے ٹڈیوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا ان لوگوں نے پھر وعدہ توڑ دیا اور کہنے لگے ہمارے پاس اتنا غلہ باقی بچ گیا ہے جو ہمیں اس سال کے لئے کافی ہے ہم آپ پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قمل کا عذاب بھیج دیا۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ قمل اس ٹڈی کو کہتے ہیں جس کے پَر نہ ہوں اور بعض نے کہا ہے کہ قمل مچھر ہے اور بعض نے کہا ہے کہ قمل کو فارسی میں سیروبہ کہا جاتا ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ کافی عرصہ گندم پڑی رہے تو اس میں جو کیڑا (دیمک) ظاہر ہو کر اس کو کھا جاتا ہے اسے قمل کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے یہ قمل وہ چھوٹی چیونٹیاں ہیں جو کپڑوں میں ہوتی ہیں اور اس کو فارسی میں شبشہ کہتے ہیں تو فرعون کی قوم فرعون کے پاس فریاد لے کر گئی اور فرعون موسیٰ علیہ السلام کے پاس فریاد لے آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے گرم ہوا بھیجی جس نے ان چیونٹیوں کو جلا دیا لیکن وہ لوگ ایمان نہ لائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈکوں کا عذاب بھیجا۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی تو موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل پر تشریف لے گئے اور اس پر اپنا عصا مبارک مارا تو اس سے بے شمار مینڈک نکلے ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے ان کے گھروں میں داخل ہو گئے یہاں تک کہ ان کے بستروں میں بھی گھس گئے تو وہ لوگ چلتے تو مینڈک ان کے

پاؤں کے نیچے آجاتے اور جب بستروں پر سونے لگتے تو مینڈک ان کے ساتھ سو جاتے اور جب یہ لوگ بیٹھتے تو مینڈک بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ مینڈک اتنے زیادہ تھے کہ ان کے برتنوں اور ہانڈیوں میں کود جاتے تو سب لوگ فرعون کے پاس فریاد لے کر گئے اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا اور پہلے جیسے وعدے کئے تو موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔

اور بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا مبارک سے اشارہ کیا تو وہ سب واپس دریائے نیل میں چلے گئے لیکن فرعون اور اس کی قوم پھر بھی ایمان نہ لائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر خون مسلط کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ خون سے مراد نکسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نکسیر کو مسلط کر دیا جس کی وجہ سے ایک ہی رات میں بہت بڑی تعداد میں لوگ ہلاک ہو گئے۔

اور اکثر مؤرخین فرماتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نہروں، حوضوں اور کنوؤں کو گاڑھا خون بنا دیا۔ ان لوگوں کو پینے کے لئے صاف پانی کہیں نہیں ملتا تھا وہ پیاس کی وجہ سے ہلکان ہو رہے تھے۔ بنی اسرائیل کے لوگ انہی نہروں اور کنوؤں سے صاف پانی لیتے تھے تو کوئی قبطی کسی اسرائیلی کو کہتا مجھے پانی پلا دو تو وہ اس کے لئے پانی لیتا جب تک مشکیزہ اسرائیلی کے ہاتھ میں رہتا اس کا پانی شیریں رہتا جیسے ہی وہ قبطی کو دیتا وہ خون بن جاتا تو ان لوگوں نے دو سروں والے کوزے بنائے ان میں اسرائیلی پانی لیتا پھر اس کے ایک سرے سے پانی پیتا اور قبطی دوسرے سرے سے پانی پیتا تو اسرائیلی کے لئے شیریں پانی نکلتا اور قبطی کے لئے خون نکلتا۔ یہاں تک کہ قبطی عورت اسرائیلی عورت کو کہتی: اپنے منہ میں پانی لے کر میرے منہ میں کلی کر دے، میں پیاس سے مری جا رہی ہوں تو جب تک پانی اسرائیلی عورت کے منہ میں رہتا صاف شفاف اور میٹھا رہتا اور جب اسرائیلی عورت اس پانی کی قبطی عورت کے منہ میں کلی کر دیتی تو وہ خون بن جاتا۔ تو لوگ فریاد لے کر فرعون کے پاس گئے اور فرعون موسیٰ علیہ السلام کے پاس فریاد لے کر گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی:

اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ [سورۃ الشعراء:63] (کہ اپنا عصا دریا پر مارو)۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے دریا کو عصا مبارک مارا تو دریا کا پانی ٹھیک ہو گیا اور دریا کی تمام نہروں کا پانی صاف و شفاف اور شیریں ہو گیا لیکن وہ لوگ ایمان نہ لائے اور اپنا وعدہ پورا نہیں کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ہلاکت کی بد دعا دی۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰی يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ [سورۃ یونس:88].

(ترجمہ) اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دل سخت کر دے کہ یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام مال چاندی، کپڑے، غلہ جات اور برتن ہلاک کر دیئے۔
اور روایت کیا گیا ہے کہ جب مسلمانوں نے مصر کو فتح کیا تو فرعون کے شہر کے ویرانے میں دیکھا کہ دراہم و دینار اور پھل وغلہ جات سب کچھ پتھر کا بنا ہوا تھا لیکن فرعون اور اس کی قوم ایمان نہ لائی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ [سورۃ الاعراف:135-134] .

(ترجمہ) اور جب ان پر کوئی عذاب پڑتا تو کہتے اے موسیٰ! ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر جیسا کہ اس نے تجھے بتلا رکھا ہے اگر تو نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم تجھ پر ضرور ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دیں گے۔ پھر جب ہم نے ان سے ایک مدت تک عذاب اٹھالیا جو ان کو اس مدت تک پہنچنا تھا اسی وقت وہ عہد توڑ ڈالتے۔

اور باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ [سورۃ الاعراف:133].

(ترجمہ) پھر ہم نے ان پر (سیلاب کا) طوفان، ٹڈی، چیچڑی، مینڈک اور خون بہت سی جدا جدا نشانیاں بھیجی پھر بھی تکبر کرتے رہے اور وہ مجرم قوم تھے۔

بعض مفسرینؒ کا فرمان ہے کہ ہر نشانی چالیس دن قائم رہی، ہر دو نشانیوں کے درمیان چالیس دن کا وقفہ ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ہر نشانی کی مدت دس دن تھی اور ہر دو نشانیوں کے درمیان دس دن کا وقفہ تھا۔
اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان نشانیوں کی مدت سات دن تھی اور ان نشانیوں کے درمیان کی مدت سات دن تھی۔ (واللہ اعلم) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ [بنی اسرائیل:101] (اور ہم نے موسیٰؑ کو نو صاف معجزے دیئے)۔
علماء کی ایک جماعت کا فرمان ہے کہ وہ نشانیاں طوفان، ٹڈیاں، گھن کے کیڑے، مینڈک، خون، روشن ہاتھ اور عصا تھا اور نویں نشانی سمندر کا پانی رک کر راستہ بن جانا تھا اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ نویں نشانی وہ قحط تھا جس میں وہ لوگ مبتلا ہوئے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کی بنی اسرائیل کے ساتھ ہجرت

جب فرعون اور اس کی قوم نے یہ نشانیاں دیکھ لیں اور اس کے باوجود ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو ملک شام لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ

علیہ السلام کو وحی کی:

اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ [سورۃ الشعرآء:52].

(ترجمہ) کہ راتوں رات میرے بندوں کو نکال لے جاؤ بے شک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے ایک متعین رات کا وعدہ کرلیا کہ اس رات موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے باہر لے جائیں گے۔

راوی کہتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ قبطی لوگوں سے ان کے کپڑے اور زیورات یہ کہہ کر لے لیں کہ ہم نے عید کے لئے جانا ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو کہا ہماری عید ہے جس کے لئے ہم نے باہر جانا ہے تو آپ اپنی قوم کو حکم دیں کہ وہ اپنے زیور اور زیب و زینت کی چیزیں ہمیں کچھ دن کے لئے دے دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو ان کو بھی کئی چیزوں میں موسیٰ علیہ السلام کی ضرورت پڑتی رہتی ہے جیسے ان نو نشانیوں میں موسیٰ علیہ السلام کے محتاج ہوئے تھے۔ تو اگر موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی تو وہ ہماری ضرورت پوری نہ کریں گے تو سب قبطیوں نے اپنے پاس موجود ہر زینت کی چیز بنی اسرائیل کے لوگوں کو دے دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے آدھی رات کو چاند کے طلوع ہونے کا وقت طے کیا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس مقررہ رات میں مصر سے نکلنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کہ آپ اپنے ساتھ یوسفؑ کا جسد اطہر بھی لے جائیں اس کو پیچھے نہ چھوڑیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ روانہ ہوئے تو راستہ بھول گئے تو جبرائیلؑ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور فرمایا آپ راستہ اس وجہ سے بھولے ہیں کہ آپ نے یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں پیچھے چھوڑ دی ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کسی کو یوسفؑ کی قبر مبارک کا پتہ ہے؟ تو پوری قوم میں ایک عمر رسیدہ بوڑھی خاتون ملیں انہوں نے کہا میں اس شرط پر آپ کو یوسف علیہ السلام کی قبر اطہر کا بتاؤں گی کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گی۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس عورت نے یہ شرط لگائی کہ میں آپ کی زوجہ ہوں گی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کی ضمانت دے دی، وہ موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل پر لائی اور دریائے نیل میں اس جگہ کی نشاندہی کی جس میں یوسف علیہ السلام کا تابوت تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس تابوت کو نکلوایا اور اس تابوت کو اپنے ساتھ اٹھالیا۔ جب صبح ہوئی تو فرعون نے دیکھا کہ بنی اسرائیل کے محلے خالی ہیں ان میں کوئی نہیں ہے تو لوگوں میں اعلان کرا کے سب کو جمع کیا اور کہا بنی اسرائیل ہمیں غصہ دلا کر بھاگ گئے ہیں، سب لوگ جمع ہو جاؤ تا کہ ہم ان کی تلاش میں نکلیں۔ اسی بات کا ذکر ان آیات مبارکہ میں ہے:

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ o وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ o وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ [سورۃ

الشعرآء: 54 تا56].

(ترجمہ) کہ یہ ایک تھوڑی سی جماعت ہے۔ اور انہوں نے ہمیں بہت غصہ دلایا ہے۔ اور ہم ان سے دہشت رکھتے ہیں۔

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس منظر کو یوں بیان کیا ہے:

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ [الشعرآء: 53] (فرعون نے شہروں میں چپڑاسی دوڑا دیئے) جو فرعون کے لشکر کو جمع کریں اور فرعون نے لشکر کو لے کر موسیٰ علیہ السلام سے اگلی رات نکلنے کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے قبطیوں کے پہلے بچوں پر موت کو مسلط کر دیا حتیٰ کہ ہر قبطی گھرانہ کا پہلا بچہ مر گیا تو دوسرے دن قبطی لوگ ان کے دفن وغیرہ میں مشغول ہو گئے اور تیسرے دن ایسی بھرپور جماعت کی شکل میں بنی اسرائیل کے تعاقب میں روانہ ہوئے کہ اتنی بڑی جماعت لوگوں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی اور اپنی کثرت تعداد ہی کی وجہ سے فرعون نے بنی اسرائیل کے بارے میں کہا تھا کہ یہ تھوڑی سی جماعت ہے۔

مؤرخین فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بارہ لاکھ سے زائد بنی اسرائیل کے لوگ تھے اور ان میں سے بالغ مرد چھ لاکھ سے زائد تھے۔

اور مؤرخین فرماتے ہیں فرعون موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں نکلا تو اس کے لشکر کے اگلے حصہ میں چھ لاکھ گھڑ سوار تھے اور اتنے ہی لشکر کے دائیں اور بائیں اور پچھلے حصے میں تھے اور لشکر کے وسط میں فرعون اتنی کثیر تعداد کے ساتھ موجود تھا کہ ان کی حقیقی تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

اور محمد بن کعب قرظیؒ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ فرعون کے لشکر میں ستر ہزار اصیل سیاہ گھوڑے تھے ،گھوڑوں کی دیگر اقسام اور پیدل چلنے والے اس کے علاوہ تھے۔ فرعون مصر سے روانہ ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کے لشکر تک بحر قلزم پر پہنچ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام بحر قلزم کو عبور کرنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ فرعون اور اس کا لشکر نمودار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّ عَدْوًا [سورة یونس: 90] .

(ترجمہ) پھر فرعون نے اور اس کے لشکر نے شرارت اور ظلم کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔

مفسرینؒ فرماتے ہیں کہ اتنے قریب ہو گئے کہ گھوڑوں نے ایک دوسرے کی خوشبو سونگھ لی اور مرد ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے تو بنی اسرائیل نے کہا:

اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ o قَالَ کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ [الشعرآء: 62-61] .

(ترجمہ) ہم تو پکڑے گئے۔ موسیٰؑ نے فرمایا ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے وہ ابھی مجھے راستہ بتائے گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ضباب بھیجیں وہ دونوں لشکروں کے درمیان حائل ہو گئیں، وہ ایک دوسرے کو نہ دیکھ

سکتے تھے تو فرعون نے وہیں پڑاؤ ڈال کر اپنی قوم کو کہا: یہیں ٹھہر جاؤ جب دن چڑھے گا تو یہ ضباب اڑ جائیں گی۔ یہ لوگ بچ کر نہیں جا سکتے کیونکہ ان کے سامنے سمندر ہے اور پیچھے ہم ہیں۔ اور بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگے آپ نے ہمیں مصر میں کیوں نہیں چھوڑ دیا کہ ہم فرعون کی خدمت کرتے اور وہیں زندگی گزارتے۔ اب اگر ہم سمندر میں چھلانگ لگاتے ہیں تو غرق ہو جائیں گے اور اگر واپس لوٹتے ہیں یا یہیں ٹھہرتے ہیں تو فرعون ہمیں قتل کر دے گا اور آپس میں مشورہ کر کے کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے نبی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو نجات دے دیں گے اور ہمیں اپنے بارے میں خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے عذاب دینا چاہتے ہیں تو ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی حالتِ زار اور سخت گھبراہٹ دیکھی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ سمندر کو ان کے تابع کر دیں۔ پھر سمندر کو فرمایا میرے تابع ہو جا تو سمندر نے جواب دیا مجھے آپ کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا گیا تو موسیٰ علیہ السلام سمندر کے داروغہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں کوئی وحی کی ہے تو اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا ہے کہ جب آپ اس پر عصا مبارک ماریں گے تو وہ آپ کے لئے پھٹ جائے گا۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرمایا سمندر جس حال میں ہے اسی حال میں اس میں داخل ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کریں گے اور تمہیں صحیح وسلامت رکھیں گے تو بنی اسرائیل نے انکار کر دیا اور ان میں سے صرف دو آدمیوں نے اس بات کی جرأت کی ایک یوشع بن نونؑ اور دوسرے کالوب بن یوفنا تھے، یہ دونوں سمندر میں داخل ہوئے اور دوسری جانب تک چلے گئے اور پھر واپس لوٹ آئے پانی نے ان دونوں کو ذرہ بھر بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ سمندر پھٹ جائے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی تو موسیٰ علیہ السلام نے عصا مبارک مارا لیکن سمندر نہیں پھٹا تو موسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا اس کی کنیت استعمال کریں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے سمندر کو کہا اے ابو خالد! میرے لئے پھٹ جا تو وہ کئی حصوں میں بٹ گیا۔

فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ [سورۃ الشعرآء: 63] (تو ہر ٹکڑا اتنا تھا جیسے بڑا پہاڑ (کھڑا) ہو)۔

اور ان میں خشک راستے ظاہر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا [طٰہٰ:77] (پھر ان کے لئے دریا کے درمیان خشک راستہ بنا دو)۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا آؤ، اس راستہ میں سے گزر جاؤ تو وہ کہنے لگے یہاں تو صرف ایک راستہ ہے اور یہ ہمارے چلنے کے لئے کافی نہیں ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے سمندر کو اپنا عصا مبارک مار کر اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی تو سمندر میں بارہ راستے ظاہر ہو گئے ہر قبیلہ کے لئے ایک الگ راستہ تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو دریا پار کرنے کا حکم دیا تو بنی اسرائیل کے لوگ کہنے لگے اے موسیٰ! اگر ہم میں سے کچھ لوگ غرق ہو گئے

تو دوسرے ان کو نہیں دیکھ سکیں گے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے سمندر میں پانی کے درمیان دروازے بنا دیئے جن سے بنی اسرائیل ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو داخل ہونے کا حکم دیا تو بنی اسرائیل کہنے لگے اے موسیٰ! سمندر کے نیچے گارا اور شدید کیچڑ ہے، ہمارے جانور اس میں نہیں چل سکتے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ہوا کو بھیجا اس نے گارے اور کیچڑ کو خشک کردیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اندر داخل ہونے کا حکم دیا تو وہ اندر داخل ہو گئے اور صحیح سالم حالت میں سمندر پار کر گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ [الاعراف:138] (اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اتار دیا)

جب بنی اسرائیل نے سمندر عبور کرلیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ سمندر کو حکم دیں اس کا پانی مل جائے تاکہ فرعون پانی کو عبور نہ کرسکے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ سمندر کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ [سورة الدخان:24]۔

(ترجمہ) اور دریا کو تھما ہوا چھوڑ جا، ان کا سارا لشکر ڈوبنے والا ہے۔

جیسا کہ وہ کشادہ اور دروازوں والا ہے تاکہ فرعون بھی اسی راستہ میں داخل ہو کیونکہ میں اسکو غرق کرنا چاہتا ہوں تو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ سمندر سے گزر گئے اور ضباب اڑ گئیں جب دن چڑھا تو فرعون اور اس کے لشکریوں نے دیکھا کہ وہاں کوئی موجود نہیں ہے تو ان کو بہت تعجب ہوا تو فرعون اپنے سیاہ گھوڑے پر آگے بڑھا اور سمندر کے ساحل پر ٹھہر کر یہ عجیب وغریب منظر دیکھنے لگا۔

اور اس نے ارادہ کیا کہ اپنی قوم کے بیوقوفوں کو دھوکا دے تو کہنے لگا کیا تم اس سمندر کو نہیں دیکھ رہے اس نے کیسے میری اطاعت کی ہے اور میرے رعب و دبدبہ کی وجہ سے ایسا ہوگیا ہے اور میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں تو ہامان چل کر فرعون کے پاس آیا اور کہا تو بھی جانتا ہے کہ یہ سب موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے ہوا ہے، تو اس میں ہرگز داخل نہ ہونا ہلاک ہوجائے گا۔ تو فرعون نے واپس جانے کا ارادہ کرلیا اور اپنے گھوڑے کی لگام کو کھینچا تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو بھیجا وہ فرعون کے گھوڑے کے سامنے ایک خوبصورت گھوڑی پر آئے جس کو نر کی خواہش تھی تو فرعون کے اصیل گھوڑے نے اس کی خوشبو سونگھ لی اور جبرائیلؑ نے گھوڑی کو ایڑ لگائی تو فرعون کا گھوڑا بھی اس کے پیچھے چل پڑا، فرعون اس کی لگام نہیں موڑ سکا اور جبرائیلؑ سمندر میں داخل ہوگئے اور ان کے پیچھے فرعون کا گھوڑا بھی سمندر میں داخل ہوگیا۔ فرعون اور اس کے لشکری یہ سمجھ رہے تھے کہ جبرائیلؑ بھی لشکر ہی کے ایک فرد ہیں سب نے آواز دی اے گھوڑی والے تھوڑا آہستہ چلو تاکہ گھوڑے آپ کو مل جائیں اور فرعون کے پیچھے فرعون کا لشکر بھی سمندر میں گھس گیا اور میکائیل علیہ السلام دوسرے گھوڑے پر لشکر کے پیچھے سے آئے اور آواز لگانے لگے بادشاہ کو جاملو اور ان لوگوں کو سمندر میں داخل ہونے پر ابھارنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ سب لوگ

سمندر میں داخل ہو گئے اور جبرائیلؑ فرعون سے آگے تھے آپؑ سے آگے کوئی اور نہیں تھا اور میکائیلؑ لشکر کے پیچھے تھے آپ کے پیچھے اور کوئی نہیں تھا۔

تو جبرائیلؑ واپس فرعون کے پاس آئے اور فرعون کی لکھی ہوئی تحریر نکالی۔ اس تحریر کا پس منظر یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے جبرائیلؑ انسانی شکل میں فرعون کے پاس گئے تھے اور اس کو ظلم کی شکایت کرنے والے کی طرح کہا اے بادشاہ! آپ ایسے آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ اس کے بہت سے غلام ہوں، اس نے اپنے غلاموں میں سے ایک کا انتخاب کر کے اس کو دوسروں پر سردار بنا دیا ہو اور اس کو مال دیا ہو اور کہا ہو کہ باقی غلاموں پر خرچ کر اور ان کو میری خدمت و فرمانبرداری پر آمادہ کر۔ جب کافی عرصہ گزر گیا تو غلام نے اپنے آقا کے خلاف سرکشی کی اور یہ دعویٰ کیا کہ سارا مال اسی کا ہے اور یہ سارے غلام اسی کے غلام ہیں اور اپنے آقا کا انکار کر دیا۔

تو فرعون نے کہا ایسا غلام بہت برا ہے۔ جبرائیلؑ نے پوچھا ایسے غلام کی کیا سزا ہے؟ فرعون نے کہا اس کو سمندر میں غرق کر دیا جائے تا کہ لوگ اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور اپنے آقاؤں کی نافرمانی نہ کریں۔ تو جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ بادشاہ کی طرف سے اس بات پر مجھے ایک تحریر لکھ دی جائے تو فرعون کے حکم پر جبرائیلؑ کے لئے تحریر لکھ دی گئی۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ فرعون نے اپنے ہاتھ سے یہ تحریر لکھ دی تھی۔ تو جبرائیلؑ وہ تحریر شدہ خط لے کر چلے گئے اور فرعون حقیقت نہیں جانتا تھا اب جب فرعون نے یہ تحریر دیکھی تو جان گیا کہ اس سے جو سوال کیا گیا تھا اس کی یہ مراد تھی تو اس نے اپنی تحریر جبرائیلؑ سے لی اور اس کو ہلاکت کا یقین ہو گیا اور کہنے لگا:

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ [سورة یونس:90] ۔

(ترجمہ) میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر وہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں۔

اور جبرائیلؑ اپنا پَر سمندر کے نیچے داخل کر کے سمندر کی کنکریاں اور کیچڑ نکال کر فرعون کے منہ میں ٹھونسنے لگے اور روایت کیا گیا ہے کہ جبرائیلؑ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا اے محمد! اگر آپ مجھے دیکھتے کہ میں فرعون کے منہ میں اس خوف سے کیچڑ ٹھونس رہا تھا کہ وہ یہ بات مکمل کر لے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیں گے تو آپ کو اس پر تعجب ہوتا اور میکائیلؑ نے فرعون کو آواز دے کر کہا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ جبرائیلؑ نے کہا:

آٰلْئٰنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ [سورة یونس: 91].

ترجمہ) (جواب دیا گیا کہ) اب ایمان لاتا ہے اور پہلے سرکشی کرتا رہا اور گمراہوں میں رہا۔

اور اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ وہ فرعون کے لشکر پر اپنا پانی چھوڑ کر ان کو غرق کر دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِیْنَ ○ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ [سورة الشعراء: 66-65]

(ترجمہ) اور ہم نے موسیٰ کو اور جو ان کے ساتھ تھے سب کو بچالیا پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔
اور فرعون کو کہا گیا:
فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً [سورۃ یونس:92].
(ترجمہ) آج ہم تیری لاش کو بچا دیں گے تاکہ تو اپنے پچھلوں کے لئے عبرت بنے۔
بعض حضرات نے کہا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم صرف تجھے نجات دیں گے یعنی تجھے ساحل پر پھینک دیں گے تاکہ تو اپنے پچھلوں کے لئے نشان عبرت بن جائے، جب سمندر ان لوگوں پر جاری ہوگیا تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے پانی کی آواز سنی تو بنی اسرائیل کہنے لگے یہ کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ پانی کی آواز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے رفقاء کو غرق کر دیا ہے۔
بنی اسرائیل کہنے لگے فرعون کب ہلاک ہوسکتا ہے؟ اس کو چار سو سال سے کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا کہ ان کی لاشیں باہر پھینک دے تاکہ بنی اسرائیل دیکھ لیں۔ اسی وجہ سے پانی کسی مردہ جسم کو قبول نہیں کرتا سمندر نے فرعون کی لاش بھی باہر پھینک دی۔ بنی اسرائیل نے فرعون کو دیکھا تو وہ سرخ بیل کی طرح زیادہ بالوں والا، نیلی آنکھوں والا گنجا تھا، روایت کے مطابق اس کو برص کا مرض تھا، یہ لنگڑا تھا، منہ پر پھنسیاں تھیں چھوٹے قد کا تھا، اسکی دم کی ہڈی پر دم کی طرح لمبے بال تھے تو لوگ تعجب کرنے لگے کہ اس قدر ذلت و رسوائی کے باوجود رب ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام نے جب سمندر عبور کیا تو دوسری جانب ایک بستی پر پہنچے اس میں ایک قوم تھی جو گائے کے بچھڑے کی عبادت کرتی تھی تو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے جاہل لوگ کہنے لگے:
اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ [سورۃ الاعراف:138].
(ترجمہ) ہماری عبادت کے لئے بھی ایک بت بنا دے جیسے ان کے بت ہیں فرمایا تم ایک جاہل قوم ہو۔
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ (ہلاک ہونے والے)
مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا" [الاعراف: 140-139]
(ترجمہ) یہ لوگ جس چیز میں لگے ہوئے ہیں وہ تباہ ہونے والی ہیں اور جو وہ کر رہے ہیں غلط ہے۔ فرمایا کیا اللہ کے سوا میں تمہارے لئے معبود تلاش کروں)
یعنی میں تمہارے لئے ایک معبود تلاش کروں اور وہ اللہ ایسی ذات ہے:
فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ [سورۃ الاعراف:140].
(ترجمہ) اس نے تمہیں (اس وقت کے) تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔
اور علماء کا موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔
بعض علماء فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر دیا تو بنی اسرائیل مصر واپس آگئے اور ایک مدت

تک اس میں رہائش پذیر رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو شام ارضِ مقدس جانے کا حکم دیا اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ o وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ o كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ [سورة الشعراء:59-58-57]

(ترجمہ) پھر ہم نے ان فرعونیوں کو باغوں سے اور چشموں سے۔ اور خزانوں سے اور عمدہ مکانوں سے نکال باہر کیا۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان سب چیزوں کا بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا۔

اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام سمندر پار کرنے کے بعد شام کی طرف روانہ ہوگئے اور بنی اسرائیل کا ایک لشکر مصر بھیج دیا انہوں نے جا کر مصر کا انتظام سنبھالا۔ (واللہ اعلم)

وادی تیہ کا واقعہ

اور موسیٰ علیہ السلام جب ارض مقدسہ کی طرف متوجہ ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کیا ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ o يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِىْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ [سورة المائده:21-20] .

(ترجمہ) اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا۔ اے میری قوم! پاک زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اور پیچھے واپس مت چلو ورنہ نقصان میں پڑ جاؤ گے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل نے متعدد وجوہ سے مصر کو چھوڑنا ناپسند سمجھا۔ ان میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ مصر میں پیدا ہوئے تھے اور اسی میں رہنے کے عادی تھے تو ان کو اپنا علاقہ چھوڑنا ناگوار محسوس ہوا۔ اور اس لئے بھی کہ وہ جانتے تھے کہ نعمت اور مال مصر میں شام کی بنسبت زیادہ ہے اور اسی لئے کہ وہ اگر شام جاتے تو ان کو دشمن سے لڑنا پڑتا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ بات ارشاد فرمائی تو انہوں نے کہا:

يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ [المائده: 22] (اے موسیٰ وہاں زبردست قوم ہے) ان کی مراد عمالقہ قوم تھی جو وہاں آباد تھی۔

وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ [سورة المائده:22].

(ترجمہ) اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہونگے حتیٰ کہ وہ اس میں سے نکل جائے پس اگر وہ اس سے نکلیں گے تو ہم ضرور داخل ہونگے)

وہ لوگ مصر اور شام کے درمیان تیہ کے جنگل میں تھے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اٹھارہ فرسخ (144 کلومیٹر) شام سے دور تھا۔

تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ آپ بنی اسرائیل کو کہیں کہ وہ اپنے ہر قبیلہ میں سے ایک آدمی

منتخب کریں تو وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام نے ان سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے اور نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے اور لوگوں کو اچھی بات کہو گے اور اللہ کے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی عزت کرو گے اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے اور لوگوں کا خون نہ بہاؤ گے اور ایک دوسرے کو اپنے ملک سے نہ نکالو گے اور اپنے قیدی اپنے دشمنوں کے پاس نہ چھوڑو گے بلکہ ان کا فدیہ دو گے اور جب یہ سب کام کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی برائیاں معاف کردیں گے اور ان کو جنت میں داخل کردیں گے اور جس شخص نے اس کے بعد کفر کیا وہ گمراہ اور سزا کا مستحق ہوگا۔ان لوگوں نے اس وعدہ کو قبول کرلیا۔اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ [سورة البقرة:83].

(ترجمہ)اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا (کہ) عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی)۔

وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا[سورة المائده:12].

(ترجمہ)اور اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے تھے۔

اور جب انہوں نے یہ کام کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ارضِ مقدس میں داخل ہونے کا حکم دیا لیکن بنی اسرائیل نے انکار کردیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان بارہ نقیبوں کو شام بھیجیں تاکہ وہ ملک شام اور اس کے باشندوں کو دیکھ کر آئیں اور آکر بنی اسرائیل کو ملک شام اور اس کے باشندوں کے بارے میں آگاہ کریں۔تو موسیٰ علیہ السلام خود وہیں رہ گئے اور یوشع بن نون اور کالوب بن یوفنا کی سربراہی میں بارہ نقیبوں کو ملک شام بھیج دیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ سرزمین شام اور اس کے پھلوں اور غلہ جات اور اس کے باشندوں کی کثرتِ تعداد اور شان وشوکت کی معلومات لے کر آئیں۔ان دنوں عمالقہ کا بادشاہ قابوس نامی شخص تھا اور عمالقہ کا ایک آدمی اعوج بن عنق تھا اس اعوج کا قد اتنا لمبا تھا کہ بادل اس کے نرخرہ پر آتے تھے ہم اس کا واقعہ بعد میں ذکر کریں گے اور عمالقہ کے بادشاہ قابوس کا قد ایک سو پچاس گز لمبا تھا، جب قابوس تک موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی خبر پہنچی تو وہ خوفزدہ ہوگیا تو اعوج بن عنق نے اس کو کہا اے بادشاہ سلامت! آپ نہ ڈریں میں آپ سب لوگوں کی طرف سے ان کو کافی ہوں۔جب بنی اسرائیل کا وفد ان کے علاقہ میں داخل ہوا تو اعوج بن عنق ان کے سامنے آیا اور ان سب کو اپنی مٹھی میں لے کر اپنی آستین میں رکھ لیا اور ان کو بادشاہ کے سامنے جاکر ڈال دیا اور کہنے لگا اے بادشاہ سلامت!ان کمزور لوگوں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں کیا یہ ان کے جسم نہیں ہیں؟ آپ کسی کو بھیجیں کہ وہ آپ کے لئے موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو جمع کرے، ان کو ہلاک کرنا میرے ذمہ ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ عمالقہ میں سے کسی نے کہا یہ چھوٹے جسم ہیں لیکن یہ مکر وتدبیر کرنے والے لوگ ہیں۔

راوی کہتے ہیں پھر بادشاہ نے ان کو حکم دیا کہ وہ بادشاہ کے گھوڑے کو چارہ ڈالیں تو بارہ افراد گھاس اٹھا کر

لاتے اور اس کے چارہ کی جگہ پر ڈالتے جیسے ہی وہ چارہ ڈالتے گھوڑا اس کو ایک لمحہ میں چٹ کر جاتا تو وہ لوگ چارہ ڈال ڈال کر تھک گئے تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا ہم یوں کرتے ہیں کہ اس گھاس پر پیشاب کر دیتے ہیں گھوڑا اس کی بو کی وجہ سے گھاس نہیں کھائے گا تو ہم کہیں گے کہ ہم نے اس کو سیر کر دیا ہے انہوں نے ایسا ہی کیا جب گھوڑا کھانے سے رک گیا تو عمالقہ کے لوگوں کو تعجب ہوا کہ اتنی جلدی اس نے گھاس کھانا کیسے چھوڑ دیا ہے تو انہوں نے گھاس کو دیکھا تو جان گئے کہ ان لوگوں نے کیا کیا ہے تو کہنے لگے اسی طرح ان کے سارے حیلے ہیں اور ان نقیبوں سے خوفزدہ ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں اور وہ لوگ یوشع اور ان کے ساتھیوں کے پاس چلے گئے اور یہ لوگ ان کی ایک وادی میں داخل ہوئے اور انگور کا ایک گچھا توڑا اس کو دو آدمیوں نے اٹھایا اور وہ اس کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے لے آئے اور ایک انار اٹھایا جس کو کئی لوگ مل کر نہیں اٹھا سکتے تھے، یہ سب لوگ چالیس دن بعد موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آئے اور سارا ماجرا موسیٰ علیہ السلام کو سنایا اور زمین کی زرخیزی کے بارے میں بتایا کہ اس میں دودھ اور شہد وافر مقدار میں ہے اور یہ اس کے پھل ہیں۔ یوشع علیہ السلام اور کالوب اس دوران خاموش رہے۔ جب ان کے ہمراہیوں نے عمالقہ کی حالت بیان کی تو بنی اسرائیل خوفزدہ ہو گئے اور کہنے لگے ہم ہرگز اس شہر میں داخل نہیں ہوں گے تو یوشع علیہ السلام اور کالوب نے کہا:

ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ[سورة المائده:23]

(ترجمہ) ان پر حملہ کر کے دروازہ میں گھس جاؤ پھر جب تم اس میں گھس جاؤ تو تم ہی غالب رہو گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اس کے وعدہ پر۔

کیونکہ ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمیں اس زمین کا وارث بنائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے تو بنی اسرائیل کہنے لگے اے موسیٰؑ!

إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا [سورة المائده:24].

(ترجمہ) ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہونگے کبھی بھی جب تک وہ اس میں رہیں گے۔ یعنی عمالقہ۔

فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ[سورة المائده:24].

(ترجمہ) پس تو جا اور تیرا رب بھی اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت فرمایا:

رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ[سورة المائده:25].

(ترجمہ) اے پروردگار! میرے اختیار میں نہیں مگر میری جان اور میرا بھائی پس تو ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان تفریق کر دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيۡهِمۡ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً يَتِيۡهُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ [سورة المائده:26].

(ترجمہ) اب وہ زمین چالیس سال (تک) ان کے ہاتھ نہ لگے گی یونہی زمین میں سر مارتے پھریں گے) یعنی وہ لوگ اس سے نکلنے پر قادر نہیں ہوں گے۔

فَلَا تَاۡسَ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ [سورة المائده:26] (پس آپ نافرمان قوم پر افسوس نہ کریں)۔

تو وہ لوگ صبح سویرے سفر پر روانہ ہوتے اور سارا دن رات تک چلتے رہتے تو جب وہ لوگ رات کو پڑاؤ کرتے تو خود کو اسی جگہ دیکھتے جہاں سے صبح کو روانہ ہوئے تھے وہ اسی حال پر ہی رہے یہاں تک کے ان کے بچے جوان ہوگئے اور ان میں سے اکثر لوگ مر گئے۔

تیہ میں پیش آنے والے عجائبات

بنی اسرائیل کے لوگ جب وادی تیہ میں سرگرداں پھرتے تھے تو ان کو کھانے اور پینے کی ضرورت بھی پیش آئی تو ان سب نے موسیٰ علیہ السلام کو حاجت بیان کی موسیٰ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے ان کو من وسلویٰ عطا کیا۔ من: ترنجبین کو کہتے ہیں اور سلویٰ ایک پرندہ ہے جو بٹیرے کے مشابہ ہوتا ہے۔ تورات کو ان کے درختوں پر ترنجبین لگ جاتی، صبح کو وہ جتنا چاہتے چن لیتے اور اس سے چپاتیاں پکا لیتے اور بعض نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ ترنجبین برف کی طرح سفید رنگ کی ہوتی تھی، رات کو ان پر آپڑتی تھی، وہ ہاتھوں سے اٹھا کر اس کی روٹی پکا لیتے تھے اور اس کو کھاتے تھے۔ وہ شہد سے زیادہ میٹھی اور مکھن سے زیادہ نرم ہوتی تھی۔ اور بٹیر لشکر کے ایک محلہ میں آجاتے تھے اور بنی اسرائیل بغیر مشقت کے ہاتھوں سے ان کو پکڑ کر بھون لیتے تھے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ترنجبین اور بٹیر ان پر آسمان سے اترتے تھے اور یہ بنی اسرائیل کی تعداد کے مطابق ہوتے تھے ہر انسان کے لئے ایک بھنا ہوا بٹیر ترنجبین کی دو چپاتیوں کے ساتھ نازل ہوتا تھا جو اس کی یومیہ خوراک ہوتی تھی یہ تو ان کا کھانا تھا، پانی کے بارے میں انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے بات کی تو موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے پانی کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا:

اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ [سورة البقرة:60] (اپنے عصا کو پتھر پر ماریں)۔

موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مبارک مارا تو:

فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ [سورة البقرة:60].

(ترجمہ) تو اس سے بارہ چشمے بہہ نکلے ہر قوم نے اپنے گھاٹ کو پہچان لیا۔

بعض علماء فرماتے ہیں یہ پتھر جرائیل علیہ السلام جنت سے لائے تھے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ سمندر کے پھٹنے کے دن یہ پتھر موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہوا تھا تو جرائیلؑ نے

موسیٰ علیہ السلام کو کہا یہ پتھر اپنے ساتھ لے چلیں۔

اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام جس پتھر کو چاہتے عصا مبارک مارتے اس سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑتا تھا۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ پتھر آدمی کی مشت جیسا تھا۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ انسان کے سر جیسا تھا۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ بڑا پتھر تھا جو اونٹ پر اٹھایا جاتا تھا اور اس پر عورت کے پستان جیسے بارہ پستان تھے جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنا عصا مبارک مارا تو ہر چشمہ کی جگہ سے میٹھا پانی جاری ہوگیا اور ان سے پانی کی بارہ نہریں جاری ہوگئیں۔ ہر چشمہ بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ کے لئے تھا یہ بارہ چشمے بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کے لئے تھے ہر قبیلہ کا الگ چشمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ [سورة البقرة:60] (ہر قوم نے اپنے گھاٹ کو پہچان لیا)۔

اور اس وادی میں کپڑوں کا انتظام کیا گیا کہ جو بچہ پیدا ہوتا اس کے جسم پر کپڑے ہوتے تھے وہ جیسے جیسے بڑا ہوتا، اس کے جسم کے مطابق کپڑے بھی بڑے ہوتے رہتے تھے، وہ دوسرے کپڑوں کا محتاج نہ ہوتا تھا اور ان کے کپڑے بوسیدہ نہ ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سفید بادل بھیج دیا تھا جو دن میں ان کو سورج کی گرمی سے سایہ مہیا کرتا تھا اور رات کو ہوا اور ٹھنڈک سے۔ اور ان پر آسمان سے نور کا ایک ستون ان کے قریب کیا جاتا تھا جو ان کو روشنی فراہم کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو آئندہ کل کے لئے کھانا اٹھانے سے منع کیا تھا اور یہ بھی فرمادیا تھا کہ جو ایسا کرے گا تو وہ خراب ہوجائے گا اور اس میں کیڑے پڑ جائیں گے تو وہ کل کے لئے بھی کھانا اٹھالیتے تھے تو ان کا کھانا خراب ہوجاتا تھا اور اس میں کیڑے پڑ جاتے تھے۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ [سورة النحل:118] (اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے)۔

تیہ کے عجائب میں سے اعوج بن عنق

پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ اعوج نے قابوس بادشاہ کو کہا تھا کہ کوئی آدمی بھیج جو موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو جمع کرے میں تمہاری طرف سے ان سب کو کافی ہوجاؤں گا تو قابوس نے موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو جمع کرنے کے لئے آدمی بھیجے وہ لشکر جمع ہوا تو ایک مربع فرسخ پر مشتمل تھا تو اعوج گیا اور ایک فرسخ (آٹھ کلومیٹر) کے برابر ایک پہاڑ کو توڑا اور اس کو اٹھا کر موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر پھینکنے کے لئے چل پڑا جب لشکر تک پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے ایک ہدہد بھیجا اور اس نے الماس کے پتھر کی جگہ سے ایک پتھر اٹھایا اس کو لے کر آیا اور اس سے اعوج کے پہاڑ کو سوراخ کردیا اس پہاڑ میں درمیان سے سوراخ ہوگیا اور وہ اعوج بن عنق کی گردن میں طوق کی طرح پڑ گیا تو وہ کھڑا رہ گیا دائیں بائیں نہیں دیکھ سکتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ آپ کے سامنے آپ کا دشمن

ہے تو موسیٰ علیہ السلام باہر تشریف لائے ،آپؑ کے پاس آپ کا عصا مبارک تھا،موسیٰ علیہ السلام کا قد مبارک دس گز تھا جب آپؑ اعوج کے پاس آئے تو زمین سے دس گز اونچی چھلانگ لگائی اور آپؑ کے عصا مبارک کی لمبائی دس گز تھی موسیٰ علیہ السلام نے چھلانگ لگا کر اعوج کو اپنا عصا مبارک مارا تو وہ اس کے گھٹنے پر لگا اور اعوج اس کے لگنے سے مردہ حالت میں زمین پر گر گیا اور روایت کیا گیا ہے کہ وہ دریا کے عرض میں گرا اور اس پر پل بن گیا۔

تیہ کے عجائب میں سے بلعم بن باعورا بھی ہے

کہا جاتا ہے کہ بلعم بن باعورا شام میں سے اہل بلقاء کے محلّہ میں رہتا تھا یہ بڑا عبادت گزار عالم تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتا تھا۔ اور یہ جب اپنے سر کے اوپر نگاہ کرتا تو عرش کے پایہ تک دیکھ لیتا۔ اور جب نیچے زمین دیکھتا تو نمناک مٹی تک سب کچھ دیکھ لیتا تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے وادی تیہ میں پڑاؤ کیا تو اہل بلقاء موسیٰ علیہ السلام سے خوفزدہ ہو گئے ،ان کا بادشاہ اس وقت بالقی نامی شخص تھا ،اس نے بلعم کے پاس پیغام بھیجا اور اس کو کہا کہ موسیٰ علیہ السلام ہمارا ارادہ کر کے آئے ہیں اور ہم موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سے خوفزدہ ہیں اگر ہم ہلاک ہو گئے تو آپ بھی ہمارے بعد زندہ نہیں رہیں گے کیونکہ آپ بھی ہم میں سے ہی ایک آدمی ہیں۔

اور آپ مستجاب الدعوات (جس کی ہر دعا قبول ہوتی ہو) ہیں ،آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو ہم سے روک دیں اور ہم سے ان کا شر روک دیں تو بلعم نے کہا یہ آدمی اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں تو میں ان کے لئے بد دعا کیسے کر سکتا ہوں؟ ان لوگوں نے بار بار بلعم سے مطالبہ کیا یہاں تک کہ اس سے مایوس ہو گئے۔ بلعم کی ایک خوبصورت بیوی تھی جس سے بلعم کو بہت محبت تھی، بلعم کی قوم کے لوگوں نے اس خاتون کو تحفے تحائف دے کر آمادہ کیا کہ وہ اس کے بارے میں بلعم سے بات کرے تو اس عورت نے بلعم کو کہا اس قوم کا احترام اور پڑوس کا حق ہے اور ان پر جو آفت آئی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ ان لوگوں نے ہم پر احسانات کئے ہیں اب ان کا بدلہ دینا آپ پر واجب ہے۔ بلعم نے انکار کر دیا وہ خاتون بار بار یہی مطالبہ کرتی رہی آخر کار بلعم نے بیوی کی بات مان لی تو بلعم اپنے گدھے پر سوار ہو کر اس پہاڑ کی طرف چل پڑے جس سے بنی اسرائیل کو جھانک کر دیکھ سکتے تھے۔ جب تھوڑا سا چلے تو گدھا اڑ گیا آگے نہیں چلتا تھا، بلعم نے اس کو مارا پھر بھی وہ نہ چلا پھر اللہ تعالیٰ نے اس گدھے کو قوت گویائی دی اس نے بلعم کو کہا مجھے حکم دیا گیا ہے آپ مجھ پر ظلم نہ کریں بلعم نے پوچھا تجھے کس نے حکم دیا ہے؟ گدھے نے جواب دیا فرشتے میرے چہرے پر مارتے ہیں تو بلعم نے واپس آ کر بیوی کو ساری بات بتائی پھر قوم کے لوگوں نے بلعم کی بیوی سے دوبارہ مطالبہ کیا اور اس نے بلعم سے مطالبہ کیا تو بلعم اپنے گدھے پر سوار ہو کر چل پڑے جب گھاٹی تک پہنچے تو گھاٹی آپس میں مل گئی کوئی راستہ باقی نہ رہا تو بلعم واپس آ گئے اور بیوی کو ساری بات بتائی پھر قوم کے لوگ بلعم کی بیوی کے پاس آئے اور بیوی نے بلعم سے مطالبہ کیا تو بلعم اپنے گدھے پر سوار ہو گئے اس دفعہ کوئی رکاوٹ پیش نہیں

آئی اور بلعم چلتے چلتے پہاڑ پر چڑھ گئے اور بنی اسرائیل کو دیکھ کر ان کے لئے بد دعا کرنے لگے اور بعض راوی کہتے ہیں کہ بلعم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ان کی قوم سے پھیر دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے بلعم کے علاقہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو آپؑ کو روک دیا گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے اس کا سبب دریافت کیا تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے ایک بندے نے دعا کی ہے میں آپ کو اور آپ کی قوم کو ان لوگوں سے پھیر دوں تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میں آپ کا بندہ ہوں اور آپ کا رسول ہوں ویسے میری دعا بھی اس بندہ کے بارے میں قبول فرمائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ایسا کر لیا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! اس بندہ سے اپنی عطاء کی ہوئی سب سے افضل چیز چھین لیں تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کر کے بلعم سے معرفت چھین لی اور کہا جاتا ہے کہ بلعم پہلا شخص ہے جس نے صانع کا انکار کیا تھا۔ (واللہ اعلم)۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ جب بلعم نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے بد دعا کرنے کا ارادہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان پھیر دی جب وہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے بد دعا کرنا چاہتا اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر اس کی قوم کے لئے بد دعا جاری کر دیتے اور جب اپنی قوم کے لئے خیر کی دعا کرنا چاہتا اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر بنی اسرائیل کا تذکرہ جاری کر دیتے تو وہ بنی اسرائیل کے لئے خیر کا سوال کر بیٹھتا۔ اور بلعم کے ساتھ اس وقت اس کی قوم بھی تھی انہوں نے کہا اے بلعم! آپ ان کے لئے خیر اور ہمارے لئے برائی مانگ رہے ہو تو بلعم نے کہا یہ کام میرے اختیار سے نہیں ہو رہا پھر بلعم کی زبان جڑ سے باہر نکل آئی اور وہ بد دعا کرنے کی طاقت کھو بیٹھا اور کہا جاتا ہے کہ ایک زوردار بجلی کی کڑک آئی اور بلعم کی بینائی ختم ہوگئی تو بلعم نے کہا اب میں دعا نہیں کر سکتا لیکن تمہیں ایک حیلہ بتاتا ہوں بلعم کی قوم نے پوچھا وہ حیلہ کیا ہے؟ بلعم نے کہا ہماری خوبصورت عورتوں کو خوب بنا سنوار کے بنی اسرائیل کے پاس بھیجو اور ان عورتوں کو کہو جو مرد ان کا ارادہ کرے اس کو نہ روکیں کیونکہ اگر بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی بھی ان عورتوں کے قریب ہوگیا تو تمہیں کافی ہے بلعم کے لوگوں نے ایسا ہی کیا جب عورتیں موسیٰ علیہ السلام کے لشکر میں داخل ہوئیں تو ان میں سے ایک عورت کا گزر بنی اسرائیل کے ایک مرد پر ہوا وہ عورت اس مرد کو بہت اچھی لگی تو وہ آدمی کھڑا ہوا اور اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر خیمہ میں لے گیا اور اس سے ہمبستر ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طاعون بھیج دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے قوم پر ایک نگران مقرر تھے جن کا نام فنحاص بن عیزار بن ہارون تھا۔ یہ بہت طاقتور اور دراز قد آدمی تھے۔ یہ اس وقت قوم میں موجود نہیں تھے، جب یہ واپس آئے اور طاعون دیکھا تو اس کی وجہ دریافت کی لوگوں نے اس آدمی کی حرکت بتا دی تو انہوں نے اپنا چھوٹا نیزہ پکڑ کر اس آدمی کے خیمہ میں داخل ہوگئے وہ اس عورت کے ساتھ لیٹا ہوا تھا فنحاص ان دونوں کو اپنے نیزہ پر پرو کر باہر نکلے اور ان کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہا اے اللہ! جو تیری نافرمانی کرے گا ہم اس کے ساتھ ایسا ہی

کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے طاعون کو دور کر دیا لیکن اس ایک گھڑی میں بنی اسرائیل کے ستر ہزار لوگ طاعون سے ہلاک ہو گئے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بلعم کی قوم پر مسلط کر دیا اور بلعم کو قید کر کے قتل کر دیا گیا اور اسی بلعم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے:

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ [سورة الاعراف:175]

(ترجمہ) اور ان کو اس شخص کا حال سنا دیں جس کو ہم نے اپنی آیات دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر اس کے پیچھے شیطان لگ گیا تو وہ گمراہوں میں داخل ہو گیا۔

تیہ کے عجائبات میں سے گائے کا واقعہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً [سورة البقرة:67].

(ترجمہ) اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بہت مالدار شخص تھا جس کا نام عامیل تھا اس کی ایک بیٹی تھی عامیل کے بھتیجے نے اس کی بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا وہ کیونکہ تنگدست تھا اس لئے عامیل نے رشتہ سے انکار کر دیا تو اس نوجوان نے قسم کھائی کہ میں ضرور اپنے چچا کو قتل کر کے اس کا مال ہتھیا لوں گا اور اس کی بیٹی سے نکاح کروں گا۔ وہ شخص ایک دن اپنے چچا کے پاس آیا اور کہنے لگا اے چچا جان! فلاں قبیلہ کے پاس کچھ تاجروں نے پڑاؤ کیا ہے، میں ان سے کچھ سامان خریدنا چاہتا ہوں آپ میرے ساتھ چلیں تاکہ وہ آپ کو دیکھ کر مجھے رعایت پر مال فروخت کر دیں تو اسکا چچا اس کے ساتھ چل پڑا جب وہ دونوں صحرا میں پہنچے اور تنہاء ہوئے تو اس نوجوان نے اپنے چچا پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا پھر اپنے چچا کی لاش لے جا کر بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ کے محلہ میں ڈال دی جب صبح ہوئی تو اس علاقہ والوں نے ایک مقتول کی لاش دیکھی تو ہر طرف اس کا چرچا ہو گیا وہ نوجوان روتا اور دھاڑتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا اے موسیٰ! میرے چچا قتل ہو گئے ہیں۔ ہائے میرے چچا! اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہو کر مطالبہ کیا کہ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ عامیل کا قاتل ظاہر کر دیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ ایک گائے ذبح کر کے اس کے گوشت کا کچھ حصہ لاش کو لگائیں گے تو وہ زندہ ہو جائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ بات ارشاد فرمائی تو وہ تعجب کرنے لگے:

قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا [سورة البقرة:67] (وہ کہنے لگے کیا تو ہم سے مذاق کرتا ہے)۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مقتول گائے کے گوشت سے زندہ ہو جائے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ اَنۡ اَکُوۡنَ مِنَ الۡجٰھِلِیۡنَ [سورة البقرة:67] (خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں)۔
کہ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں مذاق میں کوئی بات کروں تو بنی اسرائیل کہنے لگے:

قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنۡ لَّنَا مَا ھِیَ [سورة البقرة:68].

(ترجمہ) کہنے لگے ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر کہ وہ ہمیں بتادے کہ وہ گائے کیسی ہے؟۔
وہ گائے کہاں ہے جس کے گوشت سے مقتول زندہ ہو جاتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّھَا بَقَرَۃٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِکۡرٌ عَوَانٌۢ بَیۡنَ ذٰلِکَ فَافۡعَلُوۡا مَا تُؤۡمَرُوۡنَ [سورة البقرة:68].

(ترجمہ) وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی بڑھاپے اور جوانی کے درمیان میں ہے اب کر ڈالو جو تمہیں حکم ملا ہے۔
بنی اسرائیل کہنے لگے ہم اسکی عمر تو جان چکے ہیں۔

قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنۡ لَّنَا مَا ھِیَ اِنَّ الۡبَقَرَ تَشٰبَہَ عَلَیۡنَا وَ اِنَّاۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ لَمُھۡتَدُوۡنَ [سورة البقرة:70]

(ترجمہ) کہنے لگے ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ کس قسم میں ہے کیونکہ اس گائے میں ہمیں شبہ پڑا ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور راہ پالیں گے۔
یعنی اس کی حالت اور معاملہ کیسے ہوگا؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّھَا بَقَرَۃٌ لَّا ذَلُوۡلٌ تُثِیۡرُ الۡاَرۡضَ وَ لَا تَسۡقِی الۡحَرۡثَ [سورة البقرة:71].

(ترجمہ) کہ وہ ایک گائے ہے، محنت والی نہیں کہ زمین کو جوتتی ہو یا کھیتی کو پانی دیتی ہو۔
نہ اس سے کاشتکاری کی گئی ہو اور نہ اس سے کھیتی کو پانی پلایا گیا ہو، وہ پانی پلانے والے جانوروں میں سے نہ ہو اور وہ مُسَلَّمَۃٌ (بے عیب ہے)۔تمام عیوب سے
لَّا شِیَۃَ فِیۡھَا [سورة البقرة:71] (اس میں کوئی داغ نہیں)۔یعنی اس کے جسم کی رنگت کے علاوہ اس میں کوئی اور رنگ نہ ہو۔

قَالُوا الۡـٰٔنَ جِئۡتَ بِالۡحَقِّ فَذَبَحُوۡھَا وَمَا کَادُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ [سورة البقرة:71].

(ترجمہ) کہنے لگے اب تو نے پوری بات کہہ دی ہے پھر اس کو ذبح کیا اور وہ لگتے نہ تھے کہ ایسا کریں گے۔
مکمل صفات بیان کی ہیں۔
ابن عباسؓ فرماتے ہیں اگر وہ پہلی دفعہ ہی کوئی سی گائے لے کر ذبح کر دیتے تو ان کو کافی ہو جاتی لیکن انہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی۔ جب ان کو گائے کی صفات معلوم ہو گئیں تو تلاش بسیار کے

بعد صرف ایک گائے ان صفات کی حامل دستیاب ہوئی جو بنی اسرائیل کے ایک نوجوان کے پاس تھی۔

بعض راویوں کا کہنا ہے کہ یہ نوجوان اپنے والدین کا فرمانبردار عبادت گزار تھا، رات کا ایک تہائی حصہ نماز پڑھتا اور ایک تہائی حصہ آرام کرتا اور ایک تہائی حصہ اپنی والدہ کے پاؤں دباتا تھا۔ صبح کو جنگل چلا جاتا اور اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لاد کر لاتا اور ان کو فروخت کرتا اور ان کی قیمت کا کچھ حصہ صدقہ کر دیتا اور باقی ماندہ اپنے اور اپنی والدہ پر خرچ کرتا تھا۔ اسی طرح اس کے شب و روز گزر رہے تھے کہ ایک دن اس کی والدہ نے اس کو کہا اے میرے بیٹے! میری ایک گائے ہے جو مجھے میرے والدین سے وراثت میں ملی تھی میں نے اس کو جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑا تھا اور اللہ تعالیٰ سے اس کی حفاظت کی دعا کی تھی آپ جا کر اس کو تلاش کرو۔ اور اس نوجوان کی والدہ نے گائے کی مکمل علامات بتا دیں اور یہ بھی کہا کہ وہ گائے جب ملے تو اس پر سوار بھی نہ ہونا اور میرے پاس آنے تک اس کو کچھ بھی نہ کہنا۔ وہ نوجوان گائے کی تلاش میں چل پڑا جب اس گائے کو دیکھا تو کہا اے گائے! میں ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے معبود کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرے ساتھ چل تو وہ گائے اس نوجوان کے پیچھے چل پڑی اور اس گائے نے اس نوجوان کو کہا اے نوجوان اگر تو اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتا کہ تیرے ساتھ پہاڑ چلا دیں تو تیرے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یہ دعا بھی قبول کر لیتے۔

جب نوجوان گائے کو لے کر گھر کی طرف چل پڑا تو راستے میں ابلیس آ کر کہنے لگا آپ اس پر سوار کیوں نہیں ہو جاتے تا کہ راستے میں تھک نہ جاؤ؟ نوجوان نے سوار ہونے سے انکار کر دیا اور کہا میں اپنی والدہ کی نافرمانی نہیں کروں گا تو ابلیس نے کہا آپ اس کو منہ مانگے دام پر فروخت کیوں نہیں کر دیتے؟ اس نوجوان نے کہا نہیں کیونکہ میری والدہ نے مجھے اس گائے کو گھر لانے کا حکم دیا ہے۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ شیطان کے کہنے پر وہ نوجوان اس گائے پر سوار ہو گیا تو وہ گائے بدک گئی اور نوجوان کو زمین پر گرا کر بھاگ گئی تو ایک فرشتہ اس نوجوان کے پاس آیا اور کہا آپ اس پر سوار کیوں ہوئے؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ جس نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے وہ ابلیس تھا؟ اب آپ جاؤ، وہ گائے فلاں جگہ ہو گی جب وہ آپ کو مل جائے تو اپنی والدہ کے پاس پہنچنے تک کسی کی کوئی بات نہ ماننا۔ تو نوجوان نے ایسا ہی کیا اور اس گائے کو اپنی والدہ کے پاس لے گیا تو اس کی والدہ نے کہا اے میرے بیٹے! جاؤ اور اس گائے کو فروخت کر دو تو نوجوان نے پوچھا کتنے میں اس گائے کو فروخت کروں؟ والدہ نے کہا چھ دینار کے عوض میری رضا مندی کی صورت میں تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے نوجوان کو گائے کے بارہ درہم دیئے لیکن یہ شرط لگائی کہ وہ اپنی والدہ سے مشورہ نہ کرے نوجوان نے انکار کر دیا اور آ کر اپنی والدہ کو بتایا تو والدہ نے کہا اب جاؤ اور اس گائے کو بارہ دینار میں فروخت کر دو میری رضا مندی کی صورت میں تو فرشتہ آیا اور نوجوان کو چودہ دینار دینے پر راضی ہوا لیکن یہ شرط لگائی کہ وہ اپنی والدہ سے مشورہ نہ کرے۔ تو نوجوان نے کہا اگر آپ مجھے اس گائے کے

وزن کے برابر سونا بھی دیں تو بھی میں اپنی والدہ کی رضا مندی کے بغیر اس کو فروخت نہ کروں گا تو فرشتے نے نوجوان کو کہا آپ اس کی کھال بھر کر سونے کے عوض ہی فروخت کرو گے کیونکہ آپ اپنی والدہ کے فرمانبردار ہو اور اللہ تعالیٰ نے انہی دنوں عامیل کے قتل کا قضیہ کر دیا اور بنی اسرائیل گائے کو تلاش کرنے لگے۔

اور بعض راوی کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ نوجوان اپنے والد کا فرمانبردار اور تاجر تھا تو ایک شخص اس کے پاس ایک چھوٹا برتن فروخت کرنے لایا جس پر موتی جڑے ہوئے تھے تو نوجوان نے اس سے ستر ہزار بھاؤ طے کیا اور کہا تھوڑی دیر صبر کر لو میرے کمرے اور صندوق کی چابی میرے والد کے سر کے نیچے ہے اور وہ سوئے ہوئے ہیں اور میں ان کو بیدار نہیں کرنا چاہتا۔ تو اس شخص نے کہا وہ ساٹھ ہزار میں آپ کا ہوا آپ اپنے والد کو بیدار کر دو تو نوجوان نے کہا میں اپنے والد کو بیدار نہیں کروں گا بلکہ آپ صبر کرو میرے والد خود بیدار ہو جائیں گے تو میں آپ کو اس برتن کے اسی ہزار دوں گا تو وہ نوجوان قیمت بڑھاتا رہا کہ اپنے والد کو تو نہیں جگاؤں گا اور وہ نوجوان اپنے موتی لے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس تاجر اور قیمت ایک لاکھ تک پہنچا دی اور بیچنے والا اس شرط پر قیمت کم کرتا رہا کہ خریدنے والا اپنے والد کو بیدار کر دے، قیمت کم کرتے کرتے تیس ہزار تک پہنچ گیا لیکن نوجوان نے اپنے والد کو نہیں جگایا، نوجوان کو اس کا یہ عوض دیا کہ بنی اسرائیل کی مطلوبہ گائے اسی کے پاس ملی تو بنی اسرائیل نے اس نوجوان سے وہ گائے مانگی اور اس کی قیمت لگانے لگے تو وہ نوجوان قیمت بڑھاتا رہا۔

بنی اسرائیل کے لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور سارا ماجرا سنایا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس نوجوان کو بلوایا اور فرمایا ان لوگوں کو اپنی گائے اس کی قیمت پر فروخت کر دو تو اس نوجوان نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں اپنے مال کا زیادہ حق دار ہوں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ نے سچ کہا اور بنی اسرائیل کے لوگوں کو فرمایا تم گائے کے مالک کو راضی کرو تو نوجوان انکار کرتا رہا یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے لوگ کہنے لگے، آپ کو اس گائے کے وزن کے برابر سونا دیں گے نوجوان نے انکار کر دیا حتیٰ کہ ان لوگوں نے اس گائے کے وزن کے برابر دس گنا زیادہ سونا آفر کیا تو نوجوان نے اتنا سونے لے کر وہ گائے بنی اسرائیل کے لوگوں کو فروخت کر دی تو پہلے راوی فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے لوگوں نے وہ گائے اس کے چمڑے کے بھراؤ کے برابر سونا دے کر خریدی۔ واللہ اعلم۔

پھر بنی اسرائیل کے لوگوں نے اس گائے کو ذبح کر کے اس کا گوشت مقتول کو لگایا۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس گائے کی دم لگائی اور بعض نے کہا ہے کہ گائے کی زبان لگائی۔

اور بعض نے کہا ہے کہ گائے کی ران کا گوشت لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اس مقتول کو زندہ کر دیا وہ کھڑا ہوا تو اس کی رگوں سے خون بہہ رہا تھا لوگوں نے اس مقتول سے اس کے قاتل کا پوچھا تو اس نے کہا مجھے میرے بھتیجے نے

قتل کیا تھا اور سارا واقعہ بیان کر دیا۔

تو موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر نوجوان کو پکڑ کر قصاص لیا گیا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا کہ جس مقتول کا قاتل معلوم نہ ہو رہا ہو اس علاقہ کے لوگوں سے قسمیں اٹھوائی جائیں جیسا کہ اسلام میں بھی یہی حکم ہے۔

تیہ کے عجائب میں سے موسیٰ علیہ السلام اور خضرؑ کا واقعہ بھی ہے

بعض مؤرخین نے فرمایا ہے کہ جن موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا وہ صاحبِ تورات موسیٰ بن عمرانؑ نہیں تھے بلکہ موسیٰ بن میثا بن افراہم بن یوسفؑ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمرانؑ سے پہلے ان کو نبی بنایا تھا۔ تورات کے علماء کہتے ہیں کہ یہی موسیٰ علیہ السلام خضرؑ کی تلاش میں گئے تھے اور اکثر مسلمان مؤرخین فرماتے ہیں کہ یہ موسیٰ بن عمرانؑ تھے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ایک بار خیال آیا کہ روئے زمین پر ان سے زیادہ بڑا عالم کوئی نہیں ہے لیکن حضرت موسیٰؑ نے زبان سے یہ بات نہیں کہی تھی تو موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پانی بھیجا جو مشرق اور مغرب کے درمیان پھیل گیا اور دیکھا کہ ایک پرندہ اپنی چونچ میں اس پانی میں سے کچھ لیتا ہے پھر واپس پانی میں ڈال دیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جب بیدار ہوئے تو اپنے خواب کی وجہ سے حیرت زدہ تھے اور اس کی تعبیر نہیں جانتے تھے۔ جبرائیلؑ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے خواب کے بارے میں پوچھا تو جبرائیلؑ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ آپ نے گمان کیا ہے کہ زمین میں آپ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے تو آپ کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کی مثال اس پانی جیسی ہے جو مشرق و مغرب کے درمیان پھیلا ہوا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے علم میں سے اتنا بھی کم نہیں کر سکے جو وہ پرندہ اس پانی سے کم کرتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا اے جبرائیل! کیا روئے زمین پر کوئی شخص مجھ سے زیادہ علم والا ہے؟ جبرائیلؑ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو پیدا کیا ہے وہ آپ سے زیادہ علم والے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا وہ کون ہیں؟ جبرائیلؑ نے فرمایا وہ خضر بن عامیلؑ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا میں ان کو کہاں تلاش کروں؟ جبرائیلؑ نے فرمایا اس سمندر کے پار۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا میری راہنمائی کون کرے گا؟ جبرائیلؑ نے فرمایا آپ اپنے ساتھ سفر میں کھانے پینے کا سامان لے لیں آپ کا سامان طعام ہی آپ کی راہنمائی کرے گا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضرؑ کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضرؑ کی تلاش میں گئے تو اس کا سبب یہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک دن فصیح و بلیغ خطبہ دیا جو آپ کو خود بھی پسند آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے خیال کیا کہ

روئے زمین پر کوئی شخص ان سے زیادہ علم والا نہیں ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے میرے رب کیا زمین پر کوئی شخص مجھ سے زیادہ علم والا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا وہ کون ہیں؟ اور میری راہنمائی کریں۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کا سبب یہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے سوال کیا اے میرے رب؟ آپ کے بندوں میں سے آپ کو زیادہ محبوب کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو حق کے ساتھ فیصلہ کرے اور نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا آپ کے بندوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگوں کے علم کو اس امید پر تلاش کرے کہ اس کو کوئی ایسا کلمہ حاصل ہو جائے جو ہدایت کی طرف اس کی راہنمائی کرے یا اس کو ہلاکت سے دور کر دے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا اے میرے رب کیا زمین پر کوئی شخص مجھ سے زیادہ علم والا ہے کہ میں اس کے علم کو تلاش کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا وہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خضرؑ۔ موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا میں ان کو کہاں تلاش کروں گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سمندر کے ساحل پر اس چٹان کے پاس جہاں آپ کی مچھلی آپ سے چھوٹ جائے گی تو اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون بن افراہمؑ سے فرمایا کیا اس نیک بندے کی تلاش میں آپ میرے ساتھ چلو گے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر ہمارے کھانے کے لئے کچھ سامان اٹھالیں تو حضرت یوشعؑ نے چند چپاتیاں اور ایک نمکین مچھلی لے لی۔

اور کہا جاتا ہے کہ بھنی ہوئی مچھلی تھی۔ بہر حال دونوں حضرات روانہ ہوئے اور ساحل سمندر تک پہنچ گئے اور ایک چٹان کے نیچے پڑاؤ کیا، وہاں ایک پانی کا چشمہ تھا۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام وضو کرنے گئے تو ایک پانی کے چشمے پر تشریف لے گئے یہ آب حیات تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے وضو کیا اور واپس یوشع بن نونؑ کے پاس آگئے اور اپنی داڑھی مبارک کو جھاڑا تو پانی کا ایک قطرہ اس مچھلی پر جا گرا جو ساتھ اٹھائی ہوئی تھی وہ زندہ ہو کر سمندر میں کود گئی اور سمندر میں جس راستے سے گئی وہاں سرنگ بن گئی اور کہا جاتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ یوشع بن نونؑ موسیٰ علیہ السلام سے پیچھے رہ گئے تھے اور اس چٹان کے نیچے چشمہ تھا اس سے وضو کرنے لگ گئے اور موسیٰ علیہ السلام آگے تشریف لے گئے تو اس پانی کا ایک قطرہ مچھلی پر گر گیا اور مچھلی سمندر میں کود گئی پھر یوشعؑ موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا [سورۃ الکھف:62].

(ترجمہ) ہمارے پاس ہمارا کھانا لے آ، ہم نے اس سفر میں بڑی تکلیف اٹھائی ہے۔ یعنی تھکاوٹ و مشقت۔

یہ مچھلی یوشعؑ نے کھجور کے بنے ہوئے ٹوکرے میں رکھی ہوئی تھی جب ٹوکری میں دیکھا تو وہاں مچھلی نہیں تھی۔ یوشعؑ کو وہ بات یاد آگئی کہ وہ زندہ ہوکر سمندر میں چلی گئی تھی تو موسیٰ علیہ السلام کو عرض کیا:

اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَآ اِلَی الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ [سورة الكهف:63].

(ترجمہ) کیا آپ نے دیکھا تھا جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں اس مچھلی کو بھول گیا۔

کہ اس پر پانی کا ایک قطرہ ٹپک پڑا تو وہ زندہ ہوکر سمندر میں چلی گئی۔

وَ اتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ عَجَبًا [الكهف:63]. (اور اس نے دریا میں عجب کی طرح اپنا راستہ بنالیا)۔

وَ مَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ [سورة الكهف :63](اور یہ مجھ کو شیطان ہی نے بھلایا تھا کہ اس کا ذکر کروں، (تھکاوٹ اور مشقت کی وجہ سے)۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جبرائیلؑ نے مجھے بتایا تھا کہ میرے سفر کا کھانا اس نیک بندہ کی طرف میری راہنمائی کرے گا چلو واپس چلتے ہیں۔

فَارْتَدَّا عَلٰۤی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا [سورة الكهف:64].

(ترجمہ) پھر وہ الٹے مڑے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے۔

جس راستے سے آئے تھے اسی پر چلتے ہوئے اس چٹان تک پہنچ گئے اور پانی میں مچھلی کے کودنے کی جگہ دیکھی جو ابھی تک کسی سرنگ کی طرح باقی تھی تو پہلے موسیٰ علیہ السلام داخل ہوئے اور پیچھے حضرت یوشعؑ۔

اور کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک آگے کیا تو موسیٰ علیہ السلام کے لئے پانی جاری ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام اور یوشعؑ چلتے ہوئے ایک جزیرہ تک پہنچ گئے اور دونوں حضرات نے آرمینیہ کا سمندر دیکھا اور وہاں ایک واضح راستہ دیکھا جس سے کئی راستے نکل رہے تھے تو یہ دونوں حضرات ایک راستہ پر چلنے لگے تو آسمان سے ندا آئی آپ حضرات اس راستہ کو چھوڑ دیں کیونکہ یہ شیطانوں کا راستہ ہے جو ابلیس کے تخت تک جاتا ہے ،آپ دائیں جانب والا راستہ اختیار کریں۔ یہ حضرات واپس تشریف لائے اور دائیں جانب کا راستہ اختیار کرلیا۔اور اس راستے پر چلتے ہوئے ایک بڑی چٹان تک پہنچ گئے وہاں دیکھا کہ ایک شخص اپنا کمبل اوڑھ کر سو رہا ہے اور اس کے اردگرد سبز باغ ہے اور کہا جاتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ جب موسیٰ علیہ السلام اس چٹان اور باغ تک پہنچے تو وہاں ایک مصلّی اور محراب دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ کیسی پاکیزہ جگہ ہے اور عبادت گزار بندہ کے لئے ایسا ہونا چاہیے۔ابھی یہی بات ہو رہی تھی کہ خضرؑ آ گئے۔

اور پہلی روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس سوئے ہوئے شخص کو بیدار کیا تا کہ اس سے کچھ پوچھ لیں جب وہ بیدار ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام کو خیال گزرا کہ یہی وہ خضر ہیں جن کی تلاش میں موسیٰ علیہ السلام آئے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے خضر! اللہ تعالیٰ کے نبی آپ پر سلامتی ہو۔

تو خضرؑ نے کہا اے موسیٰ! اے بنی اسرائیل کے نگہبان! آپ پر بھی سلامتی ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا آپ کو کس نے بتایا ہے کہ میں اسرائیل کا نبی ہوں؟ خضرؑ نے فرمایا مجھے اسی ذات نے بتایا ہے جس نے میرے اور میری جگہ کے بارے میں آپ کی راہنمائی کی ہے۔ پھر خضرؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا اے موسیٰ آپ کو خیال ہوا کہ کوئی شخص علم میں آپ سے فائق نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو میری خبر دی تو آپ میرے پاس آئے تا کہ میرے علم کو اپنے علم کے ساتھ جمع کر لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا جی ہاں: میں آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ آپ اپنے علم میں سے کچھ مجھے بھی سکھائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا [سورۃ الکھف:66-65].

(ترجمہ) پھر انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جس کو ہم نے اپنی طرف سے خاص رحمت دی تھی اور ہم نے اس کو اپنے پاس سے ایک علم سکھلایا تھا۔ اس بندے سے موسیٰؑ نے کہا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط پر کہ آپ مجھے کچھ سکھلا دیں جو مفید علم آپ کو سکھایا گیا ہے۔

خضرؑ نے فرمایا: اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا [سورۃ الکھف:67].

(ترجمہ) آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ اور جو علم آپ کے پاس ہے وہ آپ کو کافی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا میں آپ کے ساتھ صبر کیوں نہ کر سکوں گا؟ خضرؑ نے فرمایا کیوں کہ میں ایسے اعمال جانتا ہوں جن کا ظاہر ناپسندیدہ ہے اور آپ ان کی حکمت نہ جاننے کی وجہ سے ان کو ناپسند سمجھیں گے۔

وَ کَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا [سورۃ الکھف:68].

(ترجمہ) اور آپ اس پر کیسے صبر کریں گے جس کا سمجھنا آپ کے قابو میں نہیں۔ یعنی آپ کا علم اس کا مکمل احاطہ نہیں کر سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا [سورۃ الکھف:69] (اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کا کوئی حکم نہیں ٹالوں گا)۔

خضر علیہ السلام نے فرمایا:

فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَکَ مِنْهُ ذِکْرًا [سورۃ الکھف:70].

(ترجمہ) پھر اگر میرے ساتھ رہو گے تو مجھ سے کچھ نہیں پوچھو گے جب تک کہ میں آپ کے آگے اس کا ذکر خود شروع نہ کروں۔

موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا ان شاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ تو خضرؑ اور موسیٰ علیہ السلام چل پڑے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خضرؑ کے ساتھ سمندر کے ساحل پر بیٹھے تھے اور ساحل پر بانس اگے ہوئے تھے تو ایک چڑیا آتی اور کچھ دیر چہچہاتی اور کچھ دیر بانس پر بیٹھ جاتی پھر سمندر سے اپنی چونچ میں پانی کا

قطرہ لیتی اور مشرق و مغرب میں آگے پیچھے اڑتی پھر اپنی چونچ کا پانی سمندر میں پھینک دیتی پھر دوبارہ سمندر کے قریب جاتی اور اپنی چونچ میں سمندر کا پانی لیتی اور واپس آجاتی اور پہلے کی طرح ادھر ادھر اڑتی پھر پانی سمندر میں پھینک دیتی اور واپس جا کر بانس پر بیٹھ جاتی اور سیٹی بجاتی تو خضرؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ چڑیا کیا کہہ رہی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا نہیں۔ خضرؑ نے فرمایا یہ سمندر کے پانی کا ایک قطرہ لے کر دائیں بائیں اڑی اور پھر وہ قطرہ پانی میں پھینک دیا اور واپس آکر کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کا علم اہل مشرق و مغرب کے علم کے ساتھ خضرؑ کے مقابلہ میں اس سے بھی کم ہے جتنا یہ قطرہ اس سمندر کے پانی کے مقابلہ میں ہے۔ اور دوسری مرتبہ قطرہ لے کر اس کو پانی میں پھینک کر کہا کہ تمام زمین والوں اور موسیٰ علیہ السلام اور خضرؑ کا علم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس سے بھی کم حیثیت رکھتا ہے جو اس قطرہ کو اس سمندر کے مقابلہ میں حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَۃِ خَرَقَھَا [سورة الكهف: 71].

(ترجمہ) پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس بزرگ نے کشتی میں چھید کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہی نوجوان کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تو علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو جب خضرؑ مل گئے اور موسیٰ علیہ السلام ان کے ہمراہ ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے یوشعؑ کو واپس بنی اسرائیل کے پاس بھیج دیا تھا کہ وہ جا کر بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آگاہ کریں تاکہ وہ لوگ پریشان نہ ہوں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہیں بلکہ یوشعؑ خضرؑ سے جدا ہونے تک موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہے تھے۔

اور وہبؒ کی روایت بھی اسی طرح ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اس وجہ سے ذکر نہیں کیا کہ موسیٰ علیہ السلام اصل تھے اور یوشعؑ ان کے تابع تھے اور اصل کا ذکر کیا جاتا ہے نہ کہ تابع کا۔ جب یہ حضرات کشتی پر سوار ہو کر سمندر میں پہنچے تو خضرؑ کلہاڑا نکال کر کشتی توڑنے لگے تو کشتی والوں نے پوچھا آپ کیا کر رہے ہیں؟ خضرؑ نے ان کو کوئی جواب نہ دیا تو لوگوں نے کہا آپ لوگوں سے زیادہ برے لوگ ہمارے ساتھی کبھی نہیں ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے خضرؑ کو کہا آپ پر افسوس ہے:

اَخَرَقْتَھَا لِتُغْرِقَ اَھْلَھَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا [سورة الكهف: 71].

(ترجمہ) کیا تو نے اس کو چھید دیا ہے کہ اس کے بیٹھنے والوں کو غرق کر دے تو نے تو انوکھی بات کی ہے۔ یعنی رسوا کرنے والا برا کام کیا ہے۔

خضرؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا o قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَ لَا تُرْھِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا [سورة الكهف: 72-73].

(ترجمہ) میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ موسیٰؑ نے فرمایا مجھے میری بھول پر گرفت

نہ کیجئے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالیے۔

اور موسیٰ علیہ السلام ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے اور دل میں سوچنے لگے میں اس جیسے کام کو دیکھنے سے بے پرواہ تھا اور میں بنی اسرائیل میں سلامتی سے رہ رہا تھا صبح وشام ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھاتا تھا تو خضرؑ اپنی فراست سے موسیٰ علیہ السلام کی سوچ بھانپ گئے اور ہنسنے لگے اور فرمایا اے موسیٰ! آپ اپنے دل میں کیا سوچ رہے تھے اور آپ کا کیا سوال ہے؟ خضرؑ نے فرمایا آپ یہ بات سوچ رہے تھے پھر خضرؑ نے کشتی کا توڑا ہوا حصہ اٹھا کر واپس اس جگہ رکھ کر مضبوطی سے باندھ دیا اور اس کو کوئی دوائی لگادی جس سے کبھی پانی داخل نہ ہو سکے۔ جب یہ دونوں حضرات کشتی سے نکلے تو ایک بستی پر جا پہنچے، وہاں بستی سے باہر کچھ لڑکے کھیل رہے تھے اور ان میں ایک لڑکا تھا جو ان سب میں زیادہ حسین اور دراز قد تھا، اس کی مونچھیں اگ رہی تھیں اس کا نام ضیشون تھا۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کا نام حیسر بن کادری تھا۔ اس کی والدہ کا نام شاہوبۃ تھا۔

خضرؑ نے اس کو بلایا اور اس کو دیوار کے پیچھے لے گئے اور اس پر حملہ کر کے اس کو ذبح کر دیا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ گلا گھونٹ کر اس کو قتل کیا تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام بھی یہ منظر دیکھ رہے تھے تو موسیٰ علیہ السلام کشتی والے واقعہ سے بھی زیادہ سخت تنگ دل ہوئے فرمانے لگے اللہ کی قسم! میں نے آج جیسی بات نہیں دیکھی۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ[الکھف: 74].

(ترجمہ) پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکے سے ملے تو اس کو مار ڈالا موسیٰؑ نے فرمایا آپ نے ایک بے گناہ جان کو بغیر کسی جان کے عوض مار ڈالا۔

لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا [سورۃ الکھف: 74]۔ (آپ نے نامعقول کام کیا ہے)

خضرؑ نے جواب دیا: اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا [سورۃ الکھف: 75].

(ترجمہ) میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا o فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ نِ اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا [سورۃ الکھف: 76-77].

(ترجمہ) اگر میں اس کے بعد آپ سے کوئی چیز پوچھوں تو اپنے ساتھ نہ رکھنا آپ میری طرف سے الزام کو اتار چکے۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں کے لوگوں تک پہنچے اس کے رہنے والوں سے کھانا مانگا۔

بعض مفسرینؒ فرماتے ہیں یہ شہر انطاکیہ تھا اور دیگر حضرات کا فرمان یہ ہے کہ یہ ملک آرمینیہ کا شہر باجران تھا، یہ لوگ شام کو شہر کا دروازہ بند کر لیتے تھے اور کسی کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے یہ حضرات شہر کے دروازہ پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا لیکن شہر والوں نے دروازہ نہیں کھولا پھر ان حضرات نے کھانا مانگا تو انہوں نے کھانا بھی نہیں کھلایا۔ ہمارے شیخ امامؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء لوگوں سے کھانا نہیں مانگتے تھے قرآن

مجید میں ان حضرات کے کھانا مانگنے کا جو ذکر ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے پاس نہ سفر میں کھانے کا سامان تھا اور نہ ہی کوئی اور چیز تھی اور وہ شہر والے ان کی حالت جانتے تھے تو یہ حالت کھانا مانگنے کے ہی قائم مقام تھی جب صبح ہوئی تو ان کے پاس ایک دیوار جھکی ہوئی تھی:

یُرِیۡدُ اَنۡ یَّنۡقَضَّ [الکھف:77] (جو گرنے ہی والی تھی)۔ تو خضرؑ نے دیوار کو سیدھا کرنے کا ارادہ کیا۔

کہا جاتا ہے کہ وہ دیوار کے پاس کھڑے ہوگئے اور موسیٰ علیہ السلام کو کہا آپ دوسری طرف کھڑے ہو جائیں۔ دونوں حضرات نے دیوار اٹھا کر سیدھی کردی، دیوار کی بنیادیں کھوکھلی ہوچکی تھیں تو خضرؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تو انہوں نے پتھر اور گارا منتقل کیا پھر موسیٰ علیہ السلام خضرؑ کو گارا اور پتھر دیتے اور وہ دیوار مرمت کرتے جب اس کی مرمت سے فارغ ہوگئے اور دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے تو موسیٰ علیہ السلام کو بھوک لگی ہوئی تھی اور پردیس میں ملال کے عالم میں تھے تو زچ ہو کر خضرؑ کو کہا اے خضر:

لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَیۡہِ اَجۡرًا [سورۃ الکھف:77] (اگر آپ چاہتے تو اس پر مزدوری لے لیتے)۔

ان لوگوں نے ہمیں کھانے کو نہ دیا اور نہ ہم سے حسن سلوک کیا تو ان کے کس حق کی وجہ سے ہم پر مفت میں ان کی دیواروں کی مرمت کرنا لازم آتا ہے تو خضرؑ نے کہا:

ہٰذَا فِرَاقُ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنِکَ سَاُنَبِّئُکَ بِتَاۡوِیۡلِ مَا لَمۡ تَسۡتَطِعۡ عَّلَیۡہِ صَبۡرًا [سورۃ الکھف:78] .

(ترجمہ) اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے، اب میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت جتلائے دیتا ہوں جس پر آپ کو صبر نہ ہوسکا۔

اور میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں نے یہ سب کام کیوں کئے جو آپ کو ناگوار گزرے۔

اَمَّا السَّفِیۡنَۃُ (وہ جو کشتی تھی) جس کو میں نے پھاڑا تھا

فَکَانَتۡ لِمَسٰکِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ فِی الۡبَحۡرِ فَاَرَدۡتُّ اَنۡ اَعِیۡبَہَا وَ کَانَ وَرَآءَ ہُمۡ مَّلِکٌ یَّاۡخُذُ کُلَّ سَفِیۡنَۃٍ غَصۡبًا [سورۃ الکھف:79].

(ترجمہ) وہ چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں محنت کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو چھین کر پکڑ رہا تھا۔

اس بادشاہ کا نام جیفر بن جلند الازدی تھا، یہ عمان کا بادشاہ تھا۔ خضرؑ نے فرمایا مجھے ڈر تھا کہ وہ ان کی کشتی پکڑ لے گا تو میں نے اس کو توڑ دیا تاکہ وہ ان کی کشتی نہ پکڑے کیونکہ وہ لوگ جب بادشاہ کے ہرکاروں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کشتی کو دیکھا وہ ٹوٹی ہوئی تھی اس لئے اس کو چھوڑ گئے تو کشتی والوں نے کہا ہماری کشتی کو توڑنے والے لوگوں سے بہتر ہمارے لئے کوئی اور لوگ نہیں تھے کیونکہ انہوں نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دلائی ہے۔

وَ اَمَّا الۡغُلٰمُ (اور رہا وہ لڑکا) جس کو میں نے قتل کیا تھا:

فَکَانَ اَبَوٰہُ مُؤْمِنَیْنِ [سورۃ الکھف:80] (تو اس کے ماں باپ مومن تھے)۔
نیک تھے اور وہ گناہ گار چور ڈاکے مارتا تھا پھر لوگ شکایت لے کر اس کے والدین کے پاس آئے تو وہ اس کی وجہ سے لوگوں سے جھوٹ بولتے کہ اس نے کچھ نہیں کیا اور اس کی برأت پر قسمیں کھاتے تھے کیونکہ اس کے والدین کو اس کے کرتوتوں کا علم نہ تھا۔

فَخَشِیْنَآ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ کُفْرًا [سورۃ الکھف:80].
(ترجمہ) پھر ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر میں نہ ڈال لے۔
کیونکہ اس کے والدین کو اس کی وجہ سے گناہ اور جھوٹی قسمیں لازم ہورہی تھیں۔

فَاَرَدْنَآ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَکٰوۃً [سورۃ الکھف:81].
(ترجمہ) تو ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلہ میں انہیں ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو)۔
اور بھلائی وَّاَقْرَبَ رُحْمًا [سورۃ الکھف:81] (اور محبت میں اس سے بڑھ کر ہو)۔

میں نے اس کے والدین کو اس لڑکے سے نجات دلائی اور اللہ تعالیٰ اس لڑکے کے بدلے ان کو ایک لڑکی عطا کریں گے جس سے ایک نیک آدمی نکاح کرے گا اور اس کے دو بچے ہوں گے جو بنی اسرائیل کے نبی بنیں گے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس لڑکی کی نسل میں سے ستر نبی اور صدیق پیدا ہوئے اور وہ دیوار جس کی میں نے مرمت کر کے سیدھا کیا تھا:

فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ [سورۃ الکھف:82] (وہ دیوار اس شہر میں دو یتیم لڑکوں کی تھی)
ایک کا نام اصرم تھا دوسرے کا نام صیرم تھا۔

وَ کَانَ تَحْتَهٗ کَنْزٌ لَّهُمَا وَ کَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا [سورۃ الکھف:82].
(ترجمہ) اور اس کے نیچے ان کا مال دفن تھا اور ان کا باپ نیک تھا۔
مفسرینؒ فرماتے ہیں ان کا تیسرا دادا اور بعض نے کہا ہے کہ ساتواں دادا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ ان کا حقیقی والد نیک آدمی تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں اس کے حق کی حفاظت کی اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان کے اس نیک والد کا نام کاشح تھا جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہوا ہے۔ دیوار کے نیچے موجود خزانے کے بارے میں بعض حضرات نے کہا ہے کہ سونے کی تختی تھی جس کو اس نیک آدمی نے اپنی اولاد کے لئے دیوار کے نیچے چھپا دیا تھا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ خزانہ چند کلمات تھے جو اس تختی پر لکھے ہوئے تھے۔

پھر وہ کیا کلمات تھے اس بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ تختی کے ایک جانب لکھا ہوا تھا ”اللہ لا الہ الا ھو وحدہ لا شریک لہ محمد عبدہ و رسولہ و دینہ الاسلام “۔ اور دوسری

جانب لکھا ہوا تھا جس کو موت کا یقین ہے مجھے اس پر تعجب ہے کہ وہ کیسے خوش ہوتا ہے۔ اور جس کو جہنم کا یقین ہے مجھے اس پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ کیسے ہنستا ہے اور جس کو جنت پر یقین ہے مجھے اس پر تعجب ہے کہ وہ کیسے جنت کے لئے عمل نہیں کرتا اور جو شخص تقدیر پر یقین رکھتا ہے مجھے اس پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ کیسے جمع کرتا ہے اور جس شخص کو دنیا کے ختم ہو جانے اور اہل دنیا پر الٹنے پلٹنے کا یقین ہے مجھے اس پر تعجب ہے کہ وہ دنیا پر کیسے مطمئن ہو گیا ہے۔

خضرؑ نے فرمایا: فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَ یَسْتَخْرِجَا کَنْزَهُمَا [سورة الکهف:82].

(ترجمہ) تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ اپنے رب کی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا مدفون مال نکال لیں۔

تو مجھے اس دیوار کی مرمت کا حکم دیا گیا کہ اگر یہ گر گئی تو وہ خزانہ ظاہر ہو جائے گا اور ضائع ہو جائے گا میں نے یہ کام اپنی مرضی اور رائے سے نہیں کیا بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔

ذٰلِکَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا [سورة الکهف:82].

(ترجمہ) یہ ان چیزوں کی حقیقت ہے جن پر آپ صبر نہیں کر سکے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائیں اگر وہ خضرؑ کے ساتھ صبر کر لیتے تو ان سے کئی عجائب دیکھتے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی خبر دیتے پھر خضرؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا آپ کو تورات کا علم کافی ہے اور بنی اسرائیل کی مشغولی کافی ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ یہ دونوں حضرات دیوار کے سایہ میں بھوکے بیٹھے تھے کہ اچانک جبرائیلؑ آئے، ان کے ایک ہاتھ میں ہرن تھا جو انہوں نے جنگل سے پکڑا تھا اور دوسرے ہاتھ میں ایک تھال تھا جو ڈھانپا ہوا تھا تو جبرائیلؑ نے وہ تھال خضرؑ کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا یہ آپ کا ناشتہ ہے اس میں انواع واقسام کے کھانے موجود تھے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ جنت کا کھانا تھا اور ہرن موسیٰ علیہ السلام کے پاس لا کر کہا یہ آپ کا ناشتہ ہے آپ لے لیں۔ خضرؑ نے وہ تھال لیا اور بیٹھ کر اس میں سے کھانا کھانے لگ گئے اور موسیٰ علیہ السلام نے ہرن کو ذبح کر کے کھال اتاری اور اس کا کچھ گوشت لے کر لکڑیاں اور آگ تلاش کی اور گوشت کو آگ پر ڈال دیا جب گوشت بھوننے کے قریب ہو گیا تو اس کو دانتوں سے نوچ کر کھایا۔ آگ کبھی بجھ جاتی تھی تو موسیٰ علیہ السلام اس کو پھونکیں مارتے تھے اور دھوئیں کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگ گئے تو خضرؑ موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ کر ہنس پڑے تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کیا آپ مجھ پر ہنس رہے ہیں؟ خضرؑ نے فرمایا نہیں لیکن میں قناعت گزار اور ناراض بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ہنس رہا ہوں، میں نے قناعت کی تو مجھے تیار شدہ کھانا دیا گیا اور آپ ناراض ہوئے تو آپ کا رزق اس مشقت وتھکاوٹ کے ساتھ دیا گیا۔ پھر خضرؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اے موسیٰ! آپ ہماری صحبت میں کچھ دیر رہے، اب آپ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ جائیں تو موسیٰ علیہ السلام نے خضرؑ کو کہا مجھے کوئی وصیت کریں۔ خضرؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اے موسیٰ! آپ خندہ پیشاں بنیں،

غصہ کرنے والے نہ بنیں اور لوگوں کو نفع دینے والے بنیں نقصان دینے والے نہ بنیں اور لجاجت چھوڑ دیں اور بغیر کسی کام کے کسی کے پاس نہ جائیں اور گناہ گاروں کو ان کے گناہ کی عار نہ دلائیں اور اپنی خطاؤں پر روئیں۔ اے عمران کے بیٹے! پھر یہ دونوں حضرات جدا ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لے گئے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور یوشعؑ واپس لوٹ آئے۔

وادیٔ تیہ کے دیگر واقعات

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کی اور ان سے ہم کلام ہوئے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر تیہ کو حرام قرار دے دیا اور یہ اس میں مقید ہو گئے اور ان کو دنیا کا کوئی کام اور مصروفیت نہ تھی تو موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگے اے موسیٰ! ہمارے لئے ایک کتاب کا ہونا ضروری ہے جس کو ہم پڑھا کریں اور شریعت کا ہونا بھی ضروری ہے جس پر ہم عمل کریں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی اور موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ وہ طور سینا پہاڑ پر آئیں گے اور تیس روزے رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہو کر ان کو کتاب اور شریعت دیں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر تشریف لے گئے اور ہارونؑ کو قوم پر اپنا جانشین بنا گئے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ [سورۃ الاعراف:142].

(ترجمہ) اور ہم نے موسیٰؑ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور ان کو اور دس راتوں سے پورا کیا تیرے رب کی چالیس راتوں کی مدت پوری ہو گئی اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے وعدہ کیا کہ وہ تیس دن بعد ان کے پاس واپس تشریف لائیں گے اور ان کے ساتھ کتاب اور شریعت ہو گی۔ تو موسیٰ علیہ السلام جبرائیلؑ کے ساتھ طور پہاڑ کی طرف روانہ ہو گئے اور تیس یوم روزے رکھے پھر وعدہ کا وقت مقرر آ گیا موسیٰ علیہ السلام نے جسم کو پاک کیا اور کپڑے پاک کئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوئے تو باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ میں نے جو روزے رکھنے کا حکم دیا تھا آپ نے روزے رکھے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ پر روزے کا اثر نہیں ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب میں نے مسواک کیا ہے تاکہ روزہ داروں کے خالی پیٹ رہنے کی وجہ سے جو منہ سے بدبو آتی ہے وہ مجھ سے نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ کیا آپ کو علم نہیں ہے کہ روزہ دار کے منہ کی وہ بدبو مجھے کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے آپ جا کر دس دن مزید روزے رکھیں۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

فَتَمَّ مِیقَاتُ رَبِّہٖۤ اَرۡبَعِیۡنَ لَیۡلَۃً[سورۃ الاعراف:142].
(ترجمہ) تو تیرے رب کی چالیس راتوں کی مدت پوری ہوگئی۔
پھر موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے مقرر کردہ وقت پر حاضر ہوئے اور رب تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوئے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
وَ لَمَّا جَآءَ مُوۡسٰی لِمِیۡقَاتِنَا وَ کَلَّمَہٗ رَبُّہٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ [سورۃ الاعراف:143].
(ترجمہ) اور جب موسیٰؑ ہمارے وعدہ پر پہنچے اور ان سے ان کے رب نے کلام کیا تو عرض کیا اے میرے رب تو مجھے اپنا دیدار کرادے تا کہ میں تجھے دیکھوں)۔

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کس وجہ سے رویت باری تعالیٰ کا سوال کیا تھا ؟اکثر مفسرینؒ فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کی اور اپنے رب کا کلام سنااور اس کی لذت محسوس کی تو رؤیت کا اشتیاق پیدا ہوا اسی لئے یہ سوال کیا۔

اور بعض مفسرینؒ کا فرمان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے مجھے اپنے ساتھ ہم کلام ہونے کے لئے منتخب کیا ہے تو یہ بعید نہیں ہے کہ اپنا دیدار کرا کے بھی مجھے عزت بخشیں۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا اے موسیٰ! آپ سے کون کلام کرر ہا تھا؟ آپ کو کیا پتہ وہ شیطان ہو تو اس وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے رؤیت باری تعالیٰ کا سوال کیا لیکن کوئی شخص اس روایت کو صحیح نہیں مان سکتا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ابلیس کے کہنے کی وجہ سے رب تعالیٰ سے گفتگو کرنے میں شک ہوا ہوگا۔ اللہ کے نبی ایسی بات سے پاک ہیں لیکن موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا ارادہ کیا تو ابلیس کو غصہ آ گیا اور اس نے یہ گھٹیا تدبیر اختیار کرنے کا ارادہ کیا۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ [سورۃ الاعراف:143].
(ترجمہ) اے میرے رب! تو مجھے اپنا دیدار کرادے تا کہ میں تجھے دیکھوں۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
لَنۡ تَرٰىنِیۡ وَ لٰکِنِ انۡظُرۡ اِلَی الۡجَبَلِ فَاِنِ اسۡتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوۡفَ تَرٰىنِیۡ [سورۃ الاعراف:143]
(ترجمہ) تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اگر وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو تم مجھے دیکھ لو گے۔

اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی نگاہ کی کمزوری کے بارے میں آگاہ کریں تا کہ ان کو اعتبار ہو جائے کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر قادر نہیں ہیں۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اے موسیٰ! آپ پہاڑ کی فلاں جگہ پر چلے جائیں اور پہاڑ کی چوٹی کو دیکھیں اور اس پر بیٹھ جائیں، آپ پر اپنا لشکر اتارنے والا ہوں تو موسیٰ علیہ السلام

نے رب تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہ کام کیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اس پہاڑ پر بیٹھ گئے، اللہ تعالیٰ نے آسمان کو فرمایا اپنے اطراف پہاڑ کے اردگرد رکھ دے تو آسمان نے ایسا ہی کیا اور اللہ تعالیٰ نے گوہیں اور تاریکیاں اس پہاڑ پر بھیجیں جس پر موسیٰ علیہ السلام موجود تھے اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آجائیں تو اللہ تعالیٰ نے پہلے آسمانِ دنیا کے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گزریں تو سارے فرشتے تسبیح، تہلیل، تکبیر میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ایسے گزرے جیسے بادلوں کی سخت کڑک ہوتی ہے پھر اسی طرح ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کو حکم دیا تو سب فرشتے تسبیح پڑھتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے اور موسیٰ علیہ السلام کو کہتے اے خطا کار کے بیٹے! خطا کار آپؑ نے اپنی کمزوری کے باوجود رب تعالیٰ کے سامنے یہ جرأت کیسے کرلی؟ اور موسیٰ علیہ السلام رونے لگے اور کہنے لگے مجھے اپنی رحمت میں پکڑلیں مجھے نہ بھولنا میں آپ کا کمزور بندہ ہوں، مجھے خیال نہیں ہے کہ میں اس کیفیت سے نجات پاجاؤں گا۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو دیکھا اور اپنا ضعف معلوم ہوگیا اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا [سورة الاعراف:143].

(ترجمہ) پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو تجلی نے اس کے پرخچے اڑادیئے اور موسیٰؑ بیہوش ہو کرگر پڑے۔

تو موسیٰ علیہ السلام پتھر سے نیچے گر گئے اور پتھر موسیٰ علیہ السلام پر پلٹ کر گنبد کی طرح بن گیا تاکہ تجلی کے نور سے موسیٰ علیہ السلام جل نہ جائیں اور ہلاک نہ ہوجائیں۔

بعض لوگ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو موت کی غشی طاری ہوگئی تھی، موسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو زندہ کردیا اور دیگر حضرات نے فرمایا بلکہ موسیٰ علیہ السلام غش کھا کر گر گئے اور موسیٰ علیہ السلام پر بے ہوشی طاری ہوگئی پھر افاقہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلَمَّآ اَفَاقَ [سورة الاعراف:143] (پھر جب ہوش میں آئے)۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

جَعَلَهٗ دَكًّا [سورة الاعراف:143] (تو تجلی نے اس کے پرخچے اڑادیئے) یعنی پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا۔

مؤرخین فرماتے ہیں وہ پہاڑ ریت کی طرح زمین پر برابر ہوگیا اور بعض نے کہا ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ پہاڑ تین حصے ہوگیا تو ایک تہائی زمین پر گر گیا اور ایک تہائی بکھر گیا اور ایک تہائی ہوا میں اڑ گیا۔

راوی کہتے ہیں سورج کی روشنی جب روشن دان سے اندر آتی ہے تو اس کی روشنی میں جو ذرات ہوتے ہیں یہ اسی کے ذرات میں سے ہیں۔

راوی کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو بھیجا انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے اوپر سے پتھر اٹھالیا تو موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے کھڑے ہوئے اور کہا:

سُبۡحٰنَکَ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ [سورۃ الاعراف:143].

(ترجمہ) تیری ذات پاک ہے میں نے تیری طرف توبہ کی اور میں سب سے پہلے یقین لایا۔

یعنی آپ پر ایمان لانے والوں میں سے پہلا شخص ہوں کہ آپ کو دنیا میں نہیں دیکھا جاسکتا ہم نے معانی سورۃ الاعراف میں اس آیت کے تحت سوالات، استدلال فوائد اور اشکالات ذکر کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰمُوۡسٰۤی اِنِّی اصۡطَفَیۡتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیۡ وَ بِکَلَامِیۡ فَخُذۡ مَاۤ اٰتَیۡتُکَ وَ کُنۡ مِّنَ الشّٰکِرِیۡنَ ۝ وَ کَتَبۡنَا لَہٗ فِی الۡاَلۡوَاحِ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ مَّوۡعِظَۃً وَّ تَفۡصِیۡلًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ [سورۃ الاعراف:144-145]۔

(ترجمہ) اے موسیٰ! میں نے دوسرے لوگوں پر تمہیں پیغمبری اور اپنی ہم کلامی سے برگزیدہ کیا پس جو میں نے تمہیں دیا ہے اس کو لے لو اور شکر کرتے رہو۔ اور ہم نے ان کو تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی)۔

راوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو بھیجا انہوں نے جنت کے درختوں میں سے ایک درخت کاٹا اور اس سے نو تختیاں بنائیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ سبز زمرد سے سات تختیاں بنائیں۔ ہر تختی کی لمبائی موسیٰ علیہ السلام کے بازو کے مطابق دس گز تھی اور اتنی ہی چوڑائی تھی اور ان تختیوں میں اللہ تعالیٰ کا علم اور احکام لکھے ہوئے تھے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ان تختیوں میں ان باتوں کے علاوہ تورات لکھوادی تھی (واللہ اعلم)۔

اور موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: فَخُذۡہَا بِقُوَّۃٍ وَّ اۡمُرۡ قَوۡمَکَ یَاۡخُذُوۡا بِاَحۡسَنِہَا [سورۃ الاعراف:145].

(ترجمہ) تم ان کو قوت سے لو اور اپنی قوم کو اس کی بہتر باتوں کے پکڑنے کا حکم دو۔

اور کعب احبارؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تختیاں دیں اور موسیٰ علیہ السلام نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! کیا آپ قریب ہیں کہ میں آپ سے سرگوشی کروں یا آپ دور ہیں کہ میں آپ کو بلند آواز سے ندا دوں؟ تو موسیٰ علیہ السلام کو ان کے رب نے فرمایا جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا کیا: آپ قریب ہیں؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو سرگوشی زیادہ پسند ہے جیسے قریب آدمی سرگوشی کرتا ہے یا آپ کو بلند آواز سے پکارنا زیادہ پسند ہے جیسے دور آدمی کو آواز دی جاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اے موسیٰ! اگر آپ چاہتے ہیں

کہ میں قیامت کے دن آپ کو اپنے قریب کردوں تو آپ سائل کو نہ جھڑکیں اور نہ ہی یتیم پر غصہ ہوں اور کمزور لوگوں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھیں اور ان پر رحم کریں اور تنگدستوں سے محبت کریں اور زیادہ مال پر نہ اترائیں کیونکہ یہ بہت بڑی خرابی ہے اور آپ یتیم کے لئے رحم دل باپ کی طرح ہوجائیں اور بیواؤں کے لئے شفیق خاوند کی طرح ہوجائیں۔ اے موسیٰ! جو آپ کو کہہ رہا ہوں اس کو سنیں اور یاد کرلیں اور بنی اسرائیل کو اسی بات کا حکم دیں اور ان کو حکم دیں کہ وہ اس نبی کی اتباع کریں گے جو آپ کے بعد آئے گا۔ دراز گوش پر سوار ہوں گے اور ان کا نام روح ہوگا اور یہ کنواری پاک دامن عورت سے پیدا ہوں گے، جو آیات اور عجائب ظاہر کریں گے اور مُردوں کو زندہ کریں گے اور نابینا اور برص والے آدمی کو تندرست کریں گے اور میرے حکم سے مٹی سے پرندے جیسی صورت بنائیں گے اور نبی عربیؐ کی خوشخبری دیں گے جو قیذار بن اسماعیل کی اولاد میں سے ہوں گے، قدس کے دو پہاڑوں کے درمیان مبعوث ہوں گے، اونٹ پر سوار ہوں گے اور پگڑی اور جوتوں والے ہوں گے آخری زمانہ میں رسولوں کے زمانہ فترت میں مبعوث ہوں گے ان کا نام محمدؐ اور احمدؐ ہوگا، میں ان کے ذریعہ سلسلۂ نبوت کو ختم کردوں گا اور ان کے ذریعہ دین کو فتح دوں گا۔ ان کے بعد اور نہ ہی ان سے پہلے عورتوں نے ان جیسا جنا ہوگا۔ کشادہ آنکھوں والے، کشادہ پیشانی والے ہوں گے ان کی ابرو ملی ہوئی ہوں گی بچہ داڑھی ظاہر ہوگی، ہلکے گھنگھریالے بال ہوں گے، پُرگوشت مضبوط ہتھیلیوں والے اور خوبصورت پوروں والے ہوں گے، اگلے دانتوں میں قدرے فاصلہ ہوگا، گھنی داڑھی ہوگی، زیادہ عورتوں سے نکاح کریں گے، اولاد کم ہوگی، ان کی امت تمام امتوں سے زیادہ بہتر ہے جو لوگوں کے نفع کے لئے نکالی گئی ہے وہ لوگ نیکی کا حکم دیں گے اور گناہوں سے روکیں گے اور میرے دیئے ہوئے تھوڑے رزق پر راضی ہوجائیں گے اور میں ان کے تھوڑے عمل پر راضی ہوجاؤں گا اور ان کو لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینے کی وجہ سے جنت میں داخل کروں گا لوہے کی چھڑیوں کے ساتھ قتال کریں گے۔ ان کی نماز کی صفیں لڑائی کی صفوں کی طرح ہوں گی وہ نصف پنڈلیوں پر تہبند باندھیں گے اور اپنے اعضاء کو پاک کریں گے، میں نے ان کے لئے ساری زمین کو سجدہ گاہ اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے، جہاں نماز کا وقت ہوگا وہیں نماز پڑھیں گے، ان کی قراءت کی آواز ہوگی، ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور میں ان پر اپنی رحمت نازل کروں گا۔ وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم دل ہوں گے جب آپ ان کو دیکھیں گے تو پہچان لیں گے کیونکہ وہ رکوع اور سجدہ کرنے والے ہوں گے، ان کے چہروں پر سجدوں کے نشانات ان کی علامت ہوں گے، وہ صف بنا کر کثرت تعداد سے لڑیں گے اور نماز میں رکوع، سجدہ اور قیام وقعود کریں گے۔ ان کی انجیلیں (قرآن) ان کے سینوں میں ہوں گی اور ان کی عبادت ان کے پیٹوں میں ہوگی یعنی اخلاص وتقویٰ دل میں ہوگا، ان کے جہاد میں لمبا عرصہ گھر سے غائب ہونے کی وجہ سے ان کی عورتیں بیوہ عورتوں کی طرح ہوں گی حالانکہ وہ بیوہ نہ ہوں گی اور باپ کے گھر نہ

ہونے کی وجہ سے ان کے بچے یتیموں کی طرح ہوں گے حالانکہ وہ یتیم نہ ہوں گے۔ وہ ہر افق سے جہاد کے طالب ہوں گے، رات کو راہب اور دن کو شیر ہوں گے، میں ان کو مجھ سے سوال کرنے سے پہلے عطا کردوں گا اور مجھ سے دعا کرنے سے پہلے ان کی دعا قبول کرلوں گا۔ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہتا ہوں دے دیتا ہوں اور میں بڑے فضل والا ہوں۔

میں ان کا دین تمام دینوں پر غالب کروں گا اگرچہ مشرکین اس کو ناپسند کریں اور میں ان کو کھلی فتح عطاء کروں گا اوران کی ایسی مدد کروں گا جو سب پر غالب آئے اور میں محمد کو سب سے پہلے سفارش کرنے والا بناؤں گا اور سب سے پہلے انہی کی سفارش قبول ہوگی۔ میں ان کے ذریعہ رسالت کا سلسلہ ختم کروں گا اور انہی کے ذریعہ سفارش کے سلسلہ کا آغاز کروں گا۔ اے موسیٰ! بنی اسرائیل کو حکم دیں کہ وہ اس نبی کی صفات کو تبدیل نہ کریں اور نہ ہی ان کو چھپائیں اور بے شک وہ ایسا کریں گے۔تو موسیٰ علیہ السلام سجدہ ریز ہوگئے اور عرض کیا اے میرے! معبود آپ نے اس بندہ (محمدؐ) اوران کی امت کو اتنا اعزاز بخشا ہے جو میں نے سنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنِّی اصۡطَفَیۡتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیۡ وَ بِکَلَامِیۡ فَخُذۡمَاۤ اٰتَیۡتُکَ وَ کُنۡ مِّنَ الشّٰکِرِیۡنَ [الاعراف:144].

(ترجمہ) اے موسیٰ! میں نے دوسرے لوگوں پر تمہیں پیغمبری اور اپنی ہم کلامی سے برگزیدہ کیا پس جو میں نے تمہیں دیا ہے اس کو لے لو اور شکر کرتے رہو۔

موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے ساتھ آئے تھے اوران کو پہاڑ کے نیچے چھوڑ کر جلدی سے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگئے جب رؤیت باری تعالیٰ کا سوال کر چکے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب بھی مل گیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا:

وَ مَاۤ اَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی o قَالَ ہُمۡ اُولَآءِ عَلٰۤی اَثَرِیۡ وَ عَجِلۡتُ اِلَیۡکَ رَبِّ لِتَرۡضٰی [سورة طٰه:83-84]۔

(ترجمہ) اور اے موسیٰ! تم نے (آنے میں) اپنی قوم سے کیوں جلدی کی۔ عرض کیا وہ یہ آرہے ہیں میرے پیچھے اور میں یا رب تیری طرف جلدی آگیا تاکہ تو راضی ہوجائے۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم بنی اسرائیل کے بارے میں پوچھا تھا کہ آپ ان سے جلدی کیوں آگئے ان کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لائے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں، میں جلدی اس لئے آیا ہوں کہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ کے پاس آؤں تو آپ مجھے کتاب دیں گے اور مجھ سے راضی ہوجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَکَ مِنۡۢ بَعۡدِکَ [سورة طٰه:85].

(ترجمہ) ہم نے تمہاری قوم کو تمہارے پیچھے ایک بلا میں مبتلا کیا ہے۔

بنی اسرائیل کی گائے پرستی

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب آپ نے کس چیز سے ان کو آزمایا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سامری نے ان کے لئے بچھڑا بنایا اور ان کو گمراہ کیا، ہم نے اس طرح ان کو آزمایا ہے۔

فَرَجَعَ مُوسٰى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا [سورة طٰه:86].

(ترجمہ) پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے واپس ہوئے۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر رحم کریں، خبر معاینہ کی طرح نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوم کے فتنہ میں مبتلا ہونے کی خبر دی فرمایا:

فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ [سورة طٰه:85].

(ترجمہ) ہم نے تمہاری قوم کو تمہارے پیچھے ایک بلا میں مبتلا کیا ہے اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان حق اور سچ ہے انہوں نے اپنے ہاتھ میں موجود تورات کی تختیوں کو مضبوطی سے تھاما اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر ان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔

راوی کہتے ہیں سامری کے بچھڑا بنانے کا سبب یہ بنا کہ سامری بنی اسرائیل کا فرد نہیں تھا بلکہ ایک بستی باجرما کا رہائشی تھا، یہ بستی والے گائے اور اس کے بچھڑے کی عبادت کرتے تھے تو یہ بات اس کے دل میں جاگزیں ہوگئی۔ وہ بنی اسرائیل کے سامنے اسلام ظاہر کرتا تھا اور بچھڑے کی عبادت کو چھپاتا تھا اور دیگر حضرات کا یہ کہنا ہے کہ سامری بنی اسرائیل کا ہی فرد تھا اور اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا اور یہ جبرائیلؑ کو پہچانتا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس کی والدہ فرعون کے قتلِ عام کے دنوں اس کو لے کر شہر سے فرار ہوگئی اور ایک پہاڑ کی غار میں اس کی ولادت ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ جب اس کی والدہ نہ آئیں تو آپ جا کر اس کو کھلایا کریں جب وہ جوان ہوا تو جبرائیلؑ کو پہچان گیا پھر جس دن بنی اسرائیل سمندر عبور کر رہے تھے تو سامری نے جبرائیلؑ کو حیات کے گھوڑے پر سوار دیکھا، وہ ایک مادہ گھوڑی کی شکل میں تھا جس پر سیاہ وسفید رنگ کے دھبے تھے، اس گھوڑی کا پاؤں جس چیز پر پڑتا وہ زندہ ہوجاتی اور جس زمین پر پڑتا وہ سرسبز ہوجاتی تو سامری نے یہ پہچان لیا تو حیات کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی سے ایک مٹھی اٹھائی پھر جب موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر تیس رات کے لئے چلے گئے جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مزید دس روزے رکھنے کا حکم دیا اور موسیٰ علیہ السلام وقتِ مقررہ پر واپس نہ آئے تو سامری نے بنی اسرائیل کے لوگوں کو کہا کیا موسیٰ علیہ السلام اب کبھی تمہارے پاس واپس نہیں آئیں گے کیا میں تمہیں ایک معبود بنا دوں جس کی تم عبادت کرو۔ سامری پہلے ہی بنی اسرائیل کا حرص دیکھ چکا تھا کہ یہ بچھڑے کی

عبادت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا:

اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ [سورة الاعراف:138].

(ترجمہ) ہماری عبادت کے لئے بھی ایک بت بنادے جیسے ان کے بت ہیں۔

تو بنی اسرائیل نے سامری کو کہا ٹھیک ہے۔ تو سامری نے کہا میرے پاس وہ تمام زیورات لاؤ جو تم آلِ فرعون سے مانگ کر لائے تھے۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ایسا نہیں تھا بلکہ ہارونؑ نے بنی اسرائیل کو فرمایا تم فرعون کی قوم کی زینت کا سامان اپنے ساتھ اٹھا لائے ہو یہ تمہارے لئے حلال نہیں ہے کیونکہ گزشتہ امتوں کے لئے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا تو ہارونؑ نے فرمایا وہ سارے زیورات میرے پاس لاؤ تا کہ میں ان کو جلا دوں۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ہارونؑ نے بنی اسرائیل کو فرمایا امید ہے کہ موسیٰ علیہ السلام واپس آئیں گے جو وعدہ پر اس وجہ سے نہیں آئے کہ آلِ فرعون کے زیورات تمہارے پاس ہیں، ان کی نحوست کی وجہ سے وہ نہیں آئے تو تم میرے پاس وہ زیورات لاؤ تا کہ میں ان کو جلا دوں تو بنی اسرائیل سارے زیورات ہارونؑ کے پاس لے آئے تو ہارونؑ نے آگ کا الاؤ روشن کر کے وہ زیورات اس میں ڈال دیئے تو تمام کپڑے اور زیورات جل گئے اور سونا اور چاندی پگھل کر ایک ڈلی کی شکل میں بن گئے اور سامری زرگر تھا وہ آیا اور اس ڈلی کو اٹھا کر اس سے ایک بچھڑا بنایا پھر اس میں وہ مٹی ڈال دی جو حیات کے گھوڑے کے پاؤں سے اٹھائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کر دیا تو بچھڑا کھڑا ہوا اور آواز نکالی اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ وہ سونا چاندی بچھڑوں کی طرح گوشت، خون اور ہڈیاں بن گیا۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ بلکہ وہ زندہ ہو گیا اور زندہ رہا اور چلا گیا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ زندہ نہیں تھا، جمادات میں سے تھا، وہ ایک مخلوط ڈھانچہ تھا، ہوا اس کے پیچھے سے داخل ہوتی اور اس کے منہ سے نکل جاتی تھی اور اس ہوا کی وجہ سے اس کے منہ سے بچھڑے جیسی آواز نکلتی تھی۔

ہم سورۃ الاعراف کے معانی کے بیان میں اس بات کی وجہ ذکر کر چکے ہیں۔ پھر سامری نے بنی اسرائیل کے کم عقل لوگوں کو کہا یہ تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود ہے۔ اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس نہیں آئے تو ان کا رب تمہارے پاس آ گیا ہے، تم اس کی تصدیق کرو اور اس سے سخت محبت کرو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ [سورة البقرة:93].

(ترجمہ) اور ان کے دلوں میں ان کے کفر کی وجہ سے بچھڑے کی محبت سرایت کر گئی تھی۔ یعنی بچھڑے کی محبت۔

قولہ فَنَسِیَ یعنی سامری نے چھوڑ دیا اور کفر کیا کہ اس بچھڑے کو معبود کا نام دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا [سورة طٰه:89].

(ترجمہ) وہ لوگ یہ بھی نہ دیکھ سکے کہ وہ تو ان کو کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔
نہ ان سے بات کرسکتا ہے اور بلا شبہ وہ:
وَّ لَا یَمۡلِکُ لَهُمۡ ضَرًّا وَّ لَا نَفۡعًا [سورة طٰه:89] (اور نہ ان کے برے اور بھلے کا اختیار رکھتا ہے)۔
تو وہ بچھڑا ان کی عبادت کا کس وجہ سے مستحق ہو گیا ہے۔
یٰقَوۡمِ اِنَّمَا فُتِنۡتُمۡ بِهٖ [سورة طٰه:90] (اے قوم! بات یہی ہے کہ تم اس بچھڑے کی وجہ سے بہک گئے)۔
یعنی بچھڑے کے ساتھ۔ اور وہ باطل ہے معبود نہیں ہے۔
وَ اِنَّ رَبَّکُمُ الرَّحۡمٰنُ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ وَ اَطِیۡعُوۡۤا اَمۡرِیۡ [سورة طٰه:90] (اور تمہارا رب تو رحمان ہے پس تم میری راہ پر چلو اور میری بات مانو) اور بچھڑے کی عبادت نہ کرو۔
قَالُوۡا لَنۡ نَّبۡرَحَ عَلَیۡهِ عٰکِفِیۡنَ [سورة طٰه:91] (کہنے لگے ہم برابر اس پر جمے بیٹھے رہیں گے) عبادت کے ساتھ۔
حَتّٰی یَرۡجِعَ اِلَیۡنَا مُوۡسٰی [سورة طٰه:91] (جب تک موسیٰ ہمارے پاس لوٹ کر نہ آئے)۔
اگر موسیٰ علیہ السلام نے ہمیں اس بچھڑے کی عبادت سے روک دیا تو ہم باز آجائیں گے جب ان لوگوں نے ہارونؑ کو انکار کر دیا تو ہارونؑ کھڑے ہوئے اور بنی اسرائیل کے باقی اہل اسلام کو لے کر ان سے الگ ہو گئے اور کہا جاتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کا تہائی تھے بنی اسرائیل کے دو تہائی لوگ بچھڑے کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ہارونؑ کے پیچھے بارہ ہزار لوگ چلے اور ہارونؑ نے بچھڑے کی عبادت کرنے والوں سے لڑائی کرنا ناپسند کیا۔ ہارونؑ کو فساد اور بربادی کا ڈر ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام واپس آکر کہیں گے آپ نے بنی اسرائیل کو کیوں ہلاک کر دیا۔ ہارونؑ تمام احوال میں موسیٰ علیہ السلام کے مطیع تھے تو بنی اسرائیل کے یہ دونوں گروہ الگ تھلگ ہو گئے اور بنی اسرائیل کے اکثر لوگ بچھڑے کی عبادت پر لگے رہے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام غصہ میں افسوس کرتے ہوئے واپس تشریف لائے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب پہاڑ والے ساتھیوں کے پاس واپس تشریف لائے اور بنی اسرائیل کے محلہ کے قریب ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں نے ان لوگوں کی آوازیں سنیں جو بچھڑے کی عبادت کرتے تھے کیونکہ وہ لوگ اپنے ہاتھ مارتے تھے اور رقص کرتے تھے اور بچھڑے کے ارد گرد کھیلتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہمراہیوں کو بنی اسرائیل کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے آگاہ نہیں کیا تھا جب موسیٰ علیہ السلام نے ان پجاریوں کو دیکھا، یہ بنی اسرائیل کے ایک محلہ میں اس بچھڑے کو گھیرے ہوئے تھے تو موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہی لوگوں نے کہا کہ بنی اسرائیل کے محلہ میں کوئی لڑائی ہو رہی ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں یہ فتنہ کی آواز ہے اور ان کو بنی اسرائیل کی حالت سے آگاہ کیا۔ تو وہ سب لوگ تنگ دل ہوئے اور تعجب کرنے لگے جب بنی اسرائیل کے

محلّہ پر پہنچے اوران کو دیکھا کہ وہ لوگ بچھڑے کی عبادت کے لئے براجمان ہیں جب موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو دیکھا کہ وہ بچھڑے کو گھیرے ہوئے ہیں اس کی عبادت کررہے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کا غصہ بھڑک اٹھا اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے تختیاں زمین پر ڈال دیں تو ان میں سے دو تختیاں ٹوٹ گئیں اور آسمان کی جانب اڑ گئیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ ساری ٹوٹ گئی تھیں پھر اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے۔

قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْ بَعْدِیْ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّکُمْ[سورۃ الاعراف:150].

(ترجمہ) کہنے لگے تم نے میرے بعد بری نامعقول حرکت کی کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے پہلے ہی جلد بازی کرلی۔

کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا کہ تمہیں کتاب اور شریعت دے گا۔

اَفَطَالَ عَلَیْکُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ o قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَکَ بِمَلْکِنَا [سورۃ طٰہ:87-86] .

(ترجمہ) کیا تم پر زیادہ زمانہ گزر گیا تھا یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب اترے اس لئے تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی وہ کہنے لگے ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدہ کے خلاف نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ہم نے بچھڑا اپنے مال سے نہیں بنایا بلکہ ان زیورات سے بنایا ہے جو ہم اپنے ساتھ اٹھالائے تھے۔

مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا [سورۃ طٰہ:87] (فرعون کی قوم کے زیور، تو ہم نے اس کو پھینک دیا) آگ میں جلانے کے لئے۔ اسی طرح سامری نے بھی آگ میں ڈالے اور بچھڑا بنالیا تو اس کا قصور ہے ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی کی طرف متوجہ ہوئے اوران کے سَر اور داڑھی کے بالوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو ہارونؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا:

یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَ لَا بِرَاْسِیْ [طٰہ:94] (اے میری ماں جائے میری داڑھی اور میرا سر نہ پکڑ)۔

موسیٰ علیہ السلام حقیقی بھائی تھے لیکن ہارونؑ نے نرمی کے لئے صرف والدہ کا ذکر کیا ہے کیونکہ وہ مجرم نہیں تھے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو فرمایا:

مَا مَنَعَکَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْٓا o اَلَّا تَتَّبِعَنِ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ [طٰہ:92-93].

(ترجمہ) جب تم نے ان کو دیکھا کہ یہ گمراہ ہوگئے تمہیں کس چیز نے روکا تھا میرے پاس چلے آنے سے کیا تونے میرا حکم رد کردیا تھا۔

جبکہ میں نے آپ کو کہا تھا: وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ [سورۃ الاعراف:142].

(ترجمہ) اور اصلاح کرتے رہنا اور مفسدوں کی راہ پر مت چلنا۔

ہارونؑ نے جواب دیا: اِنِّیْ خَشِیْتُ [سورۃ طٰہ:94] (مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ) اگر میں ان کے درمیان

سے نکل گیا: اَنۡ تَقُوۡلَ فَرَّقۡتَ بَیۡنَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَ لَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِیۡ [سورة طٰه:94] (کہ تم کہو گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور تم نے میری بات یاد نہ رکھی) یعنی آپ نے میری بات نہیں سنی۔
میں نے آپ کو اپنا عذر بیان کیا تھا تو ہارونؑ نے فرمایا:
اِنَّ الۡقَوۡمَ اسۡتَضۡعَفُوۡنِیۡ وَ کَادُوۡا یَقۡتُلُوۡنَنِیۡ [سورة الاعراف:150]۔
(ترجمہ) لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھے کہ مجھے مار ڈالیں۔
تو میں نے ان سے لڑائی نہیں کی اور مجھے اپنے نفس کا خوف ہوا تو میں اپنے ہمنوا لوگوں کو لے کر آپ کے انتظار میں الگ ہوگیا۔
فَلَا تُشۡمِتۡ بِیَ الۡاَعۡدَآءَ [سورة الاعراف:150] (پس مجھ پر دشمنوں کو مت ہنساؤ) مجھے ذلیل کر کے۔
وَ لَا تَجۡعَلۡنِیۡ مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ [سورة الاعراف:150] (اور مجھے گنہگار لوگوں میں نہ ملاؤ)۔
کیونکہ میں نے ان کی موافقت نہیں کی اور نہ ہی میں ان کے ساتھ تھا تو موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور جان گئے کہ میں نے بھائی کے ساتھ اچھا نہیں کیا تو کہنے لگے:
رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ [سورة الاعراف:151] (اے میرے رب! مجھے معاف کر دے) جو میں نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا ہے وَ لِاَخِیۡ [7:151] (اور میرے بھائی کو) اگر ان سے کوئی لغزش یا کوتاہی ہوگئی ہے۔
وَ اَدۡخِلۡنَا فِیۡ رَحۡمَتِکَ وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ [سورة الاعراف:151]۔
(ترجمہ) اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر دے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔
پھر موسیٰ علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو فرمایا:
فَمَا خَطۡبُکَ یٰسَامِرِیُّ [سورة طٰه:95] (اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے)۔
یعنی تجھے یہ کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا ہے؟ تو سامری نے کہا:
بَصُرۡتُ بِمَا لَمۡ یَبۡصُرُوۡا بِهٖ [طٰه:96] (مجھے ایسی چیز نظر آئی تھی جو دوسروں نے نہ دیکھی تھی) یعنی میں نے جبرائیلؑ کو حیات کے گھوڑے پر دیکھا تو اس کی مٹی بچھڑے میں ڈال دی یہاں تک کہ وہ زندہ ہوگیا۔
وَ کَذٰلِکَ سَوَّلَتۡ لِیۡ نَفۡسِیۡ [سورة طٰه:96] (اور میرے دل کو یہی بات سجھائی دی) اور میرے فعل کو مزین کیا۔
قَالَ فَاذۡهَبۡ فَاِنَّ لَکَ فِی الۡحَیٰوۃِ [سورة طٰه: 97] (موسیٰؑ نے فرمایا دور ہو تیرے لئے زندگی بھر تو اتنی سزا ہے) جب تک تو زندہ رہے گا: اَنۡ تَقُوۡلَ لَا مِسَاسَ [طٰه:97] (کہ تو کہتا پھرے مجھے ہاتھ نہ لگانا)
یعنی تو لوگوں سے وحشت محسوس کرے گا، یہ تیرے فعل کی سزا ہے پس نہ تو کسی کو چھو سکے گا اور نہ کوئی تجھے چھوئے گا۔ وَ اِنَّ لَکَ مَوۡعِدًا [سورة طٰه:97] (اور تیرے لئے ایک اور (سزا کا وعدہ ہے) تب تک تو زندہ

رہے گا پھر مر جائے گا۔ لَنۡ تُخۡلَفَهٗ [طٰه:97] (وہ تجھ سے ہرگز نہیں ٹلے گا)۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو بنی اسرائیل کے محلہ سے باہر نکال دیا اور لوگوں کو اس سے ملنے جلنے سے روک دیا اور حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو قتل کرنے کا اراد کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اسے قتل نہ کریں کیونکہ اس میں ایک اچھی عادت ہے موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے میرے رب! وہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سخاوت۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو فرمایا: وَانۡظُرۡ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِىۡ ظَلۡتَ عَلَيۡهِ عَاكِفًا لَـنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَـنَنۡسِفَنَّهٗ فِى الۡيَمِّ نَسۡفًا [سورة طٰه: 97]۔ (اور تو اپنے اس معبود کو دیکھ جس پر تو جما ہوا بیٹھا تھا ہم اس کو جلا دیں گے پھر اس کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے)۔

جس کی عبادت پر تو کمر بستہ تھا ہم اس کو کیسے جلاتے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کھڑا ہو اور اس بچھڑے کو جلا دو پھر اس کی راکھ سمندر میں بکھیر دو اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کو جلانے کے بعد کسی طرح ٹھنڈا کرو کیونکہ یہ سونا تھا اس کو ٹھنڈا کر کے سمندر میں ڈال دیا گیا (واللہ اعلم)۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل منکر ہو گئے ان میں سے اکثر نے کہا ہم نے تو بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی، جب بچھڑے کی راکھ سمندر میں پھینکی گئی تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سب کو پانی پینے کا حکم دیا تو سب لوگوں نے پانی پیا جنھوں نے بچھڑے کی عبادت کی تھی۔ ان کی مونچھیں اور داڑھی کا اگلا حصہ سونے کی طرح چمکنے لگا اور جن لوگوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی ان کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ جب موسیٰ علیہ السلام بچھڑے کو جلا کر فارغ ہوئے تو بنی اسرائیل نے کہا ہماری اس کوتاہی کی توبہ کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ ان کی توبہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو قتل کریں۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ اِنَّكُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ بِاتِّخَاذِكُمُ الۡعِجۡلَ فَتُوۡبُوۡٓا اِلٰى بَارِئِكُمۡ فَاقۡتُلُوۡٓا اَنۡفُسَكُمۡ [سورة البقرة: 54] (اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا اے قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنا نقصان کیا پس اب اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو اور اپنی اپنی جان کو مار ڈالو۔

بعض راویوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بچھڑے کی عبادت نہ کرنے والوں کو حکم دیا، انہوں نے بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کو قتل کیا اور بچھڑے کے پجاریوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھروں کے صحن میں بیٹھیں اور اپنے سر اپنے گھٹنوں پر رکھیں اور قتل کے لئے سر جھکا دیں، اپنے کفن پہن لیں اور جنھوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی وہ لوگ اپنی تلواریں سونت کر آئے اور بچھڑے کے پجاریوں کی گردنوں پر تلواریں چلانے لگے اور ان لوگوں کو منع کیا گیا تھا کہ کوئی شخص اپنے قاتل کو نہ دیکھے تو بنی اسرائیل کے موحدین قتل کرتے رہے اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارونؑ اور بنی اسرائیل کے نیک لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر آہ وزاری کرتے رہے اور دعا کرتے رہے

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی اور ان سے قتل کا حکم اٹھالیا گیا اور ان کی توبہ قبول کرلی گئی۔

اور دوسرے علماء نے فرمایا ہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ بچھڑے کے پجاریوں کو حکم دیا گیا کہ وہ تلواریں لے کر دو صفیں بنالیں اور ایک دوسرے کو قتل کریں۔ کوئی آدمی قتل کرنے سے نہ رکے، نہ باپ نہ بیٹا اور نہ بھائی اور نہ کوئی رشتہ دار تو ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارونؑ اور جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی یہ سب دعا اور آہ وزاری کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ حکم اٹھالیا تو مقتولین کو شمار کیا گیا تو ان کی تعداد ستر ہزار تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی۔ تو جو لوگ قتل ہوئے وہ قتل پر راضی تھے وہ شہید ہوئے اور بچھڑے کے جو پجاری بچ گئے ان کا قتل ہونے کے لئے سر جھکا دینا ہی انؑ کی توبہ تھا اگرچہ وہ قتل نہیں ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ [سورة البقرة: 54].

(ترجمہ) پھر اس نے تمہاری توبہ کو قبول کیا بے شک وہی معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی توبہ قبول کرلی تو موسیٰ علیہ السلام تختیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ وَ فِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ [سورة الاعراف: 154].

(ترجمہ) اور جب موسیٰؑ کا غصہ تھم گیا تو انہوں نے تختیوں کو اٹھالیا اور جو ان میں لکھا ہوا تھا اس میں ہدایت اور رحمت تھی۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ان میں سے دو تختیاں ٹوٹ گئیں اور بعض نے کہا ہے کہ ساری تختیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ اور کچھ تو چورہ چورہ ہوگئیں تھیں ان پر لکھا ہوا پڑھا ہی نہ جاتا تھا اور بعض کا پڑھنا ممکن تھا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان تختیوں کو اٹھالیں جب موسیٰؑ علیہ السلام نے ان کو ٹوٹا ہوا دیکھا تو آپ سخت غمگین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ ان تختیوں کا مضمون دوسری تختیوں میں لکھ لیں۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ ان مضامین کو سونے کی تختیوں میں لکھیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے جبرائیلؑ! میرے پاس سونا کہاں سے آیا؟ تو جبرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام کو سونا بنانے کی تین دوائیں بتائیں تو موسیٰ علیہ السلام نے سونا بنا کر اس سے تختیاں بنائیں اور ان پر بقیہ مضامین لکھے۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ تورات رجسٹروں اور صحیفوں پر لکھی گئی اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو علوم اس میں لکھے تھے، ان میں سے اکثر ختم ہوگئے صرف بنی اسرائیل کی دینی ضرورت اور شریعت سے متعلق علوم باقی رہ گئے تھے جب تورات لکھ لی گئی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے جو بنی اسرائیل کو احکامات دیئے تھے وہ بنی اسرائیل کے سامنے آئے تو ان پر یہ شریعت بہت گراں گزری کہ وہ احکام یہ تھے: کہ شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا اور چور کا ہاتھ کاٹنا اور قاتل سے قصاص لینا تو بنی اسرائیل کے لوگ کہنے لگے اے موسیٰ! کوئی ایک حکم

بھی مقبول نہیں ہے۔ جس بچھڑے کی ہم عبادت کرتے تھے وہ ہمیں اس شریعت سے زیادہ محبوب ہے جو آپ ہمارے پاس لائے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے معبود! یہ جو یہ کہہ رہے ہیں وہ آپ سن رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[سورة البقرة: 63].

(ترجمہ) اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر طور پہاڑ کو اٹھایا کہ جو کتاب ہم نے تمہیں دی ہے قوت کے ساتھ پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے یاد رکھو تا کہ تم بچ جاؤ۔

ان لوگوں نے جب موسیٰ علیہ السلام کو انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ جبرائیلؑ کو حکم دیا گیا تو انہوں نے فلسطین کا ایک پہاڑ موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے برابر جڑ سے اکھاڑا اور پھر اس کو لے کر آئے اور بنی اسرائیل کے اوپر سائبان کی طرح بلند کر دیا اور ان کو کہا گیا یا تو تم لوگ تورات کو قبول کر لو اور یا تم پر پہاڑ ڈال دیا جائے گا تو وہ لوگ پہاڑ گرنے کے خوف سے سجدہ میں گر گئے اور آدھے چہرے سے سجدہ کیا اور اپنی ایک آنکھ سے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے کہ وہ ان پر نہ آگرے اور پکارنے لگے ہم نے سن لیا اور دل میں کہہ رہے تھے اور ہم نے نافرمانی کی اور اگر پہاڑ کا خوف نہ ہوتا تو ہم نہ سنتے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسی وجہ سے یہود چہرے کی ایک جانب سجدہ کرتے ہیں جب ان لوگوں نے کہا ہم نے سن لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے پہاڑ کو ہٹا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی تھی۔ تو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا ہمیں اپنی حرکت پر اللہ تعالیٰ سے خوف آرہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے ستر افراد منتخب کر کے ان کو پہاڑ پر لے جائیں۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنے درمیان میں سے ستر افراد منتخب کریں تا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے پہاڑ پر جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا اے موسیٰ! آپ نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ [سورۃ الاعراف: 155] (اور موسیٰؑ نے اپنی قوم میں منتخب کیے) یعنی اپنی قوم میں سے سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا [سورۃ الاعراف: 155] (ہمارے وقت معین کے لئے ستر آدمی) تو وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گئے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے تو انہوں نے ہر قبیلہ سے چھ افراد منتخب کئے تو بہتر افراد ہو گئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اپنے ساتھ صرف ستر افراد لانے کا حکم دیا گیا ہے تم میں سے دو آدمی یہیں رہ جائیں گے۔ میں ان دو کو ان لوگوں جیسے اجر کی ضمانت دیتا ہوں جو میرے ساتھ جائیں گے تو سب لوگ ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے اور کوئی پیچھے رہنے پر تیار نہ ہوا تو یوشع بن نون اور کالوب بن یوفنا جو قوم میں سب

سے زیادہ افضل تھے انہوں نے کہا ہم یہاں رہ جاتے ہیں تو یہ دونوں حضرات پیچھے رہ گئے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ بوڑھے لوگ جائیں تو بنی اسرائیل میں تلاش کرنے پر ستر بوڑھے نہیں ملے تو اسی دوران شام ہوگئی اور رات کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک جماعت پر بڑھاپا ظاہر کردیا صبح ہوئی تو ان کے بوڑھوں کی تعداد ستر ہوگئی تھی اور موسیٰ علیہ السلام ان کو لے کر روانہ ہوگئے تو ان حضرات نے کہا اے موسیٰ! ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کریں کہ ہم اس کا کلام سن لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں ایسا کروں گا جب موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے قریب ہوئے تو ایک عمودی بادل آیا اور پہاڑ پر چھا گیا اور موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی تو موسیٰ علیہ السلام اس میں داخل ہوگئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا تم قریب ہو جاؤ تو وہ لوگ قریب ہو کر بادل میں داخل ہوگئے اور سجدہ میں چلے گئے اور موسیٰ علیہ السلام کے کلام کا جواب اور اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو آواز دی اے بنی اسرائیل! جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو بے ہوش ہوگئے جب ان کو افاقہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دوسری مرتبہ آواز دی اے بنی اسرائیل تو وہ سب لوگ بے ہوش ہوگئے۔ حسنؒ فرماتے ہیں وہ کئی مرتبہ بے ہوش ہوئے لیکن ان سے زندگی کی روح نہیں نکلی۔ حسنؒ کی مراد یہ ہے کہ ان کی روح ایسے نکلی تھی جیسے سونے والے کی روح نکلتی ہے یعنی اصل زندگی ان میں باقی تھی۔ جب ساتویں مرتبہ ان کو افاقہ ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگے اے موسیٰ! ہم اپنے رب کا کلام سننے کی طاقت نہیں رکھتے لیکن آپ ہمارے اور رب تعالیٰ کے درمیان ترجمان بن جائیں۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے قریب ہوگئے اور قوم کو اپنے پیچھے پہاڑ کے نیچے چھوڑ آئے اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی حاجت ذکر کی کہ ان لوگوں نے اپنا وفد شکر ادا کرنے اور اپنی غلطی کا عذر کرنے کے لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور ان کے رب نے ان کو اچھا جواب دیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نیچے اپنی قوم کے پاس گئے تو ان کو فرمایا تم واپس چلو تمہارے رب نے تمہیں واپس جانے کی اجازت دے دی ہے اور تمہارا آنا اور تمہارا شکر ادا کرنا اور معذرت کرنا قبول کرلیا ہے تو وہ لوگ کہنے لگے جب آپ ہمارے ساتھ آئے تھے تو آپ ہمیں ہماری قوم میں کیوں نہیں چھوڑ آئے تاکہ جو پیغام آپ نے یہاں ہمیں دیا ہے وہ ہمیں وہاں دے دیتے:

لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً [سورۃ البقرۃ:55].

(ترجمہ) ہم تیرا ہرگز یقین نہ کریں گے جب تک کہ اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں۔

جب ان لوگوں نے یہ بات کہی اور اللہ کے نبیؑ کا کفر کیا تو ان پر ایک زوردار بجلی کی کڑک آئی اور وہ سب مر گئے تو موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر رونے لگے اور اپنے رب کو واسطے دے کر کہنے لگے اے میرے رب!

لَوْ شِئْتَ اَھْلَکْتَھُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِیَّایَ اَتُھْلِکُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَھَآءُ مِنَّا[سورۃ الاعراف:155]

(ترجمہ) اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھے پہلے ہی ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں اس کام پر جو ہماری قوم کے احمقوں نے کیا ہلاک کرتا ہے۔ اور آپ نے جن کو چاہا، کفر و ایمان میں سے جس کی طرف چاہا پھیر دیا۔

تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَ لِیُّنَا فَاغْفِرْلَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ [سورۃ الاعراف:155]

(ترجمہ) اس کے ساتھ تو گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے اور سیدھا رکھتا ہے جس کو چاہے تو ہی ہمارا خبر گیر ہے پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحمت فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

اور آیت کا معنی اور اشکال و جواب سورۃ الاعراف کی تفسیر میں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! میں نے بنی اسرائیل کے بہترین لوگوں میں سے ستر افراد کو منتخب کیا تھا اب میں واپس جاؤں گا اور میرے ساتھ ان میں سے کوئی نہیں ہوگا۔ تو بنی اسرائیل کے لوگ میری تصدیق کیسے کریں گے اور اس کے بعد کسی چیز پر بھی وہ مجھ پر اطمینان نہ کر سکیں گے اور میں اپنی قوم کو کیا عذر پیش کروں گا؟ اے میرے رب! آپ میرے ساتھ ان ستر افراد کو واپس بھیج دیں تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کر دیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ [سورۃ البقرۃ:56].

(ترجمہ) پھر ہم نے تمہیں تمہارے مرنے کے بعد زندہ کر دیا تا کہ تم احسان مانو۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو زندہ کیا تو یہ کہنے لگے اے موسیٰ! ہم پہچان گئے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو آواز دی تو وہ بے ہوش ہو گئے۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے ذکر کر دیا ہے تو ان لوگوں نے عرض کیا اے موسیٰ! ہم جان گئے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کی طاقت نہیں رکھتے تو آپ ہمارے اور رب تعالیٰ کے درمیان ترجمان بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ان لوگوں کو کہیں: اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا [سورۃ طٰه: 14] (میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں) تنہا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں ہے اور میں نے تم لوگوں کو سرزمین مصر سے سخت قبضہ سے نکالا ہے اور تمہارے دشمن فرعون کو ہلاک کیا اور تمہیں فرعون کی قوم اور اس کے عذابوں سے نجات دی اور تمہارے لئے سمندر کو پھاڑا اور اپنی نعمتیں ان کو گنوائیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَ اِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ [سورۃ البقرۃ:40]

(ترجمہ) میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے تھے اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارا عہد پورا

کروں گا اور مجھ ہی سے ڈرو۔

اور میرے رسولوں اور میری کتابوں کو نہ جھٹلاؤ ورنہ میں تم پر غصہ ہو جاؤں گا اور میرے غصہ کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی اور جو شخص مجھ سے استغفار کرے میں اس پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہوں اور جو شخص مجھ تک کسی ذریعہ سے بھی پہنچتا ہے میں اس کی توبہ قبول کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو یہ وصیت کی۔ جب ان لوگوں نے یہ بات سمجھ لی تو موسیٰ علیہ السلام ان کو لے کر واپس روانہ ہو گئے۔ تو ان کی قوم نے ان لوگوں سے پوچھا تمہارے رب نے تمہیں کیا حکم دیا ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا تمہیں یہ یہ وصیت کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ اگر تم ان کاموں کی طاقت نہ رکھو تو وہ کام کرو جو تمہارے لئے آسان ہوں تم پر کوئی حرج نہیں ہے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو تبدیل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ [سورة البقرة:75].

(ترجمہ) اب کیا تم اے مسلمانو! توقع رکھتے ہو وہ تمہاری بات مان لیں گے اور ان میں ایک فرقہ تھا جو اللہ کا کلام سنتا تھا پھر وہ اس کو جان بوجھ کر بدل ڈالتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی توبہ قبول نہیں کی تھی یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام اس مرتبہ اپنے رب کے پاس پہاڑ پر گئے اور ان ستر لوگوں کا معاملہ پیش کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے توبہ مانگی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی توبہ کی ایک ہی صورت ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو قتل کریں تو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس واپس تشریف لے گئے اور ان کو فرمایا:

اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ [البقرة:54].

(ترجمہ) تم نے بچھڑا بنا کر اپنا نقصان کیا پس اب اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو اور اپنی اپنی جان کو مار ڈالو۔ یعنی اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کرو۔ اس کی تفصیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔

راوی فرماتے ہیں بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی تو ان میں سے ستر ہزار لوگ قتل کئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے باقی لوگوں کی ایسے ہی توبہ قبول کر لی۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو لوگ قتل کئے گئے ان کا قتل ہونا شہادت تھا اور ان کے باقی لوگ جو زندہ رہ گئے تھے ان کی مغفرت کر دی گئی تھی۔

یہ ان روایات کا حاصل ہے جو ہم تک بچھڑے کی عبادت کے بارے میں پہنچی ہیں۔

تیہ کے عجائبات میں سے قارون کا معاملہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ [سورة القصص:76].

(ترجمہ) قارون موسیٰ کی برادری میں سے تھا پھران کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں قارون پہلا شخص ہے جس نے اپنے کپڑے لمبے کئے اوران کوزمین پر گھسیٹا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے خزانے جمع کر کے زمین میں دفن کئے اور یہ پہلا شخص ہے جوارجوان پر سوار ہوا۔(ارجوان سرخ رنگ کا کپڑا ہوتا ہے جس پر بادشاہ بیٹھا کرتے تھے) اور یہ پہلا شخص ہے جو باہر نکلتا تو اپنے ساتھ بناؤ سنگھار کیے ہوئے نوجوان لڑکیاں اورلڑکے سواری پر بٹھاتا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ اس کے پاس ایک ہزار غلام تھے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ تین سو تھے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ [سورة القصص:79] (پھر وہ اپنی قوم کے سامنے اپنے ٹھاٹھ سے نکلا)۔

اس کا پس منظر یہ تھا کہ یہ ایک دن باہر نکلا تو اس کے ساتھ تین سونوجوان غلام تھے جنہوں نے ریشم کے لباس پہنے ہوئے تھے اورسونے چاندی کے کمر بند باندھے ہوئے تھے،سونے اور چاندی کی زینوں پر سوار تھے اورانہوں نے رنگ برنگے کپڑے پہن رکھے تھے اور تین سونوجوان باندیاں تھیں جوسفید خچروں پر سوار تھیں، ان خچروں پر سونے اور چاندی کی زینیں بندھی ہوئی تھیں اوران باندیوں نے کئی قسم کے زیورات پہنے ہوئے تھے اورخوب زیب وزینت اختیار کی ہوئی تھی اور خود قارون ایک سفید گھوڑی پر باہر آیا اس پرسونے کی زین کے اوپر سرخ رنگ کا کپڑا تھا اور کئی قسم کا ریشم اور زیورات تھے اور اس ریشم پر یاقوت اور موتی جڑے ہوئے تھے۔قارون جب سوار ہوتا تو غلاموں کو حکم دیتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ دس دس ہزار دراہم ودنانیر کی تھیلیاں اٹھا کر اس کے سامنے چلیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ [سورة القصص:76]

(ترجمہ)اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی چابیاں اٹھانے سے کئی طاقت ور مرد تھک جاتے تھے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ چالیس آدمی سونے اور چاندی کی دس دس ہزار کی تھیلیاں اٹھا کر قارون کے سامنے چلتے تھے وہ جہاں آتا جاتا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ لوگ اس کے خزانوں کی چابیاں اٹھاتے تھے اوراس کے پاس جتنے خزانے تھے ہرخزانہ کی ایک چھوٹی سی چابی ہوتی تھی ایک مثقال یا اس سے بھی کم وزن کی پھراس کے تمام خزانوں کی چابیاں جمع ہوکر اتنی وزنی ہوگئیں کہ چالیس طاقتور آدمیوں کی جماعت اس کو اٹھا کر قارون کے آگے چلتی تھی تو بنی اسرائیل کے نیک لوگوں نے قارون کو کہا:

لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ o وَ ابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ o قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ [سورة القصص:76 تا78]

(ترجمہ) مت خوش ہو بے شک اللہ کو اترانے والے نہیں بھاتے۔ اور جتنا کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کی تیاری کر لے اور دنیا سے بھی اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) نہ بھول اور بھلائی کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی اور زمین میں فساد کا خواہاں نہ ہو بے شک اللہ فساد والوں کو پسند نہیں کرتا۔ قارون نے کہا مجھے تو یہ سب کچھ اپنے ذاتی ہنر سے ملا ہے۔ یعنی سونا بنانے کے طریقے کی وجہ سے۔

اور کلبیؒ فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو سونا بنانے کا طریقہ سکھائیں تو جبرائیلؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو سونا بنانے کی لئے تین چیزیں سکھائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان میں سے ایک اپنی بہن کو بتائی، یہ قارون کی اہلیہ تھی اور ایک چیز قارون کو بتائی تو قارون نے حیلہ بہانے سے اپنی اہلیہ اور ہارونؑ کی معلومات بھی حاصل کر لیں اور سونا بنانے لگ گیا یہاں تک کہ اس کے پاس اتنا خزانہ جمع ہو گیا جو نہ اس سے پہلے کسی کے پاس جمع ہوا تھا اور نہ ہی اس کے بعد کسی کے پاس جمع ہوا ہے اسی وجہ سے قارون نے کہا:

اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ [سورۃ القصص:78] (مجھے تو یہ سب کچھ اپنے ذاتی ہنر سے ملا ہے) یعنی سونا بنانے کا علم۔ اس نے اس علم کے اللہ کا فضل ہونے کا انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَوَ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَکَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَکْثَرُ جَمْعًا وَ لَا یُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ o فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ o وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَ لَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ [سورۃ القصص:78 تا 80].

(ترجمہ) کیا اس نے یہ نہ جانا کہ اللہ اس سے پہلے گزشتہ قوموں میں سے ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت میں اس سے کہیں زیادہ تھے اور مال بھی زیادہ رکھتے تھے اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ پھر وہ اپنی قوم کے سامنے اپنے ٹھاٹھ سے نکلا وہ لوگ جو دنیا کے طالب تھے کہنے لگے کاش ہمیں بھی وہ ساز و سامان ملا ہوتا جیسا قارون کو ملا ہے واقعی وہ بڑی قسمت والا ہے۔ اور جن لوگوں کو سمجھ تھی انہوں نے کہا تمہارا ناس ہو اللہ کا دیا ہوا ثواب بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور وہ انہی کو ملتا ہے جو صبر سے رہنے والے ہوں۔

پھر مؤرخین کا قارون کی نافرمانی اور ہلاکت کے سبب کے بارے میں اختلاف ہے۔

بعض مؤرخین نے فرمایا ہے کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا، یہ فرعون کے پیروکاروں میں سے تھا اور فرعون نے اس کو موسیٰ علیہ السلام کے مبعوث ہونے سے پہلے بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا رکھا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو قارون بظاہر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا حالانکہ وہ اندر سے منافق تھا جب موسیٰ علیہ السلام سمندر پار کر گئے تو قارون بھی اپنی منافقت کی وجہ سے سمندر پار کر گیا جب بنی اسرائیل نے وادی تیہ

میں پڑاؤ ڈالا اور کئی سال اس وادی میں گزارے اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر شریعت نازل کی اس میں زکوٰۃ کا بھی حکم تھا۔ قارون کہنے لگا موسیٰ علیہ السلام جس زکوٰۃ کا مطالبہ کررہے ہیں اس کی ادائیگی کی ہم میں طاقت نہیں ہے تو موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا آپ مجھ سے کسی چیز پر صلح کرلیں جو میں زکوٰۃ کے طور پر دوں تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس سے یہ صلح کی کہ یہ ہر ہزار دینار میں سے ایک دینار اور ہر ہزار درہم میں سے ایک درہم اور ہر ہزار بکریوں میں سے ایک بکری دے گا اور اسی طرح تمام چیزوں میں سے ہر ہزار میں سے ایک چیز دینی ہوگی۔ قارون گھر واپس گیا تو اس کا دل اس پر مطمئن نہ ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگا میں اس پر قادر نہیں ہوں اور بنی اسرائیل کے سادہ لوح عوام کو کہنے لگا کہ موسیٰ علیہ السلام نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور تمہیں اپنا تابع بنالیا ہے اور اب وہ تم سے زکوٰۃ مانگ رہے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ تمہارے مالوں میں سے اپنے لئے مال بنالیں تو تم ان کی بات نہ مانو تو بنی اسرائیل نے قارون کو کہا آپ ہمارے سردار اور بڑے ہیں اور ہماری رائے آپ کی رائے کے تابع ہے آپ جو بھی کہیں، تو قارون نے کہا ہم ایک تدبیر اختیار کرتے ہیں جس سے موسیٰ علیہ السلام کی عزت و مرتبہ لوگوں کی نگاہوں میں ختم ہوجائے گا تو لوگ موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانیں گے۔ پھر قارون کے حکم پر بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت کو بلایا گیا اور لوگوں نے اس عورت کو انعام کی لالچ دی کہ اگر وہ موسیٰ علیہ السلام پر یہ تہمت لگادے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بلا کر اس سے (العیاذ باللہ) برا کام کیا ہے تو وہ عورت آمادہ ہوگئی اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ قارون نے اس کو سو دینار کا وعدہ کیا تو اس عورت نے کہا یہ رقم مجھے پیشگی ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی پر جھوٹ بولنا بہت بڑا جرم ہے تو جب میں یہ کام کروں گی تو کسی انعام کے بدلہ میں ہی کروں گی تو ان لوگوں نے اس عورت کو اس کی من پسند رقم ادا کردی۔ پھر قارون موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور کہنے لگا بنی اسرائیل جمع ہوئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو حکم دیا ہے آپ وہ بنی اسرائیل کو دیں تو موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس تشریف لے گئے وہ لوگ ایک وسیع جگہ میں جمع تھے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں چور کا ہاتھ کاٹوں اور بہتان باندھنے والے کو کوڑے لگاؤں اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کروں تو قارون نے کہا اے موسیٰ! اگرچہ ایسا کام آپ بھی کریں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگرچہ میں ہی ہوں۔ قارون کہنے لگا: لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ آپ نے فلاں عورت کے ساتھ برا کام کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اس عورت کو بلاؤ اگر وہ یہ بات کہہ دیتی ہے تو جیسا وہ کہے گی ویسا ہی ہوگا۔ جب وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا اے فلاں! کیا تیرا دعویٰ ہے کہ میں نے تیرے ساتھ برا کام کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم آپ اس کام سے بَری ہیں لیکن ان لوگوں نے مجھے انعام دیا کہ میں آپ پر تہمت لگاؤں اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کرسکتی کہ اللہ کے رسول پر تہمت لگاؤں تو موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات سن کر غصہ آیا اور جلدی سے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوگئے اور سجدہ

میں کہا اے اللہ! ان لوگوں نے یہ بات کہی ہے اور روایت میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک پکڑا اور پہاڑ کی طرف چلے گئے اور اپنا جسم زمین پر ڈال کر مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! کیا آپ پیاسے ہیں تو ہم آپ کو پانی پلائیں؟ یا آپ بھوکے ہیں کہ ہم آپ کو کھانا کھلائیں یا کوئی اور حاجت ہے تو ہم وہ پوری کر دیں تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے بنی اسرائیل نے یہ کہا ہے اور قارون نے یہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کیا چاہتے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ زمین کو حکم دیں وہ میری اطاعت کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے زمین کو آپ کے تابع کر دیا ہے تو موسیٰ علیہ السلام واپس بنی اسرائیل کے محلہ میں تشریف لے گئے اور زمین کو فرمایا ان کو پکڑ لے تو زمین نے ان کو گھٹنوں تک دھنسا دیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ان کو پکڑ لے تو زمین نے ان کو درمیان تک دھنسا دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو فرمایا ان کو پکڑ لے تو زمین نے ان کو گردنوں تک دھنسا دیا تو وہ لوگ کہنے لگے اے موسیٰ! ہماری فریاد سن، تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے زمین ان کو پکڑ لے تو زمین نے ان کو مکمل دھنسا دیا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام قارون کے محل میں داخل ہوئے تو ایک شخص نے بھاگ کر ہارونؑ کو خبر دی کہ موسیٰ علیہ السلام غصے میں آئے ہیں اور قارون کے محل میں داخل ہو گئے ہیں تو ہارونؑ موسیٰ علیہ السلام کو روکنے کے لئے بھاگے ہارونؑ پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام زمین کو حکم دے چکے تھے کہ وہ قارون کو پکڑ لے تو زمین نے قارون کو گردن تک جکڑ رکھا تھا تو ہارونؑ نے قارون کے سر کو گود میں لے لیا اور فرمایا اے میرے بھائی! یہ ہمارے چچا کا بیٹا ہے اور ہمارا بہنوئی ہے اگر یہ ہلاک ہو گیا تو جہنم میں داخل ہوگا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کو چھوڑ دو ورنہ میں زمین کو حکم دوں گا کہ وہ آپ کو بھی اس کے ساتھ دھنسا دے تو ہارونؑ نے قارون کو چھوڑ دیا اور زمین نے اس کو اپنے اندر دھنسا لیا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ قارون نے جب سمندر پار کیا اور بنی اسرائیل کو شریعت پر عمل کا حکم دیا گیا، اس وقت نبوت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھی اور حبورۃ ہارونؑ کو حاصل تھا۔ حبر اس ذمہ دار کو کہتے ہیں جو قربانیاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا تھا اور ذبح سے متعلق تمام امور اس کے اختیار میں ہوتے تھے۔ تو قارون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا آپ کو رسالت و نبوت حاصل ہے اور ہارونؑ کے پاس قربانیوں اور ذبح کے معاملات ہیں اور میرے پاس کوئی بھی عہدہ نہیں ہے، میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے یہ کام نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داریاں ہمیں دی ہیں۔ قارون کہنے لگا میں آپ کی تصدیق نہیں کرتا آپ مجھے کوئی نشانی دکھائیں تا کہ میں اس کو پہچان لوں تو موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو آواز لگانے کا حکم دیا، بنی اسرائیل کے سارے بڑے لوگ جمع ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنا عصا لائے تو سب لوگوں نے ایسا ہی کیا موسیٰ علیہ السلام نے ان سب عصا کو جمع کر کے اس گنبد میں ڈال دیا جس میں موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی جاتی تھی

اور رب تعالیٰ سے دعا کی کہ ان لوگوں کو نشانی دکھائیں۔ تو لوگ ساری رات جاگ کر ان لاٹھیوں کا پہرہ دیتے رہے جب صبح ہوئی تو ہارونؑ کا عصا سرسبز تھا اور حرکت کر رہا تھا، یہ زیتون کے درخت کا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے قارون! کیا تو نے ہارونؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دیکھا؟ قارون کہنے لگا آپ کے جادو کی تمام اقسام سے یہ زیادہ عجیب نہیں ہے تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ دیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ [سورة هود:96].

(ترجمہ) اور البتہ ہم نے موسیٰؑ کو معجزات اور روشن دلیل دے کر بھیجا) فرعون کی طرف۔

تو ان لوگوں نے کہا یہ جھوٹے جادوگر ہیں اور حبورۃ کی ذمہ داری ہارونؑ کے پاس ہی رہے گی۔ بنی اسرائیل اپنی قربانیاں ہارونؑ کے پاس لاتے ہارونؑ ان کی جگہوں پر رکھ دیتے اور آسمان سے آگ آ کر ان کو کھا جاتی تو قارون کہنے لگا یہ آگ ہماری طرح ہے اے موسیٰ! اگر آپ چاہیں تو میں اس جیسی آگ آپ کے پاس لے آتا ہوں جو ہماری قربانیوں کو کھا جائے گی اگر میری آگ وہ کام نہ کر سکے جو آپ کی آگ کرتی ہے تو میں بڑا جھوٹا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو آگ لے آ، تو قارون نے اپنے پیروکاروں کو کہا کہ آگ لاؤ تو دو سو پچاس آدمی جلدی جلدی اپنی دھونیوں میں آگ لے کر قارون کی قربانی کے پاس آگئے جب یہ لوگ قربانیوں کے قریب ہوئے تو آسمان سے آگ آئی اور ان سب کو جلا دیا اور قارون اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف ہو گیا، اس کے پاس بہت زیادہ مال تھا، وہ نہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بیٹھتا تھا اور نہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! قارون نے بنی اسرائیل میں فساد برپا کیا ہوا ہے آپ زمین کو حکم دیں کہ وہ قارون اور اس کے پیروکاروں کے بارے میں میری اطاعت کرے تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کرنے کا حکم دیا تو موسیٰ علیہ السلام قارون اور اس کے متبعین کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف بھی ویسے بھیجا ہے جیسا کہ مجھے فرعون کی طرف بھیجا تھا اگر قارون نے مجھے انکار کر دیا تو لوگ جس طرح مرتے ہیں اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے اس کو موت آئے گی اور بلاشبہ میں سچا ہوں پس جو میرے ساتھ ہیں وہ اس سے الگ ہو جائیں اور جو قارون کے ساتھ ہیں وہ اسی کے ساتھ رہیں۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کو جان گئے تو سب لوگ قارون سے الگ ہو گئے صرف دو آدمی قارون کے ساتھ رہ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو فرمایا ان کو پکڑ لے تو زمین نے ان لوگوں کو گھٹنوں تک پکڑ لیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے زمین! ان کو دھنسا دے تو زمین نے ان لوگوں کو پہلے درمیان تک پھر سینے تک دھنسا دیا تو قارون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا اے موسیٰ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہتا ہوں رحم کریں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے زمین! تو ان کو پکڑ لے تو زمین نے ان کو مکمل دھنسا دیا جب قارون دھنس گیا تو بنی اسرائیل کے کچھ لوگ کہنے لگے: موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو صرف اس وجہ

سے دھنسا دیا ہے کہ قارون کا مال موسیٰ علیہ السلام کو مل جائے تو موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا اس نے قارون کا سارا مال اور اس کی ملک میں جو کچھ تھا وہ سب دھنسا دیا اور وہ قیامت تک نیچے جاتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اس نے آپ سے فریاد کی آپ نے اس کی فریاد نہیں سنی۔ میری عزت وجلال کی قسم! اگر وہ مجھ سے ایک مرتبہ بھی فریاد کرتا میں اس کی فریاد سن کر اس کو نجات دے دیتا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اے موسیٰ! میرے بندے نے آپ کو پکارا، آپ نے اس کو جواب نہیں دیا میری عزت وجلال کی قسم! اگر وہ مجھے بلاتے تو مجھے اپنے قریب جواب دینے والا پاتے اور جب اللہ تعالیٰ نے قارون کو زمین میں دھنسا دیا۔

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَ لَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ [سورة القصص:80]

(ترجمہ) اور جن لوگوں کو سمجھ تھی انہوں نے کہا تمہارا ناس ہو اللہ کا دیا ہوا ثواب بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور وہ انہی کو ملتا ہے جو صبر سے رہنے والے ہوں۔

وَ اَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ [سورة القصص:82].

(ترجمہ) اور کل جو لوگ اس جیسے ہونے کی تمنا کرتے تھے آج صبح کہنے لگے ہائے شامت! اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی کھول دیتا اور تنگ کر دیتا ہے اگر اللہ نے ہم پر مہربانی نہ کی ہوتی تو ہمیں بھی دھنسا دیتا بس معلوم ہو گیا کہ کافر کامیاب نہیں ہونگے۔

بنی اسرائیل کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو اذیتیں

راوی فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے درمیان کافی عرصہ رہے، ان کو کتاب اللہ کی تعلیم دیتے اور ان میں کتاب اللہ پر عمل کرتے اور وہ لوگ بہت سی باتوں میں موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا [سورة الاحزاب:69].

(ترجمہ) تم ان لوگوں کی طرح مت بنو جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تھا پھر اللہ نے ان کی تہمت سے موسیٰ کو بے عیب دکھلا دیا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے آبرو والے تھے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ [سورة الصف:5]

(ترجمہ) اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا اے میری قوم! مجھے کیوں ستاتے ہو جبکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔

اور ان کی اذیت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگے اگر آپ کا عصا ٹوٹ گیا یا یہ چٹان ٹوٹ گئی تو ہم لوگوں کو پیاس میں پانی کون پلائے گا؟ اور اگر پتھر بھول گیا یا چوری ہو گیا تو ہم پانی کیسے پئیں گے؟ تو موسیٰ علیہ السلام ان کی باتوں سے دل گرفتہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اب جب آپ کا کسی جگہ پر پڑاؤ ہو تو آپ پتھر کو عصا نہ ماریں بلکہ اس سے گفتگو کریں اور اس کو میرے نام کا واسطہ دیں وہ آپ سے بات کرے گا تو موسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا تو پتھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بولنے لگا اور کہا اے اللہ کے نبی !میں نے سن لیا اور میں کہنا مانوں گا تو اس سے ویسے ہی نہریں پھوٹنے لگیں جیسے عصا مارے جانے سے پھوٹتی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اے موسیٰ! کیا آپ کی قوم جانتی ہے کہ میں نے ان کو کہاں سے نجات دی ہے تو وہ میری نافرمانی کیسے کر سکتے ہیں؟

اور کہا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کی تکلیفوں میں سے یہ بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بہت زیادہ حیاء کرنے والے تھے اور لوگوں کی نگاہوں سے بہت زیادہ چھپتے تھے تو بنی اسرائیل کہنے لگے موسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے چھپتے ہیں کہ ان کو برص کا مرض ہے اس کو چھپانا چاہتے ہیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے خصیے پھولے ہوئے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ایک دن اپنے کپڑے اتار کر نہر کے پاس ایک پتھر پر رکھے اور خود غسل کے لئے پانی میں داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے پتھر کو حکم دیا وہ موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگ گیا تو موسیٰ علیہ السلام پانی سے نکلے اور آوازیں دیتے ہوئے پتھر کے پیچھے چل پڑے لیکن پتھر نہ رکا تو لوگوں نے دیکھ لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا بدن اطہر عیوب سے بالکل پاک ہے اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا[سورۃ الاحزاب:69] .

(ترجمہ) پھر اللہ نے ان کی تہمت سے موسیٰؑ کو بے عیب دکھلا دیا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے آبرو والے تھے۔

اور روایات میں آتا ہے کہ بنی اسرائیل کی ایذاؤں اور ہٹ دھرمی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ لوگ جب کسی راستہ پر چل رہے ہوتے اور موسیٰ علیہ السلام ان سے آگے بڑھ جاتے تو وہ کہتے یہ ہم پر بلند ہونے اور ہمیں اپنا تابع بنانے کے لئے آگے بڑھے ہیں تاکہ ہم ان کے پیچھے چلتے رہیں اور اگر موسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے چلتے تو بنی اسرائیل کہتے ہم موسیٰ علیہ السلام کی بکریاں نہیں ہیں کہ وہ عصا لے کر ہمیں پیچھے سے ہانکنے لگ جاتے ہیں اور اگر موسیٰ علیہ السلام لوگوں کے درمیان میں چلتے تو وہ کہتے یہ لوگوں کے درمیان ایسے چھپ گئے ہیں کہ ان کو کسی دشمن یا درندے کا خوف ہے اور اگر موسیٰ علیہ السلام ان سے ایک طرف ہو کر چلتے تو وہ کہتے (العیاذ باللہ) یہ بداخلاق ہے کہ موسیٰ علیہ السلام لوگوں سے ملتے جلتے نہیں ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کو یہ سمجھ نہ آتی تھی کہ وہ ان کے ساتھ کیسے چلیں جس سے ان کی ایذاء اور ہٹ دھرمی سے بچ جائیں۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل کی ایذاؤں میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام پر ہارونؑ کو قتل کرنے الزام لگایا۔

حضرت ہارونؑ کی وفات

اور مؤرخین کے مطابق ہارونؑ موسیٰ علیہ السلام سے تین سال پہلے وفات پا گئے تھے۔ ہارونؑ کی وفات کا واقعہ حضرت وہبؒ کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہارونؑ کو ایک قمیص پہنائی تھی اور فرمایا تھا کہ جب تک یہ قمیص آپ کے بدن پر رہے گی ملک الموت آپ کی روح نہیں نکال سکے گا تو ہارونؑ سوتے جاگتے، غسل کرتے ہوئے کسی بھی وقت قمیص نہ اتارتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ہارونؑ کی روح قبض کرنے کا ارادہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ آپ ہارونؑ کو لے کر فلاں جگہ چلے جائیں میں ان کی روح قبض کرنا چاہتا ہوں لیکن آپ ان کو یہ نہ بتانا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے وہاں جانے کا ارادہ کیا تو ہارونؑ نے پوچھا اے اللہ کے نبی! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنے رب سے مناجات کرنے ایک جگہ جا رہا ہوں جس کا میرے رب نے وعدہ کیا ہے۔ کیا آپ میرے ساتھ چلنا چاہتے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام اس سے پہلے جب اپنے رب سے مناجات کرنے جاتے تھے تو ہارونؑ کو قوم میں اپنا جانشین بنا جاتے تھے اور ہارونؑ بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جانا چاہتے تھے تو دونوں بھائی روانہ ہو گئے اس دن بہت سخت گرمی تھی تو گرمی نے ان دونوں حضرات کو تھکا دیا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ ان دونوں حضرات کے ساتھ ہارونؑ کا بیٹا بھی گیا یہ حضرات سفر میں ہی تھے کہ ان کے سامنے ایک محل اور باغ اور پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا یہ حضرات وہاں پہنچے تو محل میں سونے کا تخت بچھا ہوا تھا جس پر یاقوت اور موتی جڑے ہوئے تھے تو موسیٰ علیہ السلام نے ہارونؑ کو فرمایا اے میرے بھائی! اپنی قمیص اتار کر اس چشمہ میں غسل کرلو کیونکہ آپ کو بہت زیادہ گرمی لگ گئی ہے اور پھر اس تخت پر آرام کرلو تو ہارونؑ نے جواب دیا اے میرے بھائی! آپ اس تخت کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میرے بھائی! آپ زیادہ حق دار ہیں کیونکہ آپ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے اصرار پر ہارونؑ نے قمیص اتار کر غسل کیا اور تخت پر سونے لگے تو ان کے بدن پر صرف تہبند تھی تو ہارونؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا اے میرے بھائی مجھے خوف ہے کہ مجھے موت آجائے گی اور میری روح قبض کر لی جائے گی کیونکہ میں نے اپنی قمیص اتار دی ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم امید کرتے ہیں کہ وہی کچھ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی روح جب قبض کرنا چاہیں اس پر قادر ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ہارونؑ کی موت کا غم تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پہلے بتا دیا تھا تو ہارونؑ سو گئے اور موسیٰ علیہ السلام باہر تشریف لے گئے تو ملک الموت آئے اور ہارونؑ کی روح قبض کر لی پھر موسیٰ علیہ السلام آئے اور ہارونؑ کو بوسے دینے لگے اور کافی دیر تک خوب روئے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دینے کے لئے آواز دی اے موسیٰ! میرے ساتھ ہوتے ہوئے آپ کا کسی چیز کے کھو جانے پر افسوس کرنا مناسب نہیں ہے آپ میرے علاوہ کسی سے مانوس نہ ہوں اور آپ کی مضبوطی صرف مجھ سے ہے۔ تو آپ کسی چیز پر کیسے غمگین ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ میرا کلام سنتے ہیں اور

مجھ سے سرگوشی کرتے ہیں۔ اے موسیٰ آپ کا انس مجھ سے ہونا چاہیے اور آپ کا توکل صرف مجھ پر ہونا چاہیے تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میں ایسا ہی کروں گا پھر موسیٰ علیہ السلام ہارونؑ کو وہاں چھوڑ کر قوم کے پاس چلے گئے۔ بنی اسرائیل نے پوچھا ہارونؑ کو کیا ہوا؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی ہے تو بنی اسرائیل کہنے لگے آپ نے ہی ان کو قتل کر دیا ہوگا کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ ہم ہارونؑ سے محبت کرتے ہیں اور ان کی طرف مائل ہیں تو آپ کو ان سے حسد ہو گیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو فلاں جگہ پر لے جائیں تاکہ میں ان کو آپ کی سچائی دکھاؤں۔ تو موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر اس جگہ پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے ہارونؑ کا وہ تخت ظاہر کر دیا جس پر ان کی روح قبض کی تھی ہارونؑ اس تخت پر براجمان تھے اور اپنے ہاتھ سے بنی اسرائیل کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور ہارونؑ نے بنی اسرائیل کو کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی طرف بلا لیا ہے اور میرا اکرام کیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو اور میں اللہ تعالیٰ کے پاس جا رہا ہوں اور تمہیں سلام کہتا ہوں۔ تم میرے بھائی کو اذیت نہ دو پھر ہارونؑ ان سے پوشیدہ ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں مزید تین سال رہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی عمر ہارونؑ جتنی ہو گئی کیونکہ ہارونؑ موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے اور دونوں بھائیوں کی عمر ایک سو سترہ سال تھی، ان دونوں حضرات کی وفات وادی تیہ میں ہوئی تھی۔ بنی اسرائیل اس عرصہ میں جمع ہو کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے اور کئی چیزوں میں ان کو آزمائش میں مبتلا کیا۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے رب سے سوال کریں کہ:

وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا [سورة البقرة:61].

(ترجمہ) اور جب تم نے کہا اے موسیٰؑ ہم ایک ہی طرح کے کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے پس آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا مانگیں کہ وہ ہمارے لئے نکال دے جو کچھ زمین سے اگتا ہے ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔

اور کہنے لگے اے موسیٰ پرندے کھا کر ہماری طبیعتیں اکتا گئی ہیں اور ترنجبین کی مٹھاس نے ہمارے پیٹوں کو جلا دیا ہے۔

فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا [سورة البقرة:61].

(ترجمہ) پس تو ہمارے لئے اپنے رب سے دعا مانگ کہ وہ ہمارے لئے نکال دے جو کچھ زمین سے اگتا ہے ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِیۡ ھُوَ اَدۡنٰی [سورة البقرة: 61].
(ترجمہ) کیا تم اس چیز کو بدلنا چاہتے ہو جو ادنیٰ ہے۔
اور ارادہ کیا ہے: بِالَّذِیۡ ھُوَ خَیۡرٌ [سورة البقرة: 61] (اس کی جگہ جو بہتر ہے)۔
اور یہ زیادہ اعزاز والا ہے پس اگر تم ہر حال میں اسی کی خواہش رکھتے ہو تو میں فلاں نہیں ہوں لیکن
اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا [سورة البقرة: 61] (کسی شہر میں اترو)۔

ان شہروں میں سے جن میں داخل ہونے کا تمہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کیونکہ وہاں تمہاری مطلوبہ چیزیں مل جائیں گی اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے عرض کیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت تک موت نہ دیں جب تک بنی اسرائیل کی آپس میں الفت جمع نہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کر لی اور بنی اسرائیل کی آپس میں الفت ومحبت جمع ہوگئی اور وہ سب پہلے سے بھی زیادہ متحد ہو گئے اور ان کی تعداد میں اضافہ ہو گیا اور ان کی حالت اچھی ہوگئی اور بنی اسرائیل کے جو لوگ مصر سے نکلے تھے ان میں سے اکثر تیہ میں مر گئے۔

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ ان لوگوں میں سے صرف موسیٰ علیہ السلام، یوشع بن نون اور کالوب بن یوفنا ہی باقی رہ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ میں آپ کی روح قبض کر کے یوشع بن نون کو آپ کا جانشین بناؤں گا اور ان کو نبی بناؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام یوشع بن نون کو لے کر پہاڑ پر آجائیں تو موسیٰ علیہ السلام یوشع بن نون کو لے کر پہاڑ پر چلے گئے اور موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر چڑھ گئے اور اس جگہ کھڑے ہو گئے جہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوتے تھے اور یوشعؑ بھی موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ دور نہ تھے تو اللہ تعالیٰ یوشعؑ کی طرف جو وحی کرنا چاہتے وہ موسیٰ علیہ السلام کو وحی کرتے، موسیٰ علیہ السلام آگے یوشعؑ کو خبر دیتے پھر موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لے گئے اور یوشعؑ کو اپنا جانشین بنا دیا اور بنی اسرائیل کو بتا دیا کہ یوشعؑ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ کے نبی ہوں گے۔

اور کعب احبارؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام کے اعزاز میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کثرت سے مسائل پیش کئے اور موسیٰ علیہ السلام پر بنی اسرائیل کی مشقت و ذمہ داری سخت ہوگئی اور موسیٰ علیہ السلام تنگ دل رہنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اتوار کو ایک ہزار انبیاء کو وحی کی کہ وہ بنی اسرائیل کی ذمہ داریاں اٹھانے میں موسیٰ علیہ السلام کے مددگار بنیں تو بنی اسرائیل کی ایک ایک جماعت ایک ایک نبی کی طرف متوجہ ہوگئی اور موسیٰ علیہ السلام کے محلہ سے لوگوں کی بھیڑ کم ہوگئی۔

راوی کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے غمگین ہو گئے اور لوگوں کا موسیٰ علیہ السلام سے متفرق ہو جانا موسیٰ علیہ السلام پر گراں گزرا تو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی رات میں ان تمام انبیاء کی روح قبض کر لی تا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ناگواری نہ ہو، یہ سب موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کے ہاں اعزاز کی وجہ سے تھا۔

اور روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو چار ہزار کلمات ارشاد کئے اور آخری بار جب اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے وصیت کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! آپ کو تین مرتبہ آپ کے والد کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے وصیت کریں۔ باری تعالیٰ نے فرمایا میں آپ کو آپ کی والدہ کے بارے میں تین مرتبہ وصیت کرتا ہوں باری تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! والدین کی رضا مندی میری رضامندی ہے اور والدین کی ناراضگی میری ناراضگی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات

مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ محمد بن کعب قرظیؒ اور حسن بصریؒ نے روایت کیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام سے نبوت منتقل کردی گئی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام دنیا سے بے رغبت ہوجائیں اور دنیا سے نفرت کرنے لگیں اور موت آپ کو محبوب ہوجائے تو اللہ تعالیٰ نے نبوت کی ذمہ داری موسیٰ علیہ السلام سے یوشعؑ کی طرف منتقل کردی تو وحی یوشعؑ کے پاس آنے لگی، موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہیں آتی تھی تو موسیٰ علیہ السلام صبح وشام جاکر یوشعؑ سے پوچھتے اے اللہ کے نبی! کیا آپ کے پاس کوئی نئی وحی آئی ہے؟ تو یوشعؑ نے جواب دیا اے اللہ کے نبی! میں جب سے آپ کے ساتھ چلا ہوں آج تک میں نے آپ سے کبھی اللہ تعالیٰ کی وحی یا نئے حکم کے بارے میں نہیں پوچھا آپ خود ہی بتایا کرتے تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات دیکھی تو زندگی کو ناپسند اور موت کو پسند کرنے لگے۔ راوی فرماتے ہیں اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے نبوت چھین لی تھی کیونکہ کسی نبی سے نبوت چھیننا جائز نہیں ہے بلکہ اس روایت کا معنی یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نبوت کی ذمہ داریوں مثلاً مخلوق کو دعوت دینا اور ان کی تعلیم اور ان کے مابین فیصلوں وغیرہ کو اٹھانے سے کمزور ہوگئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داریاں یوشعؑ کی طرف منتقل کردی تھیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے ہارونؑ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں نبی تھے لیکن وحی صرف موسیٰ علیہ السلام کی طرف آتی تھی۔ ہارونؑ کی طرف نہ آتی تھی۔ اور لوگوں کو تعلیم وغیرہ سے متعلق جو احکامات موسیٰ علیہ السلام کو جاری ہوتے تھے وہ ہارونؑ کے لئے بھی ہوتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے وحی کے نزول اور امر ونہی وغیرہ کی ذمہ داریاں یوشعؑ کو سونپ دیں تھیں اور موسیٰ علیہ السلام بھی نبوت پر فائز تھے ان سے نبوت نہیں لی گئی تھی اور جب موسیٰ علیہ السلام کو موت محبوب ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا جس نے موسیٰ علیہ السلام کی روح قبض کرلی اور روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے اور بنی اسرائیل کے درمیان فیصلے کررہے تھے اچانک آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور لوگوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو وہ اجنبی محسوس ہوا اور اس کے آنے سے موسیٰ علیہ السلام کو کچھ عجیب سا محسوس ہوا تو موسیٰ علیہ السلام مجلس سے کھڑے ہوکر اپنی والدہ کے پاس چلے گئے، وہ اس وقت زندہ تھیں ان کا نام حبورا تھا تو والدہ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا آپ اس وقت

مجلس سے کیوں کھڑے ہوگئے ہیں آپ کو کیا ہوا ہے؟ اور موسیٰ علیہ السلام کی عادت تھی کہ جب کسی چیز سے غمگین ہوتے تھے تو والدہ کے پاس جا کر بتاتے تھے تو والدہ نے فرمایا کیا آپ کو قوم کی کوئی بات ناپسند محسوس ہوئی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں لیکن میرے پاس ایک آدمی آیا ہے جو مجھے اجنبی اور عجیب سا محسوس ہوا ہے اسی وجہ سے میں مجلس سے کھڑا ہو گیا۔ والدہ نے پوچھا آپ کا اس آدمی کے بارے میں کیا گمان ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرا خیال ہے کہ وہ ملک الموت ہے۔ والدہ نے فرمایا آپ نے اس کی تحقیق کیوں نہیں کر لی؟ تو موسیٰ علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لے گئے تو وہ آدمی دروازے پر کھڑا تھا، موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے اللہ کے بندے! آپ کون ہو؟ اس نے کہا میں ملک الموت ہوں آپ کی روح قبض کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں اور مجھے آپ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا آپ اپنے رب سے بات چیت نہیں کر لیتے؟ ملک الموت نے کہا جی ہاں اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر سالوں کی مہلت دیتا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا پھر کیا ہوگا؟ ملک الموت نے کہا پھر موت۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کیا اس سے چھٹکارا نہیں ہے؟ ملک الموت نے کہا نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو آپ کو حکم دیا گیا ہے وہ آپ پورا کریں لیکن مجھے اتنی مہلت دے دیں کہ میں جا کر اپنی والدہ اور اپنی بیٹیوں کو الوداع کہہ دوں۔ ملک الموت نے کہا ٹھیک ہے تو موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے پاس گئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر والدہ کو بوسے دیئے اور عرض کیا اے اماں جان! موت کا وقت قریب آ گیا ہے اور مجھے اپنے رب کی ملاقات کی تمنا ہے تو والدہ اور موسیٰ علیہ السلام دونوں رونے لگے اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ صفورا بنت شعیب کو الوداع کہا اور فرمایا آپ میرے لئے بہت اچھی شریکِ حیات تھیں اور اپنی اولاد کو جمع کر کے ان کو وصیت کی۔ موسیٰ علیہ السلام کے بچے اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کرتے تھے اے اللہ کے نبی! اگر آپ اپنی اولاد کے لئے کچھ جمع کر جاتے جس سے وہ آپ کے بعد زندگی گزارتے تو موسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے ان کو سنبل کے گرے ہوئے خوشے کافی ہیں جیسے مسلمان مساکین کو کافی ہیں۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ نے موسیٰ علیہ السلام کو الوداع کہتے ہوئے کہا اے اللہ کے نبی! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے آپ کے ساتھ جنت میں جگہ دیں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر آپ یہ چاہتی ہیں تو مجھے ضمانت دیں کہ آپ جب تک پیوند پر پیوند نہ لگالیں نیا کپڑا نہ پہنیں گی اور ایک مہینہ کے لئے کھانا ذخیرہ نہ کریں گے تو میں بھی آپ کو اس کی ضمانت دوں گا تو موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد لوگوں کے سنبل کاٹنے کے وقت گرے ہوئے خوشے چنتی تھیں تو لوگ ان کو پہچان کر بہت زیادہ خوشے چھوڑ جاتے تھے جب موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ کو یہ معلوم ہوتا کہ لوگ ان کو پہچان گئے ہیں اور اسی لئے ان کے لئے خوشے چھوڑ جاتے ہیں تو وہ دوسری جگہ چلی جاتی تھیں جہاں لوگ ان کو نہ پہچانتے ہوتوں بقیہ ساری

زندگی ان کی یہی عادت رہی۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ، اہلیہ اور بچوں کو الوداع کہہ دیا تو لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور یوشعؑ کو بلا کر ان کو اپنی قوم پر جانشین بنایا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اور ملک الموت جنگل کی طرف روانہ ہوگئے وہاں جبرائیلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ انتظار میں کھڑے تھے تو یہ سب حضرات چل پڑے ،آگے کچھ لوگ سفید پگڑیاں باندھ کر قبر کہود رہے تھے تو موسیٰ علیہ السلام نے اس قبر سے ایسی عمدہ خوشبو سونگھی جو آج تک نہیں سونگھی تھی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے پوچھا تم یہ قبر کیوں کھود رہے ہو؟ ان لوگوں نے کہا ایسے بندے کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتے ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا آپ لوگ مجھے اس قبر میں داخل ہونے دو گے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ قبر بہت عمدہ جگہ پر ہے جہاں پر رونق باغ اور سبزہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے اس سے زیادہ اچھی جگہ نہیں دیکھی تو فرشتوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا اے اللہ تعالیٰ کے کلیم آپ اس میں داخل ہوجائیں جب موسیٰ علیہ السلام اس میں داخل ہوکر لیٹ گئے تو موسیٰ علیہ السلام کے لئے قبر میں جنت سے ایک روشن دان کھول دیا گیا موسیٰ علیہ السلام کو جنت کی ہوا اور خوشبو آئی تو موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ مجھے وہ بندہ بنا دے جس کے لئے یہ قبر کھودی جارہی ہے تو ملک الموت نے موسیٰ علیہ السلام کی روح قبض کرلی تو جبرائیلؑ آگے بڑھے اور موسیٰ علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتے کھڑے ہوگئے اور بعد میں موسیٰ علیہ السلام پر مٹی ڈال کر چلے گئے اور موسیٰ علیہ السلام کی وفات کی خبروں میں یہ بات روایت کی گئی ہے کہ جبرائیلؑ نے آکر موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے تو موسیٰ علیہ السلام غمزدہ ہوگئے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی چھوٹی بچیاں تھیں۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں تو موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے محلہ سے سمندر کے ساحل کی طرف تشریف لے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارونؑ تیہ سے باہر جہاں جانا چاہتے جاسکتے تھے۔ وادی تیہ ان دونوں حضرات پر حرام نہیں کی گئی تھی تو موسیٰ علیہ السلام سمندر کے ساحل پر تشریف لے گئے اور وہاں غمزدہ ہوکر بیٹھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف فرشتہ بھیجا اس فرشتہ نے کہا اے موسیٰ! آپ کو کیا ہوگیا ہے کہ آپ غمزدہ ہیں؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرشتہ کو بتایا کہ ان کے غم کا سبب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو پتہ چلا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آچکا ہے اور میری چھوٹی بیٹیاں ہیں جن کا نہ کوئی سرپرست ہے اور نہ کوئی نگہبان تو فرشتہ آسمان پر گیا پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور کہا اے موسیٰ! اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ سمندر پر اپنا عصا ماریں تو موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر عصا مارا تو سمندر پھٹ گیا اور سمندر میں ایک چٹان ظاہر ہوگئی تو فرشتے نے کہا اس چٹان پر عصا ماریں تو موسیٰ علیہ السلام نے چٹان پر عصا مارا تو چٹان پھٹ گئی اور اس کے اندر سے ایک سرخ رنگ کا کیڑا نکلا جس کے منہ میں سبز پتہ تھا اور وہ کیڑا اس کو کھا رہا تھا تو فرشتے نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اے موسیٰ! کیا آپ اپنی بیٹیوں کی وجہ سے غمگین ہیں

حالانکہ میں ایسا رازق ہوں جو اس کمزور کیڑے کو اس چٹان کے اندر اس گہرے سمندر کی گہرائی میں نہیں بھولتا اس کو اس کا رزق پہنچاتا ہوں تو میں آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کو کیسے ضائع کردوں گا ؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب ! آپ بہت اچھے رزق دینے والے ہیں اور آپ بہت اچھی کفالت کرنے والے ہیں۔

اسی وجہ سے لوگ دعا میں کہتے ہیں یَا کافل ولد موسیٰ اے موسیٰ علیہ السلام کی اولاد کی کفالت کرنے والی ذات ۔اور روایت کیا گیا ہے کہ ملک الموت نے جب موسیٰ علیہ السلام کی روح قبض کرنے کا ارادہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے ،موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے ملک الموت آپ کا کیا حال ہے؟ ملک الموت نے کہا میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں۔موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا میری روح کس جگہ سے قبض کریں گے؟ ملک الموت نے کہا آپ کے منہ مبارک سے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا : میں اس منہ سے اپنے رب سے کلام کرتا ہوں۔ ملک الموت نے کہا آپ کے ناک سے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے اپنے رب کی جنت کی خوشبو سونگھی ہے۔ ملک الموت نے کہا آپ کی آنکھوں سے ۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے ان آنکھوں سے اپنے رب کی تجلّی کا نور دیکھا ہے ملک الموت نے کہا آپ کے کانوں سے ۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے ان کانوں سے اپنے رب کا کلام سنا ہے۔ ملک الموت نے کہا آپ کے ہاتھوں سے۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے ان ہاتھوں سے اپنے رب سے تختیاں لی تھیں۔ ملک الموت نے کہا آپ کے پاؤں سے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں ان پاؤں کے ساتھ طور پہاڑ پر اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ ملک الموت نے کہا کیا آپ سکران ہیں ، مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا سبحان اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ میں روزہ دار ہوں تو ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے منہ کی بدبو سونگھنے کے لئے آگے ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے منہ کھول کر ھا کیا ،اسی سونگھنے میں ہی ملک الموت نے موسیٰ علیہ السلام کی روح قبض کرلی۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے تو بنی اسرائیل میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کہاں گئے ہیں تو لوگ تین راتوں تک مضطرب رہ گئے آپس میں کہتے ہم نے اللہ تعالیٰ کے نبی کو جاتے ہوئے دیکھا تھا لیکن واپس آتے ہوئے نہیں دیکھا کہ وہ کہاں ہیں ؟ آخر تیسرے دن بنی اسرائیل کو ایک بادل نے ڈھانپ لیا اور بنی اسرائیل نے اس میں سے ایک بلند آواز سنی کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی وفات پا گئے ہیں کون ہے جس کو موت نہیں آئے گی یہ بات تین مرتبہ کہی گئی۔ تمام لوگوں نے یہ بات سمجھ لی اور سب کو معلوم ہوگیا کہ موسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں لیکن کسی کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر معلوم نہ تھی۔

اور محمد بن اسحاقؒ صاحبِ مغازی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رحمۃ کے علاوہ کوئی بھی موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر مطلع نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذہن سلب کرلیا وہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کو کسی کو نہیں بتا سکتی تھی۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے تو آپ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو عرض کیا گیا اے اللہ کے نبی آپ نے موت کو کیسا پایا؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس بکری کی طرح جس کی زندگی میں اس کی کھال کھینچی گئی ہو۔

روایت کیا گیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے وفات پائی تو آسمان سے فرشتے آئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے رخساروں پر رکھ کر ایک دوسرے کو تعزیت کی اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ کے کلیم موسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں تو مخلوق میں سے کس کو موت نہیں آئے گی۔

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے یوشع بن نون بن افراہم بن یوسفؑ۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے تو یوشعؑ بنی اسرائیل پر موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ بن گئے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ یوشعؑ کو بنی اسرائیل پر اپنا جانشین بنائیں۔اور موسیٰ علیہ السلام نے یوشعؑ کو وصیت کی تھی کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر سرزمین اریحا چلے جائیں تا کہ ان کے ساتھ مل کر عمالقہ سے جہاد کریں۔تو یوشعؑ نے ایسا ہی کیا اور بنی اسرائیل کو لے کر اریحا کے وسیع میدان میں پڑاؤ کیا تو عمالقہ کے لوگ لڑائی کے لئے باہر نکلے یوشعؑ نے ان سے جنگ کی اور ان کے متکبرین کو قتل کیا۔ یہ جہاد جمعہ کے دن ہوا تھا ابھی عمالقہ کے کچھ لوگ بچ گئے تھے تو یوشعؑ کو خوف ہوا کہ اگر رات ہوگئی تو آگے ہفتہ کی رات اور دن آجائے گا اور ہفتہ کے دن بنی اسرائیل کے لئے قتل جائز نہیں تھا تو یوشعؑ نے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ سورج کو روک دیں تا کہ یوشعؑ ان لوگوں کے قتال سے فارغ ہو جائیں۔تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک لیا اور یہاں تک کہ یوشعؑ ان کے قتال سے فارغ ہو گئے۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ یوشعؑ ان سے قتال کر رہے تھے تو ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ آگے ہفتہ کی صبح آرہی ہے جس میں یہ لوگ قتال نہیں کرتے تو ہم ہفتہ کو ان پر حملہ کر دیں گے تو یوشعؑ کو اس کا خوف ہوا اس لئے یوشعؑ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو ان لوگوں پر روک دیا یہاں تک کہ یوشعؑ ان لوگوں سے فارغ ہو گئے اور ان کو شکست دی اور ان کو جمعہ کے دن شام کو قتل کر دیا۔ پھر یوشعؑ برابر جہاد کرتے رہے اور مؤرخین کے مطابق شام کے اطراف اور اس کے ساحلوں کے اکیاسی (۸۱) شہر فتح کئے پھر چالیس سال بنی اسرائیل سے لڑائی کا حکم اٹھا لیا گیا اور بنی اسرائیل پُرسکون و پُرعیش زندگی گزارنے لگے۔اور یوشعؑ ان کے حکمران تھے اور بنی اسرائیل سب لوگوں سے زیادہ آسودہ حال تھے اور یوشعؑ کے زمانہ کے حوادث میں سے ایک یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے سرزمین اریحا کو فتح کر دیا اور بنی اسرائیل کو اس ملک میں داخل ہونے کا حکم دیا تو ان کو فرمایا:

ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ

[سورۃ البقرۃ:58]

(ترجمہ) اس شہر میں داخل ہوجاؤ اور اس میں جہاں سے چاہو بلا روک ٹوک کھاؤ اور دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہتے جاؤ بخش دے۔

نَّغۡفِرۡ لَكُمۡ خَطٰيٰكُمۡ وَ سَنَزِيۡدُ الۡمُحۡسِنِيۡنَ o فَبَدَّلَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا قَوۡلًا غَيۡرَ الَّذِىۡ قِيۡلَ لَهُمۡ [سورة البقرة:58-59].

(ہم تمہارے قصور معاف کردیں گے اور نیکی کرنے والوں کو اور بھی زیادہ دیں گے۔ پھر ظالموں نے دوسرا لفظ بدل دیا اس کے علاوہ جو ان سے کہا گیا تھا پھر ظالموں پر ہم نے آسمان سے عذاب اتارا اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

یہ لوگ جب دروازہ پر آئے تو آسمان کو چھوتا ہوا بلند دروازہ دیکھا تو کہنے لگے کہ جب یہ اتنا بلند دروازہ ہے تو ہمیں سجدہ میں داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے تو بنی اسرائیل کے لوگ اپنے سر آسمان کی طرف اٹھا کر دروازہ میں داخل ہوئے۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل کے بعض لوگ مذاق اڑانے کے لئے زمین پر گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور **حطة هطا سمقاثا** کہتے ہوئے داخل ہوئے اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم ایسی سرخ گندم چاہتے ہیں جو جَو کے ساتھ مخلوط ہو۔

تو اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر غصہ ہوگئے اور ان پر طاعون مسلط کردیا اور ایک ہی رات میں بنی اسرائیل میں سے چوبیس ہزار افراد مارے گئے اور اس طاعون کی وجہ سے مرنے والوں کی کل تعداد ستر ہزار تھی۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوۡا يَظۡلِمُوۡنَ [سورة الاعراف:162].

(ترجمہ) تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا اس لئے کہ وہ شرارت کرتے تھے۔

پھر یوشعؑ کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے یہ طاعون دور کردیا اور روایات میں آتا ہے کہ یوشعؑ نے کنعانیوں اور عمالقہ کے اکتیس بادشاہوں کو قتل کیا اور عمالقہ کا بادشاہ سمیدع بن ھوبر بن نفیلۃ تھا۔ یوشعؑ نے فتح کے بعد ارض مقدس کو بنی اسرائیل پر تقسیم کردیا۔ ہر قبیلہ کے لئے الگ الگ طرف مقرر کردی جس میں وہ رہائش اختیار کرتے اور اس کو آباد کرتے تھے۔ یوشعؑ کا دور چالیس سال رہا جب آپؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؑ نے کالوبؑ بن یوفنا کو بنی اسرائیل میں اپنا جانشین بنایا، ان کو نبوت عطاء نہیں ہوئی تھی لیکن وہ نیک آدمی تھے اور بنی اسرائیل ان سے محبت رکھتے تھے۔ تو کالوبؑ بنی اسرائیل کے والی بنے اور بنی اسرائیل نے ایک عرصہ تک ان کی اطاعت کی۔ کالوب موسیٰ علیہ السلام اور یوشعؑ کے طرز وسنت پر ان کے معاملات حل کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کالوب کی روح بھی قبض کرلی۔ اور کالوب نے اپنا جانشین اپنے بیٹے کو بنایا جس کا نام یوسف بن کالوب تھا اور یہ حسن و جمال میں یوسفؑ بن یعقوب علیہ السلام کی نظیر تھا۔ تو لوگ ان کو دیکھ کر آزمائش میں مبتلا ہوگئے اور ان کو دیکھنے کے لئے دور دور سے آنے لگے اور عورتیں ان کی وجہ سے بہت بڑے فتنہ میں مبتلا ہوگئیں تو یوسف کو اپنے نفس پر خوف ہوا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ

وہ ان کا حسن بگاڑ دیں تا کہ لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کے چہرے پر چیچک نکل آئی اور انہوں نے بنی اسرائیل پر چالیس سال عدل و انصاف کے ساتھ بادشاہت کی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دی تو ان کے بعد بنی اسرائیل میں اختلاف ہوگیا اور ہر قبیلہ یہ دعویٰ کرنے لگا کہ ان ہی کا امام ہوگا تو موسیٰ علیہ السلام کی اولاد جس قبیلہ سے متعلق تھے انہوں نے کہا کہ یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں نہ اس کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام نے ہمیں اس بارے میں وصیت کی تھی تو موسیٰ علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل سے الگ تھلگ ہوگئے اور اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو بنی اسرائیل کی صحبت سے نجات دیں۔

انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ** [سورة الاعراف:159].

(ترجمہ) اور موسیٰؑ کی قوم میں ایک گروہ ہے جو حق موافق ہدایت کرتا ہے اور اسی کے مطابق انصاف کرتا ہے۔

بعض مؤرخین فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کی اولاد نے اسم اعظم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان کی دعا یہ تھی کہ انہوں نے کہا یا اللہ آپ مرہوب ہیں تمام مخلوق آپ سے ڈرتی ہے۔ یا نور النور! آپ وہ ذات ہیں جو اپنی تمام مخلوق سے پردہ میں ہیں آپ کے نور کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ یا اللہ یا اللہ آپ اپنے عرش کے اوپر بلند ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے آپ اس سے بلند ہیں کہ آپ کا کوئی شریک ہو اور آپ اس بات سے عظیم ہیں کہ آپ کی کوئی اولاد ہو۔ اور آپ اس بات سے بہت معزز ہیں کہ کوئی آپ کا مشابہہ ہو اور آپ اس بات سے بڑائی والے ہیں کہ کوئی آپ کی ضد ہو۔ اے نوروں کے نور! ہر نور آپ کے نور کے سامنے بجھنے والا ہے۔ ہر ہر مالک کے آقا آپ کے سوا ہر چیز فنا ہوجائے گی اے ہمیشہ رہنے والی ذات! ہر چیز آپ کے سوا ختم ہوجائے گی۔ اے سدا زندہ رہنے والی ذات اے نظامِ کائنات کو سنبھالنے والی ذات! آپ کے سوا ہر زندہ کو موت آجائے گی۔ اے اللہ اے اللہ۔ اے ارحم الراحمین مجھ پر ایسی رحمت کریں جو آپ کی ناراضگی کو مجھ سے بجھا دے اور آپ کے عذاب کو مجھ سے روک دے اور مجھے آپ کی طرف سے سعادت و نیک بختی عطا کرے اور وہ رحمت مجھے آپ کے اس گھر میں جگہ دے جہاں آپ کے پسندیدہ بندے رہتے ہیں۔ اے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے اور کہا جاتا ہے کہ یہ کلمات اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہیں اور روایات میں آتا ہے کہ یہ کلمات اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اس دن سکھائے تھے جب ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو ابراہیمؑ نے ان کلمات کے ذریعہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو آگ سے نجات دی اور موسیٰ علیہ السلام نے سمندر سامنے دیکھ کر ان کلمات سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا۔

اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کلمات سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کے لئے زمین میں سرنگ بنا دی جس میں وہ داخل ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آگ کا شعلہ روشن کر دیا جو چراغ کی

طرح روشنی کرتے ہوئے ان کے آگے چلتا تھا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ اس سرنگ میں تین دن چلتے رہے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ لوگ ڈیڑھ سال اس میں چلتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ پانی کی نہر جاری کردی جو ان کے ساتھ چلتی تھی اور فرشتوں کے ہاتھ ان کا کھانا پہنچتا رہا۔

یہاں تک کہ وہ لوگ چین کے قریب اس سرنگ سے نکلے اور ان حضرات اور چین کے لوگوں کے درمیان ریت کی بہتی ہوئی نہر تھی جو سال میں صرف عاشوراء کے دن رکتی تھی۔

انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَّ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ [سورة بنی اسرائیل:104].

(ترجمہ) اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ تم اس سرزمین میں آباد ہو جاؤ۔

یعنی مشرق کی زمین میں چین کے سامنے۔

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا[سورة بنی اسرائیل:104].

(ترجمہ) پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے۔

اور جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل کئے جائیں گے اور مہدی ان کے ساتھ نکلیں گے تو ان دونوں حضرات کے ساتھ بنی اسرائیل کے یہ لوگ بھی دوسرے لوگوں کے درمیان نکلیں گے اور روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی رات ان لوگوں سے براق پر گزرا ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبرائیلؑ بھی تھے تو آپؐ نے ایک قوم کو دیکھا جو نیک لوگ تھے اور اسلام اور شریعت پر مضبوطی سے عمل پیرا تھے اور آپؐ نے دیکھا کہ ان کے گھروں کے دروازے نہیں ہیں اور ان کی قبریں گھروں کے دروازوں پر ہیں اور ان کی مسجدیں ان کی بستیوں سے باہر ہیں اور ان لوگوں کو دیکھا کہ جب وہ زمین کاشت کرتے ہیں تو زمین کی ایک جانب پانی رکھ دیتے ہیں اور دوسری جانب چارہ رکھ دیتے ہیں تو جب بیل پانی کی طرف آتا ہے تو اس کو پانی پلاتے ہیں اور جب چارہ کی طرف آتا ہے تو اس کو چارہ کھلاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو سلام کیا اور جبرائیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟

تو جبرائیلؑ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ**[سورة الاعراف:159].

(ترجمہ) اور موسیٰؑ کی قوم میں ایک گروہ ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتا ہے اور اسی کے مطابق انصاف کرتا ہے۔

ہم عنقریب ان کا پورا واقعہ معراج کے تذکرہ میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

حضرت حزقیل علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَ ھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ [سورۃ البقرۃ:243]

(ترجمہ) آپ ﷺ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے تھے اور وہ ہزاروں تھے۔

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب یوسف بن کالوبؒ کے بعد بنی اسرائیل میں اختلاف ہوگیا اور بنی اسرائیل کے نیک لوگ ان سے الگ ہوگئے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے حزقیل بن بورأً کو مبعوث کیا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ابن یحنہ تھے اور ان کا نام ابن العجوز، (بوڑھی عورت کے بیٹے) بھی رکھا گیا ہے۔

یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے والد کی دو بیویاں تھیں ایک بیوی سے دس بیٹے تھے اور دوسری بیوی یعنی حزقیلؑ کی والدہ بانجھ تھیں۔ حزقیلؑ کے والد بنی اسرائیل کی قربانی کے نگران تھے اور قربانی کے نگران کی عادت یہ ہوتی تھی کہ اس کے پاس ایک لوہا ہوتا تھا جس کے آگے دو مڑے ہوئے کھونٹے ہوتے تھے وہ ان کو گوشت میں داخل کرتا جو گوشت ان کھونٹوں سے چمٹ جاتا وہ قربانی کے نگران کا حصہ ہوتا تھا اس کی قربانی سے اس کے علاوہ اور کچھ نہ ملتا تھا۔ تو حزقیلؑ کے والد نے اپنا قربانی کا حصہ لیا اور گھر لے آئے تو حزقیلؑ کے والد کی وہ بیوی جن کے بچے تھے ان کو گیارہ حصے ملے اور حزقیلؑ کی والدہ کو ایک حصہ ملا تو بیٹوں والی بیوی حزقیلؑ کی والدہ کو دیکھ کر خوش ہونے لگی اور کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد کے ذریعہ فضیلت دی ہے مجھے قربانی سے گیارہ حصے ملے ہیں اور آپ کو ایک حصہ ملا ہے تو حزقیلؑ کی والدہ کو یہ بات بہت بھاری معلوم ہوئی جب رات ہوگئی تو حزقیلؑ کی والدہ رات کے آخری پہر کھڑی ہوئیں اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خوب آہ وزاری کی اور رو کر دعا کی اور اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ ان کو نیک بیٹا عطا کریں جو ان کی وحشت وتنہائی میں انس کا سبب بنے اور اس کی تنہائی زیادہ نہ ہو۔ اور حزقیلؑ کی والدہ نے منت مانگی کہ میں اس بچہ کو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ہر کام سے آزاد کر کے وقف رکھوں گی اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کی کہ اس دعا کی قبولیت کی کوئی علامت ظاہر کر دیں۔

جب صبح ہوئی تو ان کو حیض آگیا حالانکہ ان کو بڑھاپے کی وجہ سے کئی سال سے حیض نہیں آیا تھا جب انہوں نے حیض دیکھا تو ان کو یقین ہوگیا اور وہ خوش ہوگئیں جب پاک ہوئیں تو ان کے خاوند گھر آئے اور ان کے چہرے پر پہلے سے زیادہ رونق اور حسن دیکھا ان کا ملاپ ہوا اور حمل ہوگیا اور لوگوں کو اس پر تعجب ہونے لگا اور کہنے لگے

یہ اللہ تعالیٰ کا امر ہے ہمیں امید ہے کہ ان بوڑھی خاتون کے ہاں نیک بچہ یا کسی نبی کی ولادت ہوگی کیونکہ بوڑھی خواتین کے ہاں انبیاء علیہم السلام کی ولادت ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کی اہلیہ حضرت سارہؓ کے ہاں ولادت ہوئی تھی۔ پھر ان بوڑھی خاتون کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس میں خیر کی علامات معروف تھیں اور لوگوں نے ان کا نام ابن العجوز (بوڑھی عورت کا بیٹا) رکھ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حزقیلؑ کی اچھی اور عمدہ پرورش کی تو وہ ایک دن ایلیاء کے گھر گئے، یہ بیت المقدس کی تعمیر سے پہلے کا واقعہ ہے لیکن اس وقت بیت المقدس کی چٹان لوگوں کو معلوم تھی اور اس پر ایک گنبد تھا جس کا لوگ طواف کرتے تھے تو حزقیلؑ اپنے شہر سے اس چٹان کی زیارت کرنے گئے اور ایک لمبا عرصہ وہاں اعتکاف میں رہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حزقیلؑ کے ایلیاء (اللہ تعالیٰ) کے گھر جانے کے بعد حزقیلؑ کے گھر والوں کو طاعون کی وبا لاحق ہوگئی تو لوگ طاعون سے خوفزدہ ہوکر ایک قریبی وادی میں چلے گئے، وہاں اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط کردی۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا [سورة البقرة: 243]. (پھر اللہ نے ان کے لئے فرمایا مرجاؤ)۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ چار ہزار افراد تھے اور حسنؒ فرماتے ہیں یہ آٹھ ہزار تھے اور وہبؒ فرماتے ہیں اسی ہزار تھے۔ (واللہ اعلم) اور اطراف کے لوگوں نے ان کے لئے جگہ کھودی اور وہاں بوسیدہ ہڈیاں ہوگئے۔ حزقیلؑ اپنے اعتکاف سے واپس آئے تو ان ہڈیوں سے گزر ہوا اور ان کی حالت دیکھ کر تعجب ہوا اور حزقیلؑ کو ان پر رحم آگیا تو عرض کیا اے میرے رب! یہ میری قوم کے لوگ ہیں آپ نے ان کو ہلاک کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیونکہ یہ لوگ طاعون سے بھاگے تھے تو میں نے ان کو اپنی قدرت دکھائی۔ راوی کہتے ہیں تو حزقیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کو دوبارہ زندہ کردیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی اور وہ ہڈیاں ایک دوسرے کی طرف دوڑنے لگیں۔

اور وہبؒ سے مروی ہے کہ ان پر گوشت اور پٹھے اور رگیں ظاہر ہوئیں پھر جلد پھر ان میں روح پھونکی گئی تو وہ زندہ ہوکر کھڑے ہوگئے۔ اور ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ وہ بدبودار ہوچکے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا تو یہ بدبو ان میں اور ان کی اولاد میں باقی رہ گئی۔ مؤرخین فرماتے ہیں پھر حزقیلؑ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور عبادات پر عمل کراتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دے دی۔ حزقیلؑ کے بعد بنی اسرائیل کے نوجوانوں نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا اور بت پرستوں کے ساتھ میل جول شروع کردیا اور بنی اسرائیل میں سے بعض لوگ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدہ پر سختی سے عمل پیرا رہے اور کچھ نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور نافرمانی میں اتنے بڑھے کہ انبیاء علیہم السلام اور انبیاء کے بیٹوں کو اور انصاف کا حکم دینے والوں کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ و شریعت کی تجدید کے لئے الیاس بن بشیر بن فنحاص بن عیزار بن ہارونؑ کو بنی اسرائیل میں نبی بنا کر بھیجا۔

حضرت الیاس علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ [سورة الصافات:123] (اور بے شک الیاسؑ بھی رسولوں میں سے تھے)

مورخین فرماتے ہیں الیاسؑ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کے ساتھ ہوتے تھے جس کا نام بعض نے اجب اور بعض نے اجاب بتایا ہے۔ یہ بادشاہ مسلمان تھا اور الیاسؑ اس کا نظامِ مملکت سنبھالتے تھے۔ یہ شام کے اطراف میں بعلبک کا بادشاہ تھا۔ بنی اسرائیل نے ایک عرصہ سے ملک شام کو کئی حصوں میں تقسیم کرلیا تھا۔ ملک شام کے ہر طرف ایک الگ بادشاہ تھا اور شام کے بادشاہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور دین اسلام کو چھوڑ دیا تھا۔ اور بعلبک کا بادشاہ اجب دین اسلام پر سختی سے عمل پیرا تھا اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نبی الیاسؑ تھے جو امور مملکت سنبھالتے تھے۔ اجب کی ایک بیوی تھی جس کا نام ازبیل تھا۔ یہ بڑی عمر کی بوڑھی عورت تھی اس سے سات بادشاہ شادی کرچکے تھے یہ اسلام اور مسلمانوں سے بغض رکھتی تھی اس نے اپنے خاوند اجب کو کہا جیسے دوسرے بادشاہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں ویسے آپ بھی بتوں کی عبادت کیوں نہیں کرتے تو ازبیل کی قوم اس کی رائے پر اس کی ہمنوا ہوگئی۔ تو اجب نے الیاسؑ کو کہا اے الیاس! لوگ جن کی عبادت کرتے ہیں میں ان کی عبادت کرنا پسند نہیں کوتا تو الیاسؑ نے فرمایا یہ کفر اور باطل ہے اور آپ ہدایت پر ہیں۔ تو اجب نے کہا جو لوگ بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان کے پاس بھی ہماری طرح ملک اور نعمت ہے وہ بھی کھاتے پیتے ہیں اور وہ ہم سے زیادہ اچھے حال پر ہیں اور ہمیں ان پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے تو الیاسؑ نے انا للہ کہا اور غمگین ہوکر بادشاہ کے پاس سے چلے گئے اور بادشاہ کی بیوی ازبیل نے وہ بت نکالا جس کی وہ عبادت کرتی تھی اس بت کا نام بعل تھا۔ اس وجہ سے اس شہر کا نام بعلبک رکھا گیا تھا۔ یہ بت سونے کا بنا ہوا تھا جس پر یاقوت اور ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ازبیل نے اس بت کو ایک تخت پر رکھ کر اپنے ہم مشرب چار سو آدمیوں کو جمع کیا اور ان کو اس بت کے گھر کا مجاور بنا دیا اور ازبیل کا خاوند اجب بھی اس بت کی عبادت کرنے کے لئے اپنی بیوی کا ہمنوا ہوگیا اور تمام لوگوں نے اس بت کی عبادت کی تو ان لوگوں کے پاس الیاسؑ آئے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور لوگوں کو کفر وشرک سے منع کیا لیکن وہ ہٹ دھرمی میں بڑھ گئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ o اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ o اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ [سورة صافات:124 تا126].

(ترجمہ) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ کیا تم بعل کو پوجتے ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑتے ہو۔ اللہ کو جو تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔

تو ان لوگوں نے الیاسؑ کی تکذیب اور مخالفت کی تو الیاسؑ نے اس وقت کہا اے اللہ! بنی اسرائیل کفر اور آپ کے غیر کی عبادت کی طرف آگئے ہیں تو آپ نے ان کو جو نعمتیں دے رکھی ہیں وہ تبدیل کردیں تو اللہ تعالیٰ نے الیاسؑ کو وحی کی کہ میں نے ان کے رزق کا معاملہ آپ کے ہاتھ میں دے دیا ہے تو الیاسؑ نے کہا اے اللہ ان لوگوں سے بارش روک دیں تو اللہ تعالیٰ نے تین سال ان لوگوں سے بارش روک لی اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ سات سال تک بارش نہیں ہوئی تو وہ لوگ بہت مشقت میں پڑ گئے اور بہت سے لوگ اور مویشی ہلاک ہوگئے اور بنی اسرائیل کے خلاف قحط کی بد دعا کر کے الیاسؑ کو ان سے اپنی جان کا خوف ہوا تو ان سے پوشیدہ رہنے لگے اور احتیاطاً جگہیں تبدیل کرتے رہتے۔ تو ایک رات الیاسؑ ایک تنگدست عورت کے پاس چھپے ہوئے تھے اس کا ایک نوجوان بیٹا تھا جس کا نام الیسع بن اخطوب تھا۔ اس کو کوئی وبائی مرض تھا تو الیاسؑ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے نوجوان کو اس مرض سے شفاء دی اور الیاسؑ نے اس نوجوان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور اپنی پیروی کی دعوت دی تو وہ الیاسؑ پر ایمان لے آیا اور الیاسؑ کا پیروکار ہوگیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے بارش روک لی تو الیاسؑ نے الیسع کو بھیجا کہ جا کر بادشاہ کو کہو کہ الیاسؑ آپ کو کہہ رہے ہیں کہ تو نے بعل بت کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر ترجیح دی پس تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لئے تیار ہوجا۔ اور الیاسؑ الیسع کو اپنے ساتھ لے کر ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر موجود غار میں پناہ گزین ہوگئے اور بادشاہ سے چھپ کر عبادت کرتے تھے اور وہاں تین سال رہے اور ایک روایت کے مطابق سات سال رہے۔ اور الیاسؑ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق آتا تھا۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غربان کو حکم دیا وہ بیت المقدس کے اطراف کی نہروں کے کنارے سے اجوائن اکھاڑ کر اس غار کے دروازے پر پھینک جاتا تھا جس میں الیاسؑ موجود تھے اور بعض نے کہا ہے کہ دمشق کی نہروں کے کناروں سے اکھیڑتا تھا۔ یہ اجوائن الیاسؑ کی روزی تھی تو الیاسؑ اور الیسع دونوں اسی پر گزارہ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے الیاسؑ کے لئے غار کے دروازہ پر پانی کا چشمہ جاری کردیا تھا جس کو پیتے بھی تھے اور اس سے وضو بھی کرتے تھے۔ جب بادشاہ اور اس کی قوم پر قحط کی شدت بڑھ گئی تو بادشاہ نے اس بت کے ستر مجاوروں کو پیغام بھیج کر بلایا اور ان کو کہا کہ بعل سے سوال کرو کہ وہ ہم سے یہ قحط دور کردے۔

راوی کہتے ہیں تو ان لوگوں نے بعل کو باہر نکالا اور اس کے لئے جانور ذبح کئے اور اس کے سامنے سجدہ میں دعا کرتے رہے کہ وہ یہ قحط دور کردے لیکن دعا قبول نہ ہوئی تو بادشاہ نے کہا الیاسؑ کا معبود تمہارے بعل سے زیادہ جلدی دعا قبول کرلیتا تھا۔ پھر بادشاہ نے الیاسؑ کی تلاش میں آدمی بھیجے تاکہ وہ اس قحط کے ختم ہونے کی دعا کریں لیکن الیاسؑ نہیں ملے۔

روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الیاسؑ کے لئے جو چشمہ ظاہر کیا تھا اس کا پانی خشک ہوگیا تو الیاسؑ نے کہا اے میرے رب! میرا پانی خشک ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے آپ کی بد دعا کی وجہ سے بنی اسرائیل کے بہت سے لوگوں کو بھوک و پیاس سے ہلاک کیا ہے، آپ اس کی وجہ سے آبدیدہ نہیں ہوئے اور اپنے پانی کے خشک ہونے کی وجہ سے آبدیدہ ہوگئے ہیں تو الیاسؑ نے کہا اے میرے رب مجھے اجازت دیں کہ میں ان کا قحط ختم ہونے کی دعا کروں تا کہ وہ نصیحت حاصل کر کے واپس لوٹ آئیں۔ تو الیاسؑ کو اجازت دے دی گئی اور وہ بنی اسرائیل کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تم گمراہی اور باطل پر ہو اور میں حق پر ہوں اور اللہ تعالیٰ تم پر ناراض ہیں۔ تم اپنے بت کو نکال کر اس سے قحط ختم کرنے کی دعا کرو اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اگر تمہارا بت تمہاری ضرورت پوری کر دے تو تم حق پر ہو اور اگر وہ تمہاری دعا قبول نہ کرے اور اللہ تعالیٰ میری دعا قبول کرلیں تو تم جان جاؤ کہ میں حق پر ہوں۔ تو لوگوں نے کہا ہم ایسا کریں گے اور انہوں نے اپنے بت کو نکالا اور اس کے لئے جانور ذبح کئے اور بہت زیادہ دعا کی کہ قحط ختم کر دے لیکن ان کی دعا قبول نہیں ہوئی تو الیاسؑ نے وضو کر کے نماز پڑھی اور اپنے رب سے دعا کی کہ قحط ختم ہو جائے تو ڈھال کی طرح ایک بادل پیدا ہوا جس کو سب لوگ دیکھ رہے تھے پھر اور بادل آ کر اس کے ساتھ مل گئے اور یہ تہہ بہ تہہ بادل جمع ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش بھیج کر ان کی مدد کی اور لوگ جی اٹھے اور قحط کا زور ٹوٹ گیا لیکن وہ لوگ کفر سے واپس اسلام کی طرف نہیں آئے اور الیاسؑ کی تکذیب کی تو الیاسؑ اس کی وجہ سے تنگدل ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کو ان لوگوں کے درمیان سے نکال دیں۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس وقت تو توبہ کر لی تھی لیکن اس کے بعد کفر کیا تو الیاسؑ نے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کو ان لوگوں سے راحت دیں تو الیاسؑ کو کہا گیا آپ فلاں دن فلاں جگہ چلے جائیں آپ کے سامنے جو پہلا جانور آئے اس پر سوار ہو جانا اور اس سے ڈرنا نہیں۔ جب مقررہ دن حضرت الیاسؑ اس مقررہ جگہ پر چلے گئے تو آپ کے ساتھ آپ کے شاگرد الیسع بھی تھے تو اچانک سامنے سے ایک شیر کی شکل کا ایک جانور آیا اور الیاسؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا تو الیاسؑ اچھل کر اس پر سوار ہو گئے تو وہ الیاسؑ کو لے کر ہوا کی طرح تیز چل پڑا اور الیاسؑ کے شاگرد الیسع آوازیں دینے لگے اے الیاس! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ لیکن الیاسؑ نے کوئی جواب نہ دیا اور یہ الیاسؑ کا آخری سفر تھا۔

اور روایات میں آتا ہے کہ الیاسؑ نے الیسع کو کہا آپ نے مجھے اللہ تعالیٰ کی توحید، تقویٰ اور اطاعت پر دیکھا ہے میں اسی پر کاربند رہنے کی آپ کو بھی وصیت کرتا ہوں۔ پھر الیاسؑ الیسع سے پوشیدہ ہوگئے۔ سب راویوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الیاسؑ کو پَر لگا دیئے اور نور اوڑھ دیا اور الیاسؑ سے کھانے، پینے کی حاجت ختم کر دی ہے اور وہ فرشتوں کے ساتھ جہاں چاہتے ہیں اڑ کر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے الیاسؑ کو انسان، فرشتے،

زمین، آسمان سب کی خصوصیات دے دی ہے۔

اور حسنؒ فرماتے ہیں کہ الیاسؑ جنگلوں پر مامور ہیں ان میں چکر لگاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اوامر قائم کرتے ہیں اور خضرؑ کو سمندروں کی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حضرات کو صور پھونکنے تک زندہ رکھنا ہے اور یہ دونوں حضرات ہر سال عرفہ کے موسم اور مواسم حج کے دن جمع ہوتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہے۔ اور ہر ایک اپنے احوال کی خبر دیتا ہے اور ہر ایک یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا احکامات دیئے ہیں پھر آئندہ سال تک کے لئے جدا ہوجاتے ہیں اور بسا اوقات نیک لوگ بھی ان دونوں کو دیکھتے ہیں۔

حضرت الیاسؑ کے شاگرد الیسع بن اخطوب علیہ السلام

ہم الیسعؑ کا ابتدائی تذکرہ کر چکے ہیں۔ الیاسؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور یہ سوال کیا کہ الیسعؑ کو نبی بنا دیں تو اللہ تعالیٰ نے الیسعؑ کو نبوت عطا کی اور ان کو الیاسؑ کا خلیفہ بنایا اور جتنی مدت اللہ تعالیٰ نے چاہا الیسعؑ بنی اسرائیل میں رہے۔ الیسعؑ دنیا سے تشریف لے گئے اور پیچھے ناخلف لوگ چھوڑ گئے، ان میں بڑے بڑے گناہ رواج پا گئے اور متکبرین کی کثرت ہوگئی اور ان لوگوں نے انبیاءؑ کو قتل کیا اور ان کا نظامِ حکومت ایک متکبر بادشاہ نے سنبھالا جس کا نام کنعان تھا۔ اسی کنعان کو ذوالکفلؑ نے جنت کی ضمانت دی کہ اگر وہ ایمان لا کر ذوالکفلؑ کی پیروی کرے تو جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ذوالکفل ہی الیسعؑ ہیں ان کا نام ذوالکفل اس وجہ سے رکھا گیا کہ انہوں نے الیاسؑ سے ذمہ داری لی تھی۔

اور دیگر مؤرخین کا کہنا ہے کہ ذوالکفل ایک دوسری شخصیت ہیں جنہوں نے ایک دوسرے نبی کی ذمہ داری اٹھائی تھی اس کا پس منظر یہ ہے کہ اللہ کے ایک نبیؑ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو قیام کرتے تھے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے ہوئے نہ جلد بازی کرتے اور نہ ہی غصہ ہوتے تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو لوگ جمع ہوگئے اور ان نبیؑ نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو میری ذمہ داری اٹھائے اور جو کچھ میں کرتا تھا وہ ویسا ہی کرے ،اس میں کوتاہی نہ کرے تو کسی نے ان نبیؑ کو جواب نہیں دیا تو ایک نوجوان نے کھڑے ہوکر کہا میں یہ ذمہ داری نبھاؤں گا تو اللہ کے نبیؑ نے فرمایا آپ بچے ہو جو میں کہہ رہا ہوں نہ اس کی طاقت رکھتے ہو اور نہ اس پر صبر کرسکتے ہو۔ دوسرے دن پھر لوگ جمع ہوئے تو اللہ کے نبیؑ نے کل والی بات دہرائی کسی نے جواب نہیں دیا تو وہی نوجوان کھڑا ہوا اور کہا میں یہ ذمہ داری نبھاؤں گا تو اللہ کے نبیؑ نے پہلے جیسا جواب دیا۔ تیسرے دن لوگ جمع ہوئے اور اللہ کے نبیؑ نے ان کو وہی بات کہی تو اس نوجوان کے سوا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو اللہ کے نبیؑ نے فرمایا جب آپ کے سوا مجھے کوئی جواب نہیں دے رہا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دیں گے۔ آپ بیٹھیں اور لوگوں کے درمیان فیصلے کریں جیسے آپ کو مناسب لگے تا کہ میں آپ کا فیصلہ اور حالت دیکھ لوں تو ذوالکفلؑ وہاں بیٹھ گئے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا تو اللہ کے نبیؑ ان کے فیصلہ پر راضی ہوگئے اور ان کو خلیفہ بنا کر وفات پاگئے۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ ذوالکفلؑ نے جس نبیؑ کی ذمہ داری اٹھائی تھی وہ الیسعؑ ہی تھے تو یہ نوجوان الیسعؑ کے قائم مقام ہوگئے اور انہی کے طرزِ عمل کو اپنایا۔ اور الیسعؑ کے کسی عمل میں کوتاہی نہیں کی تو ابلیس کو ان سے حسد ہونے لگا ،ایک دن ابلیس ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں آیا تو اس وقت حضرت ذوالکفلؑ دوپہر کو اپنی عدالت سے گھر جانے کے لئے کھڑے ہوگئے کہا جاتا ہے کہ ذوالکفلؑ رات و دن میں صرف اسی وقت سوتے تھے تو راستے میں ابلیس آگیا اور ذوالکفلؑ سے سوالات کرنے لگا اور ان کو اتنا مشغول کردیا کہ ان کے قیلولہ کا وقت ختم ہوگیا اور نماز کا وقت آگیا تو ذوالکفلؑ اپنے گھر گئے وضو کیا اور باہر آکر نماز پڑھی اور حسب عادت لوگوں کے مابین فیصلوں کے لئے بیٹھ گئے اور شام تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ذوالکفلؑ سو نہیں سکے۔ دوسرے دن ذوالکفلؑ اپنے قیلولہ کے وقت تک لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے بیٹھے رہے تو جب گھر جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو ابلیس پھر ایک

بوڑھے کی شکل میں سامنے آ گیا اور ذوالکفلؑ کو روک کر بات چیت کرنے لگے اور ذوالکفلؑ کو اتنا مشغول رکھا کہ سونے کا وقت ختم ہو گیا اور نماز کا وقت آ گیا تو ذوالکفلؑ نے وضو کیا اور نماز کے لئے تشریف لے گئے اور سونے کا وقت ہی نہ ملا پھر شام تک لوگوں کے لئے فیصلہ کرنے بیٹھ گئے۔ پھر تیسرے دن ابلیس نے پہلے دو دنوں کی طرح کیا اور ذوالکفلؑ قیلولہ نہیں کر سکے اور ذوالکفلؑ رات کو بھی نہیں سوتے تھے تو اللہ تعالیٰ کے دشمن نے ارادہ کیا کہ ذوالکفلؑ نے ان نبیؑ سے جو ذمہ داری لی تھی اس میں کسی طرح کوتاہی کر دیں۔ چوتھے دن ابلیس پھر سامنے آیا تو ذوالکفلؑ نے اس کو کہا اے شیخ! آپ نے حد کر دی ہے اور تین دن سے میرے قیلولہ کا وقت ختم کر دیا ہے تو اس بوڑھے نے کہا میں شیطان ہوں میں آپ کے پاس ایسا اس لئے کرتا ہوں تا کہ آپ کو غصہ آئے اور آپ ان نبیؑ سے لی ہوئی ذمہ داری چھوڑ دیں۔ تو ذوالکفلؑ نے کہا میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اور ابلیس ناکام ہو کر چلا گیا اور ذوالکفلؑ پر قادر نہ ہو سکا۔ ذوالکفلؑ نے کیونکہ اپنی ذمہ داری مکمل ادا کی اسی لئے ان کا نام ذوالکفل رکھ دیا گیا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ بلکہ ذوالکفلؑ نیک آدمی تھے۔

ان کے زمانہ میں ایک بہت زیادہ قتل کرنے والا بادشاہ تھا جو انبیاءؑ اور علماء کو قتل کر دیتا تھا، اس نے تین سو انبیاءؑ کو جمع کیا، اور بعض نے کہا ہے کہ چار سو انبیاء اور نیک لوگوں کو جمع کیا اور ان کو دن میں قتل کرنا شروع ہوا تو شام تک صرف ایک سو باقی رہ گئے تھے تو بادشاہ نے کہا کون آدمی مجھ سے ان لوگوں کی ذمہ داری لیتا ہے کہ کل صبح ان لوگوں کو میرے پاس لائے گا تا کہ میں ان کو قتل کر سکوں؟ تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا میں آپ سے ان لوگوں کی ذمہ داری لیتا ہوں تو اس نوجوان نے ذمہ داری لی اور ان لوگوں کو اپنے گھر لے گئے اور ان کو عشاء کا کھانا کھلایا پھر رات کے اندھیرے میں ان لوگوں کو چھوڑ دیا یہ سب فرار ہو گئے، صبح کو اس متکبر بادشاہ نے اس نوجوان کو بلوایا اور کہا جن کی ذمہ داری آپ نے اٹھائی تھی وہ کہاں ہیں؟ اس نوجوان نے کہا میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں گئے؟ تو بادشاہ نے اس نوجوان کو پکڑ کر اذیتیں دیں پھر اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو اس بادشاہ سے چھٹکارا دیا اور ان کی اس کوشش کی قدر دانی کی اور ان کا نام ذوالکفلؑ رکھا۔

اور دیگر مؤرخین نے فرمایا ہے کہ ذوالکفلؑ نبی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو الیسعؑ کے بعد کنعان نامی بادشاہ کی طرف بھیجا تھا، یہ بادشاہ عمالقہ قوم سے تعلق رکھتا تھا اور ذوالکفلؑ اس سے چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور اس کے کفر اور سرکشی سے ڈرتے تھے تو بادشاہ کو کہا گیا کہ آپ کی مملکت میں ایک آدمی ہے جو لوگوں کو خراب کر رہا ہے تو بادشاہ نے ذوالکفلؑ کی تلاش میں آدمی بھیجے تو ذوالکفلؑ کو بادشاہ کے پاس لایا گیا تو بادشاہ نے ذوالکفلؑ کو کہا مجھے آپ کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے تو ذوالکفلؑ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا قائل ہوں اور مخلوق کو اسی کی دعوت دیتا ہوں تو بادشاہ نے کہا کیا آپ کو ڈر نہیں لگتا کہ میں آپ کو قتل کر دوں گا؟ تو ذوالکفلؑ نے فرمایا میری بات سن، نہ جلد بازی کر اور نہ غصہ ہو۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے تو ذوالکفلؑ نے اپنے کلام کو اللہ تعالیٰ کی حمد و

ثناء سے شروع کیا پھر فرمایا اے بادشاہ! آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ معبود ہو تو آپ کا کیا کہنا ہے کہ کیا آپ ساری مخلوق کے معبود ہو یا صرف اپنی قوم کے؟ اگر آپ صرف اپنی قوم کے معبود ہو تو ساری مخلوق کا معبود کون ہے؟ اور اگر آپ ساری مخلوق کے معبود ہو تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ آپ کو تو صرف اپنے شہر کے لوگوں پر غلبہ حاصل ہے تو بادشاہ مبہوت ہوگیا اور کہنے لگا آپ کیا کہتے ہیں؟ ذوالکفلؑ نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ آپ کا اور ساری مخلوق کا معبود ہی تمام آسمانوں اور زمینوں کا معبود ہے اور سورج ، چاند، ستاروں، پہاڑوں ، سمندروں اور جانوروں کا خالق ہے آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اس کے عذاب سے بچیں۔ تو بادشاہ نے کہا جو شخص اس معبود کی عبادت کرے گا اس کو کیا بدلہ ملے گا؟ ذوالکفلؑ نے فرمایا ہمیشہ کی جنت۔ بادشاہ نے کہا اور جنت کیا ہے؟ ذوالکفلؑ نے بادشاہ کو جنت اور اس کی نعمتوں کے بارے میں بتایا اور وہ انعامات بتائے جو اللہ تعالیٰ نے جنت والوں کے لئے تیار کرر کھے ہیں اور جنتیوں کے حالات بتا کر بادشاہ کو مکمل ترغیب دی تو بادشاہ نے کہا جو اس معبود کی نافرمانی کرے گا اس کی سزا کیا ہوگی؟ ذوالکفلؑ نے فرمایا جہنم۔ پھر بادشاہ کو جہنم اور اس کے عذاب کے بارے میں بتایا اور اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کے لئے کیا سزائیں تیار کی ہیں وہ بتائیں اور جہنمیوں کا حال بیان کیا اور بادشاہ کو خوب خوف دلایا تو ذوالکفلؑ کی باتیں سن کر بادشاہ کا دل نرم ہوگیا اور وہ رونے لگا پھر ذوالکفلؑ کو کہنے لگا اگر میں آپ کے معبود پر ایمان لاؤں اور اس کی عبادت کروں تو کیا آپ مجھے اس جنت کی ضمانت دیتے ہیں جس کی آپ نے خوبیاں بیان کی ہیں اور اس جہنم سے نجات کی ضمانت دیتے ہیں جس کا تذکرہ آپ نے کیا ہے؟ تو ذوالکفلؑ نے فرمایا ہاں اور میں آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام ایک تحریر لکھ دوں گا جب آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے جائیں گے تو جو ضمانت میں نے دی ہے، اللہ تعالیٰ آپ اس کو بھی پورا کریں گے اور اس سے زیادہ عطا کریں گے۔ بادشاہ نے کہا تو آپ خط لکھ دیں تو ذوالکفلؑ نے لکھا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ یہ تحریر فلاں کفیل نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لکھی ہے کنعان بادشاہ کے لئے ،اس بادشاہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعتماد دلانے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے والے کا اجر ضائع نہیں کرتے اور کنعان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فلاں آدمی کی کفالۃ ہے اگر وہ توبہ کر کے واپس لوٹ آیا اور اپنے رب کی عبادت کی تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کریں گے اور اس کو جہنم سے نجات دیں گے کیونکہ وہ ایمان والوں پر رحم کرنے والے وسیع رحمت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اللہ تعالیٰ کے غصہ پر سبقت لے جاتی ہے۔ پھر ذوالکفلؑ نے خط پر مہر لگا کر خط بادشاہ کو دے دیا تو بادشاہ نے کہا اب مجھے بتائیں میں کیا کروں؟ تو ذوالکفلؑ نے بادشاہ کو حکم دیا اس نے غسل کیا اور پاک کپڑے پہنے۔ پھر ذوالکفلؑ نے اس پر اسلام پیش کیا تو اس نے حق کی گواہی دی اور ذوالکفلؑ نے اس کو شریعت اور نماز، روزوں کی تعلیم دی تو بادشاہ نے کہا میری اصلاح کی اب یہی صورت ہے کہ میں اپنے اس ملک سے چلا جاؤں اور عام لوگوں کے ساتھ جاملوں اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں گا۔ تو وہ بادشاہ چپکے سے اپنی قوم سے چلا گیا لوگوں نے بادشاہ

کو تلاش کیا تو وہ نہیں ملا تو اسی دوران کسی نے کہا کہ ذوالکفلؑ نے بادشاہ کو خراب کیا ہے تم ذوالکفلؑ کو تلاش کرو تو ذوالکفلؑ لوگوں سے چھپ گئے تو کچھ لوگ بادشاہ کی تلاش میں پوچھتے ہوئے چل پڑے یہاں تک کہ بادشاہ بہت دور ایک جگہ ملا، لوگوں نے بادشاہ کو دیکھا کہ بادشاہ نماز پڑھ رہا ہے تو لوگ بادشاہ کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑے۔ بادشاہ نے ان کی طرف منہ کر کے کہا تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کرو اور جان لو کہ میں آسمان وزمین، سورج، چاند اور ستاروں کے رب پر ایمان لے آیا ہوں پھر ان لوگوں کو وعظ ونصیحت کی اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی وہ سب اسلام لے آئے پھر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ بادشاہ کو موت آجائے تو بادشاہ نے اپنی قوم کو کہا تم یہاں سے نہ جاؤ، میری موت کا وقت آ گیا ہے تم مجھے دفن کر دینا۔ پھر بادشاہ نے وہ تحریر نکالی جو ذوالکفلؑ نے اس کے لئے لکھی تھی تو بادشاہ نے لوگوں کو کہا یہ خط پڑھو تو لوگوں نے وہ خط پڑھا اور اس میں جو لکھا تھا اس کو جان لیا اور کہا جب میں مر جاؤں گا تو اس خط کو میرے ساتھ دفن کر دینا تو لوگوں نے بادشاہ کو دفن کیا اور خط کو بادشاہ کے سینہ پر رکھ کر خط بھی بادشاہ کے ساتھ دفن کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا اس نے وہ خط اٹھا کر ذوالکفلؑ کو واپس لوٹا دیا اور کہا اے ذوالکفلؑ! اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کے ساتھ وعدہ پورا کیا ہے جس کی ذمہ داری آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اٹھائی تھی اور اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میں اپنے اولیاء کے اور فرمانبرداروں کے ساتھ اسی طرح کرتا ہوں تو ذوالکفلؑ اپنی جگہ سے نکل کر لوگوں کے سامنے آئے تو لوگوں نے ذوالکفلؑ کو پکڑ لیا اور ان کو کہا آپ نے ہمارے بادشاہ کے ساتھ دھوکہ کیا ہے تو ذوالکفلؑ نے فرمایا میں نے بادشاہ کے ساتھ دھوکہ نہیں کیا، میں نے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور اس کو جنت کی ضمانت دی وہ آج فلاں وقت وفات پا گیا ہے اور تمہارے ہی ساتھیوں نے اس کو دفن کیا ہے اور اس کے ساتھ میرا یہ خط بھی دفن کیا ہے جو میں نے بادشاہ کے لئے لکھا تھا۔ میں نے بادشاہ کو جو ضمانت دی تھی اللہ تعالیٰ نے وہ پوری کر دی ہے اور میرا یہ خط مجھے واپس کر دیا ہے اور یہ میری سچائی کی دلیل ہے، تم صبر کرو یہاں تک کہ تمہارے ساتھی تمہارے پاس واپس آجائیں تو تمہیں میری سچائی معلوم ہو جائے گی تو لوگوں نے ذوالکفلؑ کو قید کر لیا یہاں تک کہ ان کے ساتھی واپس آ گئے اور سارا واقعہ ان کو بیان کر دیا تو ذوالکفلؑ نے وہ خط نکال کر پوچھا کیا تم اس خط کو پہچانتے ہو؟ تو ان لوگوں نے خط کو پڑھا اور پہچان گئے اور کہنے لگے بلا شبہ یہ وہی خط ہے، ہم نے اس خط کو فلاں دن بادشاہ کے ساتھ دفن کیا تھا تو لوگوں نے دنوں کا حساب لگایا تو بادشاہ کی موت و دفن کے دن کے بارے میں ذوالکفلؑ اور ان لوگوں کی بات ایک ہی تھی تو ساری قوم ذوالکفلؑ پر ایمان لے آئی اور ذوالکفلؑ کے پیروکار بن گئے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار لوگ ذوالکفلؑ پر ایمان لے آئے اور ذوالکفلؑ نے جیسی ضمانت بادشاہ کو دی تھی ویسی ضمانت سب لوگوں کو دی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ذوالکفل رکھ دیا۔ تو ذوالکفلؑ کے بارے میں یہ تمام روایات منقول ہیں۔ (واللہ اعلم)

اور وہبؒ نے ذکر کیا ہے کہ ذوالکفلؑ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل میں ایک نیک نوجوان تھے جو نبی نہیں تھے، یہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے تھے اور لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے تھے ان کا نام شمعون تھا، یہ بنی اسرائیل میں رائے، عقل اور دین میں سب سے افضل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خواب میں حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے درمیان فیصلہ کریں۔ بنی اسرائیل کے اکثر انبیاءؑ کے پاس فرشتہ نہیں آتا تھا، اللہ تعالیٰ ان تک جو پیغام پہنچانا چاہتے وہ ان کو خواب میں دکھا دیتے تھے۔ ان شمعون کا آلہ تناسل کاٹ دیا گیا تھا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئی تھیں تو ان کی قوم نے اس بارے میں ان پر اعتراض کیا تو شمعون نے فرمایا میں اپنی آنکھوں سے وہ چیزیں دیکھتا تھا جو میرے دل کو میرے رب کی یاد سے مشغول کر دیتی تھیں اور مجھے دنیا کی یاد دلاتی تھی تو میں نے یہ پسند کیا کہ ان آنکھوں سے دنیا کو نہ دیکھوں۔ اور میرے آلہ تناسل کا کٹنا اس وجہ سے ہے کہ میں نے عورتوں کے فتنہ سے بڑا کوئی فتنہ اور شہوت سے زیادہ شدید کوئی چیز نہیں دیکھی۔ اور قریب ہے کہ یہ شہوت صاحبِ شہوت کو جہنم کی طرف کھینچ جائے گی تو میں نے یہ پسند کیا کہ میں اس سے بہت زیادہ دور ہو جاؤں تو شمعون ان لوگوں میں رہ کر احکامات جاری کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی وفات کا وقت قریب آگیا تو لوگ شمعونؒ کے پاس جمع ہو گئے اور کہا ہم پر اپنا جانشین مقرر کر دیں کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ آپ ہمیں بغیر خلیفہ کے چھوڑ جائیں گے تو ہم میں اختلافات اور جھگڑے ہوں گے تو شمعونؒ نے ان لوگوں پر اپنا ایک جانشین بنایا جن کا نام عیلی تھا۔ عیلی نے چالیس سال تک بنی اسرائیل میں احسن طریقہ سے عدل و انصاف قائم کیا پھر یہ کمزور ہو گئے، ان کے دو بیٹے تھے یہ باپ پر غالب آگئے اور رشوت لینا شروع کر دی اور فسق و فجور اختیار کیا اور قربانیوں کے گوشت میں قربانی کے نگران کے لئے جتنا حلال تھا اس سے زیادہ لینا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ ان پر غصہ ہوئے اور خلافت ان سے منتقل کر دی۔

اور حسنؒ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ عیلی پر غصہ ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے اپنے بیٹے کو ایک ایسی عورت کو دیکھتے ہوئے دیکھا جس کو دیکھنا بیٹے کے لئے حلال نہیں تھا تو اس کو کہا اے میرے بیٹے رک جا تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبیؑ کو فرمایا کہ عیلی کو کہہ دیں کہ میں آپ کی اولاد میں سے کبھی کوئی صدیق پیدا نہیں کروں گا کیونکہ آپ کو میرے بارے میں صرف اتنا غصہ آیا کہ آپ نے کہا رک جا اے میرے بیٹے! اور عیلی اپنی چارپائی سے گر گئے تو ان کا کوئی عضو ٹوٹ گیا اور ان کی بیوی کا بچہ گر گیا اور عیلی کا ایک بیٹا تھا، عیلی نے اس کو تابوت کے ساتھ جہاد کے لئے بھیجا تو وہ قتل ہو گیا اور کفار نے ان سے تابوت لے لیا اور کفار ان پر غالب آگئے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عیلی کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں نرمی کرنے پر سزا دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں شموئیلؑ کو نبی بنا کر بھیجا۔

اشموئیلؑ بن ہلقا علیہ السلام

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ عیلی پر غصہ ہوئے اور اشموئیلؑ کی طرف وصیت کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت اشموئیلؑ اپنی عبادت گاہ میں اونگھ کی حالت میں تھے انہوں نے اچانک آواز سنی اے اشموئیل! تو آواز سے گھبرا گئے اور اٹھ کر عیلیؑ کے پاس گئے اور ان کو کہا میں نے ایسی ایسی آواز سنی ہے تو عیلیؑ نے کہا آپ واپس اپنی جگہ چلے جاؤ جب آپ کو آواز آئے تو آپ کہیں اے میرے رب! آپ کا بندہ سن رہا ہے تو اشموئیلؑ واپس اپنی جگہ گئے تو آواز آئی اے اشموئیل! تو اشموئیلؑ نے عرض کیا اے میرے رب آپ کا بندہ سن رہا ہے آپ اس کو حکم دیں وہ اس کو پورا کرے گا تو آواز دی گئی آپ قریب ہو جاؤ اور سختی سے ہاتھوں سے محراب کو تھام لو تو اشموئیلؑ نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی جس دن آپ کو پیدا کیا تھا اسی دن نبی پیدا کیا تھا اور اب آپ کو نبی بنادیا ہے، آپ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور وحی اور کتابوں پر عمل کریں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اتنی کوشش کریں جتنی کوشش کرنے کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اشموئیلؑ کو فرمایا آپ عیلی کے پاس جائیں اور ان کو کہیں آپ نے اللہ تعالیٰ کی خلافت کو تبدیل کردیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے خلافت چھین لی ہے۔ جب اشموئیلؑ نے عیلی کو یہ خبر دی تو بنی اسرائیل میں اختلاف پیدا ہوگیا، بنی اسرائیل کے بہترین اور حق والے لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اشموئیلؑ کے ساتھ الگ ہوگئے اور عیلی اور اس کے پیروکار الگ ہوگئے اور ان کی آپس میں لڑائی ہوئی، انجام کار عیلی کے پیروکار فنا ہوگئے اللہ تعالیٰ نے اشموئیلؑ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کی تو اشموئیلؑ نے بنی اسرائیل میں قیام کیا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ[سورة البقرة: 253] .

(ترجمہ) اور اگر اللہ چاہتا تو جو لوگ ان پیغمبروں کے بعد ہوئے ہیں باہم نہ لڑتے اس کے بعد کہ ان کے پاس صاف دلائل پہنچ چکے تھے لیکن ان میں اختلاف پڑ گیا پھر بعض تو ان میں سے ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اشموئیلؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ [سورة البقرة: 246].

(ترجمہ) کیا آپؐ نے موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا۔

یہ نبی اشموئیلؑ تھے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں جس سے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام

ہیں جب تمام لوگ اشموئیلؑ پر متفق ہوگئے اور اشموئیلؑ کی پیروی شروع کردی تو بنی اسرائیل نے کہا:

ابۡعَثۡ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ[سورۃ البقرۃ:246]

(ترجمہ) ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کردیجئے تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں۔

بنی اسرائیل کی صورتحال یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک تابوت بنایا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

فِيۡهِ سَكِيۡنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوۡسٰى وَ اٰلُ هٰرُوۡنَ [سورۃ البقرۃ:248].

(ترجمہ) جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسلی ہوگی اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہونگی جن کو موسیٰؑ کی اور ہارونؑ کی اولاد چھوڑ گئی تھیں۔

کہا جاتا ہے کہ اس تابوت میں موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ہارونؑ کا عمامہ اور تورات کی تختیوں کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے تھے اور ترنجبین کا ایک قفیز (ماپنے کا آلہ) اور سونے کا پیالہ تھا۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس تابوت میں جو سکینہ تھی وہ بلی کی شکل کی ایک چیز تھی اس کا سَر بلی کے سَر جیسا تھا اور اس کا باقی جسم ہوا کی طرح ہلکا پھلکا یعنی لطیف جسم تھا۔ وہ لوگ جنگلوں میں جاتے تابوت اپنے آگے رکھتے تھے اور قتال کے لئے تابوت کے پیچھے صفیں باندھتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے کا ارادہ کرتے تو تابوت ان کے سامنے سے دشمن کی طرف چل پڑتا اور بنی اسرائیل اس تابوت میں سے مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز سنتے تھے تو اس کے پیچھے چل پڑتے اور ان کی مدد کی جاتی اور کوئی دشمن ان پر غالب نہ آسکتا تھا۔

اور روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کے معاملات اور زمینوں میں برکت عطا کردی تھی یہاں تک کہ بنی اسرائیل کا کوئی آدمی مٹی لے کر خشک پتھر پر چھڑک دیتا پھر اس پر کاشت کرتا تو اس کی فصل پیدا ہوجاتی تھی اور وہ ایک زیتون نچوڑتے تو وہ نچوڑنے والے اور اس کے گھر والوں کو کافی ہوجاتا تھا۔ جب انبیاء علیہم السلام وفات پا گئے اور ان لوگوں میں نئی نئی باتوں نے جنم لے لیا تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے دشمن عمالقہ کو ان پر مسلط کردیا۔ عمالقہ کا سردار جالوت تھا جو بڑا متکبر بادشاہ تھا۔ عمالقہ نے بنی اسرائیل سے تابوت چھین لیا اور واپس اپنے ملک چلے گئے اور جن عیلی کا تذکرہ کیا ہے لوگوں نے ان کو بتایا تو وہ تابوت کے غم میں وفات پا گئے۔

وہبؒ کی روایت میں اسی طرح ہے، بنی اسرائیل پر ان کے دشمن غالب آگئے اور ان کے تمام کام متاثر ہوگئے اور دشمنوں نے ان کی عورتوں اور بیٹیوں کو قید کرلیا تو اس وقت سب لوگ اپنے نبی اشموئیلؑ کے پاس گئے اور ان کو کہا:

ابۡعَثۡ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ قَالَ هَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا قَالُوۡا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَ قَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِيَارِنَا وَ اَبۡنَآئِنَا o وَ قَالَ لَهُمۡ نَبِيُّهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ بَعَثَ لَكُمۡ طَالُوۡتَ مَلِكًا [سورۃ البقرۃ:246-247].

(ترجمہ) ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کردیجئے تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں فرمایا کیا یہ احتمال ہے کہ اگر تم کو جہاد کا حکم دے دیا جائے تو تم جہاد نہ کرو، کہنے لگے ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں جبکہ ہمیں ہمارے گھروں سے اور ہماری اولاد سے نکال دیا گیا۔ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔

طالوت کا حال یہ تھا کہ وہ چمڑا رنگنے کا کام کرتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ شراب فروخت کرتے تھے تو ان کا گدھا گم ہوگیا، یہ اپنے گدھے کو تلاش کرتے کرتے اشمویئلؑ کے شہر میں آگئے اور اللہ تعالیٰ نے اشمویئلؑ کو وحی کردی تھی کہ میں بنی اسرائیل کے لئے ایک بادشاہ بھیج رہا ہوں، آپ اس عصا کو دیکھیں جو آپ کے گھر میں ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بانس کے ساتھ بھیجا تو اشمویئلؑ کو فرمایا آپ دیکھیں کہ آپ کے پاس کون آیا ہے؟ اس کی لمبائی اور قد اس عصا یا اس بانس جتنا ہوگا تو وہ بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا آپ کے گھر میں جس سینگ میں تیل ہے اس کو دیکھیں پھر جو شخص آپ کے پاس آئے اور اس کے لئے یہ تیل سینگ میں بڑھ جائے تو وہ آدمی بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا۔ آپ اس کے سَر پر تیل لگائیں، میں نے اس کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ جب طالوت اپنے گدھے کو تلاش کرتے ہوئے آئے اور ان کے ساتھ ان کا نوجوان غلام بھی تھا اور بعض نے کہا ہے کہ طالوت کا ساتھی تھا تو طالوت کا گزر اشمویئلؑ کے گھر پر ہوا تو اپنے غلام سے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے نبی کے پاس جاکر ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے دعا کریں۔ جب طالوت اشمویئلؑ کے گھر گئے تو اشمویئلؑ نے اندازہ لگایا کہ ان کا قد بانس جتنا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ سینگ میں تیل بڑھ گیا تو اشمویئلؑ کھڑے ہوئے اور تیل لاکر طالوتؒ کے سَر پر لگایا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اشمویئلؑ عصا یا بانس لائے اور طالوتؒ کا قد ناپا تو برابر تھا۔ اشمویئلؑ نے ان کو فرمایا آپ خوش ہوجائیں آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ ہیں پھر اشمویئلؑ نے بنی اسرائیل کے بڑے لوگوں کو جمع کرکے ان کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے:

قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ [سورة البقرة:247].

(ترجمہ) تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے کہنے لگے اس کو ہم پر حکمرانی کا حق کیسے ہوسکتا ہے بلکہ ہم اس کی بنسبت حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کو تو مالی وسعت بھی نہیں ملی۔

اور یہ بادشاہوں کی نسل میں سے نہیں ہیں کیونکہ بادشاہ یہوذا کی نسل میں سے ہوتے ہیں، تو اشمویئلؑ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ [سورة البقرة:247] (اللہ نے اس کو پسند کیا ہے

تم سے اور اس کو زیادہ وسعت دی ہے علم میں) یعنی جنگ کا علم وَ الْجِسْمِ [سورۃ البقرۃ:247] (اور جسم میں) کیونکہ یہ سب مردوں سے زیادہ لمبے قد والے اور زیادہ طاقتور اور زیادہ خوبصورت ہیں۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ :یُؤْتِیْ مُلْکَهٗ مَنْ یَّشَآءُ [سورۃ البقرۃ:247] (جس کو چاہتا ہے اپنی سلطنت دیتا ہے) اور یہ بادشاہت نسب اور مال کے ذریعہ عطاء نہیں ہوتی۔ اور نہ یہ تمہارے ذمہ ہے کیا تم اللہ کے حکم اور فیصلہ میں اللہ تعالیٰ پر سینہ زوری کرتے ہو؟ بنی اسرائیل کہنے لگے ہم اس کو ایک ہی صورت میں قبول کریں گے کہ اس کی بادشاہت پر کوئی نشانی ہو تو اشمویلؑ نے فرمایا:

اِنَّ اٰیَةَ مُلْکِهٖٓ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ بَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَ اٰلُ هٰرُوْنَ [سورۃ البقرۃ:248]

(ترجمہ) اس کے بادشاہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسلی ہوگی اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہونگی جن کو موسیٰؑ کی اور ہارون کی اولاد چھوڑ گئی تھیں۔

تابوت کا ذکر ہم کر چکے ہیں اس کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہوگا۔

بعض راویوں نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے بنی اسرائیل سے تابوت چھینا تھا وہ بت پرست تھے اور ان کا ایک بڑا بت تھا جو سونے کا بنا ہوا تھا اور اس پر ہیرے جواہرات اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ عمالقہ کے لوگوں نے یہ تابوت جا کر اپنے بت کے نیچے رکھ کر بت اس کے اوپر رکھ دیا جب صبح کو بت خانہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ بت اپنے تخت سے نیچے اوندھے منہ تابوت کے نیچے پڑا ہے اور تابوت اس کے اوپر ہے تو ان لوگوں نے بت کو اٹھا کر تابوت کے اوپر رکھ دیا اور اس کے دونوں پاؤں تابوت سے باندھ دیئے کہ یہ نیچے نہ گر پڑے اور اگلے دن آئے تو بت گرا ہوا تھا اور اس کے دونوں پاؤں ٹوٹے ہوئے تھے اور تابوت اس کے اوپر تھا تو لوگوں نے بادشاہ کو جا کر یہ بات بتائی تو کچھ لوگوں نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ یہ تابوت بنی اسرائیل کا معبود ہے، اس سے مقابلہ کی طاقت کسی میں نہیں ہے تم اس کو بنی اسرائیل کی بستی کی جانب پھینک دو اور روایات میں آتا ہے کہ ان لوگوں نے تابوت کو اپنی کوڑی میں دفن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بواسیر کو مسلط کر دیا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ایسا نہیں تھا بلکہ ان پر آنکھ کے ناسور کی وباء مسلط ہوگئی تھی اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر چوہے مسلط کر دیئے تھے تو چوہے سوئے ہوئے آدمیوں کے پاس آ کر ان کے نیچے سے داخل ہوتے اور ان کے پیٹ کا کچھ حصہ کھا جاتے تھے۔ ان چوہوں کی وجہ سے عمالقہ کے بہت سارے لوگ مر گئے جب عمالقہ ان سے عاجز ہو گئے تو بنی اسرائیل کی نسل میں سے ایک عورت نے عمالقہ کو کہا تم پر یہ مصائب اس تابوت کی وجہ سے آ رہے ہیں، تم یہ تابوت بنی اسرائیل کو واپس کر دو تو تم نجات پا جاؤ گے۔ عمالقہ قوم نے کہا تو نے جھوٹ کہا ہے بلکہ تو یہ چاہتی ہے کہ ہم یہ تابوت تیری قوم کو واپس کر دیں تو اس عورت نے کہا میری سچائی کی نشانی یہ ہے کہ تم دو گائیوں پر تابوت رکھ کر ان کو بستی سے نکال دو

اوران کے بچے اپنے پاس رکھ لو یہ دونوں گائے تابوت کو بنی اسرائیل کے پاس لے جائیں گی جب یہ وہاں پہنچیں گی تو یہ اپنی گردن کی لکڑیاں تڑوا کر تمہارے پاس واپس آجائیں گی تو عمالقہ قوم نے وہی کیا جو اس عورت نے ان کو کہا تھا تو وہ دونوں گائے اس تابوت کو لے کر بنی اسرائیل کی سرزمین تک پہنچ گئیں اور وہاں اپنی لکڑیاں توڑ دیں اور تابوت وہاں گرا کر واپس آگئیں تو بنی اسرائیل نے صبح دیکھا کہ تابوت ان کے شہر کے میدان میں پڑا ہے اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ عمالقہ قوم نے جب تابوت کوڑی میں ڈال دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا تو فرشتوں نے اس تابوت کو اٹھایا اور لا کر طالوت کے گھر کے صحن میں ڈال دیا۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ فرشتوں نے وہ تابوت اشموئیلؑ کے گھر کے صحن میں ڈال دیا تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ طالوت کے گھر کی چھت پر۔

جن حضرات نے یہ قول نقل کیا ہے تو باری تعالیٰ کے فرمان:

تَحۡمِلُهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ [سورة البقرة:248] (اس کو فرشتے اٹھالائیں گے) میں کوئی اشکال نہیں ہے اور جو حضرات پہلے قول کے قائل ہیں تو آیت میں فرشتوں کے تابوت اٹھانے کا معنی یہ ہوگا کہ فرشتوں نے گائیوں کو ہانکا اور تابوت ان گائیوں پر ہی رکھا ہوا تھا اور یہ آیت ایسے ہی ہے جیسے لوگ کہتے ہیں فلاں آدمی سامان مکہ کی طرف اٹھا کر جائے گا تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس سامان کو اپنی سواری پر رکھ کر سواری کو ہانک کر لے جائے گا۔

جب بنی اسرائیل نے تابوت دیکھا تو ان کو یقین ہوگیا اور طالوتؒ کے بادشاہ ہونے کا اقرار کرلیا اور ان کی موافقت کر کے ان کے ہاتھ مضبوط کئے پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ طالوتؒ لشکر جمع کر کے عمالقہ کے خلاف جہاد کریں اس وقت عمالقہ کا سردار جالوت تھا جو بڑا سرکش اور متکبر بادشاہ تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے بڑا ڈیل ڈول اور طاقت عطاء فرمائی تھی تو طالوتؒ نے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور ان کو لے کر چل پڑے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوۡتُ بِالۡجُنُوۡدِ [سورة البقرة:249] (پھر جب طالوت فوجوں کو لے کر چلے۔

روایات میں آتا ہے کہ یہ اسی ہزار لوگ تھے اور بعض نے کہا ہے کہ ستر ہزار تھے اور بعض نے کہا ہے کہ بیس ہزار تھے اور بعض نے کہا ہے آٹھ ہزار تھے (واللہ اعلم)۔

بنی اسرائیل اور کفار کے درمیان ایک بیابان حائل تھا جب یہ لوگ اس میں داخل ہوئے تو بنی اسرائیل نے اپنے نبی اشموئیلؑ کو کہا جبکہ ان کے علاقے میں پانی کے گڑھے اور کنویں ہوتے تھے، اب جو ہمارے پاس پانی ہے وہ ہمیں کافی نہیں ہے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے ایک نہر جاری کردیں تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے اردن سے نہر جاری کردی۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے: **اِنَّ اللّٰهَ مُبۡتَلِيۡكُمۡ بِنَهَرٍ فَمَنۡ شَرِبَ مِنۡهُ** [سورة البقرة:249]
(ترجمہ) اللہ ایک نہر سے تمہارا امتحان لیں گے پھر جو اس سے پیئے گا۔

اور کہا جاتا ہے کہ وہ نہر پہلے سے موجود تھی لیکن وہ لوگ اس کی جگہ نہیں جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے ظاہر کردی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمایا کہ وہ اپنے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو ظاہر کردیں تو اشموئیلؑ نے طالوتؒ کو کہا آپ بنی اسرائیل کو کہیں:

اِنَّ اللّٰهَ مُبۡتَلِيۡكُمۡ بِنَهَرٍ‌ فَمَنۡ شَرِبَ مِنۡهُ [سورة البقرة:249]

(ترجمہ) اللہ ایک نہر سے تمہارا امتحان لیں گے پھر جو اسے پیئے گا۔ اور جس نے اس نہر میں گھس کر پانی پیا۔

فَلَيۡسَ مِنِّىۡ‌[سورة البقرة:249] (وہ میرا نہیں) یعنی میرے مددگاروں میں سے۔

اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ غُرۡفَةً [سورة البقرة:249] (مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے گا)

ایک چلو کیونکہ یہ اس کو اور اس کے سواری کے جانوروں کو کافی ہے۔ جب بنی اسرائیل نہر پر پہنچے تو طالوتؒ کے اکثر ہمراہیوں نے گھونٹ گھونٹ کر کے پانی پیا۔

فَشَرِبُوۡا مِنۡهُ [سورة البقرة:249] (تو سب نے اس سے پیا) جیسا ان کو روکا گیا تھا۔

اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ‌[سورة البقرة:249] (مگر قلیل نے)۔

جن حضرات نے بنی اسرائیل کی تعداد اسی ہزار بتائی ہے ان کے نزدیک ان تھوڑے افراد کی تعداد چار ہزار تھی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ تھوڑے افراد تین سو تیرہ تھے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے بدر کے دن اپنے صحابہ کرامؓ کو ارشاد فرمایا تھا تمہاری تعداد طالوتؒ کے ساتھیوں کی تعداد کے برابر ہے اور تمہاری تعداد رسولوں کی تعداد کے برابر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ بدر کے دن تین سو تیرہ تھے۔ جن لوگوں نے اپنے منہ سے پانی پیا وہ سیر نہیں ہوئے تھے اور جنہوں نے ایک چلو بھرا تھا وہ ایک چلو ان کو اور ان کے جانوروں کو کافی ہو گیا تھا۔ جب طالوتؒ اور ان کے ساتھی نہر پار کر گئے اور جالوت کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا اور ان لوگوں نے جالوت کے لشکر کی کثرت اور شوکت دیکھی۔

قَالُوۡا لَا طَاقَةَ لَنَا الۡيَوۡمَ بِجَالُوۡتَ وَجُنُوۡدِهٖ‌ [سورة البقرة:249].

(ترجمہ) کہنے لگے ہمیں آج جالوت اور اس کے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔

اور روایات میں آتا ہے کہ جالوت دو لاکھ افراد کے ساتھ آیا تھا۔

قَالَ الَّذِيۡنَ يَظُنُّوۡنَ [سورة البقرة:249] (وہ لوگ کہنے لگے جن کو یقین تھا) یعنی ان کو یقینی علم ہے۔

اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمۡ مِّنۡ فِئَةٍ قَلِيۡلَةٍ غَلَبَتۡ فِئَةً كَثِيۡرَةً بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ [سورة البقرة:249].

(ترجمہ) کہ اللہ کے ہاں پیش ہونا ہے بہت جگہ تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر خدا کے حکم سے غالب ہوئی ہے۔ اور اس کی مدد کے ساتھ۔

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ [سورة البقرة:249] (اور اللہ جم کر لڑنے والوں کے ساتھ ہیں) پس تم صبر کرو۔

وَ لَمَّا بَرَزُوْا [سورۃ البقرۃ:250] لڑائی میں۔

لِجَالُوْتَ o وصادفوہ .وَ جُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ o فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ [سورۃ البقرۃ:250-251] یعنی داود۔اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم واحسان سے جو چاہا داوٗد کو علم دے رکھا تھا۔

(ترجمہ)اور جب وہ جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے ہوئے تو کہنے لگے اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور ہمارے قدم جمائے رکھ اور ہمیں کافر قوم پر غالب کر دے۔ پھر مومنوں نے جالوت والوں کو اللہ کے حکم سے شکست دی اور داودؑ نے جالوت کو مار ڈالا اور داود کو اللہ نے سلطنت اور تدبیر عطا فرمائی اپنے کرم اور احسان سے۔

حضرت داود علیہ السلام

داود بن ایشا یہوذا ابن یعقوبؑ کی اولاد میں سے تھے اور ان کے والد سے ان کے علاوہ اور چار نبی بھی تھے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ سات انبیاء تھے اور داودؑ ان میں سے سب سے چھوٹے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ تیرہ افراد تھے، ان میں سب سے چھوٹے داودؑ تھے۔ داودؑ کے والد نے ان کو اپنی بکریوں کا چرواہا بنادیا تھا۔ داودؑ ہر وقت بکریوں میں رہتے تھے۔ داودؑ کے معاملہ کی ابتدایوں ہوئی کہ ایک دن اپنے والد کے پاس آئے اور عرض کیا اے میرے ابا جان! میں اپنی غلیل سے جس چیز کو نشانہ بناتا ہوں اس کو پچھاڑ دیتا ہوں تو داودؑ کے والد نے فرمایا اے میرے بیٹے! آپ خوش ہوجاؤ اللہ تعالیٰ عنقریب آپ کا رزق آپ کی غلیل میں بنا دیں گے۔ پھر داودؑ دوسرے دن اپنے والد کے پاس آئے اور عرض کیا اے میرے ابا جان میں پہاڑوں کے درمیان چل رہا تھا تو میں نے ایک شیر دیکھا میں اس پر سوار ہوگیا اور میں نے اس کے دونوں کان پکڑے تو وہ میرے تابع ہوگیا اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ تو داودؑ کے والد نے کہا آپ خوش ہوجائیں یہ بہت بڑی چیز ہے، اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے تابع کردیں گے۔ پھر داودؑ دوسرے دن آئے اور عرض کیا اے میرے ابا جان میں پہاڑوں کے درمیان چل رہا تھا تو میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا تھا تو تمام پہاڑ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کررہے تھے تو والد صاحب نے فرمایا اے میرے بیٹے آپ خوش ہوجاؤ بلاشبہ یہ خیر ہے جو اللہ تعالیٰ آپ کو عطاء کریں گے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اشموئیلؑ کو وحی کی کہ آپ ایشا کے گھر چلے جائیں تاکہ وہ آپکے سامنے اپنا بیٹا پیش کریں۔ آپ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جالوت کی ہلاکت ان میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر ہو۔

اس کی علامت یہ ہوگی کہ آپ اس کے سَر پر وہ سینگ رکھ دیں جو آپ کے پاس ہے تو پانی بہہ پڑے گا اور بعض نے کہا ہے کہ تیل بہنے لگا۔ اور وہ ان کے چہرے پر نہیں بہے گا بلکہ ان کے سر پر تاج کی طرح جمع ہوجائے گا تو اشموئیلؑ ایشا کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو فرمایا کہ آپ میرے سامنے اپنے بیٹے بلائیں تو ایشا نے اپنے بیٹے اشموئیلؑ کے سامنے پیش کیے تو اشموئیلؑ ان کے لئے دعا کرتے اور ان میں سے ہر ایک کے سَر پر سینگ رکھتے لیکن علامت ظاہر نہ ہوتی تو آخر حضرت اشموئیلؑ نے ایشا کے بیٹوں میں سے ایک کو دیکھا جوان میں سب سے زیادہ حسین اور دراز قد اور مکمل جسم والے تھے تو اشموئیلؑ نے فرمایا مجھے جو صفات بیان کی گئی تھیں اگر وہ کسی میں ہوسکتی ہیں تو صرف اسی میں ہوسکتی ہیں تو اشموئیلؑ نے ان کے ساتھ بھی ویسا کیا جوان کے بھائیوں کے

ساتھ کیا تھا لیکن علامت ظاہر نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اشموئیلؑ کی طرف وحی کی کہ آپ لوگوں کو حسن و جمال کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں اور میں بندوں کو ان کے دل کی پاکیزگی پر ترجیح دیتا ہوں پھر اشموئیلؑ نے کہا ایشا کا ایک ہی بیٹا بچ گیا تھا اس کا بھی میں نے تجربہ کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایشا کا ایک دوسرا بیٹا بھی ہے آپ اس کو تلاش کریں تو اشموئیلؑ نے ایشا کو کہا آپ کا کوئی بیٹا باقی رہ گیا ہو تو اس کو حاضر کریں تو ایشا نے کہا میں نے سب بیٹوں کو حاضر کردیا ہے۔

اشموئیلؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کا ایک دوسرا بیٹا بھی ہے تو ایشا نے کہا وہ اتنا اہم نہیں ہے۔ اشموئیلؑ نے فرمایا اس کو بلائیں تو ایشا نے داوڈؑ کو حاضر کیا۔

اور حسنؒ سے مروی ہے کہ داوڈؑ کے سَر پر ایک جانب کچھ حصہ ابھرا ہوا تھا۔ داوڈؑ حاضر ہوئے تو ان کے جسم پر بوسیدہ کپڑے تھے اشموئیلؑ نے ان کو قریب بلایا اور داوڈؑ کے لئے دعا کی اور داوڈؑ کے سَر پر سینگ رکھا تو اللہ تعالیٰ نے جیسا ذکر کیا تھا وہ بہنے لگا تو اشموئیلؑ نے ایشا کو فرمایا اپنے اس بیٹے کی حفاظت کریں اور ان کے بارے میں خیر کی وصیت قبول کریں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایشا نے اشموئیلؑ کو کہا کہ میرا ایک بیٹا بچ گیا ہے ان سب میں چھوٹا ہے اور مجھے اس کو لوگوں کے سامنے حاضر کرنے سے شرم آتی ہے۔ وہ بکریوں میں رہتا ہے تو اشموئیلؑ نے اس بیٹے کی جگہ پوچھی تو اشموئیلؑ داوڈؑ کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں داوڈؑ اور ان کی بکریوں کی چراگاہ کے درمیان ایک وادی تھی تو اشموئیلؑ نے داوڈؑ کو تلاش کیا تو وادی میں بہت زیادہ پانی بہہ رہا تھا تو اشموئیلؑ نے دیکھا کہ داوڈؑ دو بکریوں کو اٹھاتے اور ان کو وادی پار کرادیتے لیکن پانی ان کو نقصان نہیں دیتا تھا تو اشموئیلؑ نے فرمایا جس آدمی کے اوصاف مجھے بیان کئے گئے ہیں، اگر لوگوں میں سے کوئی ہوسکتا ہے تو وہ یہ ہے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ جانوروں پر رحم کرتے ہیں تو وہ لوگوں پر زیادہ رحم کرنے والے ہوں گے۔ پھر اشموئیلؑ نے داوڈؑ کو سلام کیا اور ان کے لئے دعا کی اور سینگ داوڈؑ کے سَر پر رکھ دیا تو علامت ظاہر ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اشموئیلؑ کو خبر دی تھی کہ آپ کے پاس ایک زرہ ہے جو شخص اس کو پہنے گا وہ اس کے برابر ہوگی نہ اس سے لمبی ہوگی اور نہ اس سے چھوٹی ہوگی تو وہ بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا۔ تو اشموئیلؑ نے اپنی زرہ داوڈؑ کو پہنائی تو وہ ان کو بالکل پوری آگئی پھر اشموئیلؑ نے داوڈؑ سے پوچھا اے بھتیجے! کیا آپ نے ان دنوں میں کوئی ایسا کام دیکھا ہے جس نے آپ کو تعجب میں ڈال دیا ہو؟ داوڈؑ نے عرض کیا جی ہاں۔ اشموئیلؑ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ داوڈؑ نے کہا میں چل رہا تھا اچانک میرا گزر پتھروں پر ہوا تو انہوں نے مجھے آواز دی کہ اے داوڈ! ہمیں لے لو اور ہمارے ذریعہ سے جالوت کو قتل کرنا تو میں نے ان کو لے کر اپنے تھیلے میں ڈال دیا تو میں نے سنا ان میں سے ایک کہہ رہا تھا میں ہارونؑ کا وہ پتھر ہوں، میرے ذریعہ ہارونؑ نے فلاں بادشاہ کو قتل کیا تھا اور دوسرے نے کہا میں موسیٰ علیہ السلام کا وہ پتھر ہوں میرے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے فلاں دشمن کو قتل کیا تھا اور

تیسرے نے کہا میں داودؑ کا پتھر ہوں میرے ذریعہ داودؑ جالوت کو قتل کریں گے تو پتھر نے داودؑ کو کہا اے داود! جالوت کے قتل پر ہم آپ کے مددگار ہوں گے تو سب پتھر ایک پتھر ہو گئے پھر مجھے پتھر نے آواز دی اور کہا جب آپ کی جالوت سے مڈبھیڑ ہو تو مجھے اس کی طرف پھینک دینا میں ہوا کے ساتھ اس کی ہلاکت پر مدد کروں گا۔ جب داودؑ نے اشموئیلؑ کو اپنا واقعہ بیان کیا تو اشموئیلؑ نے داودؑ کو فرمایا آپ خوش ہو جائیں کیونکہ آپ جالوت کو قتل کریں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ آپ کو بنی اسرائیل کی بادشاہت اور نبوت عطاء کریں گے۔تو آپ اپنا معاملہ چھپالیں یہاں تک کہ تقدیر آپ کو اس وقت تک پہنچا دے اور اشموئیلؑ واپس تشریف لے گئے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ جب طالوت جالوت سے لڑائی کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ ایشا اور ان کے بیٹے بھی گئے اور ایشا اپنے بیٹے داودؑ کو اپنے گھر والوں پر اپنا جانشین بنا گئے کہ وہ گھر والوں کی دیکھ بھال کریں اور گھر والوں کے لئے کھانے وغیرہ کا انتظام کریں۔

راوی کہتا ہے داودؑ ایک دن اپنی بکریوں میں تھے اچانک آواز سنی اے داود! آپ جالوت کو قتل کریں گے آپ یہاں کیا کر رہے ہیں اپنی بکریاں اپنے رب کے پاس امانت رکھ دیں اور اپنے بھائیوں کو جا ملیں تو داودؑ نے اپنی بکریاں اپنے رب کے پاس امانت رکھیں اور روانہ ہو گئے جب اپنے والد کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! آپ کیوں آئے ہو؟ داودؑ نے عرض کیا میں اپنے بھائیوں کے پاس جانے کے لئے آیا ہوں تا کہ ان کا حال دیکھوں لیکن اپنے والد کو آواز سننے والی بات نہیں بتائی۔ داودؑ کے والد نے ان کے بھائیوں کے لئے سفر کے لئے کھانا وغیرہ تیار کرایا تھا تو انہوں نے داودؑ کو فرمایا اے میرے بیٹے! یہ کھانا لے کر اپنے بھائیوں کے پاس چلے جاؤ اور ان کا حال معلوم کرو اور اپنی بکریوں کے پاس جلدی واپس آجانا۔تو داودؑ اپنے بھائیوں کی طرف چل پڑے داودؑ کے پاس اپنا عصا اور تھیلا اور غلیل تھی۔ داودؑ چل رہے تھے کہ اچانک ایک پتھر نے آپ کو آواز دی کہ مجھے اٹھا لیں میں اسحاق علیہ السلام کا پتھر ہوں میرے ذریعہ سے اسحاق علیہ السلام نے فلاں کو قتل کیا تھا اور میں جالوت کو قتل کروں گا تو داودؑ نے پتھر اپنے تھیلے میں رکھ لیا پھر دوسرے پتھر نے آواز دی اور کہا اے داود! مجھے اٹھا لیں میں یعقوبؑ کا پتھر ہوں میرے ذریعہ انہوں نے فلاں فلاں کو قتل کیا تھا اور میں جالوت کو قتل کروں گا تو داودؑ نے اس کو بھی تھیلے میں رکھ لیا، پھر تیسرے پتھر پر گزر ہوا تو اس نے آواز دی اے داود مجھے اٹھا لیں میں ابراہیمؑ کا پتھر ہوں میرے ذریعہ انہوں نے فلاں فلاں کو قتل کیا تھا۔

جب داودؑ اپنے بھائیوں کے پاس پہنچے تو لوگوں کو جالوت کے تذکرے کرتے ہوئے سنا، لوگ اس کو بہت بڑھا چڑھا رہے تھے تو داودؑ نے فرمایا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ اس دشمن کو بہت بڑا سمجھ رہے ہو جیسے تم باطل پر ہو اور وہ حق پر ہے۔ کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ حق والے ہی غالب ہوتے ہیں؟ اللہ کی قسم اگر میرا جالوت سے آمنا سامنا ہو گیا تو میں اس کو قتل کر دوں گا تم لوگ مجھے طالوت کے پاس لے جاؤ تو لوگ حضرت داودؑ کو حضرت

طالوتؒ کے پاس لے گئے تو داودؑ نے حضرت طالوتؒ کو بھی یہی بات کہی تو طالوتؒ نے داوٗدؑ کو کہا آپ کے پاس کیا قوت ہے جس کا آپ نے خود تجربہ کیا ہے؟ تو داودؑ نے فرمایا بھیڑیا میری بکریوں میں داخل ہو جاتا ہے تو میں اس کو پکڑ کر اس کے جبڑے چیر دیتا تھا تو طالوتؒ نے کہا بھیڑیا تو کتا ہے یہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے۔ داودؑ نے فرمایا میں نے شیر کے ساتھ بھی ایسا کیا ہے جب وہ میری بکریوں میں داخل ہوا تھا۔ طالوتؒ نے کہا شیر پر حملہ سخت معاملہ ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ جب داودؑ اپنے بھائیوں کے پاس پہنچے تو لشکر میں ایک شخص اعلان کر رہا تھا کہ بادشاہ طالوت کہہ رہے ہیں کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کردوں گا اور اپنا ملک اس کو تقسیم کردوں گا تو داودؑ کے بھائیوں نے اس کو کہا تو مجنون ہے، جالوت اتنا بڑا اور طاقتور ہے اسکو قتل کرنے کی کس میں طاقت ہے! تو داودؑ نے کہا میں جالوت کا مقابلہ کر کے اس کو قتل کردوں گا تو داودؑ کے بھائیوں نے ان کو ڈانٹ کر کہا آپ خاموش ہو جاؤ، آپ کم سمجھ لڑکے ہو تو داودؑ خاموش ہو گئے اور پھر اپنے بھائیوں سے چھپ کر اعلان کرنے والے کے پاس گئے اور اس کو فرمایا آپ بادشاہ کو کہیں میں جالوت کے پاس جا کر اس کو قتل کروں گا جب اعلان کرنے والا طالوتؒ کے پاس گیا تو طالوت کو کہا جالوت کے مقابلہ کے لئے صرف بنی اسرائیل کا ایک نوجوان لڑکا آمادہ ہوا ہے۔ طالوت نے کہا اس کو لے آؤ تو داودؑ کو لایا گیا تو طالوت نے کہا آپ نے کہا ہے کہ میں جالوت کا مقابلہ کروں گا۔ داودؑ نے کہا جی ہاں۔ طالوت نے پوچھا آپ نے اپنے پاس کس چیز پر تجربہ کیا ہے؟ تو داودؑ نے بھیڑیئے اور شیر کا واقعہ ذکر کیا تو طالوت نے کہا ان شاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ آپ اس کو قتل کر دیں گے۔

پھر اگلے دن صبح کو دونوں لشکروں نے لڑائی کے لئے صفیں باندھیں تو طالوت نے داودؑ کو بلایا اور ان کو کہا آپ جالوت کے سامنے مقابلہ کے لئے جائیں۔ داودؑ نے فرمایا: جی ہاں تو طالوت نے داودؑ کے لئے گھوڑا، ہتھیار اور زرہ منگوائی اور کہا جاتا ہے کہ اشموئیلؑ نے یہ زرہ طالوت کو دی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ زرہ جس پہننے والے کو پوری آجائے تو وہ جالوت کا قاتل ہے۔ جب طالوت نے وہ زرہ داودؑ کو پہنائی تو وہ ان کو پوری آگئی تو طالوت یہ دیکھ کر خوش ہو گئے اور ان کو امید ہو گئی کہ داودؑ ہی وہ شخص ہیں جو جالوت کو قتل کریں گے۔ تو داودؑ طالوت کے پاس سے روانہ ہوئے جب تھوڑا سا چلے تو گھوڑے سے اتر گئے اور گھوڑے اور ہتھیار طالوت کو واپس کر دیئے تو طالوت نے کہا نوجوان ابھی سے جالوت سے ڈر گیا ہے تو طالوت نے داودؑ کو بلوا کر کہا آپ نے ہتھیار اور گھوڑا واپس کیوں کیا ہے؟ تو داودؑ نے جواب دیا میں ہتھیار پہننے اور گھوڑے پر سوار ہونے کا عادی نہیں ہوں لیکن میں اپنی عادت اور طاقت کے مطابق اس سے لڑوں گا تو داودؑ وہاں سے روانہ ہوئے اور جالوت کے سامنے مقابلہ کی جگہ کھڑے ہو گئے تو جالوت نے داودؑ کو کہا: لڑکے تجھے کیا ہو گیا ہے؟ داودؑ نے فرمایا میں تجھ سے مقابلہ کرنے آیا ہوں، جالوت نے کہا سارے لشکر میں سے تو مجھ سے لڑنے آیا ہے؟ داودؑ نے فرمایا: ہاں۔

راوی کہتے ہیں جالوت خوب ڈیل ڈول والا آدمی تھا اور اپنے جسم پر مناسب ہتھیاروں سے لیس تھا اور

روایات میں آتا ہے کہ اس کے خود کے بیضہ میں ایک سو بیس رطل لوہا تھا اور اس کے عمود (لمبائی) میں ایک سو ساٹھ رطل لوہا تھا (واللہ اعلم)۔

اور داودؑ نے تابوت کو اپنے آگے رکھا تو جالوت نے داودؑ کو کہا اے لڑکے! تو کس ہتھیار سے میرے ساتھ لڑے گا؟ داودؑ نے اپنی غلیل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس کے ساتھ۔تو جالوت نے کہا تو یہ چاہتا ہے کہ تو مجھ پر کتوں کی طرح پتھر پھینکے گا تو داودؑ نے فرمایا تو بھی تو ایک کتا ہی ہے پھر داودؑ نے اپنے تھیلے میں ہاتھ ڈالا تو دیکھا کہ تھیلے میں تینوں پتھر اچھل رہے تھے اور ہر ایک کہہ رہا تھا کہ مجھے ماریں پھر اللہ تعالیٰ نے ان تینوں پتھروں کو ایک پتھر بنا دیا تو داودؑ نے اس کو اٹھا کر اپنی غلیل میں رکھا اور جالوت کو تکبیر کہہ کر مارا۔راوی کہتے ہیں داودؑ کی تکبیر کا اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق، فرشتوں، وحشی جانوروں، حشرات الارض، درختوں اور پتھروں نے جواب دیا تو یہ پتھر ہوا میں جا کر تین ہو گئے ایک پتھر جالوت کی پیشانی پر لگا اور اس کے دماغ میں داخل ہو گیا اور ایک اس کی گدی سے نکل گیا اور جالوت کے لشکر کا دل شکست کھا گیا اور دوسرا پتھر جالوت کے لشکر کے دائیں حصہ پر گرا اور تیسرا پتھر جالوت کے لشکر کے بائیں جانب گرا تو سارا لشکر شکست خوردہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوا اور بنی اسرائیل ان کے پیچھے بھاگے، جیسے چاہتے ان کو قتل کرتے تھے اور داودؑ جالوت کے پاس گئے اور اس کا سر کاٹ کر لائے اور حضرت طالوتؒ کے سامنے پھینک دیا اور طالوتؒ اور مسلمان اللہ تعالیٰ کی مدد اور جالوت کے قتل اور دشمن کی شکست پر بہت زیادہ خوش ہوئے اور مال غنیمت لے کر کامیاب و کامران اپنے شہر کی طرف لوٹ گئے پھر داودؑ نے طالوت سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنا وعدہ پورا کریں تو طالوتؒ پر یہ بات گراں گزری اور شرمندہ ہو گئے۔ پھر داودؑ کو کہا میں نے آپ کو جو ضمانت دی تھی وہ میں کروں گا لیکن میری بیٹی کے لئے لوگوں کے مہر کے علاوہ کوئی مہر ہونا چاہیے تو داودؑ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ طالوتؒ نے کہا آپ ہمارے تین سو دشمنوں کی زبانیں لے آئیں۔طالوتؒ یہ سمجھے کہ داودؑ ایسا نہیں کر سکیں گے اور واپس آنے سے پہلے قتل ہو جائیں گے تو داودؑ وہاں سے روانہ ہوئے اور دشمن سے لڑائی کی اور ان کے ایک لشکر کو شکست دی اور ان کے تین سو افراد کی زبانیں کاٹیں اور طالوتؒ کے پاس لے آئے تو طالوتؒ اس معاملہ میں تاخیر کرنے لگے تو بنی اسرائیل کے بڑے بزرگ اور اشموئیلؑ طالوتؒ کے پاس آئے اور ان کے اس طرز پر ملامت کی تو آخر کار طالوتؒ نے داودؑ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔

راوی کہتے ہیں داودؑ کا چرچا لوگوں میں عام ہو گیا اور بنی اسرائیل کو داودؑ سے محبت ہو گئی تو طالوتؒ کو خدشہ لاحق ہوا کہ سارے لوگ داودؑ کی طرف مائل نہ ہو جائیں تو طالوتؒ نے اپنے بیٹے کو کہا اے میرے بیٹے! داودؑ کو قتل کر دو ورنہ بادشاہت ہم سے چھن کر اس کے پاس چلی جائے گی۔

اور وہبؒ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اشموئیلؑ کو حکم دیا کہ وہ طالوت کو کہیں وہ اہل مدین سے جہاد کرے وہ کافر ہو چکے ہیں، جب ان پر کامیاب ہو جائے تو ان میں ہر ذی روح کو قتل کر دیں تو طالوت ان کی

طرف روانہ ہوئے اور ان پر فتح یاب ہوئے اور ان کو قتل کر دیا اور ان کے بادشاہ کو قید کر لیا لیکن قتل نہیں کیا اور ان کے مویشی اپنے ساتھ ہانک لئے تو اللہ تعالیٰ نے اشموئیلؑ کو فرمایا کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ میں نے اسکو بنی اسرائیل کی بادشاہت عطا کی تھی تو اس نے میری نافرمانی کی۔تو اشموئیلؑ طالوتؒ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو فرمایا آپ نے کیا کیا؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، بادشاہ کو زندہ رہنے دیا اور جانوروں کو ہانک لائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ کسی ذی رُوح کو نہ چھوڑنا طالوت نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بادشاہ کو زندہ باقی رکھا ہے تا کہ جب اس کو قید کر کے لاؤں گا تو یہ نشانی ہو جائے گی اور جانوروں کو ہانک کر لایا ہوں تا کہ ان کو ذبح کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کروں تو اللہ تعالیٰ نے اشموئیلؑ کو وحی کی کہ میں نے اہل طالوت سے بادشاہت چھین لی ہے، ان کی اس نافرمانی کی سزا یہ ہے کہ ان میں سے کوئی اب بادشاہ نہیں بنے گا تو طالوت اس کے بعد اپنی بادشاہت چھننے سے بہت ڈرتے تھے۔جب طالوت نے لوگوں کو داؤدؑ سے محبت کرتے ہوئے دیکھا تو اپنے بیٹے کو داؤدؑ کو قتل کرنے کا حکم دیا تو بیٹے نے طالوت کو کہا اے ابا جان! داؤدؑ اپنے کارنامے کی وجہ سے آپ کی طرف سے قتل ہونے کے مستحق نہیں ہیں تو طالوت نے کہا تو احمق لڑکا ہے، وہ عنقریب تجھ سے اور تیرے گھر والوں سے بادشاہت چھین لے گا تو طالوت کا بیٹا اپنی بہن یعنی داؤدؑ کی اہلیہ کے پاس آیا اور ان کو یہ بات بتائی اور بہن کو کہا آپ اپنے خاوند کو کہو کہ وہ طالوت سے محتاط رہیں کیونکہ وہ داؤدؑ کو قتل کرنا چاہتے ہیں پھر طالوت نے اپنے بعض وزراء سے داؤدؑ کو قتل کرنے کا مشورہ کیا تو وزراء نے کہا یہ ایک ہی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ کی بیٹی آپ کی مدد کرے تو طالوت اپنی بیٹی کے پاس گئے اور اس کو کہا میں نے ایک کام کا ارادہ کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ میری اس کام میں مدد کرو تو بیٹی نے پوچھا وہ کیا کام ہے؟ طالوت نے وہ کام بتا دیا تو بیٹی نے والد کو کہا اے میرے ابا جان! آپ کو اس کام پر کس نے آمادہ کیا ہے مجھے ڈر ہے کہ اگر آپ نے یہ ارادہ کیا اور کامیاب نہ ہو سکے تو داؤدؑ آپ پر کامیاب ہو کر آپ کو قتل کر دیں گے تو طالوت نے بیٹی کو کہا آپ اپنے خاوند سے محبت کرتی ہو اور میری مدد نہیں کرنا چاہتی۔ بیٹی نے کہا آپ مجھے مہلت دیں میں آپ کے لئے ایک تدبیر اختیار کرتی ہوں تو آپ جیسے چاہیں اس کو قتل کر دیں۔طالوت نے کہا ایسا کرو تو بیٹی نے آمادگی ظاہر کر دی اور داؤدؑ کو اپنے والد اور بھائی کی بات بتا دی اور ان کو طالوت سے خبردار کیا پھر داؤدؑ کے قد کے برابر شراب کا مشکیزہ اٹھا کر داؤدؑ کی چارپائی پر لٹا دیا اور اسکو داؤدؑ کے کپڑوں سے ڈھانپ دیا اور داؤدؑ کو کہا آپ گھر میں چھپ جائیں پھر اپنے والد کے پاس آئیں اور کہا میں نے داؤدؑ کو بہت زیاد شراب پلائی ہے، ان لوگوں کے لئے شراب حلال تھی۔داؤدؑ اپنی چارپائی پر نشہ کی حالت میں سوئے ہوئے ہیں آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں تو طالوت تلوار لے کر آئے اور داؤدؑ سمجھ کر مشکیزہ پر تلوار چلائی تو طالوت پر شراب کے چھینٹے پڑے تو طالوت نے کہا اللہ تعالیٰ داؤدؑ پر رحم کریں وہ بہت زیادہ شراب پیتے تھے۔تو طالوت یہ سمجھے کہ انہوں نے داؤدؑ کو قتل کر دیا ہے پھر

یہاں راویوں کا اختلاف ہو گیا تو بعض راویوں کا کہنا ہے کہ طالوت نے جب یہ کیا تو اپنے فعل پر شرمندہ ہو کر رونے لگے پھر تلوار خود پر چلانے لگے تو ان کی بیٹی والد کو چمٹ گئیں اور کہا اے ابا جان آپ کیا کرنے لگے ہیں؟ طالوت نے کہا میں اپنے کئے پر شرمندہ ہوں اور میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر غصہ ہوں گے اور میں جانتا ہوں کہ میرے بیٹے مجھ سے راضی نہ ہوں گے۔ وہ مجھے داوڑ کے بدلہ میں قتل کر دیں گے اور میں اپنے ہاتھوں خود کو قتل کر رہا ہوں شاید اللہ تعالیٰ میرا گناہ معاف کر دیں۔ تو بیٹی نے کہا اے ابا جان! کیا آپ کو یہ بات خوش کرے گی کہ آپ نے ان کو قتل نہیں کیا۔ طالوت نے کہا ہاں۔ بیٹی نے کہا آپ نے داوڑ کو قتل نہیں کیا اور طالوت کی بیٹی نے داوڑ کو آواز دی تو وہ باہر طالوت کے پاس آگئے اور داوڑ نے کہا میں جانتا ہوں کہ شیطان نے آپ کے لئے یہ قتل مزین کیا ہے۔ میں نے آپ کو معاف کر دیا ہے اب آپ اور آپ کے رب کا معاملہ ہے۔

اور بعض راوی کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ طالوت یہ سمجھے کہ داوڑ قتل ہو چکے ہیں تو واپس چلے گئے، اگلی رات داوڑ آئے تو طالوت اپنے بستر پر سوئے ہوئے تھے تو داوڑ نے اپنا ایک تیر طالوت کے پاؤں کے پاس رکھ دیا اور ایک تیر طالوت کے دائیں اور ایک تیر بائیں جانب رکھ دیا اور یہ تیر رکھ کر چلے گئے صبح کو طالوت نے تیر دیکھے تو پہچان گئے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ داوڑ پر رحم کریں وہ مجھ سے زیادہ سخی اور بہتر ہیں۔ میں ان پر کامیاب ہوا تو ان کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا اور ان کو مجھ پر فتح یاب کیا لیکن انہوں نے مجھے قتل نہیں کیا۔ طالوت یہ سمجھے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے داوڑ کو زندہ کر دیا ہے اور اس کے بعد داوڑ طالوت سے چھپ کر شہروں میں چکر لگاتے تھے اور طالوت نے لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کر رکھا تھا کہ داوڑ وفات پا چکے ہیں پھر کچھ دن بعد ایک دن طالوت سوار ہو کر صحرا میں گئے تو داوڑ کو دیکھا اور ان پر حملہ کر دیا طالوت جانتے تھے کہ داوڑ ان کو قتل نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا ہے تو داوڑ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے طالوت ان کو نہیں پکڑ سکے پھر داوڑ طالوت سے دور ایک شہر میں چلے گئے اور طالوت کی وفات تک وہیں رہے۔ طالوت کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے داوڑ کو تلاش کیا اور واپس ان کی جگہ لے آئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے داوڑ کو اپنا بادشاہ بنا دیا اور اللہ تعالیٰ نے داوڑ کو بادشاہت اور حکمت عطا کی۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ جب طالوت نے اپنا ارادہ پورا کر لیا اور یہ سمجھے کہ داوڑ قتل ہو چکے ہیں ہم اس کا واقعہ ذکر کر ہی چکے ہیں۔ اور داوڑ نے واپس آ کر طالوت کو معاف کر دیا اور فرمایا اب آپ کا اور آپ کے رب کا معاملہ ہے تو طالوت نے اپنے اس فعل سے توبہ کرنا چاہی تو بنی اسرائیل میں ایک بہت بوڑھی عورت تھی جس کی ہر دعا قبول ہوتی تھی۔ اس عورت کے پاس اللہ تعالیٰ کا اسم اکبر تھا تو طالوت اس عورت کے پاس گئے اور اس کو کہا میں نے بہت بڑا گناہ کر دیا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کریں تو اس بوڑھی عورت نے خواب میں دیکھا کہ طالوت کی توبہ صرف الیسعؑ کی قبر پر ہی قبول ہو سکتی ہے تو اس نے یہ بات طالوت کو بتائی تو طالوت نے اس عورت

سے درخواست کی کہ وہ بھی طالوت کے ساتھ الیسعؑ کی قبر پر چلے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو وہ عورت طالوت کے ساتھ حضرت الیسعؑ کی قبر پر گئی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے الیسعؑ کو زندہ کیا، وہ اپنی قبر سے باہر تشریف لائے اور طالوت سے پوچھا آپ کو کیا ہوگیا ہے؟ تو طالوت نے الیسعؑ کو اپنی غلطی کے بارے میں بتایا اور کہا وہ توبہ کرنا چاہتا ہے تو الیسعؑ نے فرمایا آپ کی توبہ یہ ہے کہ آپ اپنی جان اور مال اور اپنے گھر والوں کے ساتھ جہاد کرتے رہو یہاں تک کہ تم میں سے کوئی زندہ باقی نہ رہے اور الیسعؑ واپس اپنی آرام گاہ میں تشریف لے گئے اور طالوت نے وہی کیا جو الیسعؑ نے حکم دیا تھا اور جب طالوت قتل ہوگئے تو بنی اسرائیل کا داودؑ کے بارے میں اتفاق ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے داودؑ کو بنی اسرائیل پر بادشاہ بنا دیا اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

وَ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ [سورۃ البقرۃ: 251] (اور داود کو اللہ نے سلطنت اور تدبیر عطا فرمائی)۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ طالوت اپنے گمان کے مطابق داودؑ کو قتل کر چکے تھے جب اس فعل پر شرمندہ ہوئے تو توبہ طلب کرنے اشموئیلؑ کے پاس گئے اشموئیلؑ اس وقت حیات تھے اور ان سے اپنی توبہ کے بارے میں پوچھا تو اشموئیلؑ نے فرمایا اگر آپ نے داودؑ کو قتل کر دیا ہے تو مجھے آپ کے لئے کوئی توبہ معلوم نہیں ہے لیکن میرا خیال نہیں ہے کہ آپ اس کام پر قادر ہوسکے ہوں گے، آپ اپنی بیٹی کے پاس واپس جائیں شاید آپ کو کوئی حل مل جائے تو طالوت بیٹی کے پاس گئے اور اس کو قسم دے کر پوچھا تو اس نے والد سے وعدہ لیا کہ وہ داودؑ کے ساتھ برائی کا ارادہ نہیں کریں گے اور نہ غصہ میں بھریں گے اور لڑکی نے اس بات پر اشموئیلؑ کو گواہ بنایا طالوت نے وعدہ کرلیا تو وہ لڑکی داودؑ کو لے آئی طالوت نے داودؑ سے صلح کرلی اور ان سے راضی ہوگئے تو اشموئیلؑ نے طالوت کو کہا اب آپ کی توبہ یہ ہے کہ آپ اپنی بادشاہت داودؑ کے حوالے کر کے یہاں سے چلے جائیں تو طالوت نے ایسا ہی کیا اور اللہ تعالیٰ نے داودؑ کے لئے بادشاہت اور خلافت جمع کر دی اور بعض نے کہا ہے کہ طالوت اپنی موت تک بادشاہ رہے اشموئیلؑ اس سے پہلے وفات پا گئے تھے اور طالوت کی موت کے بعد ملک اور خلافت داودؑ کو ملی۔ (واللہ اعلم)

حضرت داودؑ کے مزید حالات

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ [سورۃ ص: 17]
(اور ہمارے قوت والے بندے داود کو یاد کریں بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے)

اور باری تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ [سورۃ السبا: 10]
(اور ہم نے داودؑ کو اپنی طرف سے بزرگی دی تھی اے پہاڑو! داودؑ کے ساتھ خوش آوازی سے تسبیح پڑھو)

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا [سورۃ النمل: 15] (اور ہم نے داودؑ اور سلیمانؑ کو ایک علم عطا فرمایا تھا)

اور وہ تمام واقعات جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں داودؑ کے بیان کئے ہیں۔ ہم داودؑ کا نسب ذکر کر چکے

ہیں یہ یہوذا بن یعقوب کی اولاد میں سے تھے۔ جب ان کو بادشاہت مل گئی اور بنی اسرائیل ان سے محبت کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے داوڑ پر اپنی کتاب زبور نازل کی۔ زبور میں صرف دعا اور اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور ثناء کے کلمات تھے۔ زبور میں حلال وحرام، فرائض اور حدود کا ذکر نہیں تھا۔ داوڑ زبور پڑھا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے داوڑ کو اتنی اچھی آواز دی تھی جو صرف آپؑ کی خصوصیت ہے۔ نہ آپ سے پہلے کسی کو دی گئی تھی اور نہ آپ کے بعد کسی کو دی گئی ہے۔ جو آپؑ کی آواز سنتا اس کا دل آپؑ کی طرف مائل ہو جاتا تھا۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ داوڑ کے حلق میں ستر بانسریاں تھیں اور کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی آواز ستر مختلف اقسام میں نکلتی تھی۔

وہبؒ فرماتے ہیں کہ جب داوڑ زبور کی قرأت کرتے تو ان کی آواز پر وحشی جانور، درندے، پرندے اور مویشی جمع ہو جاتے تھے اور ایک دوسرے کو نقصان بھی نہ دیتے تھے اور داوڑ کی قرأت سنتے تھے اور اسی طرح سانپ داوڑ کی آواز سننے کے لئے باہر نکل آتے تھے۔ سننے والوں نے داوڑ کی آواز جیسی آواز نہیں سنی تھی تو جن و انس اور جانور سب داوڑ کے گرد حلقہ بنا کر (براجمان) ہو جاتے تھے، شیطان اتنی مخلوق کو جمع دیکھ کر رسوا ہو کر چلا گیا اور اپنے شیطانوں کو جمع کیا اور کہا میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں لوگوں کو داوڑ سے پھیرنے کا کیا طریقہ ہے؟ تو سب نے کہا آپ ہم سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ شیطان نے کہا لوگوں کو وہی چیز داوڑ سے پھیر سکتی ہے جو داوڑ کی آواز کے مشابہ ہو۔ تو ابلیس نے داود کی آواز کے مشابہ باجے، بانسریاں اور لہو ولعب کے تمام آلات بنانے کا حکم دیا اور شیطانوں نے بانسریاں اور باجے بجائے اور گمراہ لوگ ان کو سن کر ان کے پیچھے چل پڑے۔

وہبؒ فرماتے ہیں اور داوڑ بنی اسرائیل میں حق کے ساتھ فیصلے کرتے رہے داوڑ عبادت گزار نبی تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ مشقت اٹھاتے اور کوشش کرتے تھے اور سب سے زیادہ روتے تھے۔ اپنے ابتدائی دور میں داوڑ نے خوب کوشش کی اور مسکینوں پر بہت رحم کیا اور داوڑ بھیس بدل کر گھر سے نکل جاتے تھے کہ آپ کو کوئی پہچان نہ سکے اور باہر سے آنے والوں سے پوچھتے تھے تمہارے بادشاہ اور نبی داوڑ کا کیا حال ہے وہ کیسے آدمی ہیں؟ مجھے اس بارے میں بتاؤ کیا تمہیں ان میں کوئی عیب نظر آتا ہے یا ان کی کوئی بات ناپسند نظر آتی ہے؟ تو لوگ کہتے وہ بہترین آدمی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے لئے اور اپنی امت کے لئے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو ایسے آدمی کی شکل میں بھیجا جو سفر سے واپس آرہا ہو تو داوڑ اس کو ملے اور اس سے وہی سوال کیا جو باہر سے آنے والوں سے کرتے تھے تو فرشتے نے کہا وہ تمام لوگوں سے زیادہ بہتر ہیں اگر ایک عادت نہ ہوتی۔ داوڑ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرشتے نے کہا وہ مسلمانوں کے مال میں سے خود بھی کھاتے ہیں اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلاتے ہیں تو اس وقت داوڑ نے اپنے رب سے سوال کیا کہ ان کو کوئی ہنر سکھا دیں جس کو کام میں لا کر داوڑ اپنا اور اپنے گھر والوں کا خرچ اٹھائیں تو اللہ تعالیٰ نے داوڑ کو لوہے کی زرہ بنانے کا ہنر سکھا دیا اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ[سورۃ السبا:10](اور ہم نے داوُدؑ کے لئے لوہا نرم کردیا تھا)۔
اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ[السبا:11] (اور ہم نے داوُدؑ کے لئے لوہا نرم کردیا تھا۔تا کہ پوری زرہیں بناؤ)۔

فرماتے ہیں ہمارے نزدیک داود نے زرہ دنیا کمانے کے لئے نہیں بنائی تھیں کیونکہ انبیاء دنیا نہیں کماتے یہ کام تو داوُدؑ نے معجزہ کے طور پر کیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے داوُدؑ کے لئے لوہا نرم کردیا تھا تو لوہا داوُدؑ کے ہاتھ میں ایسے نرم ہوتا تھا جیسے لوگوں کے ہاتھ میں موم ہوتی ہے۔داوُدؑ آگ ہتھوڑے اور دوسرے آلات کی مدد کے بغیر لوہے سے جو چاہتے بنا لیتے تھے۔تو داوُدؑ وہ زرہ بناتے جس کے حلقوں کے سرے ظاہر و جدا نہیں ہوتے تھے۔یہ داوُدؑ کا معجزہ تھا اور داوُدؑ اگرچہ ان زرہوں کو بیچ کر اس میں سے اپنی ذات پر خرچ کرتے تھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ کمائی اور رزق کی تلاش میں ہوتا ہو،وہ اس سے بَری تھے۔

اور کہا جاتا ہے کہ داوُدؑ ہر ہفتہ میں ایک دن صحراء کی جانب تشریف لے جاتے وہاں داوُدؑ کے لئے ایک کرسی رکھی جاتی ،داوُدؑ اس پر بیٹھ کر زبور پڑھتے اور جن وانس اور مویشی، وحشی جانور، درندے، پرندے اور مچھلیاں تمام جاندار داوُدؑ کے اردگرد جمع ہوجاتے تھے۔اور داوُدؑ جب تسبیح کرتے تھے تو پہاڑ اور خشکی اور سمندر کے جانور آپ کو جواب دیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ [السبا:10](اے پہاڑو اور پرندو!داوُدؑ کے ساتھ خوش آوازی سے تسبیح پڑھو) اور داوُدؑ نے اپنے ایام چار قسموں پر تقسیم کررکھے تھے ایک دن علماء کے ساتھ بیٹھ کر علمی مباحثے کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے اور ایک دن لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے تھے اور ایک دن اپنی عبادت گاہ میں رہتے اور اپنے رب کی مناجات اور عبادت کے لئے خلوت اختیار کرتے تھے اور ایک دن اپنی بیویوں اور گھر والوں کے ساتھ خلوت اختیار کرتے تھے۔

اور داوُدؑ کی حکمت میں سے ایک یہ بات روایت کی گئی ہے کہ کسی عقلمند کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے دن میں چار گھڑیوں سے غافل ہو۔ایک گھڑی میں اپنے رب سے مناجات کرے اور ایک گھڑی میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور ایک گھڑی اپنے بھائیوں کے پاس آئے وہ اس کو اس کے عیوب بتائیں اور ایک گھڑی اپنے نفس کو حلال لذتیں دینے کے لئے رکھے اور اس گھڑی کے ساتھ باقی تین گھڑیوں پر مدد ملے گی۔اور عقل مند کے لئے مناسب ہے کہ وہ تین چیزوں کو نہ چھوڑے: آخرت کا زادراہ جمع کرنے اور معاش کے انتظام اور حلال لذت حاصل کرنے کو۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ داوُدؑ نے عرض کیا اے میرے رب!میں آپ کی زمین میں خیرخواہی کی کیسے کوشش کروں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آپ میرا ذکر کثرت سے کریں اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس سے محبت کریں اور لوگوں کے لئے وہ فیصلہ کریں جو آپ اپنے لئے کریں اور آپ اپنے غیر حاضر بھائی کے بستر سے اجتناب کریں اور اللہ تعالیٰ نے داوُدؑ کی سلطنت مضبوط کردی تھی۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ [سورۃ صٓ:20] (اور ہم نے ان کی سلطنت کو قوت دی)۔

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ داوٗدؑ کے عبادت خانہ کا رات و دن تیس ہزار آدمی پہرہ دیتے تھے، یہ داوٗدؑ کی بادشاہت کی قوت تھی اور بعض نے کہا ہے کہ ایک آدمی نے داوٗدؑ کے سامنے دوسرے آدمی کے خلاف ایک بیل کا دعویٰ کیا تو داوٗدؑ نے اس سے گواہی مانگی اس کے پاس گواہی نہیں تھی اور مدعا علیہ نے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے داوٗدؑ کو وحی کی کہ منکر مدعیٰ علیہ کو قتل کر کے بیل مدعی کو دے دیں۔ تو داوٗدؑ نے مدعا علیہ کو بلوایا اور اس کو اللہ تعالیٰ کی وحی بتائی تو اس نے کہا اے اللہ کے نبی آپ نے سچ فرمایا ہے میں نے اس مدعی کے والد کو قتل کر کے یہ بیل غصب کیا تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے تو داوٗدؑ نے اس کو قتل کر کے بیل مدعی کو دے دیا۔ تو لوگوں کی نگاہوں میں داوٗدؑ کی اہمیت بہت بڑھ گئی اور لوگ کہنے لگے: داوٗدؑ وحی اور غیب سے فیصلہ کرتے ہیں تو لوگوں پر داوٗدؑ کی سخت ہیبت چھا گئی تو ایک عرصہ تک لوگ داوٗدؑ کے اس فیصلہ سے عبرت حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ داوٗدؑ پر وہ آزمائش آئی۔ لوگوں کا اس کے سبب میں اختلاف ہوا ہے۔

حضرت داود علیہ السلام کی آزمائش

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَهَلْ اَتٰكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ [سورۃ صٓ:22-21]

(ترجمہ) اور کیا آپؐ کو ان اہل مقدمہ کی خبر پہنچی جو عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آئے تھے جب وہ داوٗدؑ کے پاس گھس آئے تو وہ ان سے گھبرا گئے وہ کہنے لگے مت گھبرائیے۔

بعض لوگ فرماتے ہیں کہ داوٗدؑ کی آزمائش کا سبب یہ تھا کہ داوٗدؑ بنی اسرائیل کے علماء کے ساتھ ایک دن تشریف فرما تھے تو علماء نے کہا ابن آدم کا کوئی دن کسی نہ کسی گناہ کے ارتکاب سے خالی نہیں ہوتا تو داوٗدؑ نے دل میں کہا میں قسم اٹھاتا ہوں کہ میں عبادت کے دن کوشش کروں گا کہ کوئی کوتاہی نہ کروں تو عبادت کے دن اللہ تعالیٰ نے اس خیال کی وجہ سے داوٗدؑ کو آزمائش میں مبتلا کیا اور داوٗدؑ اس دن نہ بچ سکے۔

اور روایات میں آتا ہے کہ اس کا سبب یہ تھا کہ داوٗدؑ نے اپنے رب سے مناجات کی کہ میں نے آپ کی دی ہوئی کتاب میں پڑھا ہے کہ آپ نے مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو کیا کیا کرامات دے کر اکرام کیا تھا تو آپ نے ان انبیاء علیہم السلام کا کس وجہ سے اکرام کیا تھا تاکہ میں بھی ان جیسے اعمال کروں تو آپ ان جیسا اکرام میرا بھی کریں تو اللہ تعالیٰ نے داوٗدؑ کو وحی کی اے داود! میں نے ان انبیاءؑ کو آزمائش میں مبتلا کیا ان انبیاء نے آزمائش پر صبر کیا تو میں نے ان کا اکرام کیا تو داوٗدؑ نے عرض کیا اے میرے رب! آپ مجھے بھی آزمائش میں مبتلا کریں تاکہ میں صبر کروں تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اے داود! آپ نے آزمائش کو عافیت پر ترجیح دی ہے تو آپ محتاط

ہوجائیں میں آپ کو اسی مہینے فلاں دن آزمائش میں مبتلا کروں گا۔ یہ رجب کا مہینہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے داوڈ کو خبر دی تھی کہ ان کو تیرہ رجب پیر کے دن آزمائش میں مبتلا کریں گے جب وہ دن آیا تو داوڈ اپنی عبادت گاہ میں داخل ہوگئے اور آزمائش کے خوف سے اس کے لئے ذہنی طور پر تیار ہوگئے۔

راوی کہتے ہیں داوڈ اپنی عبادت گاہ میں زبور پر جھکے ہوئے اس کو پڑھ رہے تھے تو اچانک عبادت گاہ کے روشن دان سے کبوتر جیسا ایک پرندہ داخل ہوا اور داوڈ کے سامنے آگرا بعض نے کہا ہے کہ یہ ابلیس تھا اس نے داوڈ کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ صورت اختیار کی تھی اور روایت میں آتا ہے کہ اس پرندے کا جسم سونے کا اور اس کے پَر ریشم کے تھے جن پر موتی جڑے ہوئے تھے اور اس کی چونچ سرخ یاقوت کی اور اس کی آنکھیں دو سبز زمرد کی تھیں اور اس کی ٹانگیں فیروزج کی تھیں۔ تو داوڈ پرندے کے قریب ہوئے جب اس کو دیکھا تو اس کو جنت کا پرندہ سمجھے اور اس کے حسن پر تعجب کرنے لگے۔

داوڈ کا ایک چھوٹا بیٹا تھا تو داوڈ نے دل میں کہا اگر میں اس پرندے کو اپنے بیٹے کے لئے لے جاؤں تو وہ خوش ہوجائے گا یہ سوچ کر پرندے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ تھوڑا دور ہوگیا پرندے نے کئی مرتبہ ایسے کیا پھر داوڈ زبور کو چھوڑ کر اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے داوڈ کو آزمائش کے بارے میں پہلے سے آگاہ کردیا تھا وہ بھول گئے تو پرندہ روشن دان سے اڑ کر باغ کی طرف چلا گیا۔ داوڈ نے روشن دان سے اس کو تلاش کیا تو وہ اوریا کے باغ کی طرف اڑ گیا یہ باغ داوڈ کی عبادت گاہ کے ساتھ تھا تو داوڈ نے باغ میں نظر دوڑائی تاکہ معلوم ہوجائے کہ پرندہ کہاں گیا ہے؟ تو باغ کے تالاب میں ایک عورت کو دیکھا جو برہنہ ہوکر غسل کررہی تھی، داوڈ کی نگاہ اس پر جاپڑی اور عورت نے پانی میں آدمی کے سایہ کی صورت دیکھی، تو سَر اٹھا کر داوڈ کو دیکھا، اس عورت کے بال بہت زیادہ تھے اس نے اپنی مینڈھیوں اور بالوں سے اپنے جسم کو ڈھانپ لیا اور داوڈ کی نگاہ جیسے ہی اس عورت پر پڑی انا للہ کہہ کر واپس اپنی جگہ تشریف لے گئے اور داوڈ کے دل میں اس عورت کا خیال آگیا۔ اوریا کی بیوی اپنے زمانہ کی سب سے حسین وجمیل عورت تھی پھر داوڈ نے اپنے قابل اعتماد غلاموں میں سے ایک کو بھیجا اور فرمایا آپ جاکر اس عورت کو دیکھیں کہ اس کا کیا حال ہے؟ اس نے واپس آکر کہا اس کا نام تشایع بنت شایع ہے اوریا بن حنانا کی بیوی ہے اور اوریا گھر نہیں ہے وہ ایوب بن صوریا کے لشکر میں بلقاء کی طرف گیا ہے۔ ایوب داوڈ کا بھانجا تھا اور اس لشکر کا امیر تھا، ان لوگوں نے بلقاء میں ایک قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو داوڈ نے اپنے بھانجے ایوب کو خط لکھا کہ وہ اوریا کو حکم دیں کہ وہ لڑائی کے دن تابوت کو لے کر آگے آگے رہے اور قلعہ کے دروازہ پر لڑائی کرکے واپس نہ لوٹے یا تو قتل ہوجائے یا اللہ تعالیٰ اس کو فتح عطاء کردیں۔

فرمایا اور بنی اسرائیل کی عادت یہ تھی کہ وہ تابوت ہر سال آگے رکھا جاتا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل کے قبائل میں سے کسی قبیلہ کا ایک آدمی ہر لڑائی میں تابوت آگے رکھتا تھا، اس بارے میں ان سب قبائل

کی باری لگتی تھی تو تابوت کے آگے وہ لڑتا رہتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دیں یا وہ قتل ہو جائے۔ جب خط ایوبؑ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اوریا کو پڑھ کر سنایا اس نے کہا میں نے سن لیا اور اطاعت کروں گا اور لڑائی کے دن تابوت آگے رکھا اور قلعہ کے جنگجو اوریا کی طرف بڑھے اُوریا بنی اسرائیل کے شہسواروں میں سے تھے تو اوریا نے خوب لڑائی کی اور قلعہ فتح کر لیا تو امیر لشکر داوڑ کے بھانجے نے داوڑ کو فتح کی خوشخبری اور اوریا کے کارنامے کی خبر بھیجی ،اوریا یہ انتظار کرنے لگے کہ داوڑ اور ایوب کی طرف سے اوریا کے اس کارنامہ پر اعزاز واکرام ہوگا۔ تو داوڑ نے ایوب کو خط میں حکم دیا کہ وہ ایک دوسرے قلعہ پر چڑھائی کریں جو پہلے سے زیادہ مضبوط اور خطرناک تھا اور یہ بھی لکھا کہ اوریا کو حکم دو کہ وہ تابوت سے آگے رہے تو ایوب نے وہ خط اوریا کو پڑھ کر سنایا اوریا نے کہا میں نے سن لیا اور اطاعت کرتا ہوں تو تابوت سے آگے بڑھ گیا اور قلعہ والے مقابلہ کے لئے باہر نکلے تو اوریا نے ان سے خوب لڑائی کی اور قلعہ کو فتح کر لیا تو امیر لشکر نے داوڑ کو فتح کی خوشخبری بھیجی اور اوریا کے کارنامے بتائے اور انتظار کرنے لگے کہ داوڑ اوریا کی تعریف کریں گے اور اعزاز واکرام سے نوازیں گے۔ تو داوڑ نے اپنے بھانجے امیر لشکر کو خط لکھا کہ وہ اوریا کو ایک دوسرے قلعہ کی طرف پیش قدمی کا حکم دیں۔ جب خط ایوب کے پاس آیا اور وہ اوریا کو پڑھ کر سنایا تو اوریا نے کہا میں جانتا ہوں تو اوریا نے وہ تابوت لے کر قلعہ کی طرف پیش قدمی کی اور لشکر میں سب سے پہلے مقتول اوریا ہوئے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ اوریا پہلی لڑائی میں تابوت کے آگے قتل ہو گئے تھے۔ (واللہ اعلم) تو داوڑ کے بھانجے امیر لشکر نے داوڑ کو اوریا کی ہلاکت کا خط لکھا اور خط لے کر جانے والے کو کہا جب آپ داوڑ کے پاس پہنچیں تو فوراً خط نہ دینا اگر ان کو گراں نہ گزرے تو خط دے دینا۔ تو قاصد نے داوڑ کو خط لکھا اس میں لکھا تھا کہ اوریا قتل ہو چکے ہیں اور ان کے قتل کی وجہ سے لشکر سخت مشقت میں پڑ گیا ہے تو داوڑ نے اس کے جواب میں لکھا جنگ ڈول کی طرح ہوتی ہے ایک مرتبہ تمہارے لئے اور ایک مرتبہ تمہارے خلاف ،کبھی ایک جیسی حالت نہیں ہوتی۔

فرماتے ہیں بعض لوگوں نے یہاں داوڑ کے اس عورت سے عشق اور اس کو بہکانے اور اوریا کے قتل کے حیلے میں ایسی چیزیں ذکر کی ہیں جن کا ذکر کرنا اچھا نہیں ہے۔ خاص طور پر انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ان باتوں کا تذکرہ کرنا اچھا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ نہ میں ان کو پسند کرتا ہوں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کے بارے میں ایسا اعتقاد رکھتا ہوں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم لوگوں نے جو کچھ ذکر کیا ہے یہ بھی تو اوریا کے قتل کا حیلہ تھا تو کیا آپ لوگ اس کو جائز قرار دیتے ہیں تو ہم کہیں گے ہم نے جو روایت ذکر کی ہے تو اس کو مؤرخین ومفسرین نے بھی ذکر کیا ہے اس لئے ہم نے بھی اس کو لکھ دیا ہے اور میرے نزدیک اوریا داوڑ کے خط اور حیلہ کے بغیر شہید ہو گئے تھے۔ اور داوڑ کی لغزش صرف یہ تھی کہ جب آپؑ کو اوریا کے قتل کی خبر پہنچی تو آپؑ نے ویسا غم نہیں کیا جو اوریا جیسے

جانباز کے لئے کرنا چاہیے تھا۔ اور شاید داوڑ سمجھے کہ اوریا شہید ہوکر جنت میں چلے گئے اور میں ان کی عدت ختم ہونے کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کروں گا تو اس بارے میں نہ مجھ پر کوئی اعتراض ہے اور نہ کوئی گناہ ہے تو اتنی بات ہم داوڑ کے لئے جائز سمجھتے ہیں اور یہ دل کی لغزش تھی کہ وہ اوریا کے قتل پر راضی ہوگیا تا کہ اوریا کے بعد اس کی بیوی سے حلال طریقہ سے نکاح کر سکے گا۔

اب ہم واقعہ کی طرف واپس آتے ہیں پھر داوڑ نے اس خاتون کو روکا جب اس کی عدت گزر گئی تو اس کو نکاح کا پیغام بھیج کر اس سے نکاح کرلیا اور اس بات کو کافی عرصہ گزر گیا، داوڑ اس کو کوئی گناہ نہ سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ داوڑ کو ان کی لغزش دکھائیں اور ان کی نبوت کی طرف رہنمائی کریں تو اللہ تعالیٰ نے داوڑ کی طرف دو آدمیوں کو بھیجا جن کا آپس میں جھگڑا تھا وہ داوڑ کے پاس آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَهَلُ اَتٰکَ نَبَؤُ الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ [سورة ص:21]

(ترجمہ) اور کیا آپ کو ان اہل مقدمہ کی خبر پہنچی جو عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آئے تھے۔

یہاں راویوں کا اختلاف ہے تو بعض حضرات نے کہا ہے کہ داوڑ اپنی عبادت کے لئے مخصوص دن میں اپنی عبادت گاہ میں موجود تھے اور جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ بہت سارے لوگ پہرہ دے رہے تھے اور داوڑ کے دروازے پر بہت سے دربان تھے تا کہ ان سے گزرے بغیر کوئی داوڑ کے پاس نہ آسکے اور ان سب کے باوجود داوڑ نے دروازہ پر ایک آدمی بٹھا رکھا تھا جو اس دن داوڑ کے پاس کسی کو نہ جانے دیتا تھا تو داوڑ یا نماز میں مشغول تھے یا قراءت میں، اچانک دیکھا کہ دو آدمی داوڑ کے سامنے کھڑے ہیں تو داوڑ ان کو دیکھ کر گھبرا گئے اور فرمانے لگے یہ لوگ میری اجازت اور علم کے بغیر کیسے اندر داخل ہوگئے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ یہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے آئے ہیں تو ان میں سے ایک نے کہا:

لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ [سورة ص:22].

یعنی ہم دو جھگڑا کرنے والے ہیں یا یہ مطلب تھا کہ ہم میں سے دو آدمی جھگڑ پڑے ہیں۔

بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ [سورة ص:22] (ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے)

تو ہم آپ کے پاس آئے ہیں تا کہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں۔

بِالْحَقِّ (انصاف کا) اور انصاف کے ساتھ۔

وَلَا تُشْطِطْ (اور بات کو دور نہ ڈالیں) اور حق سے تجاوز نہ کریں۔

وَاهْدِنَآ (اور ہمیں راہ بتا دیں) ہمارے معاملہ میں۔

اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ [سورة ص:22] (سیدھی راہ)

تو داوڑ نے فرمایا تم دونوں کا کیا تنازعہ ہے۔ مدعی نے کہا:

اِنَّ هٰذَآ اَخِیۡ لَهٗ تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ نَعۡجَةً وَّلِیَ نَعۡجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكۡفِلۡنِیۡهَا [سورة صٓ:23]

(ترجمہ) یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میری صرف ایک دنبی ہے پھر کہتا ہے وہ بھی میرے حوالے کردے۔

یعنی مجھے اس کا نگران بنادو میں اس کی حفاظت کروں گا۔ جب میں نے اس سے واپس مانگی ہے تو مجھے انکار کردیا ہے۔

''وَعَزَّنِیۡ'' (اور مجھ سے زبردستی کرتا ہے) یعنی اور مجھ پر غالب ہوگیا۔

فِی الۡخِطَابِ [سورة صٓ:23] (بات میں) اور جھگڑا میں۔

داوٗدؑ نے فرمایا: لَقَدۡ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعۡجَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهٖ [سورة صٓ:24]

(ترجمہ) اس نے تجھ پر ظلم کیا جو تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملانے کا سوال کیا۔

کیونکہ آپ کے پاس صرف ایک دنبی تھی اور اس کے پاس زیادہ دنبیاں تھیں پھر اس نے وہ دنبی آپ کو واپس نہیں کی اور آپ کو انکار کردیا۔

وَاِنَّ كَثِیۡرًا مِّنَ الۡخُلَطَآءِ لَیَبۡغِیۡ بَعۡضُهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیۡلٌ مَّا هُمۡ [سورة صٓ:24]

(ترجمہ) اور بلاشبہ اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور ایسے تھوڑے ہیں)۔ عدل و انصاف والے لوگوں میں سے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دونوں فرشتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھیجا تھا تاکہ وہ داوٗدؑ کو ان کی لغزش پر ضرب المثل کے ذریعہ متنبہ کریں اور ان فرشتوں نے دو دنبی کے بارے میں کہا، یہ مثال تھی عورتوں کے بارے میں کیونکہ داوٗدؑ کی ننانوے بیویاں تھیں۔

اس پر اگر یہ اعتراض ہو کہ اگر وہ فرشتے تھے تو مدعی اپنی اس بات میں جھوٹا ہوتا ہے۔

اِنَّ هٰذَآ اَخِیۡ لَهٗ تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ نَعۡجَةً [سورة صٓ:23].

(ترجمہ) یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں۔

کیونکہ دوسرا فرشتہ نہ اس کا بھائی تھا اور نہ اس کے پاس کوئی دنبی تھی۔

ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ابو عبداللہؒ نے کتاب الحجج میں فرمایا ہے یہ بات ان فرشتوں نے بطور مثال کی تھی گویا کہ فرشتہ نے کہا آپ کی کیا رائے ہے اگر یہ میرا بھائی ہو یعنی میرا ساتھی ہو کیونکہ بھائی کو ساتھی اور ساتھی کو بھائی کہہ دیا جاتا ہے اور اس کی ننانوے دنبیاں ہوں اور میری ایک دنبی ہو اور یہ میرے ساتھ ایسے ایسے کرے تو ہمارے درمیان کیا فیصلہ ہوگا؟ تو اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے اس کی مثال ایسے ہے کہ دو آدمیوں کے

درمیان جھگڑا ہوا اور ان میں سے ہر ایک ایک وکیل بنائے تو دونوں وکیل فیصلہ کی مجلس میں حاضر ہوں تو ان میں سے ایک دعویٰ کرے گا کہ میرا اس پر سو درہم ہے اور دوسرا انکار کرے گا تو اس کی بات جھوٹ نہیں ہوگی۔ کیونکہ مدعی کا وکیل یہ کہنا چاہتا ہے کہ اگر اس مدعا علیہ کے وکیل کے ذمہ سو درہم ہوں تو ہمارے درمیان کیا فیصلہ ہوگا۔ اسی طرح فرشتوں کا معاملہ بھی ہوا تھا اور علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو وہ چیز عطا کردی ہو جو انہوں نے ذکر کی تھی کہ ان میں سے ایک کو کئی دنبیاں اور دوسرے کو ایک دنبی دی ہو اسی طرح ان کی بات سچی ہو جائے گی۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دونوں آدمی ابدال میں سے تھے، داودؑ کے پاس آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو الہام کیا تا کہ داودؑ نے اوریا کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس پر داودؑ کو متنبہ کردیں اور ان دونوں کی دنبیاں تھیں ان میں سے ایک نے دوسرے کو کہا اپنی دنبی میری کفالت میں دیدے تا کہ میری بات جھوٹ نہ ہو۔

اور سب سے بہترین بات ابو عبداللہ نے فرمائی ہے کہ جب داودؑ نے دونوں کے درمیان فیصلہ کردیا اور ایک آدمی کی طرف ظلم کی نسبت کردی تو مدعی حضرت داودؑ پر مسکرانے لگا تو داودؑ کو غصہ آگیا اور فرمایا تم نے ظلم کیا اور جب تمہارے خلاف فیصلہ کیا گیا تو تم ہنستے ہو۔ جبکہ تم اس کے محتاج تھے کہ تم کوئی ایسا رویہ اختیار کرتے جس سے تم سے یہ اور یہ راضی ہوجاتا یعنی اس کا سر اور اس کی پشت، تو فرشتے نے کہا: قبول رویہ اختیار کرنے کے لائق میں نہیں آپ ہیں، پھر وہ آپ کی آنکھوں سے غائب ہوگئے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دونوں فرشتے داودؑ کے پاس سے چلے گئے تو داودؑ نے عبادت گاہ کے دروازے پر متقرر خادم کو بلا کر پوچھا یہ دو آدمی کون تھے جو میرے پاس آئے تھے اور آپ نے ان دونوں کو کیوں آنے دیا؟ انہوں نے آکر مجھے مشغول کردیا تھا تو دربان نے کہا میں نے تو آپ کے پاس آتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ کوئی باہر نکلا ہے تو داودؑ نے فرمایا کیوں نہیں، ابھی میرے پاس دو آدمی آئے تھے تو میں نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا اور وہ باہر چلے گئے ہیں، لگتا ہے آپ سوئے ہوئے تھے اور آپ نے کسی کو نہیں دیکھا تو داودؑ نے فرمایا دربان کو میرے پاس بلالاؤ ان کو بلا کر ویسے ہی ڈانٹا ان سب نے کہا ہم نے آپ کے پاس آتے اور جاتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ داودؑ نے فرمایا سبحان اللہ میرے پاس دو آدمی جھگڑا لے کر آئے تھے تو دربانوں نے کہا ہمارے پاس سے تو کوئی نہیں گزرا تو دروازے کے چوکیدار سے پوچھنے کے لئے بندہ بھیجا تو انہوں نے بھی دربانوں جیسا جواب دیا تو داودؑ فکر میں پڑ گئے اور جان گئے کہ یہ فرشتے تھے اس لئے ان کو کسی کے بارے میں معلوم نہیں ہے اور ان فرشتوں نے جو فیصلہ کروایا وہ مثال تھی جو انہوں نے اوریا کے بارے میں بیان کی تھی۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ جب داودؑ نے مدعی علیہ کی طرف ظلم کی نسبت کی، اس نے کہا مجھ سے زیادہ ملامت کا وہ مستحق ہے جس کی ننانوے بیویاں ہوں اور اس کی پڑوسی کی ایک بیوی تھی تو اس نے حیلہ کرکے اپنے

پڑوسی کی بیوی کو بھی اپنی بیویوں کے ساتھ ملا لیا پھر وہ دونوں چلے گئے۔
اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:
وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ [سورة ص:24] (اور داودؑ سمجھ گئے کہ ہم نے ان کو آزمایا ہے)۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جب داودؑ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیا تو وہ دونوں کہنے لگے آدمی نے اپنے خلاف فیصلہ کیا ہے تو داودؑ ان دونوں کی بات سن کر سوچنے لگے کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے داودؑ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ یہ ایک مثال تھی تا کہ داودؑ کو ان کے فعل پر تنبیہ کر دیں جو انہوں نے اوریا کی بیوی کے بارے میں کیا داودؑ روتے ہوئے سجدہ ریز ہو گئے۔ روایات میں آتا ہے کہ داودؑ نے چالیس دن سجدہ سے سَر نہیں اٹھایا، صرف فرض نماز یا انسانی حاجت کے لئے سَر اٹھاتے تھے، نہ ان دنوں میں کچھ کھایا نہ پیا اور نہ سوئے۔ یہاں تک کہ داودؑ کے آنسوؤں سے سَر کے اردگرد گھاس اگ آیا اور داودؑ سجدہ میں استغفار کرتے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کرتے۔

اور روایت میں آتا ہے کہ داودؑ نے اپنے سجدہ میں کہا اے میرے معبود بہت لمبے عرصہ سے آپ نے مجھ پر احسان کئے ہیں، آپ نے رحم میں میری صورت بنائی اور مجھے اندھیروں سے روشنی میں نکالا پھر مجھے ہدایت کی علامت اور تقویٰ کا مرکز بنایا اور آپ نے مجھے نعمتیں اور آسانیاں عطا کیں اور پے در پے نعمتیں نچھاور کیں اور مصیبتیں ٹال دیں۔ جب آپ حساب کے دن مجھ سے اپنی نعمتوں کے شکر کے بارے میں سوال کریں گے تو میں کیا کروں گا اور آپ مجھے میری خطاؤں کا بدلہ اپنی ناراضگی سے دیں گے تو میں کیا کروں گا؟ اے میرے معبود !میری لغزشیں معاف فرما دیں اور مجھے گرنے کے بعد بلند کر دیں اور میری جرأت کی وجہ سے مجھے ناامید نہ کریں اور آپ کا علم کافی ہے کہ میں آپ کی ناراضگی والے کسی کام کو اختیار کروں۔ اے میرے معبود کیا کل آپ تمام مخلوق کے حاضر ہونے کے دن مجھے خطا کاروں کی جگہ ٹھہرائیں گے؟ اے میرے معبود اگر آپ مجھے معاف کر دیں تو آپ پہلے ہی میرے بے شمار قصور معاف کر چکے ہیں اور اگر آپ میرے عیبوں پر پردہ ڈال دیں تو بہت لمبے عرصے سے آپ نے مجھ پر پردہ ڈالا ہوا ہے اور اگر آپ مجھ سے درگزر کریں تو آپ بہت پہلے سے مجھ پر کرم واحسان کرتے آئے ہیں۔ اے نیک لوگوں کی فریاد رسی کرنے والے اور نیک لوگوں کے ولی! اگر آپ کے نزدیک میرا یہ چہرہ میری خطاؤں کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو میں اپنے ہدایت یافتہ آباء واجداد کے حق کے ساتھ آپ سے سوال کرتا ہوں اور ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے حق کے ساتھ آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے کشادگی عطا فرمائیں جیسا کہ آپ نے ان انبیاء علیہم السلام کو کشادگی عطا فرمائی تھی اور آپ اپنے فضل اور رحمت سے میرے گناہ معاف فرما دیں۔

اور روایت میں آتا ہے کہ داودؑ نے کہا آپ کی ذات پاک ہے آپ ایسے خالق ہیں جو بندہ اور اس کے دل

کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ آپ کی ذات پاک ہے، آپ نور کے خالق ہیں میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ اپنی رحمت سے میری مغفرت کر دیں اور مجھے اپنی مغفرت سے دور نہ کریں، آپ کی ذات پاک ہے آپ نور کے خالق ہیں، میں آپ کے وجہ کریم کی پناہ مانگتا ہوں، اپنے ان گناہوں سے جنہوں نے مجھے ہلاک کر دیا ہے۔ آپ کی ذات پاک ہے آپ نور کے خالق ہیں میں نے اپنی خطاؤں کا اعتراف کر لیا ہے، مجھے نا امید ہونے والوں میں سے نہ بنائیں۔ آپ کی ذات پاک ہے نور کے خالق ہیں جب میں اپنی خطا کو یاد کرتا ہوں تو ہر چیز بھول جاتا ہوں اور جب آپ کی وسیع رحمت یاد کرتا ہوں تو رحمت کی امید کرتا ہوں۔ تو اوپر سے آواز دی گئی اے داود! کیا آپ بھوکے ہیں تو ہم آپ کو کھانا کھلائیں یا پیاسے ہیں تو ہم آپ کو پانی پلائیں یا مظلوم ہیں کہ ہم آپ کی مدد کریں۔ تو داودؑ نے عرض کیا اے میرے معبود! نہیں بلکہ میں خطا کار ہوں اپنی خطاؤں سے ڈرتا ہوں اور آپ کے عذاب اور سزا کا ڈر ہے اور آپ کی معافی اور مغفرت کی امید کرتا ہوں تو آواز دی گئی اے داود! کیا ہم نے آپ کا ملک مضبوط نہیں کر دیا اور آپ کا ستون قوی نہیں کر دیا؟ کیا میں نے آپ کو رسول اور نبی اور ولی نہیں بنایا؟ کیا میں نے آپ سے عمدہ ثواب اور اچھے ٹھکانہ کا وعدہ نہیں کیا؟ آپ کو حساب کے دن کی ختم ہونے والی شہوت اور ناپید ہونے والی لذت سے مشغول نہیں کیا؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ میرے بندے اور میرے خواص کو میری یاد شہوات کی پیروی کرنے اور لذات کی سواری اور خطاؤں اور لغزشوں کی پیروی سے مشغول رکھتی ہے تو داودؑ نے کہا اے میرے معبود! بلکہ میں نے جو کیا ہے، اس سے بھی زیادہ آپ کی نعمت ہے اور میرے لئے ملامت ہے تو آواز دی گئی اے داود! تو داودؑ نے عرض کیا اے میرے آقا! میں حاضر ہوں۔ اگر میں خود پر یہ ذمہ داری نہ لی ہوتی کہ میں آپ کی نیکیوں کی قدر دانی کروں گا اور آپ کی برائیوں سے درگزر کروں گا تو میں آپ کو سزا دیتا لیکن میں نے آج آپ کی خطائیں معاف کر دی ہیں اور ان پر پردہ ڈال دیا ہے اور اسی وجہ سے باری تعالیٰ نے فرمایا:

فَغَفَرْنَا لَهُ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ [سورة ص:25]

(ترجمہ) پھر ہم نے ان کا وہ کام معاف کر دیا اور ان کے لیے ہمارے ہاں مرتبہ اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

پھر آواز دی گئی آپ اپنا سر اٹھائیں تو داودؑ نے سر نہیں اٹھایا یہاں تک کہ جبرائیلؑ آئے تو داودؑ نے سر اٹھایا اور جبرائیلؑ نے داودؑ کو مغفرت کی خوشخبری دی تو داودؑ نے عرض کیا اے میرے معبود آپ نے میری خطائیں معاف کر دی ہیں اب میں اوریا کے ساتھ کیا کروں میں نے ان کے ساتھ ظلم کیا تھا اور ان کی بیوی چھین لی تھی اور قتل کے لئے ان کو آگے بڑھا دیا تھا۔ آپ عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے والے ہیں اگر قیامت کے دن آپ نے مجھے پکڑ لیا تو میرا کیا حال ہوگا تو وہبؒ نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا آپ اوریا کی قبر پر جائیں اور ان کو آواز دے کر ان سے یہ حلال کرالیں۔ تو داودؑ اوریا کی قبر پر تشریف لے گئے اے اوریا! تو اوریا نے جواب دیا لبیک لبیک مجھے میری نیند سے کس نے بیدار کیا ہے اور میری لذت ختم کر دی ہے؟ تو داودؑ نے فرمایا میں

نے۔اوریا نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ کس وجہ سے تشریف لائے ہیں؟ داودؑ نے فرمایا میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ میرے لئے وہ سب کچھ حلال کردیں جو میں نے کیا ہے۔اوریا نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ داودؑ نے فرمایا میں نے قتل کے لئے آپ کو آگے کیا تھا۔اوریا نے کہا آپ نے جنت کے لئے مجھے آگے کیا تھا آپ تشریف لے جائیں آپ کے لئے حلال ہے۔تو داودؑ خوشی خوشی واپس لوٹ آئے تو اللہ تعالیٰ نے داودؑ کو وحی کی کہ اے داود! کیا آپ نہیں جانتے کہ میں عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے والا ہوں میں ضد اور ہٹ دھرمی سے فیصلہ نہیں کرتا۔آپ نے اوریا کو وہ باتیں کیوں نہیں بتائیں جو آپ کے دل میں اس کی بیوی کے بارے میں تھیں تو داودؑ واپس تشریف لے گئے اور دوسری مرتبہ اوریا کو آواز دی اے اوریا تو اوریا نے جواب دیا میں حاضر ہوں کس نے میری لذت ختم کردی اور مجھے میری نیند سے بیدار کردیا ہے؟ داودؑ نے فرمایا میں داود ہوں اوریا نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ کو کیا حاجت لے آئی ہے؟ داودؑ نے فرمایا میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ مجھے معاف کردو۔اوریا نے کہا کیا میں نے آپ کو معاف نہیں کردیا تھا؟ داودؑ نے فرمایا کیوں نہیں لیکن میں نے آپ کے ساتھ سب کچھ اس لئے کیا تھا تاکہ آپ کی بیوی سے نکاح کرلوں اور میں اس سے نکاح کرچکا ہوں تو بعض راویوں نے روایت کیا ہے کہ اوریا نے کہا میں آپ کے لئے یہ حلال نہ کروں گا تو داودؑ بے ہوش ہوکر گر گئے اور دوسری روایت میں ہے کہ اوریا نے کوئی جواب نہیں دیا۔داودؑ نے تین مرتبہ اوریا کو آواز دی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو داودؑ مایوس ہوگئے اور اسکی قبر کے پاس کھڑے ہوکر اپنے سَر پر مٹی ڈالنے لگے اور کہنے لگے: داود یہ بربادی ہے جب انصاف کا ترازو لگایا جائے گا جس دن ظالم اور مظلوم کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اس دن داودؑ کے لئے بربادی ہے۔جس دن داود کا مدمقابل اس کو پکڑ لے گا اس دن داودؑ کے لئے بربادی ہے۔جس دن داودؑ کو خطاکاروں کے ساتھ جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا اس دن داودؑ کی بربادی ہے۔جس دن زبانیہ داودؑ کو جہنم کی طرف ہانکیں گے اس دن داود کے لئے بربادی ہے اور یہ کہتے ہوئے داودؑ پر غشی طاری ہوجاتی تھی تو آسمان سے آواز آئی اے داود! میں نے آپ کی مغفرت کردی ہے۔داودؑ نے عرض کیا اے میرے رب آپ نے مجھے معاف کردیا ہے لیکن میرے ساتھی نے مجھے معاف نہیں کیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داود! تم دونوں کا جھگڑا قیامت کے دن میرے پاس آئے گا تو میں آپ دونوں کے درمیان حق کا فیصلہ کروں گا پھر میں آپ کو اوریا سے ھبہ لے لوں گا تو وہ آپ کو مجھے ھبہ کردے گا تو میں اوریا کو اپنا اتنا ثواب دوں گا جو نہ اس کی آنکھوں نے دیکھا ہوگا اور نہ ہی اس کے کانوں نے سنا ہوگا حتیٰ کہ وہ آپ سے راضی ہوجائے گا۔تو داودؑ نے عرض کیا اب میں نے جان لیا ہے کہ آپ نے مجھے معاف کردیا ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں میں نے اپنے استاد سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ داودؑ قیامت کے دن اپنی قبر مبارک سے نکلیں گے تو اوریا سے دور بھاگیں گے اور اس کی آنکھوں سے چھپیں گے تاکہ اوریا ان کو دیکھ نہ لے اور اوریا داودؑ کو تلاش کرتے ہوئے داودؑ کو دیکھ لیں گے اور داودؑ کو گریبان سے پکڑ کر عرش کے سامنے لے آئیں گے اور

کہیں گے اے میرے معبود! یہ آپ کے بندے اور نبی داوڑ ہیں لیکن انہوں نے مجھ پر ظلم کیا تو آپ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کریں کیونکہ آپ انصاف کرنے والے ہیں اور داوڑ اوریا کے ہاتھوں میں اس چڑیا کی طرح پھڑ پھڑا رہے ہوں گے جو پانی میں گرگئی ہو تو اللہ تعالیٰ اوریا کو فرمائیں گے میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والا ہوں۔ میں آپ دونوں کے درمیان فیصلہ کروں گا اور آپ کو داوڑ کی طرف سے راضی کردوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اوریا اور جنت کے درمیان پردہ اٹھانے کا حکم دیں گے تو اوریا کے لئے جنت میں ایک محل ظاہر ہوگا جو سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہوگا جس کی روشنی سے تمام اہل محشر روشن ہوجائیں گے تو اوریا کی نگاہ اس محل پر پڑے گی تو اوریا کہیں گے اے میرے معبود! یہ محل کس کا ہے؟ تو اوریا کہیں گے اے میرے رب میں نے اپنے مدمقابل داود کو آپ کو ھبہ کردیا ہے اور اپنا مقدمہ چھوڑ دیا ہے اور وہ داود کو چھوڑ دیں گے اور روایات میں آتا ہے کہ داوڑ آواز دیں گے اور کہیں گے مجھے میرے گناہوں نے ہلاک کردیا ہے تو حجاب کے پیچھے سے آواز دی جائے گی اے داود! آپ قریب ہوجائیں تو داوڑ حجاب کے قریب ہوکر عرش کے پائے کو چمٹ جائیں گے تو اس وقت داوڑ کا دل مطمئن ہوگا۔

اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ داوڑ کو جب اپنی خطا یاد آتی تو رونے لگتے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے کپڑے مبارک تر ہوجاتے تھے اور اپنی اس لغزش کے بعد داوڑ خطا کار لوگوں میں بیٹھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے داود خطا کار کے پاس آجاؤ۔ اور داوڑ اپنے آنسو ملا پانی پیتے تھے اور خشک روٹی اپنے پیالہ میں رکھ کر روتے، آپؑ کے آنسوؤں سے وہ روٹی تر ہوجاتی تھی تو اس پر راکھ چھڑک کر کھا لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے یہ خطا کار لوگوں کا کھانا ہے اور اس لغزش سے پہلے داوڑ نصف رات قیام کرتے تھے اور آدھا سال روزہ رکھتے تھے تو جب داوڑ سے خطا ہوئی تو اس کے بعد ساری رات قیام کرتے اور سارا سال روزہ رکھتے تھے۔

اور وہبؒ نے ذکر کیا ہے کہ داوڑ نے عرض کیا اے میرے رب! میرے ساتھ کچھ ایسا ہوجائے کہ میں اپنی اس لغزش کو بھول نہ سکوں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی خطا کے بدلہ میں دائیں ہتھیلی میں ایک داغ کی صورت میں علامت ظاہر کردی تو داوڑ اس ہاتھ سے کھانے پینے کی جو چیز اٹھاتے اس کو دیکھتے اور جب لوگوں کو خطبہ دیتے تو ان کو خطا کی علامت دکھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے تیس سال بعد ان کی مغفرت فرمائی اس عرصہ میں ان کے آنسو نہیں تھمے تھے۔

اور پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ داوڑ نے اپنے ایام کو چار دنوں پر تقسیم کر رکھا تھا تو اس لغزش کے بعد جب داوڑ کی عبادت کے لئے خلوت کا دن آتا تو داوڑ دوسرے عبادت گزاروں کے ساتھ اپنی عبادت گاہ میں داخل ہوکر ان کے ساتھ مل کر اپنے آپ پر نوحہ کرتے تھے اور جب داوڑ کا اپنی بیویوں کے ساتھ خلوت کا وقت آتا تو ان کے پاس نہیں جاتے تھے بلکہ جنگلوں کی طرف نکل جاتے اور بلند آواز سے زبور پڑھتے اور روتے تھے اور آپ کے ساتھ مچھلیاں اور سمندر کے جانور بھی روتے تھے اور جب داوڑ نوحہ کرتے تو ایک آواز دینے والا آواز دیتا کہ جو داوڑ کا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ آجائے تو سارے لوگ آجاتے اور چار ہزار راہب ٹاٹ پہن کر آجاتے اور داوڑ

کے جسم پر بھی ٹاٹ کا لباس ہوتا تھا پھر داوٗدؑ نوحہ کرتے اور تمام لوگ آپؑ کے ہمنوا ہوکر نوحہ کرتے اور داوٗدؑ اور تمام لوگ روتے یہاں تک کہ نیچے بچھے ہوئے ٹاٹ آنسوؤں میں غرق ہوجاتے تھے۔ اور داوٗدؑ اضطراب کے عالم میں گر جاتے تھے اور سلیمانؑ آکر ان کو اٹھاتے تھے اور داوٗدؑ اپنے آنسوؤں کی ایک ہتھیلی بھر کر اپنے چہرے پر پھیرتے اور کہتے تھے اے میرے رب! اپنے بندہ پر رحم کریں اگر تمام لوگوں کا رونے کا داوٗدؑ کے رونے کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو وہ داوٗدؑ کے رونے کے برابر نہیں ہوسکتا۔

حضرت داوٗدؑ کے بیٹے شلوم کا خروج

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ داوٗدؑ جب توبہ کی طلب میں رونے دھونے میں مصروف ہوگئے ابھی تک اللہ تعالیٰ نے داوٗدؑ کو مغفرت کا نہیں بتایا تھا تو داوٗدؑ کی اس مصروفیت کی وجہ سے رعایا کے تمام امور معطل ہوگئے اور نظامِ حکومت درہم برہم ہوگیا تو بنی اسرائیل کے بے وقوف لوگ داوٗدؑ کے بیٹے شالوم کے گرد جمع ہوگئے، یہ طالوت کی بیٹی سے پیدا ہوئے تھے اور داوٗدؑ کے سب سے بڑے بیٹے تھے تو لوگوں نے ان کو دھوکا دیا اور لوگوں نے کہا ملک ضائع ہوگیا ہے اور آپ کے ابا جان ملک کے کاموں سے مشغول ہوگئے ہیں اور سیاست سے عاجز ہوگئے اور آپ ان کے بڑے بیٹے ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ بادشاہت کے حق دار ہیں اور ہم آپ کی مدد کریں گے اگر آپ کے والد آپ سے ناراض ہوں تو آپ کہہ دینا میں نے یہ کام رعایا پر شفقت کرتے ہوئے کیا ہے تاکہ کوئی دشمن آپ کے ملک کی طمع نہ کرنے لگے۔ تو لوگ مسلسل اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ لوگوں نے شلوم کی بیعت کرلی اور داوٗدؑ یہی سمجھے کہ ان کے بیٹے نے لوگوں کو جمع کیا ہے اس لئے داوٗدؑ نے لڑائی کو ناپسند سمجھا اور سوچا کہ ویسے بھی میں اپنی ایک لغزش کی توبہ میں مشغول ہوں تو داوٗدؑ اپنے لشکر سے دو آدمیوں کے ساتھ نکل گئے ایک امیر لشکر ایوب تھے جو داوٗدؑ کے بھانجے تھے اور یہ سب لوگوں میں سب سے زیادہ ماہر جنگجو تھے اور دوسرے داوٗدؑ کے وزیر تھے جو سب لوگوں سے زیادہ عقلمند اور درست رائے رکھنے والے تھے۔ داوٗدؑ انہی سے مشورہ کیا کرتے تھے اور بنی سرائیل کے سرکردہ لوگوں میں سے ایک انتہائی ظالم اور غاصب آدمی تھا، وہ داوٗدؑ سے پہلے کسی عدالتی فیصلہ کی پاسداری نہ کرتا تھا جب داوٗدؑ نے زمامِ حکومت سنبھالی تو اس کو مغلوب کر کے لوگوں کو اس سے انصاف دلایا، جب لوگوں نے داوٗدؑ کے بیٹے کی بیعت کی تو یہ آدمی جلدی سے شلوم کے پاس گیا اور ان کی بیعت کرلی اور جب داوٗدؑ دو آدمیوں کے ہمراہ لشکر سے باہر تشریف لے جارہے تھے تو یہ آدمی ان حضرات کو ملا اور کہنے لگا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے آپ کی بادشاہت چھینی اور آپ کا لشکر متفرق کردیا تو ایوب نے اس آدمی پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو داوٗدؑ نے فرمایا رک جاؤ اس کو چھوڑ دو اس کا بھی ایک دن ہے اور جب داوٗدؑ کے بیٹے کی حکومت کو استحکام نصیب ہوگیا تو اس نے اپنے والد داوٗدؑ سے لڑائی کرنے کا ارادہ کیا تو داوٗدؑ نے اپنے صاحبِ مشورہ شخص کو اپنے بیٹے کے پاس بھیجا لیکن فرمایا کہ اس کو نہیں بتانا کہ آپ اس کے والد کے قاصد ہو تو شلوم نے اس آدمی کو کہا داوٗدؑ کہاں ہیں

?اور تو میری بیعت سے پیچھے کیوں رہ گیا ہے؟ اس شخص نے کہا میں جانتا ہوں کہ سارے اختیارات آپ کے والد کے پاس لوٹ جائیں گے تو داوڈ کے بیٹے نے کہا سارے اختیارات ان کے پاس کیسے چلے جائیں گے؟ حالانکہ وہ تو یہاں سے چلے گئے ہیں اور لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے تو اس آدمی نے کہا میری بات سنو اور میری نصیحت کو قبول کرو۔ کیا کوئی ایسے نبی ہیں کہ جن سے کوئی لغزش ہوگئی ہو اور انہوں نے توبہ کی ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول نہ کی ہو؟ کیا آپ نے سنا ہے کہ کسی نبی کے بیٹے نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہو؟ شلوم نے کہا نہیں اب اس مشیر نے کہا اللہ تعالیٰ عنقریب داوڈ کی توبہ قبول کر لیں گے اور وہ اپنی سلطنت میں واپس تشریف لے آئیں گے تو آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ اگر آپ اپنے والد سے لڑائی کر کے ان کو قتل کر دیتے ہو تو قیامت کے دن اپنے رب کو کیا کہو گے؟ حالانکہ آپ نے اپنے والد اللہ تعالیٰ کے نبی کو قتل کیا ہوگا اور اگر داوڈ آپ پر فتح یاب ہو گئے تو اسی بات سے آپ بھی ڈر رہے ہو تو داوڈ کے بیٹے نے کہا مجھے ڈر ہے کہ اگر میں داوڈ کے پاس گیا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے تو اس شخص نے کہا داوڈ کا دل جب تک اس لغزش سے فارغ نہیں ہوتا وہ آپ کی طرف مشغول نہیں ہوں گے اور جب اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیں گے اور ان کا ملک ان کو واپس کر دیں گے تو آپ ان کے مقابلہ کی طاقت کیسے رکھو گے؟ تو وہ شخص داوڈ کے بیٹے سے بات چیت کرتا رہا یہاں تک کہ داوڈ کا بیٹا اپنے والد سے لڑائی کرنے سے باز آ گیا اور اس مشیر نے داوڈ کے بیٹے کو ضمانت دی کہ داوڈ اس کو قتل نہیں کریں گے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے داوڈ کی توبہ قبول کر لی تو جس آدمی نے داوڈ کو یہ کہا تھا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے آپ سے بادشاہت چھین لی ہے، اس آدمی کو خوف لاحق ہوا وہ اپنے گھر گیا اور رسی سے اپنا گلا گھونٹ کر مر گیا اور داوڈ کا بیٹا بھاگ گیا تو داوڈ نے اپنے بھانجے ایوب کو اس کی تلاش میں بھیجا اور اس سے وعدہ کیا کہ وہ اس کو قتل نہیں کریں گے اور فرمایا اگر آپ نے میرے بیٹے کو قتل کر دیا تو میں اس کے بدلہ میں آپ کو قتل کروں گا تو ایوب شالوم بن داوڈ کے پیچھے گئے جب شالوم نے ایوب کو درخت کے درمیان دیکھا وہ گھوڑے پر تھے تو شالوم درخت کے ساتھ لٹک گیا اور گھوڑے نے اس کو کھینچا تو وہ اپنے گھوڑے کی پشت سے گر گیا اور درخت کے ساتھ لٹکا رہ گیا تو ایوب اس کے پاس آئے اور آواز دی اے شالوم! کیا آپ زندہ ہو؟ شالوم نے کہا جی ہاں تو ایوب داوڈ کا وعدہ بھول گئے اور نیزہ مار کر شالوم کو قتل کر دیا اور اس کو درخت سے لٹکتا ہوا چھوڑ کر واپس داوڈ کے پاس آ گئے تو داوڈ نے فرمایا میں آج ہر حال میں آپ کو شالوم کے بدلہ میں قتل کروں گا۔ ایوب نے کہا جب میں نے آپ کا وعدہ توڑا میں اس بات پر آمادہ ہو گیا تھا تو داوڈ کو ایوب کو قتل کرنا درست معلوم نہ ہوا اور داوڈ کو دشمنوں کے ساتھ جہاد میں ان کی ضرورت یاد آ گئی، یہ ایوب بہادر آدمی تھے اور کفار کے خلاف ان کی مدد ہوتی تھی تو داوڈ نے ان کو زندہ رہنے دیا، ایوب زندہ رہے یہاں تک کہ داوڈ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو داوڈ نے اپنے بیٹے سلیمانؑ کو وصیت کی کہ شالوم کے قصاص میں ایوب کو قتل کر دیں گے تو سلیمانؑ داوڈ کے دفن سے فارغ ہوئے تو

ایوب کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس لغزش کے بعد داوڈ کو تیس سال کی زندگی عطا کی جو بہت اچھی حالت میں گزری اور اللہ تعالیٰ نے داوڈ کو وحی کر کے فرمایا:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ [سورۃ صٓ:26]

(ترجمہ) اے داوڈ! ہم نے آپ کو زمین پر حاکم بنایا ہے پس آپ لوگوں میں انصاف سے حکومت کریں۔

تو داوڈ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے داوڈ کے لئے آسمان سے ایک زنجیر بھیجی تھی جو صخرہ بیت المقدس کے پاس لٹکی ہوئی تھی جب دو فریق جھگڑا لے کر داوڈ کے پاس آتے تھے تو داوڈ ان دونوں کو اس زنجیر کو تھامنے کا حکم دیتے تھے تو صاحبِ حق اگرچہ چھوٹے قد کا ہی کیوں نہ ہوتا اس کا ہاتھ اس زنجیر کو پہنچ جاتا تھا اور باطل وجھوٹا آدمی جتنا بھی لمبا ہوتا اس کا ہاتھ اس زنجیر تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ ایک آدمی نے اپنی لاٹھی میں ایک موتی چھپا کر وہ لاٹھی دوسرے آدمی کے پاس امانت رکھی، اس کو معلوم نہیں تھا کہ اس میں موتی ہے جب یہ دونوں جھگڑا لے کر داوڈ کے پاس گئے تو موتی والا آیا اور کہا اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ اس نے موتی مجھے واپس نہیں دیا آپ مجھے زنجیر پکڑنے والا بنا دیں تو لاٹھی دوسرے آدمی کو دے کر زنجیر کے پاس آیا تو اس کا ہاتھ زنجیر تک پہنچ گیا جب واپس آیا تو اس کا مخالف فریق کھڑا ہوا اور اس کو کہا میری لاٹھی کی حفاظت کرنا تا کہ میں زنجیر کو تھام لوں اور زنجیر کے پاس آکر کہا اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے موتی اس کو واپس کر دیا ہے تو مجھے زنجیر تھامنے والا بنا دیں تو اس نے زنجیر کو تھام لیا تو داوڈ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور فرمایا ظالم اور مظلوم دونوں زنجیر پکڑ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے داوڈ کو وحی بھیج کر اس آدمی کا حلیہ بتایا تو داوڈ نے سوال کیا لوگوں میں سب سے زیادہ پرہیز گار اور سخت تواضع کرنے والا کون ہے؟ داوڈ مساکین کے ساتھ بیٹھتے تھے اور ان پر رحم کرتے تھے اور ان کی مہمان نوازی کرتے تھے اور ان کو کھانا کھلاتے تھے تو داوڈ نے آخری عمر میں اپنے رب تعالیٰ سے سوال کیا اور کہا اے میرے رب! ہر نبی کا جنت میں کوئی رفیق ہوتا ہے تو میرا جنت میں رفیق کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے داوڈ کو وحی کی آپ کل اس آدمی کو بازار میں دیکھ لیں گے تو داوڈ اگلے دن بازاروں میں چکر لگاتے رہے لیکن کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس کو دیکھ کر یہ لگا ہو کہ یہی وہ آدمی ہے۔ آخر کار داوڈ نے ایک آدمی دیکھا، اس کی پشت پر لکڑیوں کا گٹھا تھا اور وہ آواز لگا رہا تھا کون آدمی اس پاکیزہ مال کو پاکیزہ مال کے بدلہ میں خریدے گا؟ تو داوڈ اپنی فراست سے سمجھ گئے کہ یہی جنت میں داوڈ کا رفیق ہوگا۔ تو اس کو فرمایا اے اللہ کے بندے! آپ کیا کہہ رہے ہو اس آدمی نے کہا یہ لکڑیاں اللہ تعالیٰ نے اگائی ہیں اور میں نے اپنے ہاتھ سے کاٹی ہیں اور اپنی گردن پر اٹھا کر لایا ان کے ذریعہ اپنا رزق تلاش کر رہا ہوں تو داوڈ نے اپنے خادم کو فرمایا اس آدمی کی نگرانی کرنا یہ کیا کرتا ہے اور کہاں جاتا ہے؟ تو اس آدمی نے وہ لکڑیاں کسی چیز کے عوض فروخت کیں اور قیمت کا کچھ حصہ صدقہ کر دیا اور کچھ پیسوں کے عوض کھانے پینے کی چیزیں خریدیں اور ان کو اپنے تھیلے میں ڈال کر چل پڑا اور

وہ خادم بھی اس کے پیچھے چل پڑا وہ آدمی ایک جھاڑی میں داخل ہوگیا تو وہ خادم اس میں داخل ہونے سے ڈر گیا اس نے وہاں ایک نشانی لگائی اور واپس آ کر داوُدؑ کو بتایا تو داوُدؑ اس خادم کے ساتھ اس جگہ تشریف لے گئے اور خادم کو فرمایا آپ صبر کرو اگر وہ ہمارے قریب ہوں گے تو ہم ان کی آوازسنیں گے جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو ان دونوں حضرات نے اس شخص کی آواز سنی وہ کھڑے ہو کر اپنے رب کی حمد و ثنا کر رہے ہیں رات کی ایک تہائی اسی حال میں گزر گئی پھر رات کا تہائی حصہ اس نے رکوع کیا اور آخری تہائی سجدہ میں گزار دی اور صبح کو سلام پھیرا اور داوُدؑ اس کی آواز سن رہے تھے تو اس جھاڑی میں داخل ہوئے تو آگے ایک چھوٹا سا کمرہ تھا اس میں عبادت کے لئے محراب، پانی کا لوٹا اور ایک توشہ دان تھا جس میں روٹی کے ٹکڑے تھے تو داوُدؑ نے اس شخص کو سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا پھر اس شخص نے کہا اے آدمی! آپ میری جگہ سے چلے جائیں تا کہ درندے آپ کو نہ کھا جائیں تو داوُدؑ نے اس کو کہا میں داود ہوں تو وہ آدمی داوُدؑ کی طرف لپکا، آپؑ کے چہرے اور ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا اور کہنے لگا اے اللہ کے خلیل! آپ کو کیا حاجت لائی ہے؟ آپ مجھے پیغام بھیج دیتے میں حاضر ہو جاتا تو داوُدؑ نے اس کو بتایا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ وہ داوُدؑ کا جنت میں رفیق ہوگا۔ پھر داوُدؑ نے اس کو کہا میرے ساتھ چلو، میں تھوڑے اور زیادہ کے ساتھ آپ سے مانوس ہو جاؤں گا اس آدمی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے اور آپ کو خلیفہ بنایا ہے میں یہ نہیں چاہتا کہ میری اس جگہ کے بدلہ آپ کا ملک مجھے ملے، ہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو نبوت کی خصوصیت عطا کی ہیں وہ چاہتا ہوں۔ اور میں اس جگہ ستر سال سے ہوں آپ کے سوا لوگوں میں سے کوئی میرے حال پر مطلع نہیں ہے۔ آپ کا مجھ پر احسان ہوگا کہ آپ مجھے یہاں چھوڑ کر تشریف لے جائیں تو داوُدؑ اس کو وہاں چھوڑ کر چلے گئے۔

اور وہب بن منبہؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے داوُدؑ کی توبہ قبول کر لی اور بنی اسرائیل کے حالات اچھے ہو گئے اور ان کی تعداد زیادہ ہوگئی اور شام اور اس کے اطراف ان سے بھر گئے اور داوُدؑ کو ان کی کثرت پر تعجب ہونے لگا تو داوُدؑ نے ارادہ کیا کہ ان کی تعداد معلوم کریں تو ان کی مردم شماری کا حکم دیا تو مردم شماری کرنے والے اس کام سے عاجز آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے داوُدؑ کو وحی کی اے داود جب ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے میں میری اطاعت کی تھی تو میں نے ابراہیمؑ سے وعدہ کیا تھا کہ ان کی اولاد کی تعداد زیادہ کر دوں گا، ان کو کوئی شمار نہ کر سکے گا اور میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے، کیا اب آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں نے جو وعدہ پورا کیا ہے اس کو ختم کر دیں اور ان کو شمار کر لیں آپ اس کام پر قادر نہیں ہیں، تو داوُدؑ نے بنی اسرائیل کی گنتی کا خیال چھوڑ دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے داوُدؑ کو وحی کی لیکن میں اپنا وعدہ پورا کرنے کے بعد اپنی عزت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کو ایسی آزمائش میں مبتلا کروں گا کہ ان کی تعداد کم ہو جائے گی تو بنی اسرائیل تین آزمائشوں میں سے ایک کو اختیار کر لیں۔ (۱) میں کئی سال تک ان کو قحط میں مبتلا کر دوں، (۲) میں دو ماہ ان کے دشمن کو ان پر مسلط کر دوں، (۳) تین

دن کے لئے ان پر طاعون مسلط کردوں۔تو داؤدؑ نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے فرمایا ان تین میں سے کوئی چیز اختیار کرلو۔تو بنی اسرائیل کہنے لگے آپ ہمارے نبی اور ہمارے بادشاہ ہیں آپ ہمارے لئے کوئی چیز اختیار کرلیں تو داؤدؑ نے فرمایا قحط میں تو لوگوں کے درمیان سے رحمت وشفقت ختم ہوجاتی ہے اور قطع رحمی ہوتی ہے۔اور دشمن اور طاعون کے لئے میں ایک مثال بیان کرتا ہوں کہ ایک آدمی کے دو غلام تھے تو ان میں سے ایک آقا کی نافرمانی کر کے بھاگ گیا تو اس کے آقا نے اس غلام کو تلاش کیا اور اس میں کامیاب ہوگیا اور اس کا دوسرا غلام اس بھگوڑے غلام کا دشمن تھا تو اس آقا نے اپنے بھگوڑے غلام کو کہا تو دو چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کرلے یا تو میں تیرے دشمن کو تجھ پر مسلط کردوں تو وہ جو چاہے تجھے سزا دے اور یا یہ کہ میں خود تجھے کوئی سزا دوں تو اس بندہ نے اپنے دل میں کہا یہ میرا دشمن ہے اگر یہ مجھ پر مسلط کردیا گیا تو یہ مجھ پر شفقت بالکل بھی نہیں کرے گا اور یہ میرا مولیٰ ہے یہ اس سے زیادہ بردبار اور مجھ پر زیادہ رحم کرنے والا ہے تو اس غلام نے اپنے آقا کی سزا کو ترجیح دی اور آقا نے کہا یہ میرا غلام اور میرا مال ہے، میرے لئے اس کو ضائع کرنا مناسب نہیں ہے تو آقا نے اس کو معاف کردیا۔

اب اگر اللہ تعالیٰ تم پر تمہارے دشمن کو مسلط کردیں تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے اور اللہ تعالیٰ تم پر بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں اور تمہارا اپنے گھروں میں مرجانا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے تو تم اپنا معاملہ اپنے آقا کے سپرد کردو کیونکہ طاعون زیادہ آسان ہے۔ پھر داؤدؑ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ کفن پہن لیں اور اپنی عورتوں اور بچوں کو لے کر اس جگہ آجائیں جہاں بیت المقدس بنایا گیا تھا اور داؤدؑ تشریف لائے اور اس چٹان پر سجدہ کیا اور آپؑ کے ساتھ مردوں نے اور ان کے پیچھے عورتوں اور بچوں نے بھی سجدہ کیا۔ سب لوگ رونے لگے اور علماء پکارنے لگے اے ہمارے رب! اے ہمارے رب اے ہمارے رب۔ آپ نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا ہے اور آپ صدقہ کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں تو آج کے دن آپ ہماری جانوں پر صدقہ کردیں اے اللہ! آپ نے ہمیں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا ہم آپ کی رحمت کے ساتھ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آج کے دن آپ ہمیں آزاد کردیں۔ اے اللہ آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم کسی سوال کرنے والے کو خالی نہ بھیجیں اے اللہ! ہم سب آپ سے سوال کررہے ہیں آپ ہمیں خالی واپس نہ کریں اور سب لوگ صبح کو سجدہ میں گئے اور زوال تک سجدہ میں رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی اور اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ کو وحی کی کہ میں نے آپ کی سفارش ان لوگوں کے بارے میں قبول کرلی ہے تو داؤدؑ نے اپنا سَر اٹھا کر لوگوں کو آواز دی سب نے سَر اٹھائے اور اس دن طاعون میں مرنے والوں کو شمار کیا گیا تو ایک لاکھ ستر ہزار افراد تھے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے طاعون کی وباء اٹھالی۔ پھر داؤدؑ نے سب لوگوں کو جمع کیا اور ان کو خطبہ دیا اور فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ پر رحم کیا اور آپ کو معاف کردیا تو آپ لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تو لوگوں نے عرض کیا آپ کی جو رائے ہے ہمیں حکم دیں تو داؤدؑ نے فرمایا میرے علم میں اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے سب سے زیادہ موزوں چیز یہ ہے کہ تم اس جگہ اللہ تعالیٰ کی مسجد بناؤ جہاں اللہ

تعالیٰ نے تم پر رحم کیا ہے۔اس جگہ مسجد بناؤ ہم بھی اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور ہمارے بعد والے بھی۔تو داوڈ نے اپنے رب سے اس کام کی اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی اور داوڈ نے مسجد کی تعمیر شروع کرادی۔ وہ جگہ بنی اسرائیل کی ایک قوم کے درمیان مشترک تھی ،سب لوگ بخوشی اپنا حصہ مسجد کے لئے دینے پر آمادہ تھے ان میں سے ایک آدمی نے کہا تم لوگ میرا ضعف اور کسمپرسی جانتے ہو اور اس جگہ میرا بھی حق ہے اور میں اس کے ذریعہ اپنا کھانا جمع کرتا ہوں اگر تم یہاں عمارت بناؤ گے تو مجھے نقصان دو گے۔ وہ شخص اپنا حصہ دینے پر بخوشی آمادہ تھا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں بنی اسرائیل کی حسن نیت جاننا چاہتا تھا تو بنی اسرائیل نے اس کو کہا ہم میں سے ہر ایک کا اس میں حق ہے ،کیا تو سب لوگوں میں زیادہ بخیل ہے؟ تو اس نے کہا میرا دل کسی صورت میں اپنا حق چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہے تم مجھے اس جگہ کی قیمت دو تو بنی اسرائیل نے کہا ہم قیمت نہیں دیں گے تو وہ آدمی داوڈ کے پاس شکایت لے کر گیا تو داوڈ نے ان لوگوں کو بلوایا تو اس شخص نے کہا کیا تم ظلم کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہتے ہو؟ تو داوڈ نے فرمایا اس آدمی نے سچ کہا ہے پھر داوڈ نے فرمایا آپ اپنا حق کتنے میں فروخت کرو گے؟ اس آدمی نے پوچھا آپ اس زمین کے بدلہ میں مجھے کیا دیں گے؟ داوڈ نے فرمایا اگر آپ چاہو تو میں اس میں بکریاں بھر کے دے دیتا ہوں اور اگر چاہو تو گائے بھر دیتا ہوں اور اگر چاہو تو اونٹ بھر دیتا ہوں۔اس آدمی نے کہا نہیں، ایک صورت ہے کہ آپ میرے حق کی زمین کے اردگرد میرے قد جتنی دیوار بنا کر اس کو دنانیر (سونے کے سکوں) سے بھر دو۔ داوڈ نے فرمایا ہم ایسے ہی کریں گے یہ مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں تھوڑا ہے تو وہ آدمی بنی اسرائیل کی طرف متوجہ ہوا اور کہا یہ سچے مخلص توبہ کرنے والے ہیں نہ کہ تم لوگ۔ پھر کہا اے اللہ کے نبی !اللہ تعالیٰ میری نیت جانتے ہیں کہ ایک گناہ کی مغفرت مجھے زمین کے بھراؤ کے برابر سونے سے زیادہ پسند ہے تو میں ان لوگوں پر اس چیز کا بخل کیسے کر سکتا ہوں جس میں مجھے مغفرت کی امید ہے لیکن میں نے ان لوگوں کو آزمایا تھا اور اب میں اپنا حق اللہ تعالیٰ کے لئے دیتا ہوں۔تو سب بنی اسرائیل مسجد کی تعمیر میں مشغول ہو گئے اور داوڈ بنفس نفیس پتھر اٹھا کر منتقل کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے مسجد کی بنیاد رکھی اور آپؑ کے ساتھ بنی اسرائیل کے بہترین لوگ بھی تھے ،جب مسجد کی دیوار داوڈ کے قد کے برابر بلند ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے داوڈ کو وحی کی کہ میں نے آپ لوگوں کی کوشش اور شکر کو قبول کر لیا ہے اب آپ لوگ اس کام کو روک دو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ یہ تعمیر آپ کی اولاد میں سے ایک شخص کے ہاتھوں مکمل ہو اور میں اس مسجد کو اس کا تذکرہ اور اعزاز و اجر و فخر کا باعث بنا دوں۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ داوڈ جب پتھروں کو منتقل کرتے ہوئے کوئی خوبصورت پتھر دیکھتے تھے تو اس کو الگ کر دیتے تھے تا کہ اپنے لئے محراب ان پتھروں سے بنائیں۔

اور روایات میں آتا ہے کہ داوڈ نے ایک چکنا نرم پتھر دیکھا تو اس کو الگ کر دیا اور فرمایا میں اس کا محراب میں فرش بناؤں گا تا کہ اس پر سجدہ کروں تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی اور داوڈ کو وحی کی اے داود آپ نے

اپنے آپ کو ترجیح دی ہے۔ میں نے اس کی تعمیر آپ پر حرام کردی ہے تو داوڈ نے عرض کیا اے میرے رب !اس کی تعمیر میری اولاد میں بنا دے ۔اللہ تعالیٰ نے قبول کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کو اجازت دی انہوں نے اس مسجد کی عمارت مکمل کی اور داوڈ توبہ قبول ہونے کے بعد تیس سال زندہ رہے،تو داوڈ کی عمر سو سال مکمل ہوگئی اور کہا جاتا ہے کہ داوڈ اچانک وفات پا گئے تھے۔

اور روایات میں آتا ہے کہ داوڈ نے ایک دن اپنے اس محراب کی سیڑھیاں چڑھنے کا ارادہ کیا جس میں عبادت کے لئے خلوت اختیار کرتے تھے جب کچھ سیڑھیاں چڑھے تو ملک الموت سے ملاقات ہوگئی ملک الموت نے سلام کیا داوڈ نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا اے موت کے فرشتہ کس وجہ سے آئے ہو؟ ملک الموت نے کہا :آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں۔ داوڈ نے فرمایا کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ جب میری موت کا وقت قریب آجائے تو مجھے خبر دے دینا تاکہ میں موت کی تیاری کرلوں۔ ملک الموت نے کہا کیوں نہیں اور میں نے ایسا کیا اور آپ کو خبر دی تھی۔ داوڈ نے فرمایا آپ کی طرف سے میرے پاس کوئی نہیں آیا ملک الموت نے کہا کیوں نہیں میرے قاصد آپ کے پاس آئے تھے داوڈ نے پوچھا آپ کے قاصد کون تھے؟ ملک الموت نے کہا آپ کے سیاہ بالوں کا سفید ہوجانا میرے قاصدوں میں سے ہے اور آپ کی تیز نگاہ کا ماند پڑ جانا میرے قاصدوں میں سے ہے اور آپ کی تیز قوت سماعت کے بعد کانوں میں ثقل ہوجانا میرے قاصدوں میں سے ہے اور آپ کے سیدھے قد کا جھک جانا اور کمر میں خم آجانا میرے قاصدوں میں سے ہیں۔تو میرے بہت سے قاصد آپ کے پاس آئے تھے اور آپ کو موت کی خبر دی تھی اور آپ ان سب سے غافل رہے۔ داوڈ نے فرمایا مجھے اجازت دیں میں اپنے گھر والوں کے پاس جاکر ان کو وصیت کردوں اور ان کو الوداع کہہ دوں تو ملک الموت نے کہا مجھے اس کی اجازت نہیں ہے تو داوڈ نے فرمایا مجھے اجازت دے دو تاکہ میں محراب پر جاکر دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ ملک الموت نے کہا اب بہت دیر ہوگئی ہے میں نے آپ کے محافظ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ آپ کا اعمال نامہ لکھ کر آسمان پر چڑھ گئے ہیں، آپ کا رزق ختم ہوچکا ہے اور آپ کے دن ختم ہوگئے ہیں تو اس کے بعد کوئی چیز فائدہ نہیں دے گی۔تو داوڈ اس سیڑھی پر سجدہ کرنے کے لئے جھکے تو ملک الموت نے اسی حالت میں روح قبض کرلی۔

وہبؒ فرماتے ہیں تو لوگ داوڈ کے جنازہ میں حاضر ہوئے ، یہ سخت گرمی والا دن تھا ،لوگوں کو گرمی نے تکلیف دی تو سلیمانؑ کو شکایت کی تو سلیمانؑ نے پرندوں کو حکم دیا پرندوں نے اپنے پَروں سے ان پر سایہ کردیا اور کہا جاتا ہے کہ داوڈ کے جنازے میں چالیس ہزار راہب حاضر ہوئے ان کے اوپر ٹوپیوں والا لباس تھا، باقی لوگ اس کے علاوہ تھے اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارونؑ کے بعد داوڈ سے زیادہ غم بنی اسرائیل کو کسی اور نبی کا نہیں ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

مفسرین اور مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ داوٗدؑ نے جب اوریا کی بیوی سے شادی کرلی تھی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے داوٗدؑ کی توبہ قبول کرلی تو سلیمانؑ کی ولادت ہوئی جو پاکیزہ صاف ستھرے، سمجھدار اور عقلمند نوجوان تھے اور سب لوگوں سے زیادہ حسین وجمیل اور مکمل جسم والے تھے۔ یہ اپنے والد کے مقام تک پہنچے یہاں تک کہ داوٗدؑ اپنے امور میں سلیمانؑ کے بچپن میں ہی ان سے مشورہ کرتے تھے اور اپنے فیصلہ میں ان کو شریک کرتے تھے۔

حضرت سلیمان کا پہلا فیصلہ

سب سے پہلا واقعہ جس میں سلیمانؑ کی فہم وفراست اور نبوت کی علامات ظاہر ہوئیں وہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل کی ایک انتہائی خوبصورت عورت داوٗدؑ کے قاضی کے پاس کوئی مقدمہ لے کر آئی، داوٗدؑ نے لوگوں کے مابین فیصلہ کے لئے ایک قاضی مقرر کر رکھا تھا جب اس قاضی کو کوئی مشکل پیش آتی تو وہ داوٗدؑ کی طرف رجوع کرتا تھا جب وہ عورت اپنا مقدمہ لے کر آئی تو قاضی نے اس کو دیکھا تو وہ اس کو اچھی لگی قاضی نے عدالت کے وقت کے بعد اس کو نکاح کا پیغام بھیجا تاکہ اس کے حق میں فیصلہ کریں تو عورت نے کہا میرا نکاح کا ارادہ نہیں ہے تو قاضی نے اس کو قبیح فعل کی دعوت دی تو اس عورت نے کہا میں اس قبیح فعل سے بہت زیادہ دور ہوں۔ پھر عورت اپنا مقدمہ داوٗدؑ کے پولیس کے بڑے افسر کے پاس لائی تو اس نے بھی قاضی والا معاملہ کیا تو وہ عورت بازار کے ذمہ دار کے پاس گئی تو اس نے بھی عورت کے ساتھ پہلے دو جیسی گفتگو کی تو وہ عورت داوٗدؑ کے نگران کے پاس گئی تو اس نے بھی پہلے لوگوں جیسی بات کی تو عورت اپنا حق چھوڑ کر اپنے گھر بیٹھ گئی۔ تو ایک دن قاضی، پولیس کا افسر اور داوٗدؑ کا نگران ایک مجلس میں بیٹھے تھے تو اس عورت کا تذکرہ چل نکلا تو ہر ایک نے دوسرے کی تصدیق کی اور ہر ایک نے اس عورت کے حسن سے مرعوب ہونے کو بیان کیا اور یہ بتایا کہ اس نے کیسے انکار کردیا تھا تو ان میں سے ایک نے کہا: تمہیں اس کو ہلاک کردینے سے کیا چیز مانع ہے؟ اس کو ہلاک کرکے اس سے راحت حاصل کرلو تو سب کا اتفاق ہوگیا کہ اس عورت کے خلاف گواہی دیں کہ اس کا ایک کتا ہے جس کو یہ اپنے اوپر چھوڑ دیتی ہے اور وہ کتا اس عورت سے وہ کرتا ہے جو ایک مرد ایک عورت سے حاصل کرتا ہے۔ پھر یہ سب لوگ داوٗدؑ کے پاس گئے اور ان کو عورت کا معاملہ بتایا اور کہنے لگے ہم اس بات کی تصدیق نہیں کررہے تھے حتیٰ کہ ہم خود ایک جگہ گئے وہاں سے دیکھا کہ اس عورت نے اپنے کتے کو کھولا اور اس کے سامنے لیٹ گئی اور اس کتے کو اپنے اوپر چھوڑ دیا تو اس کتے نے اس عورت کے ساتھ وہی کچھ کیا جو ایک مرد عورت کے ساتھ کرتا ہے تو داوٗدؑ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں شاید داودؑ کی شریعت میں اتنی بات پر رجم واجب ہوجاتا ہوگا لیکن ہماری شریعت میں اگر لوگ جانوروں کے ساتھ یہ کام کریں یا جانور انسانوں کے ساتھ یہ کام کریں یا نابالغ کم عقل ایسا کریں تو ان پر سنگساری واجب نہیں ہوتی۔ جب داودؑ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا تو سلیمانؑ نے یہ بات سن لی تو اپنے والد کے پاس سے اٹھ کر باہر چلے گئے سلیمانؑ کے ساتھ چند لڑکے تھے جو آپؑ کے ساتھ کھیلتے تھے اور سلیمانؑ خود بھی نوعمر لڑکے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کے ساتھ ان کا محافظ بھی تھا تو سلیمانؑ ایک جگہ بیٹھ گئے اور عورت کو سنگسار کرنے والے کو پیغام بھیجا کہ اس عورت کے معاملے میں جلدی نہ کرنا جب تک سلیمانؑ کا قاصد اس کے پاس نہ آجائے۔ پھر سلیمانؑ نے اپنے ایک ساتھی لڑکے کو عورت کی جگہ قرار دیا اور چار لڑکوں کو ان چار گواہوں کے مقام پر، اور ان کو حکم دیا کہ اس کے خلاف گواہی دو جو عورت کی جگہ پر ہے جیسی گواہی ان گواہوں نے حضرت داودؑ کے سامنے دی ہے، جب انہوں نے گواہی دیدی تو ان سب کو حضرت سلیمان نے الگ الگ کردیا، پھر ان سے ایک کو بلایا اور فرمایا: کیا گواہی ثابت ہوگئی ہے؟ کہا: جی ہاں، فرمایا: اس کتے کا رنگ کیا تھا جو تو نے دیکھا تھا؟ اس نے کہا سیاہ۔ سلیمانؑ نے فرمایا اس کو لے جاؤ پھر دوسرے کو بلوایا اور اس سے کتے کا رنگ پوچھا تو اس نے کہا زرد رنگ تھا تو اس کو وہاں سے ہٹا دیا پھر تیسرے کو بلوایا اور اس سے کتے کا رنگ پوچھا تو اس نے کہا سرخ رنگ تھا اس کو وہاں سے ہٹادیا پھر چوتھے کو بلوایا اور اس سے کتے کا رنگ پوچھا تو اس نے کہا سفید ہے تو سلیمانؑ نے ان سب کو جمع کیا اور فرمایا اے جھوٹ کا گناہ کرنے والے لوگو! تم چاہتے تھے کہ مجھے فتنہ میں مبتلا کردو اور میں ایک مسلمان عورت کو بے گناہ ہونے کے باوجود سنگسار کردوں۔ پھر سلیمانؑ نے لڑکوں کو حکم دیا کہ ان گواہوں کو قتل کردو تو سلیمانؑ کے نگران محافظ نے جاکر داودؑ کو ساری بات بتادی تو داودؑ نے فرمایا جن لوگوں نے عورت کے خلاف گواہی دی تھی، ان کو میرے پاس لے آؤ۔ پھر داودؑ نے ان کو جدا جدا کرکے ایک ایک سے کتے کا رنگ پوچھا تو ان سب لوگوں کا کتے کے رنگ میں اختلاف سامنے آگیا اور ہر ایک نے دوسرے سے جدا رنگ بتایا تو داودؑ نے ان سب کو قتل کرنے کا حکم دے دیا کیونکہ عورت کو رجم کیا جاچکا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ ان لوگوں کو سنگسار کردیا گیا تھا اور عورت کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ تو یہ پہلا واقعہ ہے جس میں سلیمانؑ کی سمجھداری واضح ہوئی۔

حضرت سلیمان کا دوسرا فیصلہ

اور دوسرا واقعہ یہ ہے کہ دو عورتیں ایک صحرا میں کپڑے دھو رہی تھیں ان کے ساتھ ان کے دودھ پیتے بچے بھی تھے تو بھیڑیا آیا اور ایک بچہ اچک کر لے گیا تو جو بچہ زندہ باقی رہ گیا دونوں عورتوں نے اس کے بارے میں دعویٰ کیا، ہر عورت کہتی یہ میرا بچہ ہے اور بھیڑیا جو بچہ چھین گیا ہے وہ دوسری کا بچہ ہے پھر یہ دونوں فیصلہ لے کر داودؑ کے پاس گئیں تو داودؑ نے ایک کے لئے فیصلہ کردیا اور وہ دونوں وہاں سے روانہ ہوئیں تو سلیمانؑ کے پاس گزر ہوا تو انہوں نے پوچھا اللہ کے نبی نے تم دونوں کے درمیان کیا فیصلہ کیا ہے؟ تو ایک نے کہا اس بچہ کا میرے حق میں فیصلہ کیا ہے پھر سلیمانؑ نے چھری منگوائی اور بچہ کو اس عورت سے لے لیا تو ان دونوں نے پوچھا آپ کیا کرنا

چاہتے ہیں؟ سلیمانؑ نے فرمایا میں بچہ کے دوٹکڑے کر کے آدھا آدھا تم دونوں کو دے دوں گا تو ان میں سے ایک نے کہا آپ ایسا نہ کریں یہ میری ساتھی کو دے دیں میں راضی ہوں یہ کہہ کر وہ رونے لگی اور دوسری نے کہا اگر اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے تو میں راضی ہوں کہ آپ اس بچہ کے دوٹکڑے کر دیں تو سلیمانؑ نے فرمایا یہ بچہ اس عورت کا ہے جو رونے لگ گئی تھی اور تقسیم پر راضی نہیں تھی اگر یہ اس عورت کا بچہ ہوتا تو کبھی اس کے دوٹکڑے کرنے پر راضی نہ ہوتی یہ بات داوڑ کے سامنے ذکر کی گئی تو سلیمانؑ کی سمجھداری پر تعجب کرنے لگے اور بچہ اس عورت کو دینے کا حکم دے دیا جس نے تقسیم کا انکار کر دیا تھا۔

حضرت سلیمان کا تیسرا فیصلہ

اور تیسرا واقعہ یہ ہے کہ داوڑ اور سلیمانؑ راستہ پر تشریف لے جا رہے تھے اچانک چند لوگوں کے ساتھ ایک بچہ دیکھا جس کا نام ابن الدم (خون کا بیٹا) تھا تو داوڑ نے بچے کا نام پوچھا تو لوگوں نے کہا اس کا یہی نام ہے تو داوڑ نے فرمایا اس کا نام خون رکھنے کا کیا معنی ہے؟ تو سلیمانؑ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! کیا میں اس کی تفتیش کرلوں؟ تو داوڑ نے فرمایا اگر آپ چاہو تو کرلو تو سلیمانؑ اپنے گھر واپس تشریف لے گئے اور ان لوگوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا جن کے ساتھ بچہ تھا تو ان کو الگ کر دیا اور ان سے بچہ کے بارے میں تحقیق کی تو انہوں نے اقرار کرلیا کہ اس بچہ کے والد نے وصیت کی تھی کہ یہ بچہ جب پیدا ہو تو اس کا نام ابن الدم (خون کا بیٹا) رکھا جائے۔ پھر سلیمانؑ نے مزید تحقیق کی تو ان لوگوں نے اقرار کرلیا کہ اس بچہ کے والد کو انہوں نے قتل کیا تھا اور جب اس کی موت قریب آگئی تو اس نے وصیت کی تھی کہ اگر اس کی لڑکی پیدا ہو تو اس کا نام ابنۃ الدم (خون کی بیٹی) رکھنا۔ تو سلیمانؑ اپنے والد کے پاس آئے اور ان کو ساری بات بتائی تو داوڑ نے ان لوگوں کو بلایا، انہوں نے سلیمان کے سامنے جو باتیں کہی تھیں ان کا اقرار کرلیا پھر داوڑ نے اس بچہ کا مال واپس دلوایا اور ان لوگوں کو اس بچہ کے باپ کے قتل کے بدلہ میں قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

حضرت سلیمان کا چوتھا فیصلہ

اور سلیمانؑ کے فیصلوں میں سے چوتھا فیصلہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک عبادت گزار عورت تھی، اس کی دو خوبصورت لونڈیاں تھیں، ان پر گناہ کے شوق کا غلبہ ہوا تو اس عورت سے نجات حاصل کرنے کا ایک حیلہ اپنایا۔ ان دونوں نے لوگوں کو کہا کہ ہماری مالکن کے پاس ایک آدمی آتا ہے یہ اس سے زنا کرتی ہے پھر ان دونوں نے کہا ہم یہ بات تمہارے سامنے ثابت کریں گی تو یہ عبادت گزار عورت ایک دن اپنی نماز کی جگہ نماز پڑھنے گئی تو ان لونڈیوں نے انڈے کی سفیدی لی اور وہ اپنی مالکنی شلوار پر ڈال دی اور لوگوں کے سامنے جا کر کہنے لگیں کہ ابھی وہ آدمی آیا تھا اور عورت کے ساتھ کام کر کے بھاگ گیا ہے، ہم اس کو پکڑ نہیں سکیں لیکن اس کا نطفہ عورت کی شلوار پر لگا ہوا ہے تو لوگوں نے اس عبادت گزار عورت کو پکڑا اور گھسیٹ کر داوڑ کے سامنے لے گئے تو داوڑ نے اس

عورت کو سزا دینے کا حکم دیا تو سلیمانؑ نے عرض کیا اس عورت کے بارے میں میرا فیصلہ اور ہے۔ داودؑ نے فرمایا ہمیں بھی اپنا فیصلہ دکھاؤ تو سلیمانؑ نے حکم دیا کہ اس عورت کی شلوار آگ کے قریب کی جائے اگر اس شلوار پر لگی ہوئی چیز جم جائے تو وہ انڈے کی سفیدی ہے اور اگر نہ جمے بلکہ گھل جائے تو وہ نطفہ ہے۔ لوگوں نے ایسا کیا تو وہ رطوبت جم گئی تو سب لوگ جان گئے کہ یہ نطفہ نہیں ہے اور اس عورت کو اس تحقیق کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔

حضرت سلیمان کا پانچواں فیصلہ

اور سلیمانؑ کے فیصلوں میں سے پانچواں فیصلہ یہ ہے کہ ایک عورت نے آٹے کا ایک تھیلہ اپنے سَر پر اٹھایا ہوا تھا تو اس کے سامنے ایک سائل آ گیا اور اس سے کچھ مانگا تو عورت نے کہا میرے پاس تو صرف ایک روٹی اور یہ آٹا ہے، تم میرے ساتھ چلو جب میں روٹیاں پکاؤں گی تو ہر دس روٹیوں میں سے ایک روٹی تم کو دوں گی تو سائل نے کہا میں راستہ پر چلنے والا آدمی ہوں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا مجھے یہی ایک روٹی دے دو تو اس عورت نے وہ روٹی اس مانگنے والے کو دے دی تو مانگنے والا اس عورت کو دعا دیتا ہوا چلا گیا۔

راوی کہتے ہیں تو سخت ہوا چلی اور عورت کا تھیلا سر سے نیچے گر کر پھٹ گیا اور آندھی نے سارا آٹا ہوا میں اڑا دیا تو وہ عورت داودؑ کے پاس آئی اور ہوا کی شکایت کی اور داودؑ سے مطالبہ کیا کہ داودؑ ہوا سے انصاف لے دیں تو داودؑ نے فرمایا میں آپ کو ہوا سے انصاف دلانے پر قادر نہیں ہوں لیکن میں حکم دیتا ہوں کہ آپ کو میرے مال میں سے ہزار درہم دے دیئے جائیں تو عورت نے کہا میں راضی ہوں تو وہ عورت مال لے کر وہاں سے روانہ ہوئی تو سلیمانؑ دروازہ پر بیٹھے تھے، سلیمانؑ نے اس عورت سے ساری بات پوچھی اور فرمایا تو اللہ کے نبی کے پاس واپس جا اور ان کو کہہ مجھے یہ ہزار نہیں چاہئیں، میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ مجھے ہوا سے انصاف دلوائیں تو اس عورت نے داودؑ کو کہا تو داودؑ ہر مرتبہ ہزار زیادہ کر دیتے، وہ واپس جاتی تو سلیمانؑ اس کو پھر بھیج دیتے تو آخر داودؑ نے پوچھا جب تو راضی ہو جاتی ہے تو پھر کون تجھے واپس بھیجتا ہے؟ اس نے کہا دروازہ پر ایک لڑکا بیٹھا ہے وہ بھیجتا ہے۔ داودؑ نے اس کو بلوایا تو وہ سلیمانؑ تھے تو داودؑ نے پوچھا آپ یہ کیوں کرتے ہو؟ سلیمانؑ نے فرمایا کیونکہ آپ کا اس عورت کے حق میں ہوا کے خلاف فیصلہ کرنا فرض ہے اور اس کو اپنا مال دینا نفل ہے اور فرض نفل سے زیادہ بہتر ہے۔ تو داودؑ نے فرمایا آپ نے سچ کہا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کے پاس ہوا آ جائے تو ہوا آئی۔ داودؑ نے ہوا سے پوچھا تو عورت کا آٹا کیوں لے گئی ہے؟ تو ہوا نے جواب دیا مجھے میرے نگران فرشتہ نے یہ حکم دیا تھا۔ تو داودؑ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ فرشتہ بھیج دیں تو فرشتہ آیا تو داودؑ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا جبرائیلؑ میرے پاس یہ حکم لائے تھے اس لئے میں نے ایسا کیا ہے۔

تو داودؑ نے رب سے سوال کیا ان کے پاس جبرائیلؑ آ جائیں تو جبرائیلؑ نازل ہوئے اور داودؑ نے جبرائیلؑ

سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا سمندر میں ایک کشتی پھٹ گئی تھی اور غرق ہونے لگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہوا کے فرشتہ کو حکم دوں کہ وہ ہوا کو حکم دیں کہ یہ آٹا لے جائے اور اس سے کشتی کے سوراخ بند کرے تاکہ وہ غرق نہ ہوں تو ہوا نے ایسا کیا اور کشتی والے اس وجہ سے نجات پا گئے اور اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ کشتی والوں کو بلائیں اور ان کے اس مال کی تہائی لیں جو اس کشتی میں تھا اور اس عورت کو دے دیں تو داوڈ نے ایسا کیا تو وہ مال دس بوجھ کے برابر دراہم بنا۔ پھر داوڈ نے اس عورت سے پوچھا تو نے اس دن کیا کام کیا تھا جس دن ہوا تیرا آٹا لے گئی تھی؟ اس نے کہا میں نے ایک فقیر کو ایک روٹی دی تھی اور میں نے اس کو ایسے ایسے کہا تھا تو داوڈ نے فرمایا یہ تو دنیا میں تیری روٹی کا اجر ملا ہے اور آخرت کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے علاوہ ہے۔

حضرت سلیمان کا چھٹا فیصلہ

اور سلیمانؑ کا چھٹا فیصلہ وہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ان آیات میں کیا ہے:

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَیۡمٰنَ اِذۡ یَحۡکُمٰنِ فِی الۡحَرۡثِ اِذۡ نَفَشَتۡ فِیۡهِ غَنَمُ الۡقَوۡمِ ۚ وَ كُنَّا لِحُكۡمِهِمۡ شٰهِدِیۡنَ

[سورة الانبیاء:78]

(ترجمہ) اور داوڈ اور سلیمانؑ کا تذکرہ کیجئے جب وہ دونوں ایک کھیت کے جھگڑے کا فیصلہ کرنے لگے جب اس کو ایک قوم کی بکریاں رات کے وقت روند گئی تھیں اور ہم ان کا فیصلہ دیکھ رہے تھے۔

مؤرخین فرماتے ہیں کہ دو آدمی داوڈ کے پاس آئے ایک کا نام یوحنا اور دوسرے کا ایلیا تھا۔ ایلیا کاشتکار تھا اور یوحنا اس کا پڑوسی اور بکریوں والا تھا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں وہ فصل انگوروں کی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ وہ کوئی اور فصل تھی تو یوحنا کی بکریاں رات کو ایلیا کی فصل میں گھس گئیں اور اس کی فصل تباہ کردی، یہ دونوں داوڈ کے پاس جھگڑا لے گئے تو داوڈ نے حکم دیا کہ کاشتکار کا جتنا نقصان ہوا ہے وہ بکریوں والے کی بکریوں سے پورا کیا جائے تو جب اندازہ کیا گیا تو ساری بکریوں کی قیمت فصل کے نقصان کے برابر تھی تو داوڈ نے ساری بکریاں کاشتکار کے حوالے کرنے کا حکم دے دیا جب یہ دونوں داوڈ کے پاس سے روانہ ہوئے تو سلیمانؑ دروازہ پر تشریف فرما تھے تو ان دونوں سے داوڈ کے فیصلہ کے بارے میں پوچھا انہوں نے بتایا تو سلیمانؑ داوڈ کے پاس گئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! کیا آپ نے اس کاشتکار کے لئے ساری بکریوں کا فیصلہ کردیا ہے؟ داوڈ نے فرمایا ہاں۔ تو سلیمانؑ نے عرض کیا اگر اس کے علاوہ کوئی فیصلہ ہوتا تو وہ زیادہ مناسب اور موافق ہوتا۔ داوڈ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ سلیمانؑ نے عرض کیا میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کی بکریاں کاشتکار کو دے دیں وہ ان کی نسل اور دودھ سے فائدہ حاصل کرے اور ان کو چرائے اور ان کی حفاظت کرے اور اس کی زمین بکریوں والے کو دے دی جائے وہ اس کی زمین کاشت کرکے

اس کی دیکھ بھال کرے جب فصل پہلے جیسی ہو جائے تو زمین اور فصل اس کے مالک کو دے دی جائے اور بکریاں ان کے مالک کو دے دی جائیں۔ تو داوڈ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کی عقل نہ چھینیں اور فہم میں اضافہ کریں۔ تو داوڈ نے وہی حکم دیا جو سلیمانؑ نے کہا تھا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں داوڈ نے جو ارشاد فرمایا تھا یہی ان کی شریعت کا فیصلہ تھا اور جو سلیمانؑ نے فرمایا وہ نرمی اور صلح تھی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا [سورۃ الانبیاء:79] (اور ہم نے دونوں کو حکم اور علم دیا تھا)۔

اللہ تعالیٰ نے داوڈ کو قضاء اور شریعت کے فیصلوں کا فہم عطا کیا تھا اور سلیمانؑ کو خیر خواہی اور نرمی کا علم۔ اور فیصلہ کرنے والے کے لئے جائز ہے کہ دو فریقوں کے درمیان وہ فیصلہ کرے جو ان دونوں کے حق میں زیادہ نرمی کا باعث ہو۔ اور جب ان دونوں میں سے کسی ایک کا نقصان ہو تو اس فیصلہ کو لاگو نہ کرے۔ جب سلیمانؑ جوان ہو گئے اور داوڈ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو اپنا خلیفہ بنالیا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ o وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ [سورۃ النمل:15-16]

(ترجمہ) اور ہم نے دواڈ اور سلیمانؑ کو ایک علم عطا فرمایا تھا اور ان دونوں نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی ہے اور سلیمانؑ داوڈ کے قائم مقام ہوئے اور فرمایا اے لوگو!۔

جب وہ اپنے والد کے بعد ان کے قائم مقام ہو گئے

عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَىْءٍ [سورۃ النمل:16]

(ترجمہ) ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں۔

جن کی نبوت اور بادشاہت میں ضرورت پڑتی ہے۔

اور روایات میں آتا ہے کہ داوڈ ایک دن ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اور آپؑ کے اردگرد بنی اسرائیل کے علماء موجود تھے تو سب حضرات عقل کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے تو داوڈ نے سلیمانؑ سے پوچھا اے میرے بیٹے عقل کیا ہے؟ سلیمانؑ نے جواب دیا عقل دین اور دنیا دونوں کے ستون کو درست رکھنا ہے اور یہ عقل صاحبِ عقل کو ایسے کام پر ابھارتی ہے جس کا انجام دونوں جہانوں کے اعتبار سے اچھا ہو۔ تو داوڈ نے ان کی بات کو پسند کیا اور ان کو اپنا خلیفہ بنالیا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جس دن داوڈ نے سلیمانؑ کو خلیفہ بنایا تھا سلیمانؑ کی عمر بارہ سال تھی اور جب داوڈ وفات پا گئے تو سلیمانؑ ان کے قائم مقام بن گئے اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ساتھ پرندوں، ہوا اور شیطانوں کو بھی سلیمانؑ کے تابع کر دیا۔

حضرت سلیمانؑ کی سلطنت

اور روایت کیا گیا ہے کہ سلیمانؑ جب لوگوں کے لئے مجلس لگاتے تو وہ اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوتے تھے ان کا بہت بڑا تخت تھا۔

وہب بن منبہؒ اور مقاتلؒ نے اس کی بہت لمبی تعریف ذکر کی ہے ہم اس کو نہیں لکھ رہے۔ سلیمانؑ جب اس تخت پر جلوہ افروز ہوتے تھے تو آپ کے دائیں اور بائیں چار سو کرسیاں لگائی جاتی تھیں۔ آپؑ کے دائیں جانب بنی اسرائیل کے نیک اور معزز لوگ بیٹھتے تھے اور آپؑ کے بائیں جانب جن بیٹھتے تھے پھر ان کو دونوں طرف سے انسان اور جن گھیر لیتے تھے پھر وحشی جانور، مویشی اور درندے ان کو گھیر لیتے تھے پھر پرندے آتے اور ان کے اوپر صفیں بنا کر ان پر سایہ کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ [سورة النمل:17]

(ترجمہ) اور سلیمانؑ کے پاس ان کے لشکر جنات اور انسانوں اور پرندوں کے جمع کیے گئے پھر ان کی جماعتیں بنائی جاتی تھیں۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ [سورة السبا:16]

(اور ہم نے سلیمانؑ کے لئے ہوا کو تابع کر دیا اس کی صبح کی منزل اور اس کی شام کی منزل ایک ایک مہینہ کی تھی)۔

کی تفسیر میں روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام چیزیں سلیمانؑ کے تابع کر دی تھیں۔ سلیمانؑ جنات اور شیاطین کو حکم دیتے تھے، وہ سلیمانؑ کے لشکر جتنا بڑا قالین کھینچ کر لاتے۔

بعض نے کہا ہے کہ ایک فرسخ (آٹھ کلومیٹر) لمبا اور ایک فرسخ (آٹھ کلومیٹر) چوڑا ہوتا تھا پھر جب سلیمانؑ کسی طرف سفر کرنے کا ارادہ فرماتے تو آپؑ کا تخت اس قالین پر رکھا جاتا اور اس پر کرسیاں لگائی جاتی تھیں جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے اور ان کرسیوں کو جن وانس اور وحشی جانور گھیر لیتے تھے جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا ہے اور پرندے اس پر سایہ کرتے تھے۔ پھر سلیمانؑ ہوا کو حکم دیتے وہ اس قالین کو اٹھا کر جہاں سلیمانؑ جانا چاہتے وہاں لے جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ [سورة صٓ:36]

(ترجمہ) جو ان کے حکم سے چلتی تھی نرم نرم، جہاں وہ پہنچنا چاہتے تھے۔

اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ ہوا اتنی طاقتور ہوتی تھی لیکن وہی ہوا فصلوں پر گزرتی تو ان کو حرکت بھی نہ دیتی تھی

اور باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

حَیۡثُ اَصَابَ [سورۃ ص:36] یعنی جہاں کا ارادہ کرتے۔

غُدُوُّهَا شَهۡرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهۡرٌ [سورۃالسبا:12]

(ترجمہ)اس کی صبح کی منزل اور اس کی شام کی منزل ایک ایک مہینہ کی تھی۔

سلیمانؑ شام سے روانہ ہوتے اور دوپہر کا کھانا فارس کے شہر اصطخر میں کھاتے اور وہاں قیلولہ کرتے پھر آگے روانہ ہوتے اور شام کو کابل پہنچ جاتے تھے وہاں عشاء کا کھانا کھا کر رات گزارتے پھر اگلے دن صبح کو کابل سے روانہ ہوتے اور قیلولہ اصطخر میں کرتے پھر وہاں سے روانہ ہوتے تو شام کو بیت المقدس پہنچ جاتے تھے اور سلیمانؑ کی ہر منزل کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تھی۔

اور لوگوں کا سلیمانؑ کی مملکت کے بارے میں اختلاف ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ سلیمانؑ ساری زمین کے بادشاہ تھے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ساری زمین پر بادشاہت دو مومن اور دو کافر بادشاہوں کی ہوئی ہے۔ مومن بادشاہ سلیمانؑ اور ذوالقرنینؑ ہیں اور کافر نمرود اور بُخۡتُ نَصَّر ہیں اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ سلیمانؑ فقط ملکِ شام کے بادشاہ تھے اور اس وقت فارس کا بادشاہ منوچھر تھا۔ اس نے اصطخر شہر سلیمان کو ہبہ کر دیا تھا اور ہندوستان کے بادشاہ نے کابل سلیمانؑ کو ہبہ کر دیا تھا۔ تو سلیمانؑ ان دو شہروں میں سیر و تفریح کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور اسی وجہ سے شیطانوں کے برتن اور صورتیں ان دو شہروں کابل اور اصطخر میں واقع ہیں۔ یہ قول زیادہ مناسب ہے۔

اور اکثر مؤرخین اسی کے قائل ہیں اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ملک یمن شام سے قریب ہے لیکن سلیمانؑ اس کے بادشاہ اس وقت بنے جب ملکہ بلقیس نے وہ ملک آپ کو دے دیا، اس سے پہلے تو آپؑ کو اس ملک کا علم ہی نہ تھا حتیٰ کہ ہدہد نے آ کر آپ کو کہا:

وَجِئۡتُكَ مِنۡ سَبَاٍۢ بِنَبَاٍ يَّقِيۡنٍ [سورۃ النمل:22] (آپ کے پاس ملک سبا سے یقینی خبر لایا ہوں)۔

اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کو جو معجزات عطاء کئے ان میں سے چند تو وہ چیزیں ہیں جو ہم ذکر کر چکے ہیں اور ساتھ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کو تمام پرندوں اور حیوانات کی بولیاں سکھا دی تھیں۔

وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّيۡرِ [سورۃ النمل:16]

(اور فرمایا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے)۔

اور فرمایا: فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنۡ قَوۡلِهَا [النمل:19] (تو سلیمانؑ اس کی بات سے مسکرا کر ہنس پڑے)۔

یعنی چیونٹی کی بات سن کر۔

اور سلیمانؑ کے معجزات میں سے یہ ہے کہ ان کے لئے تانبے کا چشمہ جاری کر دیا گیا تھا۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ موجود تانبا مراد نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آج کل جو لوگوں کے استعمال میں تانبا ہے یہی مراد ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کے لئے پانی کی طرح تانبے کا چشمہ جاری کر دیا تھا تو سلیمانؑ کو آگ سے تانبا پگھلانے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔

اور اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کے جو واقعات ذکر کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے:

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ ۙ قَالَتۡ نَمۡلَۃٌ یّٰۤاَیُّہَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسٰکِنَکُمۡ [سورۃ النمل:18]

(یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے میدان پر پہنچے ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں گھس جاؤ)۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ سلیمانؑ ایک دن ہوا کی سواری پر سوار تھے تو ایک شخص پر گزر ہوا تو اس آدمی نے جب وہ نعمتیں دیکھیں جو اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کو عطا کی تھیں تو کہنے لگا میری جان کی قسم! بلا شبہ داؤدؑ کی اولاد کو تو بہت بڑی بادشاہت دی گئی ہے تو سلیمانؑ نے اس کی بات سن لی اور ہوا کو حکم دیا، ہوا اس بندہ کو اٹھا کر سلیمانؑ کے پاس لے گئی تو سلیمانؑ نے پوچھا تو نے کیا کہا ہے؟ اس نے بتایا تو سلیمانؑ نے فرمایا آپ نے سچ کہا ہے آل داؤدؑ کو ان نعمتوں میں سے بھی دی گئی ہیں جو تمام لوگوں کو دی گئی ہیں اور ان نعمتوں میں سے بھی جو لوگوں کو نہیں دی گئیں۔ لیکن میں آپ کو اس شخص کے بارے میں بتاتا ہوں جس کو اس نعمت سے بھی افضل دیا گیا ہے جو آلِ داؤدؑ کو دی گئی ہے تو اس شخص نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے نبی! سلیمانؑ نے فرمایا جس شخص کو یہ تین نعمتیں دی گئی ہوں (۱) خوشی اور غصہ دونوں حالتوں میں انصاف کرنا (۲) اور تنگدستی اور مالداری میں میانہ روی اختیار کرنا (۳) اور پوشیدگی اور اعلانیہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور دوسری روایت میں ہے کہ سلیمانؑ نے فرمایا میں آپ کو اس شخص کے بارے میں بتاؤں جس کو آلِ داؤدؑ کی نعمتوں سے بھی افضل نعمت دی گئی ہے اس شخص نے کہا کیوں نہیں۔ سلیمانؑ نے فرمایا جس شخص نے آخری زمانہ پا لیا اور قرآن پڑھا تو اس کو اس نعمت سے بھی افضل نعمت دی گئی ہے جو آلِ داؤدؑ کو دی گئی ہے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ سلیمانؑ ایک دن ہوا کی سواری پر سوار ہوئے تو ایک شخص پر گزر ہوا اس کے ہاتھ میں کدال تھا جس سے وہ مٹی اڑا رہا تھا جب اس نے سلیمانؑ کو اس حال میں دیکھا تو کھڑا ہو کر تھوڑی دیر سلیمانؑ کو دیکھتا رہا پھر سلیمانؑ کو سلام کیا تو سلیمانؑ نے جواب دیا اور اس سے پوچھا آپ کو کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں آپ مجھے وہ بتائیں گے، اس نے کہا اللہ کے نبی! کیا آپ کا جو ملک گزر چکا ہے اس میں آپ کو کوئی لذت محسوس ہوئی ہے؟ سلیمانؑ نے فرمایا نہیں۔ اس آدمی نے کہا کیا آپ کی بادشاہت جو باقی رہ گئی ہے آپ کو اس پر یقین ہے؟ سلیمانؑ نے فرمایا نہیں۔ اس آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ کو جو نظر آئے اس کو کر گزریں عنقریب آپ بہت ساری چیزیں پیچھے چھوڑ جائیں گے تو سلیمانؑ نے فرمایا آپ سمجھدار آدمی ہو آپ میرے ساتھ کیوں نہیں چلتے تاکہ میں آپ کا اکرام کروں۔ تو اس آدمی نے کہا اے اللہ

کے نبی! اس سے پہلے میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ سلیمانؑ نے فرمایا پوچھو۔ اس شخص نے کہا اگر میں آپ کے ساتھ چلوں تو کیا آپ میرے رزق میں کچھ اضافہ کرنے پر قادر ہیں؟ سلیمانؑ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا میری عمر میں کچھ اضافہ کر سکتے ہیں؟ سلیمانؑ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا کیا آپ میرے گناہوں میں سے کچھ معاف کر سکتے ہیں؟ سلیمانؑ نے فرمایا نہیں تو اس شخص نے کہا اے اللہ کے نبی! مجھے اس ذات کے دروازہ پر چھوڑ دیں جو ان تمام کاموں پر قادر ہے تو سلیمانؑ اس کو چھوڑ کر تشریف لے گئے۔

حضرت سلیمان کا چیونٹیوں سے مکالمہ

اور اللہ تعالیٰ نے جو چیونٹی کا قصہ بیان فرمایا ہے:

ابن عباسؓ فرماتے ہیں سلیمانؑ ہوا کی سواری پر سوار ہو کر اصطخر سے شام واپس تشریف لا رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے گزر ہوا تو اپنے ساتھ والوں کو فرمایا یہ ان امی نبی کا دار ہجرت ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے جو ان پر ایمان لائیں گے ان کے لئے خوشخبری ہے اور جو ان کی اقتداء اور پیروی کریں گے ان کے لئے بھی خوشخبری ہے پھر وہاں سے آگے چلے تو مکہ پر گزر ہوا تو فرمایا یہ اس نبی کی جائے پیدائش ہے پھر طائف کے ایک جانب وادی پر گزر ہوا تو چیونٹیوں کی وادی پر تشریف لے گئے تو وادی کی ایک چیونٹی نے کہا بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ ان چیونٹیوں کی ملکہ تھی اور بعض نے کہا ہے کہ یہ لنگڑی تھی اپنی کمزوری کی وجہ سے باقی چیونٹیوں سے پیچھے رہ گئی تھی۔ اس چیونٹی نے کہا:

يٰۤاَيُّهَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسٰكِنَكُمۡ لَا يَحۡطِمَنَّكُمۡ سُلَيۡمٰنُ وَجُنُوۡدُهٗ وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ [النمل:18]

(اے چونٹیو! اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہیں تمہیں سلیمانؑ اور ان کی فوجیں پیس نہ ڈالے اور ان کو خبر بھی نہ ہو)۔

ان کو تمہارا پتہ ہی نہیں لگے گا اور وہ تمہیں روند دیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ چیونٹیوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ سلیمانؑ ان کی بات سمجھ رہے ہیں اور سلیمانؑ جہاں سے بھی گزرتے تھے تو جو چیز بھی کوئی بات کرتی تھی ہوا اس کی بات سلیمانؑ تک پہنچا دیتی تھی۔ جب سلیمانؑ نے چیونٹیوں کی بات سنی تو اس کی بات پر مسکرانے لگے اور انبیاءؑ کی ہنسی مسکراہٹ کی ہی صورت میں ہوا کرتی ہے۔

وَقَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِىۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ [سورۃ النمل:19]

(ترجمہ) اور عرض کیا اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی۔

جو آپ نے ہمارا اکرام کیا ہے کہ ہم ہر چیز کا کلام سمجھ سکتے ہیں پھر سلیمانؑ نے ہوا کو حکم دیا تو ہوا نے لشکر کو روک دیا یہاں تک کہ ساری چیونٹیاں اپنے بلوں میں داخل ہوگئیں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ چیونٹیوں کی ملکہ اپنے بل کے دروازہ پر کھڑی رہی جب سب چیونٹیاں اپنے بلوں میں چلی گئیں تو وہ بعد میں داخل ہوئی یہ اس کی اپنی رعایا پر شفقت تھی تو سلیمانؑ نے دل میں سوچا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے عبرت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اپنی رعایا پر شفقت کرنے کی تعلیم دی ہے۔

اور سلیمانؑ کے چیونٹیوں کے کلام سمجھنے کے بارے میں ایک اور واقعہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن لوگوں کو قحط کی مشکل پیش آئی تو سلیمانؑ بارش کی دعا مانگنے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو سلیمانؑ کا گزر ایک چیونٹی پر ہوا جو اپنی پشت کے بل لیٹی ہوئی تھی اور اپنی ٹانگیں آسمان کی طرف اٹھا کر کہہ رہی تھی اے میرے رب ہم آپ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہیں، ہم آپ کے رزق سے مستغنی نہیں ہیں یا تو ہمیں رزق عطا فرمائیں یا ہمیں اپنے پاس بلا لیں تو سلیمانؑ نے چیونٹی کی دعا سن کر فرمایا اے لوگو! تم واپس لوٹ چلو تمہارے علاوہ کسی کی دعا کی وجہ سے تم پر بارش برسائی جائے گی تو اللہ تعالیٰ نے بارش بھیجی۔

ہدہد کا واقعہ

اور اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ اور ہدہد کا واقعہ اور ملکہ بلقیس کی حکایت بھی بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ [سورة النمل:20]
(ترجمہ) اور سلیمانؑ نے پرندوں کی خبر لی تو فرمایا کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا۔
اور لوگوں نے سلیمانؑ کے پرندوں کی حاضری لگانے اور ہدہد کے متعلق پوچھنے کے بارے میں کلام کیا ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ سلیمانؑ جب اپنی مجلس میں جلوہ افروز ہوتے تھے تو پرندے آکر آپ کے اوپر صف بنا لیتے تھے اور آپؑ اور آپؑ کے ہمراہیوں سے سورج کی گرمی دور کرتے تھے اور ہر پرندہ کے لئے ایک مخصوص جگہ مقرر تھی تو سلیمانؑ ایک دن تشریف فرماتے تھے اور پرندوں نے سایہ کیا ہوا تھا تو سلیمانؑ نے دیکھا کہ ایک جگہ سے سورج کی روشنی آرہی ہے تو آپؑ نے دیکھا کہ ہدہد کی جگہ خالی ہے تو اس کے بارے میں پوچھا اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ سلیمانؑ پر ایک دن ہر جنس کے جانوروں کے لشکر پیش کئے جاتے تھے تو ایک دن پرندوں کے لشکر پیش کئے گئے تو سلیمانؑ نے ہدہد کو نہیں دیکھا، اس کو پرندے پہچانتے تھے تو سلیمانؑ نے دوسرے پرندوں سے پوچھا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں سلیمانؑ جب زمین کی سیر کے لئے تشریف لے جاتے اور کسی ایسی جگہ پڑاؤ کرتے جہاں پانی نہ ہوتا تو ہدہد کو بلاتے وہ پانی کی رہنمائی کرتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدہد کو زمین میں پانی کی جگہوں کی معرفت عطاء کی ہے تو سلیمانؑ نے ایک چٹیل میدان میں پڑاؤ کیا اور لشکر کو پانی کی ضرورت محسوس ہوئی تو سلیمانؑ نے ہدہد کو بلوایا تا کہ وہ پانی کا بتائے اور شیاطین وہ جگہ کھود کر پانی نکال لیں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں ہمارے شیخ فرمایا کرتے تھے تفقد کا معنی یہ ہے کہ یہ سب چھوٹوں بڑوں کی حاضری لی۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے پَر عطا کئے ہیں وہ اپنی معاش کی تلاش میں ہوا میں اڑ کر جاسکتے ہیں، ان کو کسی کی محتاجی نہیں ہے اس کے باوجود سلیمانؑ حاضری لے کر ان کا حال معلوم کر رہے ہیں اور ان پرندوں میں چھوٹے اور کمزور غیر ضروری پرندہ کا بھی حال معلوم کر رہے ہیں تو باقی جانوروں اور رعایا کا حال تو زیادہ معلوم کرتے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سلیمانؑ کا یہ حال بتا کر بادشاہوں اور سرداروں کو اپنی رعایا کے بارے میں اس نکتہ پر آگاہ کیا ہے۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سلیمانؑ یمن کے علاقہ سے گزر رہے تھے تو سلیمانؑ کے ہدہدوں میں سے ایک ہدہد کی یمن کے ایک ہدہد سے ملاقات ہوگئی، سلیمانؑ کے ہدہد کا نام یعفور اور یمن کے ہدہد کا نام عنفیر تھا۔ تو یمن

کے ہدہد نے یعفور کو کہا تمہارے بادشاہ کی بادشاہت کس قدر عظیم ہے تو یعفور نے کہا بے شک کیا آپ نے ان جیسا کوئی بادشاہ دیکھا ہے؟ عنفیر نے کہا ہماری ملکہ ایک عورت ہے اس کی بادشاہت میں ایک عظیم شان ہے اگر آپ چاہتے ہیں تو آؤ اس کو خود دیکھ لو۔ تو سلیمانؑ کا ہدہد اس کے ساتھ چل پڑا اور سلیمانؑ آگے تشریف لے گئے آگے جا کر ایک جگہ قیام کیا تو وہاں پانی نہیں تھا تو سلیمانؑ نے اپنے لشکر کو فرمایا کیا تم میں سے کوئی پانی کی جگہ پہچانتا ہے؟ تو سب نے کہا آپؑ کے لشکر میں سے اگر کوئی پانی کو پہچانتا ہے تو وہ صرف پرندے ہیں تو سلیمانؑ نے پرندوں سے پوچھا انہوں نے کہا ہم میں سے صرف ہدہد ہی پانی کو معلوم کر سکتا ہے کیونکہ وہ زمین کے نیچے پانی کو ایسے دیکھ لیتا ہے جیسے لوگ شیشے کی بوتل میں پانی دیکھ لیتے ہیں۔ تو سلیمانؑ نے ہدہد کو بلوایا تو وہ نہیں تھا تو سلیمانؑ نے فرمایا:

مَا لِیَ لَآ اَرَی الْهُدْهُدَ [سورۃ النمل:20] (کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا)

میری نگاہ سے چوک ہو گئی ہے کہ اس پر نہیں پڑ رہی۔

اَمْ کَانَ مِنَ الْغَآئِبِیْنَ [سورۃ النمل:20] (کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے)

اس وجہ سے میں اس کو نہیں دیکھ رہا۔ پھر فرمایا:

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ [سورۃ النمل:21]

(ترجمہ) میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا یا وہ کوئی صاف دلیل میرے سامنے پیش کرے۔

ہمارے شیخؒ فرماتے ہیں کہ سلیمانؑ نے ہدہد کی حالت کو تین قسموں پر تقسیم کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہدہد کی غیر حاضری اپنی خواہش کی وجہ سے تھی نہ کہ اپنے ملک کے انکار کے کی وجہ سے یا ان کی بادشاہت اور سرداری کے انکار کی وجہ سے یا اس غیر حاضری کا کوئی عذر ہوگا۔ اگر ہدہد کی غیر حاضری اس کی بغیر اجازت دلی خواہش کی وجہ سے ہوئی تو فرمایا میں اس کو سخت عذاب دوں گا اور سلیمانؑ پرندوں کو سزا یہ دیتے تھے کہ ان کے پَر اکھاڑ کر ان کو چیونٹیوں میں ڈال دیتے تھے وہ چیونٹیاں ان کو کاٹتی تھیں اور اگر ہدہد کی غیر حاضری میری بادشاہت کے انکار کی وجہ سے ہوئی تو میں اس کو ذبح کر دوں گا کیونکہ اس کا جرم زیادہ بڑا ہے۔ اور اگر کسی عذر کی وجہ سے غیر حاضر ہوا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ میرے پاس واضح دلیل اور واضح عذر لے کر آئے۔ اسی طرح بادشاہ کے لئے مناسب ہے کہ وہ تمام مجرموں کو ایک جیسی تکلیف نہ دے بلکہ سزا کے درجات مقرر کر لے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ [سورۃ النمل:22]

یعنی ہدہد کا تھوڑی دیر انتظار کیا یہاں تک کہ وہ تھوڑی دیر بعد واپس آ گیا۔

اور اس نے سبا کی ملکہ بلقیس کو دیکھا اور اسکی مملکت اور اس کے حالات کا مشاہدہ کیا اور واپس آ گیا۔ تو پرندوں نے کہا: بعض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے کبوتر ہدہد کو ملا اور اس سے پوچھا تجھے بادشاہ سے کس چیز نے پیچھے کر دیا تھا؟ بادشاہ نے آپ کو سخت عذاب اور ذبح کرنے کی دھمکی دی ہے تو ہدہد نے کہا کیا بادشاہ نے استثنا کیا

ہے؟ تو ہد ہد نے کہا ہاں انہوں نے فرمایا ہے یا وہ میرے پاس کوئی واضح دلیل لے آئے تو ہد ہد نے کہا میں ان کے پاس ایسی خبر لایا ہوں جس کو سن کر وہ خوش ہو جائیں گے پھر وہ سلیمانؑ کے پاس آیا تو سلیمانؑ نے فرمایا تو کہاں تھا؟ تو ہد ہد نے کہا:

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ [سورۃالنمل:22] (میں ایسی خبر لے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں)

مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ [النمل:22] (اور آپ کے پاس ملک سبا سے یقینی خبر لایا ہوں)۔

سلیمانؑ نے فرمایا وہ کیا خبر ہے؟ تو ہد ہد نے کہا:

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ [سورۃالنمل:23]

(ترجمہ) میں نے ایک عورت کو دیکھا جوان پر بادشاہ کر رہی ہے اور اس کو ہر قسم کا سامان میسر ہے۔ بادشاہوں کو جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ [سورۃ النمل:23] (اور اس کا ایک بڑا تخت ہے)۔

ملکہ بلقیس کا ذکر

تو وہبؒ نے ذکر کیا ہے کہ ملکہ بلقیس کے تخت کی لمبائی آسمان کی طرف تیس گز تھی اور اس کا اگلا حصہ سونے کا بنا ہوا تھا جس پر یاقوت اور سبز زمرد جڑے ہوئے تھے اور تخت کا پچھلا حصہ چاندی کا تھا جس پر مختلف رنگ کے جواہر جڑے ہوئے تھے اور اس کا ہر پایہ موتی کا تھا جو دوسرے کے خلاف تھا۔ تو سلیمانؑ نے فرمایا مجھے اس کا دین اور اس کی قوم کا دین بتا۔ ہدہد نے کہا:

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ [سورۃ النمل:24]

(ترجمہ) میں نے اس کو اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں مرغوب رکھا ہے اور ان کو سیدھے راستے سے روک دیا ہے اس لئے وہ راہ پر نہیں چل رہے۔ حق کی طرف۔

سلیمانؑ نے فرمایا: اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ [سورۃ النمل:25] (وہ خدا کو سجدہ نہیں کرتے)

جن حضرات نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے ان کی قراءت کے مطابق آیت کا معنی یہ ہے کہ سلیمانؑ نے جب سنا کہ بلقیس اور اس کی قوم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں تو سلیمانؑ نے اپنے اردگرد کے لوگوں کو فرمایا سنو اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو۔

الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [سورۃ النمل:25]

(ترجمہ) جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے۔

چھپے ہوئے خزانے اور پوشیدہ چیزیں۔ جو وہ خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین والے چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اور وہ:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ [سورۃ النمل:26]

(ترجمہ) اللہ ایسا ہی ہے کہ کسی کی عبادت نہیں سوائے اس کے وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

اور اسی کا عرش بہت بڑا ہے نہ کہ بلقیس کا عرش۔ تو سلیمانؑ نے اپنے ساتھ موجود لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ کا حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دین کی ہدایت دی تھی اور ان کو کفر سے بچالیا۔

اور جن حضرات نے (الا) کو شد کے ساتھ پڑھا ہے ان کے نزدیک آیت کا معنی یہ ہے کہ ہدہد نے کہا کہ

ان کو شیاطین نے سیدھے راستے سے روک دیا ہے تو سلیمانؑ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے اور ان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں، یہ سلیمانؑ نے ان کے فعل کا انکار کیا تھا پھر سلیمانؑ نے ہدہد کو فرمایا:

سَنَنۡظُرُ اَصَدَقۡتَ [سورۃ النمل:27] (ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے)۔

جو مجھے خبر دی ہے اس میں تو سچا ہے یا تو نے اپنی طرف سے کوئی جھوٹی خبر گھڑی ہے تاکہ سزا سے بچ سکے۔

ہمارے شیخؒ نے فرمایا ہے کہ اسی طرح بادشاہ کے لئے مناسب ہے کہ وہ ہر آنے والی خبر کو قبول کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ پہلے اس کی تحقیق کرلے اور اس کا سچ اور جھوٹ پہچان لے۔

وہبؒ فرماتے ہیں پھر سلیمانؑ نے ہدہد کو فرمایا ہمارے لئے پانی تلاش کر تو ہدہد نے پانی تلاش کیا وہ سلیمانؑ کے تخت کے پایہ کے نیچے سے ملا تو سلیمانؑ نے جنوں اور شیاطین کو پانی نکالنے کا حکم دیا تو انہوں نے زمین کو پانی کے اوپر سے ایسے اٹھا لیا اور جب پانی کی ضرورت محسوس ہوتی تھی تو یہ لوگ زمین کو ایسے ہٹاتے تھے جیسے گوشت سے کھال اتاری جاتی ہے۔تو جنوں نے جاری پانی نکالا اور سلیمانؑ کے لشکر نے دیکھا۔اور سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ یہ پانی ابھی تک ظاہر ہے (واللہ اعلم)۔

مصنفؒ فرماتے ہیں پھر سلیمانؑ نے کاتب کو بلوایا اور اس کو بلقیس کو خط لکھنے کا حکم دیا کہ بلقیس کو لکھ۔

اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ [سورۃ النمل:30]

(ترجمہ) وہ خط سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اس میں ہے "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ"۔ انسانوں اور جنوں پر اللہ تعالیٰ کے نبی اور خلیفہ ہیں سبأ کی ملکہ بلقیس کی جانب (اما بعد) حمد وصلوٰۃ کے بعد جب تم میرا یہ خط پڑھو تو تم پر لازم ہے کہ: اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَىَّ وَاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ [سورۃ النمل: 31] (تم میرے سامنے تکبر نہ کرو اور میرے پاس فرمانبردار ہو کر چلے آؤ) یعنی مومن بن کر۔

اور بعض نے کہا ہے کہ مسلمین کا معنی ہے کہ تم میرے فرمانبردار و تابع ہو کر آؤ اگر تم انسانوں میں سے ہو تو میں نے تمہارے لئے قاصد بھیجا ہے اور اگر تم جنوں میں سے ہو تو میں نے تمہیں میرے تابع اور میرے فرمانبردار ہونے کا حکم دیا ہے۔

پھر سلیمانؑ نے خط پر مہر لگا دی اور خط ہدہد کو دے دیا اور فرمایا:

اِذۡهَبْ بِّكِتٰبِىۡ هٰذَا فَاَلۡقِهۡ اِلَيۡهِمۡ [النمل: 28] (میرا یہ خط لے جا اس کو ان کے پاس ڈال دے)۔

یعنی بلقیس اور اس کے سرداروں کی طرف۔

ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ [سورۃ النمل:28] (پھر ان سے ہٹ جا) یعنی ان سے اتنا دور ہو جاؤ کہ آپ ان کو دیکھ سکو اور ان کی بات سن سکو۔

فَانۡظُرۡ مَاذَا يَرۡجِعُوۡنَ [النمل:28] (پھر دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں)۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ یعنی یہ خط ان کو دے کر دیکھو وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ پھر ان کے پاس سے ہمارے پاس واپس آجانا۔ تو ہدہد خط لے کر چل دیا اور شہر سبأ میں بلقیس کے محل میں چلا گیا اور ملکہ بلقیس قیلولہ کرنے کے لئے اپنے محل کے ساتویں کمرے میں داخل ہوئی اور اپنے بستر پر سوگئی تو ہدہد کمرے کے روشن دان سے اندر داخل ہوا اور خط ملکہ کے پاس ڈال دیا لیکن ملکہ بیدار نہیں ہوئی تو ہدہد نے اپنا پَر ملکہ کے چہرے پر لگایا تو ملکہ بیدار ہوگئی اور بعض نے کہا ہے کہ جب ملکہ نے دیکھا کہ ہدہد اس کے سَر پر اڑ رہا ہے تو وہ بیٹھ گئی اور خط اٹھا لیا اور جان گئی کہ یہی پرندہ یہ خط لایا ہے ملکہ نے خط کی مہر کھولی اور خط کی تحریر پڑھی، ملکہ پڑھی لکھی تھی اس نے خط پڑھ کر دل میں سوچا کہ اس خط کا لکھنے والا بہت عظیم بادشاہ ہے کیونکہ اس کا قاصد پرندہ ہے پھر ملکہ خط اٹھا کر اپنی مخصوص مجلس میں چلی گئی اور حمیر کے بادشاہوں کو پیغام بھیج کر جمع کیا اور کہا:

يَاَيُّهَا الْمَلَأُ اِنِّيٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ [النمل:29] (اے دربار یو میرے پاس ایک معزز خط ڈالا گیا ہے)

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ملکہ نے اس خط کو باوقار خط اس وجہ سے کہا تھا کہ اس پر مہر لگی ہوئی تھی۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ملکہ نے اس خط کو باوقار خط اس وجہ سے کہا تھا کہ اس خط کو لانے والا قاصد پرندہ تھا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی ابتداء بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے ہوئی تھی۔

اور بعض نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ عمدہ نرم کلام تھا جس میں سختی نہیں تھی۔

پھر ملکہ نے کہا: يَاَيُّهَا الْمَلَأُ اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ [النمل:32]

(اے دربار والو! مجھے میرے کام میں مشورہ دو میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تم میرے پاس موجود ہو)۔

یعنی تم لوگ حاضر ہو جاؤ تو میں تم سے مشورہ کر کے تمہارے مشورہ کے مطابق عمل کروں۔ ملکہ بلقیس عقلمند سمجھدار سیاستدان تھی، اس کا نام بلقیس بنت شراحیل تھا اور اس کا والد یمن کے بادشاہوں میں سے تھا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں ملکہ بلقیس کے بارہ قیل تھے ہر قیل کے تحت ایک لاکھ افراد تھے اور زجاجؒ فرماتے ہیں کہ ملکہ بلقیس کے تحت دس لاکھ قیل تھے یمن کی لغت میں قیل بادشاہ کو کہتے ہیں ہر قیل (بادشاہ) کے ماتحت ہزار آدمی تھے۔

اور مقاتلؒ فرماتے ہیں ملکہ بلقیس کے پاس تین سو جاثلیق تھے جاثلیق کا معنی قائد ہے ہر جاثلیق (قائد) کے تحت ایک لاکھ افراد تھے (واللہ اعلم)۔

جب ملکہ بلقیس نے ان سے مشورہ کیا تو سب نے کہا:

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ [سورة النمل:33].

(ترجمہ) وہ کہنے لگے ہم بڑے طاقت ور اور سخت لڑنے والے ہیں اور کام تیرے اختیار میں ہے۔

اگر لڑائی کی ضرورت پیش آئی تو ہم آپ کے سامنے ہوں گے اور ہم کسی سے عاجز نہیں ہیں اور نہ گزشتہ

عرصہ میں ہم پر کوئی غالب آسکا ہے۔اور اگر آپ کی کوئی اور رائے ہے تو معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔
فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ [سورۃ النمل:33] (پس تو دیکھ لے جو حکم دینا ہے)۔
ہماری رائے آپ کی رائے کے تابع ہے۔ جب سب نے معاملہ ملکہ کے سپرد کردیا تو:
قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا [سورۃ النمل:34]
(ترجمہ) کہنے لگی بادشاہ جب کسی بستی میں گھستے ہیں اس کو خراب کردیتے ہیں۔ غلبہ اور لڑائی کے بعد۔
وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ [سورۃ النمل:34]
(ترجمہ) اور وہاں کے سرداروں کو بے عزت کر ڈالتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔
اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے جیسے ملکہ نے کہا ویسے ہی فرمایا کہ اسی طرح بادشاہ کیا کرتے ہیں۔
پھر ملکہ نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہم ان سے صلح کرلیں کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ لڑائی کا کیا حال ہوگا آیا ہمارے لئے مفید ہوگی یا ہمارے خلاف ہوگی لیکن ان کو لڑائی کے بدلہ میں مال دیتے ہیں اگر وہ ہم سے مال لے کر راضی ہوگئے تو تھوڑی سی مشقت میں ہمارا کام نکل آئے گا اور ہمیں معلوم ہوجائے گا کہ یہ نبی نہیں ہیں۔ اگر وہ ہم سے زیادہ مال طلب کریں گے تو ہم جان جائیں گے کہ وہ بادشاہ ہیں تو اس وقت ہمیں ان سے لڑنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ تعداد اور قوت میں ہم سے زیادہ نہیں ہوں گے اور اگر وہ مال قبول نہیں کرتے اور ہم سے صرف اسی صورت راضی ہوں گے کہ ہم ان کے دین میں داخل ہوجائیں تو ہمیں معلوم ہوجائے گا کہ وہ نبی ہیں تو اس وقت ان کی پیروی کرنا ہمارے لئے ضروری ہے اور ہم ان سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔
اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:
وَاِنِّیْ مُرْسِلَۃٌ اِلَیْھِمْ بِھَدِیَّۃٍ فَنٰظِرَۃٌ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ [سورۃ النمل:35]
(اور میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ بھیجے ہوئے لوگ کیا جواب لے کر آتے ہیں)۔
ان کے پاس سے۔ پھر ان کی جو حقیقت ہمارے سامنے آئے گی ہم اسی پر عمل کریں گے تو سب وزراء نے ملکہ کی رائے کی موافقت کی۔

ملکہ بلقیس کے تحائف

تو ملکہ نے سلیمانؑ کے لئے تحائف تیار کرائے، آگے راویوں نے جو روایات بیان کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ملکہ بلقیس نے سلیمانؑ کی طرف ہزار غلام بھیجے جو اپنے گھوڑوں پر جنگی ساز و سامان سے لیس تھے ان کے جسم پر کمر بند اور اچکن تھیں اور ہزار باندیاں بھیجیں جو خچروں پر سوار تھیں ان کے جسم پر ریشم کے کپڑے تھے۔ ہر قسم کی

ریشم انہوں نے زیب تن کی ہوئی تھی اور مختلف اقسام کے زیور اور بناؤ سنگھار کر رکھے تھے اور ہزار صندوق یمن کے کپڑوں اور موتیوں اور یاقوت اور تمام قسم کے جواہرات سے بھرے ہوئے تھے اور سونے کی اینٹیں بھی تھیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ سونے کی چار اینٹیں تھیں اور سو عمدہ عربی گھوڑے ان کے ساز و سامان کے ساتھ بھیجے اور دس نو عمر لڑکے بھیجے جن کی کلام میں نرمی تھی اور ان کو حکم دیا کہ وہ سلیمانؑ سے عورتوں جیسی گفتگو کریں اور ان کو عورتوں کے لباس پہنا دیئے اور عورتوں کی طرح ان کی مینڈھیاں بنا دیں۔ اور دس باندیاں بھیجیں جن کی آواز سخت اور بھاری تھی اور ان کو حکم دیا کہ وہ سلیمانؑ کے ساتھ مردوں کی طرح بات چیت کریں اور ان کو اچکن، کمر بند اور کرتے پہنا دیئے۔ پھر قاصد کو کہا کہ سلیمانؑ کو کہو وہ کپڑے ہٹائے بغیر باندیوں اور غلاموں میں فرق کر کے دکھائیں اور ایک موتی بھیجا جس میں سوراخ نہیں تھا اور کہا سلیمانؑ کو کہنا کیا آپ بغیر لوہے کے اس میں سوراخ کر سکتے ہیں۔ اور دوسرا موتی بھیجا جس میں ٹیڑھا سوراخ تھا جس میں دھاگہ داخل کرنا ممکن نہیں تھا تو ملکہ نے کہا سلیمانؑ کو کہنا اس میں دھاگہ داخل کردیں اور ایک شیشے کی بوتل بھیجی اور کہا سلیمانؑ کو کہنا اس کو ایسے پانی سے بھر دیں جو نہ آسمان کا پانی ہو اور نہ زمین کا پانی ہو۔

جب یہ تحائف تیار کرا دیئے تو کاتب کو سلیمانؑ کے خط کا جواب لکھنے کا حکم دیا۔ ملکہ نے بہت عمدہ جواب دیا اور یہ جواب ہدہد کے سامنے ڈال دیا تو ہدہد نے خط اٹھایا اور اس کو لے کر واپس سلیمانؑ کی طرف اڑ گیا۔ جب سلیمانؑ کے پاس آیا تو سلیمانؑ کو خبر دی کہ ملکہ کے قاصد آپ کے پاس تحائف لا رہے ہیں اور یہ بھی بتا دیا کہ ان کے درمیان کیا مشورہ اور گفتگو ہوئی تھی اور آنے والے تحائف کی اقسام بھی بتا دی۔ تو سلیمانؑ نے جنوں اور شیاطین کو حکم دیا تو انہوں نے سلیمانؑ کے لئے ایسا محل بنایا کہ لوگوں نے اس جیسا محل نہیں دیکھا تھا اور محل کا سارا صحن سونے کی اینٹوں سے بنایا اور اس کی دہلیز میں دو اینٹوں کی جگہ چھوڑ دی اور محل کے دروازے پر ایک بہت بڑا میدان بنایا اور کنکریوں کی جگہ اس میدان میں موتی اور یاقوت بکھیر دیئے پھر جب سلیمانؑ کو ملکہ کے قاصدوں کے قریب آنے کا علم ہوا تو چار ہزار اسلحہ بردار شہسواروں کو تیار ہونے کا حکم دیا پھر ہوا نے ان کو اٹھا کر ہوا میں آنے والے قاصدوں کے راستے کے دائیں جانب ان کی صفیں بنا دیں اور شیاطین کو حکم دیا انہوں نے ان کے راستے میں بڑے پہاڑوں کے ٹکڑے ڈال کر ان کا راستہ بند کر دیا جب وہ اس جگہ کے قریب ہوئے تو سارے لشکر اور قائدین کو حکم دیا کہ وہ ان کا ایسی صورت میں استقبال کریں کہ کسی نے اس جیسا استقبال نہ دیکھا ہو۔ جب قاصد پہاڑوں کے درمیان اپنے راستہ پر پہنچے تو آگے جانے کی کوئی صورت نہ تھی تو سلیمانؑ نے شیاطین کو حکم دیا انہوں نے ان کو راستہ سے اٹھا لیا تو وہ لوگ بہت حیران ہوئے پھر ان لشکروں کے پاس پہنچے جن کو ہوا نے ہوا میں اٹھا رکھا تھا تو دہشت زدہ رہ گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم لوگ ان سے لڑائی کی طاقت نہیں رکھتے یہ لوگ تو ہوا میں ہیں یہاں تک کہ قاصد سلیمانؑ کے دروازہ پر پہنچ گئے اور میدان میں داخل ہوئے تو کنکریوں کی جگہ موتی اور

یاقوت دیکھے تو اپنے دل میں سوچنے لگے کہ اگر ہم اپنے ساتھ لائے ہوئے جواہرات اس آدمی کے سامنے لے گئے تو وہ ہمیں کہیں گے کہ تم نے ہمارے میدان سے اٹھائے ہیں تو چپکے سے وہ جواہرات اسی میدان میں بکھیر دیئے پھر جب دہلیز پر آئے تو دیکھا کہ اس میں سونے کی اینٹیں بچھی ہوئی ہیں اور اینٹوں کی جگہ دیکھی اور کہنے لگے اگر ہم نے سونے کی اینٹیں ظاہر کیں تو یہ کہیں گے کہ تم نے ہماری دہلیز سے یہ اکھاڑی ہیں تو ان قاصدوں نے لوگوں سے آنکھ بچاتے ہوئے وہ اینٹیں اس جگہ ڈال دیں۔

پھر سلیمانؑ نے ان کو ایک نظر دیکھا جب انہوں نے باندیاں اور غلام حاضر کئے جن میں تمیز کرنے کے بارے میں سلیمانؑ سے سوال کرنا تھا تو سلیمانؑ کے حکم پر پانی اور تھال لائے گئے اور ان کو کہا گیا کہ تم اپنے چہروں سے غبار دھولو تو جولڑکے تھے وہ اپنے چہروں پر جلدی سے پانی پھینکنے لگے اور باندیاں نرمی سے پانی اپنے چہروں پر پھیرنے لگیں تو اس کو دیکھ کر سلیمانؑ نے ان کے درمیان فرق بتا دیا پھر وہ موتی لایا گیا جس میں سوراخ نہیں تھا تو سلیمانؑ نے اس کیڑے کو بلوایا جو لکڑی کھاتا ہے تو اس نے سوراخ کر دیا سلیمانؑ نے فرمایا میں نے بغیر لوہے کہ اس میں سوراخ کر دیا ہے اور ٹیڑھا موتی لایا گیا تو سلیمانؑ نے اس سیاہ کیڑے کو بلایا جو سرکنڈے کو کھاتا ہے اس کو حکم دیا تو اس نے دھاگے کا سرا پکڑا اور سوراخ میں داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل گیا پھر پیالہ لایا گیا تو سلیمانؑ نے حکم دیا گھوڑے کو دوڑایا گیا جب وہ پسینہ میں شرابور ہو گیا تو اس کے پسینہ سے پیالہ بھر گیا یہ نہ آسمان کا پانی تھا اور نہ زمین کا۔ پھر سلیمانؑ نے قاصدوں کو تحائف واپس کر دیئے اور فرمایا میں تم سے مال نہیں مانگتا اور میں دنیادار نہیں ہوں میں تم سے دین چاہتا ہوں۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰنِ اللّٰهُ [سورۃ النمل:36]

(ترجمہ) کیا تم مال سے میری مدد کرتے ہو پس اللہ نے جو کچھ مجھے دے رکھا ہے۔ یعنی نبوت اور دین۔

خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ [سورۃ النمل:36] (اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے) مال میں سے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مال اور ملک عطا کیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے تو میں اس مال کا محتاج نہیں ہوں جو تمہارے پاس ہے۔

بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ [سورۃ النمل: 36] (بلکہ تم ہی اپنے تحفہ سے خوش ہوتے ہو)۔ اگر میں تمہیں واپس دے دوں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ بلکہ تم اپنے تحائف جیسی چیزوں پر خوش رہو کہ تمہاری طرف تحائف بھیجے گئے ہیں پھر ہدہد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ [النمل:37] (ان کی طرف لوٹ جا)۔ یعنی بلقیس اور اس کی قوم کی طرف۔

اور ملکہ بلقیس کو ایک خط لکھا جس میں یہ تھا کہ ہم مال سے دھوکہ نہیں کھاتے اور نہ مال کے طالب ہیں ہم تو

دین کے طالب ہیں اگر آپ اسلام لے آؤ تو ٹھیک ہے ورنہ ہم آپ کے پاس ایسے لشکر لائیں گے جن کے مقابلہ کی طاقت آپ میں نہیں ہے۔اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ [سورة النمل:37]

(ترجمہ) اب ہم ان پر ایسے لشکروں کے ساتھ پہنچیں گے جن کا ان سے مقابلہ نہ ہو سکے گا اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ ماتحت ہو جائیں گے۔

جب ہدہد خط لے کر گیا، سلیمانؑ نے قاصدوں کے بارے میں حکم دیا ان کی خوب مہمان نوازی کی اور عمدہ جوڑے دیئے گئے پھر ان کو واپس جانے کی اجازت دی اور ملکہ بلقیس کو اسکے تحائف سے زیادہ عمدہ تحائف بھیجے اور قاصدوں کو عمدہ گھوڑے عطا کئے اور ان کو اچھے طریقہ سے روانہ کیا۔ جب یہ لوگ ملکہ بلقیس کے پاس گئے تو جو کچھ دیکھا تھا وہ ملکہ کو بتایا اور سلیمانؑ کی جو باتیں سنی تھیں وہ بھی بتائیں تو ملکہ نے کہا یہ بادشاہ نہیں ہے، یہ نبی ہیں اور تم نے ان کے جو لشکر ذکر کئے ہیں ہمارے پاس ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے اور ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان کے تابع ہو جائیں۔تو ملکہ بلقیس نے سلیمانؑ کو خط کا جواب دیا کہ میں اپنی قوم کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ آپ کے پاس آرہی ہوں اور آپ کے حکم کی پیروی کروں گی اور آپ کے اشارے پر عمل کروں گی تو ہدہد خط لے کر سلیمانؑ کے پاس گیا پھر ملکہ بلقیس نے سلیمانؑ کے پاس جانے کا ارادہ کیا اور تیاری کی اور سلیمانؑ کے لئے عمدہ تحائف تیار کرائے اور حکم دیا کہ ملکہ کے تخت کو ساتویں کمرے میں رکھ دیا جائے یہ کمرے ایک دوسرے کے اندر تھے اور سب کمروں کے دروازوں پر تالے لگوا کر ان پر اپنی مہر لگا دی پھر اپنے جانشین کو کہا سارے ملک کی حفاظت کرنا خصوصاً میرے تخت کی۔ اس تک کوئی نہ پہنچ سکے اور نہ میرے آنے تک کوئی اس کو دیکھے۔ پھر ملکہ بلقیس اپنے ملک سے اس شان سے روانہ ہوئی کہ اس کی قوم کی چھ سو سید زادیاں اس کی خدمت کے لئے اس کے ساتھ تھیں اور یہ اپنے ساتھ بارہ قیل (بادشاہ) لے گئی ہر قیل کے ساتھ ہزاروں کا لشکر تھا۔

جب ہدہد سلیمانؑ کے پاس واپس آیا اور ملکہ بلقیس کے آنے کی خبر دی تو سلیمانؑ نے جنوں اور شیطانوں کو حکم دیا کہ وہ ملکہ بلقیس کے آنے کی خبر منزل در منزل پہنچاتے رہیں۔ جب ملکہ بلقیس قریب آگئی تو سلیمانؑ نے جنوں اور انسانوں میں سے اپنے مشیرین کو جمع کیا اور ان کو فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ [سورة النمل:38]

(ترجمہ) اے دربار والو! تم میں کون ایسا ہے جو اس کا تخت میرے پاس لے آئے اس سے پہلے کہ وہ میرے پاس فرمانبردار ہو کر آئیں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں سلیمانؑ نے ملکہ بلقیس کا تخت منگوایا اس بارے میں لوگوں نے بہت کلام کیا ہے میں یہ کہتا ہوں کہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ سلیمانؑ نے ایسا اس وجہ سے کیا تھا کہ جب ہدہد نے اس تخت کی تعریف

بیان کی تو سلیمانؑ کو وہ اچھا لگا اور آپؑ نے یہ چاہا کہ وہ تخت آپ کا ہوجائے اور ساتھ آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ جب وہ ملکہ آپ کے تابع ہوکر یہاں پہنچ جائے گی تو اس وقت تخت منگوانا حلال نہیں ہوگا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ سلیمانؑ نے یہ اس وجہ سے کیا تھا تاکہ اس کی سمجھداری کا امتحان لیں کہ وہ اپنے تخت کو پہچانتی ہے یا نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ مقصد نہیں تھا بلکہ سلیمانؑ چاہتے تھے کہ یہ آپ کی نبوت پر معجزہ بن جائے کیونکہ اس تخت کا سلیمانؑ کے پاس آجانا سب سے بڑا اور واضح معجزہ تھا اور سب اقوال میں یہ بہتر قول ہے۔ جب سلیمانؑ نے یہ فرمایا تو:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ [سورة النمل:39]

(جنات میں سے ایک دیو نے کہا اس کو میں آپؑ کے پاس لے آتا ہوں اس سے پہلے کہ آپؑ اپنی جگہ سے اٹھیں)۔

یعنی آپ جس مجلس میں تشریف فرما ہیں آپ کے اس سے اٹھنے سے پہلے۔

مؤرخین فرماتے ہیں کہ سلیمانؑ صبح کو مجلس میں بیٹھتے اور قیلولہ (دوپہر کے وقت) ہی اٹھتے تھے۔ تو سلیمانؑ نے فرمایا یہ مدت زیادہ ہے میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ [سورة النمل:40]

(ترجمہ) ایک شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا میں اس کو آپؑ کے پاس لائے دیتا ہوں اس سے پہلے کہ آپؑ کی آنکھ جھپکے پھر جب سلیمانؑ نے اس کو اپنے روبرو دیکھا تو فرمایا یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کیلئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ ہے کرم والا ہے۔

اکثر مؤرخین نے فرمایا ہے کہ: ان کا نام آصف بن برخیا تھا پھر ان مؤرخین میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ سلیمانؑ کے کاتب اور بھانجے تھے اور یہ صدیق (یعنی اپنے نبی کے مکمل تابعدار) تھے، اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے تھے۔

اور اکثر مؤرخین نے فرمایا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ آصف سلیمانؑ کے معلم اور مشیر تھے۔

اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جس آدمی کے پاس کتاب کا علم تھا اس کا نام یلیخا تھا اور پہلا قول زیادہ مشہور ہے تو انہوں نے عرض کیا:

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ [سورة النمل:40]

(ترجمہ) میں اس کو آپ کے پاس لائے دیتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ کی آنکھ جھپکے۔

یعنی نگاہ تھک کر واپس آتی ہے میں اس مدت سے بھی پہلے تخت لے آؤں گا۔

سلیمانؑ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ تو آصف بن برخیا کھڑے ہوئے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی پھر سجدہ کیا اور اپنے سجدہ میں اسم اعظم کے ساتھ دعا کی۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آصف نے یاحی یا قیوم کہا تھا اور عبرانی زبان میں یہ الفاظ تھے (**یا ھیًا شرھیًا**)۔

اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ آصفؒ نے کہا محمدؐ کے حق کے واسطہ سے آپ وہ تخت میرے پاس لے آئیں۔

اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ آصفؒ نے دعا کی اور کہا اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، آپ ہمیشہ زندہ ہیں، ساری دنیا کا نظام تھامنے والے ہیں، ہر عیب اور نقص سے پاک ہیں۔ آسمانوں اور زمینوں کے نور ہیں، غیب اور حاضر کے جاننے والے ہیں بڑے اور بلند ہیں میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے پاس ملکہ کا تخت لے آئیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انسان جنوں پر صرف اسی دن غالب آئے ہیں کہ جن نے کہا:

اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِکَ وَ اِنِّیۡ عَلَیۡہِ لَقَوِیٌّ اَمِیۡنٌ [النمل:39]

(ترجمہ) میں اس کو آپ کے پاس لے آتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں۔

اور انسان نے کہا میں اس سے بھی جلدی آپ کے پاس لے آؤں گا تو جن اس جیسی چیز سے عاجز آ گیا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آصف نے سجدہ سے اپنا سر اٹھایا پھر سلیمانؑ کو کہا آپ کی نگاہ جہاں تک جاتی ہے وہاں تک نگاہ دوڑائیں تو سلیمانؑ نے نگاہ دوڑائی، اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے انہوں نے تخت کو اس کی جگہ سے اٹھایا اور زمین کے نیچے لے گئے اور اسی وقت سلیمانؑ کے سامنے سے نکالا جب سلیمانؑ نے تخت کو دیکھا:

رَاٰہُ مُسۡتَقِرًّا عِنۡدَہٗ قَالَ ہٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّیۡ [سورۃ النمل:40]

(ترجمہ) اس کو اپنے روبرو رکھا دیکھا تو فرمایا یہ میرے رب کا فضل ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے ایک آدمی کو یہ عمدہ خصلت دے کر میرا اکرام کیا ہے۔

لِیَبۡلُوَنِیۡۤ ءَاَشۡکُرُ اَمۡ اَکۡفُرُ [سورۃ النمل:40] (تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری)۔

پھر سلیمانؑ نے فرمایا: **نَکِّرُوۡا لَہَا عَرۡشَہَا** [النمل:41] (اس عورت کیلئے اس کے تخت کا روپ بدل دو)۔

یعنی اس کی حالت تبدیل کر دو تاکہ جب ملکہ آئے گی تو کیا وہ اس تخت کو پہچان سکتی ہے یا نہیں؟

فَلَمَّا جَآءَتۡ قِیۡلَ اَہٰکَذَا عَرۡشُکِ ؕ قَالَتۡ کَاَنَّہٗ ہُوَ ۚ وَ اُوۡتِیۡنَا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِہَا وَ کُنَّا مُسۡلِمِیۡنَ [سورۃ النمل:42]

(ترجمہ) پس جب بلقیس آ پہنچی اس سے کہا گیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ کہنے لگی گویا یہ وہی ہے، اور ہمیں (آپؑ کی نبوت کا) پہلے سے معلوم ہو چکا ہے اور ہم فرمانبردار ہو چکے ہیں۔

مؤرخین فرماتے ہیں جنوں کو ملکہ بلقیس سے حسد ہو گیا تھا تو آپس میں کہنے لگے داودؑ بادشاہ تھے تو سلیمانؑ

پیدا ہوئے ان کی بادشاہت اپنے والد سے بڑی ہے ہم ان کے تابع کر دیئے گئے ہیں اگر سلیمانؑ نے اس عورت سے شادی کرلی یہ بھی ملکہ ہے تو سلیمانؑ کی جو اولاد اس عورت سے ہوگی تم سوچو اس کا اور اس کی بادشاہت کا کیا حال ہوگا اور ہمارا اس کے ساتھ کیا حال ہوگا؟ تو ہمارے لئے مناسب یہ ہے کہ ہم سلیمانؑ کے سامنے اس عورت کی کوئی قباحت لائیں تا کہ سلیمانؑ اس سے شادی نہ کرسکیں۔ تو جنوں نے سلیمانؑ کو کہا کہ اس عورت کے پاؤں گدھے کے کھروں کی طرح ہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ جنوں نے کہا اس کی پنڈلیوں پر جانوروں جیسے بال ہیں تو سلیمانؑ نے یہ بات جاننے کی ٹھان لی اور جنوں اور شیاطین کو حکم دیا انہوں نے سلیمانؑ کے لئے سفید چکنے شیشے کا محل بنایا جس پر گھوڑے دوڑتے تھے پھر سلیمانؑ کے لئے ایک بہت بڑا تالاب بنایا اور اس کو پانی سے بھر دیا پھر محل کو پانی کے اوپر رکھ دیا تو دیکھنے والا جب محل کی زمین کو دیکھتا تو اس کو گہرا پانی سمجھتا تھا جب ملکہ بلقیس آئی تو سلیمانؑ نے اپنے لشکروں کو اچھے طریقہ سے ان کے استقبال کا حکم دیا اور ان کو عمدہ رہائش گاہوں میں ٹھہرایا پھر دوسرے دن سلیمانؑ نے ملکہ کو بلوایا اور خود اس شیشہ کے محل میں جلوہ افروز ہوگئے:

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا[سورة النمل:44].

(ترجمہ) کسی نے اس عورت سے کہا اندر محل میں داخل ہو تو جب اس کا صحن دیکھا اس کو گہرا پانی سمجھا اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔

ملکہ نے دیکھا: پانی سے کہ اس پانی میں داخل ہونا پڑے گا تو ملکہ نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا لیا تو سلیمانؑ نے اس کے پاؤں دیکھ لئے۔

پھر راویوں کا اختلاف ہے: بعض نے کہا ہے کہ اس کی پنڈلیاں بہت زیادہ خوبصورت اور ہر عیب سے بَری تھیں تو سلیمانؑ کو معلوم ہوگیا کہ جنوں اور شیاطین کو اس سے حسد ہوا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ملکہ بلقیس کی پنڈلیوں پر بال تھے تو سلیمانؑ نے شیاطین سے پوچھا بال ختم کرنے کی تدبیر کیا ہے؟ انہوں نے کہا گرم پانی اور چونا۔ تو انہوں نے ایسا کیا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ بالوں کو ختم کرنے کے لئے سب سے پہلے سلیمانؑ نے چونا کا استعمال کرایا تھا پھر جب ملکہ سلیمانؑ کی مجلس میں آگئی تو سلیمانؑ نے اس کو اس کے اپنے تخت پر بیٹھنے کا حکم دیا یہ ملکہ کا تخت سلیمانؑ کے تخت کے سامنے رکھا گیا تھا ملکہ اس پر بیٹھ گئی تو سلیمانؑ نے اس سے بڑے لطیف انداز میں سوال و جواب کئے پھر ملکہ سے پوچھا میں نے سنا ہے کہ آپ کا بہت بڑا اور عمدہ تخت ہے ملکہ نے کہا جی ہاں! تو سلیمانؑ نے فرمایا جس تخت پر آپ بیٹھی ہیں کیا یہ آپ کے تخت کے مشابہ ہے؟ ملکہ نے دیکھا اور غور و فکر کرنے لگ گئی، جنات نے اس تخت کے پائے اور اگلا پچھلا حصہ تبدیل کر دیا تھا اور تخت کے جواہرات اور تختیوں کی جگہیں تبدیل کر دی تھیں۔ تو ملکہ تخت کے کچھ حصہ کو پہچان پا رہی تھی اور کچھ کو پہچان نہیں سکتی تھی تو ملکہ نے

سمجھداری والی بات کہی نہ صراحتۃً اقرار کیا اور نہ انکار کیا۔تو ملکہ بلقیس نے کہا میرا تخت اس تخت کے اکثر احوال اور ھیئت میں مشابہہ ہے اور بعض میں مخالف ہے۔تو گویا کہ یہ وہی تخت ہے اور میں حقیقت نہیں جانتی۔اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے:

قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا[النمل: 42] (اس سے کہا گیا تیرا تخت ایسا ہے وہ کہنے لگی گویا یہ وہی ہے، اور ہمیں (آپؑ کی نبوت کا) پہلے سے معلوم ہو چکا ہے)۔

سلیمانؑ نے فرمایا کیوں نہیں یہ آپ ہی کا تخت ہے تو ملکہ بلقیس نے کہا آپ لوگ اس پر کیسے قادر ہو گئے ہو؟ میں نے تو اس کو محفوظ گھروں میں محفوظ کیا تھا۔سلیمانؑ نے فرمایا ہمیں اس تخت کے وہاں سے لانے کا علم بلقیس کے ہمارے پاس آنے سے پہلے دیا گیا تھا۔

وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ [النمل:42] (اور ہم فرمانبردار ہو چکے ہیں)۔

یعنی ہم مومن ہیں جو اللہ اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارا یہ اعزاز کیا ہے۔جب ملکہ بلقیس سلیمانؑ کی مجلس میں اطمینان سے بیٹھ گئیں۔

قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ [النمل:44] (کہنے لگی اے رب میں نے اپنی جان پر برا کیا)۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ملکہ بلقیس نے حمیر کے سرداروں کو کہا کہ جب ہم اس آدمی کے پاس جائیں گے تو تم دیکھو اگر وہ ہمیں کھڑا رہنے دیتے ہیں تو وہ متکبر بادشاہ ہیں اور اگر وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم ان کے سامنے بیٹھیں تو وہ غیر متکبر بادشاہ ہیں۔جب یہ سب لوگ سلیمانؑ کے پاس پہنچے اور سلیمانؑ کے سامنے کھڑے ہوئے تو سلیمانؑ نے فرمایا:

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ [سورۃ الاعراف:128].

(ترجمہ) زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث بنا دے۔

پس جو چاہے کھڑا رہے اور جو چاہے بیٹھ جائے اور جب یہ لوگ اطمینان سے بیٹھ گئے تو سلیمانؑ نے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسلام کی دعوت دی تو ملکہ اسلام لے آئی اور کہا:

رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [سورۃ النمل:44].

(اے رب میں نے اپنی جان پر برا کیا اور اب میں سلیمانؑ کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرمانبردار ہوئی)۔

کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتی تھی اب میں اسلام لے آئی ہوں اور سلیمانؑ کے ساتھ ان کے دین اور ملت میں شامل ہوگئی ہوں اور میں نے سارے عمل خالص کر لئے ہیں۔

پھر بعض راویوں نے کہا ہے کہ سلیمانؑ نے ملکہ بلقیس سے شادی کر کے اس کو اپنے پاس روک لیا تھا اور حمیر کے بعض سرداروں کو یمن میں ملکہ کا نائب بنا کر واپس بھیج دیا تھا۔

اور محمد بن اسحاقؒ نے ذکر کیا ہے کہ جب ملکہ اسلام لے آئی تو سلیمانؑ نے ملکہ کو فرمایا آپ اپنی قوم میں سے جس آدمی کو چاہیں پسند کرلیں میں آپ کا نکاح اس سے کردوں گا تو ملکہ نے کہا اے اللہ کے نبی! میرے جیسی عورت اس حال اور بادشاہت کے باوجود مردوں سے نکاح کرے گی؟ سلیمانؑ نے فرمایا ہاں! کیونکہ اسلام میں صرف یہی ایک صورت جائز ہے ملکہ نے کہا اگر یہ ضروری ہے تو ہمدان کے بادشاہ سے میرا نکاح کردیں کیونکہ وہ یمن کے بادشاہ تبع کی نسل میں سے ہے۔ تو سلیمانؑ نے ملکہ بلقیس کی شادی اس بادشاہ سے کردی اور ملکہ کو اس بادشاہ کے پاس واپس بھیج دیا۔ اور یمن کے جنوں کے امیر زوبعہ کو بلاکر فرمایا یہ دونوں آپ سے جو کام لیں آپ وہی کام کرنا۔ اسی وجہ سے جنوں نے یمن میں بہت سی تعمیرات کی ہیں تو یمن کا بادشاہ اور اس کے ساتھ ملکہ بلقیس سلیمانؑ کی وفات تک سلیمانؑ کے دستور کے تابع رہے۔

حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کا واقعہ

اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں سلیمانؑ کے جو واقعات بیان کئے ہیں ان میں سے ایک واقعہ ان گھوڑوں کا بھی ہے جو سلیمانؑ پر پیش کئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ [سورة ص:31].

(ترجمہ) جب ان کو دکھانے کیلئے تیسرے پہر اصیل اور عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے۔

علماءؒ کا ان گھوڑوں کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نصیبین اور اس کے اردگرد کے لوگ عرب تھے، یہ لوگ سلیمانؑ سے لڑائی کرنے کے لئے جمع ہوگئے تھے تو سلیمانؑ نے ان کو شکست دینے کے لئے لشکر بھیجا، اس لشکر نے ان کو شکست دے کر ان میں سے کئی افراد کو قید کرلیا اور ان کے ایک ہزار عربی گھوڑے لے لئے اور یہ گھوڑے لے کر سلیمانؑ کے پاس آئے اور سلیمانؑ کے سامنے یہ گھوڑے پیش کئے گئے تو سلیمانؑ ظہر کے وقت سے ان گھوڑوں کو دیکھنے بیٹھے تو عصر کا وقت گزر گیا، سلیمانؑ کے رعب کی وجہ سے کسی نے بھی سلیمانؑ کو یاد دلانے کی جسارت نہیں کی اسی حال میں سورج غروب ہوگیا تو سلیمانؑ نے دیکھا سورج غروب ہوچکا تھا تو سلیمانؑ کو نماز چھوٹ جانے کا بہت افسوس ہوا، فوراً کھڑے ہوکر نماز قضا کی اور گھوڑے واپس لانے کا حکم دیا۔ گھوڑے واپس لائے گئے تو سلیمانؑ کے حکم پر ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹ دی گئیں۔

اور بعض علماءؒ نے کہا ہے کہ یہ چتکبرے (سفید و سیاہ رنگ) کے گھوڑے تھے جو سلیمانؑ کو اپنے والد سے وراثت میں ملے تھے اور سلیمانؑ کو سب سے زیادہ ایسے گھوڑے پسند تھے جس کا رنگ سفید ہو اور جسم پر سیاہ دھبے ہوں۔ تو سلیمانؑ کے حکم پر وہ گھوڑے آپ پر پیش کئے گئے تو ان گھوڑوں نے آپ کو صبح کی نماز سے مشغول کردیا۔

فَطَفِقَ مَسْحًاۢ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ [ص:33] (پھر ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کردیا)۔

وہبؒ فرماتے ہیں کہ یہ گھوڑے شیاطین لائے تھے کیونکہ شیاطین نے سلیمانؑ کو کہا تھا کہ ہم نے فلاں جزیرہ میں ایسے گھوڑے دیکھے ہیں جن کے پَر ہیں اور وہ ان پَروں سے اڑتے ہیں تو سلیمانؑ نے فرمایا وہ میرے پاس کیسے آسکتے ہیں؟ شیاطین نے کہا ہم وہ گھوڑے آپ کے پاس لائیں گے تو شیاطین چلے گئے جہاں وہ گھوڑے پانی پینے آتے تھے تو شیاطین نے اس چشمہ کا سارا پانی کھینچ لیا اور پانی پھوٹنے کے سوارخ بند کردیئے اور اس چشمہ میں شراب ڈال دی تو گھوڑے پانی پینے آئے اور شراب کی بوسونگھ کر پیئے بغیر واپس چلے گئے پھر اگلے دن آئے تو شدید پیاس لگی ہوئی تھی انہوں نے وہ شراب پی لی اور ان کو نشہ آگیا اور کھڑے نہ ہوسکے تو شیاطین آئے اور ان پر زنجیریں اور لگامیں ڈال کر ان کی پیٹھ پر بیٹھ گئے وہ ان کو اتارنے کی کوشش کرتے رہے آخر کار نرم پڑ گئے اور شیاطین ان گھوڑوں کو سمندر سے نکال کر سلیمانؑ کے پاس لے آئے تو سلیمانؑ کے حکم پر ان کو باندھ دیا گیا اور ان پر ایک نگران مقرر کیا گیا جو ان کو مانوس کرے اور تربیت دے۔ اور سلیمانؑ کو یہ بہت اچھے لگتے تھے تو ایک دن یہ گھوڑے سلیمانؑ کے سامنے لائے گئے اور سلیمانؑ ان کو دیکھنے میں اتنے مشغول ہوئے کہ عصر کی نماز فوت ہوگئی اور سورج غروب ہوگیا، سلیمانؑ متوجہ ہوئے تو سورج غروب ہو چکا تھا تو سلیمانؑ کو سخت افسوس ہوا اور یہ بات بہت ناگوار گزری تو فوراً کھڑے ہوکر نماز قضا کی اور روایت میں آتا ہے کہ سورج سلیمانؑ پر لوٹا دیا گیا تھا یہاں تک کہ سلیمانؑ نے عصر کی نماز پڑھ لی۔ پھر سلیمانؑ نے گھوڑے واپس لانے کا حکم دیا تو فرمایا:

رُدُّوهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ [سورة صٓ:33]۔

(ترجمہ) ان کو پھر میرے پیش کرو پھر ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کردیا۔

یعنی ان کی پنڈلیاں اور گردنیں غصہ کی وجہ سے کاٹ دیں کیونکہ ان گھوڑوں نے سلیمانؑ کو نماز سے روک دیا تھا۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ سلیمانؑ نے ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرا اور ان کو آزاد کر کے اللہ تعالیٰ کے راستے میں وقف کردیا تھا۔

پہلے قول کے قائل جمہور مؤرخین ہیں اور یہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی تعریف کی ہے کہ سلیمانؑ کو نماز کا وقت جانے پر افسوس ہوا اور ان گھوڑوں پر غصہ آیا جنہوں نے سلیمانؑ کو نماز سے مشغول کردیا تھا تو ایسی صورت میں واجب یہی ہے کہ سلیمانؑ سے ایسا فعل صادر ہونا چاہیے جو اس کام کو ناپسند کرنے اور غصہ پر دلالت کرے اور گھوڑوں کی پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے اور ان کو آزاد کرنے میں غصہ پر دلالت کرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ سلیمانؑ نے سب کو ذبح کردیا مگر ان میں سے سو گھوڑے شیاطین نے سلیمانؑ سے چھپالئے تھے۔

حضرت سلیمانؑ کی آزمائش

اور سلیمانؑ کے واقعات میں سے اللہ تعالیٰ نے جو بیان کئے ہیں ان میں سے ایک واقعہ اس آیت میں مذکور ہے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ [سورة صٓ:34].

(ترجمہ) اور ہم نے سلیمانؑ کا امتحان لیا اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا وہ رجوع بحق ہوئے۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ سلیمانؑ کی آزمائش کیا تھی؟ اور اللہ تعالیٰ نے جو جسم ان کی کرسی پر ڈالا تھا وہ کیا تھا؟

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ سلیمانؑ کی آزمائش یہ تھی کہ ان سے ایک لغزش ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بیمار کردیا اور ان کا جسم بیماری کی وجہ سے کرسی یعنی تخت پر ڈال دیا پھر سلیمانؑ نے آہ وزاری اور دعا کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے شفاء عطاء فرمائی۔

اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ ایسا نہیں تھا بلکہ سلیمانؑ کی کرسی پر جو جسم ڈالا گیا تھا وہ سلیمانؑ کا بیٹا تھا اور سلیمانؑ کی آزمائش ان کے بیٹے کے بارے میں تھی۔ پھر علماء کا اختلاف ہوا۔

بعض نے کہا ہے (اور یہی بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کی ہے) کہ سلیمانؑ کی تین سو بیویاں اور سات سو باندیاں تھیں۔ تو سلیمانؑ نے ایک دن اپنے دل میں کہا میں آج رات تمام عورتوں کے پاس چکر لگاؤں گا تو ان میں سے ہر ایک کو ایک لڑکے کا حمل ہوگا تو میری اپنی اولاد میں سے ایک ہزار شہسوار ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں گے اور اپنی بات میں ان شاء اللہ کہنا بھول گئے پھر سلیمانؑ نے سب بیویوں کے پاس چکر لگایا تو ان میں سے صرف ایک کو حمل ہوا اور ان سے بھی آدھا انسان پیدا ہوا جس کو لا کر سلیمانؑ کی کرسی پر ڈال دیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر سلیمانؑ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو اللہ تعالیٰ ان کو وہ شہسوار عطاء فرماتے جن کی ان کو تمنا تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے اور باقی حضرات نے کہا ہے ان میں سے حسنؒ بھی ہیں کہ سلیمانؑ نے جب اپنی تمام بیویوں کے پاس چکر لگایا تو ان میں سے صرف ایک بیوی کے ہاں ایک بیمار بچے کی ولادت ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ وہ آدھا انسان تھا اس کا صرف ایک ہاتھ، ایک پاؤں، ایک آنکھ اور ایک کان تھا وہ سلیمانؑ کے پاس لایا گیا تو سلیمانؑ اس کی وجہ سے غمزدہ ہو گئے۔

تو سلیمانؑ ایک دن تشریف فرما تھے تو سلیمانؑ نے اس بچہ کی وجہ سے اپنے غم کا ذکر کیا تو آصف نے عرض کیا: آئیں ہم میں سے ہر ایک اپنے نفس کے بارے میں ایک ایسا سچ بولے جو اللہ تعالیٰ ہمارے بارے میں جانتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اس بچہ کو شفاء عطا فرما دیں تو سلیمانؑ نے کہا اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں کتنی دنیا کا مالک ہوں اس کے باوجود اگر میرے پاس دو آدمی آئیں اور ان میں سے ایک مجھے ایک سیب ہدیہ کردے تو وہ سیب والا مجھے دوسرے سے زیادہ اچھا لگتا ہے اگر میں اپنی بات میں سچا ہوں تو آپ اس بچہ کو شفاء

دے دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بچہ کی آنکھیں اور کان واپس کردیئے۔ تو آصف نے کہا اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں نے سلیمانؑ سے کئی مرتبہ مطالبہ کیا ہے کہ مجھ سے میری وزارت لے لیں میں یہ بات صرف زبان سے کہتا تھا دل سے نہیں کہتا تھا اگر آپ جانتے ہیں کہ میں یہ سچ کہہ رہا ہوں تو اس بچہ کو شفاء دے دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بچہ کے ہاتھ واپس کردیئے۔ تو ان خاتون نے کہا اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں سلیمانؑ کی بیوی ہوں اور سلیمانؑ کے پاس جو بھی سلیمانؑ سے زیادہ جوان آدمی آتا ہے میں تمنا کرتی ہوں کہ سلیمانؑ کے بدلے یہ میرا خاوند ہوتا اگر آپ جانتے ہیں کہ میں سچ کہہ رہی ہوں تو اس بچہ کو شفاء عطا کردیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بچے کے پاؤں واپس عطاء کردیئے۔ جب وہ بچہ ان آفتوں سے شفایاب ہوگیا تو سلیمانؑ کو اس سے بہت زیادہ محبت ہوگئی اور سلیمانؑ نے ارادہ کیا کہ اس کی پرورش وہ کرے جو اس کا خیال رکھے اور اس کی مکمل دیکھ بھال کرے۔

تو بعض راویوں نے کہا ہے کہ جن نے سلیمانؑ کو کہا کہ یہ بچہ ہمیں دے دیں ہم اس کی تربیت اور حفاظت کریں گے تو سلیمانؑ نے وہ بچہ جنوں کو دے دیا تو اللہ تعالیٰ اس بات پر راضی نہیں ہوئے تو سلیمانؑ کی آزمائش یہ تھی کہ سلیمانؑ کا دل بچہ کی حفاظت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹ کر جن کی طرف مائل ہوگیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حکم دیا اس نے اس بچہ کی روح قبض کر کے اس کو سلیمانؑ کی کرسی پر ڈال دیا اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ [سورۃ ص:34]۔

(ترجمہ) اور ہم نے سلیمانؑ کا امتحان کیا اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر وہ رجوع جاں بحق ہوئے۔

اور دیگر مؤرخین نے فرمایا ہے کہ ایسا نہیں تھا بلکہ جب سلیمانؑ کا بچہ شفایاب ہوگیا تو سلیمانؑ نے ارادہ کیا کہ اس کی کفالت وہ کرے جو اس کی حفاظت کرے تو جن آئے سلیمانؑ نے ان کو نہیں دیا اور انسانوں نے مانگا سلیمانؑ نے ان کو بھی نہیں دیا اور بادل آئے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ سلیمانؑ نے بادل کو بلا کر اپنا بچہ اور اس کا خادم اور اس کی ضرورت کی تمام چیزیں بادل کے پاس امانت رکھ دیں اور ہوا کو حکم دیا کہ وہ بادل کو فضا میں اٹھا جائے تو بادل ہر روز دو مرتبہ صبح و شام بچے کو لاتا، سلیمانؑ اور بچے کی والدہ اس کو دیکھ لیتے اور اگر بچہ کی والدہ چاہتیں تو اس کو دودھ پلا دیتیں پھر بادل اس کو لے کر فضاء میں چلا جاتا۔ جب سلیمانؑ اور بچہ کی والدہ اپنے بچہ کو دیکھنا چاہتے سلیمانؑ ہوا کو حکم دیتے تو ہوا بادل کو اٹھا کر لے آتی تو بچہ کے بارے میں سلیمانؑ کا دل ہوا اور بادل کی طرف مائل ہوا تو اللہ تعالیٰ کو سلیمانؑ کی یہ بات پسند نہیں آئی۔ یہ سلیمانؑ کی آزمائش تھی تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو سلیمانؑ کے بیٹے کی روح قبض کرنے کا حکم دے دیا اور بادل کو حکم دیا بادل نے اس مردہ بچہ کو سلیمانؑ کی کرسی پر ڈال دیا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا [سورۃ ص:34] (اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا)۔

یہ سلیمانؑ کے مردہ بچے کا جسم تھا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جب سلیمانؑ کا بچہ فوت ہوگیا تو سلیمانؑ تعزیت کے لئے بیٹھ گئے اور لوگ آ کر سلیمانؑ کو تعزیت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو انسانی شکل میں بھیجا وہ دونوں سلیمانؑ کے پاس آئے تو سلیمانؑ تعزیت کے لئے بیٹھے تھے تو ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ کے نبی! میں نے فصل کاشت کی جب وہ اگ آئی اور خوب اچھی ہوگئی تو یہ شخص میری فصل کو روندتا ہوا گزر گیا اور ساری فصل برباد کردی تو سلیمانؑ نے دوسرے سے پوچھا تو نے اس کی فصل کیوں خراب کی ہے؟ تو اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں ایک راستہ پر گزر رہا تھا جب میں آگے آیا تو راستہ کے اوپر فصل اگی ہوئی تھی: میں نے دائیں بائیں دیکھا تو مجھے اس فصل کے علاوہ کہیں راستہ نہیں ملا تو میں اسی فصل پر چل پڑا میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا تو سلیمانؑ نے پہلے آدمی سے پوچھا تو نے راستے پر فصل کیوں کاشت کی؟ تو نہیں جانتا کہ لوگوں کے چلنے کے لئے راستہ ہونا ضروری ہے تو اس شخص نے سلیمانؑ کو کہا: آپ نے موت کے راستہ پر بچہ کیوں پیدا کیا ہے؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ دنیا موت کا راستہ ہے اور لامحالہ موت زمین کی تمام چیزوں کو روند ڈالے گی۔ تو سلیمانؑ نے فرمایا آپ نے سچ کہا ہے اور یہ کہہ کر اپنی مجلس سے کھڑے ہوگئے اور اپنے بچہ پر افسوس کرنا چھوڑ دیا۔

اور ابن عباسؓ اور اکثر مؤرخینؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا [سورة ص:34].

(ترجمہ) اور ہم نے سلیمانؑ کا امتحان کیا اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا۔

کا معنی یہ ہے کہ اس جسم سے مراد شیطان ہے۔ جن دنوں اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ سے بادشاہت لی تھی ان دنوں شیطان کو سلیمانؑ کی کرسی پر بٹھا دیا تھا پھر سلیمانؑ سے بادشاہت لئے جانے اور اس کے سبب کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔

بیت المقدس کی تعمیر اور صخر جن اور انگوٹھی کا واقعہ

قتادہؒ فرماتے ہیں ذکر کیا گیا ہے کہ سلیمانؑ نے بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا تو لوگ بیت المقدس کو تعمیر کررہے تھے اور بیت المقدس کی تعمیر اور فرش کے لئے پتھر کاٹ رہے تھے تو جس لوہے سے پتھر کاٹے جاتے تھے سلیمانؑ کے کانوں میں اس کی آواز گونجتی تو سلیمانؑ نے لوگوں کو فرمایا کیا کوئی ایسی چیز ہے جس کے ذریعے پتھر کاٹے جائیں اور اس کے لوہے کی گونج بھی نہ ہو تو لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے تو سلیمانؑ نے جنوں اور شیاطین سے پوچھا انہوں نے کہا جی ہاں ایک چیز ہے جس کو الماس کہا جاتا ہے اور عبرانی زبان میں اس کا نام سامور ہے۔ تو سلیمانؑ نے فرمایا اس کی جگہ کون جانتا ہے؟ تو جنوں نے کہا ایک بڑا خبیث دیو ہے جس کو صخر المارد کہا جاتا تھا تو سلیمانؑ نے فرمایا اس کو میرے پاس لے آؤ۔ تو سب نے کہا وہ ہماری بات نہیں مانے گا ہاں اگر آپ اس کے پاس

خط بھیجیں اور اس پر اپنی مہر لگائیں تو سلیمانؑ کی مہر پر چار سطریں چاروں جانب لکھی ہوئی تھیں:
ایک حرف لکھا ہوا تھا: ''لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و محمد عبدہ و رسولہ''
اور دوسری طرف لکھا ہوا تھا:
قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [سورۃ ال عمران:26].
(ترجمہ) کہہ دیجئے اے اللہ اے سلطنت کے مالک تو جس کو چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرے تیری قدرت میں ہے خیر (اور شر) بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے)۔
اور تیسری جانب لکھا ہوا تھا:
کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ لَہُ الْحُکْمُ وَ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ [سورۃ القصص:88].
(ترجمہ) سب چیزوں کو فنا ہے مگر اس کی ذات کو (فنا نہیں) اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔
اور چوتھی جانب لکھا ہوا تھا:
''تبارک اللہ لا شریک لہ''۔

اور حضرت وہبؒ کی روایت میں ہے کہ اس مہر میں نور تھا جو جگمگاتا تھا اور جبرائیلؑ اس مہر کو آسمان سے لائے تھے اور سلیمانؑ کی بادشاہت کی ہیئت اس انگوٹھی میں رکھ دی تھی تو سلیمانؑ نے تانبے کی ایک مہر بھیجی جس پر اپنی مہر لگا دی تھی۔ سلیمانؑ کی مہر تانبا، لوہا اور پتھر وغیرہ ہر چیز میں اثر کرتی تھی جب سلیمانؑ کی مہر اس دیو کے پاس پہنچی تو وہ سلیمانؑ کے پاس آ گیا تو سلیمانؑ نے اس سے پوچھا کیا آپ ایسی چیز جانتے ہو جس سے پتھر کاٹے جائیں لیکن اس کا لوہے جیسا شور نہ ہو اس نے کہا جی ہاں۔ سلیمانؑ نے فرمایا ہماری اس چیز پر راہنمائی کرو۔ اس نے کہا آپ لوگ عقاب کا گھونسلہ تلاش کرو جس میں اس کے چوزے ہوں تو اس گھونسلے کو تلاش کر کے اس کے حکم پر ایک سخت موٹے لوہے کی ڈھال اس کے بچوں پر ڈال دی گئی تو عقاب آیا لیکن بچوں تک پہنچنے کی کوئی صورت نہ نکل سکی تو وہ ایک دن ایک رات اڑتا رہا اور اگلے دن آیا تو اس کے ساتھ سامور کا ایک ٹکڑا تھا تو اس نے سامور کے ذریعہ سے ڈھال کو کاٹ دیا تو شیاطین وہ ٹکڑا لے کر سلیمانؑ کے پاس آئے اور اس سے پتھر کاٹنے لگے۔
پھر سلیمانؑ نے صخر کو خادم بنا لیا وہ سلیمانؑ کے ساتھ ہی ہوتا تھا اور سلیمانؑ جب قضائے حاجت کے لئے جانے لگتے تو اپنی انگوٹھی اتار جاتے تھے کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم لکھا ہوا تھا اور یہ انگوٹھی صخر کو دے جاتے تھے تو شیطان یہ انگوٹھی لے کر اڑا اور اس کو سمندر میں پھینک دیا اور اس انگوٹھی کو مچھلی نے لقمہ بنا لیا اور سلیمانؑ کی ایک لغزش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی بادشاہت چھین لی اور صخر آ کر سلیمانؑ کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

شعبیؒ فرماتے ہیں سلیمانؑ سے بادشاہت چھننے اور شیطان کو ان کی کرسی پر بٹھانے کا سبب یہ تھا کہ سلیمانؑ کی تین سو بیویاں اور سات سو باندیاں تھیں اور سلیمانؑ کے نزدیک ان میں سب سے با اثر ایک ہی خاتون تھیں جن کا نام جرادۃ تھا۔ اور سلیمانؑ جب قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو ان خاتون کو اپنی انگوٹھی دے جاتے تھے ان کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہ کرتے تھے تو سلیمانؑ ایک دن ان کو انگوٹھی دے کر بیت الخلاء گئے تو صخر نامی شیطان سلیمانؑ کی شکل میں آیا اور ان سے انگوٹھی لے لی وہ اس کو سلیمانؑ ہی سمجھی تھیں تو شیطان نے سلیمانؑ کی انگوٹھی پہنی اور سلیمانؑ کے تخت پر بیٹھ گیا اور سارے شیاطین نے اس کو گھیر لیا۔

اور وہب بن منبہؒ اور ابن عباسؓ سے بھی اس کی مثل روایت نقل کی گئی ہے کہ شیطان کے سلیمانؑ کی کرسی پر بیٹھنے کا سبب یہ بنا تھا کہ سلیمان اطراف کے بادشاہوں میں سے جس کے بارے میں سنتے تھے کہ یہ اسلام کا مخالف ہے تو اس کے خلاف جہاد کر کے اس کو مغلوب کرتے تھے تو سلیمانؑ نے ایک بادشاہ کے بارے میں سنا جس کا نام صیدون تھا اور وہ سمندر کے ایک جزیرے میں رہتا تھا تو سلیمانؑ اپنے لشکر کے ساتھ ہوا پر سوار ہوئے اور اس کے جزیرے پر پہنچ گئے اور اس جزیرہ کے بادشاہ کو قتل کر کے اس کے گھر والوں کو اور جزیرہ والوں کو قید کر لیا۔ بادشاہ کی بیٹی بہت زیادہ خوبصورت تھی، سلیمانؑ نے اس کو اپنے لئے منتخب کر لیا اور آپؑ کو اس سے بہت زیادہ محبت ہوگئی تو ابلیس نے کہا میں اس لڑکی کی وجہ سے سلیمانؑ پر وار کر سکتا ہوں تو صخر المارد نے ایک سکیم چلائی اور اس لڑکی کی پرورش کرنے والی دائیوں میں سے ایک کی شکل میں آ کر سلیمانؑ کے دروازہ پر آ گیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی تو اس لڑکی نے سلیمانؑ کو پیغام بھیجا کہ اس کی دائی آئی ہے تو سلیمانؑ نے گھر آنے کی اجازت دے دی جب وہ خبیث جن گھر میں داخل ہوا تو اس لڑکی کو دیکھ کر رونے لگا اور وہ بھی خوب روئی اور اس کو کہا کیا تو اس بادشاہ پر راضی ہوگئی ہے؟۔ حالانکہ انہوں نے تیرے باپ کے ساتھ جو کچھ کیا تجھے پتہ ہی ہے اور تجھے غلام بنا دیا حالانکہ تو ملکہ تھی تو وہ عورت رونے لگی پھر اس نے کہا کیا تجھے اپنے باپ سے ملنے کا شوق ہے؟ اس نے روتے ہوئے کہا ہاں لیکن اس کا کوئی حیلہ نہیں ہے۔ صخر نے کہا میں ایک حیلہ جانتا ہوں جب سلیمانؑ تیرے پاس آئیں گے تو مسلسل روتی رہنا ان سے بات نہ کرنا جب وہ پوچھیں کہ یہ رونا کس وجہ سے ہے؟ تو کہنا میرے والد کی ملاقات کے شوق میں۔ وہ کہیں گے اب ان سے ملاقات کا تو کوئی حیلہ نہیں ہے کیونکہ وہ قتل ہو چکے ہیں تو ان سے کہنا کہ کسی شیطان کو حکم دیں وہ تیرے والد کی تصویر بنا دے گا تو صبح و شام اس کو دیکھنا اور اس سے دل کو کچھ تسلی دینا۔ تو صخر نے جو کچھ کہا تھا اس عورت نے ویسا ہی کیا تو سلیمانؑ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ اس عورت نے کہا مجھے اپنے والد یاد آ گئے ہیں اور ان کی ملاقات کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ اور ان کی یاد میں میری یہ کیفیت ہوگئی ہے اگر آپ کی رائے ہو تو کسی شیطان کو حکم دے کر میرے لئے میرے والد جیسی تصویر بنا دیں میں اس کو دیکھوں گی تو میرے غم کو کچھ سکون ہوگا۔ تو سلیمانؑ نے ایک شیطان کو حکم دیا اس نے اس عورت کے لئے اس کے

والد کی تصویر بنا دی اور اس کو ایسے کپڑے پہنا دیئے جیسے اس کا والد پہنتا تھا اس عورت کے گھر والے بتوں کے پجاری تھے اس طرح اس کے لئے بت کی عبادت آسان ہوگئی۔ تو جب سلیمانؑ اس کے پاس سے تشریف لے جاتے تھے تو وہ اس تصویر کو سجدہ کرتی اور اس کی عبادت کرتی تھی اور اپنی باندیوں کو بھی اس کو سجدہ کرنے کا حکم دیتی تھی۔ سلیمانؑ کو اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا اسی حالت پر چالیس دن گزر گئے اور لوگوں تک یہ بات پہنچ گئی کہ سلیمانؑ کی بیوی اپنے گھر میں بت کی عبادت کرتی ہے تو لوگ آصف بن برخیا کے پاس آئے اور ان کو یہ بات کہی تو انہوں نے کہا میں اس بات کو اچھے طریقہ سے جانتا ہوں تو آصف سلیمانؑ کے پاس گئے اور کہا اے اللہ کے نبی! میری عمر زیادہ ہو چکی ہے اور میری ہڈیاں نرم پڑ گئی ہیں اور میری عمر ختم ہو چکی ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک جگہ کھڑا ہو کر گزشتہ انبیاء کا تذکرہ کروں اور ان کی تعریف کروں اور لوگوں کو ان کی عظیم شان کے بارے میں بتاؤں تو سلیمانؑ نے فرمایا آپ ایسا کرلو۔

پھر سلیمانؑ نے تمام لوگوں کو جمع کیا اور آصف کو حکم دیا تو آصف بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے اور گزشتہ انبیاءؑ کا تذکرہ کیا اور گزشتہ ہر نبی کی فضیلت و مرتبہ بیان کر کے ان کی تعریف کی، جب سلیمانؑ تک پہنچے تو سلیمانؑ کی فضیلت ذکر کی کہ اللہ تعالیٰ نے کم عمری میں سلیمانؑ کو کیا کچھ عطا کیا اور ان کے والد کی زندگی میں ان کے کیا حالات تھے اور سلیمانؑ کے بڑھاپے اور والد کی وفات کے بعد کی باتیں بیان نہیں کیں تو سلیمانؑ اس وجہ سے غمگین ہوگئے جب آصف اپنی بات سے فارغ ہوگئے تو سلیمانؑ نے ان کو بلا کر فرمایا اے آصف! آپ نے اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء کا ذکر کیا اور ان کے شایان شان ان کی تعریف کی ہے لیکن جب انبیاء کا تذکرہ کیا تو میرے بچپن کے زمانہ میں میری تعریف کی اور اس کے بعد واقعات پر خاموش ہوگئے ایسا کیوں کیا؟ تو آصف نے کہا میں اس شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں جس کے گھر میں چالیس دن سے غیر اللہ کی عبادت کی جارہی ہے۔ سلیمانؑ نے تعجب سے پوچھا میرے گھر میں؟ آصف نے کہا جی ہاں۔ سلیمانؑ نے **انا للہ و انا الیہ راجعون** کہا اور اپنے گھر تشریف لے گئے اور بتوں کو توڑ دیا اور اس عورت کو ایسا کرنے پر سزا دی۔

پھر سلیمانؑ نے پاکیزہ کپڑے لانے کا حکم دیا یہ کپڑے ایسی کنواری نو عمر لڑکیاں بنتی تھیں جن کو حیض نہیں آیا ہوتا تھا، سلیمانؑ وہ کپڑے پہن کر ایک کھلے میدان میں تشریف لے گئے اور سلیمانؑ کے حکم پر وہاں راکھ بچھا دی گئی سلیمانؑ اس پر بیٹھ کر لوٹ پوٹ ہوئے اور آہ و زاری کر کے رونے لگے اور استغفار کیا اور کہا اے میرے رب! آل داود کے ہاں آپ کا یہ حق نہیں تھا کہ ان کے گھر میں آپ کے علاوہ کسی کی عبادت کی جاتی۔ سلیمانؑ شام تک ایسے ہی کرتے رہے پھر واپس لوٹ کر آئے۔ سلیمانؑ کی ایک باندی تھی جس کا نام جرادۃ تھا سلیمانؑ اس کو امینہ کہہ کر بلاتے تھے۔ جب سلیمانؑ بیت الخلاء یا حمام میں جانے لگتے یا اپنی عورتوں کے ساتھ خلوت کرنا چاہتے تو اپنی انگوٹھی اس کو دے جاتے تھے تاکہ یہ اس کی حفاظت کرے۔ تو اس بت کی عبادت کے واقعہ کے بعد

سلیمانؑ ایک دن آئے اور بیت الخلاء جانے کا ارادہ کیا تو اپنی انگوٹھی جرادۃ کو دے دی تو صخر المارد بیت الخلاء سے سلیمانؑ کی طرح اپنا سَر اور داڑھی جھاڑتا ہوا باہر نکلا تو جرادۃ اس کو سلیمانؑ سمجھ بیٹھیں۔ تو اس شیطان نے جرادۃ سے انگوٹھی لے لی اور اپنی انگلی میں پہن لی اور سلیمانؑ کے تخت پر بیٹھ گیا۔ جب سلیمانؑ باہر تشریف لائے تو جرادۃ امینہ کو کہا میری انگوٹھی کہاں ہے؟ اس نے کہا آپ کون ہو؟ تو آپ نے کہا سلیمان بن داودؑ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آزمائش کا ارادہ کیا تھا اس لئے آپ کی حالت تبدیل ہوگئی اور وہ آپ کو پہچان نہیں سکی تو اس عورت نے کہا آپ غلط بیانی کررہے ہیں سلیمانؑ تو اپنی انگوٹھی لے کر اپنے تخت پر جا بیٹھے ہیں۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ اس خاتون نے سلیمانؑ کو کہا اے اللہ کے نبی! کیا آپ اپنی انگوٹھی نہیں لے چکے؟ سلیمانؑ نے فرمایا میں نے تو نہیں لی۔ اے امینہ! مجھ سے خیانت نہ کریں میں نے آپ کے پاس امانت رکھی تھی تو امینہ نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ بھی مجھ پر ظلم نہ کریں آپ مجھ سے انگوٹھی لے چکے ہیں تو سلیمانؑ کو اپنی لغزش یاد آئی اور سلیمانؑ نے دیکھا تو سلیمانؑ کی کرسی پر ان کی جگہ ان جیسا ایک شخص بیٹھا تھا اور جن وانس اس کے اردگرد جمع تھے تو سلیمانؑ جان گئے کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی لغزش پر سزا دی ہے تو سلیمانؑ اپنا سَر کپڑے میں لپیٹ کر چپکے سے وہاں سے چلے گئے پھر سلیمانؑ کو جب کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو گھروں کے دروازں پر جاتے اور سوال کرتے تو لوگ پوچھتے آپ کون ہیں؟ تو آپ کہتے سلیمانؑ ہوں تو لوگ برا بھلا کہہ کر دھکے دیتے اور آپؑ پر مٹی ڈالتے تھے اور کہتے تھے یہ مجنون ہے یہ دعویٰ کررہا ہے کہ یہ سلیمانؑ بن داودؑ ہے۔ جب سلیمانؑ نے یہ منظر دیکھا تو سمندر کے ساحل پر تشریف لے گئے۔

اور حسنؒ نے روایت کیا ہے کہ سلیمانؑ بھوک و پیاس کی حالت میں بنی اسرائیل کے دروازے پر آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو باہر ایک عورت نکلی اور پوچھا آپ کو کیا ضرورت ہے؟ سلیمانؑ نے فرمایا ایک گھڑی کی مہمان نوازی۔ اس عورت نے کہا میرا خاوند گھر پر نہیں ہے اور میرے لئے کسی اجنبی آدمی کو گھر گھسانا ٹھیک نہیں ہے اور یہ اس کے گھر آنے کا وقت ہے، آپ باغ میں چلے جائیں وہاں پانی اور پھل ہیں آپ ان کو حاصل کرلیں۔ جب میرا خاوند آئے گا تو میں اس سے مطالبہ کروں گی کہ وہ آپ کی مہمان نوازی کرے تو سلیمانؑ باغ میں داخل ہوئے اور اپنے اوپر سے غبار دھویا اور کچھ پھل تناول کرکے سَر رکھا تو نیند آگئی تو مکھیاں سلیمانؑ کو تنگ کرنے لگیں وہاں سے ایک سیاہ سانپ گزرا تو وہ پہچان گیا کہ یہ سلیمانؑ ہیں تو وہ گیا اور باغ کے کچھ پھول لے کر آیا اور سلیمانؑ کے پاس بیٹھ کر ان سے مکھیاں بھگانے لگا۔ جب اس عورت کا خاوند واپس آیا تو عورت نے اس کو سارا واقعہ بیان کیا اس کا خاوند باغ میں داخل ہوا تو سانپ اور اس کے طرزِ عمل کو دیکھ اپنی بیوی کو بلا کر کہا: تو دیکھ کیا اس سے زیادہ تعجب والی چیز تو نے کوئی دیکھی ہے؟ پھر وہ آدمی سلیمانؑ کی طرف چلا تو سانپ آپ سے دور ہٹ گیا اس آدمی نے سلیمانؑ کو بیدار کیا اور کہنے لگا اے نوجوان! ہمارا یہ ٹھکانہ آپ کے لئے وسیع ہے اور ہمارے پاس اس کے سوا اور

کچھ نہیں ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی کرامت پہچان چکے ہیں اور میری بیٹی ہے میں اس سے آپ کا نکاح کرتا ہوں یہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین وجمیل ہے تو سلیمانؑ نے اس لڑکی سے نکاح کرلیا اور اس کے پاس تین دن قیام کیا پھر فرمایا میرے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم لوگوں پر بوجھ بنوں میں عنقریب اپنی اور اپنے گھر والوں کی معیشت طلب کروں گا۔تو سلیمانؑ سمندر کے ساحل پر تشریف لے گئے۔

اور پہلی روایت میں ہے کہ جب شیطان آپؑ پر غالب آگیا تو لوگوں سے حیا کرتے ہوئے سلیمانؑ وہاں سے چلے گئے اور ساحلِ سمندر پر آگئے وہاں کچھ شکاریوں کو دیکھا تو ان کے پاس مزدوری کرنے لگے اور رات کو ان سے جو کچھ حاصل ہوتا وہ اپنی اہلیہ کے پاس لے جاتے جب کچھ عرصہ گزر گیا تو لوگوں کو صخر المارد کے افعال اور احکامات بڑے عجیب معلوم ہونے لگے لوگ یہ سمجھے کہ یہ سلیمانؑ ہیں اور اپنے پہلے طریقہ سے پھر گئے ہیں تو لوگوں نے آصف کو کہا یہ جو کچھ کر رہے ہیں کیا آپ نہیں دیکھ رہے؟ آصف نے کہا ہاں مجھے مہلت دو میں اس کی اصل وجہ معلوم کرتا ہوں۔تو آصف سلیمانؑ کی عورتوں کے پاس گئے وہ ان سے پردہ نہ کرتے تھے، ان سے سلیمانؑ کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا ہمیں ان کے افعال بہت عجیب معلوم ہوئے ہیں، وہ حیض کی حالت میں بھی ہم سے مطالبہ کرتے ہیں۔آصف نے پوچھا کیا آپ ان کے پاس آجاتی ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ شیطان سلیمانؑ کی بیویوں کے پاس جاتا تھا تو اس کا یہ دعویٰ جھوٹ ہے اس لئے کہ سلیمانؑ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت معزز تھے اور اسی طرح تمام انبیاء ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی بیویوں پر شیاطین کو مسلط نہیں کرتے اور انبیاءؑ اس سے محفوظ ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس کی شہوت ختم کردی تھی وہ عورتوں کا ارادہ بالکل نہیں کرسکتا تھا اور لوگ تنگدل ہوگئے تھے۔اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کشائی کریں۔

آصف نے جب اس کے احوال میں غور وفکر کیا تو کہا یہ سلیمانؑ نہیں ہیں اور لوگوں کو کہا یہ شیطان ہے۔ جب اس خبیث نے دیکھا کہ لوگ اس کو جان گئے ہیں تو ایک خط جادو اور نارنجیات لکھ کر ان پر سلیمانؑ کی مہر لگا کر سلیمانؑ کے تخت کے نیچے دفن کردیا پھر وہاں سے بھاگ نکلا اور سلیمانؑ کی انگوٹھی سمندر میں ڈال دی اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْکِ سُلَیْمٰنَ وَ مَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَ لٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوْا [سورة البقرة:102].

(ترجمہ) اور اس (جادو) کی پیروی بھی کی جس کو شیاطین سلیمانؑ کی حکومت (کے عہد) میں پڑھتے تھے حالانکہ سلیمانؑ نے کفر (جادو) نہیں کیا تھا لیکن شیاطین نے کفر کیا۔

اور محمد بن اسحاق صاحب مغازی نے ذکر کیا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ صخر کے سلیمانؑ کی صحبت اختیار

کرنے کا سبب یہ بنا تھا کہ لوگوں نے سلیمانؑ کو شکایت کی کہ ان کو گندم پیسنے میں مشقت ہوتی ہے کیونکہ لوگوں کے پاس چکی نہیں تھی تو سلیمانؑ نے پوچھا کیا گندم پیسنے کی کوئی تدبیر ہے؟ اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب میں اپنے برتن سے کچھ پیتا ہوں تو تم میں سے بعض لوگ میری نقل اتارتے ہو تو جنوں نے کہا اے اللہ کے نبی! ان دو چیزوں کا حل صرف صخر المارد کے پاس ہے۔ یہ خبیث شیطانوں میں سے ایک خبیث شیطان ہے یہ سرکش ہے اور سمندر کے ایک جزیرہ میں رہتا ہے۔ سلیمانؑ نے فرمایا اس کو یہاں لانے کی کوئی تدبیر نکالو تو جن صخر کے پاس گئے اور اس کو کہا سلیمانؑ وفات پا چکے ہیں اور ہم نے ان سے راحت حاصل کرلی ہے آپ باہر نکلو ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ جب صخر ان جنوں سے مانوس ہوگیا تو سب جنوں نے اس پر حملہ کر کے اس کو باندھ دیا اور اس کو سلیمانؑ کے پاس لے آئے۔ جب صخر سلیمانؑ کے پاس لایا گیا تو سلیمانؑ نے اس کو اپنی انگوٹھی دکھائی اور فرمایا اے صخر! میں نے تیرے بھاگ جانے کی وجہ سے تیرے قتل کا ارادہ کرلیا تھا پھر مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ تیرے پاس آسان ہنر ہیں تو میں نے تجھے زندہ چھوڑ دیا ہے کیا تیرے پاس گندم پیسنے کا کوئی حیلہ ہے تاکہ لوگ ہاتھوں سے گندم پیسنے سے راحت حاصل کرلیں؟ اور کیا تو اس پر قادر ہے کہ میرے لئے ایسا برتن بنائے جس میں کوئی چیز پیوں اور اس کے دوسری طرف اور اس میں جو کچھ ہے وہ دیکھ سکوں وہ میرے اور میرے گھر کے درمیان حائل نہ ہو؟ تو صخر نے کہا جی ہاں اے اللہ کے نبی! پھر صخر نے پن چکی بنائی تو لوگوں کی ہاتھ سے گندم پیسنے سے جان چھوٹ گئی۔ پھر صخر نے شیشہ کا پتھر منگوایا اور اس کو پگھلا کر شیشے کے برتن بنائے۔ سلیمانؑ نے اس میں پانی پیا اور صخر کا اکرام کر کے اس کو اپنے قریب کرلیا۔

اور بعض راویوں نے ذکر کیا ہے کہ سلیمانؑ نے جن جنوں کو صخر کی طرف بھیجا تھا ان کو فرمایا تھا کہ جب تم صخر کو میرے پاس لاؤ گے تو جو کچھ وہ کرے اور جو کچھ راستے میں کہے اس کو یاد رکھنا۔ تو وہ جن صخر کو لے کر ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو لوگوں میں کھڑے ہو کر کہانت کر رہا تھا کہ عنقریب اس ماہ یوں ہوگا اور اس سال یوں ہوگا تو صخر ہنسنے لگا پھر ان کا گزر ایک عورت پر ہوا جو ایک قبر کے پاس بیٹھی اپنے بیٹے پر رو رہی تھی تو صخر ہنسنے لگا، پھر وہ صخر کو لے کر ایک عالم کی مجلس میں سے گزرے وہ عالم لوگوں کو وعظ کر رہے تھے جب دعا کا وقت آیا تو حاضرین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور مجلس سے باہر چلا گیا اور دوسرا آیا اور اس کی جگہ بیٹھ گیا تو صخر ہنسنے لگا۔ جب جن صخر کو سلیمانؑ کے پاس لے کر آئے تو سلیمانؑ نے اس سے پوچھا اس نے راستہ میں کیا کیا ہے؟ تو انہوں نے بتا دیا۔ سلیمانؑ نے پوچھا اے صخر! تو اس کاہن آدمی کے پاس کیوں ہنسا تھا؟ اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! وہ یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ اس ماہ اور سال میں جو کچھ ہونا ہے وہ جانتا ہے حالانکہ اس کے قدموں کے نیچے خزانہ تھا اور وہ اس کے اوپر کھڑا ہونے کے باوجود اس خزانہ کے بارے میں نہیں جانتا تھا تو میں سمجھ گیا کہ مہینہ اور سال کی باتیں یہ بالکل بھی نہیں جانتا۔ اس وجہ سے میں ہنسا تھا۔

سلیمانؑ نے پوچھا بوڑھی عورت کے رونے کے وقت تو کیوں ہنسا تھا؟ صخر نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! کیونکہ وہ اپنے بیٹے پر رو رہی تھی اور اس کے پاس کھڑے دو فرشتے کہہ رہے تھے کہ اس بوڑھی عورت کی عمر کے صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں اگر وہ مسکین عورت یہ بات جانتی ہوتی تو اپنے آپ پر روتی نہ کہ اپنے بیٹے پر۔ اسی وجہ سے میں ہنسا تھا۔

سلیمانؑ نے پوچھا تو واعظ کی مجلس کے پاس کیوں ہنسا تھا؟ صخر نے کہا کیونکہ جب واعظ دعا کرانے لگا تو آسمان کے دروازے رحمت کے لئے کھل گئے اور رحمت ان پر اترنے لگی ان میں سے ایک ایسا آدمی تھا جو رحمت کا اہل نہیں تھا وہ کھڑا ہو کر باہر چلا گیا اور دوسرا صحیح آدمی آ کر ان لوگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو رحمت اس پر آ گئی تو میں اس وجہ سے ہنسا تھا۔ پھر صخر سلیمانؑ کے پاس رہنے لگا اور سلیمانؑ کی بادشاہت پر غلبہ کرنے اور کرسی پر بیٹھنے کا واقعہ پیش آیا جو ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

اب ہم قصہ کی طرف واپس آتے ہیں جب اس خبیث نے انگوٹھی سمندر میں ڈال دی اور اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی مشکل کشائی کا جو وقت طے کیا تھا وہ آ گیا، انگوٹھی کو مچھلی نگل چکی تھی تو ایک دن سلیمانؑ مچھلی کے شکاریوں کے ساتھ کام کر رہے تھے تو اس دن شکاریوں نے سلیمانؑ کو اجرت میں ایک مچھلی دے دی اور انگوٹھی اس مچھلی کے پیٹ میں تھی تو سلیمانؑ یہ مچھلی لے کر گھر واپس تشریف لے آئے اور بیوی کو مچھلی بنانے کا کہا تو بیوی نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس سے انگوٹھی نکل آئی اور گھر نور سے بھر گیا۔ اس نے سلیمانؑ کو بلا کر انگوٹھی دکھائی تو سلیمانؑ انگوٹھی پہچان گئے اور جان گئے کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی مشکل حل کر دی ہے اور انگوٹھی لے کر پہن لی اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں چلے گئے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ سلیمانؑ اس دن مزدوری نہیں کر سکے تھے تو آپؑ نے شکاریوں سے کہا کہ مجھے ایک مچھلی دے دو تو شکاری نے انکار کر دیا سلیمانؑ نے فرمایا بخل نہ کر میں سلیمانؑ بن داودؑ ہوں۔ تو شکاری غصہ میں آ گیا اور لکڑی اٹھا کر سلیمانؑ کے سَر پر مار کر سَر پھاڑ دیا تو سب ساتھیوں نے اس کو ملامت کی کہ تو نے ایک مسافر آدمی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو اس شکاری نے کہا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ سلیمانؑ بن داودؑ ہے پھر وہ شکاری اپنے کئے پر شرمندہ ہوا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا تم میرا حصہ اس نوجوان کو دے کر اس کو میری طرف سے راضی کر دو تو شکاریوں نے سلیمانؑ کو دو مچھلیاں دیں سلیمانؑ ان کو لے کر ساحل پر تشریف لے گئے اور ایک کا پیٹ چاک کیا تو آپؑ کی انگوٹھی اس کے پیٹ سے نکل آئی۔ سلیمانؑ نے وہ انگوٹھی اٹھا کر پہن لی اور جان گئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی بادشاہت واپس کر دی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی وہ پہلے والی ہیبت اور چہرے کی رونق لوٹا دی۔ اور اسی وقت جنوں، پرندوں اور وحشی جانوروں کا سلیمانؑ کے ارد گرد جم گھٹا لگ گیا اور شکاری حیران رہ گئے اور سلیمانؑ کے آگے جھک گئے اور کہنے لگے اے اللہ

کے نبی! ہمیں معاف کردیں تو سلیمانؑ نے فرمایا تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ پھر سلیمانؑ اپنے محل اور تخت کی طرف تشریف لے گئے اور لوگ جمع ہو کر سلیمانؑ کو مبارک باد دینے لگے اور اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی توبہ قبول کر کے لغزش معاف کردی۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جب سلیمانؑ نے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کیا تو سجدہ میں کہا اے اللہ! تمام تعریفیں آپ کے لئے ہیں آپ کی آل داوڈ پر پرانی آزمائش کی وجہ سے۔ اے اللہ! آپ نے آل داوڈ کو نعمت کے ساتھ ہدایت دی اور ان کو کتاب وحکمت دی اور آپ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں آپ نے ہم پر ہماری نعمت ظاہر کردی اور پوشیدہ نہیں رکھی اور اتنی زیادہ نعمتیں دیں کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔ پس اے میرے معبود تیرے لئے ہی ساری نعمتیں ہیں آپ نے میری جرأت کی وجہ سے وہ نعمتیں چھینی نہیں ہیں اور میری خطاؤں پر مجھ سے مواخذہ نہیں کیا اور اے میرے معبود! ساری تعریفیں آپ کے لئے ہی ہیں آپ نے مجھ پر اپنی نعمت مکمل کردی۔ اے اللہ میرے گزشتہ گناہ اپنی رحمت سے معاف کردیں اور مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لئے ممکن نہ ہو، بے شک آپ ہی دینے والے ہیں۔

عکرمہؒ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی بادشاہت واپس کردی تو جن گھر والوں نے سلیمانؑ کو پناہ دی تھی اور اپنی لڑکی سے شادی کردی تھی، سلیمانؑ نے ان لوگوں کو وہاں سے منتقل کر کے مملکت کے وسط میں جگہ عطا فرمائی۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی توبہ قبول نہیں کی اور ملک واپس نہیں ملا تب تک آپ اس عورت کے قریب بھی نہیں گئے تھے۔

اور سفیان ثوریؒ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی بادشاہت واپس کردی تو سلیمانؑ نے ہوا کو حکم دیا وہ آپ کو اٹھا کر آپ کے دارالحکومت میں لے جارہی تھی تو آپ کے سامنے ابابیل جیسا ایک پرندہ آیا اور عرض کرنے لگا اے بادشاہ سلامت! میرا ایک گھونسلہ ہے جس میں انڈے ہیں میں نے ان کی دیکھ بھال کی ہے، اگر آپ میرے گھونسلے کے پاس سے گزرے تو ان کو توڑ دیں گے تو سلیمانؑ نے وہ راستہ چھوڑ دیا جب آپ اپنے گھر پر اترے تو وہ پرندہ اپنے پَروں پر کچھ اٹھا کر لایا اور سلیمانؑ کے سامنے رکھ دیا تو سلیمانؑ کے رفقاء نے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے اس کی کہی ہوئی بات بتا کر فرمایا یہ پرندہ یہ مال شکرانہ کے طور پر لایا ہے۔

اور قتادہؒ کی حدیث میں ہے کہ وہ پرندہ سلیمانؑ کے پاس ایک ٹڈی کی ٹانگ اٹھا لایا اور آپؑ کے سامنے رکھ دی اور کہنے لگی میں یہ ہدیہ اور شکریہ کے لئے لائی ہوں کیونکہ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کو بادشاہت واپس عطا کردی

تو سلیمانؑ نے صخر المارد کی تلاش میں جن بھیجے جب صخر کو لایا گیا تو سلیمانؑ نے اس کو لوہے سے مضبوطی سے باندھ دیا پھر سلیمانؑ کے حکم پر ایک چٹان کو شیاطین نے درمیان سے کھوکھلا کیا اور صخر کو اس میں داخل کر کے اس کا سَر لوہے سے باندھ کر اس کو سمندر میں ڈال دیا۔ اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ [صٓ:38] (اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے)۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا عنقریب آخری زمانہ میں وہ شیاطین نکلیں گے جن کو سلیمانؑ بن داوٗدؑ نے باندھا تھا وہ تم کو تمہارا دین سکھائیں گے مختلف طریقہ سے تم ان کی بات قبول نہ کرنا۔ پھر سلیمانؑ نے بیت المقدس کی تعمیر شروع کر دی اور یہ ارادہ کیا کہ بیت المقدس کی عمارت ایسی بنائیں کہ اس جیسی کوئی عمارت نہ بنائی گئی ہو تو سلیمانؑ نے شیاطین اور جنوں کو مختلف ذمہ داریاں سونپ دیں اور واقعی سلیمانؑ نے بڑی عجیب تعمیر کی۔ اس کی دیواروں کو سونے اور چاندی کی تختیوں سے مزین کیا اور ان میں بیش قیمت موتی اور عمدہ جواہرات یاقوت اور زمرد وغیرہ جڑوائے۔ اور اسی طرح اس کی چھتوں اور فرش کو سفید سنگِ مرمر سے مزین کیا اور اس کی کنکریاں موتی، یاقوت اور مرجان کی تھیں۔ یہ ایک ایسی تعمیر تھی کہ گزشتہ زمانہ میں ایسی عمدہ تعمیر سننے میں نہیں آئی تھی۔

راوی کہتے ہیں اطراف کے بادشاہوں نے اس کا چرچا سنا تو وہ حسد کرنے لگے لیکن وہ سلیمانؑ کی ہیبت کی وجہ سے کچھ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں اور شیاطین اور جانوروں، ہوا اور بادلوں کو سلیمانؑ کے تابع کر رکھا تھا۔ جب سلیمانؑ بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور ان کو نصیحت کی اور ان کو اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس معزز جگہ کی تعمیر کی توفیق دی ہے اور لوگوں کو کھانا کھلایا پھر بہت سی قربانیاں لانے کا حکم دیا۔ وہ قربانیاں صخرۃ (چٹان) کے پاس لائی گئیں۔

پھر سلیمانؑ اس چٹان پر کھڑے ہوئے اور دعا کی اے اللہ! آپ ہی نے یہ عطا کیا ہے اور آپ ہی نے اس سے پہلے مجھے بہت کچھ عطا کیا تھا اور آپ نے داوٗدؑ کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا تھا اور مجھے داوٗدؑ کے بعد ان کا وارث بنایا ہے۔ اور ساری تعریفیں اور احسانات آپ کے ہی ہیں۔ اے اللہ! میں اس مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے پانچ خصلتوں کا سوال کرتا ہوں۔ (۱) جو گناہ گار اس مسجد میں توبہ کرنے کے لئے آئے اس کی توبہ قبول کر لی جائے، (۲) اور جو آدمی اس مسجد میں خوفزدہ ہو کر امن کے لئے داخل ہو تو آپ اس کو امن عطا فرما دیں، (۳) جو بیمار شفاء مانگنے کے لئے اس مسجد میں داخل ہو آپ اس کو بیماری سے شفا عطا کر دیں، (۴) جو محتاج اپنی کسی ایسی حاجت کا طالب ہو جس میں اس کی بھلائی ہو آپ اس کی حاجت پوری کر دیں، (۵) قحط زدہ آدمی بارش کی دعا مانگنے کے لئے اس مسجد میں داخل ہو تو آپ اس کو بارش عطا کر دیں۔ اے اللہ! گر آپ نے میری یہ دعائیں قبول کر لی ہیں تو میری قربانی کے قبول ہونے کو اس کی علامت بنا دیں تو آسمان سے آگ اتری اور

قربانیوں کو اٹھا کر آسمان کی طرف چلی گئی۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں سلیمانؑ کے جو واقعات بیان کئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شیاطین کو سلیمانؑ کے لئے مسخر کیا تھا تو وہ سلیمانؑ کے ہاں مزدوری کرتے تھے۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ [سورۃ السبا:13].

(ترجمہ) اس کیلئے چیزیں بناتے تھے جو اس کو منظور ہوتا قلعے اور مورتیں اور حوض جیسے لگن اور جمی رہنے والی دیگیں۔ یعنی حوضوں کی طرح۔

وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَ مَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ [سورۃ السبا:12].

(ترجمہ) اور کتنے جنات تھے جو سلیمانؑ کے سامنے اس کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھرے گا ہم اس کو آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبانیہ فرشتوں میں سے کچھ فرشتے بھیجے تھے جن کے پاس آگ کے چھوٹے نیزے ہوتے تھے جو شیطان یا جن سلیمانؑ کی نافرمانی کرتا تھا اس کو آگ کا نیزہ مارتے تھے۔

اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم آخرت میں اس کو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جن سلیمانؑ کے چہرہ کی طرف نگاہ کرنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے اور جو ایسا کرتا تھا اس کو آگ کا شعلہ لگتا اور اس کو جلا دیتا تھا۔

اور روایت میں آتا ہے کہ سلیمانؑ نے ان کو حکم دے رکھا تھا وہ عام لوگوں کے بھی کام کرتے تھے جو وہ ان سے کرانا چاہیں۔

علماء فرماتے ہیں ان میں سے کوئی شیطان یا جن کسی کے کام کے لئے جاتا تھا تو اس کے لئے مناسب یہ ہوتا تھا کہ اس کو رات تک کام میں مصروف رکھے اگر وہ رات سے پہلے فارغ ہو جاتا اور کوئی اور کام نہ ہوتا تو واپس آ کر اپنا کام بگاڑ دیتا تھا۔

حضرت سلیمانؑ کی طرف سے مخلوق خدا کی دعوت

اور سلیمانؑ کے واقعات میں سے ایک یہ واقعہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ سلیمانؑ نے اپنے رب تعالیٰ سے اجازت مانگی تھی کہ ساری مخلوق کو کھانا کھلانے کی اجازت دے دیں۔

ابو عبداللہؒ نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کو اتنی عظیم بادشاہت عطا کر دی تو سلیمانؑ نے چاہا کہ کوئی ایسا کام کریں جو آپ سے پہلے کسی نے نہ کیا ہو تو سلیمانؑ نے اپنے رب تعالیٰ سے

اجازت مانگی کہ وہ ساری مخلوق کو کھانا کھلانا چاہتے ہیں۔

ابو عبداللہ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ سلیمانؑ کی مراد صرف وہ مخلوق ہو جو ان کی مملکت میں ہے کیونکہ ساری دنیا میں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اس کو سلیمانؑ جانتے ہی نہیں تھے تو ایک محال کام کا ارادہ کیسے کر سکتے تھے جو ان کی قدرت میں ہی نہیں تھا۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے سلیمان! میرے بندوں کو میرے سوا کوئی نہیں کھلا سکتا اور ان کو صرف میرا ہی رزق کافی ہوسکتا ہے۔ تو سلیمانؑ نے بار بار اجازت مانگی اور کہا کہ آپ اس پر مدد کریں اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی۔ تو سلیمانؑ کے حکم پر جنوں، انسانوں اور شیاطین، جانوروں، پرندوں اور ان کے ماتحت جو بھی مخلوق تھی ان سب نے مل کر چالیس دن خوب کوشش کی۔

اور بعض نے کہا ہے کہ چار ماہ محنت کی اور پہاڑوں جیسا کھانا جمع کر لیا یہاں تک کہ لوگ کہنے لگے سلیمانؑ اپنی کہی ہوئی بات پوری نہیں کریں گے پھر سلیمانؑ ایک دن کھانا دیکھنے آئے تو اس کا چکر لگاتے ہوئے تعجب کرنے لگے کہ اتنا زیادہ کھانا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسی سمندر کے ایک جانور کو اشارہ کیا کہ وہ پانی سے اپنا سر نکال کر سلیمانؑ سے سوال کرے کہ وہ اس کو کھانا کھلائیں تو اس جانور نے اپنا سر نکال کر کہا **السلام علیک یا سلیمان**۔ سلیمانؑ نے فرمایا **وعلیک السلام**۔ اس جانور نے کہا آج میں آپ کا مہمان ہوں مجھے کھانا کھلائیں۔ سلیمانؑ نے فرمایا جاؤ جو چاہو کھالو تو اس جانور نے اپنی گردن نکالی اور منہ کھول کر سلیمانؑ کے جمع کیے ہوئے سارے کھانے کو ایک ہی لقمہ بنا لیا کچھ بھی نہیں بچایا۔ پھر اس نے کہا اے سلیمان! مجھے کھانا کھلائیں میں آپ کی مہمان ہوں سلیمانؑ نے فرمایا سبحان اللہ جو کچھ تو نے کھایا ہے اس سے تیرا پیٹ نہیں بھرا؟ اس نے جواب دیا نہیں جو کچھ میں نے کھایا ہے یہ تو میرے پیٹ کے لئے تھوڑا ہے مجھے اپنا ناشتہ پورا کرنے کے لئے اس کا دوگنا مزید چاہیے تو سلیمانؑ کو بہت تعجب ہوا اور فرمایا تو ہر روز اتنا کھاتی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ یہ جو میں نے بتایا ہے یہ میرا صبح کا ناشتہ ہے اور رات کو مجھے پھر اتنے ہی کھانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اے سلیمان! آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو کھانا کھلا سکتے ہیں حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کے جانوروں میں سے ایک کا بھی پیٹ نہیں بھر سکتے۔ سلیمانؑ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ سمندر میں تجھ سے بڑا کوئی جانور نہیں ہے اس نے کہا اے سلیمان! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، سمندر میں اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے جانور پیدا کیے ہیں کہ اگر میں ان کے ایک نتھنے میں داخل ہو کر دوسرے سے نکل جاؤں تو ان کو میرا پتہ بھی نہ چلے۔ تو سلیمانؑ نے پوچھا سمندر کے جانوروں کے کل کتنے گروہ ہیں؟ اس نے کہا ہم ایک ہزار اقسام ہیں ، ہر قسم کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اتنا عرصہ ہو گیا ہے کبھی ہم سے صبح اور شام کا کھانا نہیں چھوٹا تو سلیمانؑ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے اور کہا وہ ذات پاک ہے جس کی بادشاہت کے سوا کسی کی بادشاہت نہیں ہے اور اس کی مخلوق کو صرف اسی کا رزق کافی ہوسکتا ہے۔ اور اس کی مخلوق کو اس کے سوا کوئی نہیں کھلا سکتا۔ اے اللہ!

میں نے جو کچھ آپ کو کہا تھا میں اس سے توبہ کرتا ہوں میری لغزش معاف کر دیں۔

حضرت سلیمانؑ کا نظارۂ قدرت

مصنفؒ فرماتے ہیں میں نے بعض علماء کو یہ ذکر کرتے ہوئے سنا ہے کہ سلیمانؑ ایک دن سمندر کے کنارے تشریف فرما تھے، اچانک آپ نے ایک چیونٹی دیکھی جو گندم کے دانے کو اٹھائے ہوئے سمندر کی طرف جا رہی تھی تو سلیمانؑ اس چیونٹی کو دیکھنے لگے وہ پانی کے پاس پہنچی تو اچانک ایک مینڈک نے پانی سے اپنا سر باہر نکالا اور منہ کھولا تو چیونٹی اس کے منہ میں داخل ہوگئی اور مینڈک نے سمندر میں ڈبکی لگادی۔ کافی دیر گزر گئی سلیمانؑ یہ دیکھ کر تعجب سے سوچنے لگے پھر وہ مینڈک پانی سے باہر آیا اور منہ کھولا تو چیونٹی اس کے منہ سے باہر نکل آئی اب اس کے ساتھ وہ دانہ نہیں تھا تو سلیمانؑ نے چیونٹی کو بلا کر ساری بات پوچھی کہ وہ کہاں گئی تھی؟ اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ جو سمندر دیکھ رہے ہیں اس کی گہرائی میں ایک چٹان ہے اس چٹان کے اندر ایک نابینا کیڑا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی چٹان میں پیدا کیا ہے وہ اپنی معاش کی تلاش میں اس چٹان سے نہیں نکل سکتا اللہ تعالیٰ نے اس کے رزق کی ذمہ داری مجھے دی ہے، میں اس کا رزق اٹھاتی ہوں اور اس مینڈک کو مجھے اٹھانے کے لئے مسخر کر دیا ہے۔ اس کے منہ میں مجھے پانی نقصان نہیں دیتا یہ اپنا منہ چٹان کے سوراخ پر رکھ دیتا ہے میں چٹان میں داخل ہوکر اس کیڑے کا رزق پہنچا کر چٹان کے سوراخ سے باہر نکل کر اس کے منہ میں آجاتی ہوں تو یہ مجھے سمندر سے باہر نکال دیتا ہے۔ سلیمانؑ نے فرمایا کیا تو نے اس کیڑے سے کوئی تسبیح یا کوئی کلمہ بھی سنا ہے؟ چیونٹی نے کہا جی ہاں۔ میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے اے وہ ذات! جو اس چٹان کے اندر اس سمندر کے نیچے رزق دینا نہیں بھولتی اور اپنے مومن بندوں پر اپنی رحمت کرنا نہیں بھولتی۔

صدقہ کی طاقت

اور روایت کیا گیا ہے کہ سلیمانؑ کے زمانہ میں ایک آدمی کے گھر ایک درخت تھا۔ پرندے اس پر انڈے دیتے تھے اور ان سے چوزے نکلتے تھے جب بھی چوزے نکلتے وہ آدمی وہ چوزے اٹھا کر کھا جاتا تھا تو ایک سال وہ پرندہ سلیمانؑ کے پاس آیا اور اس آدمی کی شکایت کی تو سلیمانؑ نے ایک شیطان کو اس درخت پر مقرر کر دیا اور فرمایا جو آدمی اس درخت کے قریب آئے اس کو ڈانٹنا اگر وہ باز نہ آئے تو اس کے دو ٹکڑے کر دینا کیونکہ سلیمانؑ اس آدمی سے وعدہ لے چکے تھے کہ وہ کئی سال پرندوں کے چوزے نہیں اٹھائے گا لیکن اس نے یہ بات نہیں مانی تھی پھر جب پرندوں کے چوزے نکلے اس آدمی کے بچوں نے کہا ہمارے لئے پرندوں کے چوزے اٹھا لائیں اس آدمی نے کہا اللہ کے نبی سلیمانؑ نے مجھے اس کام سے منع کیا ہے بچوں نے بار بار یہ مطالبہ کیا تو وہ آدمی درخت پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہوا تو اسی وقت مانگنے والے نے دروازہ سے کوئی چیز مانگی وہ آدمی واپس گیا اور

مانگنے والے کو کچھ صدقہ کیا تو اس مانگنے والے نے کہا اللہ تعالیٰ تجھ سے بری موت دور کر دیں اور وہ آدمی واپس آ کر درخت پر چڑھنے لگا تو سلیمانؑ کے مقرر کیئے ہوئے شیطان نے اس کو پکڑنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیج دیا جس نے شیطان کو اس آدمی سے دور بھگا دیا۔ وہ آدمی درخت پر چڑھا اور پرندے کے بچے اٹھا لئے وہ پرندہ اڑ کر سلیمانؑ کے پاس گیا اور شکایت کی۔ سلیمانؑ نے اس شیطان کو بلایا جس کو درخت پر مقرر کیا تھا اور فرمایا کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ کسی کو اس درخت کے قریب نہ آنے دینا؟ شیطان نے کہا کیوں نہیں، اے اللہ کے نبی! سلیمانؑ نے فرمایا پھر تو نے اس آدمی کو کیوں چھوڑ دیا؟ شیطان نے کہا میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور مجھے مار کر اس آدمی سے دور بھگا دیا، میں اس تک نہیں پہنچ سکا تو سلیمانؑ نے اس آدمی کو بلوایا اور اس سے اس کا حال پوچھا اور فرمایا آج تو نے کیا کام کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے آج مسکین پر صدقہ کیا تھا اس نے مجھے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے برائی کو دور کر دیں۔ سلیمانؑ نے فرمایا صدقہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تجھ سے برائی دور کر دی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات

مؤرخین فرماتے ہیں کہ سلیمانؑ کا ایک محراب تھا جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے تو ہر صبح سلیمانؑ کے سامنے اس محراب میں ایک پودا اگ آتا تھا تو سلیمانؑ اس سے پوچھتے تیرا نام کیا ہے اور تو کیا چیز ہے اور تو کس کام کی صلاحیت رکھتی ہے؟ تو وہ پودا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جواب دیتا کہ میرا نام فلاں ہے اور میں اس اس چیز کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ تو سلیمانؑ اس کو لے لیتے اور وہ خزانے میں رکھنے کے لائق ہوتا تو وہاں رکھ دیتے یا اس کو باغ میں لگانے کا حکم دیتے تھے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا، ایک دن سلیمانؑ کے محراب میں پودا اگا سلیمانؑ نے نام پوچھا تو اس نے کہا میں خرنوب ہوں۔ سلیمانؑ نے پوچھا میرے محراب میں کیوں اگا ہے؟ اس نے کہا آپ کے ملک کو ویران کرنے کے لئے۔ تو سلیمانؑ نے فرمایا میں پہچان گیا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کو وحی کے ذریعہ خبر دی کہ ان کی روح قبض کرنی ہے اور سلیمانؑ کو تیاری کا حکم دیا تو سلیمانؑ تیار ہو گئے اور اپنے گھر والوں اور اولاد کو جو وصیت کرنی تھی کردی اور جو چیزیں لکھوانی تھیں وہ لکھوا دیں۔ پھر سلیمانؑ نے دعا کی اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ میری موت کو جنوں اور شیاطین سے مخفی رکھیں تا کہ وہ سب کام پورے کر لیں جو میں نے ان کے ذمہ لگائے تھے۔

پھر سلیمانؑ نے غسل کیا اور پاکیزہ کپڑے پہنے اور محراب میں داخل ہو گئے۔ سلیمانؑ جب محراب میں داخل ہوتے تھے تو لمبی نماز پڑھتے تھے، بسا اوقات کئی کئی دن اور ایک ماہ، دو ماہ تک قیام کرتے تھے، محراب سے باہر نہ نکلتے تھے اور اس دوران سلیمانؑ کی ذمہ داریاں آپ کے معتمد لوگ سنبھالتے تھے۔ تو سلیمانؑ اپنے محراب میں داخل ہوئے، آپ کا ایک عصا تھا نماز میں جب تھک جاتے تو اس کا سہارا لیتے تھے تو سلیمانؑ نے محراب میں اپنے عصا کا سہارا لیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر لی اور جن اور شیاطین آتے جاتے آپؑ کو کھڑا دیکھتے تو

آپؑ کے چہرے کی طرف نگاہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے رہے کہ سلیمانؑ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں اور علماء فرماتے ہیں کہ سلیمانؑ کے محراب کے ہر طرف روشن دان تھے تو شیطان جب اپنے ساتھیوں کے سامنے بڑا بننا چاہتا تھا تو ان کو کہتا تھا کہ تم مجھے کیا دو گے اگر میں سلیمانؑ کے محراب کی ایک جانب سے داخل ہو کر دوسری جانب سے نکل جاؤں تو سب جن اس کو جو وہ چاہتا وہی دینے کی ضمانت دیتے۔ جب سلیمانؑ کا محراب میں قیام لمبا ہو گیا اور آپؑ باہر تشریف نہیں لائے اور جن و شیاطین اپنے کام میں لگے رہے تو خبیث جنوں میں سے ایک نے کہا میں ان کے محراب میں داخل ہوتا ہوں تاکہ ان کے حال پر واقف ہو سکوں تو وہ ایک روشن دان سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل گیا لیکن سلیمانؑ کی قراءت کی آواز نہیں سنی جیسے پہلے سنا کرتے تھے تو وہ واپس آیا اور محراب میں داخل ہوا اور دوسری جانب سے نکل گیا لیکن قراءت اب بھی نہیں سنی تو اپنے ساتھیوں کو کہنے لگا میرا خیال ہے کہ سلیمانؑ وفات پا چکے ہیں پھر ان جنوں نے دیمک کو کہا کہ سلیمانؑ کا عصا کھا جائے تاکہ ان کے سامنے ساری بات واضح ہو۔ اور جنوں نے دیمک کو کہا اگر تو یہ کام کر دکھائے تو وہ جہاں بھی ہو گی ہم تیرے پاس پانی اور مٹی پہنچائیں گے تو دیمک نے سلیمانؑ کا عصا کھا لیا اور وہ ٹوٹ گیا اور سلیمانؑ نیچے آ گئے تو شیاطین کو ان کی موت کا پتہ لگ گیا اور لوگوں کو بتایا۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ دیمک نے شیطانوں کے کہے بغیر عصا کو کھایا تھا اور سلیمانؑ نیچے آ گئے۔ جب سلیمانؑ نیچے آ گئے اور لوگوں کو آپؑ کی وفات کا علم ہو گیا تو اب یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ سلیمانؑ کب سے وفات پا گئے ہیں تو انہوں نے ایک دیمک لے کر اس کو ایک لاٹھی پر رکھ دیا اور دیکھا ایک دن اور رات میں اس نے کتنا کھا لیا ہے تو اسی سے اندازہ کیا کہ سلیمانؑ ایک سال پہلے وفات پا چکے تھے اس سے پہلے جنوں اور شیاطین کے دعوؤں کی وجہ سے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جن و شیاطین غیب کا علم جانتے ہیں لیکن جب سلیمانؑ کی وفات کے بعد بھی ایک سال تک جن محنت و مزدوری کرتے رہے اور ان کو سلیمانؑ کی وفات کا علم نہیں ہو سکا تو جنوں اور شیطانوں کے دعوؤں کی قلعی کھل گئی کہ یہ لوگ غیب کا علم نہیں رکھتے۔

اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ [سورۃ السبا: 14] .

(ترجمہ) پھر جب وہ گر پڑے تب جنات کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو وہ ذلت کی تکلیف میں نہ رہتے۔

علماء فرماتے ہیں سلیمانؑ نے اپنی موت کو مخفی اس وجہ سے رکھا کہ جن اور شیاطین وہ تمام کام مکمل کر لیں جو سلیمانؑ نے ان کے ذمہ لگائے تھے (واللہ اعلم)۔

ہمیں داودؑ اور سلیمانؑ کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔

حضرت لقمان حکیمؒ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ [لقمان:12] (اور ہم نے لقمان کو دانائی عطاء فرمائی)۔
لقمانؒ داؤدؑ اور سلیمانؑ کے زمانہ میں تھے۔ کئی راویوں نے کہا ہے جن میں وہبؒ بھی شامل ہیں کہ لقمانؒ حبشی غلام تھے اور سعید بن مسیّبؒ فرماتے ہیں کہ مصر کے رہنے والے تھے۔
اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ لقمان تاجر تھے اور بعض نے کہا ہے کہ درزی تھے۔
اور بعض نے کہا ہے کہ چرواہے تھے۔ (واللہ اعلم)۔
لقمانؒ کے نبی ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔
بعض علماء نے کہا ہے کہ لقمانؒ نبی تھے اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ نیک بندے تھے لیکن نبی نہیں تھے۔
اور وہبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت اور حکمت کے درمیان اختیار دیا تھا تو انہوں نے حکمت کو اختیار کیا۔ ہمارے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ لقمانؒ کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ انبیاءؑ کے اعمال یعنی مخلوق کو دعوت دینا اور ان کے درمیان فیصلے کرنے کو اختیار کرلیں یا حکمت کو۔ یہ اختیار صرف نبوت کے اعمال سے متعلق تھا۔ خود نبوت میں نہیں تھا کیونکہ ہمارے نزدیک نبوت اختیاری چیز نہیں ہے۔
علماء فرماتے ہیں کہ لقمانؒ داؤدؑ کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے ایک آدمی کے غلام تھے اس نے ان کو آزاد کردیا تھا۔ یہ سیاہ حبشی غلام تھے ہونٹ، پنڈلیاں، بازو اور نتھے موٹے تھے، اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اپنے بندوں پر ترجیح نہیں دیتے، اللہ تعالیٰ ان کے اکثر اعمال کو دیکھ کر منتخب کرتے ہیں۔
اور خالد ربعیؒ نے ذکر کیا ہے کہ لقمانؒ کے آقا نے ان کو آزاد کرنے سے پہلے ان کو ایک دن حکم دیا کہ بکری ذبح کریں اور اس کا سب سے عمدہ عضو میرے پاس لے آئیں تو لقمانؒ نے بکری ذبح کی اور اس کی زبان اور دل نکال کر اپنے آقا کے پاس لے آئے پھر کچھ دن بعد آقا نے حکم دیا کہ بکری ذبح کریں تو لقمانؒ اس کی زبان اور دل نکال کر آقا کے پاس لے گئے۔ تو آقا نے سوال کیا پہلی مرتبہ بھی آپ یہی دونوں چیزیں لائے تھے اور دوسری مرتبہ بھی، تو لقمانؒ نے کہا جب زبان اور دل پاکیزہ ہوں تو جسم میں ان سے زیادہ اچھا کوئی عضو نہیں ہے اور یہ خراب ہوجائیں تو جسم میں ان سے زیادہ برا عضو کوئی نہیں ہے۔ تو یہ واقعہ ان کی آزادی کا سبب بنا۔
اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ لقمانؒ کی آزادی کا سبب یہ بنا تھا کہ ایک سال ان کے آقا نے کہا کہ اس زمین

پر تل کاشت کریں تو لقمانؒ نے جا کر اس میں جَو کاشت کر دیئے۔ کچھ دن بعد آقا نے کہا میرے ساتھ زمین پر چلو، ہم اس کو دیکھتے ہیں تو یہ دونوں زمین پر گئے تو وہاں جَو کاشت ہو چکے تھے تو آقا نے لقمانؒ کو کہا کیا میں نے آپ کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تل کاشت کرو؟ لقمانؒ نے فرمایا کیوں نہیں۔ آقا نے کہا پھر آپ نے جَو کیوں کاشت کر دیئے؟ لقمانؒ نے کہا جَو قیمت اور کاشت میں آسان تھے، میں نے یہی کاشت کر دیئے تاکہ ہمارے تل اُگ آئیں آقا نے کہا کیا آپ نہیں جانتے کہ جَو کاشت کرنے سے تل نہیں اگتے۔ لقمانؒ نے جواب دیا میں نے یہ اندازہ لگایا ہے۔ آقا نے کہا آپ نے یہ اندازہ کہاں سے لگایا ہے؟ لقمانؒ نے کہا میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ برے کام کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے رحمت اور جنت کی امید رکھتے ہو تو میں نے کہا: اگر برائی سے جنت مل سکتی ہے تو لامحالہ جو کاشت کرنے سے تل اُگ سکتے ہیں تو ان کی بات سن کر ان کا آقا بیدار ہو گیا اور لقمانؒ کے ہاتھ پر توبہ کر کے ان کو آزاد کر دیا۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ایسا نہیں تھا بلکہ لقمانؒ کی آزادی کا سبب یہ بنا کہ ان کے آقا نے کسی آدمی سے جوا کھیلا اور شرط یہ لگائی کہ اگر لقمانؒ کا آقا جوا جیت گیا تو وہ دوسرا آدمی یا تو اپنا آدھا مال دے گا یا نہر کا سارا پانی پیئے گا اور یہ نہر وادی کی بہت بڑی نہر تھی۔ اور اسی طرح اگر وہ آدمی جیت گیا تو وہ لقمانؒ کے آقا سے اس کا آدھا مال لے گا یا ان کو نہر کا پانی پینا ہو گا تو وہ آدمی لقمان کے آقا سے جوا جیت گیا تو لقمانؒ کا آقا بہت غمزدہ ہوا اور افسردہ حالت میں گھر واپس گیا تو لقمانؒ آئے، آقا کو افسردہ دیکھا تو پوچھا میں آپ کو غمگین دیکھ رہا ہوں کیا ہو گیا ہے؟ تو آقا نے بتایا تو لقمانؒ نے کہا آپ غم نہ کریں، میں عنقریب آپ کا معاملہ ٹھیک کر دوں گا۔ اگلے دن وہ آدمی لقمانؒ کے آقا کے دروازہ پر آیا اور مطالبہ کیا کہ اپنا آدھا مال دے یا نہر کا پانی پی تو لقمانؒ نے کہا ہمارے ساتھ وادی پر چلو تاکہ میرا آقا اس کا پانی پیئے جب وہاں پہنچ گئے تو لقمانؒ نے اس مطالبہ کرنے والے آدمی کو کہا، نہر کا کونسا پانی پینا ہے جو گزشتہ تمہارے معاہدہ کے وقت نہر میں موجود تھا یا وہ پانی پینا ہے جو اب نہر میں موجود ہے یا وہ پانی پینا ہے جو پیچھے سے بہہ کر آرہا ہے۔ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ گزشتہ کل جو پانی تھا وہ پیئے تو تو وہ پانی واپس لے آ تاکہ یہ وہ پانی پی لے۔ اور اگر تو یہ چاہتا ہے کہ اس وقت موجود پانی پیئے تو اس کو محفوظ کرنا تاکہ یہ آگے نہ چلا جائے اور اگر تو چاہتا ہے کہ وہ پانی پیے جو پیچھے سے آرہا ہے تو اس پانی کو روک تاکہ وہ اس موجود پانی کے ساتھ نہ ملے کیونکہ میرے آقا نے یہ معاہدہ نہیں کیا تھا کہ ساری زندگی اس نہر کا ابتداء سے آخر تک جو پانی آتا رہے گا وہ سارا پیتا رہے گا۔ تو لقمانؒ اس آدمی سے جھگڑنے لگے اور بار بار یہی مطالبہ کرنے لگے یہاں تک کہ اس آدمی نے گالی دے کر کہا میں نے تیرے آقا کو چھوڑ دیا ہے تو مجھے چھوڑ دے۔ جب لقمانؒ نے اپنے آقا کو اس مصیبت سے چھٹکارا دلایا تو آقا نے شکریہ میں ان کو آزاد کر دیا۔

وہبؒ فرماتے ہیں لقمانؒ بدصورت لیکن سفید اور پاکیزہ دل والے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان، حکمت اور حق کے نور سے منور کر دیا تھا اور ان کی زبان پر حق و حکمت کو جاری کر دیا تھا۔ یہ نیکی کا حکم دیتے تھے اور گناہ سے

روکتے تھے، یہ متقی آدمی تھے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں قوی تھے، اپنے دین کے بارے میں محتاط و پرہیز گار تھے۔ پرسکون رہتے تھے عاجزی وانکساری کا پیکر تھے، کثرت خوف کی وجہ سے دل کانپتا تھا، اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال میں خوب غور وفکر کرتے تھے یہ دن میں کبھی نہیں سوئے، لوگوں نے کبھی ان کو پیشاب یا پاخانہ کرتے نہیں دیکھا، اتنا سخت پردہ کرتے تھے لوگوں میں سے کسی نے بھی ان کا ننگ نہیں دیکھا بہت کم غصہ کرتے تھے اکثر خاموش رہتے بہت کم کلام کرتے تھے۔

اور لقمانؒ کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں ہر سمجھدار کی کلام قبول نہیں کر لیتا لیکن میں اس کے مقصد اور دلی خواہش کو دیکھتا ہوں اگر اس کا مقصد اور خواہش میرے لئے ہوتا ہے تو میں اس کے ارادہ کو تفکر اور اس کی کلام کو حمد بنا دیتا ہوں اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ حکماء کے منہ پر ہے ان میں سے ہر ایک وہی بات کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آسان کردی ہو۔ اور لقمانؒ کہی ہوئی بات دوبارہ نہیں کرتے تھے ہاں اگر کوئی کسی ایسی بات کے بارے میں پوچھ لیتا جس سے اللہ تعالیٰ اس کو نفع دیتے تو دہرا دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کے ذریعہ اس کی ہدایت میں اضافہ کردیں۔ یا اللہ تعالیٰ اس بات کے ذریعہ اس کو ہلاکت سے دور کردیں۔

اور لقمانؒ سے کوئی چیز چھن جاتی تو اس پر غمگین نہ ہوتے تھے انہوں نے کئی عورتوں سے نکاح کیا اور ان کی بہت سی اولاد پیدا ہوئی۔ لیکن آپ ان میں سے کسی کے فوت ہونے پر غمگین نہیں ہوئے بلکہ خوش ہوتے تھے۔

اور لقمانؒ کا گزر دو آدمیوں پر ہوتا جو جھگڑ رہے ہوتے تو ان کے درمیان صلح کرا کر ان کو وعظ ونصیحت کرتے اور ان کو ڈانٹتے۔ اور لقمانؒ کو جو بات سننے میں اچھی لگتی اس کو سیکھ لیتے۔ اکثر فقہاء، حکماء، صالحین اور مساکین کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے اور لقمانؒ قاضی، بادشاہوں وغیرہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو وصیت کرتے اور جس ذمہ داری میں وہ مبتلا ہیں اس کی وجہ سے ان پر رحم کرتے۔ اور ان کو وعظ ونصیحت کرتے تھے اور ان کو ان کاموں کے انجام سے ڈراتے تھے اور گزشتہ لوگوں کی ضرب الامثال ان کو بیان کرتے تھے ان کا دل اور ہاتھ جو کام کرتے وہ اس میں بہت زیادہ غور وفکر کرتے تھے، آپ کو اکتاہٹ اور سستی وغیرہ نہ ہوتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جب ان میں نیت حکمت کے ساتھ سچائی کو دیکھا اور پاکدامنی کو اور فتنہ فساد سے دور رہنے کو اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کو تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو محبوب رکھا اور ان کو حکمت سکھائی۔

وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں لقمانؒ کو حکمت دیئے جانے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے دوپہر کے وقت لقمانؒ کے پاس فرشتے بھیجے جب لوگ قیلولہ کے لئے آرام کر رہے ہوتے ہیں، یہ فرشتے لقمانؒ کے پاس آئے اور ایسی جگہ بیٹھے کہ لقمانؒ ان کے کلام کو سن سکیں لیکن ان کی صورتیں نہ دیکھ سکیں۔ تو فرشتوں نے کہا اے لقمان! آپ پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو۔ لقمانؒ نے جواب دیا اور تم پر بھی سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو۔ لقمانؒ نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ فرشتوں نے کہا ہم آپ کے رب کے قاصد ہیں، آپ کے پاس

آئے ہیں تاکہ آپ کو زمین میں خلیفہ بنا دیں تاکہ آپ لوگوں کے درمیان حکمت کے ساتھ فیصلے کریں۔ لقمانؒ نے جواب دیا اگر مجھے اس پر مجبور کر دیا ہے تو میں یہ بات سنتا ہوں اور اس پر سر جھکاتا ہوں کیونکہ اگر میرے رب نے مجھے زمین میں لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے خلیفہ بنایا ہے تو مجھے امید ہے کہ وہ میری مدد کرے گا اور مجھے خیر کی توفیق دے گا اور مجھے سیدھی راہ دکھائے گا اور اگر میرا رب مجھے عافیت عطا کرے تو میں عافیت کو قبول کروں گا اور فتنہ اور آزمائش کے لئے پیش نہیں ہوں گا۔

فرشتوں نے پوچھا لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرنے کو ناپسند کیوں سمجھا جاتا ہے؟ لقمانؒ نے فرمایا کیونکہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا دین کی سب سے سخت منزل ہے اور یہ سب سے زیادہ فتنوں کی آماجگاہ ہے کیونکہ حاکم جب حق کے ساتھ فیصلہ نہ کرے تو رسوا ہو جاتا ہے اور جب حق کے ساتھ فیصلہ کرے تو مشہور ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص دنیا میں ذلیل، حقیر، گمنام ہو قیامت کے دن یہ اس کے لئے اس سے زیادہ آسان ہے کہ وہ دنیا میں لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا معزز بارعب ہو۔ اور جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی وہ ان دونوں میں خسارہ پائے گا اور دنیا اس سے زیادہ جدا ہو جائے گی اور زیادہ غصہ میں ہوگی۔ اور اس کی مشقت اس کی گردن میں باقی رہ جائے گی اور اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ تو فرشتوں کو لقمانؒ کی حکمت کی باتوں پر تعجب ہوا اور رحمان تعالیٰ نے ان کی گفتگو کو اچھا سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے لقمانؒ کو توفیق دی اور سیدھی راہ دکھائی اور ان کی مدد کی اور لقمانؒ سے آزمائش اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی ذمہ داری ہٹالی۔ جب رات کی تاریکی چھاگئی اور لقمانؒ اپنے بستر پر لیٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر حکمت اتاری اور حکمت ان پر بہادی۔ اور لقمانؒ کو سر کے اوپر سے قدموں تک حکمت میں ڈھانپ دیا اور ان کے پیٹ میں حکمت بھر دی۔ لقمانؒ سوئے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے حکمت کو ان کے دل میں جما دیا اور ان کی زبان پر ظاہر کر دیا تو لقمانؒ نیند سے بیدار ہوئے تو وہ اپنے زمانہ کے تمام زمین والوں سے زیادہ حکمت والے تھے۔ تو ان کی زبان مبارک سے حکمت کے سرچشمے جاری ہوئے۔ اور انہوں نے یہ حکمت لوگوں میں پھیلا دی تو لقمانؒ جس کو بھی ملتے اس کو وعظ و نصیحت کرتے اور آخرت کی رغبت دلاتے اور آسمان کے بادشاہوں اور جنت و جہنم اور ان کی چیزوں کے بارے میں بتاتے۔ اور دنیا سے بے رغبتی دلاتے اور دنیا کے اہل دنیا پر پلٹنے کو بیان کرتے تو لوگ کثرت سے آپ کے تابع ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے داوڈ کو خلافت دی تو انہوں نے قبول کر لی اور لقمانؒ کی طرح شرطیں نہیں لگائیں۔

تو لقمانؒ کو اس لغزش کے ساتھ آزمایا گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر کے ان کی مغفرت کی۔ اور لقمانؒ اکثر داوڈ کی زیارت کے لئے آتے تھے اور ان کو نصیحت کرتے تھے اور داوڈ ان کو فرماتے تھے اے لقمان آپ کے لئے خوشخبری ہے، آپ کو حکمت دی گئی ہے اور آپ سے آزمائش دور کر دی گئی ہے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن بہت سے لوگ جمع تھے اور لقمانؒ ان کو نصیحت کر رہے تھے، اچانک وہاں

سے بنی اسرائیل کے ایک بڑے آدمی کا گزر ہوا تو اس نے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو لقمانؑ کے پاس دیکھا تو کہنے لگا یہ لوگ کیسے ہیں؟ اس کو بتایا گیا کہ یہ لوگ لقمانؑ حکیم کے پاس جمع ہیں تو وہ اسرائیلی شخص آگے بڑھا اور لقمانؑ کا چہرہ دیکھا تو وہ سیاہ فام مرد تھے تو وہ ان کے پیچھے سے آیا اور ان کی گردن پکڑ کر دبائی اور کہنے لگا تو لقمانؑ ہے؟ کیا تو وہ آدمی نہیں ہے جو فلاں جگہ بکریاں چراتا تھا؟ لقمانؑ نے فرمایا ہاں اس آدمی نے کہا آپ کو اس مرتبہ تک کس نے پہنچایا ہے؟ لقمانؑ نے فرمایا تین چیزوں نے: سچ بولنے، امانت کی ادائیگی اور بے فائدہ کام چھوڑنے نے۔ اس نے کہا آپ نے سچ کہا ہے اور تعجب کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

حضرت لقمانؑ کے بیٹوں کا ذکر

لقمانؑ تاجر تھے اور بہت مالدار ہو گئے تھے۔ وہ لوگوں کو قرض دیتے تھے لیکن وصولی میں چشم پوشی کرنے لگے جب دینے والے کو آسانی ہوتی تو دے دیتا اور لقمانؑ کا ایک بیٹا لوگوں سے قرضہ وصول کرتا تھا اور لقمانؑ نے اس کا ایک وقت تجارت کے لئے مخصوص کر رکھا تھا تاکہ وہ لقمانؑ کا قرضہ لوگوں سے وصول کر سکے۔ جب لقمانؑ کا بیٹا قرض وصول کرنے کے لئے روانہ ہوا تو اس کے والد اس کو روانہ کرنے کے لئے ساتھ چل پڑے پھر جب اس سے جدا ہونے لگے تو اس کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: آپ کے راستہ میں ایک درخت آئے گا اس کے نیچے پانی کا چشمہ ہوگا آپ اس درخت کے نیچے پڑاؤ نہ کرنا، اس کا پانی نہ پینا اور آپ جب ایک مالدار کے شہر میں پڑاؤ کرو گے تو وہ اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کرنا چاہے گا آپ اس سے شادی نہ کرنا اور جب آپ میرے فلاں مقروض کے پاس پہنچو گے اور میرے مال کا مطالبہ کرو گے تو وہ کہے گا کہ رات میرے پاس ٹھہریں تو آپ اس کے پاس رات نہ گزارنا پھر فرمایا آپ کے سفر میں اگر کوئی ایسا شخص آپ کا ساتھی بنے جو آپ سے عمر میں بڑا ہو تو آپ اس کی رائے اور مشورہ کی نافرمانی نہ کرنا۔ پھر بیٹے کو فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ سلامتی کریں اور لقمانؑ واپس آگئے اور ان کا بیٹا آگے چل پڑا۔

تو لقمانؑ کا بیٹا تھوڑا سا ہی چلا تھا کہ اس نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو راستے میں سامنے آگئے اور لقمانؑ کے بیٹے کو سلام کیا تو لقمانؑ کے بیٹے نے سلام کا جواب دیا۔ اس بوڑھے آدمی نے لقمانؑ کے بیٹے کو کہا میں آپ کا سفر میں رفیق بننا چاہتا ہوں تو لقمانؑ کے بیٹے نے کہا اللہ تعالیٰ کی برکت پر میرے ساتھ چلیں۔ تو وہ اکٹھے چل پڑے تو دونوں دوپہر کے وقت ایک جگہ پہنچے جس میں ایک ٹھنڈی چھاؤں والا درخت تھا اور اس کے نیچے پانی کا چشمہ تھا تو اس بوڑھے نے کہا اے لقمان کے بیٹے! یہاں پڑاؤ کر لو تاکہ ہم کچھ راحت حاصل کر لیں اور گرمی کم ہو جائے تو اس نے کہا میرے والد نے مجھے فرمایا تھا کہ اس درخت کے نیچے پڑاؤ نہ کرنا۔ اس بوڑھے نے کہا کیا آپ کے والد نے یہ نہیں کہا تھا کہ اپنے سے بڑے کی نافرمانی نہ کرنا؟ اس نے کہا جی ہاں۔ بوڑھے نے کہا میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ یہاں پڑاؤ کرو۔ تو لقمانؑ کے بیٹے نے وہاں پڑاؤ کیا جب وہ سو گئے تو وہ بوڑھا آدمی ان کا

پہرہ دیتا رہا تھوڑی دیر بعد درخت سے سانپ اترا اور لقمانؑ کے بیٹے کا ارادہ کیا تو بوڑھا کھڑا ہوا اور اس کو مار کر قتل کر دیا۔ جب لقمانؑ کا بیٹا بیدار ہوا تو بوڑھے نے پوچھا کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ کے والد نے یہاں قیام کرنے سے کیوں منع کیا تھا؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ اس بوڑھے نے کہا اس سانپ کی وجہ سے۔ کیونکہ جو یہاں قیام کرتا ہے یہ سانپ اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اب میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔

پھر بوڑھے نے اس سانپ کا سَر ایک کپڑے میں لپیٹ کر ساتھ اٹھا لیا پھر وہ دونوں چل پڑے اور اس شہر میں پہنچ گئے جس کا ذکر اس کے والد نے کیا تھا تو دونوں نے اس مالدار آدمی کے گھر قیام کیا تو اس مالدار نے لقمانؑ کے بیٹے کو اپنی بیٹی کی پیشکش کی اور کہا میں تجھے بہت زیادہ مال دوں گا تو لقمانؑ کے بیٹے نے انکار کر دیا تو اس بوڑھے نے پوچھا آپ اس کی لڑکی سے نکاح کر کے مال کیوں نہیں لے لیتے؟ اس نے کہا کیونکہ میرے والد نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا تھا اس بوڑھے نے کہا کیا آپ کے والد نے آپ کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ آپ سے جو عمر میں بڑا ہو اس کی مخالفت نہ کرنا اور میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ اس سے نکاح کر لیں۔ تو لقمانؑ کے بیٹے نے مالدار کی بیٹی سے نکاح کر لیا تو اس بوڑھے نے کہا جب آپ کو کہا جائے کہ اس عورت کے پاس جاؤ تو نہ جانا پہلے مجھے بتا دینا، اس نے کہا ٹھیک ہے۔ جب شام ہوئی تو ایک خادم نے آکر کہا کہ اپنی بیوی کے پاس چلے جائیں تو لقمانؑ کے بیٹے نے بوڑھے کو یہ بتا دیا تو اس بوڑھے نے لقمانؑ کے بیٹے کو کپڑے میں لپٹا ہوا سانپ کا سَر دیا اور کہا جب آپ دھونی کے پاس جاؤ گے اس میں آگ جل رہی ہوگی تو اس آگ میں سانپ کا سَر ڈال کر اپنی بیوی کے کپڑوں کے نیچے دھواں دینا شروع کرنا۔ تو اس نے کہا ٹھیک ہے۔ جب یہ نوجوان اپنی بیوی کے پاس گیا تو اس نے دھونی اور خوشبو منگوائی اور کمرے میں خوشبو مہکا دی، جب وہ فارغ ہوئی تو لقمانؑ کے بیٹے نے سانپ کا سَر نکال کر کہا میرے پاس بھی ایک خوشبو ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اس کا دھواں دوں۔ تو سانپ کا سَر نکال کر آگ پر ڈال دیا اور اس کا دھواں عورت کے کپڑوں کے نیچے سے دیا تو وہ زوردار چیخ مار کر بے ہوش ہوگئی اور اس کے اگلے حصہ سے ایک بڑا سا مردہ کیڑا باہر نکلا پھر وہ لڑکی ہوش میں آئی تو یہ کیڑا دیکھ کر اس کو باہر پھینکنے کا حکم دیا اور ساری رات لقمانؑ کے بیٹے کے پاس گزاری صبح کو وہ بوڑھا لقمانؑ کے بیٹے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا آپ نے کیا دیکھا ہے؟ اس نے ساری بات بتا دی۔ تو اس بوڑھے نے کہا آپ کے والد نے اس لڑکی سے شادی کرنے سے اسی وجہ سے منع کیا تھا کہ آپ سے پہلے جس نے اس لڑکی سے شادی کی جب جماع کرنے لگتا تو وہ کیڑا جو اس لڑکی کے اندر سے نکلا تھا وہ اس کو ڈس لیتا اور بندہ مر جاتا تھا اب جب کیڑا گر گیا ہے تو وہ ٹھیک ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے آپ کے گھر والوں میں برکت دیں۔

اور لقمانؑ کا بیٹا کچھ دن وہاں رہا پھر اس مالدار کو کہا میں اپنے مقروض کے پاس جانا چاہتا ہوں تا کہ اپنا حق وصول کر کے واپس آجاؤں آپ مجھے اجازت دیدیں۔ تو سسر نے اجازت دے دی تو لقمانؑ کا بیٹا اس بوڑھے

آدمی کے ساتھ روانہ ہو گیا جب یہ دونوں اس مقروض کے گھر پہنچے تو وہ باہر نکلا اور مرحبا کہا اور کہنے لگا آپ یہاں قیام کریں، کل میں آپ کو آپ کا حق ادا کر دوں گا۔ تو لقمانؑ کے بیٹے نے کہا میں قیام نہیں کر سکتا تو بوڑھے آدمی نے کہا آپ یہاں قیام کیوں نہیں کر رہے؟ حالانکہ آپ تھکے ہوئے ہو، یہاں قیام کرو تاکہ آرام کر لو اور کل اپنا حق لے لو۔ تو اس نے کہا میرے والد نے مجھے اس کے پاس قیام کرنے اور رات گزارنے سے منع کیا تھا بوڑھے آدمی نے کہا آپ کو اپنے سے بڑے کی مخالفت کرنے سے بھی روکا تھا میں آپ کو قیام کرنے کا مشورہ دیتا ہوں تو لقمانؑ کا بیٹا وہاں قیام پذیر ہو گیا اور اس آدمی نے خوب اچھی طرح مہمان نوازی کی اور ان کا سارا مال جو اس کے ذمہ تھا وہ مکمل وزن کر کے اس کو ایک تھیلی میں ڈال کر لقمانؑ کے بیٹے کے پاس رکھ دیا اور کہنے لگا آپ ہمارے پاس رات گزاریں، کل مال لے کر چلے جانا۔ اس آدمی کی عادت یہ تھی کہ جو اس کے پاس آتا، اس کو اپنے پاس ٹھہراتا اور شام کو اس کی چارپائی سمندر کے کنارے رکھ دیتا تھا کیونکہ اس کا محل سمندر کے ساحل پر تھا، رات کو وہ آدمی اور اس کے گھر والے آتے اور اس مہمان کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیتے تھے اس نے یہی کام لقمانؑ کے بیٹے کے ساتھ بھی کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ ایک چارپائی لایا اور اس کو ساحل پر رکھ دیا اور دوسری چارپائی لا کر محل کے دروازہ پر رکھ دی اور اپنے بیٹے کو اس پر سلا دیا جب لوگ سو گئے تو وہ بوڑھا لقمانؑ کے بیٹے کے پاس آیا اور اس کو بیدار کر کے کہا میری مدد کرو۔ پھر اس نے لقمانؑ کے بیٹے کی مدد سے اس میزبان کے بیٹے کی چارپائی اٹھا کر سمندر کے کنارے رکھ دی اور دونوں نے لقمانؑ کے بیٹے کی چارپائی اٹھا کر میزبان کے بیٹے کی چارپائی کی جگہ رکھ دی۔ آدھی رات کو وہ میزبان ایک اور آدمی کے ساتھ آیا اور سمندر کے کنارے آ کر اس سوئے ہوئے کو لقمانؑ کا بیٹا سمجھ کر سمندر میں پھینک دیا اور واپس چلے گئے، صبح جب لقمانؑ کے بیٹے کو دیکھا تو وہ حیرت زدہ ہو گیا اور کچھ نہیں کہا۔ تو لقمانؑ کا بیٹا مال لے کر وہاں سے روانہ ہو کر واپس اس مالدار کے پاس آیا اور اپنے ساتھ اس کی بیٹی اور سسر کے دیئے ہوئے مال کو لے کر روانہ ہو گیا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ لقمانؑ کے بیٹے نے جب درخت کے نیچے قیام کیا تو اس کے سایہ میں سونے کا ارادہ کیا تو اس بوڑھے آدمی نے کہا یہاں نہ سونا، دھوپ میں سو جاؤ۔ تو اس نے ایسا ہی کیا اور درخت کے قریب کی بستی کا ایک نوجوان آیا اور درخت کے نیچے سو گیا تو سانپ نیچے اترا اور اس کو ڈس کر ہلاک کر دیا۔ جب لقمانؑ کا بیٹا بیدار ہوا تو اس بوڑھے نے اس نوجوان کی حالت دکھائی اور کہا اس بستی میں چلے جاؤ اور ان کو نوجوان کے بارے میں بتاؤ کہ سانپ کے ڈسنے سے اس کی موت ہو گئی ہے تو اس نے جا کر بتایا تو لوگ رونے لگے وہ نوجوان ان کے معزز لوگوں میں سے تھا وہ لوگ آئے اور نوجوان کو لے گئے اور دفن کر دیا۔ اس بوڑھے نے لقمانؑ کے بیٹے کو کہا آپ ان لوگوں سے کہو اگر میں سانپ کو مار کر تم لوگوں کو اس سے چھٹکارا دلاؤں تو تم مجھے کیا دو گے؟ آپ ان کے آدھے مال سے کم پر راضی نہ ہونا تو لقمانؑ کے بیٹے نے ان کو یہ کہا تو انہوں نے کہا ہم اپنے مال کا

دسواں حصہ دیں گے کیونکہ اس سانپ نے ہمارے بہت سے لوگ ہلاک کردیئے ہیں اور ہم اس کی وجہ سے بڑی آزمائش میں ہیں۔ تو لقمانؒ کا بیٹا راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ انہوں نے کہا ہم اپنا آدھا مال آپ کو دیں گے تو لقمانؒ کا بیٹا اس بوڑھے آدمی کے پاس آیا اور اس کو بتایا تو بوڑھے نے ایک تھیلی نکالی اس میں کوئی دوا تھی، وہ اس نے آگ پر ڈال کر درخت کے نیچے دھواں دیا تو سانپ نیچے آ گیا اور بوڑھے نے اس کو قتل کر دیا اور بستی والے بہت زیادہ خوش ہو گئے اور اپنا آدھا مال ان کو دے دیا۔ بوڑھے نے کہا یہ مال جنوں کے امین کے پاس امانت رکھ دو سفر سے واپسی پر لے لینا۔ پھر انہوں نے وہاں سے کوچ کیا اور ایک شہر میں پڑاؤ کیا اس شہر کے پاس ایک بڑی نہر تھی جس میں بہت زیادہ پانی بہتا تھا اور نہر کے قریب پانی کا چشمہ تھا جس میں تھوڑا سا پانی تھا لقمانؒ کے بیٹے نے نہر سے پانی پینے کا ارادہ کیا تو بوڑھے نے روک دیا اور کہا اس نہر سے پانی نہ پیو، اس چشمہ کا پانی پیو۔ تو لقمانؒ کے بیٹے نے کہا کیوں؟ بوڑھے نے کہا اس لئے کہ جو شخص اس نہر کا پانی پیتا ہے اس کو خارش ہو جاتی ہے اس شہر والے اس نہر کا پانی نہیں پیتے پھر بوڑھے آدمی نے لقمانؒ کے بیٹے کو کہا اس شہر میں داخل ہو کر شہر والوں کو کہو اگر میں نہر کا پانی ٹھیک کر دوں تو تم مجھے کیا دو گے؟ پانی میٹھا ہو جائے گا اور آفت سے محفوظ ہو گا اور کہا آپ ان کے آدھے مال سے کم پر راضی نہ ہونا۔ تو لقمانؒ کے بیٹے نے ایسا کیا تو لوگوں نے آدھے مال کی ضمانت دی وہ واپس بوڑھے آدمی کے پاس آیا تو بوڑھے نے تھیلی سے کوئی چیز نکال کر نہر میں ڈال دی تو نہر کا پانی شیریں ہو گیا اور اس نوجوان کو حکم دیا تو اس نے سارے لوگوں کے سامنے نہر کا پانی پیا، اس کو کوئی آفت نہیں آئی تو لوگوں نے بھی پانی پیا اور ان کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا ہم نے جس مال کی آپ کو ضمانت دی تھی آپ وہ سارا لے لیں تو بوڑھے آدمی نے کہا یہ مال لے کر جنوں کے امین کے پاس رکھ دو سفر سے واپسی تک۔

جب لقمانؒ کے بیٹے نے اپنے مقروض سے مال لے لیا اور اس مالدار سے اس کی بیٹی اور بہت سارا جہیز لے لیا تو لقمانؒ کا بیٹا یہ سارا مال لے کر صحیح وسلامت اپنے والد کی طرف روانہ ہو گیا جب اپنے والد کے شہر کے قریب پہنچے تو بوڑھے آدمی نے کہا میں آپ سے جدا ہونا چاہتا ہوں میں آپ کے شہر میں داخل نہیں ہونا چاہتا تو لقمانؒ کے بیٹے نے بہت اصرار کیا لیکن اس نے انکار کر دیا تو لقمانؒ کے بیٹے نے کہا: آپ ٹھہریں میں یہ سارا مال آپ کو بھی تقسیم کر دوں کیونکہ یہ آپ کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔ بوڑھے نے فرمایا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لقمانؒ کے بیٹے نے پوچھا جب میرے والد آپ کے بارے میں پوچھیں گے تو میں کیا کہوں؟ تو انہوں نے فرمایا ان کو میری صفات بیان کر دینا وہ مجھے پہچان جائیں گے اور بوڑھے آدمی چلے گئے اور لقمانؒ کا بیٹا اپنے والد کے پاس آیا اور سفر کی ساری باتیں بتائیں اور اس بوڑھے آدمی کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ انہوں نے مجھے فرمایا تھا کہ اپنے والد کے سامنے میری صفات بیان کرنا وہ مجھے جانتے ہیں۔ لقمانؒ نے فرمایا اے میرے بیٹے! یہ وہی سلامتی ہے جو میں نے آپ کو روانہ کرتے ہوئے مانگی تھی اور کہا تھا سلامتی آپ کے ساتھ رہے۔ فرمایا

شاید وہ فرشتہ ہوگا یا کوئی ایسا شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے سلامتی کی مثل آپ کے ساتھ کردیا اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصائب سے محفوظ رکھا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ لقمانؒ کسی سفر میں اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر گئے جب یہ قافلہ کے ساتھ اس شہر کے قریب پہنچے جس کا ارادہ کر کے چلے تھے تو شام کا وقت ہو چکا تھا اور لقمانؒ کا گدھا لنگڑا ہوگیا اور قافلہ سے پیچھے رہ گیا اور قافلہ شہر میں داخل ہوگیا تو لقمانؒ کا بیٹا افسوس کرنے لگا تو ان کے والد نے کہا ایسا نہ کرو، شاید اسی میں بھلائی ہوگی۔ تو بیٹے نے کہا اس میں کیا بھلائی ہوسکتی ہے کہ ہم سردی، ہوا اور بارش میں رہ گئے ہیں اور نہ ہمارے پاس رات کو کھانے کے لئے کچھ ہے اور نہ ہمارے جانوروں کا چارہ ہے اور باقی لوگ شہر میں محفوظ پناہ گاہ میں پہنچ گئے ہیں جہاں جانوروں کا چارہ اور ان کی ضروریات کا سامان ہے۔

تو لقمانؒ نے فرمایا اے میرے بیٹے! تنگدل نہ ہو، تو نہیں جانتا شاید بھلائی اسی میں ہو۔ جب صبح ہوئی تو اچانک انہوں نے شہر سے دھواں بلند ہوتا دیکھا، گزشتہ رات شہر میں آگ لگ گئی تھی تو شہر والوں کے ساتھ قافلہ والے بھی ہلاک ہوگئے تو لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو کہا اے میرے بیٹے! کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا کہ شاید اسی میں بھلائی ہوگی اگر ہم شہر میں داخل ہوگئے ہوتے تو ان کے ساتھ جل جاتے۔

حضرت لقمانؒ کی حکیمانہ باتیں

اللہ تعالیٰ نے لقمانؒ کی کچھ باتیں اپنی کتاب میں بیان کی ہیں:

وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ o وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْلِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ o وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ o يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ o وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ o وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [سورۃ لقمان:13تا19]

(ترجمہ) اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا جب اس کو سمجھا رہا تھا اے بیٹے خدا کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانا بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق تاکید کردی ہے اس کو اس کی ماں نے پیٹ میں رکھا تھک تھک کر اور دو برسوں میں اس کا دودھ چھڑانا ہے تاکہ تو میرا اور اپنے والدین کا شکرگزار بنے آخر میری طرف ہی لوٹنا ہے۔

اور اگر والدین تجھے زور دیں کہ میرے ساتھ شرک کر جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی بات نہ ماننا اور ان کے ساتھ دنیا میں نیک سلوک کرنا، اور اس کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر تمہیں میرے پاس لوٹ کر آنا ہے پھر میں تمہیں بتاؤں گا تم جو کچھ کرتے تھے۔

اے بیٹے اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں کے یا زمین کے اندر اللہ اس کو بھی حاضر کرے گا بے شک اللہ چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے خبردار ہے۔

اے بیٹے نماز پڑھا کر

اور اچھی بات سکھلا

اور برائی سے روک

اور جو تجھے مصیبت آئے صبر کر بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔

اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر

اور زمین پر اترا کر مت چل بے شک اللہ کو کوئی اترانے والا فخر کرنے والا پسند نہیں۔

اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر

اور اپنی آواز کو نیچا رکھ بے شک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

ہم ان کو نہیں لکھ رہے کیونکہ یہ قرآن مجید میں موجود ہیں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ لقمانؒ کی حکمت کی آخری بات یہ تھی:

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ [لقمان:16] (اے بیٹے اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں کے یا زمین کے اندر اللہ اس کو بھی حاضر کرے گا بے شک اللہ چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے خبردار ہے۔)

تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ذکر ان کے دل پر ایسا غالب ہوا کہ دل پھٹ گیا اور وہ فوت ہوگئے۔ اور یہ ان کی حکمت کی آخری بات تھی۔

اور ابراہیم بن ادہمؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب لقمانؒ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو وہ اپنی جھونپڑی میں اپنے بستر پر تھے اور ان کا بیٹا ان کے سر کے پاس کھڑا رو رہا تھا تو لقمانؒ رونے لگے تو ان کے بیٹے نے پوچھا اے ابا جان آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! میں دنیا پر

نہیں رو رہا میں اپنے سامنے دور کی مشقت اور مشکل مراحل اور دشوار گھاٹیوں کو دیکھ کر رو رہا ہوں اور میرے پاس ان کو طے کرنے کے لئے سفر خرچ تھوڑا ہے، سامان بہت وزنی ہے۔ اب میں نہیں جانتا کہ کیا یہ بوجھ اتارا جائے گا یا مجھ پر باقی رہے گا اور اسی بوجھ کے ساتھ جہنم کی طرف ہانکا جاؤں گا۔

بنی اسرائیل میں بندر بنائے جانے والوں کا واقعہ

ان واقعات میں سے ایک ایلہ والوں کا واقعہ ہے:

وَالَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ [سورة البقرة:65].

(ترجمہ) تم میں سے جنہوں نے ہفتہ کے دن زیادتی کی تھی ہم نے ان سے کہا تھا ذلیل ہونے والے بندر ہو جاؤ۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ [الاعراف:163]

(ترجمہ) اور ان سے اس بستی کا حال پوچھئے جو دریا کے کنارہ پر تھی جب وہ ہفتہ کے حکم میں حد سے بڑھنے لگے جب ان کے سامنے ہفتہ کے دن پانی کے اوپر مچھلیاں ظاہر ہو کر آنے لگیں اور جس دن ہفتہ نہ ہو تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں اس طرح ہم نے ان کو آزمان اس لئے کہ وہ نافرمان تھے۔

مؤرخین نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے اور ان سب کی کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجے ان کو حکم دیا کہ وہ جمعہ کے دن کی تعظیم کریں اور باقی ایام پر اس کو فضیلت دیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور ان پر تورات نازل کی اور ان کو بھی یہی حکم دیا تو ان کی قوم نے کہا آپ ہمیں جمعہ کی تعلیم کا کیسے حکم دے سکتے ہیں؟ حالانکہ تمام دنوں میں افضل ہفتے کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی تخلیق سے فارغ ہوئے تھے اور تمام مخلوق اسی دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے جمع ہوئی تھی تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا مخصوص دن اور ہماری عید ہفتہ کے دن ہو تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ ان لوگوں کو ہفتہ کے دن یہ سب کرنے دیں لیکن ان کو بتا دیں کہ میں نے ہفتہ کے دن ان پر کام کرنا اور شکار کرنا حرام کر دیا ہے اور ان میں سے جس نے اس کی مخالفت کی اللہ تعالیٰ اس کو سزا دیں گے۔

جب عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جمعہ کی تعظیم کا حکم دیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتایا تو قوم کہنے لگی آپ ہمیں جمعہ کی تعظیم کا حکم کیوں دے رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش کی ابتدا اتوار کے روز کی تھی، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا عید کا دن اتوار کا دن ہو۔

مصنفؒ فرماتے ہیں نصاریٰ نے یہ پسند کیا کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ یہود کی عید ہماری عید کے بعد ہو، ہم اتوار کے دن کو اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا آپ ان کو اتوار کے دن کی تعظیم کرنے دیں اور ان کو بتا دیں کہ جس نے اس دن کا احترام چھوڑ دیا اور ایسے کام کئے جن پر میں راضی نہیں ہوں تو میں ان کو سزا

دوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تو آپؐ کو جمعہ کی تعظیم کا حکم دیا تو آپؐ نے اپنی امت کو یہ بات بتائی تو وہ اس پر راضی ہوگئے۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبۡتُ عَلَى الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ [سورة النحل:124].

(ترجمہ) ہفتہ کے دن کی تعظیم صرف ان لوگوں پر لاٹھی جس بات میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

اہل ایلہ کا قصہ

مؤرخین فرماتے ہیں کہ داودؑ کے زمانہ میں ایلہ نامی شہر میں ایک قوم آباد تھی، یہ شہر سمندر کے کنارے آباد تھا اور سمندر ہر دن بڑھتا رہتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی آزمائش کی:

اِذۡ تَاۡتِيۡهِمۡ حِيۡتَانُهُمۡ يَوۡمَ سَبۡتِهِمۡ شُرَّعًا [سورة الاعراف:163].

(ترجمہ) جب ان کے سامنے ہفتہ کے دن پانی کے اوپر مچھلیاں ظاہر وہ کر آنے لگیں۔ پانی پر ظاہر کثیر تعداد میں۔

وَّ يَوۡمَ لَا يَسۡبِتُوۡنَ لَا تَاۡتِيۡهِمۡ كَذٰلِكَ نَبۡلُوۡهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ [سورة الاعراف:163].

(ترجمہ) اور جس دن ہفتہ نہ ہوتو ان کے سامنے نہ آتی تھیں اس طرح ہم نے ان کو آزمایا اس لئے کہ وہ نافرمان تھے۔

تو یہ معاملہ ان پر بہت مشکل ہوگیا اور ان کے دل میں مچھلیوں کی وجہ سے گھٹن رہتی تھی کہ جس دن یہ زیادہ تعداد میں اور پانی کے اوپر ہوتی ہیں اس دن ہم ان کا شکار نہیں کر سکتے۔ اور کہا جاتا ہے کہ مچھلیاں ہفتہ کے دن ان کی نہروں اور حوضوں پر اپنا سر اٹھا کر چلتی تھیں، جو بھی چاہتا بغیر شکار کے ان کو پکڑ سکتا تھا جب ان کا غم زیادہ شدت اختیار کر گیا تو ان لوگوں نے مچھلیوں کے لئے حوض بنائے اور ان کے لئے دروازے بنائے جن پر جال لگے ہوئے تھے، پانی ان دروازوں سے داخل ہوتا اور جال سے باہر نکل جاتا اور ہفتہ کے دن جب سمندر چڑھتا تو مچھلیاں اس چڑھے ہوئے پانی کے ساتھ ان کے حوضوں میں آجاتیں اور جب پانی نیچے اترتا تو دروازے بند ہوجاتے اور پانی جالیوں سے واپس چلا جاتا اور مچھلیاں حوضوں میں رہ جاتی تھیں۔

اور کہا جاتا ہے کہ اس قوم کے سب سے پہلے شخص نے مچھلی اس طرح پکڑی تھی کہ مچھلی پانی کے اوپر تیر رہی تھی، اس نے اپنے ہاتھ سے پکڑ لی لیکن اس کو پانی سے باہر نکالنے کی جرأت نہیں کر سکا کہ کہیں یہ شکار نہ بن جائے۔ تو اس کی دم کے ساتھ دھاگا باندھ کر پانی میں چھوڑ دیا اور اتوار کے دن صبح آکر اس کو باہر نکال لیا اور اس کو کھانے کے لئے پکانے لگا تو اس کے پڑوسی نے صبح صبح مچھلی کی خوشبو سونگھی تو پڑوسی سے پوچھا تیرے پاس مچھلی کہاں سے آئی؟ حالانکہ گزشتہ روز تو آپ نے کوئی چیز نہیں لی تھی؟ تو اس نے مچھلی کا انکار کر دیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے پھر اس کے پڑوسی نے گھر کے روشن دان سے دیکھا تو وہ مچھلی بھون رہا تھا تو اس مچھلی کے بارے

میں پوچھا تو اس نے اپنا کارنامہ بتا دیا تو پڑوسی نے کہا مجھے ڈر ہے کہ تو نے اس شکار کا ارتکاب کیا ہے جس سے ہمیں روکا گیا ہے اور پڑوسی اس پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کرنے لگا لیکن اس پر کوئی آفت نہیں آئی پھر اگلے ہفتے اس آدمی نے دو مچھلیاں پکڑیں اور ان کی دموں پر پہلے کی طرح دھاگا باندھ دیا اور اتوار کے دن ان کو باہر نکال کر رکھ لیا اور عذاب نازل ہونے کا انتظار کرنے لگا لیکن ان پر کوئی ناگوار چیز پیش نہیں آئی تو پڑوسی کو اپنا یہ فعل بتایا تو اس نے کہا شاید ہفتہ کا احترام ختم ہو چکا ہے اور پوری قوم میں اس طرح مچھلی پکڑنے کی خبر پھیل گئی۔

بہر حال دونوں روایتوں کے مطابق اس شہر کے لوگ تین حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک فریق مچھلیاں پکڑ کر کھاتا اور ایک فرقہ کے لوگ مچھلیاں نہ پکڑتے تھے لیکن مچھلیاں پکڑنے والوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے اور ان کو ایسا کرنے سے نہ روکتے تھے۔ ایک فرقہ کے لوگ نہ ہی مچھلیاں پکڑتے تھے اور نہ ہی کھاتے تھے اور دوسروں کو ایسا کرنے سے منع کرتے تھے تو داوڑ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو ایسا کرنے سے کئی مرتبہ روکا لیکن انہوں نے داوڑ کی بات قبول نہیں کی۔ پھر ایک مرتبہ داوڑ ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے اپنے شہر کا دروازہ ہی نہیں کھولا تو داوڑ ان کو باہر سے آوازیں دیتے، وہ جواب نہ دیتے۔ تو داوڑ نے فرمایا کیا تم سنتے نہیں ہو کیا تم بندر ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہاں ہم بندر ہیں، تو آپ کو ہم سے کیا کام ہے؟ تو داوڑ ان کے پاس سے واپس تشریف لے گئے اور ان کو لعنت کی۔

مؤرخین فرماتے ہیں کہ وہ قوم جب اپنے اس فعل پر ڈٹ گئی تو ان کو روکنے والے فرقہ کے لوگ ان سے جدا ہو گئے، پھر شہر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا اور درمیان میں دیوار بنا دی اور اسی طرح کچھ عرصہ گزرا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے کا حکم دے دیا تو رات کو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا اور ان کی صورتیں مسخ کر کے بندر بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ [سورة الاعراف:166].

(ترجمہ) پھر جب وہ اس کام میں جس سے ان کو روکا گیا تھا حد سے نکل گئے ہم نے حکم دیا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ۔

تو صبح کو روکنے والے فرقہ کے لوگ اپنے محلّہ میں تھے اور انہوں نے اپنے شہر کا دروازہ کھول دیا لیکن دوسری قوم میں سے کسی نے حرکت نہ کی اور کوئی شہر سے باہر بھی نہ نکلا اور انہوں نے اپنے شہر کا دروازہ بھی نہ کھولا تو ان لوگوں کو تعجب ہوا اور صبر کیا یہاں تک کہ جب دن چڑھ آیا تو ان لوگوں نے ایک آدمی کو کہا: اس نے دونوں محلوں کے درمیان کی دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو ہر طرف بندروں کی فوج ہے اس نے اپنے ساتھیوں کو بتایا تو انہوں نے کہا تو نیچے اتر کر ہمارے لئے شہر کا دروازہ کھول اس نے ایسا کیا تو سب لوگ اندر داخل ہوئے، اندر صرف بندر ہی بندر تھے تو وہ لوگ جس بندر کو پہچان جاتے تھے اس سے پوچھتے تھے کیا تو فلاں ہے؟ تو وہ اپنے سر سے اشارہ کر کے کہتا ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں کو تین دن زندہ باقی رکھا پھر وہ سب مر گئے اور دوسرے لوگ ان

کے شہر اور مال کے وارث بن گئے۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ [سورة البقرة:66].

(ترجمہ) پھر ہم نے اس واقعہ کو ان لوگوں کیلئے جو وہاں تھے اور جو پیچھے آنے والے تھے عبرت اور ڈرنے والوں کیلئے نصیحت بنا دیا۔

ہم اللہ تعالیٰ کے غصہ اور عذاب اور سزا سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اور تمام گناہوں سے توبہ اور استغفار کرتے ہیں۔

حضرت یونس بن متیؒ علیہ السلام

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یونسؑ حضرت الیاسؑ اور حضرت الیسعؑ کے بعد تھے۔
اور اکثر مؤرخین نے فرمایا ہے کہ یونسؑ سلیمانؑ کے بعد تھے۔ سلیمانؑ کے بعد بادشاہت ان کی اولاد میں وراثت در وراثت چلتی رہی ۔ جزیرہ کے اطراف میں ایک شہر ہے نینوی۔ سلیمانؑ کی اولاد سے کسی زمانہ میں بنی اسرائیل اور ان نینویٰ والوں کے درمیان جنگ ہوئی تو ان لوگوں نے بنی اسرائیل کے کئی لوگ قید کر لئے تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے انبیاء میں سے کسی کی طرف وحی کی کہ آپ بادشاہ کو فرمائیں کہ وہ ایک طاقتور پختہ نبی کو نینوی والوں کی طرف بھیجے جو ان کو نصیحت کریں اور ان کو اسلام کی دعوت دیں اور ان کے ہاتھوں سے قیدیوں کو چھڑوائیں۔ تو بادشاہ نے ان نبیؑ سے اور ہم خیال لوگوں سے مشورہ کیا تو سب کا اتفاق یونسؑ پر ہوا۔ تو بادشاہ نے یونسؑ کو بلا کر یہ بات آپ کے سامنے رکھی تو یونسؑ نے ان نبی سے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے حتمی طور پر میرا نام لیا ہے؟ ان نبیؑ نے فرمایا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان کی طرف ایک طاقتور نبی کو بھیجا جائے جو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں رعایت کرنے والے نہ ہوں ۔ یونسؑ نے فرمایا بنی اسرائیل کے انبیاءؑ مجھ سے زیادہ طاقتور اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں رعایت نہ کرنے والے اور دوسرے لوگ بھی ہیں میرے علاوہ کسی کو بھیج دیں ۔ تو بادشاہ نے عرض کیا میرا آپ پر جو حق بنتا ہے اس کی وجہ سے آپ ان لوگوں کے پاس تشریف لے جائیں تو یونسؑ پر یہ بات گراں گزری اور جانے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا تو یونسؑ نینوی والوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دیں گے اور کہا کہ بنی اسرائیل کے قیدیوں کو چھوڑ دو تو انہوں نے یونسؑ کی تکذیب کی تو یونسؑ نے ایک عرصہ ان میں قیام کیا ان کو ڈراتے رہے اور ان کو نصیحت کرتے رہے اور وہ یونسؑ کی تکذیب کرتے تھے، اور یونسؑ کی نصیحت کو رد کر دیتے اور آپؑ کو پتھر مار کر اپنے شہر سے نکال دیا۔ پھر یونسؑ بار بار آ کر ان کو نصیحت کرتے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے یاد دلاتے اور عذاب سے دھمکاتے اور وہ یونسؑ کی تکذیب کر کے باہر نکال دیتے تھے۔ تو یونسؑ نے ان کو فرمایا اگر تم اپنی حالت تبدیل کرنے سے انکار کرتے ہو تو عنقریب تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا تو ان لوگوں نے کہا آپ جھوٹ بول رہے ہیں تو یونسؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا:

رَبِّ اِنَّ قَوۡمِیۡ كَذَّبُوۡنِ [سورۃ الشعرآء:117] (اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا)۔
تو آپ ان لوگوں پر اپنا عذاب نازل کریں تو اللہ تعالیٰ نے یونسؑ کی دعا قبول کر لی تو یونسؑ ان لوگوں سے

باہر چلے گئے اور اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی لے گئے، آپؑ کے ساتھ آپ کے دو چھوٹے بیٹے تھے تو یونسؑ نے نینوی والوں کو فرمایا تمہارے پاس تین دن بعد عذاب آئے گا اور یونسؑ شہر کے قریب ایک پہاڑ پر چڑھ گئے۔

مؤرخین فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو جہنم کے داروغہ مالک کی طرف بھیجا اور ان کو فرمایا جہنم کی گرم ہوا میں سے ایک جَو کے برابر نکال دیں تو مالک نے ایسا ہی کیا تو جبرائیلؑ وہ گرم ہوا لے کر چل پڑے اور نینوی کو گھیر لیا اور نینوی والوں نے عذاب کو دیکھا تو شر کا یقین ہوگیا اور نا امید ہوگئے اور جان گئے کہ یونسؑ نے ان سے سچ کہا تھا تو وہ سب جمع ہو کر کہنے لگے یونسؑ کو تلاش کرو، وہ ہمارے لئے اس مشکل سے نجات کی دعا کریں تو سب نے یونسؑ کو تلاش کیا لیکن وہ نہیں ملے تو سب لوگ شہر سے باہر ایک ٹیلہ پر جمع ہوگئے جس کو رماد اور توبہ کا ٹیلہ کہا جاتا تھا یہ لوگ اپنے گھر والوں، بچوں اور جانوروں کو باہر نکال گئے اور اس ٹیلہ پر کھڑے ہوگئے اور ماؤں کو بچوں سے جدا کردیا اور جانوروں کو ان کے بچھڑوں سے جدا کردیا پھر سب بلند آواز سے رونے اور آہ و زاری کرنے لگ گئے اور پاؤں کے نیچے کانٹے بچھا دیئے اور اپنے سَروں پر راکھ ڈال دی اور ٹاٹ کا لباس پہنا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی۔ یہ ذی الحجہ کا پہلا دن تھا وہ اسی حال میں آہ و زاری اور گریہ دس محرم تک کرتے رہے، مکمل چالیس دن عاشورا کے دن ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی سچائی جان لی اور فرشتوں نے بھی ان کی سفارش کی اور کہنے لگے: اے میرے رب! آپ کی رحمت ہر چیز پر وسیع ہے تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو ان لوگوں سے عذاب ہٹانے کا حکم دیا۔

اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے:

لَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ [سورۃ یونس:98].

(ترجمہ) چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ اس کو (عذاب دیکھ کر) ایمان لانا مفید ہوتا مگر یونس کی قوم۔

مؤرخین فرماتے ہیں جب ان لوگوں سے عذاب دور کرلیا گیا تو یونسؑ واپس تشریف لائے تاکہ یہ دیکھیں کہ ان کی قوم نے کیا کیا ہے؟ تو راستہ میں ایک انسان کو دیکھ کر اس سے نینوی والوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے آہ و زاری کرکے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب دور کردیا تو یونسؑ تنگدل ہوئے اور فرمایا میں ان پر جھوٹا ہونے کی حالت میں نہیں جاؤں گا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ابلیس یونسؑ کے پاس انسانی صورت میں آیا اور کہا اگر آپ واپس اپنی قوم کے پاس جائیں گے تو وہ آپ پر تہمت لگائیں گے اور آپ کی تکذیب کریں گے تو یونسؑ چلے گئے۔

مُغَاضِبًا [سورۃ الانبیاء:87] (خفا ہو کر)۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یونسؑ اپنے رب پر غصہ کرتے ہوئے چلے گئے تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا ہے۔ یونسؑ کا غصہ اور ناراضگی قوم پر تھی۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ [الانبیاء:87] (پھر سمجھا کہ ہم ان پر کوئی دارو گیر نہ کریں گے) مصیبت اور سزا پر۔
اور جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑی تہمت لگائی ہے اور یونسؑ سمندر کے کنارے تشریف لے گئے اور بعض نے کہا ہے کہ گھر والوں کے ساتھ دجلہ کے کنارے تشریف لے گئے تو وہاں ایک کشتی بھری ہوئی تھی تو یونسؑ نے فرمایا ہمیں اپنے ساتھ سوار کرلو انہوں نے کہا ہم نے کشتی بھر لی ہے اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے کچھ گھر والوں کو اپنے ساتھ سوار کر لیتے ہیں اور عنقریب ہمارے بعد دوسری کشتی آئے گی آپ اس پر سوار ہو جائیں۔

تو یونسؑ نے اپنے گھر والوں کو ان کی کشتی پر سوار کر دیا اور آپؑ اور آپؑ کے دو بیٹے رہ گئے۔ دوسری کشتی آئی تو دور کھڑی ہوئی تو یونسؑ ان سے پوچھنے گئے کہ وہ ان کو سوار کریں گے تو یونسؑ کا ایک بیٹا دجلہ کے کنارے کے قریب ہوا اور اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ پانی میں گر کر ڈوب گیا اور بھیڑیا آیا اور دوسرے بیٹے کو اٹھا گیا۔ جب یونسؑ نے یہ سب دیکھا تو جان گئے کہ یہ سزا ہے پھر یونسؑ اپنے گھر والوں کے پاس جانے کے لئے کشتی پر سوار ہوئے جب کشتی پانی کے درمیان پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے کشتی کو رکنے کا اشارہ کیا وہ رک گئی اور دائیں بائیں ڈولنے لگی تو لوگ کشتی والوں کو کہنے لگے کشتی کیوں روک دی ہے اور کشتی کو کیا ہو گیا ہے؟ تو ان ملاحوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔ یونسؑ نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں جانتا ہوں لوگوں نے پوچھا کشتی کو کیا ہوا ہے؟ یونسؑ نے فرمایا اس کشتی میں ایک بندہ ہے جو اپنے مالک سے بھاگ آیا ہے اور جب تک تم اس کو پانی میں نہ ڈالو گے، یہ کشتی نہیں چلے گی۔
لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ یونسؑ نے فرمایا میں ہوں۔ اور لوگ یہ جان چکے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی یونسؑ ہیں۔
تو لوگ کہنے لگے ہم آپ کو تو پانی میں نہیں ڈالیں گے اللہ کی قسم! ہمیں صرف آپ ہی کی وجہ سے نجات کی امید ہے۔ تو یونسؑ نے فرمایا قرعہ اندازی کرلو جس کے نام قرعہ نکل آئے اس کو پانی میں ڈال دینا۔ لوگوں نے قرعہ ڈالا تو یونسؑ کے نام قرعہ نکلا یونسؑ نے فرمایا مجھے پانی میں ڈال دو۔ لوگوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے کیونکہ قرعہ درست بھی نکل آتا ہے اور غلط بھی، تو دوسری اور تیسری مرتبہ قرعہ اندازی کی۔ ہر دفعہ قرعہ یونسؑ کے نام ہی نکلا۔

اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے:

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الۡمُدۡحَضِيۡنَ [سورة الصافات: 141] (پھر قرعہ ڈلوایا تو یہی خطاوار ٹھہرے)۔
تو یونسؑ نے فرمایا مجھے پانی میں ڈال دو۔ تو لوگوں نے کہا اللہ کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے سمندر کی ایک مچھلی کو اشارہ کیا وہ آئی اور اپنا منہ کھول کر ان کی کشتی کو گھیر لیا تو یونسؑ نے ان کو حکم دیا کہ وہ یونسؑ کو اٹھا کر پانی میں ڈال دیں تو وہ یونسؑ کو اٹھا کر کشتی کی جس طرف لے جاتے تو وہاں مچھلی کو دیکھتے جب وہ تھک گئے تو یونسؑ نے فرمایا: مجھے پھینک دو تو ان لوگوں نے یونسؑ کو پھینک دیا۔
فَالۡتَقَمَهُ الۡحُوۡتُ وَهُوَ مُلِيۡمٌ [سورة الصافات: 142] (پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ پشیمان تھے)۔

تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو وحی کی کہ نہ یونسؑ کا گوشت خراب کرے اور نہ ان کی ہڈی توڑے کیونکہ وہ نبی اور صفی ہیں۔ میں نے ان کو تیرا کھانا نہیں بنایا بلکہ تیرے پیٹ کو ان کا قید خانہ بنایا ہے۔ تو مچھلی نے کہا میں ان کی ایسے حفاظت کروں گی جیسے ماں اپنے بچے کی کرتی ہے اور مچھلی یونسؑ کو نگل کر چلی گئی اور کشتی والے بھی چلے گئے۔ مچھلی یونسؑ کو سمندر میں اپنے ٹھکانہ پر لے گئی اور یونسؑ کو لے کر چالیس دن دنیا کے سمندروں میں چکر لگاتی رہی اور یونسؑ مچھلی کے پیٹ سے باہر ایسے دیکھتے تھے جیسے انسان شیشہ کے دوسری طرف دیکھتا ہے تو یونسؑ نے سمندر میں اللہ تعالیٰ کے وہ عجائبات دیکھے جو آج تک کسی نے سنے بھی نہ تھے اور یونسؑ سمندر کے جانوروں کی تسبیحات سنتے تھے تو کہتے تھے تیری ذات پاک ہے تو کس قدر عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن قید رکھا، اتنے ہی دن یونسؑ کی قوم عذاب میں رہی تھی تو یونسؑ کو اتنی ہی مشقت اور محنت اٹھانی پڑی جتنی ان کی قوم نے برداشت کی تھی۔ پھر یونسؑ نے دعا کی اے میرے معبود اور میرے آقا! زمین میں آپ کی قدرت ہے اور آسمان میں آپ کا عرش اور عظمت ہے اور خشکی میں آپ کا ملک ہے اور سمندر میں آپ کے عجائبات ہیں۔ اے میرے آقا! آپ نے مجھے پہاڑوں سے نیچے اتارا اور شہروں میں چلایا اور تاریکیوں میں قید کیا، رات کی تاریکی، پانی کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی۔ اے میرے معبود! آپ نے مجھے ایسے قید خانہ میں قید کیا کہ مجھ سے پہلے کسی کو ایسی جگہ قید نہیں کیا گیا اور آپ نے مجھے ایسی سزا دی جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھی، اور کہنے لگے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ [سورة الانبياء:87].

(ترجمہ) کوئی مشکل کو ٹالنے والا نہیں سوائے تیرے، تو بے عیب ہے بے شک میں ہی قصور وار ہوں۔

تو فرشتوں نے یونسؑ کے رونے کی آواز سنی اور آپ کی آواز پہچان گئے اور یونسؑ کے رونے کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے اور کہنے لگے اے ہمارے آقا! ہم ایک کمزور کی آواز اجنبی جگہ سے سن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرا بندہ یونس ہے اس نے میری منشاء کے خلاف کام کیا تو میں نے اس کو مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا اے ہمارے معبود! یہ وہی بندہ ہے جن کے رات و دن میں بہت سے اعمال آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے فرشتو! اور یہ میرے انبیاء کے لئے میری سزا ہے تو میرے دشمنوں کے لئے کیسے ہوگی؟ تو فرشتوں، آسمانوں اور زمینوں نے یونسؑ کی سفارش کی تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو بھیجا اور فرمایا آپ اس مچھلی کے پاس چلے جائیں جس نے یونسؑ کو اپنے پیٹ میں قید رکھا ہے اس کو کہیں مجھے میرے بندے پر شفقت آگئی ہے، میں اس سے راضی ہو گیا ہوں تو جا کر ان کو وہاں ڈال دے جہاں سے تو نے ان کو لقمہ بنایا تھا۔ تو مچھلی نے کہا اے میرے معبود! آپ نے یونسؑ کو دے کر مجھے اعزاز بخشا اور ان کی تسبیح سے مجھے مانوس کیا، اب آپ ان کو میرے پیٹ سے نکال رہے ہیں تو اللہ عزوجل نے فرمایا میں نے ان کو تیرے پیٹ میں قید کیا تھا اور اب میں نے ان کی لغزش معاف کر دی ہے تو جبرائیلؑ مچھلی کو اپنے ساتھ لے کر دجلہ کے کنارے

پہنچے اور مچھلی کے منہ کے قریب ہو کر کہا: السلام علیک یا یو نس !اے یونس اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور مچھلی کو یونسؑ کو باہر نکالنے کا حکم دیا تو مچھلی نے یونسؑ کو باہر نکالا تو وہ اس چوزے کی طرح تھے جس کے جسم کے بال گرے ہوئے ہوں تو جبرائیلؑ نے ان کی پرورش کی۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ o لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ o فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَاۗءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ [سورۃالصافات: 143 تا145].

(ترجمہ) پھر اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ پاک ذات کو یاد کرتے تھے۔ تو اسی کے پیٹ میں رہتے جس دن تک کہ مردے زندہ نہ ہوں۔ پھر ہم نے ان کو چٹیل میدان میں ڈال دیا جبکہ وہ مضمحل تھے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مصیبت زدہ وہ کلمات کہے جو یونسؑ نے کہے تھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ [سورۃ الانبیاء:87].

(ترجمہ) کوئی مشکل کو ٹالنے والا نہیں سوائے تیرے، تو بے عیب ہے بے شک میں ہی قصوروار ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کردیں گے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ وعدہ کے الفاظ یہ ہیں:

وَ كَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ [سورۃ الانبیاء:88] (ہم ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں)۔

مچھلی نے یونسؑ کو سرزمین موصل میں باہر نکالا تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان پر:

شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ [سورۃ صافات:146] (ایک بیل دار درخت اگادیا)۔

جس کو کدو کہا جاتا ہے، اس کا سایہ یونسؑ کے اوپر تھا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ وہاں ایک درخت تھا تو کدو کی بیل اس سے لپٹ گئی اور یونسؑ کے لئے پھل دیتی تھی یہی ان کا کھانا تھا۔

اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کدو کی ٹہنیوں کو کہا تھا کہ یونسؑ کو ایسے دودھ پلائیں جیسے بچہ کو دودھ پلایا جاتا ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ کدو یونسؑ کا کھانا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس طرف کی ایک ہرنی کے دل میں ڈالا، وہ آکر یونسؑ کو اپنا دودھ پلاتی تھی۔ (واللہ اعلم) حتیٰ کہ یونسؑ کے جسم پر بال اگ آئے اور آپؑ کی قوت وصحت واپس آگئی اور وہاں سے کچھ لوگ گزرے تو انہوں نے اپنے کپڑے آپ کو پہنا دیئے۔ ایک دن یونسؑ سوئے ہوئے تھے کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے سورج کو یونسؑ کی بیل جلانے کا حکم دیا، سورج نے وہ بیل جلا دی اور یونسؑ کی جلد پر سورج کی تپش پڑی تو بیدار ہو گئے اور عرض کیا اے میرے رب! آپ نے مجھے تاریکیوں سے نجات دی اور درخت کا سایہ عطا کیا تاکہ میں اس کے نیچے ستالوں پھر آپ نے اس کو جلا دیا اور یہ کہہ کر رونے لگے تو جبرائیلؑ

آئے اور کہنے لگے اے یونس! اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ کیا آپ نے اس بیل کو کاشت کیا تھا؟ یا اس کو آپ نے اگایا تھا؟ یونسؑ نے جواب دیا نہیں۔ جبرائیلؑ نے فرمایا پھر آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی تھی پھر اسی نے آپ سے چھین لی اور وہ اس پر قادر ہے کہ وہ درخت آپ کو واپس لوٹا دے۔ کیا آپ کو ایک بے قیمت درخت کا افسوس ہے اور ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کا کوئی غم نہیں جن کو آپ نے ایک ہی صبح میں ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ جب یونسؑ کا جسم طاقتور ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو واپس اپنی قوم کے پاس جانے کا حکم دیا تو یونسؑ نے عرض کیا اے میرے رب! آپ مجھے ان لوگوں کے پاس بھیج رہے ہیں جنہوں نے آپ کی کتاب کا انکار کیا اور آپ کے رسولوں کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے یونسؑ کو وحی کی: اے یونس! آپ میری رحمت کو میری مخلوق سے روک رہے تھے کیا آپ کے ہاتھ میں میرے خزانے ہیں؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ جب میں چاہتا ہوں تو غلاف میں بند دلوں کو ہدایت دے دیتا ہوں اور ڈاٹ پڑے ہوئے کانوں کو اور اندھی آنکھوں کو کھول دیتا ہوں تو یونسؑ اپنی قوم کے پاس واپس تشریف لائے تو ان کے ایک چرواہے کے پاس سے گزر ہوا تو اس سے پوچھا آپ کون ہو؟ چرواہے نے کہا میں یونس بن متی کی قوم میں سے ہو۔ یونسؑ نے پوچھا اور یونس نے کیا کیا ہے؟ چرواہے نے کہا میں نہیں جانتا کہ ان کا کیا حال ہے لیکن وہ سب لوگوں سے زیادہ سچے اور بہترین آدمی تھے، انہوں نے ہمیں عذاب کی خبر دی تو ہمارے پاس ویسے ہی عذاب آیا جیسے انہوں نے کہا تھا تو ہم نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی تو اس نے ہم پر رحم کیا اور ہم یونسؑ کو تلاش کر رہے ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں؟ تو یونسؑ نے فرمایا کیا آپ کے پاس دودھ ہے؟ چرواہے نے کہا نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے یونسؑ کا اکرام کیا ہے جب سے وہ ہم سے جدا ہوئے ہیں، آسمان سے بارش نہیں آئی اور نہ ہماری زمینوں نے گھاس اگایا ہے۔ یونسؑ نے فرمایا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ یونسؑ کے معبود کی قسم اٹھا رہے ہو۔ اس چرواہے نے کہا جی ہاں۔ ہمارے شہر میں جو اس کے علاوہ قسم اٹھاتا ہے اس کی زبان اس کی گدی سے نکال دی جاتی ہے۔ یونسؑ نے فرمایا ان لوگوں نے کب سے نیا دین اختیار کیا ہے؟ چرواہے نے کہا جب سے اللہ تعالیٰ نے ہم سے عذاب دور کیا ہے۔ یونسؑ نے چرواہے کو فرمایا میرے پاس ایک دنبی لے آؤ وہ ایک دنبی لے آیا تو یونسؑ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے تھن دودھ سے بھر گئے تو آپؑ نے دودھ نکالا پھر چرواہے نے کہا ہمارے بادشاہ نے کہا ہے کہ جو میرے پاس یونسؑ کی خبر لائے گا کہ اس نے یونسؑ کو دیکھا ہے تو میں اپنی حکومت اس کو دے دوں گا۔ اور میں یونسؑ کو ملا ہوں لیکن میں بغیر دلیل کے ان کو یہ خبر دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ وہ کہیں گے تو نے بادشاہت کی لالچ میں جھوٹ بولا ہے اور وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ یونسؑ نے فرمایا یہ بکری آپ کی گواہی دے گی جس کا میں نے دودھ نکالا ہے اور یہ چٹان گواہی دے گی جس پر میں بیٹھا ہوں تو چرواہا شہر کی طرف گیا اور آواز دی، سن لو! بے شک میں نے اللہ کے رسول یونسؑ کو دیکھا ہے، تو سارے لوگ اس چرواہے کے ارد گرد جمع

ہو گئے اور اس کو جھوٹا کہا اور اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ چرواہے نے کہا تم میرے ساتھ چلو میرے پاس میری بات پر دلیل ہے تو چرواہا ان لوگوں کو اس جگہ لایا جہاں یونسؑ تھے اور دنبی کو گواہ بنا کر کہا میں تجھ سے یونسؑ کے معبود کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے ہم سے عذاب کو دور کیا تھا۔ کیا میں نے اللہ تعالیٰ کے نبی کو دیکھا تھا؟ اور کیا یونسؑ نے تیرا دودھ پیا تھا؟ تو اس بکری نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جواب دیا جی ہاں اور چرواہے کے حق میں گواہی دی اور بکری نے کہا یونسؑ نے میرا دودھ پیا تھا اور مجھے حکم دیا تھا کہ اس چرواہے کے لئے گواہی دوں۔ پھر وہ چرواہا اس چٹان کے پاس آیا اور اس سے گواہی مانگی تو اس چٹان نے بھی چرواہے کے حق میں گواہی دی اور کہا یونسؑ مجھ پر بیٹھے تھے تو سب لوگ وادی میں پھیل گئے تو اچانک انہوں نے دیکھا کہ یونسؑ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے تو لوگ بلند آواز سے رونے لگے اور یونسؑ کو اپنے شہر میں لے آئے اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر آسمان سے برکت اتاری اور ان کے لئے زمین سے برکتیں نکالیں اور اللہ تعالیٰ نے یونسؑ کے گھر والوں اور بچوں کو بھی جمع کر دیا تو یونسؑ نے ان لوگوں میں قیام کیا اور ان کو شریعت اور سنت کی تعلیم دی پھر اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو سیاحت و عبادت کی اجازت دیں تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی اور بادشاہ بھی اپنا ملک چرواہے کے حوالے کر کے یونسؑ کے ساتھ چل پڑا اور کہا آپ ہمارے بہترین آدمی اور ہمارے سردار ہیں تو یونسؑ اور بادشاہ وہاں سے روانہ ہو گئے اس کے بعد یونسؑ اور بادشاہ کو نہیں دیکھا گیا۔ (واللہ اعلم)

کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ یونسؑ عبادت کے لئے چلے گئے، اس کے بعد لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھا۔ اور شعیا نبیؑ یونسؑ کے شاگرد تھے، جب یونسؑ کی وفات کا وقت آ گیا تو یونسؑ نے ان کو حکم دیا کہ آپ بنی اسرائیل کے پاس چلے جائیں یہاں تک کہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی کی جس کی تفصیل ہم عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں گے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں یونسؑ کے واقعہ کے بارے میں یہ دو میں سے ایک روایت ہے اور ابن عباسؓ سے ایک دوسرے طریقہ سے بھی روایت کیا گیا ہے کہ یونسؑ فلسطین میں رہتے تھے تو فلسطین کے لوگوں سے نصیبین کے بادشاہ نے لڑائی کی، اس بادشاہ کا نام تغلب تھا۔ تغلب نے فلسطین کے بہت سے لوگوں کو قید کر لیا اور ان کو اپنے ساتھ اپنے ملک لے گیا وہ لوگ وہاں کافی عرصہ قید میں رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی کو وحی کی کہ آپ حزقیا بادشاہ کو کہیں، یہ بنی اسرائیل کا بادشاہ تھا کہ آپ ایک طاقتور اور امانتدار نبی کو نصیبین کے بادشاہ کے پاس بھیجیں، اس بادشاہ کا دارالحکومت نصیبین کا شہر نینوی تھا، وہ نبی جا کر اس بادشاہ سے بنی اسرائیل کے قیدی چھڑوائیں اور ابن عباسؓ نے پورا واقعہ ذکر کیا ہے۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے یونسؑ کو کہا آپ پر میرے حق کی وجہ سے آپ ہی تشریف لے جائیں۔ تو جب بادشاہ نے دیگر انبیاءؑ کو چھوڑ کر صرف یونسؑ پر ہی جانے کا اصرار کیا تو یونسؑ بادشاہ پر غصہ کرتے ہوئے وہاں سے باہر آ گئے اور فرمانے لگے میں کسی کونے میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت

کروں گا تو آپؑ سمندر کے ساحل پر تشریف لے گئے وہاں ایک کشتی کھڑی تھی ان سے پوچھا کہ وہ آپ کو ساتھ لے جائیں گے تو انہوں نے یونسؑ کو پہچان کر اپنے ساتھ سوار کرلیا، ابھی کشتی تھوڑی سی ہی چلی تھی کہ رک گئی اور ادھر ادھر ڈولنے لگی تو ملاح کہنے لگے اے لوگو! یہ کشتی بغیر ہوا کے نہیں چلتی جب اس میں کوئی نافرمان ہوتا ہے اور ہماری یہ عادت ہے کہ ہم قرعہ ڈالتے ہیں جس کے نام قرعہ نکل آئے تو ہم اس کو سمندر میں ڈال دیتے ہیں اور سارے لوگ محفوظ ہوجاتے ہیں تو سب نے کہا ہم ایسا ہی کرلیتے ہیں۔ قرعہ اندازی کی گئی تو یونسؑ کے نام کا قرعہ نکلا تو آپؑ نے فرمایا میں ہی عاصی ہوں تو سب لوگوں نے کہا اے اللہ کے نبی! ہم میں سے ہر ایک غرق ہونے کا آپ سے زیادہ حق دار ہے تو دوسری اور تیسری مرتبہ قرعہ اندازی کی تو یونسؑ کا ہی نام نکلا تو آپؑ نے فرمایا اللہ کی قسم میں ہی عاصی ہوں تم مجھے پانی میں ڈال دو تو لوگوں نے کہا اللہ کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے تو یونسؑ کھڑے ہوئے اور اپنے کپڑے سمیٹ کر کشتی کے ایک جانب کھڑے ہوگئے تو اچانک ایک بڑی مچھلی اپنا منہ کھول کر آگے آگئی تو یونسؑ کشتی کا چکر لگانے لگے تاکہ اس کے منہ میں نہ جائیں تو کشتی بھی آپؑ کے ساتھ گھومنے لگی پھر یونسؑ نے خود کو پانی میں پھینک دیا تو مچھلی آپ کو نگل کر چلی گئی اور کشتی بھی چل پڑی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ [سورة صافات: 141] (پھر قرعہ ڈلوایا تو یہی خطاوار ٹھہرے)۔

اور مچھلی بحر روم گئی پھر بحر فارس گئی پھر آپ کو لے کر کشادہ نالوں میں داخل ہوئی اور دریائے دجلہ میں جانکلی اور یونسؑ اس کے پیٹ میں چالیس دن رہے اور وہ کہتے تھے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ [سورة الانبياء: 87].

(ترجمہ) کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہے بے شک میں ہی قصوروار ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر رحم کیا۔

اور علی بن ابی طالبؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مچھلی یونسؑ کو لے کر سمندر کی گہرائی میں چلی گئی جب سے اللہ تعالیٰ نے قارون کو زمین میں دھنسایا تھا وہ وہیں تھا اس نے یونسؑ کی تسبیح سنی تو اپنے عذاب پر مقرر فرشتے سے کہا میں یہ کیسی آواز سن رہا ہوں؟ تو فرشتے نے کہا یہ بنی اسرائیل کے نبی یونس بن متی کی آواز ہے۔ ان سے ایک لغزش ہوگئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مچھلی کے پیٹ میں قید کردیا وہ وہاں سے تسبیح کررہے ہیں۔ قارون نے فرشتہ کو کہا کیا آپ مجھے ان سے بات کرنے کی اجازت دیں گے؟ فرشتے نے کہا ہاں۔ قارون نے کہا مجھے ان کے قریب کردو تو فرشتے نے قارون کو مچھلی کے قریب کردیا تو قارون نے کہا اے یونس! میں جو حالت دیکھ رہا ہوں اس تک آپ کو کس چیز نے پہنچایا ہے؟ یونسؑ نے فرمایا مجھ سے ایک لغزش ہوگئی تھی۔ قارون نے کہا کیا آپ میرے چچا کے بیٹے موسیٰ بن عمران کو جانتے ہیں؟ یونسؑ نے فرمایا ہاں۔ قارون نے پوچھا ان کا کیا حال ہے؟ یونسؑ نے فرمایا:

وہ بہت عرصہ پہلے وفات پا چکے ہیں تو قارون بہت زیادہ رویا۔ پھر پوچھا ہارونؑ کا کیا ہوا؟ یونسؑ نے فرمایا وہ موسیٰ سے پہلے وفات پا گئے تھے تو قارون رونے لگا۔ پھر پوچھا ان دونوں کی بہن جو میری بیوی تھی اس کا کیا ہوا؟ یونسؑ نے فرمایا وہ وفات پا چکی ہیں تو قارون کا غم اور رونا شدید ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے قارون کے عذاب پر مقررہ فرشتے کو وحی کی کہ دنیا کے باقی ایام قارون سے عذاب ہٹا لو کیونکہ اس کو اپنے قریبی رشتہ داروں کا غم ہوا ہے۔

حضرت یونسؑ کا باقی واقعہ

جب مچھلی یونسؑ کو لے کر گھومتی ہوئی دجلہ پہنچی اور اللہ تعالیٰ نے یونسؑ کی توبہ قبول کرلی اور آپؑ کی دعا قبول کرلی تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونس کو باہر نکال دے تو مچھلی نے ایک کھلے میدان میں یونس کو اگل دیا اور یونسؑ بیمار تھے، آپؑ کی حالت اس چوزے کی طرح ہوگئی تھی جس کے بال جھڑ چکے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر یقطین کا درخت اگا دیا تو ایک آدمی نے ابن عباسؓ سے پوچھا کیا یقطین سے مراد کدو نہیں ہے؟ ابن عباسؓ نے فرمایا کدو کو تربوز سے زیادہ حق دار نہیں بنایا گیا بلکہ ہر وہ چیز جو زمین پر اگتی ہے وہ یقطین ہے۔ تو یونسؑ اس کے سایہ میں آرام حاصل کرتے تھے تو تربوز زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس کو کھانا ممکن ہے اور کدو کو کھایا نہیں جاتا۔

اور ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ یونسؑ کے پاس کوئی ایسی چیز تھی جو آپ کے کھانے کے کام آسکتی۔ تو ایک دن یونسؑ اس بیل دار درخت کے پاس موجود نہیں تھے، اچانک اللہ تعالیٰ نے اس بیل پر ایک کیڑا مسلط کر دیا جو اس کو کھا گیا اور وہ خشک ہوکر گر گئی تو یونسؑ بہت زیادہ غمگین ہوگئے تو یونسؑ کو وہ بات یاد آگئی جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی تھی اور آپ کو قوم کی وجہ سے عتاب کیا تھا جب آپ ان کے پاس نہیں گئے تھے اور ان کی وجہ سے فکر مند ہوئے تھے اور بنی اسرائیل کے قیدیوں کے دشمنوں کے ہاتھوں میں ہونے پر غمگین نہ ہوئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کا حکم دیا تو فرمایا:

وَاَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ٥ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ [صافات: 146-147]

(ترجمہ) اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت اگا دیا۔ اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ لوگوں پر پیغمبر بنایا تھا۔

تو یونسؑ بنی اسرائیل کے قیدیوں کے پاس آئے اور ان کو فرمایا تمہاری تنگی ختم ہونے کا وقت آگیا ہے، تم میرے ساتھ چلو تو انہوں نے کہا آپ ہی ہمارے نزدیک سچ بولنے والے ہیں لیکن ہم ان لوگوں کے غلام ہیں آپ ان کے پاس جائیں اور ان کو کہیں اگر وہ ہمیں اجازت دے دیں تو ہم آپ کے ساتھ جائیں گے تو یونسؑ ان کے پاس آئے اور ان لوگوں کو اور ان کے بادشاہ کو نصیحت کی تو انہوں نے یونسؑ کو جھٹلایا اور کہنے لگے اگر ہم جانتے کہ آپ سچے ہو تو ہم ایسا کرتے اور ہم تمہارے شہروں اور بستیوں میں آئے اور تم لوگوں کو قید کیا اگر ایسا ہی ہوتا جیسا آپ کہہ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو ہم سے بچا لیتے۔ تو یونسؑ کئی دن ان لوگوں کے پاس آتے

رہے، ان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان کی دعوت دیتے اور یونسؑ کی قوم کو چھوڑنے کا کہتے۔ انہوں نے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یونسؑ کو وحی کی کہ آپ ان لوگوں کو فرمائیں اگر تم ایمان نہیں لاتے اور وہ کام نہیں کرتے جس کا ہم نے تمہیں حکم دیا ہے تو کل صبح تم پر عذاب آئے گا۔ ان لوگوں نے انکار کر دیا۔ جب یونسؑ وہاں سے چلے گئے تو ان لوگوں نے آپ کو تلاش کیا آپ نہیں ملے تو وہ شرمندہ ہو گئے اور ان کے عقلمند لوگوں نے کہا تم یونسؑ کو تلاش کرو اگر وہ یہاں سے چلے گئے ہیں تو انہوں نے سچ کہا تھا تو لوگوں نے یونسؑ کو تلاش کیا وہ نہیں ملے تو تلاش کرنے والوں کو بتایا گیا کہ وہ شام کو چلے گئے تھے تو ان لوگوں نے بنی اسرائیل سے پوچھا یونسؑ کا تم لوگوں کے درمیان کیسا حال تھا؟ تو انہوں نے کہا وہ نبی تھے اور انہوں نے جب بھی جو کہا ویسے ہی ہوا ہے جیسا انہوں نے کہا تھا تو ساری قوم غمزدہ ہوگئی اور اپنے شہر کے دروازے بند کر دیئے اور ہر ماں کو اس کے بچوں سے جدا کر دیا اور جانوروں کو ان کی اولاد سے اور صبح کا انتظار کرنے لگے۔ جب صبح کی روشنی نمودار ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ عذاب آسمان سے اتر رہا ہے تو وہ چیخنے لگے اور آہ وزاری کرنے لگے اور عذاب نے ان کو ڈھانپ لیا تھا یہاں تک کہ انہوں نے عذاب کی تپش محسوس کی۔ جب ان کا رونا بہت زیادہ ہو گیا اور ان کی توبہ سچی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے عذاب دور کر دیا اور ان لوگوں نے یونسؑ کے پاس پیغام بھیجا تو یونسؑ ان کے پاس آئے اور ان لوگوں نے بنی اسرائیل کو یونسؑ کے ساتھ بھیج دیا (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یونسؑ کو جب ان کی قوم کی طرف بھیجا اس سے پہلے بھی یونسؑ نیک عبادت گزار بندے تھے، ہر روز تین سو رکعت نماز پڑھتے تھے اور جب یونسؑ کی قوم کا یہ سارا واقعہ ہو گیا تو یونسؑ زمین میں سیاحت کرنے لگے اور عبادت گزار بندوں کے ساتھ جا ملے اور ان سات عبادت گزار لوگوں کے قصے ذکر کئے گئے ہیں جن کو یونسؑ نے ایک ایک کر کے لمبا سفر کر کے دیکھا تھا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں مجھے اس وقت اس روایت کی کوئی اصل نہیں ملی، یہ لمبے واقعات ہیں جو کئی صفحات پر مشتمل ہیں۔ ابو عبداللہؒ نے ان کو کتاب الوصایا میں ذکر کیا ہے جس کو ان کے واقعات کی تفصیل چاہیے وہ وہاں دیکھ لے تو ان شاء اللہ اس کو وہاں تفصیل مل جائے گی۔

بنی اسرائیل کی خرابی اور ان پر دشمن کا تسلط

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا ○ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰھُمَا بَعَثْنَا عَلَیْکُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ [سورة بنی اسرائیل:4-5].

(ترجمہ) تم سرزمین (شام) میں دوبار سرکشی کرو گے اور بڑا زور چلانے لگو گے۔ پھر جب پہلا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت لڑائی والے (جالوت والے) لوگوں کو مسلط کردیا۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ سلیمانؑ کے بعد بادشاہت ان کی اولاد میں اہلع اعرج (لنگڑے) تک رہی۔

بعض نے کہا ہے اس کا نام صدیق تھا اور یہ عرق النساء بیماری کی وجہ سے لنگڑا ہوگیا تھا تو اس کے کمزور ہونے کی وجہ سے دوسرے بادشاہ بیت المقدس پر چڑھائی کی لالچ کرنے لگے۔ اس زمانہ میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام لتقر تھا، یہ حضر نامی شہر کا رہائشی تھا اور زہرة ستارے کی عبادت کرتا تھا۔ اس لتقر نے منت مانگی تھی کہ اگر یہ بیت المقدس پر حملہ میں کامیاب ہوگیا تو اپنے بیٹے کو زہرة کے لئے ذبح کرے گا۔ قیمی کے مطابق یہ ان دنوں بُخْتُ نَصَّر کا ماتحت تھا۔

اور بعض مؤرخین نے فرمایا ہے کہ بُخْتُ نَصَّر اس کا کاتب تھا، یہ بیت المقدس کے پیش رہا آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس پر ہوا بھیجی جس نے اس کے لشکر کو ہلاک کردیا اور یہ اور اس کا کاتب بُخْتُ نَصَّر پسپا ہوگئے۔ جب لتقر اپنے شہر حضر واپس آیا تو اس کے بیٹے نے اس کو قتل کردیا کیونکہ وہ سن چکا تھا کہ اس کے باپ نے اس کو قتل کرنے کی منت مانی ہے۔ پھر بُخْتُ نَصَّر نے اس کے بیٹے پر حملہ کر کے اس کو قتل کردیا اور ملک پر قابض ہوگیا اور موصل کے بادشاہ سنحاریب اور آذر بائیجان کے بادشاہ سلما عاشر نے بیت المقدس کی طرف لشکر کشی کی۔ سلما عاشر کو عربی میں سلیمان الاعسر کہتے ہیں ان دونوں کی بیت المقدس کے دروازہ پر ملاقات ہوگئی اور ان میں اختلاف ہوگیا اور باہم جنگ شروع ہوگئی اور لڑتے لڑتے فنا ہوگئے۔ اور بنی اسرائیل نے ان دونوں کے لشکر کا مالِ غنیمت سمیٹ لیا پھر روم، صقالب اور اندلس کے بادشاہوں نے بیت المقدس پر لشکر کشی کی اور ان کا بھی بیت المقدس کے دروازہ پر جھگڑا ہوگیا اور آپس میں لڑنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک دوسرے کے ذریعہ ہلاک کردیا۔ پھر جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی اور ان میں بدعات کی کثرت ہوگئی اور انبیاء کو قتل کرنے لگے تو اس کے بعد سنحاریب نے ان کی طرف لشکر کشی کی تو بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ

ہوئے اور توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے سنحاریب کو واپس ہٹا دیا حالانکہ اس کا لشکر بیت المقدس میں داخل ہو چکا تھا اور بیت المقدس کے بازاروں میں اس کی فوجیں گشت کرنے لگ گئی تھیں۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا o ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَیْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ [سورة بنی اسرائیل:5-6].

(ترجمہ) پھر وہ شہروں میں پھیل گئے اور وہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ پھر ہم نے ان پر تمہارے لئے غلبہ کو لوٹا دیا اور ہم نے مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی۔

بنی اسرائیل نے اس کے بعد پھر دین میں نئے طریقے ایجاد کر لئے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف ارمیا نبیؑ کو بھیجا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات ان کو بتائے اور ان کو وعظ ونصیحت کی تو بنی اسرائیل نے ان کو مار مار کر بیڑیوں میں جکڑ کر قید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بُخْتُ نَصَّر کو بھیجا اور یہ دوسری مرتبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ[سورة بنی اسرائیل:7].

(ترجمہ) پھر جب دوسرا وعدہ پہنچا تو اور لوگ بھیجے کہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں۔

تو بُخْتُ نَصَّر نے بنی اسرائیل کے بے شمار لوگوں کو قتل کیا اور بیت المقدس کو جلا دیا اور ان کی عورتوں کو قید کر کے بابل لے گیا۔ یہ ثعلبی اور دوسرے علماء کا قول ہے۔ ہم جب اس واقعہ کی جگہ پہنچیں گے تو اس کے بعد کی تفاصیل ذکر کریں گے۔

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بنی اسرائیل نے نافرمانی کی اور انبیاءؑ کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بابل کے بادشاہ بُخْتُ نَصَّر کو مسلط کر دیا، اس نے ان پر لشکر کشی کی اور بیت المقدس کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ یہ عذاب اس وجہ سے آیا تھا کہ بنی اسرائیل نے حضرت زکریاؑ کو قتل کر دیا تھا تو حضرت زکریاؑ کے خون کے بدلہ میں ان کے ستر ہزار لوگ قتل ہوئے، ان کے مویشیوں میں ستر ہزار بچھڑے نکالے گئے اور بعض نے کہا ہے کہ ایک لاکھ بچھڑے جو بیت المقدس کی زینت تھے ان کو بابل لے گیا۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بیت المقدس تو بہت عظیم ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اس کو سلیمانؑ بن داودؑ نے سونے، موتیوں اور یاقوت سے بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو سلیمانؑ کے تابع کر دیا تھا وہ سلیمانؑ کے لئے سمندروں میں غوطہ لگا کر جو وہ چاہتے تھے اسی وقت لے آتے تھے اور بُخْتُ نَصَّر نے جب ان کو قید کیا تو وہ سو سال بُخْتُ نَصَّر کی قید میں رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کورش نامی ایک بادشاہ بھیجا اس نے بیت المقدس کے باشندوں کو اور اس کے زیورات کو واپس کر دیا اور بیت المقدس کو تعمیر کیا اور بنی اسرائیل سو سال اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہے پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ططیوس بادشاہ کو مسلط کر دیا۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ قابس بن اسبیانوس رومی کو مسلط کر دیا اس نے ان پر لشکر کشی کی اور ان کو قید

کیا اور بیت المقدس کے زیورات روم لے گیا۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ [سورة بنی اسرائیل: 7] (پھر جب دوسرا وعدہ پہنچا)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر آخر زمانہ میں جب مہدیؒ نکلیں گے تو بیت المقدس کے زیورات ایک ہزار کشتیوں اور سات سو کشتیوں پر واپس لے جائیں گے۔ (واللہ اعلم)۔

اور تیسری روایت اس آیت مبارکہ: لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ [بنی اسرائیل: 4] کے بارے میں وہ ہے جس کو محمد بن اسحاقؒ صاحبِ مغازی نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمرانؑ پر یہ وحی نازل کی کہ بنی اسرائیل زمین میں دو مرتبہ فساد برپا کریں گے تو بنی اسرائیل معاصی کرتے اللہ تعالیٰ ان سے درگزر کر دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں جو دو واقعات بتائے تھے ان میں سے پہلا واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک بادشاہ تھا جس کو صدیقہ (صدقیا) کہا جاتا تھا یہ نیک، پرہیزگار، انصاف کرنے والا آدمی تھا، اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل میں جب بھی کوئی بادشاہ بناتے تھے تو اس کے ساتھ اس کی تعلیم اور رہنمائی کے لئے ایک نبی مبعوث فرماتے تھے اور اس نبیؑ کو وہ کام وحی کرتے جن میں ان کی بھلائی ہوتی تھی اور یہ سب تورات کی شریعت پر تھے تو اللہ تعالیٰ نے صدیقہ (صدقیا) بادشاہ کے ساتھ شعیا بن اموصؑ کو مبعوث کیا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ابن اصیا تھے۔ انہی نبی نے عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک کتاب نازل کی تھی جس میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کا تذکرہ تھا۔ تو صدیقہ (صدقیا) بنی اسرائیل کا کافی عرصہ بادشاہ رہا پھر بنی اسرائیل میں بدعات کی کثرت ہوگئی تو حضرت شعیا نے ان کو وعظ ونصیحت کی اور ان کو اللہ تعالیٰ کی سزا سے ڈرایا لیکن بنی اسرائیل نے ان کی بات قبول نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بابل کے بادشاہ سنحاریب کو بھیجا جس کے لشکر میں چھ لاکھ جھنڈے تھے، ہر جھنڈے کے نیچے ایک ہزار آدمی تھے تو وہ اپنے لشکر لایا اور بیت المقدس کے اردگرد پڑاؤ کر لیا۔ بنی اسرائیل کا بادشاہ صدیقہ (صدقیا) ان دنوں بیمار تھا، اس کی پنڈلی پر ایک پھوڑا نکل آیا تھا، شعیاؑ اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بابل کا بادشاہ سنحاریب اپنے لشکروں کے ساتھ آیا ہے تو صدیقہ (صدقیا) بادشاہ کو یہ بات بہت گراں ہوئی عرض کیا اے اللہ کے نبی! کیا آپ کے پاس اس نئے واقعہ کے بارے میں آسمان سے کوئی وحی آئی ہے تو ہمیں بتائیں۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شعیاؑ کو وحی کی کہ آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ کو کہہ دیں کہ وہ وصیت کرے اور اپنے گھر والوں میں سے جس کو چاہے خلیفہ بنا دے تو شعیاؑ بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ وصیت کرے اور اپنے گھر والوں میں سے جس کو چاہے خلیفہ بنا دے۔ صدیقہ (صدقیا) سن کر قبلہ کی طرف متوجہ ہوا اور نماز پڑھی، تسبیح کی اور دعا کرتے ہوئے رونے لگا اور کہا اے اللہ! رب الارباب اور تمام معبودوں کے معبود! اے ہر نقص وعیب سے پاک ذات! اے رحمان ورحیم! اے رؤف! جس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند آپ میرا پوشیدہ اور میرا ظاہر جانتے

ہیں، آپ نے بنی اسرائیل پر میرے اچھے کاموں اور میرے فیصلوں کی وجہ سے میرا تذکرہ باقی رکھا میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنے بندوں بنی اسرائیل پر رحم کریں۔ اور آپ ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو ملیا میٹ نہ کردیں۔ صدیقہ (صدقیا) نیک آدمی تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کرلی۔ اور شعیاً کو وحی کی کہ آپ صدیقہ (صدقیا) کو کہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کرلی ہے اور اپنے بندوں پر رحم کیا ہے اور آپ کو آپ کے دشمن سنحاریب اور اس کی قوم سے نجات دی ہے اور اس کی موت پندرہ سال مؤخر کردی ہے۔ تو شعیاً بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو ساری بات بتائی جب بادشاہ نے یہ بات سنی تو اس کی تکلیف ختم ہوگئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں چلا گیا اور کہنے لگا اے میرے معبود! آپ ہی جس کو چاہتے ہیں ملک عطا کرتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں ملک چھین لیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں۔ آپ غیب اور حاضر کے جاننے والے ہیں۔ آپ انتہائی مجبور لوگوں کی دعا قبول کرنے والے ہیں۔ تمام تعریفیں آپ کے لئے ہیں کہ آپ نے میری دعا اور آہ وزاری قبول کرلی۔ پھر بادشاہ نے سَر اٹھایا اور اللہ تعالیٰ نے شعیاً کو وحی کی کہ آپ صدیقہ (صدقیا) کو کہیں کہ وہ کسی کو کہے کہ اس کے پاس انجیر لے آئے تو وہ اس کا پانی نکال کر اپنے پھوڑے پر لگائے بادشاہ نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو شفا عطا کی پھر اللہ تعالیٰ نے شعیاً کو وحی کی کہ آپ بادشاہ کو بتادیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمن کو ہلاک کرکے آپ کو اس کی طرف سے کافی ہو جائیں گے کیونکہ وہ صبح کو مردہ ہوں گے صرف سنحاریب اور اس کے ساتھ پانچ آدمی بچ جائیں گے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صدیقہ (صدقیا) کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو باہر نکلنے کا حکم دے تو بنی اسرائیل نے باہر نکل کر سنحاریب کی قوم کو شکست دے کر قتل کردیا، صرف پانچ افراد بچ گئے ان میں سنحاریب اور اس کا کاتب بھی تھا۔

پہلی روایت کے مطابق جب لوگ اگلے دن باہر نکلے تو سب لوگوں کو مرا ہوا پایا صرف سنحاریب اور اس کے پانچ ساتھی زندہ تھے، ان میں سے ایک بُخْتُ نَصَّر تھا تو بادشاہ نے ان کو تلاش کرنے کے لئے بندے بھیجے تو وہ ان کو پکڑ کر صدیقہ (صدقیا) کے پاس لے آئے تو صدیقہ (صدقیا) کے حکم پر ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے گئے۔ جب صدیقہ (صدقیا) نے ان کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کے حضور سورج کے طلوع ہونے کے وقت سے لے کر عصر کے وقت تک سجدہ کیا پھر اپنا سَر اٹھا کر سنحاریب سے پوچھا تو نے ہمارے رب کو کیسا دیکھا جس نے تمہارے ساتھ یہ کیا؟ تو سنحاریب نے کہا مجھے تمہارے نبی اور اللہ تعالیٰ کی تمہاری حفاظت کرنے کے بارے میں بتایا گیا تھا لیکن میں نے اس کو قبول نہیں کیا، تو اللہ تعالیٰ نے میرے خلاف تمہاری مدد کی۔ پھر بنی اسرائیل کے بادشاہ نے حکم دیا ان لوگوں کو ستر دن بیت المقدس کے اردگرد چکر لگایا گیا اور ان کو ہر روز فی کس جَو کی دو نکیاں کھلائی جاتی تھیں تو سنحاریب نے کہا تم اپنے بادشاہ کو کہو قتل اس سے بہت بہتر ہے جو آپ ہمارے ساتھ کر رہے ہو تو بادشاہ نے ان کو

قتل کے لئے جیل لے جانے کا حکم دیا تو اللہ تعالیٰ نے شعیاؑ کو وحی کی کہ آپ صدیقہ (صدقیا) کو فرمائیں کہ اس کے بعد سنحاریب کو چھوڑ دیں تا کہ وہ اپنے بعد والوں کو ڈرائے اور بادشاہ کو کہیں کہ وہ ان کا اکرام کرے اور ان سے حسن سلوک کرے اور ان کو ان کے ملک بھیج دے تو بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور ان کو چھوڑ دیا تو وہ لوگ اپنے ملک واپس چلے گئے اور اپنی حالت اور بنی اسرائیل کا حال بتایا پھر سنحاریب اس کے بعد سات سال تک زندہ رہا پھر مر گیا اور اپنے کاتب بُخْتُ نَصَّر کو اپنا خلیفہ بنایا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ بُخْتُ نَصَّر سنحاریب کا بیٹا تھا (واللہ اعلم) پھر اللہ تعالیٰ نے پندرہ سال بعد بنی اسرائیل کے بادشاہ صدیقہ (صدقیا) کی روح قبض کر لی تو بنی اسرائیل کا نظام درہم برہم ہو گیا اور حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے یہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ گئے اور ان میں بہت سی بدعات پھیل گئیں۔ جب یہ سب ہو رہا تھا تو شعیاؑ بھی ان میں موجود تھے، وہ ان کو نصیحت کرتے رہے لیکن انہوں نے قبول نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے شعیاؑ کو وحی کی کہ آپ اپنی قوم میں کھڑے ہو جائیں تو میں آپ کی زبان پر وحی کروں گا تو شعیاؑ قوم کے درمیان کھڑے ہوئے اور پہلی بات یہ کہی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ بنی اسرائیل اور تمام جہانوں پر فضل واحسان اور انعامات کرنے والے ہیں، اسی کے لئے اچھے نام اور بلند مثالیں ہیں اور اسی کے لئے بزرگی اور تعریف ہے۔ پھر کہا اے آسمان! توجہ سے سن اور اے زمین! تو خاموش ہو جا اور اے پہاڑو! تسبیح کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بنی اسرائیل کی شان بیان کرنا چاہتے ہیں جن کی تربیت اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت سے کی اور ان کو اپنے لئے چن لیا اور ان کو اپنے اعزاز کے ساتھ مخصوص کیا اور ان کو اپنے بندوں پر فضیلت دی۔ اور یہ بنی اسرائیل اس کھلی بکری کی طرح تھے جس کو کوئی چرانے والا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان متفرق لوگوں کو ٹھکانہ دیا اور ان کے گمراہ لوگوں کو جمع کیا اور ان کا نقصان پورا کیا اور ان کے مریضوں کا علاج کیا اور ان کے کمزوروں کو طاقتور کیا اور طاقتوروں کی حفاظت کی۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ سب کیا تو انہوں نے سرکشی اور بغاوت کی اور اکڑنے لگے اور ان کے مینڈھے ایک دوسرے کو سینگ مارنے لگے اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے تو ان میں سے کوئی ہڈی صحیح باقی نہیں رہی پس اس خطا کار امت اور ظالم قوم کے لئے ہلاکت ہے جو اپنے لوٹنے کی جگہ نہیں دیکھتے۔ بلاشبہ اونٹ اپنے باڑے کو یاد رکھتا ہے اور اس میں واپس لوٹ آتا ہے اور گدھا اپنے تھان کو یاد رکھتا ہے اور اس میں واپس آجاتا ہے اور بیل اس جگہ کو یاد رکھتا ہے جس میں فربہ ہوا تھا تو چراگاہ کی تلاش میں وہاں آجاتا ہے اور یہ لوگ نہیں جانتے کہ ان کے پاس ہلاکت اور سزا کہاں سے آتی ہے حالانکہ یہ عقل والے ہیں؟ اور میں نے ان کے لئے ایک مثال بیان کی ہے یہ اس کو توجہ سے سنیں تو شعیاؑ نے ان کو فرمایا تم ایسی بنجر زمین کو کیسے دیکھتے ہو جس میں کوئی آبادی نہ ہو اور اس کا رحم دل مالک اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کے ارد گرد دیوار بنائے پھر اس میں ایک نہر نکالے اور ایک مضبوط محل بنائے اور اس میں رنگ برنگے درخت اور پھل اگائے اور اس کی ذمہ داری ایک امانت دار طاقتور محافظ کے سپرد کر دے اور مالک اس

انتظار میں ہو کہ اس کی زمین پھل دے گی مگر جب اس کا پھل آیا تو سارا خراب اور بے فائدہ تھا۔ تو انہوں نے عرض کیا: اللہ کے گھر کی زمین یہی ہے تو حضرت شعیاؑ نے پوچھا ایسی زمین کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ سب کہنے لگے ہماری رائے یہ ہے کہ اس کی عمارت گرادی جائے اور پانی خشک کردیا جائے اور درخت کاٹ دیئے جائیں، یہ زمین پہلے جیسی ہوجائے اللہ تعالیٰ نے شعیاؑ کو فرمایا آپ ان لوگوں کو فرمائیں یہ زمین تمہاری ہی زمین ہے اور اس کے اردگرد دیوار میرا ذمہ اور میرا دین ہے اور محل میری شریعت ہے اور نہر میری کتاب ہے اور نگہبان میرے انبیاءؑ ہیں اور درخت میرے بندے ہیں اور خرنوب ان کے برے اعمال ہیں۔ سن لو انہوں نے جو اپنے خلاف فیصلہ کیا ہے میں نے وہی فیصلہ کردیا ہے اور اس کے بعد شعیاؑ نے ان کو بہت زیادہ نصیحت کی جن کو محمد بن اسحاقؒ اور وہبؒ نے ذکر کیا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے قبول نہیں کی جب شعیاؑ اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو بنی اسرائیل نے ان کو قتل کرنے کے لئے حملہ کردیا تو شعیاؑ وہاں سے فرار ہوگئے۔ آگے آپ کو ایک درخت ملا جو آپ کے لئے پھٹ گیا اور کہنے لگا اے اللہ کے نبی! میرے پاس آئیں تو شعیاؑ اس کے اندر داخل ہوگئے اور درخت ان پر مل گیا اور شیطان نے آکر ان کے کپڑے کا پلو پکڑ لیا جب بنی اسرائیل کے لوگ شعیاؑ کو تلاش کرنے لگے تو شیطان نے ان کو کپڑے کا پلو دکھایا تو وہ لوگ آرا لے کر آئے اور درخت کو اکھاڑ کر شعیاؑ کو درخت کے اندر دو ٹکڑے کردیئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد بنی اسرائیل پر ذلت مسلط کردی اور ان سے بادشاہت چھین لی اور دیگر بادشاہ ان پر حکمرانی کی طمع کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جو دو وعدے کئے تھے کہ ان پر اپنے بندوں کو بھیجیں گے۔ یہ ان میں سے پہلا وعدہ ہے اور دوسرا وعدہ ہم عنقریب ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

بنی اسرائیل کے فساد اور بُخْتُ نَصَّر کا ذکر

ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ بنی اسرائیل نے شعیاؑ کو قتل کردیا تھا اور بعض راویوں نے ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے جس نبیؑ کو درخت میں قتل کیا تھا وہ زکریاؑ تھے۔ (واللہ اعلم)

بنی اسرائیل کا دوسری مرتبہ کا فساد کعب احبارؒ اور اکثر مؤرخین کے قول کے مطابق یہ تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی ارمیاؑ کو قتل کیا تھا۔ اور بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ ان کا دوسرا فساد یہ تھا کہ انہوں نے زکریاؑ کو قتل کیا تھا۔ ہم دونوں فریقوں کی روایات ذکر کرتے ہیں۔

ارمیاؑ نبی کا واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں بیت المقدس کے ویران ہونے کا ذکر کیا ہے۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھے جن کو دانیال اکبر کہا جاتا تھا، یہ وہ دانیال نہیں ہیں جن کو بُخْتُ نَصَّر نے قید کیا تھا یہ دانیال ایک دن تورات پڑھ رہے تھے تو اس جگہ پہنچے جہاں بنی اسرائیل کے فساد کا ذکر تھا تو عرض کیا اے میرے رب! بیت المقدس کو کون اجاڑے گا اور بنی اسرائیل کو ہلاک کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خواب میں دکھایا کہ وہ ایک یتیم ہے جو بابل کا رہنے والا ہے اس کا نام بُخْتُ نَصَّر ہے۔ صبح ہوئی تو دانیال اکبر نے سارا مال تیار کیا اور

بابل کی جانب روانہ ہو گئے وہاں پہنچے تو ان دنوں بابل کا بادشاہ سنحاریب تھا انہوں نے وہاں قیام کیا تو سنحاریب نے پیغام بھیج کر آپؒ کو بلوایا اور آنے کا سبب پوچھا تو دانیال اکبرؒ نے فرمایا میں نے منت مانگی تھی کہ اپنا مال یتیموں میں تقسیم کروں گا تو میں آپ کے ملک میں یتیموں کو مال تقسیم کرنے آیا ہوں۔ اور دانیال اکبرؒ یتیموں کی تلاش میں مصروف ہو گئے تاکہ بُخت نصر پر کامیاب ہو جائیں لیکن ان کو بُخت نصر نہ ملا تو وہ اس سے مایوس ہو گئے پھر دانیال اکبرؒ کا غلام کسی کام سے باہر گیا تو اس نے ایک یتیم دیکھا جو راستے میں بیمار پڑا تھا اس نے اپنے نیچے راکھ بچھا رکھی تھی کیونکہ لوگ اس سے گھن محسوس کرتے تھے دانیال اکبرؒ کے غلام نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ لڑکے نے کہا میں یتیم لڑکا ہوں اپنی والدہ کے لئے کمائی کرتا ہوں آج میں بیمار ہو گیا ہوں جیسا کہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں تو دانیالؒ کے غلام نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: بُخت نصر۔ تو غلام نے دانیالؒ کے پاس آ کر بتایا تو دانیالؒ اپنے غلام کے ساتھ اس یتیم کے پاس گئے اس کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنائے اور اس سے پوچھا کیا تیرا کوئی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں میری والدہ ہیں تو دانیالؒ اس کو لے کر اس کی والدہ کے پاس آئے اور اس پر خرچ کیا یہاں تک کہ وہ تندرست ہو گیا۔ اپنی بیماری سے پہلے اپنے ہم عمر تنگدست لڑکوں کے ساتھ جا کر لکڑیاں اکٹھی کرتا تھا ان لڑکوں نے بُخت نصر کو اپنا امیر بنا دیا تھا جب بُخت نصر تندرست ہو گیا تو دانیالؒ نے کہا میں نے تجھ پر احسان کیا ہے بُخت نصر نے کہا جی ہاں! اے میرے آقا! دانیالؒ نے پوچھا اگر تو میرے احسان کا بدلہ دینے کے قابل ہو جائے تو تیری کیا رائے ہو گی؟ بُخت نصر نے کہا اے میرے آقا! میں آپ کے احسان کا بدلہ دینے پر کیسے قادر ہو سکتا ہوں؟ دانیالؒ نے فرمایا اگر تو ایک دن بابل کا بادشاہ بن جائے اور بنی اسرائیل سے لڑائی کرے تو کیا مجھے اور میرے گھر والوں کو تیری طرف سے امان حاصل ہو گی؟ بُخت نصر نے کہا اے میرے آقا! کیا آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟ دانیالؒ نے فرمایا نہیں۔ میں سنجیدہ ہوں تو مجھے امان کی ایک تحریر لکھ دے اور اپنے اور میرے درمیان کوئی علامت بنا دے میں تجھے بیس ہزار درہم دوں گا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ دانیالؒ نے بُخت نصر کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو ان کو بتایا گیا کہ بُخت نصر ایک نوجوان ہے جو فلاں بستی میں رہتا ہے تو دانیالؒ بُخت نصر کے گھر گئے تو وہ لکڑیاں اکٹھی کرنے گیا ہوا تھا آپؒ اس کی والدہ کے پاس ٹھہر گئے، جب بُخت نصر واپس آیا تو اس کے سر پر لکڑیوں کا گٹھڑا تھا۔ اس نے وہ نیچے رکھا تو دانیالؒ نے اس کو تین درہم دے کر کہا کہ ان کے بدلہ میں ہمارا آج رات کا سامان خرید لاؤ تو بُخت نصر نے ایسا ہی کیا سب نے رات کا کھانا کھا لیا صبح دانیالؒ نے پھر تین درہم دیئے اور اسی طرح دوسرے اور تیسرے دن بھی کیا پھر بُخت نصر کو کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے امان نامہ لکھ دو اگر آپ کسی دن بادشاہ بن گئے تو اس کے لئے۔ بُخت نصر نے کہا کیا آپ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں؟ دانیالؒ نے کہا میں مذاق نہیں کر رہا، اور آپ کو ایسا کرنے میں کیا نقصان ہے؟ تو بُخت نصر نے امان نامہ لکھ دیا، تو دانیالؒ نے کہا اگر میں آپ کے پاس آؤں گا اور لوگ آپ کے ارد گرد ہوں وہ مجھے آپ تک نہ پہنچنے دیں تو میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر دو تاکہ آپ مجھے

اس وجہ سے پہچان لو۔ تو بخت نصر نے کہا نشانی یہ ہے کہ آپ اپنا رقعہ مجھے ایک بانس پر لکھ کر بھیجنا تو میں آپ کو پہچان جاؤں گا تو دانیالؒ نے اس کی والدہ کو جوڑا دیا اور بہت سا مال دے کر واپس آ گئے۔ پھر بخت نصر نے دانیالؒ کے دیئے ہوئے درہم کو کام میں لانے کا ارادہ کیا اور پہلی روایت کے مطابق بخت نصر نے وہ درہم ان لڑکوں پر خرچ کئے جنہوں نے بخت نصر کو اپنا امیر بنایا تھا اور ان کے لئے مویشی خریدے۔ بخت نصر خوش طبع کاتب ادیب آدمی تھا۔ پھر بخت نصر اپنے ساتھیوں کے ساتھ سنحاریب کے پاس گیا اور اپنا نسب بیان کیا۔ بخت نصر معزز لوگوں کی اولاد میں سے تھا لیکن زمانہ کے حوادث نے اس کی حالت بگاڑ دی تھی۔ اس کا نسب سن کر سنحاریب نے اس کو قبول کر لیا اور اپنے کاموں کے لئے بخت نصر کو بھیجنے لگا یہاں تک کہ بخت نصر اس کے عمائدین میں شمار ہونے لگا اور بخت نصر جس مہم پر جاتا کامیاب لوٹتا تھا۔ جب سنحاریب بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا تو اس کے ساتھ بخت نصر بھی گیا یہ اس وقت سنحاریب کا کاتب تھا۔ جب سنحاریب کا وہ حشر ہو گیا جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور قید کی صعوبت اٹھا کر سنحاریب اپنے ملک واپس آ گیا تو اس کے ساتھ بخت نصر بھی تھا پھر کچھ عرصہ بعد سنحاریب مر گیا تو زمامِ حکومت بخت نصر کے ہاتھ میں آ گئی جیسا کہ ہم دونوں روایتوں کے ضمن میں ذکر کر چکے ہیں۔

پھر بنی اسرائیل میں بدعات اور خرابیاں ظاہر ہو گئیں اس وقت بنی اسرائیل کا بادشاہ ناشیۃ بن اموص تھا اور اللہ تعالیٰ نے ارمیاؑ کو نبی بنا کر بھیجا تھا۔ ارمیاؑ ان کو نصیحت کرتے لیکن بنی اسرائیل ان کی نصیحت قبول نہیں کرتے تھے۔ بخت نصر نے ان کے حالات اور فسادات کے بارے میں سنا تو ان پر چڑھائی کرنے کی خواہش جاگ اٹھی۔

اللہ تعالیٰ نے ارمیا بن خلقیاؑ کو وحی کی:

وہبؒ کی روایت میں وحی کے الفاظ یہ ہیں کہ میں بنی اسرائیل کو ہلاک کرنے والا ہوں اور ان سے انتقام لینے والا ہوں تو ارمیاؑ نے بیت المقدس کی چٹان پر کھڑے ہو کر قوم کو ڈرایا تو ارمیاؑ نے اپنے کپڑے پھاڑ کر اپنے سَر پر مٹی ڈالی اور عرض کیا اے میرے رب! کاش میری والدہ مجھے جنم نہ دیتی تاکہ میں بنی اسرائیل کی ہلاکت اور بیت المقدس کی ویرانی نہ دیکھ سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارمیاؑ کو وحی کی کہ آپ بنی اسرائیل کو کہیں اگر وہ اپنی حالت نہیں بدلتے اور اپنی بداعمالیوں سے توبہ نہیں کرتے تو میں ان پر آگ کے پجاریوں کو مسلط کر دوں گا جو نہ میرے عذاب سے ڈرتے ہیں اور نہ میرے ثواب کی امید رکھتے ہیں تو ارمیاؑ نے ان کو یہ بات پہنچا دی لیکن انہوں نے تکذیب کر دی اور کہنے لگے آپ نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مسجد کو اجاڑ دیں گے اور اپنے مؤمن بندوں کو ہلاک کر کے ان پر کسی کو مسلط کر دیں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا ہے۔ پھر ان لوگوں نے ارمیاؑ کو پکڑ کر قید کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو بھیجا وہ اپنے لشکروں کے ساتھ آیا اور بیت المقدس کے دروازہ پر قیام کیا اور بنی اسرائیل کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ کا عرصہ طویل ہو گیا تو بنی اسرائیل نے بخت نصر کے فیصلہ پر ہتھیار ڈال دیئے تو بخت نصر نے ان کے جنگ کرنے کے قابل

لوگوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں کو قید کر لیا اور صرف اپاہج، لاغر لوگوں اور بوڑھی عورتوں کو چھوڑا اور بیت المقدس کو گرا دیا اور تورات کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور سارے ملک شام کو روند ڈالا اور بنی اسرائیل کو فنا کر کے رکھ دیا۔ پھر اس نے دانیال کو تلاش کرایا جن کو امان نامہ تحریر کر کے دیا تھا تو وہ وفات پا چکے تھے ان کے گھر والے وہ تحریر لے کر بُخْتُ نَصَّر کے پاس آئے ان میں ایک نوجوان تھا جن کا نام دانیال بن حزقیلؒ تھا تو بُخْتُ نَصَّر نے اپنا وعدہ پورا کیا ان کو جانے دیا اور دانیال بن حزقیل حکمت میں دانیال اکبر کے جانشین تھے اور بُخْتُ نَصَّر اپنے ملک واپس گیا تو بیت المقدس کا سارا مال بھی اپنے ساتھ لے گیا اور قیدیوں کو بھی اپنے ساتھ ہانک گیا۔ بنی اسرائیل کے بادشاہوں اور راہبوں کی اولادوں میں سے جن لڑکوں کو وہ اپنے ساتھ قیدی بنا کر لے گیا تھا ان کی تعداد ستر ہزار تھی اور فرمایا یہ وہی بات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَٰلَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا [الاسراء:5].

(ترجمہ) تم پر اپنے سخت لڑائی والے لوگوں کو مسلط کر دیا پھر وہ شہروں میں پھیل گئے اور وہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔

اس لئے کہ سنحاریب تو بیت المقدس میں داخل نہیں ہو سکا تھا جب بُخْتُ نَصَّر بنی اسرائیل کے قتل سے فارغ ہوا تو اس کو کہا گیا کہ بنی اسرائیل کے ایک نبی ہیں جو ان کو ڈراتے تھے اور ان کو بتاتے تھے کہ آپ ان پر غالب ہو جائیں گے اور ان کی مسجد گرا دیں گے اور ان کی کتاب جلا دیں گے تو انہوں نے ان نبیؑ کو جھٹلایا اور ان کو قید کر دیا تھا تو بُخْتُ نَصَّر کے حکم پر ارمیاؑ کو قید خانہ سے لایا گیا تو بُخْتُ نَصَّر نے ان سے پوچھا تو ارمیاؑ نے ان سے فرمایا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کو آنے والے مصائب سے خبردار کیا تھا۔ بُخْتُ نَصَّر نے پوچھا آپ نے یہ کہاں سے معلوم کیا؟ ارمیاؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ پیغام دے کر بنی اسرائیل کے پاس بھیجا تھا تو بُخْتُ نَصَّر کہنے لگا وہ قوم بہت بری ہے جنہوں نے اپنے نبیؑ کو جھٹلایا اور ان کو مار مار کر قید کر دیا۔ پھر ارمیاؑ کو اپنی رفاقت کی دعوت دیتے ہوئے کہا آپ میرے ساتھ چلیں تا کہ میں آپ کے ساتھ حسن سلوک کروں اور اگر آپ چاہیں تو اپنے شہر میں امن کے ساتھ رہیں میں آپ کو امان دیتا ہوں تو ارمیاؑ نے فرمایا میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی امان میں رہتا ہوں اگر بنی اسرائیل میری اطاعت کر لیتے تو وہ بھی تجھ سے اور تیرے علاوہ ہر کسی سے اللہ تعالیٰ کی امان میں آ جاتے۔

تو بُخْتُ نَصَّر حضرت ارمیاؑ کو چھوڑ کر قیدیوں کو اپنے ساتھ لے کر بابل چلا گیا اور اپنے ساتھ دانیال بن حزقیلؒ اور دانیال اکبر کے گھر والوں کو بھی لے گیا تا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نبی عزیر بن شرحیاؑ انہی لوگوں میں سے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ وہ ان قیدیوں میں شریک بڑے علماء کی اولاد میں سے ایک بچے تھے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

ارمیاؑ بیت المقدس میں ہی مقیم رہے وہ اجڑ چکا تھا آپؑ اس پر روتے تھے اور اس رونے میں ابابیل بھی آپؑ کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے اور آپ کے ساتھ بیت المقدس کا طواف کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے قتل سے

روکا گیا ہے۔ اور بنی اسرائیل کے باقی ماندہ لوگ جو قتل اور قید سے بچ گئے تھے ادھر ادھر بکھر گئے تھے، یہ ارمیاؑ کے بارے میں سن کر باہر نکل آئے اور ارمیاؑ کے ارد گرد جمع ہونے لگ گئے اور کہنے لگے آپ ہمارے ساتھ مصر تشریف لے چلیں وہاں ایک بادشاہ ہے، ہم اس کے زیر سایہ زندگی گزاریں گے تو ارمیاؑ ان کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے اور بعض راویوں نے ذکر کیا ہے کہ بُخْتُ نَصَّر کو جب ان کے مصر جانے کا علم ہوا تو وہ پہلے یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ شام کے اطراف میں ہیں اس نے مصر کے بادشاہ کو خط لکھا کہ جو لوگ آپ کے پاس آئے ہیں وہ میرے غلام ہیں اور مجھ پر ایمان رکھتے ہیں ان کو میرے پاس بھیج دو ورنہ میں آپ پر لشکر کشی کروں گا اور آپ کے شہروں کے ساتھ بھی وہی سلوک کروں گا جو میں نے بیت المقدس کے ساتھ کیا تھا تو مصر کے بادشاہ نے بُخْتُ نَصَّر کو جوابی خط لکھا کہ جو لوگ میرے پاس آئے ہیں وہ آزاد ہیں اور آزاد لوگوں کے بیٹے ہیں وہ غلام نہیں ہیں۔ وہ مجھ سے انس حاصل کرنے آئے ہیں میں ان کو آپ کی طرف نہیں بھیجوں گا۔ تو ارمیاؑ نے بنی اسرائیل کے ان لوگوں کو فرمایا جو وہاں مصر میں تھے کہ تم اپنے اعمال سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو ورنہ بُخْتُ نَصَّر تم پر چڑھائی کردے گا اور تمہارے ساتھ ویسا ہی کرے گا جیسا بیت المقدس میں کیا تھا تو بنی اسرائیل نے کہا یہاں ایسا بادشاہ ہے کہ بُخْتُ نَصَّر اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تو ارمیاؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کو تم پر مسلط کردیں گے تو وہ اس بادشاہ پر غالب آجائے گا۔ پھر ارمیاؑ ان لوگوں کو لے کر نیل کے کنارے تشریف لے گئے اور فرمایا بُخْتُ نَصَّر جب یہاں آکر کامیاب ہوجائے گا اور اپنا تخت یہاں رکھے گا اور مٹی کے نیچے چار پتھر رکھ دیئے اور فرمایا بُخْتُ نَصَّر کے تخت کے پائے ان پتھروں پر ہوں گے لیکن بنی اسرائیل نے ان کی بات قبول نہیں کی تو بُخْتُ نَصَّر نے مصر کی طرف لشکر کشی کی اور غالب آگیا اور بنی اسرائیل کے باقی ماندہ لوگوں کو بھی قید کرلیا ان میں ارمیاؑ بھی تھے۔ بُخْتُ نَصَّر نے آپ کو دیکھ کر کہا کیا میں آپ کو امان دے کر آزاد نہیں کر چکا تھا؟ ارمیاؑ نے فرمایا کیوں نہیں۔ بُخْتُ نَصَّر نے پوچھا پھر آپ کو کیا ہوگیا کہ آپ میرے دشمنوں کے ساتھ آکر ان کے ہم مشن بن گئے ہیں؟ تو ارمیاؑ نے فرمایا میں ان کو وعظ ونصیحت کرتا ہوں اور میں نے ان کو بتایا تھا کہ آپ ان پر غالب ہوجاؤ گے اور اس جگہ کے مالک بنو گے اور میری سچائی کی علامت یہ ہے کہ میں نے ان کو آپ کا تخت رکھے جانے کی جگہ بتادی تھی اور وہاں چار پتھر مٹی کے نیچے چھپا دیئے تھے جن پر آپ کے تخت کے پائے ہوں گے تو بُخْتُ نَصَّر نے خدام کو یہ دیکھنے کا حکم دیا انہوں نے دیکھا تو ویسے ہی تھا جیسے ارمیاؑ نے فرمایا تھا تو بُخْتُ نَصَّر نے آپؑ کو چھوڑ دیا، اور بنی اسرائیل کے قیدیوں کو ساتھ لے کر اپنے دارالحکومت لوٹ گیا۔

حضرت دانیال کے واقعات اور بُخْتُ نَصَّر کا خواب

بُخْتُ نَصَّر دانیال بن حزقیل اور دانیال اکبر کے گھر والوں کی بہت عزت کرتا تھا اور بُخْتُ نَصَّر کوئی کام دانیالؒ کے مشورہ کے بغیر شروع نہ کرتا تھا تو مجوسی لوگ دانیال سے حسد کرنے لگے اور بُخْتُ نَصَّر کو کہنے لگے آپ اس اسرائیلی کی عزت کرتے ہیں حالانکہ وہ آپ کا مخالف ہے، آپ کا کھانا نہیں کھاتا۔ تو بُخْتُ نَصَّر نے ایک دن دانیالؒ کو کھانے کی دعوت دی انہوں نے کھانے سے انکار کردیا تو بُخْتُ نَصَّر نے ان کو قید کردیا تو دانیالؒ قید میں

رہے یہاں تک کہ ایک دن بُخۡتُ نَصَّر نے ایک ہولناک خواب دیکھا جس سے بہت گھبرا گیا تو اپنے کاہنوں اور خواص کو بلایا اور کہنے لگا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے تم مجھے اس کی تعبیر بتاؤ۔ کاہنوں نے کہا وہ خواب بیان کریں بُخۡتُ نَصَّر نے کہا گھبراہٹ کی وجہ سے میں وہ خواب بھول گیا ہوں تو کاہنوں نے کہا ہم تعبیر کیسے بتا سکتے ہیں حالانکہ ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ تو بُخۡتُ نَصَّر ان پر غصہ ہوگیا اور کہنے لگا کیا اس کے لئے میں نے تمہیں تیار کیا تھا تم چلے جاؤ میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر تم اس خواب کی تعبیر معلوم کر کے لے آئے تو ٹھیک ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ یہ خبر لوگوں میں پھیل گئی اور قید خانہ میں دانیالؑ تک بھی پہنچ گئی تو دانیالؑ نے قید خانہ کے داروغہ کو فرمایا آپ جا کر بادشاہ کو کہو کہ دانیال کہہ رہے ہیں کہ آپ کے خواب کا علم میرے پاس ہے۔ تو اس نے کہا آپ اس کی جسارت نہ کریں مجھے ڈر ہے کہ آپ کو اس سے کوئی ناگوار چیز پیش آئے گی۔ دانیالؑ نے فرمایا آپ خوف نہ کرو اور بادشاہ کے پاس جاؤ اور بادشاہ کو بتاؤ تو وہ آدمی آ گیا اور بُخۡتُ نَصَّر کو دانیالؑ کی بات بتائی تو بُخۡتُ نَصَّر نے دانیالؑ کو بلایا جب آپ تشریف لے گئے تو بادشاہ نے اپنے خواب کے بارے میں پوچھا تو دانیالؑ نے فرمایا جی ہاں ایسے اور ایسے تھا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ جب بُخۡتُ نَصَّر کو کہا گیا کہ دانیال آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو بُخۡتُ نَصَّر نے دانیالؑ اور دنیال اکبر کے گھر والوں کو بلوایا یہ کل چھ افراد تھے، تو ان کو کہا کیا میں نے آپ لوگوں کا اکرام نہیں کیا اور آپ پر احسان نہیں کیا؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ بُخۡتُ نَصَّر نے کہا پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم میری مخالفت کرتے ہو اور میرے دین کی پیروی نہیں کرتے؟ تو ان سب نے کہا کیونکہ ہمارا ایک رب ہے جس کی ہم عبادت کرتے ہیں اور اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں تو بُخۡتُ نَصَّر کے حکم پر ان کے لئے ایک گڑھا کھودا گیا اور ان کو اس میں ڈال دیا گیا اور ان کے ساتھ چیرنے پھاڑنے والے درندے بھی ڈالے گئے تاکہ وہ ان کو کھا جائیں اور تین دن کے لئے اس گڑھے میں ان کو چھوڑ دیا گیا تین دن بعد آئے تو ان کو صحیح و سالم پایا اور درندے ان کے سامنے ہاتھ پھیلائے بیٹھے تھے اور ان کو ذرا بھی نقصان نہ دیا تو ان لوگوں کو گڑھے سے باہر نکالا یہ کل چھ افراد تھے جب بُخۡتُ نَصَّر کے آدمیوں نے ان کو گڑھے میں دیکھا تو یہ سات تھے جب ان کو باہر نکالا تو یہ چھ افراد تھے تو ان لوگوں نے دانیالؑ کے گھر والوں کو کہا وہ ساتواں کون ہے جو تمہارے ساتھ گڑھے میں تو تھا لیکن باہر نہیں نکلا؟ ان لوگوں نے بتایا کہ وہ ایک فرشتہ تھا۔ تو بُخۡتُ نَصَّر نے ان لوگوں اور دانیالؑ کو کہا تمہارے ساتھ کون تھا؟ ان لوگوں نے کہا فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو بھیجا تھا تاکہ ہم سے شیر کے شر کو دور کر دے۔ تو بُخۡتُ نَصَّر نے ان لوگوں کا اکرام کیا اور دانیالؑ کو ان کے مرتبہ پر واپس فائز کر دیا۔

اور پہلی روایت کے قائلین نے کہا ہے کہ یہ واقعہ دانیالؑ کے خواب کی تعبیر بتانے کے بعد کا ہے۔ ہم پہلی روایت کی طرف واپس آتے ہیں۔ دانیالؑ نے بُخۡتُ نَصَّر کو کہا کہ آپ نے ایک بہت بڑا بت دیکھا تھا جس کے دونوں پاؤں زمین میں اور سر آسمان میں ہے اس کا سر سونے کا اور گردن چاندی کی اور درمیان میں تانبے کا اور ٹانگیں

لوہے کی اور پاؤں پکی مٹی کے ہیں ابھی آپ اس کو دیکھ ہی رہے ہوتے ہو کہ اچانک آسمان سے ایک پتھر اس کے سر پر گرا اور اس کو توڑ کر ایسا نیست و نابود کر دیا کہ اس کے بدن کے تمام اجزاء ایک دوسرے میں ایسے مل گئے کہ آپ یہ سمجھنے لگے کہ اگر جن و انس ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لئے جمع ہو جائیں تو ایسا نہ کر سکیں گے اور ہوا چلی اور اس ملبہ کو بکھیر دیا اور جس پتھر نے اس بت کو توڑا تھا وہ بڑھنے لگا اور اتنا بڑا ہو گیا کہ ساری زمین کو بھر دیا اور آپ کی ایسی حالت ہو گئی کہ آپ صرف آسمان اور اس پتھر کو ہر طرف دیکھ سکتے تھے۔ بُخْتُ نَصَّر نے کہا میں نے یہی کچھ دیکھا ہے اب اس کی تاویل کیا ہے؟ دانیالؑ نے فرمایا بت زمانہ اور بادشاہت کی مثال ہے اور اس کا سونے کا سَر آپ کی خوبصورت بادشاہت ہے اور اس کی چاندی کی گردن آپ کے بعد آپ کے بیٹے کی مثال ہے اور اس کا تانبے کا وسط وہ بادشاہ ہیں جو آپ کے بیٹے کے بعد آئیں گے اور لوہا فارس کا بادشاہ ہے جو اپنے سے پہلے بادشاہوں سے زیادہ سخت ہوگا اور پکی مٹی سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ کمزور ہوگا پکی مٹی کی طرح۔ اور وہ پتھر جو آسمان سے آیا اور اس بت کو نیست و نابود کر دیا یہ وہ نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ آخر زمانہ میں بھیجیں گے یہ تمام بادشاہوں اور تمام ادیان پر غالب آ کر ان کو ملیا میٹ کر دیں گے اور ان پر غالب آ جائیں گے یہاں تک کہ ان کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا اور ان کا حکم اور ان کی امت قیامت تک باقی رہے گی۔ بُخْتُ نَصَّر نے کہا آپ نے میرے خواب کی تعبیر بتائی اس لئے مجھے علم نہیں کہ کسی کا مجھ پر آپ سے بڑا احسان ہوگا میں آپ کو اس احسان کا بدلہ دوں گا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ بُخْتُ نَصَّر نے جب اپنے ساتھیوں سے اپنے خواب کے بارے میں پوچھا تو وہ جواب نہ دے سکے تو کہنے لگے بنی اسرائیل سے پوچھیں جن کو آپ نے اتنی ترجیح دے رکھی تھی۔ ان لوگوں کی مراد دانیالؑ اور ان کے ساتھی تھے تو بادشاہ نے ان کو بلا کر سوال کیا تو انہوں نے فرمایا جو خواب ہمارے سامنے ذکر نہ کیا جائے ہم اس کی تعبیر نہیں جانتے کیونکہ یہ غیب ہے اور غیب کو صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ بُخْتُ نَصَّر نے کہا تم ان کو لے جاؤ اور ان کی گردنیں اڑا دو جب بُخْتُ نَصَّر کے لوگ ان کو لے جانے لگے تو ان لوگوں نے کہا ہمیں تین دن کی مہلت دیں تو بُخْتُ نَصَّر نے ان کو مہلت دے دی، ان حضرات نے ان تین دنوں میں دعا، نماز اور اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ و زاری کی تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے دل میں بادشاہ کا خواب ڈال دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نیند میں یہ بات دکھا دی اور کہا جاتا ہے کہ یہ خواب تعبیر کے ساتھ تین افراد نے دیکھا اور یہ لوگ بُخْتُ نَصَّر کے پاس گئے اور اس کو بتایا اور ان کے سربراہ دانیالؑ تھے جیسا کہ ہم نے اسکی تعبیر ذکر کی ہے۔

پھر جب بُخْتُ نَصَّر دانیالؑ کی بات سننے سے فارغ ہوا تو ان کو کہا آپ تین چیزوں میں سے کسی کو اختیار کر لیں: اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو آپ کے ملک بھیج دیتا ہوں اور جو میں نے اجاڑا ہے اس کو تعمیر کر دیتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو میرے پاس رہ جائیں میں آپ کی غمخواری کروں گا اور آپ کا اکرام کروں گا اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو امان نامہ لکھ دیتا ہوں آپ میری حکومت میں جہاں بھی ہوں گے امن

میں ہوں گے۔ تو دانیالؑ نے فرمایا آپ نے جو میرے ملک واپس بھیج کر اس کو آباد کرنے کی بات کی ہے تو ان شہروں پر اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر تک اجڑنا لکھ دیا ہے اور اب آپ اس کو آباد نہ کرسکو گے۔ اور آپ نے جو مجھے امان نامہ لکھ کر دینے کی بات کی ہے تو اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ کسی اور کی امان کا محتاج نہیں ہوں اور جو آپ نے یہاں رہنے کی بات کی ہے یہ میرے اور میرے ساتھیوں کے لئے زیادہ موافق ہے۔ پھر بخت نصر نے اپنے گھر والوں اور اولاد اور خدام اور بڑوں کو جمع کر کے کہا یہ حکیم آدمی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی وجہ سے اس خواب کی تکلیف کو دور کیا ہے جو میں نے دیکھا تھا، میں نے اپنے اموران کو سپرد کر دیئے ہیں تم ان کی حکمت سے سبق حاصل کرو اور ان کی پیروی کرو اور ان کے حکم پر عمل کرو اور اگر تمہارے پاس دو قاصد آئیں ایک میری طرف سے ہو اور دوسرا دانیالؑ کی طرف سے ہو تو تم ان کے قاصد کی بات پر عمل کرنا نہ کہ میرے قاصد کی بات پر۔ تو دانیالؑ نے بادشاہ کے ہاں بہت بڑا مرتبہ حاصل کیا اور مملکت کے تمام امور انہی کے گرد گھومتے تھے۔ جب بابل کے بڑے لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو دانیالؑ سے حسد کرنے لگے اور بخت نصر کے پاس آئے اور کہنے لگے روئے زمین پر کوئی قوم ہم سے زیادہ معزز اور لوگوں کی نگاہ میں بارعب نہیں ہے، کوئی ہم پر حملہ کی لالچ نہیں کرسکتا تھا اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ لوگ ہم پر حملہ کرنے کی امید کرنے لگے ہیں کیونکہ ہمارے معاملات میں کمزوری اور خلل آگیا ہے جب سے آپ نے اسرائیلی غلام کو ذمہ داری سونپی ہے اور دراصل یہ کمزوری آپ کی عقل اور رائے میں آئی ہے کیونکہ آپ ملک کی سیاست سے عاجز آگئے ہیں تو بخت نصر نے کہا میری عقل میں کوئی کمزوری اور عجز داخل نہیں ہوا لیکن میں نے دیکھا کہ یہ سمجھدار شریف آدمی ہیں، انہوں نے مجھ سے ایسی مصیبت دور کی تھی جس سے تم عاجز آگئے تھے اور تم اس میں حیرت زدہ رہ گئے تھے اور میں نے ان کو ذمہ داری سونپنے میں تمہاری اور تمہارے ملک کی بھلائی دیکھی ہے۔ لوگ کہنے لگے کیا یہ اسرائیلی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ اس کا ایک بہت بڑا رب ہے جو غیب پر مطلع ہے۔ بخت نصر نے کہا ہاں ایسا ہی دعویٰ کرتا ہے۔ ان لوگوں نے کہا آپ ہمیں حکم دیں ہم آپ کے لئے اس کے معبود سے بڑا معبود بنا دیتے ہیں جو ہمیں کئی چیزوں کی خبر دے گا اور تمام کاموں میں ہماری مدد کرے گا۔ بخت نصر نے کہا اگر تم ایسا کرسکتے ہو تو میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں تو وہ لوگ بخت نصر کے پاس سے چلے گئے اور کاریگروں کو جمع کر کے ایک بہت بڑا بت بنایا جس کی لمبائی ستر گز اور چوڑائی بیس گز تھی، یہ سونے کا بنایا گیا تھا اور اس پر قیمتی جواہرات جڑے پھر اسکے لئے عید کا دن مقرر کیا اور اپنے بت کے لئے جانور ذبح کئے اور تمام لوگوں کو جمع کیا اور ان کو اس بت کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے خندقیں کھود کر ان میں آگ جلائی۔ جو بت کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیتا اس کو آگ میں ڈال دیتے تھے تو بنی اسرائیل جو ان کے ماتحت تھے وہ انکار کرتے تو وہ ان کو آگ میں ڈال دیتے تو ان میں سے بہت سے لوگ ہلاک ہوگئے۔ تو ان لوگوں نے دانیالؑ اور ان کے ساتھیوں کو کہا جن کو بخت نصر نے دانیال اکبر کے معاہدہ کی وجہ سے خصوصیت عطا کر رکھی تھی ان کو کہنے لگے: ہمارے معبود کو سجدہ کرو۔ تو ان لوگوں نے کہا یہ ہمارا معبود نہیں ہے، یہ تو لوگوں نے

ہاتھ سے بنایا ہے لیکن ہمارا معبود وہ ہے جس نے اس کو اور ہمیں پیدا کیا ہے۔ ان کی مراد یہ تھی کہ ان کا اختلاف ظاہر ہو جائے اور یہ لوگ ان کو آگ میں ڈال دیں تو انہوں نے دانیالؑ اور ان کے ساتھیوں کو آگ میں ڈال دیا، ان لوگوں نے رات آگ میں گزاری، صبح کو بُخْتُ نَصَّر نے اپنے محل کے اوپر سے ان کو جھانک کر دیکھا تو ان کو آگ میں دیکھا یہ چھ لوگ تھے اور بعض نے کہا ہے کہ چار افراد تھے۔ بادشاہ نے دیکھا کہ پانچ افراد ہیں اور بادشاہ نے دیکھا ان کا پانچواں ساتھی ان کو ہوا جھل رہا ہے اور اس کے جسم پر پرندوں کے پروں جیسے پَر ہیں جب بُخْتُ نَصَّر نے یہ منظر دیکھا تو اس کے دل میں رعب بھر گیا تو بُخْتُ نَصَّر نے ان کو آواز دے کر باہر نکلنے کا کہا تو وہ خندقوں سے صحیح سالم باہر آ گئے۔ تو ان سے پوچھا پانچواں یا ساتواں آدمی کون تھا جس کو میں نے تمہارے ساتھ دیکھا تھا؟ دانیالؑ نے فرمایا وہ فرشتہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر مقرر کیا تھا تاکہ وہ ہم سے آگ کی تکلیف کو دور کرے۔

اور حسنؒ کی روایت میں ہے کہ بُخْتُ نَصَّر کی قوم نے دانیالؑ اور ان کے ساتھیوں کو بُخْتُ نَصَّر کی لاعلمی میں آگ میں پھینکا تھا، جب بُخْتُ نَصَّر نے ان کی حالت دیکھی تو پہلے سے زیادہ ان کا اکرام کرنے لگا۔

بعض روایات میں ہے کہ دانیالؑ کو آگ میں نہیں ڈالا گیا تھا بلکہ ان کے ساتھیوں کو ڈالا گیا تھا جب یہ لوگ آگ سے باہر نکلے تو بُخْتُ نَصَّر نے ان کا اکرام کیا اور ان کو دانیالؑ کے ساتھ کر دیا۔ پھر بُخْتُ نَصَّر نے ایک خواب دیکھا جو پہلے سے بھی زیادہ ہولناک تھا اور خواب دیکھ کر بھول گیا ہوں تو بُخْتُ نَصَّر نے اپنی قوم کے بڑے لوگوں کو بلایا اور ان کو کہا میں نے اس بستر پر ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے اور میں ابھی اپنے بستر سے ہٹا نہیں تھا کہ میں وہ خواب بھول گیا ہوں تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔ تو لوگوں نے کہا آپ نے لوگوں میں سے بڑے جادوگر کو اپنے سر پر بٹھا رکھا ہے، وہ اپنے جادو سے آپ کو خواب دکھا کر خوفزدہ کرتا ہے تاکہ آپ کے ہاں مرتبہ حاصل کر لے۔ آپ کی یہ حالت اسی کی وجہ سے ہے کیونکہ آپ نے ایک لمبا عرصہ زندگی گزاری آپ نے کوئی ناپسندیدہ خواب نہیں دیکھا حتیٰ کہ یہ جادوگر آپ کے ساتھ رہنے لگا۔ بُخْتُ نَصَّر نے کہا تمہارے پاس اس بات کے سوا کچھ نہیں ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو بُخْتُ نَصَّر نے ان کو اپنے پاس سے نکال دیا اور دانیالؑ کو بلا کر ان کو ساری بات بتائی کہ میں نے خواب دیکھا اور اس کو بھول گیا ہوں اور دانیالؑ سے پوچھا کیا آپ کے پاس اس خواب کا کوئی علم ہے؟ دانیالؑ نے فرمایا میں اس بارے میں غور و فکر کروں گا تو دانیالؑ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس خواب کا ان کو الہام کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے دانیالؑ کو الہام کر دیا تو وہ بُخْتُ نَصَّر کے پاس آئے اور کہا میرے پاس آپ کے خواب کا علم ہے مجھے میرے رب نے اس کی خبر دی ہے۔ دانیالؑ نے فرمایا آپ نے بہت بڑا درخت دیکھا ہے جس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں اور اس پر آسمان کے پرندے ہیں اور اس کے سایہ میں زمین کے سارے وحشی جانور اور درندے ہیں۔ آپ ابھی اس کو دیکھ ہی رہے ہوتے ہیں آپ کو اس کا حسن اور اس پر پرندے اور اس کے سایہ میں جانور اچھے لگ رہے ہوتے ہیں اچانک ایک فرشتہ ایک کلہاڑا لے کر آتا ہے تاکہ درخت کو کاٹ دے تو دوسرا فرشتہ اس کو اوپر سے آواز دیتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو

حکم دے رہے ہیں کہ اس درخت کو جڑ سے ختم نہ کریں لیکن کچھ کو کاٹ دیں اور کچھ کو باقی رہنے دیں تو آپ نے اس فرشتہ کو دیکھا کہ وہ درخت کی ٹہنیاں کاٹ رہا ہے اور ان پر موجود پرندے اور ان کے نیچے بیٹھے وحشی جانور ادھر ادھر چلے جاتے ہیں اور اس درخت کا تنا باقی رہ جاتا ہے، اس کا حسن اور ہریالی تبدیل ہو چکی ہوتی ہے بُخْتُ نَصَّر نے کہا میں نے یہی کچھ دیکھا تھا آپ نے اس میں سے کچھ نہیں چھوڑا۔ اس کی تعبیر کیا ہے؟ دانیالؑ نے فرمایا آپ وہ درخت ہو اور اس درخت کے اوپر بیٹھے ہوئے پرندے آپ کے گھر والے اولاد اور خدام ہیں۔ اور اس درخت کے سایہ میں بیٹھے ہوئے وحشی جانور اور درندے آپ کے ماتحت رعایا ہے اور آپ نے چونکہ بت بنانے میں اپنی رعایا کی موافقت حاصل کی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ آپ پر غصہ ہیں اور فرشتے کو حکم دیا ہے کہ آپ کو ہلاک کردے لیکن آپ کی نسل ختم نہ کرے بلکہ آپ کے کچھ لوگ باقی رکھے۔ بُخْتُ نَصَّر نے پوچھا اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کیا معاملہ کریں گے؟ دانیالؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی قدرت کا تعارف کرائیں گے اور آپ کو آزمائش میں ڈالیں گے یہاں تک کہ مخلوق کی ہر جنس کی صورت کے ساتھ آپ کی صورت مسخ کر دیں گے آپ اسی طرح سات سال رہیں گے جب سات سال گزر جائیں گے تو آپ کو پہلے جیسی انسانی صورت میں تبدیل کر دیں گے۔ بُخْتُ نَصَّر نے پوچھا کیا میری توبہ قبول نہیں کی جائے گی جب وہ مجھے آزمائش میں مبتلا کریں گے؟ دانیالؑ نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ اس بات کا آپ کے خلاف فیصلہ کر چکے ہیں جب دانیالؑ نے بُخْتُ نَصَّر کو یہ بتایا تو بُخْتُ نَصَّر اپنے گھر میں داخل ہو گیا اور اپنی بادشاہت، گھر والوں اور قوم سے الگ تھلگ ہو گیا اور اپنے بیٹے کو اپنی جگہ بٹھا دیا اور اس کو حکم دیا کہ وہ دانیالؑ کی تدبیر کے مطابق کام کرے اور کمرے کا دروازہ بند کر لیا اور سات دن روتا رہا اور زیادہ رونے کی وجہ سے غم سے دل بھر گیا تو وہ اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تا کہ اپنے غم سے کچھ راحت حاصل کرلے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر پَر اور پَروں کی روئیں اور پنجے اور چونچ لگا دی اور اس کو ایسا عقاب بنا دیا جو تمام پرندوں پر غالب آجاتا تھا یہاں تک کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی اور لوگ کہنے لگے آسمان میں ایک ایسا عقاب ظاہر ہوا ہے جس کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر جنس کے جاندار کی صورت عطا کی اور اس کو جس جنس کی صورت دیتے یہ اس چیز پر غالب ہوتا تھا یہاں تک کہ سات سال میں اس کو تمام صورتوں میں گھمایا۔ اور دانیالؑ بُخْتُ نَصَّر کی رعایا کی اصلاح کرتے رہے اور ان کو برے کاموں سے روکتے تھے اور فرماتے تھے کہ بُخْتُ نَصَّر غائب ہو گیا ہے، وہ عنقریب تمہارے پاس واپس آجائے گا۔

اور وہب بن منبہؒ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں بُخْتُ نَصَّر کو مچھر کی صورت میں منتقل کیا وہ اپنے گھر داخل ہوا تو اس کو انسان بنا دیا اس نے پانی سے غسل کیا اور ٹاٹ کا لباس پہنا پھر اپنی تلوار سونت کر لوگوں کی طرف نکلا اور اپنی تمام رعایا اور خدام کو جمع کر کے کہا اے لوگو ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے تھے جو نہ ہمیں نفع دیتی تھیں اور نہ ہی نقصان۔ اب میرے سامنے میری ذات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت واضح ہو چکی ہے جو میں ہی جانتا ہوں۔ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے جو بنی اسرائیل کے معبود

ہیں۔ میں ان پر ایمان لے آیا ہوں جس نے میرے دین پر میری پیروی کی تو وہ مجھ میں سے ہے اور جس نے میری مخالفت کی تو میرے اور اس کے درمیان تلوار ہے۔

اور تلوار سے لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں تمہیں ایک دن اور رات کی مہلت دے رہا ہوں کل صبح میرے پاس فرمانبردار بن کر آنا۔ پھر وہ واپس گھر چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسی رات اس کی روح قبض کر لی۔

وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں مجھ سے ابن عباسؓ نے بُختُ نَصَّر کے بارے میں پوچھا تو میں نے اس کا قصہ آپ کو بیان کیا تو آپ نے فرمایا آپ نے اس کے ایمان کو فرعون کے جادوگروں کے ایمان کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

وہبؒ فرماتے ہیں پھر جب بُختُ نَصَّر فوت ہو گئے تو ان کا بیٹا ان کی مسند پر بیٹھا یہ متکبر اور سرکش تھا۔ بیت المقدس کے برتنوں میں کھاتا تھا اور ان برتنوں میں شراب پیتا تھا اور یہ وہ برتن تھے جو شیاطین نے سلیمانؑ کے لئے مختلف جواہرات سے بنائے تھے۔ دانیالؑ نے اس کو فرمایا تو ایسا نہ کر کیونکہ تیرے والد نے بھی ایسا کام کرنے کا ارادہ کیا تھا تو میں نے ان کو بتایا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے تو انہوں نے میری بات مان کر ان کو چھوڑ دیا لیکن بُختُ نَصَّر کے بیٹے نے دانیالؑ کی بات قبول نہیں کی اور ان کو دھکا دے دیا۔ اس کی والدہ بہت سمجھدار عورت تھی اس نے کہا تو نے دانیالؑ کو دھکا دے کر برا کام کیا ہے، میں نے دیکھا کہ تیرے والد ان کی تعظیم کرتے تھے اور اپنے اہم کام ان کے سپرد کرتے تھے اور تیرے والد تجھ سے زیادہ سمجھدار تھے اور وہ دانیالؑ کی تعظیم ان کے علم اور خیر خواہی کی وجہ سے کرتے تھے اور مجھے ڈر ہے کہ کسی وقت تجھے ان کی ضرورت پڑے گی تو یہ تجھ سے خیر خواہی نہیں کریں گے تو اس نے والدہ کو کہا مجھے زمین میں کوئی آدمی ان سے زیادہ ناپسند نہیں ہے۔ تو والدہ نے کہا عنقریب تو جان لے گا۔ بُختُ نَصَّر کا بیٹا عید کے دن اپنی قوم کے بڑے لوگوں کے ساتھ تھا، اچانک ایک لڑکی ظاہر ہوئی جس کا ہاتھ تھا لیکن کلائی نہیں تھی اور نہ اس کا کوئی ساتھی تھا اس نے ان لوگوں کے لئے تین جملے لکھے اور غائب ہوگئی۔ ان لوگوں نے اس لڑکی کو نہیں دیکھا تو گھبرا گئے اور ان کو یہ معلوم بھی نہ تھا کہ یہ کیا لکھا ہوا ہے؟ اور سب حیران تھے تو بُختُ نَصَّر کی بیوی نے اپنے بیٹے کو کہا تو اپنے اوپر غم کو طول نہ دے۔ دانیالؑ کو بلا وہ تجھے بتائیں گے اور تیری مشکل دور ہو جائے گی تو بُختُ نَصَّر کے بیٹے نے دانیالؑ کو پیغام بھیج کر بلوایا اور اپنے کئے پر معافی مانگی پھر ان سے کہا کہ اس ہاتھ نے جو کچھ لکھا تھا وہ پڑھیں تو انہوں نے پڑھا ”وزن کیا تو ہلکا نکلا، اور وعدہ کیا تو پورا کیا اور جمع کیا پھر جدا کر دیا۔ بُختُ نَصَّر کے بیٹے نے پوچھا اس کا معنی کیا ہے؟ دانیالؑ نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے اعمال کا وزن کیا ہے تو وہ ان کے ہاں ہلکے نکلے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم سے ملک کا وعدہ کیا تھا تو وہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے امور اور ملک کو جمع رکھا تھا اب وہ اس کو تتر بتر کر دیں گے۔ بُختُ نَصَّر کے بیٹے نے پوچھا یہ کب ہوگا؟ دانیالؑ نے فرمایا تو تین راتوں کے بعد قتل ہو جائے گا تو بُختُ نَصَّر کا بیٹا کھڑا ہو کر اپنے گھر میں داخل ہو گیا پھر اپنے سب سے زیادہ قابل بھروسہ آدمی کو بلا کر کہا میرے دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھ جا تیرے پاس

سے جو بھی گزرے اس کو قتل کر دینا۔ تو چوکیدار نے ایسا ہی کیا جب تین دن گزر گئے تو بُخْتُ نَصّر کا بیٹا باہر نکلنے کے لئے کھڑا ہوا، وہ چوکیدار سویا ہوا تھا جب اس خبیث یعنی بادشاہ کے بیٹے کا چوکیدار سے گزر ہوا تو چوکیدار بیدار ہو گیا اوراس کو تلوار مارنے لگا تو اس نے کہا میں بادشاہ کا بیٹا ہوں۔ چوکیدار نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے یہ کہہ کر اس کو قتل کر دیا۔ تو اہل بابل کا معاملہ بگڑ گیا پھر ان کے بادشاہوں میں سے ایک ان کا بادشاہ بن گیا اور لوگوں سے مشورہ کیا کہ بنی اسرائیل کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ لوگوں نے کہا ہماری رائے یہ ہے کہ ان لوگوں کو یہاں سے نکال دیں کیونکہ ہمیں اور ہمارے بادشاہوں پر تمام مصیبتیں انہی کی وجہ سے آئی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں ڈالی تھی تو بادشاہ نے دانیالؑ کو بلایا اور کہا آپ اپنی قوم کو لے کر ہمارے شہروں سے چلے جائیں تو دانیالؑ ان کو لے کر چلے گئے اور بادشاہ نے ان لوگوں کو کہا بُخْتُ نَصّر اپنے ساتھ بیت المقدس کا جو مال لایا تھا تم وہ بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ تو یہ حضرات سامان لے کر صحیح سالم بیت المقدس واپس آ گئے اور کورش ہمدانی نے بیت المقدس کو دوبارہ آباد کیا۔ ہم دانیال کے واقعہ سے فارغ ہو کر اس کا واقعہ ذکر کریں گے۔

اور الفتوح میں روایت کیا گیا ہے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے جب سوس نامی شہر فتح کیا اور اس کے بادشاہ کے محل میں داخل ہوئے تو اس کا خزانہ کھولنے لگے یہاں تک کہ ایک کمرہ کے دروازہ پر پہنچے جس پر تالا لگا ہوا تھا تو ابو موسی اشعریؓ نے فرمایا اس کو کھولو تو لوگوں نے کہا اس میں کوئی مال نہیں ہے ابو موسی اشعریؓ نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ لوگوں نے کہا ایسی چیز ہے جس کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے ابو موسیٰ اشعریؓ کے اصرار پر لوگوں نے وہ کمرہ کھولا تو ابو موسیٰ اشعریؓ نے دیکھا کہ اس میں ایک بڑی چٹان ہے حوض کی طرح، جس کے درمیان میں سوراخ ہے اور ایک مردہ آدمی اس میں لیٹا ہوا ہے جس کا قد بہت بڑا ہے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس کا ناک ناپا تو وہ ایک بالشت تھا۔ تو ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا یہ دانیال حکیمؑ ہیں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں اور ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا تو آپؓ نے لوگوں کو جمع کر کے ان سے پوچھا تو لوگ ان کو نہیں پہچانتے تھے یہاں تک کہ عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا جی ہاں یہ دانیال حکیم ہیں، یہ بنی اسرائیل کے ان قیدیوں میں سے ہیں جن کو بُخْتُ نَصّر سرزمین بابل میں قید کر کے لے گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ سوس تک کیسے پہنچ گئے؟ اور کہا جاتا ہے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے اہل سوس سے پوچھا کہ دانیالؑ تم تک کیسے پہنچ گئے؟ تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارے ملک میں قحط ہو گیا تو ہمارے بادشاہ نے بابل کے بادشاہ سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان کے پاس دانیالؑ کو بھیج دیں تاکہ وہ ان کیلئے دعا کریں تو بُخْتُ نَصّر نے ان کو بھیج دیا تو دانیالؑ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کی وجہ سے بارش بھیج دی تو ہمارے بادشاہ نے دانیالؑ کو اپنے پاس روک لیا تھا۔ جب دانیالؑ وفات پا گئے تو بادشاہ نے ان کو کفن دلوا کر اس دروازہ میں رکھوا دیا جس کو آپ دیکھ رہے ہیں تو ہمیں جب قحط یا کوئی اور مصیبت آتی تھی تو ہم اس دروازہ کو کھول کر

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تو ان کی وجہ سے ہماری دعا قبول کی جاتی تھی۔ تو ابو موسیٰؓ نے یہ ساری بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ بھیجی تو حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو پیغام بھیجا کہ ان کو کمرے سے نکال کر نئے کفن پہنا کر دفن کر دیں کیونکہ اسلام کا طریقہ دفن کرنا ہے تو ابو موسیٰؓ نے ایسا ہی کیا۔ اور ابو موسیٰؓ کو خوف ہوا کہ سوس والے ابو موسیٰؓ کے جانے کے بعد ان کو نکال لیں گے تو نہر سوس جو کہ بڑی وادی میں تھی ابو موسیٰؓ کے حکم پر اس کو اس جگہ سے تبدیل کر کے اس وادی میں دانیالؑ کی قبر کھود کر ان کو دفن کر دیا گیا اور اس سوراخ والی چٹان کو سیسہ کے ذریعہ بند کر دیا تا کہ پانی اس کو نقصان نہ دے پھر اس پر پانی جاری کر دیا گیا اور وہ اب بھی وہیں ہے (واللہ اعلم)۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بُختُ نصّر کو اس وقت مسلط کیا تھا جب انہوں نے یحییٰ بن زکریاؑ کو قتل کیا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں یہ سب باتیں روایت کی گئی ہیں۔

کورش ہمدانی کی تعمیر بیت المقدس

بہر حال کورش ہمدانی اور اس کا بیت المقدس کو تعمیر کرنا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ کورش کا والد ہمدان کا بادشاہ تھا اور اس کے پاس بنی اسرائیل کی قیدی عورتوں میں سے ایک عورت آئی اور اس سے کورش پیدا ہوا۔ کورش جب بڑا ہوا تو اپنی والدہ سے بیت المقدس کے قصے اور بنی اسرائیل کے حالات سنا کرتا تھا۔ جب یہ اپنے والد کے بعد بادشاہ بنا تو اپنی والدہ اور بہت سارا مال اور لشکر لے کر بیت المقدس گیا اور بعض نے کہا ہے کہ کورش نے ایک اسرائیلی عورت سے نکاح کر لیا تھا تو اس سے بنی اسرائیل اور بیت المقدس کے حالات سنے تو اس بات نے بادشاہ کو ابھارا اور وہ مال اور کاریگر لے کر وہاں چلا گیا اور کہا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ تیس ہزار مستری اور دیگر کاریگر تھے انہوں نے تیس سال وہاں محنت و مزدوری کی اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے بھی زیادہ۔ حتیٰ کہ انہوں نے سارے شہر کو از سر نو تعمیر کر دیا اور مسجد بھی ویسی بنائی جیسی اس کو بتائی گئی تھی۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ ارمیاؑ جب مصر میں تھے اور بُختُ نصّر ان کا راستہ چھوڑ گیا تھا تو ارمیاؑ بیت المقدس اور اس کے محلوں کو یاد کر کے روتے تھے اور ان کے ساتھ ان کا گدھا تھا جس پر ایک ٹوکری انگوروں کی اور ایک ٹوکری انجیر کی اور ایک مشکیزہ شیرہ کا تھا تو ارمیاؑ نے کہا:

اَنّٰی یُحۡیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعۡدَ مَوۡتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ [سورۃ البقرۃ:259].

(ترجمہ) کس طرح اللہ اس کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اس شخص کو سو سال کے لئے موت دے دی۔

اور ان کے گدھے کو موت دے دی اور ان کے پھلوں اور شیرے کو باقی رکھا۔ پھر ان کو اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سَر اور آنکھوں اور دل کو زندہ کر دیا یہاں تک کہ وہ سب کچھ دیکھتے رہے۔ یہ کورش کے بیت المقدس کو تعمیر کرنے کے دن تھے، تو ارمیاؑ تیس سال تک دیکھتے رہے جب بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو زندہ کر دیا، یہ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور بیت المقدس کے باشندوں کو اس میں دیکھا پھر اللہ

تعالیٰ نے بیت المقدس کی تعمیر کے دو سال بعد ارمیاؑ کی روح قبض کر لی۔

مؤرخین فرماتے ہیں اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [البقرة:259]

(ترجمہ) یا جیسے آپؐ نے اس شخص کو نہ دیکھا جو ایک شہر سے گزرا جو اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا کہا کس طرح اللہ اس کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرے گا تو اللہ نے اس شخص کو سو سال کیلئے موت دے دی پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا کتنی دیر ٹھہرے کہا ایک دن یا کچھ دن، فرمایا بلکہ تم ایک سو سال اسی حالت میں رہے ہو اب اپنے کھانے اور پینے کی طرف دیکھو جو سڑا نہیں اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو اور ہم تجھے لوگوں کے لئے نمونہ بنانا چاہتے ہیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھو ہم کس طرح ابھار کر ان کو ترتیب دیتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں پھر جب اس پر یہ سب کیفیت ظاہر ہوگئی تو کہہ اٹھا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے)۔

اور جن حضرات نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دانیالؑ اپنے ساتھ باقی ماندہ بنی اسرائیل کو لے کر بیت المقدس واپس آگئے تھے انہوں نے فرمایا ہے کہ دانیالؑ بیت المقدس اور بنی اسرائیل بیت المقدس میں بہت اچھے حال میں رہنے لگے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی اور ان کے بعد برے جانشین بنے جنہوں نے اپنے اعمال تبدیل کر لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اس کو مسلط کیا جس نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا [سورة بنی اسرائیل:7]

(ترجمہ) پھر جب دوسرا وعدہ پہنچا تو اور لوگ بھیجے کہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد میں گھس جائیں جیسے پہلی مرتبہ گھس گئے تھے اور اچھی طرح برباد کر دیں جس جگہ غالب ہوں۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ بُختُ نَصَّر کے بیٹے کے بعد بنی اسرائیل کے ساتھ عزیرؑ واپس بیت المقدس آئے تھے (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

حضرت عزیر علیہ السلام

ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ عزیر بن شرخیاؑ انبیاءؑ کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے تورات کو اچھی طرح یاد کیا تھا، ان کے زمانہ میں کوئی شخص ان سے بڑا تورات کا عالم نہیں تھا۔ یہ بُخْتُ نَصَّر کی قید میں نوعمر لڑکے تھے جب یہ چالیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنایا۔ اور یہ بابل کی ایک بستی میں تھے جس کو سابراباذ کہا جاتا تھا اور دوسری بستی میں ان کی کچھ زمین تھی جسے دَیرِہِرَقل کہا جاتا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ وہ کسی کام سے اس بستی کی طرف جارہے تھے تو راستے میں ایک اجڑی ہوئی بستی پر گزر ہوا، اس وقت دوپہر کا وقت ہو چکا تھا تو عزیرؑ کو گرمی لگی تو آپؑ نے بستی کے ایک باغ میں پڑاؤ کیا، آپؑ کے ساتھ ایک انگور کی ٹوکری تھی اور دوسری انجیر کی اور ایک شیرہ کا مشکیزہ تھا۔ تو آپ نے یہ سارا سامان رکھ کر اپنے گدھے (دراز گوش) کو باندھ دیا اور عزیرؑ ایک درخت کا سہارا لے کر لیٹ گئے آپ بستی کی ویرانی دیکھ رہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ یہ بستی تباہ ہو چکی ہے۔ عزیرؑ نے کہا:

اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا [سورة البقرة:259].

(ترجمہ) اللہ اس کو اس کے تباہ ہونے کے بعد کس طرح سے زندہ کرے گا؟۔

اس سوال کو انہوں نے دوبارہ بعثت کے انکار اور اس بستی کے ویران ہونے کے بعد آباد ہونے کے استبعاد کے انداز سے تعبیر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا انہوں نے عزیرؑ کی روح قبض کر کے ان کو اسی جگہ سو سال کے لئے موت دے دی جب سو سال مکمل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا سَر، دل اور آنکھیں زندہ کر دیں تا کہ وہ دیکھ اور سمجھ سکیں۔ پھر اس گدھے کی تخلیق کی اور اس کے اعضاء کو جوڑا اور ان پر گوشت اور جلد چڑھائی اور عزیرؑ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ جب آپ کا جسم اور زندگی مکمل ہو گئی تو آپ کے پاس فرشتہ آیا اور پوچھا اے عزیر! آپ کتنی دیر اس حال میں رہے ہیں؟

اور بعض نے کہا ہے کہ ان کو اوپر سے آواز آئی:

كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ [سورة البقرة:259].

(ترجمہ) کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ عرض کیا: ایک دن یا کچھ دن۔

کیونکہ عزیرؑ چاشت کے وقت سوئے تھے اور دن کے آخر میں اٹھائے گئے تھے اس وقت سورج بلند تھا تو فرشتے نے ان کو کہا:

بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِکَ وَ شَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّهْ [سورة البقرة:259].

(ترجمہ) بلکہ تم ایک سو سال اسی حالت میں رہے ہو اب اپنے کھانے اور پینے کی طرف دیکھو جو سڑا نہیں۔ یعنی انگور، انجیر اور شیرہ۔ اور اپنے مردہ گدھے کو دیکھیں۔ عزیرؑ نے دیکھا تو اسکی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی تھیں اور سفید ہونے کی وجہ سے چمک رہی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو وہ ہڈیاں رینگ رینگ کر ایک دوسرے سے ملنے لگیں اور تمام اعضاء اور جوڑ مل گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر پٹھے اور رگیں پھر گوشت پیدا کر کے جلد چڑھا دی پھر بال رینگ کر جسم پر لٹک گئے پھر اس میں روح پھونک دی گئی تو وہ کھڑا کر ڈھینچوں ڈھینچوں کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں اسی کا ذکر ہے:

وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَکْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [سورة البقرة:259].

(ترجمہ) اور ہڈیوں کی طرف دیکھو ہم کس طرح ابھار کر ان کو ترتیب دیتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں پھر جب اس پر یہ سب کیفیت ظاہر ہوگئی تو کہہ اٹھا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

پھر عزیرؑ اپنے گدھے پر سوار ہو کر اپنے گھر تشریف لے گئے جب بستی میں داخل ہوئے تو نہ ان کو کوئی پہچانتا تھا اور نہ وہ کسی کو پہچانتے تھے تو جب اپنے گھر آئے تو وہ بھی پہلے جیسا نہیں تھا اور عزیرؑ نے گھر کے دروازے پر ایک نابینا بوڑھی خاتون کو بیٹھے دیکھا اس بوڑھی عورت پر ایک سو بیس سال گزر چکے تھے تو عزیرؑ نے اس خاتون سے پوچھا کہ یہ عزیرؑ کا گھر ہے؟ اس نے کہا ہاں اور رونے لگی اور کہا میں نے کئی سال سے کسی کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ عزیرؑ نے کہا میں عزیرؑ ہوں ان خاتون نے کہا سبحان اللہ! ہم نے سو سال سے عزیرؑ کو نہیں دیکھا عزیرؑ نے فرمایا میں عزیرؑ ہی ہوں۔ ان خاتون نے کہا عزیرؑ کی دعا قبول ہوتی تھی آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میری نگاہ واپس آجائے تاکہ میں آپ کی سچائی معلوم کرلوں تو عزیرؑ نے اپنے رب سے دعا کی اور ان خاتون کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بصارت لوٹا دی۔ جب انہوں نے عزیرؑ کو دیکھا تو کہنے لگیں کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ عزیرؑ ہیں اور یہ خاتون لوگوں کی آزاد کردہ باندی تھیں، انہوں نے عزیرؑ کی تربیت کی تھی۔ پھر وہ خاتون بنی اسرائیل کی ایک مجلس میں چلی گئی جس میں عزیرؑ کا بیٹا موجود تھا جو ایک سو دس سال کا ہو چکا تھا اور اس کے بیٹے (عزیرؑ کے پوتے) بھی بوڑھے تھے اور ان لوگوں کو کہا یہ عزیرؑ ہیں جو تمہارے پاس آگئے ہیں تو لوگوں نے اس عورت کو جھٹلا دیا۔

تو اس عورت نے کہا میں فلاں نابینا عورت ہوں جو تمہاری آزاد کردہ باندی تھی عزیرؑ نے میرے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے میری بصارت واپس کر کے مجھے شفا عطا کی ہے تو لوگ کھڑے ہو کر عزیرؑ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ عزیرؑ ہیں تو عزیرؑ کے بیٹے نے کہا میرے والد کے دونوں کندھوں کے درمیان پہلی رات

کے چاند کی طرح ابھرا ہوا گوشت تھا آپ مجھے وہ دکھائیں۔تو عزیرؑ نے کپڑا ہٹایا تو ان کے بیٹے نے دیکھا تو وہ عزیرؑ ہی تھے۔تو قوم نے کہا بنی اسرائیل میں کوئی شخص عزیرؑ سے زیادہ تورات کا عالم نہ تھا اور تورات بُخْتُ نَصَّر کے جلانے کے بعد ختم ہوگئی تھی اور اب ہمارے پاس کوئی نسخہ نہیں اگر تم عزیر ہو تو آپ ہمیں تورات پڑھ کر سنائیں تو عزیرؑ نے تورات دیکھے بغیر اپنی یادداشت سے تورات پڑھی تو اس کے بعد یہود کہنے لگے: عزیرؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عزیرؑ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے تو آپؑ ایک نوجوان تھے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کی تو وہ تیس سال کے تھے اور جب ان کو سو سال کے بعد اٹھایا تو ان کا بیٹا ایک سو بیس سال کا تھا اور ان کے سارے پوتے بوڑھے تھے تو گویا یہ لوگوں کے لئے ایک کھلی نشانی یعنی عجوبہ تھا۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں سب سے پہلے عزیرؑ نے ہی تقدیر کے بارے میں گفتگو کی تھی اور اپنے رب سے اس بارے میں سوال کیا تھا اور انہوں نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے تعجب ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے کافر دشمنوں کو اپنے مؤمن بندوں اور اپنے انبیاءؑ کی اولاد پر کیسے مسلط کر دیا ہے؟ حتیٰ کہ آپ کے دشمنوں نے ان کو قتل کیا اور آپ کے گھر اور مسجد کو ویران کر دیا اور مسجد پر اُن کی اور آپ کی اتاری ہوئی کتاب کو جلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے عزیر! ان لوگوں نے میری نافرمانی کی تھی اور جب مجھے پہچاننے والے لوگ میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دیتا ہوں جو مجھے نہیں پہچانتے۔تو عزیرؑ نے عرض کیا اے میرے رب! اگر آپ یہ چاہتے کہ آپ کی نافرمانی نہ کی جائے تو آپ کی نافرمانی نہ کی جاتی اور اگر آپ چاہتے کہ آپ کی فرمانبرداری کی جائے تو آپ کی فرمانبرداری کی جاتی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عزیر تقدیر میرا راز ہے آپ اس میں دخل نہ دیں اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو میرے راز کے بارے میں سوال کرتا ہے۔تو اس وقت عزیرؑ رک گئے پھر عزیرؑ نے اپنے رب سے دوبارہ سوال کرتے ہوئے کہا اے میرے معبود! مجھ پر ایک بات مشتبہ ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ پر کیا بات مشتبہ ہوگئی ہے؟ تو عزیرؑ نے عرض کیا آپ نے اپنے آگ پرست بندوں کو اپنے اولیاء اور منتخب لوگوں پر مسلط کر دیا حتیٰ کہ ان آگ پرستوں نے آپ کے بندوں کو قتل کیا اور ان کو قیدی بنایا اور آپ کا گھر اجاڑا اور آپ کی وہ کتاب جلا دی جو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے تو اے میرے رب یہ کیسے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عزیر! بنی اسرائیل نے میرے محارم کی خلاف ورزی کی اور میرے انبیاءؑ کو قتل کیا تو میں نے ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دیا جو میرے ثواب کی امید نہیں رکھتے اور نہ ہی میری سزا سے ڈرتے ہیں تو میں نے ان سے انتقام لیا یہ بڑی سزا ہے کیونکہ اگر میں ان پر ان کے علاوہ کسی کو مسلط کروں تو وہ ان کو ایسی سزا نہ دیں گے جو یہ لوگ دیتے ہیں۔عزیرؑ نے عرض کیا اے میرے رب! آپ حاکم عدل ہیں بے انصافی نہیں کرتے۔ بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے کبھی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا تو آپ نے عام لوگوں کو خاص لوگوں کی وجہ سے اور مجرموں کے گناہوں سے بری لوگوں کو ان کے ساتھ کیسے پکڑ لیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عزیر! فلاں جنگل میں چلے

جائیں یہاں تک کہ آپ کے پاس میرا حکم آجائے تو عزیرؑ وہاں چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس فرشتہ بھیجا اس نے کہا اے عزیر! کیا آپ نے گزشتہ کل کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں فرشتے نے پوچھا کیا آپ نور کو ماپنے پر قادر ہیں یا ہوا کا وزن کر سکتے ہیں؟ عزیرؑ نے جواب دیا نہیں۔فرشتے نے کہا اسی طرح آپ اللہ تعالیٰ کے راز بھی نہیں جان سکتے اور نہ میرے علم کی اصل تک پہنچ سکتے ہیں۔تو آپ اپنی بات سے باز آجائیں تو عزیرؑ ایک مدت تک خاموش رہے۔ پھر اپنے رب سے دوبارہ سوال کیا اے میرے رب آپ اپنے بندوں کی تقدیر میں گناہ لکھ کر پھر ان کو کیسے سزا دیتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عزیر تقدیر میرا راز ہے اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو میرے راز کے بارے میں سوال کرتا ہے۔اور اگر آپ اس سے باز نہ آئے جس سے میں نے آپ کو روکا ہے تو میں آپ کا نام انبیاءؑ علیہم السلام کے رجسٹر سے مٹا دوں گا تو عزیرؑ ایک مدت تک خاموش رہے پھر اپنے رب تعالیٰ سے پہلے جیسے سوالات کیئے تو اللہ تعالیٰ نے عزیرؑ کا نام انبیاءؑ کے رجسٹر سے مٹا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عزیرؑ کو فرمایا آپ کسی ایک صحرا میں چلے جائیں تو عزیرؑ وہاں چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر گرمی مسلط کردی حتیٰ کہ عزیرؑ اس سے تنگدل ہو گئے پھر ان کے لئے ایک درخت بلند کیا تو عزیرؑ اس درخت کے پاس آئے وہاں پانی کا ایک چشمہ تھا عزیرؑ اس پانی سے غسل کر کے درخت کے سایہ میں سو گئے وہاں چیونٹیوں کا گھر تھا تو ان میں سے ایک چیونٹی نے عزیرؑ کو کاٹ لیا عزیرؑ نے اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پر ملا تو بہت سی چیونٹیوں کو ماردیا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ جب عزیرؑ بیدار ہوئے تو چیونٹیوں کے گھر کو جلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اے عزیر! آپ نے چیونٹیوں کے گھر کو کیوں جلا دیا ہے؟ عزیرؑ نے جواب دیا کیونکہ ان میں سے ایک چیونٹی نے مجھے کاٹا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ کام تو ایک چیونٹی نے کیا تھا تو آپ نے باقی چیونٹیوں کو کیوں ہلاک کیا؟ تو عزیرؑ نے عرض کیا اے میرے رب! کیونکہ اس نے مجھے دوسری چیونٹیوں کی وجہ سے ہلاک کیا ہے تو عزیرؑ جان گئے کہ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے عزیرؑ کے اس سوال کی وجہ سے بیان کی کہ بنی اسرائیل کے مجرموں کے جرم کی وجہ سے باقی لوگوں کو کیوں ہلاک کیا گیا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے عزیرؑ کو وحی کی اور کہا اے عزیر آپ کا دعویٰ تھا اور آپ نے کہا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ عادل حاکم ہیں، بے انصافی نہیں کرتے تو آپ نے عام لوگوں کو خاص لوگوں کے گناہ کی وجہ سے عذاب کیوں دیا؟ اے عزیر! آپ جان لو کہ میں جب کسی قوم کو ان کے مجرموں کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کرتا ہوں تو میں مجرم کو اس کی معصیت کی وجہ سے سزا دیتا ہوں اور بے گناہ کو میں بہت نرمی سے اپنی رحمت میں لے لیتا ہوں تو وہ میری رحمت میں ہوتا ہے میں نے اس کو وہ ظاہری عذاب دے کر اس پر ظلم نہیں کیا ہوتا۔عزیرؑ نے عرض کیا اے میرے رب! اسی طرح آپ کا فیصلہ ہوتا ہے اور آپ عادل حاکم ہیں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں اور ابو عبداللہؒ نے کتاب التوحید کے باب القدریۃ میں عزیرؑ کا اپنے رب سے تقدیر کے بارے میں مناظرہ ذکر کیا ہے اور ایک طویل حدیث ذکر کی ہے جو وہاں موجود ہے، میں نے نہیں لکھی۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔

حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ o ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَ اللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ o اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا [سورۃ آل عمران: ۳۳ تا ۳۵].

(ترجمہ) اللہ نے پسند کیا آدمؑ کو اور نوحؑ کو اور آل ابراہیمؑ کو اور آل عمرانؑ کو سارے جہان سے (کہ نبوت ان کی نسل میں رکھی)۔ جو اولاد تھے ایک دوسرے کی اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ (یاد کیجئے) جب عمران کی بیوی (حنہ) نے کہا اے پروردگار میں نے تیری نذر کیا جو کچھ میرے پیٹ میں ہے آزاد (بیت المقدس کی خدمت کیلئے۔

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا [مریم: ۲] (یہ آپ کے رب کی اپنے بندہ زکریا پر رحمت کا تذکرہ ہے)۔

اس کے علاوہ قرآن مجید کی وہ تمام آیات جن میں ان دونوں کا تذکرہ ہے۔

مؤرخین فرماتے ہیں زکریاؑ کے والد کا نام آذن تھا اور وہ انبیاءؑ کی اولاد میں سے تھے اور مریمؑ کے والد عمران بن ماثا سلیمانؑ بن داودؑ کی اولاد میں سے تھے۔ اور عمران کے نکاح میں حنہ بنت فاقود تھیں جو مریمؑ کی والدہ تھیں اور ان کی مریمؑ سے بڑی ایک بیٹی تھی جس کا نام ایلشباع تھا، ان سے زکریاؑ نے نکاح کیا تھا اور مریمؑ کی والدہ اپنی پہلی بیٹی جو زکریاؑ کی بیوی تھیں ان کے پیدا ہونے کے بعد اولاد سے ناامید ہوگئی تھیں اور بوڑھی ہوچکی تھیں تو ایک دن حنہ درخت کے سایہ میں بیٹھی تھیں تو اچانک ان کی نظر ایک پرندہ پر پڑی جو اپنے چوزہ کو چوگا دے رہا تھا تو ان کو بچے کی خواہش پیدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کو بچہ عطا کریں تو اسی وقت ان کو حیض آ گیا جب حیض سے پاک ہوئیں تو ان کے خاوند ان کے پاس آئے اور حمل ہوگیا۔ جب بچہ ظاہر ہوا تو حنہ نے کہا اگر اللہ تعالیٰ مجھے صحیح سالم نجات دے دیں اور میں اپنے بچے کو جنم دے دوں تو میں اس کو محرر بنا دوں گی۔ اور محرر اس کو کہتے ہیں جو دنیا کے کام نہیں کرتا اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بیت المقدس کی خدمت میں مشغول رہے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں حنہ کا یہ قول مذکور ہے:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ o فَلَمَّا وَضَعَتْھَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُھَآ اُنْثٰی [سورۃ آل عمران: ۳۵۔۳۶].

(ترجمہ)(یاد کیجئے) جب عمران کی بیوی (حنہ) نے کہا اے پروردگار میں نے تیری نذر کیا جو کچھ میرے پیٹ میں ہے آزاد (بیت المقدس کی خدمت کیلئے پس مجھ سے قبول فرما بے شک تو ہی سنتا جانتا ہے۔ پھر جب اس کو جنا کہا اے رب میں نے یہ لڑکی جنی ہے۔

اور اس کا نام مریم رکھا اور غمگین ہو گئیں کیونکہ مسجد کے لئے وقف ہونا صرف لڑکے کے لئے مناسب ہے، اسی وجہ سے حنہؒ نے کہا:

اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی [سورۃ آل عمران:36].

(ترجمہ) مین نے یہ لڑکی جنی ہے حالانکہ اللہ کو خوب معلوم تھا کہ اس نے کس رتبہ کی لڑکی جنی اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں ہوسکتا تھا۔

یعنی مسجد میں۔ کیونکہ مؤنث کے حصہ میں تو حیض اور ایسے کام ہیں جن کا مسجد میں ہونا جائز نہیں ہے۔

وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَابِکَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ [سورۃ آل عمران:۱۳۶]

(ترجمہ)اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو تیری پناہ میں دیتی ہوں اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پہلو میں کوئی چیز چبھاتا ہے اسی وجہ سے بچہ پیدائش کے وقت روتا ہے سوائے عیسیٰ ابن مریمؑ کے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مریمؑ کی دعا کی وجہ سے ان کی حفاظت کی تھی۔ پھر حنہ مریمؑ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں عبادت گزار لوگوں اور علماء کے پاس لے آئیں، اس وقت سب عبادت گزاروں کے سربراہ حضرت زکریاؑ تھے اور آپؑ ہی تورات لکھتے تھے اور آپ ہی ذبح خانہ کے نگران اور قربانی کے ذمہ دار تھے۔ جب مریمؑ کی والدہ مریمؑ کو لے کر بیت المقدس میں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے زکریاؑ کو وحی کی کہ میں نے اس کو لڑکی ہونے کے باوجود قبول کرلیا ہے تو باقی راہب بھی مریمؑ کی کفالت کرنے میں رغبت ظاہر کرنے لگے کیونکہ مریمؑ کی ایک الگ شان تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو لڑکے کے بدلہ میں قبول کیا تھا۔ تو ان سب نے قرعہ اندازی کا سوچا اور زکریاؑ فرمانے لگے کہ مریمؑ کی کفالت میں میرا حق زیادہ ہے کیونکہ ان کی بہن میرے نکاح میں ہے، سب عبادت گزاروں نے کہا یہ حق قرابت کی وجہ سے نہیں ملے گا تو سب نے قرعہ اندازی کی اور زکریاؑ کے نام کا قرعہ نکل آیا۔ اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے:

وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ [سورۃ آل عمران:44].

(ترجمہ)اور آپؐ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ اپنے قلم (قرعہ) ڈال رہے تھے کہ مریم کو کون پالے۔

ان لوگوں نے وہ قلم جمع کئے جس سے لکھتے تھے۔ پھر ان کو ڈھانپ دیا اور بیت المقدس کی خدمت کے لئے جو لڑکے وقف تھے ان میں سے ایک نابالغ لڑکے کو کہا اپنا ہاتھ اندر داخل کر کے ایک قلم باہر نکالو۔ لڑکے نے زکریاؑ

کی قلم باہر نکالی تو سب کہنے لگے ہم اس پر راضی نہیں ہیں، ہم اپنے قلم پانی میں ڈالیں گے جس کا قلم پانی کے اوپر رہ گیا اور پانی اس کو بہا نہ سکا تو وہ مریمؑ کی کفالت کرے گا تو زکریاؑ کا قلم پانی کے اوپر آ گیا۔ انہوں نے کہا ہم دوسری مرتبہ قلم ڈالیں گے جس کے قلم کو پانی بہا گیا وہی زیادہ حق دار ہوگا تو سب نے اپنے قلم ڈالے، پانی زکریاؑ کا قلم بہا لے گیا پھر زکریاؑ مریمؑ کو لے کر اپنے گھر ان کی بہن ایلشباع کے پاس لے آئے جب مریمؑ کا دودھ چھڑوایا گیا اور وہ جوان ہوگئیں اور مسجد میں رہنے کے قابل ہوگئیں تو زکریاؑ نے مریمؑ کے لئے مسجد میں ایک محراب یعنی کمرہ بنوایا اور اس کا دروازہ درمیان میں رکھوادیا۔ بغیر سیڑھی کے کوئی اس کمرہ میں نہ جا سکتا تھا اور زکریاؑ مریمؑ کو اندر چھوڑ کر دروازہ بند کر دیتے تھے اور ان کی ضرورت کی چیزیں وہیں پہنچا دیتے تھے اور جب مریمؑ بالغ ہوگئیں تو جب ان کے ایام شروع ہوتے زکریاؑ ان کو اپنے گھر مریمؑ کی بہن یحییٰؑ کی والدہ کے پاس پہنچا دیتے اور جب وہ پاک ہو کر غسل کر لیتیں تو ان کو واپس محراب میں چھوڑ آتے اور زکریاؑ مریمؑ کے پاس سردیوں میں گرمیوں کے پھل انگور وغیرہ دیکھتے تھے اور گرمیوں میں سردیوں کے پھل۔ اور یہ پھل جبرائیلؑ لاتے تھے تو زکریاؑ یہ پھل دیکھ کر پوچھتے یہ بے موسم پھل آپ کے پاس کہاں سے آئے ہیں؟

قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ[سورۃ آل عمران:۳۷] (کہنے لگیں یہ اللہ کے پاس سے (جنت سے) ہے)۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس آتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ [سورۃ آل عمران:۳۷]۔

(ترجمہ) اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بے قیاس۔

تو زکریاؑ کو اولاد کی امید ہوئی اور کہنے لگے جو ذات مریمؑ کے پاس سردیوں کا پھل گرمیوں میں اور گرمیوں کا پھل سردیوں میں لاتی ہے، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مجھے بے وقت اولاد عطا کر دے تو اس وقت زکریاؑ نے اپنے رب سے دعا کی:

قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ [سورۃ آل عمران:۳۸].

(ترجمہ) عرض کیا: یارب مجھے اپنے پاس سے صالح بیٹا عطاء فرما بے شک تو دعا قبول کرنے والا ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں زکریاؑ نے یہ دعا مانگی تو اس وقت محرم کے تین دن باقی تھے اور زکریاؑ نے غسل کیا اور خوب آہ وزاری سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کا ذکر کیا ہے:

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ٥ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ٥ وَ اِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ٥ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا [سورۃ مریم: ۳ تا ۶].

(ترجمہ) جب انہوں نے اپنے رب کو آہستہ آواز میں پکارا۔ عرض کیا اے رب میری ہڈیاں بوڑھی ہوگئیں

اور سر میں بڑھاپے نے شعلہ مارا ہے اور میں اے رب آپ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔ اور میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے پس آپ مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطاء کر دیں۔ جو میرا اور اولاد یعقوبؑ کا وارث ہو اور اے رب اس کو پسندیدہ بنا دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے زکریاؑ کی دعا قبول کر لی اور زکریاؑ اور ان کی بیوی عمر رسیدہ ہو چکی تھیں تو ایک دن زکریاؑ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور یہ محراب ذبح خانہ کا کمرہ تھا اچانک ایک آدمی سفید کپڑے پہن کر آیا وہ جبرائیلؑ تھے تو انہوں نے کہا اے زکریا!:

اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحۡیٰی[سورۃ آل عمران:39] (اللہ آپؑ کو یحییٰؑ کی خوشخبری دیتا ہے)۔

یعنی ایک بیٹے کی جس کا نام یحییٰ ہے اور دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ نِ اسۡمُہٗ یَحۡیٰی لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا[سورۃ مریم:۷].

(ترجمہ) ہم تمہیں ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے ہم نے اس سے پہلے اس کا ہم نام نہیں بنایا۔

اس لئے کہ اس سے پہلے یحییٰ کسی کا نام نہیں رکھا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مُصَدِّقًۢا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ سَیِّدًا وَّ حَصُوۡرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ [سورۃ آل عمران: ۳۹].

(ترجمہ) جو کلمۃ اللہ (عیسیٰؑ) کی تصدیق کرے گا اور سردار ہوگا اور عورتوں کے پاس نہ جائے گا اور نیکوں میں سے نبی ہوگا۔

یعنی وہ اپنی اولاد کے لئے عورتوں کے پاس نہیں جاتے تھے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ ان کو عورتوں کی ضرورت نہیں تھی۔ اور ہمارے شیخ فرماتے تھے ایسی بات انبیاءؑ کے بارے میں کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بنی آدم میں سخت عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا عیب اپنے انبیاء میں پیدا نہیں کرتے کہ دشمن ان کو اس عیب کا طعنہ دے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان کو عورتوں کی ضرورت ہی نہ ہوتی تو زنا چھوڑنے میں ان کی کوئی مدح نہیں ہے اور نہ وہ ثواب کے مستحق ہوتے اور حصور فعول کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہے یعنی اپنے نفس کو بے حیائی سے روکنے والے اور نبی تھے۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا وَّ قَدۡ بَلَغۡتُ مِنَ الۡکِبَرِ عِتِیًّاo قَالَ کَذٰلِکَ قَالَ رَبُّکَ ہُوَ عَلَیَّ ہَیِّنٌ [سورۃ مریم:۹.۸].

(ترجمہ) عرض کیا اے رب میرا بیٹا کہاں سے ہوگا جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بے حد بوڑھا ہو گیا ہوں۔ فرمایا یوں ہی ہوگا آپ کے رب نے فرما دیا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے۔

وہ جو چاہے کر سکتا ہے اگر چاہے تو نوجوانی کی حالت میں اولاد عطا کر دے اور اگر چاہے تو بڑھاپے کی

حالت میں عطا کردے پھر ان کو فرمایا:

وَ قَدۡ خَلَقۡتُکَ مِنۡ قَبۡلُ وَ لَمۡ تَکُ شَیۡئًا [سورۃ مریم: ۹].

(ترجمہ) اور میں نے اس سے پہلے تمہیں پیدا کیا جبکہ تم کوئی چیز نہیں تھے۔

اور یہ دو بوڑھوں سے اولاد ہونے کی بنسبت زیادہ تعجب خیز ہے۔

قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّیۡۤ اٰیَۃً [سورۃ ال عمران: ۴۱] (عرض کیا: یارب! مجھے کچھ نشانی دے دیجئے)۔

یعنی علامت تا کہ میں جان جاؤں کہ میری بیوی حاملہ ہو چکی ہے اور زکریاؑ نے یہ علامت اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے سچ ہونے پر نہیں مانگی تھی۔ انبیاءؑ ایسی بدگمانی سے پاک ہوتے ہیں۔

قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمۡزًا [سورۃ ال عمران: ۴۱].

(ترجمہ) فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تو نہیں بات کر سکے گا لوگوں سے تین دن تک مگر اشارہ سے)۔

اور فرمایا:

ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا [سورۃ مریم:10] (تین (دن) رات تک بات نہیں کر سکو گے)۔

پھر زکریاؑ کی بیوی ایلشباع بنت عمران کے مخصوص ایام آئے اور وہ پاک ہوئیں تو زکریاؑ ان کے پاس گئے، اس کے بعد ان کو حمل ہو گیا اور زکریاؑ لوگوں سے بات چیت اور دنیاوی امور میں گفتگو نہیں کر سکتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہتے تو اللہ تعالیٰ ان کی زبان میں قوت گویائی عطا کر دیتے تھے۔ اسی کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے:

اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمۡزًا [سورۃ ال عمران: ۴۱].

(ترجمہ) تو نہیں بات کر سکے گا لوگوں سے تین دن تک مگر اشارہ سے۔ یعنی اشارہ کے ذریعہ۔

وَ اذۡکُرۡ رَّبَّکَ کَثِیۡرًا [سورۃ آل عمران: ۴۱] (اپنے رب کو بہت یاد کر) ان دنوں میں۔

وَّ سَبِّحۡ بِالۡعَشِیِّ وَ الۡاِبۡکَارِ [سورۃ ال عمران: ۴۱] (اور شام اور صبح کے وقت تسبیح کر)

کیونکہ وہ اس پر قادر تھے۔ اور آیت میں سویا کا معنی یہ ہے کہ تندرست ہیں، گونگا پن لاحق نہیں ہوا۔ جب آپ یہ علامت دیکھیں تو جان لیں کہ آپ کی اہلیہ کو حمل ہو گیا تو زکریاؑ اپنی قوم کے پاس محراب سے باہر نکلے اور ان کو اشارہ کیا اور کہا جاتا ہے کہ زمین پر ان کو لکھ دیا کہ صبح و شام تسبیح کرو پھر ان کی اہلیہ کے ہاں یحییٰؑ کی ولادت ہوئی اور وہ جوان ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یٰیَحۡیٰی خُذِ الۡکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ وَ اٰتَیۡنٰہُ الۡحُکۡمَ صَبِیًّا [سورۃ مریم:12].

(ترجمہ) اے یحییٰ کتاب کو مضبوط ہو کر لے لو اور ہم نے ان کو لڑکپن میں ہی سمجھ دے دی تھی۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کا واقعہ یہ ہے کہ یحییٰؑ کا چند لڑکوں پر گزر ہوا وہ نہر کے کنارے پانی اور مٹی سے کھیل رہے تھے تو انہوں نے یحییٰؑ کو بلایا اور کہنے لگے اے یحییٰ! آپ آجائیں ہم کھیلتے ہیں تو یحییٰ علیہ السلام

نے فرمایا: سبحان اللہ ہم کھیل کود کے لئے نہیں پیدا کیے گئے۔ یحییٰ علیہ السلام اس وقت چار سال کے تھے تو یحییٰ علیہ السلام اور ان کی خالہ کے بیٹے عیسیٰ تھے۔

اور بعض راویوں نے ذکر کیا ہے کہ مریمؑ کو عیسیٰ علیہ السلام کا حمل انہی دنوں میں ہوا تھا جن دنوں میں ان کی بہن کو یحییٰ علیہ السلام کا حمل ہوا تھا اور مریمؑ کو اپنی بہن ایلشباع کے حمل کا علم نہیں تھا اور نہ ہی ایلشباع کو مریمؑ کے حمل کا علم تھا تو ایک دن مریمؑ اپنی بہن کے گھر داخل ہوئیں تو ان کی بہن نے کہا اے مریم! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں حمل سے ہوں تو مریمؑ نے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں بھی حاملہ ہوں؟ بہن نے کہا تب تو آپ اس رسول کو جنم دیں گی جن کی خوشخبری ہمیں تورات میں دی گئی ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوں گے۔ اور ان کی بہن نے کہا اے مریم! جو بچہ آپ کے پیٹ میں ہے وہ اس بچہ سے افضل ہے جو میرے پیٹ میں ہے۔ مریمؑ نے پوچھا آپ نے یہ کیسے پہچان لیا؟ بہن نے کہا جو بچہ میرے پیٹ میں ہے جب ہم ملتی ہیں تو وہ بچہ آپ کے پیٹ میں موجود بچہ کو سجدہ کرتا ہے اور دیگر مؤرخین نے فرمایا کہ ایسا نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مریم کو عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے تین سال بعد دی تھی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کے واقعہ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ٥ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِيْ وَ ارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ٥ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ٥ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ [سورة آل عمران: ۴۲ تا ۴۵].

(ترجمہ) اور (یاد کیجئے) جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ نے تجھے پسند کیا اور (مردوں سے) پاک کیا اور تجھے (اس) زمانہ بھر کی عورتوں سے چن لیا۔ اے مریم اپنے رب کی بندگی کر اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ یہ خبریں غیب کی ہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اور آپؐ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ اپنے قلم (قرعہ) ڈال رہے تھے کہ مریم کو کون پالے گا اور آپؐ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ (اس کے پالنے کیلئے) جھگڑ رہے تھے۔ جب فرشتوں (جبرائیلؑ) نے کہا اے مریم! اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنی ایک بات کی جس کا نام مسیح عیسی ابن مریمؑ ہے دنیا میں مرتبہ (نبوۃ) والا (ہوگا) اور آخرت میں (شفاعت والا) اور مقرب حضرات میں سے ہوگا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے ایام اکٹھے کرونگا اور ان دونوں کا واقعہ اور امور آپس میں ملتے جلتے ہیں لیکن زکریاؑ اور یحییٰ علیہ السلام کا مکمل قصہ پہلے ذکر کیا گیا پھر عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرونگا

تا کہ زیادہ آسان ہو جائے۔ اور جب یحییٰ علیہ السلام بڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت اور نبوت عطا کی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ یحییٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عبادت گزار تھے اور سب سے زیادہ کوشش کرتے تھے اور عبادت میں خوب آگے تھے اور وہ صرف ٹاٹ کا لباس پہنتے تھے۔

اور ذکر کیا گیا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام اپنے بچپن میں بیت المقدس میں داخل ہوئے تو اس میں عابدوں کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی ہنسلی کی ہڈیوں کو پھاڑ کر ان میں بیڑیاں داخل کر کے ان کو ستونوں سے باندھ رکھا ہے اور ٹاٹ کا لباس اور لمبی ٹوپیاں (یا لباس کے ساتھ کی ٹوپیاں) پہن رکھی ہیں تو یحییٰ علیہ السلام واپس اپنی والدہ کے پاس آئے اور کہا اے اماں جان! میرے لئے ایک اون اور ٹاٹ کی قمیض اور لمبی ٹوپی بنائیں جو میں نے راہبوں کے جسم پر دیکھی ہے تو والدہ نے کہا اے میرے بیٹے! آپ کمزور بچے ہیں اس کو برداشت نہیں کر سکتے اور نہ آپ کا جسم ٹاٹ کے لباس کو برداشت کر سکتا ہے تو یحییٰ علیہ السلام نے کہا میں ایسا ضرور کروں گا تو والدہ نے یحییٰ علیہ السلام کے لئے وہ لباس تیار کر دیا تو یحییٰ علیہ السلام نے ٹاٹ کا لباس پہنا اور اپنے چہرے پر ٹوپی ڈالی اور بیت المقدس میں داخل ہو کر عابدوں کے ساتھ عبادت کرنے لگے اور بہت کم کھاتے پیتے تھے حتیٰ کہ ان کے والدین ان کی عبادت کی مشقت اور جسم کی کمزوری کو دیکھ کر غمگین ہو گئے اور یحییٰ علیہ السلام کے والدین ان کے پاس آئے اور ان کو کہا تو یحییٰ علیہ السلام نے کہا آپ دونوں مجھے یہ کام کرنے سے نہ روکیں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام اتنا روتے تھے کہ آپؑ کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشانات پڑ گئے تھے۔ تو ان کی والدہ نے اون کے دو ٹکڑے یحییٰ علیہ السلام کے رخساروں پر باندھ دیئے تا کہ آنسو ان پر بہیں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے ایک دن اپنا ٹاٹ اتار کر اپنے بدن کا ضعف اور لاغر پن دیکھا تو رقت طاری ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے وحی کی اے یحییٰ! کیا آپ کو اپنے جسم کے لاغر پن کی وجہ سے غم ہو رہا ہے؟ اللہ کی قسم اگر آپ ایک نگاہ جہنم پر ڈالیں تو آپ جو مشقت اٹھا رہے ہیں یہ آپ کو بہت چھوٹی معلوم ہو گی۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کے والد زکریاؑ جب لوگوں کو وعظ کرنے لگتے تو حاضرین مجلس پر نگاہ دوڑاتے اگر یحییٰ علیہ السلام کو دیکھ لیتے تو جہنم کا ذکر نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یحییٰ علیہ السلام کا دل اس کو برداشت نہ کر سکے گا۔ اور جب یحییٰ علیہ السلام نہ ہوتے تو جہنم کا ذکر کرتے تو ایک دن زکریاؑ نے لوگوں کو وعظ کرتے ہوئے نگاہ دوڑائی تو یحییٰ علیہ السلام پر نگاہ نہیں پڑی وہ لوگوں کے درمیان بیٹھے تھے اور اپنا سر قمیص میں دیا ہوا تھا تو زکریاؑ نے فرمایا مجھے جبرائیلؑ نے حدیث بیان کی ہے کہ جہنم میں ایک پہاڑ ہے جس کو سکران کہا جاتا ہے اس پہاڑ میں ایک وادی ہے جس کو غضبان کہا جاتا ہے وہ رحمان تعالیٰ کے غصہ کی وجہ سے غصہ ہوتی ہے اور اس وادی میں ایک گہرا کنواں ہے اس کی گہرائی سو سال ہے اور اس کنویں میں آگ کے تابوت ہیں ان تابوتوں میں آگ کے صندوق ہیں اور ان صندوقوں میں آگ کے لحاف ہیں جب یہ بات یحییٰ علیہ السلام نے سنی تو ایک

زوردار چیخ مار کر وہاں سے چلے گئے تو زکریاؑ اپنی مسند سے نیچے اتر کر اپنی اہلیہ کے پاس گئے اور کہا اے یحیٰی کی والدہ! یحیٰی کو پکڑو وہ کہیں چلے گئے ہیں، یہ دونوں تین دن یحیٰی علیہ السلام کو تلاش کرتے رہے پھر چوتھے دن یحیٰی علیہ السلام کو بیت المقدس کی ایک گھاٹی میں ایک پانی کے چشمہ کے پاس پایا۔ انہوں نے اپنے پاؤں پانی میں لٹکا رکھے تھے اور ٹکٹکی باندھ کر آسمان کو دیکھ رہے تھے۔ تو یہ دونوں یحیٰی علیہ السلام کے پاس آ کر رونے لگے تو یحیٰی علیہ السلام کی والدہ نے کہا اے یحیٰی! ہمارے ساتھ گھر چلو تو یحیٰی علیہ السلام نے کہا اے اماں جان آپ کو میری کیا ضرورت ہے؟ تو والدہ نے قسم دے کر کہا تو یحیٰی علیہ السلام اپنے والدین کے ساتھ واپس گھر آ گئے اور والدہ نے یحیٰی علیہ السلام کے ناشتہ کے لئے کھانا تیار کیا، چنے کی دال پکائی تھی پھر یحیٰی علیہ السلام کے لئے بستر بچھایا جس پر وہ سو جائیں تو والدہ نے قسم دے کر کہا کہ وہ ٹاٹ اتار کر قمیص پہنیں جو ان کی والدہ نے اون سے بنائی تھی تو یحیٰی علیہ السلام نے ایسا کیا اور کھانا کھا کر اس بستر پر سو گئے تو نیند اتنی گہری آئی کہ ان کا رات کا وظیفہ چھوٹ گیا۔ جب یحیٰی علیہ السلام بیدار ہوئے تو اپنی والدہ کو کہا اے اماں جان! یہ آپ کا میرے ساتھ فعل ہے، میری ٹاٹ کی قمیص واپس کر دیں، مجھے آپ کی اس قمیص کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ زکریاؑ نے یحیٰی علیہ السلام کی والدہ کو کہا اے یحیٰی کی والدہ! میرے بیٹے کو چھوڑ دو وہ جو چاہے عمل کرے شاید آخرت میں اپنی مراد حاصل کر لیں گے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جب یحیٰی علیہ السلام کا رونا اور مجاہدہ بہت زیادہ ہو گیا تو ان کے والد زکریاؑ نے کہا اے میرے بیٹے! میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ وہ مجھے ایک ایسا بیٹا عطا کریں جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اور آپ نے ہماری زندگی مکدر کر دی ہے کیونکہ ہم ہر وقت آپ کو بہت زیادہ روتا اور غمگین دیکھتے ہیں تو یحیٰی علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے ابا جان! کیا آپ نے مجھے یہ حدیث بیان نہیں کی تھی کہ جبرائیلؑ نے آپ کو حدیث بیان کی ہے کہ جنت اور جہنم کے درمیان آگ کا ایک جنگل ہے جس کو صرف آنسو بجھا سکتے ہیں۔ زکریاؑ نے فرمایا اے میرے بیٹے! کیوں نہیں۔ یحیٰی علیہ السلام نے کہا تو مجھے رونے دیں تا کہ میں اس آگ کو بجھا دوں۔ زکریاؑ نے فرمایا اے میرے بیٹے! آپ کا رونا حق بنتا ہے اور یحیٰی علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے بہت کم ان سے الگ ہوتے تھے۔ اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام صاحبِ شریعت نبی تھے تو یحیٰی علیہ السلام کو بھی ان کی شریعت پر عمل کرنا لازم ہو جاتا تھا۔

اور یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ یہ دونوں جب کسی بستی میں جاتے تو عیسیٰ علیہ السلام گناہ گار لوگوں کے پاس قیام کرتے تھے اور یحیٰی علیہ السلام نیک لوگوں کے ہاں۔ تو ان دونوں حضرات سے سوال کیا گیا کہ آپ دونوں کی یہ حالت کیوں ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں طبیب ہوں، مریضوں کا علاج کرتا ہوں جب کسی بستی میں داخل ہوتا ہوں تو مریضوں کو تلاش کرتا ہوں تا کہ ان کا علاج کروں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ان دونوں حضرات کی ایک دن ملاقات ہوئی تو عیسیٰ علیہ السلام نے یحیٰی علیہ السلام کو کہا

آپ مجھے ایسی غائب حالت میں ملتے ہو گویا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو۔ تو یحییٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا آپ مجھے ہنستے ہوئے ملتے ہیں گویا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حضرات کی طرف وحی کی کہ میں ایسا ہوں جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا نہ کہ جیسا یحییٰ علیہ السلام نے کہا ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں انبیاءؑ کو وحی کی کہ آپ دونوں میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو آپ میں سے مجھ سے زیادہ حسنِ ظن رکھتا ہے۔

حضرت زکریاؑ کا قتل اور یحییٰ علیہ السلام

بہر حال زکریاؑ کو یہود نے قتل کر دیا تھا، ان کے قتل کے سبب میں اختلاف ہے۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ ان کو مریمؑ کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا جب ان کا حمل ظاہر ہوا تو کیونکہ زکریاؑ کے علاوہ مریمؑ کے پاس کوئی نہیں جاتا تھا تو یہود نے زکریاؑ پر تہمت لگائی اور کہنے لگے انہوں نے مریمؑ کے ساتھ بے حیائی کا ارتکاب کر کے ان کو حاملہ کر دیا ہے تو یہود نے زکریاؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو زکریاؑ ان سے فرار ہو گئے اور آگے ایک درخت آیا اور آواز دی اے اللہ کے نبی! میرے پاس آئیں تو درخت زکریاؑ کے لئے پھٹ گیا اور زکریاؑ اس کے درمیان میں داخل ہو گئے اور ابلیس نے آکر ان کے کپڑے کا پلو پکڑ لیا اور وہ پلو درخت کے باہر رہ گیا۔ جب یہود زکریاؑ کو تلاش کرتے ہوئے آئے تو ابلیس سے پوچھنے لگے کیا آپ نے ایسی شکل اور حلیہ کے بوڑھے آدمی کو دیکھا ہے؟ ابلیس نے کہا ہاں میں نے اس سے بڑا جادوگر نہیں دیکھا۔ اس نے اپنے جادو سے اس درخت کو چیرا اور اس میں داخل ہو گیا۔ تو لوگوں نے ابلیس کی تکذیب کی تو اس نے کہا یہ ان کے کپڑے کا پلو ہے تو ان لوگوں نے پہچان لیا اور آپس میں مشورہ کیا کہ درخت کو جلا دیں تو ابلیس نے کہا اس درخت کو آرے سے چیر دو۔ تو یہود نے درخت کو دو ٹکڑے کیا اور اس میں زکریاؑ کو بھی دو ٹکڑے کر دیا۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جس رات معراج کرایا گیا اس رات میں نے آسمان میں زکریاؑ کو دیکھ کر سلام کر کے کہا اے یحییٰ علیہ السلام کے والد! مجھے بتائیں بنی اسرائیل نے آپ کے بیٹے کو کیسے قتل کیا تھا؟ زکریاؑ نے فرمایا اے محمد میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میرا بیٹا یحییٰ اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ خوبصورت تھا۔ اور وہ حصور تھا عورتوں کے پاس نہ جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت بیان کی ہے:

وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا [سورۃ آل عمران: ۳۹] (اور سردار ہوگا اور عورتوں کے پاس نہ جائے گا)۔

تو بنی اسرائیل کے بادشاہ کی بیٹی نے ان سے بدکاری کا ارادہ کیا، وہ بدکار عورت تھی تو اس نے پیغام بھیج کر یحییٰ علیہ السلام کو بہلانے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کو محفوظ رکھا انہوں نے انکار کر دیا تو اس عورت نے یحییٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ اور بنی اسرائیل کا ایک عید کا دن تھا جس میں وہ ہر سال نکلتے تھے اور بادشاہ جب

کوئی وعدہ کرلیتا تھا تو اس کی خلاف ورزی نہیں کرتا تھا تو بادشاہ شکار کے لئے گیا، اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی اور یہ اس کو بہت اچھی لگتی تھی تو بادشاہ نے کہا جو چاہے مانگ لے، جو مانگے گی میں دوں گا۔ بیوی نے کہا میں یحییٰ بن زکریا اور ان کا خون چاہتی ہوں تو بادشاہ نے کہا وہ آپ کے ہوئے۔ بادشاہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ یحییٰ علیہ السلام کے قتل میں اتنی جلدی کرے گی تو بادشاہ نے اپنے تیز رفتار سپاہیوں کو بھیجا تو انہوں نے یحییٰ علیہ السلام کو گرفتار کیا، اس وقت وہ اپنے محراب میں نماز پڑھ رہے تھے اور میں بھی ان کے پہلو میں نماز پڑھ رہا تھا تو وہ یحییٰ علیہ السلام کو بادشاہ کے پاس لے گئے اور ایک طشتری میں ان کو ذبح کر کے ان کا سَر اور خون ملکہ کے پاس لے گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے زکریاؑ سے کہا آپ کے صبر کی وجہ سے کیا ہوا؟ زکریاؑ نے فرمایا میں اپنی نماز سے متوجہ نہیں ہوا جب یحییٰ علیہ السلام کا سَر ملکہ کے سامنے رکھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ اور اس کے گھر والوں اور خدام کو زمین میں دھنسا دیا تو سارے یہود جمع ہو کر کہنے لگے زکریاؑ کے معبود کو زکریاؑ کی وجہ سے غصہ آیا ہے تو آؤ ہم اپنے بادشاہ کی وجہ سے غصہ کا اظہار کرتے ہیں اور زکریاؑ کو تلاش کرتے ہیں تو یہود نے مجھے تلاش کیا، میں ان سے دور بھاگ گیا تو میرے سامنے ایک درخت آگیا اور اپنے درخت میں داخل ہونے اور یہود کے درخت کو آرے سے کاٹنے کا واقعہ بیان کیا جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے زکریاؑ سے پوچھا کیا آپ کو آرے کی تکلیف محسوس ہوئی تھی؟ زکریاؑ نے فرمایا نہیں۔
مصنفؒ فرماتے ہیں میں نے اپنے شیخؒ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب آری زکریاؑ کے سَر پر پہنچی تو زکریاؑ نے دانت مضبوطی سے بھینچ لئے یہاں تک کہ آری دماغ تک پہنچ گئی تو آپؑ میں صبر کی طاقت نہ رہی تو آپؑ رونے لگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی، اے زکریا! آپ نے اپنے سَر پر جو فیصلہ کیا ہے اس پر صبر کریں اگر آپ کے رونے کی دوسری مرتبہ آواز آئی تو سارے آسمانوں اور زمینوں کو گرانے کی پرواہ نہیں کروں گا۔ تو زکریاؑ نے صبر کیا یہاں تک کہ آپؑ کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔

اور وہبؒ فرماتے ہیں آری سے جن نبی کو کاٹا گیا تھا وہ شعیبؑ تھے جیسا کہ ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں اور زکریاؑ کو طبعی موت آئی تھی (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

مصنفؒ فرماتے ہیں اگر زکریاؑ مریمؑ کی وجہ سے قتل کئے گئے تھے تو یہ یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے کا واقعہ تھا۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد ہوئی تھی جیسا کہ ہم نے بعض علماء سے اس کو ذکر کیا ہے اور اگر یحییٰ علیہ السلام کی وجہ سے قتل کئے گئے تھے جیسا کہ ہم نے ابن عباسؓ کی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔

اور یہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد کا واقعہ ہے کیونکہ اکثر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا تھا تو یحییٰ علیہ السلام ان کے بعد زندہ تھے (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل

اور بہر حال یحییٰ علیہ السلام کا قتل تو ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں روایت کیا ہے کہ ان کو بادشاہ کی بیوی نے اس وجہ سے قتل کرایا تھا جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔

اور مؤرخین فرماتے ہیں اس زمانہ میں جو بادشاہ تھا اس کا نام اُحب اور اس کی بیوی کا نام ازبیل تھا اور یہ بہت خبیث عورت اور انبیاءؑ کو قتل کرنے والی تھی۔ اور احب سے پہلے یہ ایک اور بادشاہ کی بیوی تھی اس سے اس کی بیٹی تھی جب ازبیل بوڑھی ہوگئی تو اس کو ڈر ہوا کہ احب بادشاہ اس پر کسی دوسری عورت سے نکاح کرلے گا تو بادشاہت اس کے پاس چلی جائے گی تو اس نے اپنی بیٹی بادشاہ کو شادی کے لئے پیش کی، یہ خوبصورت لڑکی تھی تو بادشاہ نے کہا میں پہلے پوچھ لوں کہ میرے لئے اس لڑکی سے نکاح جائز بھی ہے یا نہیں؟ تو بادشاہ نے یحییٰ علیہ السلام کو پیغام دے کر مسئلہ پوچھا تو یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ لڑکی آپ کی ربیبہ (زیر تربیت) ہے، آپ کے لئے حلال نہیں ہے تو بادشاہ نے اپنی بیوی کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی یحییٰ علیہ السلام مجھے اس لڑکی سے نکاح کی اجازت نہیں دے رہے، تو اس خبیث عورت کو یحییٰ علیہ السلام پر غصہ آگیا اور کہنے لگی یحییٰ علیہ السلام کو ہمارے پاس کون لائے گا؟ پھر اس عورت نے کھلاڑیوں کو بلایا۔

بادشاہ کو اس کھیل (شطرنج) کا بہت شوق تھا اور کھلاڑیوں کو کہا کہ وہ بادشاہ کے سامنے کھیلیں اور کہا جب بادشاہ تمہیں کہے گا کہ تم مجھ سے اپنی ضرورت کا سوال کرو تو تم کہنا ہم یحییٰ علیہ السلام بن زکریاؑ کا خون چاہتے ہیں، اس کے علاوہ اور کوئی چیز قبول نہ کرنا تو ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور کہنے لگے ہم یحییٰ علیہ السلام کا خون چاہتے ہیں تو بادشاہ نے کہا تم مجھ سے اس کے علاوہ کچھ مانگو تو ان لوگوں نے کہا ہم اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگتے تو بادشاہ نے ان لوگوں کو کہا ہم بادشاہ سے سوال کرتے ہیں تم مجھ سے سوال کرو جو تم مانگو گے میں تمہیں دوں گا۔ اور بادشاہ جب کوئی وعدہ کرلیتا اور اس کی خلاف ورزی کردیتا یا کوئی بات کہتا اور اس کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا تو وہ لوگ بادشاہ کو معزول کردیتے تھے تو بادشاہ کو اپنی حکومت جانے کا خوف ہوا اور کہنے لگا تمہیں یہ چیز دے دی ہے۔ تو اس کی بیوی نے یحییٰ علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجے تو یحییٰ علیہ السلام اپنے محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے تو ان لوگوں نے یحییٰ علیہ السلام کو ذبح کر کے سر کاٹ دیا اور ایک طشتری میں یحییٰؑ کا سر اٹھا کر ملکہ کے پاس لے گئے اور بعض نے کہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ اس عورت نے اپنی بیٹی کو بناؤ سنگھار کر کے بادشاہ کی خدمت کے لئے بھیج دیا کہ وہ بادشاہ کے سرہانہ کھڑی رہے اور جب وہ شراب پیے اس کو شراب پلائے اور اس کو حکم دیا کہ وہ بادشاہ کے درپے ہو جائے پھر بادشاہ نے ایک دن شراب پی اور اس کو نشہ چڑھ گیا اور اپنی بیوی کی بیٹی کے حسن و جمال کو دیکھ کر اس کا قصد کیا تو اس نے انکار کردیا اور کہنے لگی میں آپ کی موافقت تب تک نہ کروں گی جب تک آپ میری ایک حاجت پوری نہیں کرتے۔ بادشاہ نے کہا تیری ہر ضرورت پوری ہو جائے گی اس نے کہا میں یحییٰ علیہ السلام بن زکریاؑ کا خون چاہتی ہوں۔ بادشاہ نے کہا وہ تیرا ہوا۔ وہ اسی وقت نکلی تو خدام اس کے پاس یحییٰ

علیہ السلام کو لے آئے تو اس کے حکم پر یحییٰ علیہ السلام کو سونے کی طشتری میں اس کے سامنے ذبح کر دیا گیا اور ان کا خون ایک مٹکے میں پیش کیا گیا۔

اور کہا گیا ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ اس لڑکی نے بادشاہ کو کہا میں تیری بات نہیں مانوں گی حتیٰ کہ تو میری ایک ضرورت پوری کر دے۔ بادشاہ نے پوچھا تیری کیا حاجت ہے؟ اس لڑکی نے کہا یحییٰ علیہ السلام بن زکریاؑ کا سَر تو بادشاہ نے اسی وقت آواز لگائی میرے پاس یحییٰ علیہ السلام بن زکریاؑ کا سَر لے آؤ، اس کے ہرکارے گئے اور یحییٰ علیہ السلام کو پکڑ کر ان کو ذبح کر دیا اور ان کا سَر ایک طشتری میں لے آئے اور بادشاہ کے آگے رکھ دیا۔ اس عورت نے بادشاہ کی موافقت کی اور بادشاہ سے معانقہ کیا اور اس سے ہمبستری کی اور یحییٰ علیہ السلام کا سَر طشتری میں آواز دے رہا تھا سن لو یہ حرام ہے تیرے لئے حلال نہیں ہے۔ سن لو یہ حرام ہے تیرے لئے حلال نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ اور اس کی بیوی کی بیٹی کو زمین میں دھنسا دیا۔

اور بعض راویوں نے کہا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کا قتل عیسیٰ ابن مریمؑ کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے سے پہلے ہوا تھا اور یہ زیادہ صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے بعد ان لوگوں پر ملک فارس کا ایک بادشاہ مسلط کر دیا تھا، اس کا نام خردوس تھا، اس نے بنی اسرائیل پر لشکر کشی کی اور شام کو روند کر رکھ دیا اور اپنے ایک قائد کو بھیجا جس کا نام بیوزاذان تھا اور اس کو کہا میں نے اپنے معبود کی قسم کھائی ہے کہ اگر میں بنی اسرائیل پر فتح یاب ہو گیا تو میں ضرور ان کے اتنے لوگ قتل کروں گا کہ میرے لشکر میں خون بہنے لگے گا مگر یہ کہ میں ان میں سے قتل کے لئے کسی کو نہ پاؤں اور میں ان کے ساتھ ایسا ہی کروں گا۔ تو بیوزاذان آیا اور بیت المقدس میں داخل ہو گیا تو ایک جگہ گیا وہاں خون جوش دے رہا تھا تو اس کے بارے میں پوچھا اور کہا مجھ سے کوئی بات نہ چھپانا۔ تو بنی اسرائیل نے کہا یہ قربانی کا خون ہے ہم نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جانور ذبح کئے تھے تو ہماری قربانی قبول نہیں کی گئی تو وہ خون کھول رہا ہے۔ بیوزاذان نے کہا تم نے مجھ سے سچ نہیں بولا پھر انہوں نے بتایا کہ یہ ان کے ایک نبیؑ کا خون ہے جو ان کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور گناہوں سے روکتے تھے۔ بیوزاذان نے پوچھا ان کا نام کیا تھا؟ بنی اسرائیل نے کہا یحییٰ بن زکریاؑ۔ بیوزازان نے یحییٰ علیہ السلام کا نام سنا ہوا تھا تو وہ بنی اسرائیل کے لوگوں کو یحییٰ علیہ السلام کے خون کے بدلہ قتل کرنے لگا جب ستر ہزار لوگوں کو قتل کیا تو جا کر خون پر سکون ہوا۔ پھر بیوزاذان نے بنی اسرائیل کو کہا بادشاہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تمہارے لوگوں کو اتنا قتل کروں کہ خون اس کے لشکر تک پہنچ جائے اور میں اس کو ناپسند سمجھتا ہوں تو تم میرے پاس اپنے مویشی لے آؤ اور ان کو ذبح کرو لوگوں نے ایسا کیا تو خون بہہ کر خردوس کے لشکر تک پہنچ گیا۔ بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ ان کو قتل کرنا چھوڑ دے، میں نے ان لوگوں سے انتقام لے لیا ہے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے کسی نبیؑ نے فرمایا کہ یہ نبیؑ کا خون ہے اور نبیؑ کا خون تب تک پرسکون نہیں ہوتا جب تک اس پر ستر ہزار لوگوں کو قتل نہ کر دیا جائے تو اسی وجہ سے بنی اسرائیل کے اتنے لوگ قتل کئے گئے تھے۔ سدیؒ اور ان کے علاوہ حضرات نے کہا ہے کہ یہ واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد پیش آیا تھا (واللہ تعالیٰ اعلم) پھر اس کے بعد بنی اسرائیل میں کئی واقعات رونما ہوئے۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ مریم صدیقہؑ کو عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی جس کا ذکر قرآن میں ہے فرمایا:

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ [سورۃ آل عمران: ۴۵].

(ترجمہ) جب فرشتوں (یعنی جبرائیلؑ) نے کہا اے مریم! اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنی ایک بات کی جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے دنیا میں مرتبہ (نبوۃ) والا (ہوگا) اور آخرت میں (شفاعت والا) اور مقرب حضرات میں سے ہوگا۔

وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ[سورۃ ال عمران: ۴۶].

(ترجمہ) اور لوگوں سے باتیں کرے گا جب ماں کی گود میں ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا، اور نیک بختوں میں سے ہوگا۔

اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا [سورۃ مریم: ۱۶].

(ترجمہ) اور اس کتاب میں مریمؑ کو بھی یاد کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے ایک شرقی مکان میں جدا ہوئیں۔

بعض راویوں نے کہا ہے کہ وہ جگہ جس میں مریمؑ اپنے گھر والوں سے جدا ہوئی تھیں وہ جگہ یہ تھی کہ مریمؑ اپنے ایام مخصوصہ سے پاک ہونے کے بعد اپنی بہن ایلشباع کے مشرقی حصہ میں غسل کرتی تھیں اور درمیان میں پردہ لٹکا دیا تھا تاکہ ان کو کوئی دیکھ نہ سکے۔

اور بعض راویوں نے کہا ہے کہ ایسا نہیں تھا بلکہ مریمؑ بیت المقدس کی بستی سے مشرقی جانب پہاڑ کے پیچھے چلی گئی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے جس حجاب کا ذکر کیا ہے وہ یہی پہاڑ تھا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا[سورۃ مریم: ۱۷] (پھر ان کے سامنے مریمؑ نے پردہ ڈال دیا)۔

تو یہ ضروری ہے کہ وہ حجاب خود مریمؑ کے فعل سے بنا ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اِنْتَبَذَتْ" اور انتباذ کا معنی ہوتا ہے لوگوں سے الگ ہوجانا لیکن زیادہ دور نہ جانا۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ ہم نے مریمؑ کے بارے میں یہ نہیں سنا کہ وہ بیت المقدس کے شہر سے باہر تشریف لے جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَابَشَرًا سَوِيًّا [سورۃ مریم:۱۷].

(ترجمہ) پھر ہم نے ان کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔

یعنی ایک مکمل خلقت والے انسان کی صورت میں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں معتدل جسم والے انسان کی صورت میں جس کے سَر کے بال ہلکے گھنگھریالے تھے، سفید رنگت اور مونچھیں سیاہ تھیں۔

قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِيًّا [سورۃ مریم:۱۸].

ترجمہ) کہنے لگیں مجھے تجھ سے رحمٰن کی پناہ اگر تو پرہیز گار ہے)۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں ایک نوجوان تھا جو عورتوں کا رسیا تھا اسکو استہزاء کے طور پر تـقـی (پارسا) کہا جاتا تھا تو حضرت مریمؑ سمجھیں کہ یہ وہی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ایسا نہیں بلکہ حضرت مریمؑ نے اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا اور فرمایا اگر تو متقی ہے تب بھی ایسا کام نہ کر۔ اس لئے کہ متقی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ جبرائیلؑ نے حضرت مریمؑ کو کہا میں وہ نہیں ہوں جس سے آپ ڈر رہی ہیں۔

اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَهَبَ لَکِ [سورۃ مریم: ۱۹].

(ترجمہ) میں آپ کے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ آپ کو پاکیزہ لڑکا دے جاؤں۔

اور ایک قراءت میں

لِيَهَبَ لَکِ غُلٰمًا زَكِيًّا [سورۃ مریم: ۱۹] (تا کہ آپ کو آپ کا رب ایک پاکیزہ لڑکا دے)۔

یعنی فرمانبردار پاک سیرت۔

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَکُ بَغِيًّا [سورۃ مریم:۲۰].

(ترجمہ) کہنے لگیں مجھے لڑکا کہاں سے ہوگا جبکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا اور میں بدکار بھی نہیں ہوں۔

جبرائیلؑ نے فرمایا جیسے آپ نے یہ بات پوچھی ہے:

قَالَ رَبُّکِ هُوَ عَلَیَّ هَيِّنٌ [سورۃ مریم: ۹] (آپ کے رب نے فرما دیا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے)۔

یعنی بچہ کو بغیر خاوند اور ہمبستری کے پیدا کرنا۔

وَ لِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ [سورۃ مریم: ۲۱] (اور ہم اس کو لوگوں کیلئے نشانی بنائیں گے)۔

یعنی تعجب خیز اور رحمت کا سبب۔

وَ رَحْمَةً مِّنَّا وَ کَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا [سورۃ مریم: ۲۱].

(ترجمہ) اور اپنی طرف سے مہربانی بنائیں گے اور یہ بات طے شدہ ہے۔

یہ ہو کر رہے گا اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰةَ وَ الْاِنْجِيْلَ o وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ [سورۃ ال عمران: ۴۸، ۴۹]

(ترجمہ) اور سکھائے گا اس کو کتاب (لکھنا) اور کام کی باتیں اور تورات اور انجیل۔ اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں تو جبرائیلؑ حضرت مریمؑ کے قریب ہوئے اور ان پر پھونک ماری اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مریمؑ کے منہ میں پھونک ماری اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت مریمؑ کی قمیص کے گریبان میں پھونک ماری۔ اور بعض نے کہا ہے ولادت کی جگہ پھونک ماری (واللہ اعلم) تو اسی وقت حضرت مریمؑ کو حمل ہوگیا پھر بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت مریمؑ کو سات پہر کا حمل ہوا اور اسی دن بچہ پیدا ہوگیا۔

اور اکثر مؤرخین نے فرمایا ہے کہ عام عورتوں کی طرح نو ماہ کا حمل ہوا اور بچہ کی ولادت بھی عام عورتوں کی طرح ہوئی اور یہ قول زیادہ مناسب ہے۔

علماء نے فرمایا ہے جب حضرت مریمؑ کو حمل ہوگیا اور حمل کو کچھ دن گزر گئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی بشارت پر مطمئن ہوگئیں اور سب سے پہلے حضرت مریمؑ کے ماموں کے بیٹے یوسف بن داود النجار (بڑھئی) کو حضرت مریمؑ کے حمل کا علم ہوا۔

اور بعض لوگوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ ان یوسف نے حضرت مریمؑ سے نکاح کرلیا تھا لیکن ان کو چھوا تک نہیں تھا یہ قول صحیح نہیں ہے اور یہ یوسف کنوارے تھے اور حضرت مریمؑ کی طرح یہ بھی بیت المقدس کی خدمت کرتے تھے اور حجاب کے پیچھے سے کبھی مریمؑ سے بات چیت کرلیتے تھے۔ جب ان کو یہ بات معلوم ہوئی تو غمگین و پریشان ہوگئے اور مریمؑ کی وجہ سے خوفزدہ ہوگئے اور ارادہ کیا کہ اس بات کا ذکر مریمؑ سے کریں پھر ان کو یاد آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پاک قرار دیا ہے اور ان کی والدہ نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ میری بچی اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے محفوظ رکھنا۔ اور یوسف نے یہ بھی سن رکھا تھا کہ مریمؑ کو فرشتوں نے کہا تھا:

يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ [آل عمران: ۴۲].

(ترجمہ) اے مریم اللہ نے تجھے پسند کیا اور (مردوں سے) پاک کیا اور تجھے (اس) زمانہ بھر کی عورتوں سے چن لیا۔

اور زکریاؑ نے ان کو محراب میں محفوظ رکھا تھا ان تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا تھا تو یوسف مریمؑ کے معاملہ میں حیرت زدہ تھے پھر انہوں نے ایک دن مریم کو کہا اے مریم! آپ کے بارے میں میرے دل میں ایک بات کھٹک رہی ہے اور میں نہیں جانتا کہ میں کیا کہوں اور میں چاہتا ہوں کہ اس بات کا تذکرہ آپ سے کروں تاکہ میرے سینہ کو شفاء حاصل ہو۔ مریمؑ نے فرمایا اچھی بات ہو تو کہہ دیں۔ یوسف نے مریمؑ سے پوچھا کیا بغیر بیج کے فصل

ہوسکتی ہے؟ مریمؑ نے فرمایا ہاں ہوسکتی ہے۔ یوسف نے پوچھا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مریمؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلا بیج بغیر کسی فصل کے پیدا کیا تھا اور مخلوق کی ابتداء بغیر کسی بیج اور اصل کے ہوئی تھی اور اے یوسف! شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بغیر فصل کے بیج پیدا نہیں کر سکتے؟ یوسف نے کہا میں ایسی بات کہنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اور آپ نے سچ کہا ہے اور حکمت کی بات بیان کی ہے۔ تو یوسف نے مریمؑ سے پوچھا کیا درخت بغیر پانی کے ہوسکتا ہے؟ مریمؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پہلے درخت کو بغیر پانی کے پیدا کیا تھا پھر پانی کو درخت کی زندگی بنایا اور شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بغیر پانی کے درخت پیدا کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ یوسف نے کہا ایسی بات کہنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اور آپ نے حکمت کی بات کہی ہے۔ پھر یوسف نے پوچھا کیا بغیر مرد کے بچہ ہوسکتا ہے؟ مریمؑ نے فرمایا ہاں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور حواؑ کو بغیر والد کے اور بغیر حمل کے پیدا کیا تھا۔ یوسف نے کہا آپ مجھے اپنا واقعہ بتائیں:

قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ [سورۃ آل عمران: ۴۵، ۴۶]

(ترجمہ) جب فرشتوں (جبریلؑ) نے کہا اے مریم! اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنی ایک بات کی جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے دنیا میں مرتبہ (نبوۃ) والا (ہوگا) اور آخرت میں (شفاعت والا) اور مقرب حضرات میں سے ہوگا۔ اور لوگوں سے باتیں کرے گا جب ماں باپ کی گود میں ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا۔

تو یوسف جان گئے کہ مریمؑ کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے اور اب اس کے بعد مریمؑ سے مزید سوال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پھر یوسف نے مریمؑ کی جسمانی کمزوری اور دیگر علامات کو دیکھ کر ان کی مسجد کی ساری ذمہ داریاں خود سنبھال لیں حتیٰ کہ جب مریمؑ کی ولادت کا وقت قریب ہوگیا تو آواز آئی کہ آپ محراب سے باہر نکل جائیں اور بعض نے کہا ہے کہ آواز دی گئی کہ آپ اپنی قوم کے شہر سے باہر چلی جائیں کیونکہ انہوں نے آپ کو پالیا تو آپ کے بچہ کو قتل کر دیں گے تو جبرائیلؑ آگے چلے اور مریمؑ ان کے نقش قدم پر ان کے پیچھے چل پڑیں۔ جب لوگوں سے دور ہوئیں تو ان کو زچگی کی تکلیف محسوس ہوئی اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ **مخاض**: پیٹ میں بچہ کے باہر آنے کے لئے حرکت کرنے کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ مریمؑ کے ماموں زاد بھائی یوسف ان کو ایک گدھے پر بٹھا کر مصر لے گئے تو راستے میں ان کو زچگی کا درد شروع ہوگیا اور سامنے ایک کھجور کا تنا آگیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ [سورۃ مریم: ۲۳].

(ترجمہ) پھر ان کا دردزہ ان کو ایک کھجور کی جڑ میں لے گیا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں وہ صرف کھجور کا تنا تھا، سردیوں کی وجہ سے اس پر خوشے نہیں تھے اور بعض حضرات

نے کہا ہے کہ وہ تنا کافی عرصہ سے سوکھ چکا تھا تو حضرت مریم نے اس کے پاس قیام کیا اور اس کا سہارا لے لیا اور یوسف دور ہٹ گئے کیونکہ وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔

قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا [سورة مريم: ٢٣].

(ترجمہ) کہنے لگیں کاش میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بھلائی ہوجاتی۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ مریم کو زچگی کی تکلیف بیت المقدس سے چھ میل دور شام کی ایک بستی میں شروع ہوئی تھی، اس بستی کا نام بیت لحم ہے۔

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ [مریم:23]. (پھران کا دردزہ ان کو ایک کھجور کی جڑ میں لے گیا)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے انہوں نے حضرت مریمؑ کو گھیر لیا اور ان کے بچہ کو بوسہ دیا اور بچہ کی ضرورت کے کپڑے اور دیگر اشیاء لے آئے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کے لئے پانی کا چشمہ جاری کیا، فرشتوں نے اس پانی سے اس بچہ کو غسل دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں نے حضرت مریمؑ کو گھیر لیا تھا اور شیطان کو ان دونوں ماں بیٹے کے قریب نہیں آنے دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر کپڑے میں لپیٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ [سورة مريم:24] (پس جبرائیل نے ان کو ان کے نیچے سے پکارا)۔

اور بعض نے کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے مریمؑ کے نیچے سے آواز دی تو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا۔

اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا [سورة مريم: ٢٤].

(ترجمہ) غمگین مت ہوں تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک چشمہ بنا دیا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ سَرِيًّا سے مراد سردار بیٹا ہے۔ پھر جبرائیلؑ نے مریمؑ کو فرمایا:

وَ هُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا [سورة مريم: ٢٥].

(ترجمہ) اور کھجور کی جڑ کو اپنی طرف ہلاؤ اس سے تم پر پکی کھجوریں گریں گی۔

جب مریمؑ نے اس کو حرکت دی تو اس پر پتے اور پھل اگ آئے اور پک گئے اور اسی وقت حضرت مریمؑ پر پھل گرنے لگے اور آپ نے اس کا پھل کھایا۔ اور مریمؑ کو کہا گیا:

فَكُلِيْ وَ اشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ عَيْنًا [مريم: ٢٦] (پس کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی رکھو)۔

اپنے بچہ کے ساتھ۔ تو مریمؑ نے جبرائیلؑ کو کہا جب لوگ مجھ سے بچہ کے بارے میں پوچھیں گے تو میں کیا کہوں گی؟ جبرائیلؑ نے فرمایا:

فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا [سورة مريم: ٢٦].

(ترجمہ) پھر اگر تم کوئی آدمی دیکھو تو کہنا میں نے رحمٰن کے لئے روزے کی منت مانی ہے۔

یعنی خاموشی کے روزے کی۔ اور اس زمانہ میں لوگ خاموشی کا روزہ رکھتے تھے۔
فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا [مریم: ۲۶] (پس میں آج کسی سے نہیں بولوں گی)۔
تو لوگوں نے حضرت مریمؑ کے بارے میں سوال کیا کیونکہ وہ محراب میں موجود نہیں تھیں تو یوسف سے مریمؑ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا مجھے ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ یہ جواب ان حضرات کے اقوال کے مطابق ہے جنہوں نے کہا ہے کہ حضرت مریمؑ جبرائیلؑ کے ساتھ گئی تھیں تو لوگوں نے زکریاؑ سے پوچھا تو آپؑ نے محراب کھول کر دیکھا تو وہ محراب میں نہیں تھیں تو لوگوں نے حضرت زکریاؑ پر تہمت لگا کر ان کو سخت الفاظ کہے پھر لوگوں کو ایک آدمی نے بتایا کہ اس نے مریمؑ کو فلاں جگہ دیکھا تھا تو لوگ مریمؑ کی تلاش میں نکل پڑے یہاں تک کہ لوگوں نے حضرت مریمؑ کو کھجور کے تنے کے پاس پایا۔ جب حضرت مریمؑ نے اپنی قوم کو دیکھا تو اپنا بچہ اٹھا کر ان کو ملیں۔
تو اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:
فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ [سورۃ مریم:27] (پھر وہ بچہ کو اپنے لوگوں کے پاس گود میں لائیں)۔
اور بعض نے کہا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ حضرت مریمؑ نے بیت لحم میں تین دن قیام کیا۔
اور بعض نے کہا ہے سات دن قیام کیا اور بعض نے کہا ہے چالیس دن قیام کیا ہے۔ پھر حضرت مریمؑ اپنا بچہ اٹھا کر اپنی قوم کے پاس واپس آ گئیں، جب لوگوں نے حضرت مریمؑ کو دیکھا تو اپنی قمیص پھاڑ کر اپنے سَر پر مٹی ڈالنے لگے اور کہنے لگے آپ نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے۔
لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا [سورۃ مریم: ۲۷] (کہنے لگے اے مریم تو نے بڑے غضب کا کام کیا ہے)۔
یعنی بہت بڑا عجیب کام ہے پھر کہنے لگے:
يٰاُخْتَ هٰرُوْنَ [سورۃ مریم: ۲۸] (اے ہارون کی بہن)۔
یعنی اے عبادت میں ہارونؑ کے مشابہہ خاتون۔
اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت مریمؑ کے ایک بھائی تھے جن کا نام ہارون تھا۔
اور بعض نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں ایک خراب آدمی تھا جس کا نام ہارون تھا، قوم نے حضرت مریمؑ کو اس کے ساتھ تشبیہہ دی تھی (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب) اور بعض نے کہا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ ہارونؑ کی اولاد میں سے ہیں، جیسا کہ جب کوئی آدمی بنو تمیم میں سے ہو تو اس کو کہا جاتا ہے اے تمیم کے بھائی اور عورت کو کہا جاتا ہے اے تمیم کی بہن:
مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ [سورۃ مریم: ۲۸] (نہ تیرا باپ برا آدمی تھا)۔ یعنی زانی بدکار۔
وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا [سورۃ مریم: ۲۸] (اور نہ تیری ماں بدکار تھی)۔

یعنی زانی عورت اور آپ نیک مردوں کے درمیان کیسے آ گئیں۔ تو حضرت مریمؑ نے اس بچہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تم اس بچہ سے سوال کرو کیونکہ میں بات نہیں کر سکتی۔ لوگ کہنے لگے:

كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا [سورة مريم: ۲۹].

(ترجمہ) کہنے لگے ہم اس سے کیسے بات کریں گے جو ابھی بچہ ہے گود میں۔

یعنی آپ یہ کام کرنے کے بعد اب ہمارا مذاق اڑا رہی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے عیسیٰ علیہ السلام کو قوتِ گویائی دی تو انہوں نے بات کی:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا [سورة مريم: ۳۰، ۳۱].

(ترجمہ) وہ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور مجھے برکت والا بنایا ہے میں جس جگہ بھی ہوں اور اس نے مجھے نماز کی اور زکوٰۃ کی تاکید کی ہے جب تک میں زندہ رہوں۔

اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے جب عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ [سورة مريم: ۳۰] (میں اللہ کا بندہ ہوں)۔

یحییٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں میں سے سبقت کرتے ہوئے کہا **اشھد انک عبداللہ و رسولہ.** میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ [سورة آل عمران: ۳۹].

(ترجمہ) جو کلمۃ اللہ (عیسیٰؑ) کی تصدیق کرے گا اور سردار ہوگا اور عورتوں کے پاس نہ جائے گا اور نیکوں میں سے نبی ہوگا۔

پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے بعد گفتگو نہیں کی اور اس وقت گفتگو شروع کی جس وقت عام بچے بولتے ہیں۔ جب مریمؑ کی قوم نے عیسیٰ علیہ السلام کی بات سنی تو مریمؑ کو ملامت کرنے سے رک گئے اور جان گئے کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی خوشخبری انبیاءؑ کی زبانی دی گئی تھی۔

پھر روایات میں اختلاف ہے: بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت مریمؑ کو اپنی اور بچہ کی جان کا یہود سے خوف محسوس ہوا کیونکہ یہود نے مریمؑ کے معاملہ میں بہت زیادہ شور مچا رکھا تھا تو مریمؑ کے ماموں زاد بھائی یوسف ان کو مصر لے گئے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ دمشق لے گئے تھے اور یہ قول زیادہ صحیح ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَّاٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ [سورة المومنون: ۵۰].

(ترجمہ) اور ان دونوں کو ایک بلند جگہ پر جہاں ٹھہرنے کا موقع تھا اور پانی جاری تھا ٹھکانا دیا۔

تو عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں ہی رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے وہاں تیرہ سال قیام کیا یہاں تک کہ بیت المقدس کا بادشاہ وفات پا گیا۔

اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ حضرت مریمؑ عیسیٰ علیہ السلام کے جوان ہونے تک بیت المقدس میں ہی رہی تھیں۔ حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دمشق میں لکھنے پڑھنے والے لوگوں کے سپرد کر دیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

مصنفؒ فرماتے ہیں حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں ایک مالدار آدمی کے پڑوس میں رہتے تھے اور یہ ان کی ضروریات کی کفالت کرتا تھا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام والدہ کے پیٹ میں ہی تورات اور انبیاءؑ کی کتب کا علم حاصل کر چکے تھے۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ [سورۃ آل عمران:۴۸] (اور سکھائے گا اس کو کتاب)

یعنی انبیاء علیہم السلام کی کتابیں مثلاً زبور وغیرہ اور حکمت یعنی وہ علوم جن کی ضرورت تھی۔

وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ [سورۃ آل عمران:۴۸] (اور تورات اور انجیل)

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو کاتبوں کے حوالے کر دیا تو ان کے استاد عیسیٰ علیہ السلام کو جو چیز سکھانا چاہتے عیسیٰ علیہ السلام اس کے علم میں استاد سے سبقت لے جاتے تھے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ استاد نے عیسیٰ علیہ السلام کو کہا آپ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کہو تو عیسیٰ علیہ السلام نے استاد سے پوچھا اس کا معنی کیا ہے تاکہ میں یہ بات کہوں؟ تو استاد نے کہا بسم اللہ کہو۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا میں ایسی کوئی بات نہیں کہوں گا جس کا مجھے معنی معلوم نہ ہو تو استاد نے عیسیٰ علیہ السلام کو مارا تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ ناحق کیوں مار رہے ہیں؟ اگر آپ کو معنی معلوم ہے تو مجھے بتائیں ورنہ میں آپ کو اس کا معنی بتاؤں گا۔ تو استاد نے کہا آپ بتاؤ اس کا معنی کیا ہے؟ تو عیسیٰ علیہ السلام ایک ایک کلمہ کی اچھے طریقے سے تفسیر کرنے لگے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ استاد نے عیسیٰ علیہ السلام کو کہا ابجد کہو تو عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا ابجد کا معنی کیا ہے؟ استاد نے کہا میں نہیں جانتا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ مجھے اس چیز کی تعلیم کیوں دے رہے ہیں جو آپ خود نہیں جانتے؟ تو استاد نے کہا کیا آپ جانتے ہیں؟ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا جی ہاں۔ استاد نے کہا تو مجھے بھی سکھائیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے استاد کو کہا آپ اپنی مسند سے اٹھ جائیں۔ وہ کھڑے ہوئے تو عیسیٰ علیہ السلام اس پر بیٹھ گئے اور کہا مجھ سے سوال کریں استاد نے کہا ابجد کیا ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا الف سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، اور باء سے مراد اللہ کا حسن اور رونق ہے اور جیم سے مراد اللہ تعالیٰ کا جمال وجلال ہے۔ اسی طرح تمام حروف کی تفسیر کی اور سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حروف ابجد کی تفسیر کی تھی۔ جب شام کو حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مکتب سے گھر لے جانے کے لئے آئیں تو استاد نے کہا کل ان کو میرے پاس نہ لانا کیونکہ یہ مجھ سے

زیادہ علم رکھتے ہیں اور مجھے ان سے سیکھنے کی زیادہ ضرورت ہے نہ کہ ان کو مجھ سے سیکھنے کی۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام بچپن میں ہی اللہ تعالیٰ کے الہام کے ذریعہ سے لوگوں کو عجائبات دکھاتے تھے اور ان کو عجیب باتیں بتاتے تھے تو لوگوں کے درمیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہرت ہوگئی تو یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خوف محسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو وحی کی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مصر لے جائیں۔اور بعض نے کہا ہے کہ ملک شام لے جانے کی وحی کی تھی تو حضرت مریمؑ کے ماموں زاد بھائی ان دونوں کو وہاں لے گئے اور یہ وہیں رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل وحی کی۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ یوسف ان کو بیت المقدس لے گئے تھے (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں ایک مالدار نوجوان کے زیر کفالت تھے، اس نوجوان کے ہاں کمزور لوگوں، نابینا اور اپاہج لوگوں کی ایک جماعت بھی ہوتی تھی، یہ ان سب کی کفالت کرتا تھا تو ایک دن اس نوجوان کے گھر سے ایک قیمتی چیز چوری ہوگئی، اب یہ معلوم نہ ہو رہا تھا کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں جانتا ہوں یہ کام اس نابینا اور اس لنگڑے اپاہج نے کیا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا اندازے سے یہ بات نہ کہو۔عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا میں یہ بات یقینی علم سے کہہ رہا ہوں اور میرے لئے ضروری ہے کہ میں اس نوجوان کے احسان کا بدلہ دوں اس لئے میں نے اس کو یہ بات بتائی ہے تو نابینا نے کہا میں نے اس مال کی جگہ کب دیکھی ہے کہ اس کو چوری کرلوں اور لنگڑے اپاہج نے کہا میرے لئے گھر میں داخل ہونا کیسے ممکن ہے؟ تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نابینا نے اپنے کندھے پر اپاہج کو اٹھایا یہ گھر کے روشن دان تک پہنچ گیا اور اپنا ہاتھ روشن دان میں داخل کر کے مال اٹھالیا پھر عیسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تو نابینا کو روشن دان کے پاس کھڑا کیا گیا تو اس کا کندھا اس کے برابر تھا تو لوگوں نے ان کو مارا تو انہوں نے اقرار کرلیا کہ ان دونوں نے وہ مال اٹھایا ہے۔جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا تھا اور مال مالک کو واپس کردیا پھر اللہ تعالیٰ نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کر کے لوگوں کو دعوت دینے کا حکم دیا تو سب سے پہلے حواریین نے عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيسٰى مِنهُمُ الْكُفرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِىٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ

[سورة آل عمران: ۵۲].

(ترجمہ) پھر جب عیسیٰؑ نے ان (بنی اسرائیل) سے کفر کو معلوم کیا بولے کون ہے جو اللہ کی راہ میں میری مدد کرے، حواریوں نے کہا ہم مدد کریں گے اللہ (کے دین) کی۔

اور لوگوں کا حواریین کے بارے میں اختلاف ہے: بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دھوبی تھے، عیسیٰ علیہ السلام

کا ان پر گزر ہوا تو یہ کپڑے دھو رہے تھے تو عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تم کیا کر رہے ہو؟ ان لوگوں نے کہا ہم اجرت لے کر لوگوں کے کپڑے دھوتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم لوگ اپنی جانوں اور جسموں کو گناہوں سے دھولو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

کعبؒ فرماتے ہیں ان کا نام حوارین رکھا گیا کیونکہ تحویر کا معنی ہوتا ہے سفید کرنا اور یہ لوگ کپڑے دھوکر ان کو سفید کرتے تھے۔ یہ کل بارہ افراد تھے اور ان کے سربراہ شمعونؒ تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے شمعون کو دعوت دی تھی تو یہ دعوت قبول کر کے ایمان لے آئے تھے۔

اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ یہ لوگ شکاری تھے، عیسیٰ علیہ السلام کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا یہ سب ایمان لے آئے اور عیسیٰ علیہ السلام سے معجزہ کا سوال کیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ پھر ان کو فرمایا کہ وہ بہت سے رنگ ملا کر ایک رنگ بنا دیں اور فرمایا اس رنگ میں کپڑے ڈالوں گا اور ہر کپڑا دوسرے رنگ کا باہر نکالوں گا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے برتن میں کپڑے ڈالے ان میں سے ایک سرخ اور دوسرا زرد نکالا اسی طرح ہر کپڑا دوسرے رنگ کا نکالا تو وہ سب لوگ ایمان لے آئے اور عیسیٰ علیہ السلام نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو دعوت دی تو یہود نے آپ کی تکذیب کی اور آپؑ کے بارے میں بیہودہ باتیں کہیں۔ یہود کہتے تھے ایک بدکار عورت کا بیٹا نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا[سورة النسآء:١٥٦].

(ترجمہ) اور ان کے کفر کی وجہ سے اور مریمؑ پر بھاری بہتان دھرنے کی وجہ سے۔

اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ سب سے پہلے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیں گے پھر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرنے کی دعوت دیں اور اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ [سورة الصف:٦].

(ترجمہ) اور جب عیسیٰ ابن مریمؑ نے فرمایا: اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں جو مجھ سے پہلے تورات آچکی ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری سنانے والا ہوں جو میرے بعد آئے اس کا نام احمدؐ ہے۔

سرخ اونٹ اور تاج یعنی پگڑی اور نعلین اور موٹے ڈنڈے والے، کشادہ آنکھوں والے، کشادہ پیشانی، ابرو ملی ہوئی ہوں گی ظاہر رخسار والے گھنی داڑھی والے۔ انگلیوں کے پورے سخت ہوں گے، بال ہلکے گھنگھریالے

ہوں گے، کثرت سے نکاح کریں گے۔ اے عیسیٰ! میں ان پر قرآن نازل کروں گا جس کے ساتھ میں حق اور باطل کے درمیان فرق کروں گا، میں ان نبی کے ذریعہ نبوت کا سلسلہ ختم کردوں گا اور ان کے ذریعہ دین کو فتح کردوں گا، ان کی امت بہترین امت ہوگی اور گزشتہ امتوں سے بھی بہترین ہوگی اور جو لوگ باقی ہوں گے ان سے بھی بہترین ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

اور عیسیٰ علیہ السلام خوبصورت آدمی تھے، اسی وجہ سے ان کا نام مسیح رکھا گیا کیونکہ ان پر خوبصورتی کا اثر تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ان کو معراج کی رات دیکھا تھا جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور میں نے ان کو دیکھا بہت چمکدار چہرے والے تھے، عیسیٰ علیہ السلام کا چہرہ اتنا صاف تھا کہ ایسا لگتا تھا کہ ابھی وہ حمام سے باہر نکلے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زاہد تھے، زمین کی سیاحت کرتے رہتے تھے، کسی گھر میں نہ سوتے تھے، آپؑ کے سر پر بالوں کی بنی ہوئی ایک لمبی ٹوپی ہوتی تھی اور بالوں کی بنی ہوئی لمبی قمیص اور دوسرے کپڑے ہوتے تھے اور آپؑ کے ہاتھ میں ایک عصا مبارک ہوتا تھا جہاں رات ہوتی وہیں رات گزارتے تھے۔ آپؑ کا چراغ چاند کی روشنی اور سایہ رات کی تاریکی اور بستر زمین تھی۔ اور سرہانہ پتھر اور آپؑ کا سالن زمین کی سبزیاں تھیں اور آپؑ کے پھول زمین کی سبز گھاس تھی، دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے نہ ہی دنیا کی کسی چیز پر خوش ہوتے تھے اور نہ کسی چیز کے چلے جانے پر غمزدہ ہوتے تھے۔ آپؑ جَو کی روٹی کھاتے تھے اور پیدل چلتے تھے، سوار نہ ہوتے تھے اور عورتوں کو نہ چھوتے تھے اور خوشبو نہ سونگھتے تھے اور کبھی اپنے اور زمین کے درمیان بستر نہیں بچھایا اور نہ کبھی صبح اور رات کے کھانے کی فکر کی تھی اور جب کھانا کھانے لگتے تو زمین پر رکھ دیتے اور کھانے کے ساتھ سالن کبھی نہیں کھایا۔ اور فرماتے تھے یہ مرنے والے کے لئے بہت زیادہ ہے اور حواریین نے کہا: اے اللہ کے نبی! اگر ہم آپ کے لئے ایک دراز گوش خرید لیں جس پر آپ سوار ہوں تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس اس کی قیمت نہیں ہے تو حواریین نے کہا ہم اپنی طرف سے آپ کے لئے خرید لیتے ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے قبول کرلیا تو حواریین نے عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ایک دراز گوش خریدا، آپؑ ایک دن اس پر سوار ہوئے جب شام ہوئی تو آپ کا دل اس کے چارے اور پانی میں مشغول ہوگیا تو فرمایا میں ایسی چیز نہیں چاہتا جو میرے دل کو مشغول کردے تو وہ دراز گوش حواریین کو واپس کردیا اور اس کے بعد کبھی سوار نہیں ہوئے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ حواریین نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے نبی! آپ گھر بنالیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں گھر کا کیا کروں گا اگر میری عمر لمبی ہوئی تو وہ خراب ہوجائے گا اور اگر میری عمر لمبی نہ ہوئی تو اس میں کوئی اور رہے گا تو مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے بعد اس کا کیا حال ہوگا؟۔ حواریین نے اصرار کیا تو عیسیٰ علیہ السلام ان کو

سمندر کے کنارے لے گئے اور ان کو فرمایا اس بپھری ہوئی موج پر میرے لئے گھر بنا دو۔ حواریین نے کہا اے روح اللہ! کیا موج پر تعمیر باقی رہ جائے گی؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جیسے تعمیر موج پر باقی نہیں رہ سکتی اسی طرح دنیا آخرت پر باقی نہیں رہ سکتی۔

اور عبداللہؒ نے اپنی کتاب المذھب اور تمام کتابوں میں عیسیٰ علیہ السلام کی دنیا سے بے رغبتی اور آپ کے مواعظ کے بارے میں بہت سی باتیں ذکر کی ہیں جو ہم نے نہیں لکھیں کیونکہ وہ اس کتاب میں موجود ہیں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن عیسیٰ علیہ السلام جنگل میں چل رہے تھے تو ایک لومڑی آپ کے ساتھ ہوگئی، عیسیٰ علیہ السلام اس کی وجہ سے مانوس ہوگئے، ابھی چل ہی رہے تھے کہ اچانک بارش شروع ہوگئی ابھی چل ہی رہے تھے کہ اچانک لومڑی کا بل آگیا تو وہ اس میں داخل ہوگئی اور عیسیٰ علیہ السلام بارش میں رہ گئے تو آپؑ نے اپنا سَر اٹھا کر کہا اے میرے معبود! آپ نے عیسیٰ ابن مریم کے سوا ہر چیز کا ٹھکانہ بنایا ہے صرف اسی کا ٹھکانہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی اے عیسیٰ! میں نے جنت میں آپ کے لئے ایسے محلات اور شہر پیدا کئے ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے ان کے بارے میں سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا ہے۔ اور میں نے آپ کے نام پر ایک حور پیدا کی ہے، آپ جب جنت میں داخل ہوں گے تو میں آپ کا اس سے نکاح کردوں گا۔

اور سارے جنتیوں کو چار ہزار سال تک آپ کی شادی کی دعوت کھلاؤں گا۔ اے عیسیٰ! کیا آپ راضی ہیں؟ عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا جی ہاں اے میرے رب!

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ تین آدمیوں پر گزر ہوا جن کو راستے میں سونے کی دو اینٹیں ملی تھیں تو وہ لوگ وہیں رک گئے تھے تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تمہیں یہ ہلاک نہ کردے۔ اور آگے چلے گئے تو وہ کہنے لگے آؤ ہم ان کو آپس میں تقسیم کرلیں، پھر کہنے لگے ہم بھوکے ہیں تو ایک کو قریبی بستی میں بھیجا تا کہ وہ کھانا لے آئے جب وہ چلا گیا تو باقی دو نے کہا کہ جب وہ واپس آئے ہمیں اس کو قتل کردینا چاہیے کیونکہ یہاں دو اینٹیں ہیں اور ہم تین ہیں تو اس طرح تقسیم ٹھیک نہیں ہوگی اور اس آدمی نے زہر لیا اور ان دونوں کے کھانے میں ڈال کر ان کے پاس آیا ان دونوں نے کھڑے ہوکر اس کو کھانا کھانے سے پہلے قتل کردیا پھر ان دونوں نے بیٹھ کر کھانا کھایا اور مرگئے تو عیسیٰ علیہ السلام واپس اسی راستے سے تشریف لائے تو ان تینوں کو اینٹوں کے ارد گرد مردہ پایا تو فرمایا اسی طرح دنیا دنیا والوں کے ساتھ کرتی ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے معجزات

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ

بِاِذْنِ اللّٰهِ [سورۃ ال عمران: ۴۹].

(ترجمہ) میں تمہارے پاس علامت لے کر تمہارے رب کی طرف سے آیا ہوں کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ کی صورت بناتا ہوں اور پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے ارادہ سے اڑنے والا ہو جاتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے پرندوں کو پیدا کرنا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ وہ کوئی نشانی دکھائیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کے لئے مٹی سے چمگادڑ کی صورت بنائی پھر اس میں پھونک ماری، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اڑ گیا تو یہود نے کہا یہ واضح جادو ہے پھر ایک معجزہ مادر زاد نابینا اور برص کے مریض کو تندرست کر دینا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس دور دراز کے شہروں سے نابینا، برص کے مریض اور دیگر مریض لائے جاتے، آپؑ ان کے لئے دعا کرتے اور ان پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست ہو جاتے تھے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح اس وجہ سے رکھا گیا تھا کہ وہ مریضوں پر ہاتھ پھیرتے تھے تو وہ تندرست ہو جاتے تھے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ وہ زمین میں سیاحت کرتے تھے اس لئے ان کا نام مسیح پڑ گیا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ ان پر جمال کا اثر تھا اس وجہ سے ان کو مسیح کہا جاتا تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو ان کے جسم پر تیل لگا ہوا تھا جو فرشتوں نے لگایا تھا، اس وجہ سے ان کا نام مسیح پڑ گیا۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے ایک بوڑھی عورت کے بیٹے کو زندہ کیا تھا۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی سیاحت کے دوران ایک بوڑھی عورت پر گزر ہوا جو ایک قبر کے پاس رو رہی تھی تو عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا میرا بیٹا مر گیا ہے۔ میرا اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ اس بوڑھی عورت نے کہا میری بیٹی مر گئی ہے اور میں نے قسم اٹھائی ہے کہ اس کی قبر سے نہ جاؤں گی یہاں تک کہ میں وہ چیز چکھ نہ لوں جو اس نے چکھی ہے اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے زندہ کر دیں تو میں اس کو دیکھ لوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر آپ اس کو دیکھ لو تو واپس چلی جاؤ گی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی پھر قبر کے پاس آکر آواز دی اے فلاں! اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبر میں حرکت ہوئی پھر عیسیٰ علیہ السلام نے دوسری مرتبہ آواز دی تو قبر دو حصوں میں تقسیم ہو گئی پھر تیسری مرتبہ آواز دی تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے سَر سے مٹی جھاڑتے ہوئے قبر سے باہر آ گیا تو اس نے پوچھا اے روح اللہ! آپ نے مجھے کیوں پکارا ہے؟ تو عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس کی والدہ کی بات بتائی تو وہ والدہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا آپ کو اس بات پر کس چیز نے ابھارا ہے کہ میں دو مرتبہ موت کا مزہ چکھوں؟ پھر

اس نے کہا اے روح اللہ! اپنے رب سے سوال کریں کہ وہ مجھے آخرت کی طرف لوٹا دیں اور مجھ پر موت کی سکرات آسان کردیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کر لی اور وہ اپنے رب کی طرف لوٹ گیا اور قبر برابر ہوگئی۔ یہ خبر یہود تک پہنچی تو وہ کہنے لگے ہم نے اس سے زیادہ بڑا جادو کرنے والا کوئی اور نہیں سنا۔

مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ نصیبین کے علاقہ میں ایک متکبر بادشاہ تھا، اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اس کے پاس تشریف لے جائیں تو عیسیٰ علیہ السلام اس کی طرف روانہ ہوگئے اور آپ کے ساتھ حواریین بھی تھے، جب شہر کے قریب پہنچے تو عیسیٰ علیہ السلام نے حواریین کو فرمایا کیا تم میں سے کوئی آدمی ہے جو اس شہر میں جا کر اعلان کرے کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کا کلمہ تشریف لا رہے ہیں۔ تو حواریین میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے جن کا نام یعقوب تھا انہوں نے کہا اے روح اللہ! میں جاؤں گا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ جاؤ اور آپ پہلے وہ شخص ہوں گے جو مجھ سے بیزاری ظاہر کرو گے۔ تو دوسرا آدمی کھڑا ہوا اس کا نام تومان تھا اس نے کہا میں بھی اس کے ساتھ جاؤں گا تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ اس کے ساتھ عنقریب آزمائے جاؤ گے۔ تو شمعون کھڑے ہوئے اور کہا اے روح اللہ! میں ان کا تیسرا ہونا چاہتا ہوں لیکن آپ مجھے اجازت دے دیں کہ اگر وہ ہمیں مجبور کردیں تو میں آپ سے براءت ظاہر کردوں عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو اجازت دے دی تو یہ تینوں وہاں سے چل پڑے جب شہر کے قریب پہنچے تو شمعون نے ان دونوں کو کہا تم دونوں اندر داخل ہو جاؤ اور جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دوں اور میں یہاں رہ جاتا ہوں اگر تم پر کوئی آزمائش آگئی تو میں تمہارے لئے کوئی حیلہ اختیار کروں گا تو یہ دونوں شہر میں داخل ہوگئے اور لوگوں کو عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی خبر پہنچ چکی تھی اور وہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں بدگوئی کر رہے تھے تو یعقوب نے بلند آواز سے کہا عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ تمہارے پاس تشریف لائے ہیں تو لوگ ان دونوں کی طرف لپکے اور کہنے لگے تم میں سے یہ بات کس نے کہی ہے؟ تو اس آدمی نے براءت ظاہر کردی اور کہنے لگا میں نے کچھ نہیں کہا تھا تو دوسرے نے کہا میں نے یہ بات کہی تھی اور میں اب بھی کہتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو لوگوں نے کہا تو نے جھوٹ کہا ہے بلکہ وہ تو ایک بدکار عورت کے بیٹے ہیں پھر لوگوں نے کہا ان سے بیزاری اختیار کرو ورنہ تجھے قتل کردیا جائے گا تو اس نے انکار کردیا تو بادشاہ کے حکم پر اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی دونوں آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کو شہر کی کوٹھڑی میں ڈال دیا گیا شمعون شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے ان کو دیکھ کر اجنبی محسوس کیا تو شمعون نے پوچھا اس مسکین کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تو شمعون ان کے بادشاہ کے پاس گئے اور اس کو کہا کیا آپ مجھے اجازت

دیتے ہیں کہ میں اس مسکین سے سوال کروں؟ تو بادشاہ نے اجازت دے دی تو شمعون اس کے قریب ہوئے اور فرمایا اے آزمائش میں مبتلا آدمی آپ کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ شمعون نے کہا اس کی نشانی کیا ہے؟ اس نے کہا وہ مادر زاد نابینا اور برص والے اور بیمار کو تندرست کردیتے ہیں۔ شمعون نے کہا اطباء بھی اس طرح کر لیتے ہیں کیا اس کے علاوہ کوئی نشانی ہے؟ اس آدمی نے کہا ہاں وہ لوگوں کو بتاتے ہیں جو انہوں نے کھایا ہوتا ہے اور جو گھر میں ذخیرہ کیا ہوتا ہے۔ شمعون نے کہا کاہن لوگ بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ کیا اس کے علاوہ کچھ ہے؟ اس آدمی نے کہا جی ہاں! وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے ہیں تو شمعون نے بادشاہ کو کہا اے بادشاہ! اس نے بہت بڑی بات ذکر کی ہے اور میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں کرسکتا یا وہ کرسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہو اور اللہ تعالیٰ اس بات کی کسی جادوگر اور جھوٹے کو اجازت نہیں دیتے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام رسول نہ ہوتے تو اس بات پر قادر نہ ہوسکتے۔

شیخ ؒ فرماتے ہیں اگر کوئی ملحد اس روایت کو لے کر کہے کہ شمعون نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو باطل قرار دیا ہے تو اب تمہارا جواب کیا ہوگا؟ ہم کہیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے جو کچھ صادر ہوا وہ ماہرین فن جیسا کام نہیں تھا کیونکہ اطباء مرض سے شفاء کے لئے دوا اور شربت استعمال کرتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بغیر دوا کے یہ کام کرتے تھے پھر طبیب کبھی دوا کے ذریعہ سے مریض کو تندرست کردیتا ہے لیکن کوئی طبیب عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کسی کو تندرست نہیں کرسکتا تو طبیب کا ایسے کام سے عاجز ہونا ظاہر ہوگیا اور عیسیٰ علیہ السلام تو ہر آنے والے کو تندرست کردیتے تھے اور اسی طرح کاہن کسی چیز کی خبر دیتا ہے تو کبھی وہ سچ بولتا ہے اور کبھی جھوٹ بولتا ہے تو کاہن کی خبر ایسی نہیں ہوتی جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو بات بھی پوچھی جاتی تھی اس کی ٹھیک خبر دیتے تھے لیکن کاہن کا اکثر احوال میں جھوٹ ظاہر ہوتا ہے۔ اور جادوگر پرندوں کو زندہ نہیں کرسکتے لیکن کبھی وہ لوگوں کو اپنے فن کی وجہ سے یہ خیال دلا دیتے ہیں کہ اس نے یہ صورت بنائی ہے حالانکہ حقیقت کچھ نہیں ہوتی اور عیسیٰ علیہ السلام کا فعل ایسا نہیں ہوتا تھا کیونکہ لوگوں نے جو مطالبہ کیا، عیسیٰ علیہ السلام نے ویسی صورت بنائی تھی اور جادوگر ایسا نہیں کرسکتے۔

اب ہم قصہ کی طرف واپس آتے ہیں جب شمعون نے کہا میرا خیال نہیں کہ کوئی مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہو اگر آپ چاہو تو عیسیٰ علیہ السلام کو بلا کر اس بارے میں ان سے پوچھیں اگر وہ اس کا انکار کردیں تو آپ ان کے ساتھ کے ساتھ جو چاہیں کریں اور اگر وہ اقرار کردیں تو میرا خیال یہ ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے لیکن اگر وہ ایسا کرکے دکھائیں تو ہم ان پر ایمان لے آئیں گے کہ وہ نبی ہیں۔ پھر بادشاہ کو کہا آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام وہ کر دکھائیں جو یہ آدمی کہہ رہا ہے یعنی مردوں کو زندہ کردیں تو کیا آپ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائیں گے؟ بادشاہ نے کہا ہاں۔ تو شمعون نے کہا ہے تو کیا بادشاہ کے لئے تمہارے ساتھ جو کرنا چاہے حلال ہوگا؟ اس نے کہا ہاں کیوں

نہیں۔ تو اس شہر والوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا، وہ تشریف لے آئے اور اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر ایسی ہیبت ومحبت طاری کردی تھی جو کسی کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ تو بادشاہ نے شمعون کو کہا: ان سے بات کرو تو شمعون نے کہا اے عیسیٰ! یہ آزمائش میں مبتلا شخص دعویٰ کررہا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے۔ شمعون نے کہا اور یہ کہتا ہے آپ مادرزاد نابینا اور برص والے اور بیمار کو ٹھیک کردیتے ہیں؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے۔ شمعون نے کہا ہم نے اس سے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر آپ وہ سب نہ کرسکے جو اس نے کہا ہے تو ہم آپ کو اور آپ کے ساتھی کو قتل کردیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے۔ شمعون نے کہا اگر آپ ایسا کرسکتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے ابتداء کریں تو عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اٹھا کر ان کی جگہ رکھ کر ملایا اور ان پر ہاتھ پھیرا تو وہ ٹھیک ہوگئے پھر اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ دونوں آنکھیں ٹھیک ہوگئیں اور وہ تندرست ہوکر کھڑا ہوگیا۔ شمعون نے کہا اے بادشاہ! یہ ایک ہے۔

پھر شمعون نے کہا اے عیسیٰ! ان کو بتائیں کہ گزشتہ رات انہوں نے کیا کھایا تھا اور کیا ذخیرہ کیا تھا؟ تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے فلاں! تو نے فلاں چیز کھائی اور فلاں چیز ذخیرہ کی، اس طرح ایک ایک آدمی کا نام لے کر اس کو بتا دیا تو شمعون نے کہا اے عیسیٰ! یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ مٹی سے پرندوں کی صورت تخلیق کرتے ہیں پھر اس میں پھونک مارتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے پرندہ بن کر آسمان وزمین کے درمیان اڑتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے۔ شمعون نے کہا تو ہمیں بھی یہ دکھائیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تم کونسا پرندہ چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا چمگادڑ کیونکہ وہ تمام پرندوں میں حیرت انگیز ہوتا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی صورت بنا کر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑ گیا۔

اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ میں روایت کیا ہے کہ ان کے زمانہ میں جو اپاہج، آفت زدہ مریض تھے ان سب لوگوں کو جمع کرلیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شفاء عطا فرمائی تو سب عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہوگئے پھر ان لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو کہا آپ ہمارے لیے مردے کو زندہ کریں تو عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تم کس مردہ کو چاہتے ہو؟ لوگوں نے کہا سام بن نوحؑ کو کہ وہ چار ہزار سال پہلے وفات پاچکے تھے تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے ان کی قبر دکھاؤ۔ لوگوں نے قبر دکھائی تو عیسیٰ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے قبول کرلی اور ان کے اوپر سے زمین پھٹ گئی اور وہ اپنی قبر سے سَر سے مٹی جھاڑتے ہوئے باہر نکل آئے، ان کے سَر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ اور وہ کہہ رہے تھے **لبیک یا روح اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم**۔ اے روح اللہ اور اللہ کا کلمہ جن کو اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف القاء کیا، میں حاضر ہوں تو لوگ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور ان کے پیروکار ہوگئے تو عیسیٰ علیہ السلام نے سامؑ سے پوچھا آپ کے بال کیوں سفید ہوگئے ہیں حالانکہ آپ کے زمانہ میں تو سفید بال نہیں ہوتے تھے؟

تو سامؑ نے جواب دیا جب آپ نے مجھے پکارا تو مجھے خوف ہوا کہ قیامت آگئی ہے تو گھبراہٹ وخوف کی وجہ سے میرے سر اور داڑھی کے بال سفید ہوگئے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا آپ کتنے سال پہلے فوت ہوئے تھے؟ سامؑ نے کہا چار ہزار سال پہلے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں تو آپ ہمارے درمیان زندہ رہیں؟ سامؑ نے پوچھا کیا میں اس کے بعد موت کی کڑواہٹ چکھوں گا؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ سامؑ نے کہا میں ایسا نہیں چاہتا کیونکہ میں ابھی تک موت کی کڑواہٹ اپنے حلق میں محسوس کرتا ہوں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے مٹی میں واپس لوٹا دیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر زمین کو برابر کردیا پھر بادشاہ اور اس کی قوم عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد نو ہزار ہوگئی۔

دسترخوان کا واقعہ

عیسیٰ علیہ السلام شہروں میں سیاحت کرتے تھے، آپؑ کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہ تھا تو آپؑ کی قوم کے اہل ایمان بھی آپؑ کے ساتھ چلتے رہتے تھے اور حواریین آپ سے کبھی جدا نہ ہوتے تھے تو ایک دن یہ لوگ کسی بیابان میں تھے تو شدید بھوک و پیاس لگی تو عام لوگوں نے حواریین سے کہا عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کرو کہ وہ ہم پر آسمان سے دسترخوان اتاریں تو یہ بات حواریین پر گراں گزری پھر کہنے لگے ہمیں یہ بات ہر حال میں عیسیٰ علیہ السلام کو کرنی چاہیے تو یہ حواریین عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان لوگوں کا مطالبہ بتایا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

اِذۡ قَالَ الۡحَوَارِيُّوۡنَ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ هَلۡ يَسۡتَطِيۡعُ رَبُّكَ اَنۡ يُّنَزِّلَ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ[سورة المائدہ:۱۱۲]۔

(ترجمہ)(وہ وقت) یاد کے لائق ہے جب حواریوں نے کہا تھا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا اتارے کہا اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔

لوگ کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار نہیں کرتے لیکن

نُرِيۡدُ اَنۡ نَّاۡكُلَ مِنۡهَا[المائدہ:۱۱۳] (ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں)۔ یعنی قوم کھالے۔

وَ تَطۡمَئِنَّ قُلُوۡبُنَا وَ نَعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ صَدَقۡتَنَا وَ نَكُوۡنَ عَلَيۡهَا مِنَ الشّٰهِدِيۡنَ[سورة المائدہ:۱۱۳] .

(ترجمہ)اور ہمارے دلوں کو اطمینان ہو اور ہم جانیں کہ آپؑ نے ہم سے سچ کہا اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔

تو یہ ساری حواریوں کی عبارت ہے جو قوم کی زبانی کہی گئی تھی۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کے لئے بالوں کی ایک قمیص پہنی اور دعا اور آہ وزاری کرنے لگے اور کہا:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنۡكَ وَارۡزُقۡنَا

وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ [سورة المائده:۱۱۴].

(ترجمہ) اے اللہ اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے کھانا اتار دے تاکہ وہ ہمارے لئے جو ہم میں پہلے آئے ہیں یا جو بعد میں آئیں گے عید کا دن اور آپؑ کی طرف سے ایک نشان ہو جائے اور ہمیں رزق دے اور تو ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اے عیسیٰ!

اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ[سورة المائده:۱۱۵].

(ترمہ) میں یہ کھانا تم پر اتاروں گا پھر جو کوئی اس کے بعد تم میں سے ناشکری کرے گا تو میں اس کو وہ عذاب دوں گا جو جہان والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا۔

تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو یہ خبر دی انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔تو دستر خوان نازل ہوا، یہ چمڑے کا دستر خوان تھا جس پر کھانا تھا، اس کے نیچے تہ بتہ بادل تھے اور یہ دستر خوان کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا اور اس کے اوپر بادلوں کا پردہ تھا تو آسمان سے وہ دستر خوان نیچے اتر رہا تھا اور لوگ اور حواری اس کو دیکھ رہے تھے وہ دستر خوان اتر کر عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے لگ گیا اور لوگ اس کے ارد گرد کھڑے ہو کر اس کی خوشبو سونگھ رہے تھے تو عیسیٰ علیہ السلام سجدہ میں چلے گئے اور حواری بھی آپؑ کے ساتھ سجدہ میں چلے گئے پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا سَر اٹھایا اور فرمایا ہم میں سے جس شخص کو اپنے نفس کے بارے میں اللہ تعالیٰ پر زیادہ بھروسہ ہو اور ہم میں سے بہترین ہو تو وہ اس نشانی کو کھولے تاکہ وہ اس کو دیکھ لے اور ہم اس کو دیکھ لیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔تو حواریوں نے کہا آپ اس کا ہم سے زیادہ حق رکھتے ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور بہت زیادہ دعا کی پھر بیٹھ گئے اور پڑھا: بسم الله خير الرازقين اور رومال ہٹا دیا تو اس میں بھنی ہوئی مچھلی تھی جس کے نہ سفنے تھے اور نہ اس میں کانٹے تھے اور گھی اس سے بہہ رہا تھا اور اس کے ارد گرد مختلف قسم کی سبزیاں تھیں گندنے کے علاوہ اور اس کے سَر کے پاس کچھ سرکہ تھا اور اس کی دم کے پاس کچھ نمک تھا اور اس کے ارد گرد پانچ چپاتیاں تھیں، ہر چپاتی پر زیتون اور پانچ انار اور کچھ کھجوریں تھیں تو شمعون نے کہا اے روح اللہ! کیا یہ جنت کے کھانے میں سے ہے یا دنیا کے کھانے میں سے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہ یہ جنت کے کھانے میں سے ہے نہ یہ دنیا کے کھانے میں سے ہے بلکہ یہ آسمان سے اترا ہے، یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہو جا تو وہ ہو گئی پس تم کھاؤ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو۔تو حواریوں نے کہا اے روح اللہ! آپ اس سے سب سے پہلے کھائیں۔عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس سے پہلے وہ کھائے جس نے اس کا سوال کیا تھا اور حواری ڈر گئے کہ اس کھانے کا نزول کسی عذاب کی وجہ سے نہ ہوا ہو، اس وجہ سے حواریوں نے وہ کھانا نہیں کھایا تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپاہج، تنگدست لوگوں، مصیبت

زدہ اور آفت زدہ لوگوں کو بلایا اور ان کو فرمایا اللہ تعالیٰ کے رزق سے کھاؤ اور اپنے نبی کی دعا میں سے کھاؤ تمہیں کوئی نقصان نہیں ہے اور اس کی آزمائش تمہارے غیر کے لئے ہے تو ان لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا یہ کل تیرہ سو مرد و عورت تھے پھر عیسیٰ علیہ السلام نے دستر خوان کو دیکھا تو وہ اپنی حالت پر باقی تھا، اس سے کوئی چیز کم نہیں ہوئی تھی پھر اس دستر خوان کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا اور سب لوگ اس کو دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ وہ چھپ گیا۔

شیخؒ فرماتے ہیں اور بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ اس دستر خوان پر ہر قسم کا کھانا تھا۔ بھنا ہوا، میٹھا، سالن اور سبزیاں، میوہ جات اور روایت کیا گیا ہے کہ یہ آسمان سے نازل نہیں کیا گیا تھا بلکہ جب لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھوک کی شکایت کی تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا کیا تم میں سے کسی کے پاس کچھ کھانا ہے؟ تو ایک آدمی نمکین مچھلی اور چار ٹکیاں لے آیا اور بعض نے کہا ہے سات ٹکیاں تھیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے وہ تقسیم کردیں سب نے کھائیں اور سیر ہو گئے لیکن کھانا ویسا ہی رہا۔ اور زیادہ بہتر یہی بات ہے کہ یہ کھانا آسمان سے نازل ہوا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ [سورة المائدہ:۱۱۵] (میں یہ کھانا تم پر اتاروں گا)۔

پھر جب وہ دستر خوان اٹھالیا گیا تو جنہوں نے اس کا کھانا نہیں کھایا تھا وہ شرمندہ ہوئے۔ پھر روایات میں اختلاف ہے:

بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ دستر خوان صرف ایک مرتبہ ہی اتارا گیا تھا۔

اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ چالیس دن اترتا رہا تھا اور جب یہ دستر خوان اترتا اور عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو بلاتے تو بھیڑ ہو جاتی تھی تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی باریاں مقرر کردی تھیں، ہر روز ایک قوم کی باری ہوتی تھی، یہ دستر خوان دن کی ابتداء میں نازل ہوتا تھا اور سورج کے زوال تک بچھا رہتا تھا پھر آسمان کی طرف بلند ہو جاتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ میں اپنا دستر خوان اور رزق یتیموں، فقراء اور اپاہجوں کے لئے مخصوص کر رہا ہوں، مالداروں کے لئے نہ ہوگا تو یہ بات مالداروں پر گراں گزری اور اس بارے میں چہ میگوئیاں کرنے لگے اور ایک جماعت کو اس کی وجہ سے شکوک وشبہات پیدا ہونے لگے اور طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرنے لگے حتیٰ کہ کہنے لگے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں کیا جاتا تھا اور بعض لوگوں نے تو عیسیٰ علیہ السلام سے ہی پوچھ لیا کہ اے روح اللہ! کیا یہ چیز آسمان سے اتاری جاتی تھی؟ جب یہ لوگ شک کرنے لگے تو اپنے اوپر اللہ کے عذاب کا خوف محسوس کرنے لگے تو عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ میں ان پر اپنی شرط پوری کرتا ہوں جو میں نے دستر خوان اتارتے ہوئے لگائی تھی کہ جو اس کا انکار کرے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر عذاب نازل ہونے کی خبر دی تو اللہ تعالیٰ نے انکار کرنے والوں کی صورتیں بگاڑ دیں۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ چار سو افراد کی صورتیں بگاڑی گئی تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ تین سو تینتیس افراد کی۔ اللہ

تعالیٰ نے ان کو خنزیر بنا دیا تھا تو صبح ہوئی تو وہ لوگ کوڑی سے گندگی کھا رہے تھے اور سارے لوگوں نے اس حال میں صبح کی کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر رہے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کرنے لگے اور وہ خنزیر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، عیسیٰ علیہ السلام کی خوشبو سونگھتے تھے اور ان کے سامنے سجدہ کرتے تھے جبکہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے نام لے کر بلاتے تھے تو فلاں ہے تو فلاں ہے تو وہ اپنے سر سے اشارہ کر کے بتاتے ہاں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام فرماتے کیا میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی سزا سے نہیں ڈرایا تھا؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ [المائدہ: ۷۸]

(ترجمہ) بنی اسرائیل میں سے کافر ہونے والوں پر حضرت داودؑ کی زبانی لعنت کی گئی تھی۔ یہ لوگ ایلہ والے تھے۔

وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ [سورۃ المائدہ: ۷۸] (اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبانی)۔

یہ لوگ دستر خوان والے تھے، پھر جن لوگوں کی صورتیں بگاڑی گئی تھیں یہ تین دن زندہ رہ کر مر گئے، ان دنوں میں نہ انہوں نے کچھ کھایا اور نہ ہی کچھ پیا۔ جب یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کر کے ان کو بیت المقدس سے نکال دیا تو عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ زمین میں سیاحت کرنے لگے تو ایک دن سیاحت کرتے کرتے ایک شہر میں ایک آدمی کے پاس قیام کیا تو اس نے ان دونوں کی خوب آؤ بھگت کی اور ان کو کہا کہ آپ میرے پاس رہ جائیں تو یہ دونوں اسی کے پاس رہ گئے تو ایک دن حضرت مریمؑ اس آدمی کی بیوی کے پاس بیٹھی تھیں تو وہ غمزدہ گھر واپس آیا، حضرت مریمؑ نے اس آدمی کی بیوی سے کہا آپ کا خاوند غمزدہ کیوں ہے؟ اس عورت نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے، میں اس سے پوچھتی ہوں۔ بیوی نے پوچھا تو اس علاقہ کا حکمران ایک متکبر سرکش بادشاہ تھا، خاوند نے کہا بادشاہ نے ہر ایک پر یہ لازم کر دیا ہے کہ اس کی اور اس کے لشکر کی دعوت کرے اور مجھ پر ایک دن مقرر کر دیا ہے اور میرے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے، اسی وجہ سے میں پریشان ہوں تو حضرت مریمؑ نے اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ بات بتائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اس کو کافی ہو جائیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا میں ایسا کرتا ہوں لیکن فتنہ اور آزمائش ہوگی تو ان کی والدہ نے فرمایا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس کی حاجت پوری کر دیں کیونکہ اس کا ہم پر حق ہے اور آپ کے ذمہ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ ان کو کہہ دیں کہ جب بادشاہ کی دعوت کا وقت ہو تو مجھے بتا دیں تو وہ آدمی آیا عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو حکم دیا کہ وہ اپنی ہانڈیوں کو پانی سے اور شراب کے مٹکوں کو پانی سے بھر دے۔ اس آدمی نے ایسا ہی کیا تو عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے، دعا کی اور اس پر لعاب مبارک ڈال دیا تو اس کی ہانڈیاں گوشت اور شوربے سے بھر گئیں اور سارا گھر روٹیوں سے بھر گیا اور مٹکے شراب سے بھر گئے، لوگوں نے اس سے

زیادہ لذیذ اور پاکیزہ شراب نہیں دیکھی تھی تو بادشاہ آیا اور کھا پی کر جب شراب پی تو اس آدمی کو کہنے لگا یہ شراب کہاں سے آئی ہے؟ کیونکہ میں نے اس جیسی شراب نہیں دیکھی تو اس آدمی نے کہا فلاں بستی سے۔ بادشاہ نے کہا میں نے وہاں کی شراب پی ہے وہ اس جیسی نہیں ہوتی۔ تو میزبان نے کہا یہ دوسری بستی کی ہے بادشاہ نے کہا میں نے اس کی شراب بھی پی ہے جب بات گڈ مڈ ہوگئی تو بادشاہ کو غصہ آگیا اور کہنے لگا تو مجھ سے جھوٹ بولتا ہے؟ تو میزبان کو اپنی جان کا خوف ہوا اور کہنے لگا میں آپ کو سچ بتاتا ہوں کہ میرے پاس ایک یتیم لڑکا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عطا کرتے ہیں اسی نے میرے لئے دعا کی اور پانی شراب بن گیا۔ بادشاہ کا ایک بیٹا تھا جس کو بادشاہ اپنا جانشین بنانا چاہتا تھا وہ کچھ دن پہلے مر چکا تھا تو بادشاہ نے کہا جو لڑکا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور پانی شراب بن جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو میرا بیٹا زندہ ہو جائے گا تو عیسیٰ علیہ السلام کو بلوا کر ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس کا بیٹا زندہ کر دیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ایسا نہ کرو اگر وہ زندہ ہو گیا تو تمہارے لئے بہت برا ہوگا۔ بادشاہ نے کہا مجھے پرواہ نہیں ہے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ایک شرط پر دعا کروں گا بادشاہ نے پوچھا وہ کیا شرط ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جب میں دعا کروں گا اور آپ کا بیٹا زندہ ہو جائے گا تو آپ مجھے اور میری والدہ کو چھوڑ دینا ہم جہاں جانا چاہیں چلے جائیں گے۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کے بیٹے کو زندہ کر دیا جب عوام نے یہ دیکھا تو کہنے لگے ہم اس متکبر سرکش بادشاہ کی وجہ سے عذاب میں تھے اب یہ چاہتا ہے کہ اپنے بیٹے کو ہم پر اپنا جانشین بنا دے تا کہ وہ بھی ہم پر اسی طرح ہو اللہ کی قسم ہم اس پر راضی نہیں ہیں تو لوگوں نے ہتھیار سنبھال لئے اور فتنہ برپا ہو گیا تو عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کو لے کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک یہودی ان دونوں کے ساتھ ہو گیا، یہودی کے پاس دو چپاتیاں تھیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک چپاتی تھی تو عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا کیا آپ مجھے کھانے میں شریک کریں گے؟ یہودی نے کہا جی ہاں۔ پھر جب یہودی نے دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس صرف ایک روٹی ہے تو جب رات کو سب سو گئے تو یہودی اپنی چپاتی کھانے لگ گیا جیسے ہی اس نے لقمہ لیا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ کیا کر رہے ہو؟ یہودی نے کہا کچھ نہیں اور ساری روٹی پھینک دی جب صبح ہوئی تو عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا اپنا کھانا لے آؤ تو وہ ایک چپاتی لے آیا عیسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے پھر ایک بکریوں کے چرواہے پر گزر ہوا تو عیسیٰ علیہ السلام نے آواز دی اے بکریوں والے! ہمیں اپنے ریوڑ میں سے ایک بکری ذبح کرنے کے لئے دے دو۔ اس نے کہا آپ اپنے ساتھی کو بھیجیں وہ لے جائے تو عیسیٰ علیہ السلام نے یہودی کو بھیجا وہ بکری لایا اس کو ذبح کر کے بھون لیا اور بکری والا ان کو دیکھ رہا تھا تو عیسیٰ علیہ السلام نے یہودی کو فرمایا اس میں سے کھاؤ لیکن اس کی ہڈی نہ توڑنا تو سب نے کھایا جب سب کا پیٹ بھر گیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی ہڈیاں اس کی کھال میں جمع کر کے اپنا عصا مبارک اس کو مار کر کہا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑی ہو جا، تو وہ بکری

مَیں مَیں کرتی ہوئی کھڑی ہوگئی تو عیسیٰ علیہ السلام نے چرواہے کو فرمایا اپنی بکری لے لو تو چرواہے نے کہا آپ کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا میں عیسیٰ ابن مریم ہوں تو چرواہا کہنے لگا آپ وہی جادوگر ہیں جن کے بارے میں میں نے سنا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام سے دور ہوگیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے یہودی کو کہا میں اس ذات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے ہمارے کھانے کے بعد بکری کو زندہ کیا کیا تیرے پاس دو چپاتیاں تھیں یا ایک چپاتی تھی؟ تو یہودی نے قسم اٹھالی کہ اس کے پاس صرف ایک چپاتی تھی تو عیسیٰ علیہ السلام خاموش ہوگئے اور یہ سب آگے چل پڑے تو ان کا گزر ایک گائیوں والے پر ہوا تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے گائے والے! ہمیں اپنی گائیوں میں سے ایک بچھڑا ذبح کرنے کے لئے دیدے اس نے کہا اپنے ساتھی کو بھیج دیں وہ بچھڑا لے جائے تو عیسیٰ علیہ السلام نے یہودی کو بھیجا وہ بچھڑا لایا، انہوں نے مل کر اس کو ذبح کر کے بھونا اور گائے والا یہ منظر دیکھ رہا تھا تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی کو فرمایا اس میں سے کھاؤ اور اس کی کوئی ہڈی نہ توڑنا۔ جب سب کا پیٹ بھر گیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی ہڈیاں اس کی کھال میں جمع کر کے اس پر عصا مبارک مارا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہوجا۔ تو بچھڑا آواز نکالتا ہوا کھڑا ہوگیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے گائے والے کو فرمایا اپنا بچھڑا لے لو اس نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا میں عیسیٰ ابن مریم ہوں۔ اس نے کہا آپ وہ جادوگر ہو، اور وہاں سے چلا گیا۔

تو یہودی نے عیسیٰ علیہ السلام کو کہا آپ نے ہمارے کھانے کے بعد بچھڑے کو زندہ کر دیا ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا ہے تو جس ذات نے اس بچھڑے کو زندہ کیا ہے میں اس کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کے پاس ایک چپاتی تھی یا دو چپاتیاں تھیں؟ تو اس نے قسم کھائی کہ اس کے پاس صرف ایک چپاتی تھی تو عیسیٰ علیہ السلام خاموش ہوگئے اور آگے روانہ ہوگئے۔ پھر ایک شہر پر پہنچے تو یہودی نے بالائی جگہ پر قیام کیا اور عیسیٰ علیہ السلام نے نشیبی جگہ پر اور اس شہر کا ایک بادشاہ تھا جو کسی مرض میں مبتلا تھا اور اطباء اس کے علاج سے عاجز آچکے تھے تو یہودی نے عیسیٰ علیہ السلام کے عصا مبارک جیسا عصا لیا اور یہ سمجھا کہ وہ بھی مردوں کو زندہ کرسکتا ہے۔ پھر بادشاہ کے دروازہ پر چلا گیا اور کہا میں تمہارے بادشاہ کو شفا دے سکتا ہوں تو لوگوں نے کہا بہت سے اطباء نے اس کا علاج کیا ہے وہ عاجز آگئے ہیں اور جو بادشاہ کا علاج نہیں کرسکتا بادشاہ اس کو قتل کردیتا ہے۔ یہودی نے کہا مجھے بادشاہ کے پاس لے جاؤ میں اس کو ٹھیک کردوں گا اور اگر وہ مرگیا تو میں اس کو زندہ کردوں گا تو لوگ یہودی کو بادشاہ کے پاس لے گئے تو یہودی نے بادشاہ کی ٹانگ پکڑ کر اس کو عصا مارنا شروع کردیا تو بادشاہ مرگیا اور وہ بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کو اپنے عصا سے مارتا رہا اور ساتھ کہتا رہا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہوجا جب یہودی بادشاہ کو زندہ نہ کرسکا تو لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اور کہنے لگے تو نے ہمارے بادشاہ کو قتل کردیا ہے اور لوگ اس یہودی کو قتل کرنے لگے تو یہ بات عیسیٰ علیہ السلام تک بھی پہنچ گئی تو عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو یہودی کو لکڑی پر اٹھا لیا گیا تھا تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر میں تمہارے بادشاہ کو زندہ

کردوں تو کیا تم میرے اس ساتھی کو چھوڑ دو گے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو بادشاہ زندہ ہوگیا اور یہودی کو لکڑی سے اتار دیا گیا اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوگیا تو یہودی نے کہا اے عیسیٰ! آپ نے مجھے قتل ہونے سے بچایا، سب لوگوں سے زیادہ آپ کا مجھ پر احسان ہے۔ اللہ کی قسم! میں آپ سے کبھی جدا نہ ہوں گا تو عیسیٰ علیہ السلام نے یہودی کو فرمایا میں تجھے اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس نے بکری اور بچھڑے کو ہمارے کھانے کے بعد زندہ کیا اور بادشاہ کو مرنے کے بعد زندہ کیا اور تجھے اس لکڑی پر چڑھائے جانے کے بعد نیچے اتارا تیرے پاس کتنی چپاتیاں تھیں؟ تو یہودی نے ان تمام کی قسم اٹھا کر کہا کہ اس کے پاس صرف ایک چپاتی تھی تو عیسیٰ علیہ السلام خاموش ہوگئے اور یہ سب آگے چل پڑے۔ تو ان کا گزر ایک خزانہ پر ہوا جو درندوں کے کھودنے کی وجہ سے ظاہر ہوگیا تھا اور اس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا تو یہودی نے عیسیٰ علیہ السلام کو کہا ہم اس مال کو حاصل کر لیتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کو چھوڑ دے کیونکہ اس مال پر بہت سے لوگ ہلاک ہوں گے تو یہودی کے دل میں مال کا لالچ آگیا لیکن وہ عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرنے پر بھی قادر نہیں تھا تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چل پڑا، آگے چار لوگ آئے جب انہوں نے خزانہ دیکھا تو کہنے لگے آؤ ہم اس کو تقسیم کرلیں پھر انہوں نے دو کو بھیجا کہ وہ ان کے لئے کھانا پینا اور جانور لے آئیں جن پر یہ مال اٹھا کر لے جائیں گے تو دو آدمی گئے اور سوچا کہ کھانے اور پینے میں زہر ڈال دیں تاکہ دوسرے دو ہلاک ہوجائیں اور وہ دوسرے کہنے لگے کہ جب ہمارے ساتھی آئیں گے تو ہم ان کو قتل کردیں گے اسی طرح سارا خزانہ ہمارا ہوجائے گا۔ جب وہ دونوں کھانا لائے تو انہوں نے کھڑے ہو کر کھانا لانے والوں کو قتل کردیا پھر کھانا کھانے بیٹھے تو کھاتے ہی مر گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہ خبر دی تو آپؑ نے یہودی کو فرمایا ہمارے ساتھ اس مال کے پاس واپس چل۔ واپس آئے تو ان لوگوں کو مال کے اردگرد مردہ پایا تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خزانہ نکال لو ہم اس کو تقسیم کرلیتے ہیں تو یہودی نے خزانہ نکالا تو عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے تین حصے کئے ایک حصہ یہودی کو دیا اور دو حصے خود رکھ لئے تو یہودی کہنے لگا آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور مجھ پر ظلم نہ کریں ہم دو آدمی ہیں تو آپ مال بھی دو حصوں میں تقسیم کریں تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ایک تہائی میرا ہے ایک تہائی تیرا ہے اور ایک تہائی اس گمشدہ چپاتی کے مالک کا ہے۔ تو یہودی نے کہا اگر میں آپ کو اس چپاتی والے کا بتا دوں تو آپ مجھے اس کا حصہ دیں گے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ یہودی کہنے لگا وہ میں ہوں تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو میرا حصہ، اپنا حصہ اور اس چپاتی والے کا حصہ لے جا۔ یہ تیرا دنیا اور آخرت کا حصہ ہے تو یہودی مال لے کر تھوڑا سا ہی چلا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

عیسیٰ علیہ السلام کے دیگر معجزات

عیسیٰ علیہ السلام ایک سفر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ جارہے تھے تو سب نے ایک بستی کے پاس پڑاؤ کیا، یہ فصل پکنے کا وقت تھا تو ان حضرات نے ایک کاشت والی زمین کے قریب قیام کیا جس کا چھلکا اترنے کے قریب تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بہت بھوکے تھے انہوں نے عرض کیا اے روح اللہ! کیا آپ ہمیں اس سے کھانے کی اجازت دیتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ ان کو اجازت دے دو تو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی اس فصل کو مل کر چھلکا اتار کر کھانے لگے اچانک فصل کا مالک آکر چیخنے لگا میری زمین۔ میری فصل۔ مجھے یہ زمین اپنے والدین سے وراثت میں ملی تھی تم کس کی اجازت سے یہ کھا رہے ہو؟ تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے ان کو اجازت دی ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ابتداء زمانہ سے اس وقت تک زمین کے جتنے مالک بن چکے تھے سب کو زندہ کردیا تو فصل کے ہر خوشہ کے پاس ایک مرد اور عورت کھڑے ہو کر کہنے لگے یہ میری زمین اور میری فصل ہے تم کس کی اجازت سے کھا رہے ہو تو وہ آدمی یہ سب دیکھ کر حیران رہ گیا تو اس کو بتایا گیا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا اے روح اللہ! میں آپ کو نہیں پہچان سکا میں نے اپنی فصل آپ لوگوں کے لئے حلال کردی ہے تو عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا یہ زمین اور فصل تیری نہیں ہے، یہ سب لوگ اس زمین کے مالک بنے تھے اور اس کو چھوڑ کر مر گئے اور اسی طرح تیرے ساتھ بھی ہوگا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک دن پتھر کو سرہانہ بنا کر سو رہے تھے تو ابلیس کا وہاں سے گزر ہوا تو آپؑ کو کہنے لگا اے عیسیٰ! کیا آپ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ آپ دنیا کی کسی چیز کا ارادہ نہیں کرتے اور یہ پتھر بھی تو دنیا کی چیز ہے تو عیسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر وہ پتھر شیطان کو مارا اور فرمایا یہ دنیا کے ساتھ ہے اور میری جان کی قسم! بے شک دنیا اور دنیا والے تیرے خادم ہیں۔

اور حسنؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے تو حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو کہا اے روح اللہ! آپ پانی پر چل سکتے ہیں اور ہم ایسا نہیں کرسکتے تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ میرے اللہ تعالیٰ پر یقین کی وجہ سے ہے تو حواریوں نے کہا ہم بھی تو اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اگر تمہارے راستہ میں موتی اور پتھر آجائے تو تم کیا چیز اٹھاؤ گے حواری کہنے لگے موتی کو۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ پر یقین کرنے والے نہیں ہو جب تک موتی اور پتھر تمہارے نزدیک برابر نہ ہو جائیں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو فرمایا تمہیں دنیا زیادہ محبوب ہے یا ٹھیکری؟ حواریوں نے کہا دنیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا دنیا اور ٹھیکری میرے نزدیک برابر ہیں۔

اور کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک دن بیت المقدس کی گھاٹی پر چڑھے تو ابلیس آپ کے سامنے آگیا اور

عیسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگا آپ اپنی ربوبیت کی عظمت کے اس مقام تک پہنچ گئے ہیں کہ آپ مادرزاد نابینا اور برص والے کو تندرست کر دیتے ہیں اور مریضوں کو شفاء دیتے ہیں ۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں بلکہ عظمت اور ربوبیت اس ذات کی ہے جس کے حکم سے میں ان کو شفاء دیتا ہوں اور اگر وہ چاہے تو مجھے مریض کر دے۔ ابلیس نے کہا آپ کی ربوبیت کی عظمت میں سے یہ ہے کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے ہیں ۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں بلکہ عظمت اس ذات کی ہے جس کے حکم سے میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور اگر وہ چاہے تو مجھے موت دیدے ۔ ابلیس نے کہا آپ قدرت کے اس کمال کو پہنچ گئے ہیں کہ پانی پر چلتے ہیں ۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بلکہ قدرت تو اس ذات کی ہے جس کی اجازت سے میں چلتا ہوں اور اگر وہ چاہے تو مجھے غرق کر دے۔ ابلیس نے کہا آپ آسمانوں پر چلے جاتے ہو اور وہاں تمام امور کی تدبیر کرتے ہو اور میں آپ کے سوا اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں جانتا اور نہ آپ کے سوا اللہ تعالیٰ کی کوئی مثل ہے تو عیسیٰ علیہ السلام اس کی بات سن کر کانپنے لگے اور بے ہوش ہو کر گر گئے جب بے ہوشی سے افاقہ ہوا تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو بددعا دی تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے شیطان کو ایک کوڑا مارا تو وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا اور گڑھے میں اتنا نیچے جا گرا کہ سب سے نچلے افق تک پہنچ گیا۔ پھر کھڑا ہو کر واپس اس گھاٹی میں آیا اور اس گھاٹی کو عیسیٰ علیہ السلام پر بند کر دیا اور کہنے لگا کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا کہ آپ عظیم معبود ہیں اور آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں لیکن آپ خود کو نہیں پہچانتے۔ تو آپ آئیں میں شیطانوں کو آپ کی عبادت کرنے کا حکم دیتا ہوں جب بنی آدم اس کو دیکھیں گے تو وہ بھی آپ کی ہی عبادت کریں گے تو آپ زمین کے معبود بن جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ آسمان کے معبود ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام غشی کھا کر گر گئے تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کو بھیجا تو میکائیلؑ نے ایک پھونک ماری جس سے ابلیس سورج کے مشرق کی طرف جا گرا وہاں اسرافیلؑ نے اس کو ایک کوڑا مارا جس نے اس کو مغرب کی طرف پھینک دیا تو ابلیس کا عیسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا تو کہنے لگا ہائے بربادی! اے کنواری عورت کے بیٹے! مجھے آپ کے تابعدار مل گئے ہیں پھر جبرائیلؑ نے اس کو ایک کوڑا مارا جس نے اس کو کھولتے ہوئے پانی کے چشمہ میں ڈال دیا۔ ابلیس کو وہاں سے تین دن بعد نکالا گیا۔ ابلیس جب واپس اپنی مجلس میں آیا تو شیاطین اس کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ہمارے آقا! آپ کو بہت مشقت پیش آئی ہے تو ابلیس نے کہا یہ معصوم بندے ہیں، میرا ان پر کوئی زور نہیں چلا لیکن میں ان کی وجہ سے ان کے اکثر پیروکاروں کو گمراہ کروں گا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کو معبود کہیں گے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ابلیس بیت المقدس کی گھاٹی پر عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے آیا اور کہنے لگا آپ لا الہ الا اللہ کہیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ کلمہ حق ہے لیکن تیرے کہنے کی وجہ سے میں یہ نہیں کہوں گا۔

حسنؒ فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام تیرہ سال کے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی طرف وحی کی اور آپؑ کو تینتیس

سال کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھالیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کے بیس سال گزارے اور حسنؒ کے علاوہ نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو سترہ سال کی عمر میں وحی کی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ ستائیس سال کی عمر میں وحی کی گئی اور آپؑ کو تینتیس سال کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ جنتی لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تینتیس سال کے ہوں گے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر

مؤرخین نے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا جو سبب ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک بادشاہ جس کا نام کعبؒ نے داود بن بوذا نقل کیا ہے اور بعض نے ھردوس اور بعض نے فنطیوس بن فیلاطوس نقل کیا ہے یہ متکبر اور سرکش بادشاہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس کے پاس جا کر اس کو اسلام کی دعوت دیں تو عیسیٰ علیہ السلام اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو دعوت دی اور اس کو نصیحت کی اور اللہ تعالیٰ کے وعدے بتائے اور عذاب سے ڈرایا تو اس نے انکار کر دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو عیسیٰ علیہ السلام اس سے چھپ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی۔ اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ [سورة آل عمران:۵۵] (میں تجھے لے لوں گا اور اپنی طرف (بغیر موت کے دنیا سے) اٹھالوں گا) تو آپؑ نے حواریوں کو فرمایا جو کل بارہ افراد تھے ان کے نام یہ ہیں۔ یحییٰ، شمعون، تومان، یوفنا، مریوس، قطرس، یحنس، یعقوب، اندرانیس، قلیس، یعقوس، جرجیس۔ آپؑ نے فرمایا الراعی (چرواہے) کے اٹھائے جانے کا وقت اور رعایا سے جدا ہونے کا وقت قریب آگیا ہے تو حواری جان گئے کہ عیسیٰ علیہ السلام ان سے جدا ہونے لگے ہیں تو وہ رونے لگے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم میری جدائی پر روتے ہو اور اس سے سخت ترین چیز کو چھوڑ رہے ہو میں تم سے جدا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ میرے دشمن مجھ پر کامیاب ہو جائیں گے پھر تم میرا دفاع نہیں کرو گے تو حواریوں نے کہا جب تک ہمارے جسم میں روح رہے گی ہم آپ کو دشمنوں کے حوالے نہ کریں گے ہاں اگر ہم آپ سے پہلے قتل کر دیئے جائیں تو اور بات ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مرغ صبح کو تین دفعہ نہیں چیخے گا حتیٰ کہ شمعون مجھ سے تین مرتبہ بے زاری ظاہر کر چکا ہوگا اور آپ تمام حواریوں کے سربراہ اور وہ جمی ہوئی چٹان ہو جو دین کی بنیاد ہے لیکن تم لوگ میری بات سنو اور میرے ساتھ کھڑے ہو تاکہ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ مجھ سے میرے دشمن کو دور کر دیں۔

راوی کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک پہاڑ کی غار میں تھے تو آپؑ کے دشمن رات کو آئے اور غار میں داخل ہو کر عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ لیا اور آپؑ کے سر پر تمسخر کے لئے کانٹوں کی باڑ ڈال دی اور عیسیٰ علیہ السلام کو مارا اور کہنے لگے اگر آپ نبی ہو تو اپنے رب کو بلاؤ تاکہ وہ آپ کو ہم سے بچائے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام ان سے کوئی بات نہ کرتے تھے اور وہ بار بار یہی بات دہراتے تھے اور اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے

ساتھیوں کے ساتھ کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں میں سب سے زیادہ محبوب اور آپؑ پر مہربان وشفیق شمعون تھے، یہود نے ان کو پکڑ لیا اور کہنے لگے یا تو آپ عیسیٰ علیہ السلام سے بے زاری ظاہر کردو ورنہ ہم آپ کو قتل کردیں گے تو شمعون نے عیسیٰ علیہ السلام سے بے زاری ظاہر کردی پھر یہود نے دوبارہ مطالبہ کیا اور شمعون کو پکڑ کر قتل کرنے لگے تو شمعون نے دوسری مرتبہ بے زاری ظاہر کی اور مرغ نے آواز نکالی اور فجر طلوع ہوئی تو یہود نے شمعون کو کہا تو عیسیٰ علیہ السلام سے بے زاری ظاہر کر تو اس نے عیسیٰ علیہ السلام سے بے زاری ظاہر کردی۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو جب پکڑا گیا تو ایک کمرے میں قید کردیا گیا تھا اور بادشاہ کے ہرکارے دروازہ پر بیٹھ کر پہرہ دینے لگے اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی ڈر رہے تھے تو شمعون عیسیٰ علیہ السلام کا حال معلوم کرنے آئے تو بھیس بدل کر ان کے ساتھ بیٹھ گئے اس آگ کے پاس جو انہوں نے جلائی ہوئی تھی وہ بہت سرد رات تھی تو یہود نے شمعون کو کہا ہم آپ کو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے سمجھتے ہیں تو شمعون نے کہا نہ میں ان لوگوں میں سے ہوں اور نہ ہی ان کو پہچانتا ہوں پھر دوسری مرتبہ یہی سوال کیا شمعون نے پھر ویسا کیا پھر تیسری مرتبہ یہود نے یہی کہا حتیٰ کہ شمعون نے اس رات میں عیسیٰ علیہ السلام سے تین بار بے زاری ظاہر کی جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا:

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ [سورۃ آل عمران: 55].

(ترجمہ) میں تجھے لےلوں گا اور اپنی طرف (بغیر موت کے دنیا سے) اٹھالوں گا۔

تو عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو یہ خبر دی تو حواری کہنے لگے اے روح اللہ! ہمیں وصیت کریں تو عیسیٰ علیہ السلام ان کو وصیت کرنے لگے اور الوداعی کلمات کہنے لگے تو حواریوں نے پوچھا کیا کوئی نبی فضل ومرتبہ میں آپ سے فائق ہوں گے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں! وہ نبی جو عربی اور امی ہوں گے حواریوں نے پوچھا اے روح اللہ! وہ کہاں مبعوث ہوں گے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تہامہ کی زمین میں۔ حواریوں نے پوچھا وہ کن لوگوں میں سے ہوں گے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قریش میں سے۔ اگر ان کو فضیلت دی گئی ہے تو وہ اس کے حق دار ہیں۔ وہ حکمت والوں کے ساتھ رہیں گے اور اپنی امت کو حکمت دیں گے اور ان کی امت کے علماء انبیاءؑ کی طرح ہوں گے، تم ان پر میری طرف سے سلام پڑھنا۔

راوی کہتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کو دیکھا وہ اس وقت تک حیات تھیں اور بعض روایات میں آتا ہے کہ والدہ وفات پاچکی تھیں۔

اور اس روایت میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے والدہ کو عرض کیا اے اماں جان! میں اٹھالیا جاؤں گا تو ان کی والدہ ان کو الوداع کہہ کر رونے لگیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے والدہ کو کہا اے اماں جان! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت

کریں کہ آپ تو اس کی حق دار تھیں کہ اس بات پر خوش ہوتیں اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں پھر عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم پر شمعون کو خلیفہ بنایا جائے اور تم شہروں میں پھیل جاؤ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس فرشتے آئیں گے، ان کے پاس مشکیزے ہوں گے جن میں اللہ تعالیٰ کا نور ہوگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ چمچے لائیں گے تم میں سے جو وہ چمچا لے اس میں موجود نور کو چاٹ لے تو اس طرح وہ جس امت میں بھیجا گیا ہوگا انہی کی زبان میں بات چیت کر سکے گا پھر ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائے۔ پھر جب عیسیٰ علیہ السلام اپنی وصیت سے فارغ ہوئے تو یہود آپؑ کو پکڑنے آئے لیکن وہ آپ کو پہچانتے نہیں تھے تو یہود نے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں سے کسی کو انعام کا لالچ دیا کہ وہ ان کو عیسیٰ علیہ السلام کی نشاندہی کر دے۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کی کیفیت میں اختلاف ہے:

بعض راویوں نے کہا ہے کہ یہود عیسیٰ علیہ السلام کو غار سے پکڑ کر شہر میں لے گئے اور ساری رات صبح تک عیسیٰ علیہ السلام کا پہرہ دیا پھر بادشاہ کے حکم پر عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کے لئے لایا گیا اور آپؑ کے لئے لکڑی گاڑھی گئی اور یہود اور تمام لوگ جمع ہوگئے جب آپؑ کو لکڑی کی طرف لے جایا جارہا تھا تو سورج گرہن کی وجہ سے دنیا تاریک ہوگئی، لوگ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی بیڑیاں کھول کر اس آدمی کو باندھ دیا جس نے عیسیٰ علیہ السلام کی نشاندہی کی تھی اس کا نام بوذا تھا اور فرشتے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا گئے اور سورج کا گرہن ختم ہوا تو لوگوں نے بوذا کو عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ [النسآء:۱۵۷] (لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا)۔

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی پر عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت ڈال دی تھی اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ یہودی کو عیسیٰ علیہ السلام کی صورت دے کر اس کا اکرام نہیں کر سکتے بلکہ ہوا یوں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ آدمی یہودیوں کو دکھایا تو وہ لوگ اپنے خیال کے مطابق اس کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھے اور ایسا ہو جانا ہمارے نزدیک بھی بعید نہیں ہے تو یہود کہنے لگے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اس تاریکی کے ذریعے سے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا تھا تاکہ اس بہانہ سے ہم سے چھوٹ جائیں لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے اور یہود نے اپنے ساتھی بوذا کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دیا اور وہ ان کو واسطہ دیتا رہا کہ کیا میں تمہارا ساتھی بوذا نہیں ہوں جس نے تمہیں عیسیٰ علیہ السلام کی نشاندہی کی تھی اور بوذا فرشتوں کو دیکھ چکا تھا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھ کیا کیا ہے تو اس نے یہود کو یہ بات بتائی اور کچھ علامات بھی بتائیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارے میں کیا کیا مشورے کرتے رہے تھے تو یہود نے اس کی بات نہیں مانی اور کہنے لگے تو جھوٹ بولتا ہے تو ہی عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ تو اپنے

جادو کے ذریعہ سے ہمارے رازوں پر مطلع ہوگیا ہے اور تو ہم سے چھٹکارا حاصل کرنے کا حیلہ کرنا چاہتا ہے اور یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کے شبہ میں اپنے ہی ساتھی کو قتل کردیا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ [سورة النساء:١٥٧].

(ترجمہ) نہ تو ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا۔

اور دیگر حضرات مؤرخین نے فرمایا ہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ یہود نے جب رات کو غار میں عیسیٰ علیہ السلام کو پایا تو وہاں اسی رات عیسیٰ علیہ السلام کا پہرہ دیا، آپؑ کے ساتھ آپ کی والدہ اور حواری تھے تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو وصیتیں کیں تو آسمان سے ایک بادل اترا اور غار کی چھت اور بالائی حصہ پھٹ گیا اور بادل آیا اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے۔ جب صبح ہوئی تو یہود نے اپنا ایک آدمی غار میں بھیجا تاکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو باہر نکال لائے وہ اندر داخل ہوا لیکن عیسیٰ علیہ السلام اندر نہیں ملے تو وہ باہر نکلا اور کہا یہاں عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں تو یہود نے کہا تو ہی عیسیٰ علیہ السلام ہے تو باہر نکلا ہے تاکہ ہماری آنکھوں پر جادو کردے تو یہود نے اس کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دیا اور قتل کردیا اور اس کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھتے رہے اور وہ چیختا رہا لیکن یہود نے اس کی بات نہ مانی پھر جب اس کو قتل کردیا تو کہنے لگے اگر یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو ہمارا ساتھی کہاں ہے؟ اور اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کہاں چلے گئے ہیں؟ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا [سورة النساء:١٥٧].

(ترجمہ) اور جو لوگ ان کے متعلق اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں ان کو کچھ خبر نہیں مگر اٹکل کی پیروی کرتے ہیں اور ان کو یقیناً قتل نہیں کیا گیا۔

اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ یہود نے ایک گھر میں عیسیٰ علیہ السلام کا محاصرہ کیا تھا، آپؑ کے ساتھ انیس آدمی تھے تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اٹھایا جارہا ہوں تو میری صورت کون قبول کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ میری شبیہ اس پر ڈال دیں گے اور وہ قتل کیا جائے گا اور اس کو جنت ملے گی تو ان میں سے ایک آدمی نے یہ بات قبول کرلی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام جرجیس تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا جب صبح ہوئی اور حواری باہر نکلے، ان کی تعداد اٹھارہ تھی تو یہود نے کہا تم میں سے ایک کہاں ہے؟ کیونکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ انیس تھے تو حواریوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا ہے تو یہود نے حواریوں کی بات کی تصدیق نہیں کی کیونکہ وہ ان میں سے ایک آدمی کو عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں دیکھ رہے تھے تو ان لوگوں کو شک ہوا اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہہ آدمی کو پکڑ لیا اور اس کو قتل کردیا اور اس کو عیسیٰ علیہ السلام ہی سمجھتے رہے اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے:

وَ اِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَ مَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا [سورة النساء:۱۵۷].

(ترجمہ) اور جو لوگ ان کے متعلق اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں ان کو کچھ خبر نہیں مگر اٹکل کی پیروی کرتے ہیں اور ان کو یقیناً قتل نہیں کیا گیا۔ یقینی طور پر۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا تھا۔

قرب قیامت حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا ذکر

پھر متواتر روایات سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور وہ اب بیت المعمور میں ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ آسمان کے ایک گھر میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر فرشتوں کی مہر لگا دی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ آخری زمانہ میں دجال اور مہدیؒ کے نکلنے تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو نازل کریں گے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مکہ میں نازل ہوں گے اور لوگ فجر کی نماز کی صفیں بنائے کھڑے ہوں گے اور نماز کی اقامت کہی جا چکی ہوگی اور مہدیؒ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکے ہوں گے تو اسی دوران ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوئے ہیں لوگ متوجہ ہوں گے تو اچانک سامنے عیسیٰ بن مریم مسجد حرام کے درمیان کھڑے ہوں گے تو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر خوش ہو جائیں گے حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھیں گے تو مہدیؒ ان کو کہیں گے آپ ہی نماز پڑھائیں، تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے نہیں بلکہ تم نماز پڑھاؤ کیونکہ میں آپ لوگوں میں سے ہی ایک ہوں، میں آپ لوگوں کا نبی نہیں ہوں بلکہ میں بھی آپ لوگوں کی شریعت پر ہوں تو مہدیؒ آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں لوگوں کی بنسبت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ وہ آخری زمانہ میں میری امت پر میرے خلیفہ ہوں گے وہ آسمان سے نازل ہونگے تم ان کو پہچان لینا اور بے شک وہ درمیانہ قد والے ہیں، ان کا رنگ سرخی اور سفیدی کی طرف مائل ہوگا، ان کے بال سیدھے ہوں گے، چہرے کی تازگی زیادہ ہوگی گویا کہ ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہو حالانکہ انہوں نے پانی کو چھوا نہ ہوگا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایسا لگے گا کہ وہ حمام سے نکلے ہیں اور صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیروں کو قتل کریں گے اور مال کو اس کے دنوں میں بہائیں گے اور لوگوں سے قتال کریں گے اور ان کو اسلام پر آمادہ کریں گے اور مسیح دجال کو اس کے زمانہ میں قتل کریں گے اور مخلوق میں اتنا امن ہوگا کہ شیر، اونٹ، چیتے، گائے، بھیڑیے اور بکریاں

اکھٹے چریں گے اور حتیٰ کہ بچے سانپوں کے ساتھ کھلیں گے تو وہ ان کو نقصان نہ دیں گے۔ (لمبی حدیث ہے)۔

پھر عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال دنیا میں رہیں گے اور ستائیس سال بھی روایت کئے گئے ہیں اور روایت کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام شادی کریں گے اور آپؑ کی اولاد بھی ہوگی پھر اللہ تعالیٰ ان کی روح قبض کرلیں گے تو مسلمان آپؑ کا جنازہ پڑھ کر دفن کردیں گے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے پاس چوتھی قبر کی جوجگہ ہے عیسیٰ علیہ السلام اسی میں دفن کردیئے جائیں گے (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا [سورة النساء: ۱۵۹]

(ترجمہ) اور اہل کتاب کے جتنے فرقے ہیں وہ عیسیٰؑ پر ان کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے اور قیامت کے دن وہ ان پر (اپنی عبدیت کے اور تبلیغ رسالت کے) گواہ ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ کے بعد آپ کے حواریوں کے حالات

روایت کیا گیا ہے کہ جب یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد اس سولی پر چڑھے آدمی کو قتل کیا تو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو پکڑ کر خوب تکالیف دیں، یہ خبر روم کے بادشاہ تک بھی پہنچ گئی اس زمانہ میں شام اور یہ علاقے اس کے زیرنگین تھے تو اس نے ان حواریوں کو یہود کے ہاتھوں سے چھڑوانے کے لئے آدمی بھیجے اور پھر ان حواریوں سے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے دین کے بارے میں سوالات کئے حواریوں نے بتایا تو اس نے عیسیٰ علیہ السلام کا دین قبول کرلیا اور ایک لشکر یہود کی طرف بھیجا اور یہود کے بہت سے افراد قتل کردیئے، اسی وجہ سے نصاریٰ روم میں زیادہ تھے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا اور حواریوں کو چھڑوالیا گیا تو ان حواریوں کے سربراہ شمعون الصفار تھے اور بعض نے کہا ہے کہ شمعون الصخرۃ تھے، لوگوں نے ان کو دین میں پختگی کی وجہ سے پتھر کے ساتھ تشبیہ دی تھی تو شمعون نے ہر حواری کو ایک طرف روانہ کردیا جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تھا اور ہر حواری کے ساتھ وہ پیروکار تھے جو حواری نہیں تھے تو شمعون نے حواریوں میں سے پطرس کو اور ان کے اتباع میں سے یونس کو ان کے ساتھ روم کی طرف بھیجا۔ اور ''اندرانیس'' حواری کو ان کے تابع بیشا کو مغرب کے علاقوں کی طرف بھیجا اور مریوس حواری اور ان کے تابع ایک شخص کو سرزمین بابل کی طرف بھیجا۔ اور فلپس حواری اور ان کے ساتھ ایک تابع کو قیروان اور افریقہ کی طرف بھیجا اور یحنس حواری اور ایک تابع کو افسوس، نابان اور یونان کی طرف بھیجا یہ اصحاب کہف کی بستی ہے۔ اور یعقوس حواری اور ایک تابع کو بیت المقدس اور اس سے ملحقہ علاقوں کی طرف بھیجا۔ اور یوفنا حواری اور ان کے ساتھ ایک تابع کو سرزمین حجاز کی طرف بھیجا اور یعقوب حواری اور یہوذا نامی ایک تابع کو سرزمین بربر کی طرف بھیجا اور یحیٰی اور تومان کو انطاکیہ کی طرف بھیجا۔

جب یہ حضرات الگ ہوگئے تو فرشتے ہر ایک کے پاس وہ چمچے لائے جو عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو بیان کئے تھے تو انہوں نے وہ نور چاٹ لیا اور ہر ایک اسی سرزمین کی لغت میں بات چیت کرنے لگ گیا جہاں اس کو بھیجا گیا تھا اور فرشتوں نے ان کو اٹھا کر اسی وقت اس شہر کے دروازے تک پہنچا دیا جہاں ان کو بھیجا گیا تھا۔

وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں یحیٰی اور تومان انطاکیہ میں داخل ہوئے اور شمعون نے ان سب کو کہا تھا کہ تم میں سے جس کو میری مدد کی ضرورت ہوگی میں آکر اس کی مدد کروں گا تو یحیٰی اور تومان انطاکیہ کے بادشاہ کے دروازے پر پہنچے، یہ سرکش متکبر بادشاہ تھا تو شمعون نے ان دونوں کو کہا میں تم دونوں کا منتظر ہوں کیونکہ تمام حواری جن قوموں کی طرف بھیجے گئے ہیں ان میں سے کوئی قوم انطاکیہ والوں سے زیادہ سرکش اور ظالم نہیں ہے۔ جب

ان دونوں نے بادشاہ کے محل میں جانے کی اجازت مانگی تو ان کو اجازت نہیں دی گئی حتیٰ کہ ایک دن بادشاہ اپنے محل سے سیر کے لئے باہر نکلا تو یہ دونوں جلدی سے اس کو راستے میں ملے اور اس کو دعوت دی اور وعظ ونصیحت کی تو بادشاہ نے ان دونوں کو پیغام بھیج کر بلوایا اور ساری بات پوچھی تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچادیا تو بادشاہ کے حکم پر ان دونوں کو سو سو کوڑے مارے گئے اور قید خانہ میں ڈال دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے شمعون تک ان دونوں کی خبر پہنچادی تو شمعونؒ بھیس بدل کر اس شہر میں داخل ہوئے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ[سورۃ یٰسٓ:14].

(ترجمہ) جب ہم نے ان کی طرف دو رسولوں کو بھیجا تو انہوں نے ان کو جھٹلا دیا پھر ہم نے تیسرے سے مدد کی۔ یہ تیسرے شمعون تھے۔

شمعون انطاکیہ میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے خاص لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا اور ان سے گپ شپ لگاتے تو وہ شمعون سے مانوس ہوگئے اور ان سے محبت کرنے لگے اور بادشاہ کے سامنے ان کا تذکرہ کیا پھر شمعون نے یحییٰ اور تومان کے پاس قید خانہ میں جانے کا ارادہ کیا، قید خانہ کا دروازہ بہت مضبوط تھا اور اس پر پہرہ دار کھڑے رہتے تھے تو شمعون رات کی تاریکی میں دروازہ تک پہنچ گئے اور دروازہ کھولنے کی کوشش کرتے رہے لیکن دروازہ نہ کھول سکے تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے دروازہ اکھاڑ کر بہت دور ایک کونے میں رکھ دیا تو شمعونؒ اپنے ساتھیوں کے پاس چلے گئے اور پہرہ داروں پر نیند مسلط کر دی گئی تو شمعون اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے اور ان کو تسلی دی اور ان کے بادشاہ پر سختی کرنے اور جلدی کرنے کی ایک مثال بیان کی اور فرمایا تم دونوں کی مثال اس عورت کی سی ہے جو ایک مدت سے بانجھ تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ناامیدی کے بعد ایک لڑکا عطا کیا وہ خوش ہوگئی اور اس کو دودھ پلانے لگی پھر سوچنے لگی میرا بچہ جلدی جوان نہیں ہو رہا اگر میں اس کو روٹی اور گوشت کھلاؤں تو اس کی پرورش اور طاقت جلدی بڑھے گی تو اس عورت نے اس بچہ کو وقت سے پہلے روٹی کھلائی تو وہ لقمہ اس کے حلق میں پھنس گیا اور وہ مر گیا اسی طرح تم دونوں نے بادشاہ سے جلد بازی کی اور میں عنقریب تمہارے لئے ایک حیلہ اختیار کر کے تمہیں چھڑواؤں گا پھر شمعون وہاں سے چلے گئے اور قید خانہ کا دروازہ پہلے کی طرح ہوگیا۔

اور جب بادشاہ تک شمعون کی خبر پہنچی تو ان کو بلوایا جب شمعونؒ بادشاہ کے پاس گئے اور بادشاہ سے بات چیت کی تو بادشاہ نے ان کی عقل ورائے اور قوتِ بیان دیکھی تو ان کو اپنے قریب کر لیا تو شمعون نے ایک دن بادشاہ کو کہا مجھے یہ پتہ لگا ہے کہ آپ کے قید خانہ میں دو آدمی ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو آپ کی طرف بھیجا ہے تو آپ نے ان دونوں کو کیا کہا اور ان دونوں نے آپ کو کیا کہا؟ بادشاہ نے کہا میرے اور ان کے سوال کے درمیان میرا غصہ حائل ہوگیا تھا اگر آپ چاہتے ہیں تو میں ان دونوں کو بلوا لیتا ہوں اور ان دونوں سے بات چیت کر لیتا ہوں۔ شمعونؒ نے کہا مجھے ان دونوں کی اور ان سے بات کرنے کی کوئی ضرورت

نہیں ہے اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کے لئے ان دونوں سے آپ کے پاس بات چیت کر لیتا ہوں۔ بادشاہ نے ان دونوں کو بلوایا تو شمعونؒ نے کہا مجھے بتاؤ تم دونوں کو اس بادشاہ اور اس کی قوم کی طرف کس نے بھیجا تھا؟ ان دونوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھیجا تھا۔ شمعونؒ نے کہا وہ اللہ کون ہیں؟ ان دونوں نے کہا اللہ وہ ہیں جو ہر چیز پر قادر ہیں تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کی اور پھر کہا وہ اللہ اتنے عظیم بزرگ ہیں کہ آپ ان کی عظمت کو نہیں پہچان سکتے لیکن ہم دو کلمات میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرتے ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں (۲) اور جو ارادہ کرتے ہیں حکم دے دیتے ہیں۔ شمعونؒ نے کہا تم دونوں نے اللہ تعالیٰ کی جو عظمت بیان کی ہے اگر تم دونوں اس کو نافذ کرنے پر قادر ہو تو ایسا کرو تا کہ ہم اس کا معائنہ کر لیں تو میں بادشاہ سلامت کو تمہاری سفارش کر دوں گا وہ تمہیں معاف کر دیں گے ورنہ بادشاہ تم دونوں کو واپس قید اور سزا میں بھیج دے گا۔ ان دونوں نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت میں سے آپ کو کیا دکھائیں؟ شمعونؒ نے کہا میں نے اس شہر میں ایک لڑکا دیکھا ہے جس کی دونوں آنکھیں نہیں ہیں اگر تم دونوں اس کی آنکھیں ٹھیک کر دو تو میں تمہاری سفارش کر دوں گا تو شمعونؒ کے حکم پر اس لڑکے کو بلایا گیا پھر ان دونوں کو فرمایا تم اپنے رب سے سوال کرو کہ وہ اس کی آنکھیں بنا دے ہم دیکھ رہے ہیں تو ان دونوں نے اپنے چہرے آسمان کی طرف اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے یہاں تک کہ نگاہ کی جگہ پھٹ گئی اور شمعونؒ بھی دل ہی دل میں دعا کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو سکھایا کہ وہ کیا کریں تو ان دونوں نے مٹی کی ایک لپ لی پھر وہ مٹی اس لڑکے کی ہتھیلی میں رکھ کر اس میں دونوں نے لعاب ڈالا اور اس مٹی کو گوندھ کر آنکھ کے ڈیلے جیسی گولی بنا لی پھر آنکھوں کی سیاہ پتلی کے برابر اس پر سیاہی کی لکیر کھینچ دی پھر ان دونوں گولیوں کو آنکھوں کی جگہ رکھ دیا تو اس نوجوان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں تو ساری قوم کی شوکت ختم ہو گئی۔ بادشاہ نے شمعونؒ کو کہا شاید یہ دونوں جادوگر ہیں۔ شمعونؒ نے کہا اے بادشاہ! یہ کام جادوگر کی طاقت سے بہت بڑا ہے۔ میں ان دونوں پر ایک اور چیز پیش کرتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا ایسے کرو۔ تو شمعون نے ان دونوں کو کہا میں تم دونوں سے ایک چیز پوچھتا ہوں اگر تم دونوں اس پر قادر ہو گئے تو دلیل تمہاری ہوگی۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ شمعونؒ نے کہا تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ایسے مردے کو زندہ کر دیں جو سات دن پہلے مر چکا ہے ان دونوں نے کہا ٹھیک ہے تو بادشاہ کے حکم پر ایک میت لائی گئی بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ میت حبیب نجارؒ کا بیٹا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ بادشاہ کا نواسہ تھا۔ جب وہ میت بادشاہ کے سامنے چارپائی پر رکھی گئی تو شمعونؒ نے ان دونوں کو کہا میں نے تم سے جو مطالبہ کیا ہے وہ پورا کرو۔ تو وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے دعا اور گڑ گڑانے میں مشغول ہو گئے اور شمعونؒ بھی خفیہ طور پر دعا میں ان کی اعانت کر رہے تھے، تھوڑی ہی دیر میں میت کا کفن پھٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی روح لوٹا دی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تو بادشاہ نے کہا ہمیں اپنا واقعہ بتاؤ میت نے کہا میں سات دن پہلے مر گیا تھا تو مجھ پر میرے عمل پیش کئے گئے، میں ان میں مشرک پایا گیا تو مجھے جہنم کی سات وادیوں میں پھینکا گیا، میں ہر روز ایک وادی میں ہوتا تھا

اور ہر وادی میں مختلف قسم کے عذاب تھے جو میں نے دوسری وادی میں نہیں دیکھے ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ آج کے دن، میں وادیوں میں رہا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ کر کے میری روح واپس کر دی، جب میں زندہ ہوا تو مجھے کہا گیا اپنے اوپر دیکھو، میں نے اپنی نگاہیں اوپر کی تھیں تو میرے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے تو میں نے دیکھا کہ نوجوان حسین چہرے والا، اس کا سفید رنگ تھا جس میں سرخی کی آمیزش تھی عرش کے ساتھ چمٹے ہوئے ان تینوں کی سفارش کر رہے ہیں بادشاہ نے پوچھا کن تینوں کی؟ میت نے کہا اس سفید و سرخ بالوں والے بوڑھے کی اور اس ادھیڑ عمر کی اور اس نوجوان کی۔ بوڑھے سے مراد شمعونؒ اور ادھیڑ عمر سے مراد یحییٰؑ اور نوجوان سے مراد تومان تھے۔ پھر مجھے کہا گیا کہ تمہارے شہر میں موجود تین افراد کے لئے جو سفارش کر رہے ہیں وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ ان کے ساتھیوں نے سفارش کی، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تجھے زندہ کر دیا اور جہنم سے نکال دیا یہ میرا قصہ ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں جب بادشاہ نے اس کی بات سن لی اور سب لوگوں نے یہ کرامات دیکھ لیں تو بادشاہ اور شہر کے کئی افراد ایمان لے آئے اور باقی لوگوں نے انکار کر دیا۔

اور یہ واقعہ ایک دوسرے طریقہ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے جب ان دونوں کو قید کیا تو ایک بوڑھی تنگدست عورت کے گھر میں قید کیا تو وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے تو اس بوڑھی عورت نے ان دونوں کو کہا اگر تم دونوں اپنی نبوت میں سچے ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ مجھے مالدار بنا دے تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس بوڑھی عورت کے گھر میں ایک تنا تھا اس کو پھل دار درخت بنا دیا گیا تو وہ بوڑھی عورت اور اس کی اولاد جو پھل اور کھانا کھانا چاہتے تھے اس درخت سے لے لیتے تھے تو یہ خبر لوگوں میں پھیل گئی تو لوگ کہنے لگے یہ دونوں جادوگر ہیں تو بادشاہ کے حکم پر ان دونوں کو ایک کنویں میں ڈال دیا گیا اور ان کے ساتھ ایک خونخوار شیر بھی اسی کنویں میں ڈال دیا گیا تو یہ تین دن اس کنویں میں رہے پھر بادشاہ نے تین دن بعد دیکھا تو وہ دونوں صحیح و سالم تھے شیر نے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا تو ان دونوں کو کنویں سے نکال کر قید خانہ میں ڈال دیا گیا تو ان کی خبر شمعونؒ تک پہنچ گئی تو وہ ایک تاجر کے بھیس میں آئے اور بادشاہ کے پاس گئے اور بادشاہ سے بات چیت کی تو بادشاہ کو ان کی گفتگو بہت اچھی معلوم ہوئی اور ان کی سمجھداری پر تعجب کرنے لگا اور شمعونؒ کو اپنے لئے منتخب کر لیا پھر کچھ مدت گزر گئی تو شمعونؒ نے بادشاہ کو کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کی قید میں دو آدمی ہیں جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور سارا واقعہ مردہ کے زندہ کرنے تک ذکر کیا گیا ہے تو شمعونؒ نے کہا کہ اس چیز پر اللہ عزوجل کے سوا کوئی قادر نہیں ہو سکتا اور میں آپ لوگوں کو سچی گواہی دے رہا ہوں۔

تو بادشاہ نے ان دونوں پر ایمان لانے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کا ایک وزیر تھا تو اس نے بادشاہ کو کہا میرا خیال ہے کہ یہ بھی ان دونوں کا ساتھی ہے اور اسی نے چپکے سے ان دونوں کو حکم دیا ہوگا تو بادشاہ ایمان لانے سے رک گیا پھر بادشاہ کے حکم پر ایک تانبے کی بنی ہوئی گائے لائی گئی اور اس کے اندر آگ جلائی گئی جب آگ بھڑکنے لگ گئی تو بادشاہ کے حکم پر یحییٰؑ اور تومان کو اس میں ڈال کر جلا دیا گیا وہ ہلاک ہو گئے جب شمعونؒ نے یہ دیکھا اور اقرار کر لیا کہ

وہ بھی ان دونوں کا ساتھی ہے تو بادشاہ کے حکم پر ان کو قتل کر دیا گیا اور بعض نے کہا ہے کہ شمعون نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے شمعون کو ان کی آنکھوں سے مخفی کر دیا تو وہ چپکے سے شہر سے باہر نکل گئے (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

حبیب نجار کا واقعہ

پہلی روایت کے راویوں نے کہا ہے کہ جب بادشاہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور اس کی قوم دو حصوں میں بٹ گئی تو جو ایمان نہیں لائے تھے انہوں نے ان تین افراد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو حبیب نجارؒ نے یہ بات سنی حبیبؒ کے بیٹے کے لئے زندہ ہونے کی یحییٰ اور توماں نے دعا کی تھی تو حبیبؒ قوم کے پاس آئے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَo اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ[سورۃ یٰسٓ:۲۰.۲۱]

(ترجمہ) اے میری قوم رسولوں کی پیروی کرو۔ اور انکی راہ پر چلو جو تم سے اجر نہیں مانگتے اور وہ خود ہدایت پر ہیں۔

قوم والے کہنے لگے آپ ان کے قریبی ہو۔

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ o ءَ اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّلَا يُنْقِذُوْنَ [سورۃ یٰسٓ:۲۲.۲۳].

(ترجمہ) اور مجھے کیا عذر ہے کہ میں اس کی بندگی نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ کیا میں اس کے سوا اوروں کو معبود بنالوں اگر خدا مجھے تکلیف دینا چاہے تو ان معبودوں کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں۔

تو لوگوں نے حبیبؒ کو پکڑ کر ان کا پیٹ چیر دیا تو ان کی انتڑیاں نیچے سے نکل گئیں اور کہا گیا ہے کہ ان لوگوں نے ان کا سوراخ پھاڑ کر اس میں ان کی انتڑیوں کی زنجیر ڈال دی اور ان کے ذریعہ ان کو شہر کی دیوار سے لٹکا دیا اور بعض نے کہا ہے کہ ان لوگوں نے شہر کی دیوار میں ان کو میخیں ٹھونک کر لٹکا دیا وہ اسی حال میں وفات پا گئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی۔

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ o بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ [سورۃ یٰسٓ:۲۶.۲۷].

(ترجمہ) حکم ہوا جنت میں داخل ہو جا اس نے کہا کاش کسی طرح میری قوم کو (بھی) یہ بات معلوم ہو جاتی۔ کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور مجھے عزت والوں میں کر دیا۔

حسنؒ فرماتے ہیں جب حبیبؒ اپنی وفات کے بعد بھی قوم کو ایسے نصیحت کر رہے تھے جیسے اپنی زندگی میں نصیحت کی تھی۔ قوم کا طرزِ عمل ان کو نصیحت کرنے سے نہیں روک سکا جب اس قوم نے حبیبؒ کے ساتھ یہ کچھ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شمعونؒ اور ان کے ساتھیوں کو وحی کی کہ آپ لوگ شہر سے نکل جاؤ، میں اس شہر کے باشندوں کو ہلاک کرنے والا ہوں اور اپنے ساتھ اپنے پیروکاروں کو بھی لے جاؤ تو یہ تینوں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے اس شہر سے نکل گئے تو اللہ تعالیٰ نے صبح کے وقت ان کے پاس جبرائیلؑ کو بھیجا تو جبرائیلؑ نے ایک چیخ

ماری تو وہ سارے بجھ گئے (مر گئے) اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے:

وَمَآ اَنزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ o اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خَامِدُوْنَ [سورۃ یٰسٓ: ۲۸، ۲۹].

(ترجمہ) اور ہم نے اس (شہید) کی قوم پر اس کے بعد آسمان سے کوئی فوج نہ اتاری اور نہ ہمیں اتارنے کی ضرورت تھی۔ وہ سزا ئیں ایک چیخ تھی جس سے وہ بجھ کر رہ گئے تھے۔

مؤرخین فرماتے ہیں تینوں انبیاء اور ان کے ساتھی صحیح سالم چلے گئے اور بعض نے کہا ہے کہ بادشاہ اور ایمان والے عذاب کے بعد واپس اسی شہر میں آ گئے تھے اور اس کو وطن بنا لیا تھا (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنے شیخ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب جبرائیل علیہ السلام کو انطاکیہ والوں کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا تو جبرائیل علیہ السلام ایک شہسوار کی صورت میں داخل ہوئے، اس دن انطاکیہ والوں کی عید تھی وہ اس کے لئے نکل چکے تھے شہر میں ان کے مردوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا تھا تو جبرائیل علیہ السلام ان کی ایک گلی میں چل رہے تھے تو دیکھا کہ عورتیں راستے میں بیٹھی ہیں جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا تم لوگ راستے پر کیوں بیٹھی ہو؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ آج کے دن شہر مردوں سے خالی ہے تو ہم باہر نکل آئی ہیں تو جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا تمہارے مرد کہاں ہیں؟ عورتوں نے کہا وہ عید منانے گئے ہیں اور ان میں سے ایک عورت کہنے لگی میرا خاوند ایسی لکڑی تلاش کرنے گیا ہے جس کی دو شاخیں ہوں اس سے آپ اپنی ٹھوڑی کو سہارا دینا تاکہ آپ کا ہاتھ نہ تھکے، کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے اس وقت اپنا ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے زین کے آگے کے اونچے حصہ پر رکھا ہوا تھا اور ان سے بات کر رہے تھے تو اس عورت نے جبرائیل علیہ السلام سے مذاق کیا۔ جبرائیل علیہ السلام شہر سے باہر تشریف لے گئے اور اتنی مہلت دے دی کہ ساری قوم عید منا کر واپس آ جائے تو وہ سارے رات کو جمع ہو گئے تو جبرائیل علیہ السلام صبح کے وقت شہر کے دروازہ پر تشریف لائے اور دروازے کے دونوں حصوں کو پکڑ کر ایک زوردار چیخ ماری تو شہر میں کوئی ذی روح زندہ باقی نہیں رہا۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے جبرائیل علیہ السلام کی چیخ:

وَمَآ اَنزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ o اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خَامِدُوْنَ [سورۃ یٰسٓ: ۲۸، ۲۹].

(ترجمہ) اور ہم نے اس (شہید) کی قوم پر اس کے بعد آسمان سے کوئی فوج نہ اتاری اور نہ ہمیں اتارنے کی ضرورت تھی۔ وہ سزا ئیں ایک چیخ تھی جس سے وہ بجھ کر رہ گئے تھے۔ یعنی مردہ تھے، حرکت نہ کر سکتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کے حالات

شیخ ؒ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد پیش آنے والے واقعات جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کئے ہیں ان میں سے ایک حضور شہر کا واقعہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ شہر کا نام حضروا تھا یہ یمن کا ایک شہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک رسول بھیجے تھے جن کا نام حنظلہ صادق تھا، یہ یمن کے قبائل میں سے بھراء قبائل سے تعلق رکھتے تھے ان کی قوم اسی شہر کی رہنے والی تھی۔

تو حنظلہ ؑ نے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تو کچھ لوگ ایمان لے آئے اور باقی لوگوں نے کفر کیا پھر کفار نے حضرت حنظلہ ؑ کو قتل کر دیا تو ان کے اہل ایمان ساتھی باہر نکلے اور مشرکوں سے لڑائی کی تو مومنوں کو شکست ہوئی اور سب قتل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بابل کے بادشاہوں میں سے ایک ان کی طرف بھیجا تو اس بادشاہ نے آکر ان کے صحن میں پڑاؤ کیا یہ کافر لوگ اس سے لڑنے کے لئے نکلے تو لڑائی میں شہر والوں کو شکست ہوئی اور وہ اپنے شہر سے بھاگ گئے تو فرشتے اپنی تلواریں نکالے ان کے سامنے آئے اور بھاگنے والوں کو مارتے اور کہتے تھے تم کہاں بھاگے جا رہے ہو؟

لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ [سورة الانبياء:13] ۔

(ترجمہ) بھاگو مت اور اپنے سامان عیش اور اپنے مکانوں کی طرف لوٹ جاؤ شاید کوئی تمہاری بات پوچھے۔ تمہارے نبی ؑ کو قتل کرنے کے بارے میں۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے پہلی مرتبہ بابل کے بادشاہ کو شکست دے دی تھی پھر اس نے دوسری مرتبہ ان سے لڑائی کی اور ان کو شکست دے دی تو فرشتے ان کے سامنے تلواریں لے کر آئے اور کہتے اے قاتلو! جنہوں نے نبی کو بھی نہ چھوڑا جب انہوں نے آواز کو دیکھا تو وہ رک نہیں رہی تھی تو جان گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلط کی ہے۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ o فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ [سورة الانبياء:۱۴،۱۵]۔

(ترجمہ) کہنے لگے ہائے ہماری کم بختی ہم بے شک گنہگار تھے۔ پھر برابر ان کی یہی فریاد رہی یہاں تک کہ ہم نے ان کو جڑ سے کٹے ہوئے بجھے پڑے ہوئے کر دیا۔ اپنے نبی کو قتل کرنے کی وجہ سے۔

یعنی مردہ حالت میں حرکت نہ کرتے تھے۔

پولس کی تحریف مذہب

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ان کے ساتھی اور امتی اکیاسی سال تک اسلام پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے پھر پولس نے آ کر ان لوگوں کو گمراہ کیا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ پولس یہودی تھا اس نے عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا ارادہ کیا اور ایک راہب کا بھیس بدل کر آیا اور ایک گھر میں داخل ہو گیا اس میں چالیس دن قیام کیا اور بعض نے کہا ہے کہ چار ماہ قیام کیا، باہر نہ نکلتا تھا اور نہ کسی کو دکھائی دیتا تھا تو لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور اس کی عبادت پر رشک کرنے لگے اور ایک دن سارے لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے تا کہ اس کو دیکھیں تو پولس ایک لاٹھی کا سہارا لے کر باہر نکلا اس کے چہرے پر برنس (وہ ٹوپی جو عبا کے ساتھ ہوتی ہے یا لمبی ٹوپی) تھی پھر ان کو کہنے لگا تم اپنے علماء اور راہبوں میں سے تین افراد کو منتخب کر لو جو تمہارے نزدیک زیادہ قابل اعتماد ہوں میں ان سے بات چیت کروں گا۔ تو لوگوں نے اپنے تین افراد منتخب کئے۔ ایک نسطور، ماریعقوب اور ملکا۔ پھر پولس نے ان میں سے ایک کے ساتھ خلوت اختیار کی اور کہا میں تمہاری طرف مسیحؑ کا قاصد بن کر آیا ہوں، وہ آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے تھے اور مجھے بھیجا ہے تا کہ میں آپ لوگوں کو ان کی خبر دوں۔ پھر اس کو کہا کیا آپ نہیں جانتے کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اور ایسے ایسے کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ پولس نے کہا کیا آپ نہیں جانتے کہ ان افعال پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی قادر نہیں ہو سکتا؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ پولس نے کہا: بے شک عیسیٰ علیہ السلام ہی اللہ تعالیٰ تھے جو آسمان سے زمین پر نازل ہوئے تھے، زمین کے معاملات کی تدبیر کی پھر آسمان پر چلے گئے پھر دوسرے سے خلوت اختیار کی اور کہا کیا آپ نہیں جانتے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایسے ایسے کرتے تھے؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ پولس نے کہا کیا آپ نہیں جانتے کہ ان کاموں پر وہی قادر ہو سکتا ہے جو معبود ہو۔ پولس نے کہا اور اللہ تعالیٰ اپنی جگہ سے زائل نہیں ہوتے۔ اس نے کہا کیوں نہیں پولس نے کہا تو آپ جان لو کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین پر اتارا تھا پھر ان کو آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ پھر تیسرے کے ساتھ خلوت اختیار کی اور اس کو بھی ویسی باتیں کہیں جو اس کے دوسرے ساتھیوں کو کی تھیں پھر کہا تو جان لے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین کے معبود تھے اور اللہ تعالیٰ آسمان کے معبود ہیں۔ جب لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ چھپ گئے اور آخر زمانہ میں وہ ظاہر ہوں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے مجھے یہ پیغام دے کر آپ لوگوں کے پاس بھیجا ہے پھر وہ عیسائیوں کے عبادت خانہ میں داخل ہوا اور اسی رات خود کو ذبح کر دیا جب صبح ہوئی تو ان تینوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ پولس نے آپ کو کیا کہا تھا وہ جب ہر ایک نے بتایا تو دوسروں کی تکذیب کی ان تینوں کا آپس میں اختلاف ہو گیا تو انہوں نے عبادت خانہ کا دروازہ کھولا تا کہ

پولس سے ہی پوچھ لیں کہ اس نے ان کو کیا کہا تھا تو دیکھا کہ وہ ذبح ہوا پڑا ہے تو اس طرح ان تینوں میں اختلاف باقی رہ گیا اور ان میں سے ہر ایک کے پیچھے کچھ لوگ ہو گئے۔ اسی وجہ سے نصاریٰ میں اختلاف ظاہر ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَیْنِهِمْ [سورۃ مریم:۳۷] (پھر مختلف فرقوں نے اپنے درمیان اختلاف ڈال دیا)۔

مصنفؒ فرماتے ہیں یہ مؤرخین کی روایت ہے لیکن علمِ کلام کے ماہرین کی روایت نصاریٰ کے فرقوں کے اختلاف کے بارے میں اس سے قدرے مختلف ہے اور یہ ساری تفصیل ہمارے شیخ کی کتاب ''المقالات'' میں مذکور ہے جس کو تفصیل چاہیے وہ اس میں دیکھ لے۔ ہم نے اس کو نہیں لکھا۔

اصحابِ کہف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا [سورة الكهف: ۹].

(ترجمہ) آپؐ کا کیا خیال ہے کہ غار اور کھوہ والے ہماری قدرتوں میں سے تعجب کی چیز تھے۔

شیخؒ فرماتے ہیں لوگوں کا ان کے وقت کے بارے میں اختلاف ہوا ہے:

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھے اور غار میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بیدار کیا اور بعض نے کہا ہے کہ ان کا غار میں جانا اور بیدار ہونا سب کچھ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پیش آیا تھا۔ پھر ان نوجوانوں کے بارے میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ یہ کون لوگ تھے اور ان کا اصل واقعہ کیا تھا؟

تو بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ یونان کے ایک شہر کے رہنے والے تھے جس میں فلسفی لوگ رہتے تھے، آج کل وہ شہر میں سمندر کی ضد میں آ گیا ہے اور اس شہر کو افسوس کہا جاتا ہے اور اس علاقہ کے لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے اور ان کے اسلام کا یہ سبب بتایا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جب لوگوں کو دین کی دعوت دی اور معجزات ظاہر کئے تو شام کے شہر سمندر کی جانب سے یونان کے شہروں سے متصل تھے تو یونان کے اس علاقہ تک بھی عیسیٰ علیہ السلام کی خبر پہنچ گئی۔

جالینوس کا واقعہ

جالینوس طبیب بھی اسی زمانہ میں موجود تھا جب جالینوس نے عیسیٰ علیہ السلام کی خبر سنی کہ وہ مریضوں کو شفاء دیتے ہیں اور نابینا اور برص والے کو تندرست کر دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اس کے زمانہ کے ماہرین فن کے مطابق معجزہ عطا کرتے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ جادوگروں اور جادو کی کثرت کا زمانہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عصا عطا کیا جس کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام جادوگروں کے جادو پر غالب آ گئے اور جادوگران سے عاجز آ گئے اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ طب اور اطباء کی کثرت کا زمانہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات عطا کئے جو طب کے مشابہ تھے تو اطباء ان کی مثل لانے سے عاجز ہو گئے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ فصاحت و بلاغت کا زمانہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی طرح کا معجزہ عطا کیا اور وہ معجزہ قرآن پاک ہے جس نے سب فصحاء اور بلغاء کو اس جیسا کلام لانے سے عاجز کر دیا۔ جب جالینوس حکیم نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سنا تو اپنے چند شاگردوں کو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا اور کہا تم دیکھو کہ یہ کیا کرتے ہیں

اورمیرے پاس ان کی خبر لاؤ۔ تو وہ شاگرد چند لوگوں کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھے پھر جالینوس کے پاس واپس گئے تو جالینوس نے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ نابینا کو تندرست کردیتے ہیں۔ جالینوس نے کہا یہ طب میں داخل ہے۔ شاگردوں نے کہا برص والے کو ٹھیک کردیتے ہیں جالینوس نے کہا یہ بھی طب میں داخل ہے شاگردوں نے کہا وہ مختلف امراض سے شفاء دیتے ہیں۔ جالینوس نے کہا یہ بھی طب میں داخل ہے شاگردوں نے کہا وہ مردوں کو زندہ کردیتے ہیں جالینوس نے کہا اس کا طب سے کوئی تعلق نہیں ہے اگر وہ ایسا کرلیتے ہیں تو وہ نبی ہیں پھر جالینوس نے عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے کے لئے رخت سفر باندھا اور سمندر میں سوار ہوگیا تو راستے میں بیمار ہوگیا اور اس کو اسہال کا مرض لاحق ہوگیا اور کمزور ہوگیا تو شاگردوں نے کہا سبحان اللہ! آپ سارے لوگوں کا علاج کرتے ہیں تو اپنا علاج کیسے نہیں کرسکتے؟ تو جالینوس نے ان کو کہا میں اس بیماری کا علاج کرتا ہوں جو میں جانتا ہوں پھر جالینوس نے حکم دیا تو اس کے پانی کا لوٹا لایا گیا اور جالینوس کے سامنے رکھ دیا گیا۔ جالینوس نے اس مرض کے لئے ایک دوا تیار کی تھی جس کو کھاتے تھے تو جتنی مقدار وہ کھاتے تھے اس میں سے کچھ مقدار اس لوٹے میں ڈالی پھر کچھ دیر بعد لوٹے کو توڑنے کا کہا، لوٹا توڑا گیا تو پانی اپنی جگہ رہ گیا وہ بہا نہیں تو جالینوس نے شاگردوں کو کہا اس دوا کی امساک کی قوت تم دیکھ رہے ہو کہ اس کے ذریعہ سے لوٹے کا پانی رک گیا ہے اور میں ہر روز یہ دوا کھا رہا ہوں لیکن اثر نہیں کررہی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موت کا وقت قریب آگیا ہے پھر جالینوس نے ان لوگوں کو وصیت کی اور کہا اگر میں مرجاؤں تو مجھے دفن کرکے عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جانا اور ان پر ایمان لے آنا۔ تو جالینوس راستے میں مرگئے۔ تو شاگردوں نے ان کو دفن کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے گئے اور ان کے پیروکار بنگئے۔ ان لوگوں نے آکر علاقہ کے لوگوں کو عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی۔

اصحاب کہف کا پس منظر

شمعونؒ نے جب حواریوں کو مختلف شہروں کی طرف بھیجا تھا تو ان کی طرف بھی دو آدمی بھیجے تھے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں تو اسی علاقہ کے لوگ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور عیسیٰ علیہ السلام کے دین کے پیروکار بن گئے تو وہ اسلام ہی کی حالت میں رہے یہاں تک کہ اس علاقہ پر ایک متکبر بادشاہ کا تسلط قائم ہوگیا جس کو دقیانوس کہا جاتا تھا۔

اور بعض نے کہا ہے اس کا نام دقینوس تھا۔ پھر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ روم کے بادشاہوں میں سے ایک تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ بابل کے بادشاہوں میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اسے مسلط کیا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یونان کے کسی علاقہ کا بادشاہ تھا یہ تمام اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ یہ مجوسی تھا آگ کی عبادت کرتا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ بتوں کی عبادت کرتا تھا تو یہ جبراً لوگوں کو اپنے دین پر آمادہ کرنے لگ گیا اور جو اس کی بات نہ مانتا اس کو قتل کردیتا تھا اور یہ بادشاہ شہر شہر جاتا اور ہر شہر والوں کے ساتھ یہی کچھ کرتا تھا۔ یہاں تک

کہ یہ افسوس شہر میں بھی آیا جس میں اصحابِ کہف رہتے تھے اور دقیانوس نے ان لوگوں پر اپنا دین پیش کیا، کچھ لوگ اس کے پیروکار ہو گئے اور کچھ نے اسکی مخالفت کی جنہوں نے بادشاہ کی بات مان لی بادشاہ نے ان کا انعام و اکرام کیا اور جنہوں نے مخالفت کی ان کو قتل کر دیا۔ تو مومن ان سے چھپنے لگے اور ادھر ادھر بھاگ گئے اور بادشاہ نے کافر سپاہی مسلمانوں کے پیچھے لگا دیئے، وہ سپاہی مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال کر اس ملعون کے پاس لے جاتے اور وہ ان کو قتل کر دیتا اور ان کا ایک ایک عضو کاٹ کر شہر میں لٹکا دیتا تھا۔ یہاں تک کہ فتنہ اور آزمائش بہت بڑھ گئی اور شہر میں چند نوجوان تھے جو شہر کے بڑے لوگوں کی اولاد تھے، یہ کل سات افراد تھے ان کے نام ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک کا نام مکسلمینا تھا یہ ان سب میں بڑا تھا۔ دوسرا امخشلمینا، تیسرا تملیخا، چوتھا مرطوس، پانچواں کشوطوس، چھٹا ہرموس اور ساتواں دینموس تھا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ دوسرے کا نام مطونس اور تیسرے کا قالوس تھا اور بعض نے اس کے علاوہ بھی نام ذکر کئے ہیں (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

اور جب بادشاہ نے یہ ہنگامہ برپا کیا تو یہ نوجوان ایک گھر میں بادشاہ سے چھپ گئے اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور رات و دن اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس متکبر و ظالم کے شر سے بچائیں۔ پھر کچھ یہودیوں نے مسلمانوں کو پکڑنے والے سپاہیوں کو ان نوجوانوں کی نشاندہی کر دی تو سپاہی ان کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے آئے اور کہا جاتا ہے کہ دقینوس نے عید کا دن مقرر کیا اور ایک بت بنایا اور لوگوں کو بتوں کے لئے قربانی کرنے کا کہا اور کہا جس نے میری بات نہ مانی میں اس کو نشانِ عبرت بنا دوں گا تو لوگوں نے ان نوجوانوں پر ہجوم کر دیا یہ ایک گھر میں چھپ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا

[سورة الكهف:۱۴].

(ترجمہ) جب وہ کھڑے ہوئے تو پختہ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی معبود کی پوجا نہیں کریں گے نہیں تو ہم عقل سے دور کی بات کہیں گے۔

پھر لوگوں نے بادشاہ کو ان لوگوں کی حالت بتائی کہ وہ بادشاہ کے دین کے مخالف ہیں اور بادشاہ کی عید پر نہیں آئے تو بادشاہ نے ان نوجوانوں کو لانے کے لئے سپاہی بھیجے تو بادشاہ نے ان نوجوانوں سے پوچھا تم میری عید پر کیوں نہیں آئے؟ اور میرے معبود کے لئے جانور ذبح کیوں نہیں کیا؟ تو ان لوگوں کے چہرے خوف سے پیلے پڑ گئے تھے اور جسم خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے انہوں نے خوف کی حالت میں کہا اے بادشاہ! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا تم میرے بت کو سجدہ کرو اور اس کے لئے جانور ذبح کرو اور میرے دین کی

پیروی کروتو ان میں سے بڑے مکسلمینا نے کہا: اے بادشاہ سلامت! کیا آپ ہمیں ایک بے جان بت کو سجدہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں جو نہ کوئی نقصان دے سکتا ہے اور نہ کوئی نفع اور نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ سن سکتا ہے یہ نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ہم کبھی ایسا کریں گے۔ بادشاہ نے کہا تم کس کو سجدہ کرتے ہو اور کس کو معبود کہتے ہو؟

فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا[سورۃ الکھف: ۱۴].

(ترجمہ) کہنے لگے کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی معبود کی عبادت نہیں کریں گے۔

وہ ہمارا اور آپ کا اور تمام مخلوق کا رب ہے تو وہ غصہ سے بھر گیا اور ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا سیدھا ہوگیا اور مکسلمینا کے ساتھیوں کو کہنے لگا کیا تم سب اسی بات پر ہو جو یہ کہہ رہا ہے؟ سب نے کہا ہاں تو بادشاہ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دے دیا تو ان میں سے بڑے نے اپنے بعض ساتھیوں کے چہرے پر گھبراہٹ دیکھی تو بادشاہ کو کہا یہ حتمی رائے نہیں تھی، آپ ہمیں کچھ مہلت دے دیں تاکہ ہم آپس میں مشورہ کرلیں اگر ہماری رائے آپ کے دین میں داخل ہونے کی ہوئی تو ہم داخل ہوجائیں گے ورنہ آپ جو چاہیں کرلینا۔ بادشاہ نے کہا تمہیں مہلت دیتا ہوں۔

اور کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے ان لوگوں کو کہا تم کمسن اور اپنی قوم کے معزز لوگوں میں سے ہو اور تم پر جلد بازی کرنا نہیں چاہ رہا اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں آج تمہیں قتل کردیتا۔ لیکن میں تمہیں مہلت دیتا ہوں تاکہ میں تمہارے معاملہ میں غور وفکر لوں اور تم اپنے معاملہ میں خوب غور وفکر کرلو۔ اگر تم میرے دین میں داخل ہوگئے تو میں تمہارا اعزاز واکرام کروں گا ورنہ میں تمہارے ساتھ جو کچھ کروں گا اس میں تمام لوگوں کا جو حشر کیا ہے اس کو پیچھے چھوڑ دوں گا۔

شیخ فرماتے ہیں ایک قوم نے روایت کیا ہے کہ دقیانوس افسوس شہر کا بادشاہ تھا اور خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور لوگوں کو اپنی عبادت کرنے پر مجبور کرتا تھا اور یہ نوجوان شہر کے معزز لوگوں کی اولاد میں سے تھے اور بادشاہ ان لوگوں سے خدمت لیتا تھا تو یہ اس کے سرہانہ کھڑے رہتے تھے اور جب یہ بادشاہ کے پاس سے واپس آتے تو کسی ایک کے گھر چلے جاتے کبھی ان میں سے کسی کے گھر اور کبھی کسی کے گھر، یہ ایک دوسرے سے بہت مانوس تھے جدا نہ ہوتے تھے اور دقیانوس کی سال میں ایک دن عید ہوتی تھی جس میں جانور ذبح کرتا تھا اور سارے لوگوں کو اپنے پاس سے کھانا کھلاتا تھا تو وہ ایک سال اپنی عید کے دن نکلا اور جتنے جانور چاہتا تھا ذبح کئے اور دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے سجا دیئے گئے تھے اور جن لوگوں کو بادشاہ نے بلوایا تھا سب حاضر ہوچکے تھے جب لوگ کھانا کھانے کے لئے دسترخوان پر بیٹھے اور وہ سات نوجوان خدمت کے لئے بادشاہ کے سرہانہ کھڑے تھے، اچانک بادشاہ کا ایک جاسوس آیا اور اس نے بتایا کہ ایک بادشاہ جس کو ان لوگوں نے تکلیف دی تھی وہ اپنے لشکر کے ساتھ حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوگیا ہے۔ جب دقیانوس نے یہ بات سنی تو اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور

غمگین ہو گیا اور اس کی عید کا مزہ کرکرا ہو گیا اور جلدی سے اٹھ کر گھر چلا گیا اور اپنے خاص لوگوں کو مشورہ کے لئے بلایا جب ان نوجوانوں نے دشمن کے خوف سے بادشاہ کی یہ حالت دیکھی تو بادشاہ کے بارے میں شک میں پڑ گئے جب حسبِ عادت بادشاہ کی خدمت سے ایک کے گھر واپس آئے اور کھانا کھانے لگے تو ان میں سے بڑے مکسلمینا نے کہا اے میرے بھائیو! آج میرے دل میں ایک بات کھٹکی ہے جس کو تمہارے سامنے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر پا رہا۔ اگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ وہ بات چھپاؤ گے تو میں تمہیں بتاتا ہوں تو سب نے چھپانے کا وعدہ کیا تو مکسلمینا نے ان کو کہا تم نے آج ہمارے بادشاہ کی حالت دیکھی تھی جب اس کے دشمن کی اطلاع آئی تھی کیسے اس کا رنگ اڑ گیا اور گھبراہٹ اور پریشانی طاری ہوگئی؟ سب نے کہا ہاں۔ مکسلمینا نے کہا اگر یہ اپنے دعویٰ کے مطابق معبود ہوتا تو نہ کسی سے ڈرتا اور نہ گھبراتا اور میری رائے یہ ہے کہ ہمارا معبود بادشاہ کے علاوہ کوئی اور ہے اور وہ معبود وہی ذات ہے جس نے بادشاہ کو پیدا کیا ہے اور تمام آسمانوں اور زمینوں اور سورج اور تمام کائنات کو پیدا کیا ہے تو ان میں سے ہر ایک نے کہا میرے دل میں بھی یہی خیال آیا تھا لیکن میں اس کو تمہارے سامنے لانے کی جرأت نہیں کر سکا۔ اب جب آپ نے یہ بات ظاہر کردی ہے تو ہم بھی آپ کی رائے پر ہیں پھر سب نے کہا اب ہم سب کے لئے خود کو اس کافر کی عبادت سے نکالنے کا کیا حیلہ ہوگا؟ ہم خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہتے ہیں تو سب نے یہی کہا کہ جب تک ہم اس کافر کے پاس رہیں گے، ہمارے لئے یہ ممکن نہ ہوگا کیونکہ یہ کافر ہمیں اپنی عبادت کرنے کا حکم دے گا اور کسی کی عبادت نہیں کرنے دے گا اور اگر اس کو پتہ لگ گیا کہ ہم اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کر رہے ہیں تو ہمیں سزا دے گا اور ہمارے لئے اب ایک ہی صورت ہے کہ ہم اس شہر سے نکل کر دوسری جگہ چلے جائیں جہاں ہمیں کوئی نہ جانتا ہو تو سب کا اس پر اتفاق ہو گیا اور خفیہ اس کی تیاری شروع کردی جب ان کی روانگی کا مقررہ وقت آگیا تو ان میں سے ہر ایک اپنے والد کے مال میں سے جتنا اٹھا سکا اٹھالیا اور رات کی تاریکی میں شہر سے باہر نکل گئے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ بادشاہ نے شہر کے دروازوں پر پہرے دار مقرر کر رکھے تھے۔ تاکہ کوئی بھی بادشاہ کی اجازت اور علم کے بغیر شہر میں داخل نہ ہو سکے۔ جب یہ نوجوان پہرہ داروں کے پاس پہنچے تو انہوں نے باہر جانے سے روک دیا تو ان نوجوانوں نے کہا کہ بادشاہ نے ہمیں ایک اہم مہم کے لئے بھیجا ہے جس میں تاخیر کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور ہم رات کو بادشاہ تک نہیں پہنچ سکیں گے اور اگر ہم نے صبح تک یہ کام مؤخر کردیا تو بادشاہ ہم سے ناراض ہوں گے ہمیں باہر جانے دو پھر صبح کو بادشاہ سلامت کو بتا دینا تو پہرہ دار بھی ان کی باتوں میں آگیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ بادشاہ کے خواص میں سے ہیں، وہ یہ سمجھا کہ بات ایسی ہی ہوگی جیسی انہوں نے بتائی ہے تو ان کو باہر جانے دیا اور یہ نوجوان جب شہر سے باہر نکلے تو راستے سے ہٹ گئے تاکہ کوئی مخبر ان پر مطلع نہ ہو سکے تو راستے میں ان نوجوانوں کا گزر ایک وادی میں ایک چرواہے پر ہوا اس نے پوچھا اے نوجوانو تم کون ہو؟ کیونکہ

تم پر سفر کے اثرات نہیں ہیں اور اس کے باوجود میں تمہیں خوفزدہ دیکھ رہا ہوں، تمہارا کیا معاملہ ہے؟ تو ان نوجوانوں میں اس چرواہے کو بتانے کا حوصلہ نہیں ہوا اور کہنے لگے آپ کو ہمارا حال جاننے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم لوگ یہاں سے گزر رہے تھے ہمیں ایک ضروری کام پیش آ گیا ہے ہم اسی کے لئے شہر سے نکلے ہیں اور ہمیں کھانے کی ضرورت ہے اگر آپ کے پاس کچھ ہے تو ہم آپ سے خرید کر آگے جاتے ہیں تو چرواہے نے کہا چرواہوں کے پاس تو کھجوریں، دودھ اور پنیر ہوتا ہے اگر آپ چاہو تو میں آپ لوگوں کے لئے ایک بکری ذبح کر دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا ایسا کرلو تو اس چرواہے کے بس میں جو کچھ تھا اس نے وہ کیا اور ان کی ضیافت کی پھر ان لوگوں نے سفر کا ارادہ کیا تو چرواہے نے ان کو کہا اے نوجوانو! مجھے اپنی حالت بتاؤ اگر تم کسی صحیح چیز کا ارادہ کر رہے ہو تو شاید میں بھی تمہارا ساتھی بن جاؤں، میرا دل تمہارے ساتھ لگ گیا ہے۔ تو ان نوجوانوں نے چرواہے سے وعدہ لیا کہ وہ ان کے ساتھ جائے یا نہ جائے، ان کی حالت کسی کو نہیں بتائے گا تو چرواہے نے ان سے وعدہ کیا تو انہوں نے ساری بات اس کو بتا دی تو چرواہے نے کہا حق وہی ہے جو تم نے ذکر کیا ہے اور میں بھی تمہارے دین اور تمہاری رائے پر ہوں اور عنقریب میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا تم سے کبھی جدا نہ ہوں گا۔ بس مجھے اتنی مہلت دے دو کہ میں یہ بکریاں ان کے مالکوں کو واپس کر آؤں تو وہ نوجوان بھی اس کے ساتھ ہو گئے اور بکریاں واپس کر کے چرواہا بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ تو نوجوان کہنے لگے ہم دن کو سفر نہیں کر سکتے کیونکہ اگر کسی نے ہمیں دیکھ لیا تو بادشاہ کو ہماری شکایت کر دے گا اب ہمارے پاس یہی صورت ہے کہ ہم دن کو چھپ جایا کریں اور رات کو سفر کیا کریں تو چرواہے نے کہا ہم اس پہاڑ میں پناہ حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ میں اس کی ایک گھاٹی میں ایک مناسب غار جانتا ہوں ہم دن کو اس میں داخل ہو جائیں گے جب رات کا اندھیرا چھا جائے گا تو ہم باہر نکل آئیں گے۔ سب نے چرواہے کی رائے کی تصدیق کی اور چل پڑے۔ چرواہا ان کے آگے آگے تھا، یہاں تک کہ وہ غار پر پہنچ کر اس میں داخل ہو گئے۔

اب ہم پہلی روایت کی طرف لوٹتے ہیں۔

مؤرخین فرماتے ہیں کہ جب بادشاہ نے ان کو مہلت دے دی تو بادشاہ کے سامنے دوسرے شہر میں ایک مہم آ گئی وہ اپنے لشکروں کے ساتھ وہاں چلا گیا اور نوجوانوں کو کہنے لگا جب میں واپس آؤں گا تو اگر تم نے اپنی بات سے توبہ کر لی تو ٹھیک ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا جب بادشاہ مہم سر کرنے چلا گیا تو نوجوانوں نے آپس میں کہا اس سرکش کے آنے سے پہلے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم یہاں سے چلے جائیں ورنہ وہ آ کر ہمیں پکڑ کر اذیتیں دے گا تو ان میں سے ہر ایک اپنے باپ کے مال میں سے جو لے سکتا تھا اٹھا لیا اور خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے پھر ان کا اس چرواہے سے گزر ہوا اور اس کے ساتھ وہ بات چیت وغیرہ ہوئی جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور جب چرواہا ان کے ساتھ چل پڑا تو اس کا ایک کتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا رنگ زرد تھا اور اس کا نام قطمیر تھا تو کتا

ان کے پیچھے چل پڑا تو ان نوجوانوں میں سے ایک نے کہا یہ کتا بھی کوئی چیز دیکھ کر بھونکنے لگتا ہے اور اس کے بھونکنے کی وجہ سے لوگوں کو ہمارا پتہ چل جائے گا تو ہمیں چاہیے کہ اس کو واپس بھیج دیں تو ان نوجوانوں نے چرواہے کو کہا اس کتے کو ہمارے سے دور کردے تو چرواہے نے کہا یہ بہت لمبے عرصہ سے میرے ساتھ ہے میرے دل میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ اس کو خود سے دور کروں تم اس کو بھگا دو تو ان میں سے ایک نے پتھر اٹھا کر کتے کو مارا تو کتا دم کے بل کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا تمہیں کیا ہو گیا ہے مجھے پتھر کیوں مار رہے ہو اگر تم رب تعالیٰ کا ارادہ کر کے نکلے ہو تم اس کی عبادت کرنا چاہتے ہو تو میں اس رب کو تم سے پہلے پہچانتا ہوں تو ان نوجوانوں کو کتے سے حیا آئی اور اس کو اپنے ساتھ آنے دیا حتیٰ کہ جب وہ غار پر پہنچے تو غار میں داخل ہو گئے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ غار کا نام رقیم اور جس پہاڑ میں وہ غار تھا اس پہاڑ کا نام یا جلوس تھا اور بعض نے ینجلوس نقل کیا ہے پھر روایات میں اختلاف ہے:

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ لوگ جب غار میں داخل ہوئے تو کہنے لگے ایک ایسے آدمی کا ہونا ضروری ہے جو ہمارے پاس ہمارا کھانا پینا اور ضروریات کا سامان لے آئے اور ہم تک دقیانوس کی خبریں پہنچائے تاکہ ہمیں حالات کا علم ہوتا رہے۔ یہ روایت ان لوگوں کے قول کے مطابق ہے جنہوں نے کہا ہے کہ یہ نوجوان اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آنے تک اس غار میں رہنے کے لئے داخل ہوئے تھے تو ان میں سے سب سے چھوٹے تملیخا نے کہا میں تم میں یہ کام کرنے کا زیادہ حق دار ہوں کیونکہ میں تم سب سے چھوٹا ہوں تو وہ چپکے سے شہر جاتا اور ضروریات کا سامان اور خبریں لے آتا۔ یہاں تک کہ دقیانوس شہر میں واپس آ گیا تو ان نوجوانوں کے بارے میں پوچھا تو دقیانوس کو کہا گیا کہ وہ بھاگ گئے ہیں تو دقیانوس نے ان کے والدین اور گھر والوں کو پکڑ کر کہا تم ان کو حاضر کرو۔ تو ان لوگوں نے کہا اے بادشاہ! آپ ہم پر ظلم نہ کریں کیونکہ وہ ہمیں بتائے بغیر کہیں چلے گئے ہیں اور ہمارے مال بھی لے گئے ہیں۔ تو بادشاہ نے کہا کیا تم ان لوگوں کا ٹھکانہ جانتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ وہ لوگ اس پہاڑ کی طرف گئے ہیں تو بادشاہ کے حکم پر لوگوں میں ندا کی گئی۔ سن لو بادشاہ ان نوجوانوں کی تلاش میں اس پہاڑ کی طرف جانا چاہتا ہے تم بھی اس طرف نکلو اور تملیخا اپنا سامان ضرورت لینے شہر میں داخل ہو چکے تھے انہوں نے یہ بات سنی تو جلدی سے کھانا لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس گئے اور ان کو ساری بات بتائی۔ تو ان سب نے کہا حسبنا اللہ و نعم الوکیل ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ اور ان سب نے اللہ تعالیٰ سے دقیانوس کے شر سے پناہ مانگی۔ پھر یہ سب کھانا کھا کر سونے کے لئے لیٹ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں کو تھپکی دی وہ سو گئے اور کتا ان کے دروازہ پر بیٹھا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا [سورۃ الکهف: ۱۱].

(ترجمہ) پھر ہم نے ان کے کانوں پر اس غار میں گنتی کے کئی سال تک نیند کا پردہ ڈال دیا۔

اور فرمایا: وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ [سورة الكهف:18].
(ترجمہ) اور ان کا کتا دہلیز پر ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے۔

اور دقیانوس اس غار تک پہنچ گیا اور اس نے اپنے خزانچی کو کہا جس کا نام مارنوس تھا وہ مؤمن تھا اور اپنا ایمان چھپاتا تھا بادشاہ نے کہا غار میں داخل ہو کر ان کو دیکھو۔ مارنوس اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں جب وہ بیدار نہیں ہوئے اور دیکھا کہ وہ مردہ بھی نہیں ہیں تو مارنوس جان گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور تدبیر ہے تاکہ یہ لوگ بادشاہ اور اس کے لشکر سے گھبرا نہ جائیں تو مارنوس نے باہر نکل کر کہا اے بادشاہ! وہ لوگ بھوک سے مر چکے ہیں اور آپ ان کو اس سے سخت سزا نہیں دے سکتے تو بادشاہ نے کہا تم غار کا دہانہ بند کر دو۔ تو لوگوں نے دہانہ بند کر دیا اور وہ خزانچی جانتا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے اور ایک دن ان کی بہت بڑی خبر ہوگی۔ تو خزانچی نے پتھر کی ایک تختی لے کر اس میں تراش کر ان سب کے نام نسب اور ان کا واقعہ اور ان کا اپنے دین سے فرار ہونا اور اس وقت کی تاریخ لکھ دی اور دقیانوس شہر واپس آ گیا اور اس پر کچھ زمانہ گزر گیا اور دقیانوس مر گیا اور اس کے بعد کئی بادشاہ آئے اور گئے یہاں تک کہ شہر کا بادشاہ ایک نیک آدمی بنا جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا تھا، اس کا نام داناسیس تھا، اس نے بت خانے گرا دیئے اور مساجد تعمیر کرائیں اور ان نوجوانوں کو سوئے ہوئے تین سو نو سال مکمل ہو چکے تھے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَ ازْدَادُوا تِسْعًا [سورة الكهف:۲۵].
(ترجمہ) اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو سال اوپر اور رہے)

اور اللہ تعالیٰ سال میں دو مرتبہ جبرائیلؑ کو ان کی طرف بھیجتے تھے، وہ ان کو گرمیوں کی آرام گاہ سے سردیوں کی آرام گاہ کی طرف پھیر دیتے تھے اور سردیوں کی آرام گاہ سے گرمیوں کی آرام گاہ کی طرف پھیر دیتے تھے، ان کے پہلو بدل دیتے تھے تاکہ زمین ان کے گوشت کو نہ کھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ [الكهف:۱۸] (اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹیں دیتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کی آنکھیں اتنی کھول دی تھیں کہ ان کی آنکھوں کی سیاہی نہ چھپتی تھی اور جب کوئی ان کو دیکھتا تھا تو یہ سمجھتا تھا کہ وہ جاگ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ [سورة الكهف:۱۸].
(ترجمہ) اور اے مخاطب آپؐ خیال کریں گے کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ان لوگوں کو اٹھانے کا وقت آ پہنچا، شہر کے باشندوں میں سے ایک چرواہا اپنی بکریاں لے کر اس گھاٹی کی طرف آیا جس میں غار تھا اس نے دیکھا کہ غار کا دہانہ بند ہے وہ سارا واقعہ نہیں جانتا تھا اس نے غار کے دہانہ کی بندش گرا دی تاکہ اس کی بکریوں کے لئے چھپنے کے لئے غار میں کچھ جگہ بن جائے

لیکن وہ غار میں داخل نہ ہو سکا، اللہ تعالیٰ نے اس کو غار سے پھیر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسرافیل کو بھیج کر ان سب نوجوانوں کو ایک دم اٹھا دیا تو وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے ہم کتنی دیر سوئے ہیں؟ تو سب کہنے لگے ایک دن سوئے ہیں جب باہر نکل کر سورج کو دیکھا تو وہ ابھی غروب نہیں ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو دن کی ابتداء میں سلایا تھا اور دن کے آخر میں بیدار کر دیا تو وہ سورج کو دیکھ کر کہنے لگے یا دن کا کچھ حصہ سوئے ہیں پھر کھڑے ہو کر وضو کیا اور نماز پڑھی پھر کہنے لگے اے تملیخا! آپ شہر جاؤ اور ہمارے لئے کھانا اور بادشاہ کی اطلاع لاؤ۔ اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے:

فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَکُمۡ بِوَرِقِکُمۡ هٰذِهٖۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ فَلۡيَنۡظُرۡ اَيُّهَاۤ اَزۡکٰى طَعَامًا فَلۡيَاۡتِکُمۡ بِرِزۡقٍ مِّنۡهُ [سورة الكهف: ۱۹].

(ترجمہ) اب تم اپنوں میں سے ایک کو روپیہ دے کر بھیجو پھر وہ تحقیق کرے کہ کونسا کھانا حلال ہے تو اس میں سے تمہارے پاس کھانا لے آئے۔ حلال ہو نہ خنزیر کا گوشت ہو اور نہ مردار کا۔

وَلۡيَتَلَطَّفۡ [سورة الكهف: ۱۹] (اور خوش تدبیری سے جائے) شہر میں داخل ہونے اور نکلنے میں۔

وَ لَا يُشۡعِرَنَّ بِکُمۡ اَحَدًا [سورة الكهف: ۱۹] (اور تمہاری خبر کسی کو نہ ہونے دے)۔

اِنَّهُمۡ دقیانوس اور اس کی قوم اِنۡ يَّظۡهَرُوۡا عَلَيۡکُمۡ يَرۡجُمُوۡکُمۡ [سورة الكهف: ۲۰]

(ترجمہ) اگر وہ تمہاری خبر پالیں گے تو تمہیں پتھروں سے مار ڈالیں گے۔

اَوۡ يُعِيۡدُوۡکُمۡ فِىۡ مِلَّتِهِمۡ وَلَنۡ تُفۡلِحُوۡۤا اِذًا اَبَدًا [سورة الكهف: ۲۰]

(ترجمہ) یا تمہیں اپنے دین میں لوٹا لیں گے اور پھر تمہارا کبھی بھلا نہ ہوگا۔

تو تملیخا غار سے باہر نکلے تو غار کے دہانہ پر ٹوٹی ہوئی بندش دیکھ کر سوچنے لگے تعجب ہے یہ کیا ملبہ ہے؟ صبح کو تو نہیں تھا پتہ نہیں کب بنایا گیا اور کب گرایا گیا ہے؟ اور راستے کی علامات اور حالت بھی نہیں پہچان پا رہے تھے تو حیران ہو گئے۔ جب شہر کے دروازہ پر پہنچے تو وہاں مسجد بنی ہوئی تھی جس میں عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر اور نام لکھا ہوا تھا۔ تملیخا کہنے لگے سبحان اللہ گزشتہ روز یہاں بت خانہ تھا اب وہ نظر نہیں آ رہا تو تملیخا شہر کے دروازے پر آئے تو وہاں بھی کوئی شناسا چیز نہ دیکھی تو دل میں سوچنے لگے شاید میں نیند میں ہوں۔

جب شہر میں داخل ہوئے تو شہر کے باشندوں میں سے کسی کو نہیں پہچانتے تھے اور ان کا لباس اور وضع قطع اس کے بالکل خلاف تھی جس پر تملیخا نے ان کو دیکھا ہوا تھا اور تملیخا نے دو آدمیوں کو دیکھا جو مسیحؑ اور مسیح کے معبود کی قسمیں اٹھا رہے تھے تو تملیخا نے ان میں سے ایک سے پوچھا یہ کونسا شہر ہے؟ اس نے کہا افسوس۔ تملیخا نے کہا مجھے کسی روٹی والے کا تو بتا دو انہوں نے راہنمائی کر دی جب تملیخا روٹی والے کے پاس آئے تو کھانا خریدنے کے لئے پیسے نکالے تو وہ بہت بڑا درہم تھا لوگوں نے اس جیسا درہم کبھی نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ بہت پرانے زمانے کا

بنا ہوا تھا تو لوگوں نے اس نوجوان کو کہا آپ کو کوئی خزانہ مل گیا ہے؟ تو قاضی نے کہا اس خزانہ کا پتہ ہمیں بھی بتا دو۔ آپ کو کچھ نہیں کہیں گے۔ تملیخا نے کہا! اللہ کی قسم مجھے کوئی خزانہ نہیں ملا۔ قاضی نے پوچھا پھر یہ درہم آپ کے پاس کہاں سے آیا ہے؟ تو تملیخا نے کہا میں نے گزشتہ روز اپنے والد کے گھر سے یہ درہم اٹھایا تھا ان لوگوں نے پوچھا آپ کے والد کون ہیں؟ تملیخا نے کہا فلاں ۔لوگ کہنے لگے ہم اس شہر میں اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتے ۔تو تملیخا شہر والوں کے بارے میں پوچھنے لگے۔ لوگ کہتے ہم ان میں سے کسی کو نہیں جانتے۔ تملیخا نے کہاں فلاں بن فلاں نے کیا کیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہم اس کو نہیں جانتے۔ ہمارے سامنے پاگل بننے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ خزانہ پر اکیلا کامیاب ہو جائے تو لوگ تملیخا کو کھینچتے ہوئے بادشاہ کے پاس لے گئے تملیخا یہ سمجھے کہ ان کو دقیانوس کے پاس لے جا رہے ہیں تو تملیخا نے کہا اب میری ہلاکت ہو گی دقیانوس مجھے قتل کر دے گا۔لوگوں نے پوچھا دقیانوس کیا ہے؟ تملیخا نے کہا کیا شہر کا بادشاہ دقیانوس نہیں ہے؟ لوگ کہنے لگے اے مجنون! دقیانوس بہت زمانہ پہلے مر چکا ہے اس کے زمانہ کو بھی کوئی نہیں جانتا تو نوجوان اور زیادہ حیران ہو گیا۔ جب تملیخا بادشاہ کے پاس پہنچے تو دیکھا وہ ایک نیک آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ اور مسیحؑ کا تذکرہ کرتا ہے تو نوجوان کو بہت تعجب ہوا جب بادشاہ نے حال احوال پوچھا کہ آپ کون ہو؟ تملیخا نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں۔ بادشاہ نے کہا آپ کا گھر کہاں ہے؟ تملیخا نے کہا فلاں محلّہ کی فلاں گلی میں فلاں کے پڑوس میں۔ بادشاہ نے کہا یا تو تو پاگل ہے یا ہم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے حیلہ کر رہا ہے تو تملیخا نے کہا میں آپ لوگوں کو اپنا واقعہ بتاتا ہوں تو تملیخا نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا سارا واقعہ سنا دیا لیکن وہ لوگ ان میں سے کوئی بات نہ جانتے تھے۔

تو بادشاہ نے علماء کو بلوایا اور ان سے جو کچھ اس نے کہا تھا وہ پوچھا تو وہ اس نوجوان کا معاملہ سمجھ گئے اور فرمانے لگے جی ہاں! یہ نوجوان پہلے زمانہ میں دقیانوس سرکش سے بھاگ گئے تھے پھر بادشاہ نے نوجوان سے پوچھا آپ کے ساتھی کہاں ہیں؟ تملیخا نے کہا اس پہاڑ میں۔ بادشاہ نے کہا ہمیں ان کے پاس لے چلو تو بادشاہ اور اس کے ساتھ علماء راہب اور اہل ایمان سب چل پڑے اور نوجوان نے کھانا خریدا اور بادشاہ کو کہا مجھے چھوڑ دو۔ میں آپ لوگوں کو راستہ دکھاتا ہوا آپ سے آگے چلوں گا اور پہلے میں اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤں گا تو تملیخا اپنے ساتھیوں کے پاس گئے اور ساتھیوں کو بادشاہ اور لوگوں کے بارے میں بتایا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ان کو بادشاہ سے بچالیں تو بادشاہ اور اس کے ساتھی اس بندش کے ملبہ کے پاس آئے تو وہاں وہ تختی پڑی تھی جس میں ان لوگوں کے نام اور نسب اور سارا واقعہ لکھا ہوا تھا تو بادشاہ اور اس کے خواص غار میں داخل ہوئے تو وہ نوجوان سجدے میں تھے۔ بادشاہ وغیرہ نے ان کو آواز دی تو انہوں نے اپنا سر اٹھایا اور بادشاہ نے آگے بڑھ کر ان کے سروں اور ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور ان سے ان کا حال پوچھا پھر بادشاہ نے حکم دیا تو ان کے پاس کھانا اور مشروب لایا گیا جب انہوں نے کھا پی لیا تو بادشاہ کو کہنے لگے اللہ تعالیٰ آپ کی جان اور رعایا کی

حفاظت کریں اور ہمیں آپ سے صرف ایک کام ہے کہ آپ ہمیں اس جگہ سے نہ نکالیں! پھر ان لوگوں نے اپنے سَر رکھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کرلی۔ تو بادشاہ نے ان کے لئے ریشم کے کفن اور سونے کے تابوت بنانے کا حکم دیا اور ان کو غار میں رکھ دیا گیا تو بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں اے بادشاہ! ہمیں اپنے کفن اور تابوت سے نکال دو ہم جنت کے کفن میں ہیں۔ تو بادشاہ کے حکم پر ان کو نکال کر انہی کے کپڑے پہنا کر غار میں رکھ دیا گیا۔ پھر بادشاہ کے حکم پر غار کے دروازہ پر مسجد بنائی گئی اور جس دن اصحاب کہف ملے تھے بادشاہ نے اس دن کو عید بنا دیا۔ ہر سال لوگ وہاں آتے تھے۔

شیخ ؒ فرماتے ہیں یہ روایات میں سے ایک روایت ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ نوجوان جب غار میں داخل ہوئے تو انہوں نے کہا:

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا [سورة الکهف: ۱۰].

(ترجمہ) اے رب ہمیں اپنی طرف سے رحمت کا سامان عطاء فرما اور ہمارے کام کی درستگی کو پورا کردے۔

پھر انہوں نے اپنے ساتھ لائی ہوئی کوئی چیز کھائی اور سونے کے لئے سَر رکھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں پر تھپکی دے کر تین سو نو سال کے لئے ان کو سلا دیا۔ پھر ان کو اتنے عرصہ بعد اٹھایا تو ان کا غار میں داخل ہونا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عیسیٰ علیہ السلام کے ایک زمانہ بعد اٹھایا۔ اور یہ قول میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے اس لئے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پانچ سو پچاس سال کا وقفہ تھا اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ لَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا [سورة الکهف: ۲۵].

(ترجمہ) اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو سال اوپر اور رہے۔

اگر یہ سارا واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پیش آیا ہو تو ان لوگوں کے تین سو نو سال بعد اٹھنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں کوئی لمبی مدت نہیں رہ جاتی (واللہ اعلم) یہ لوگ جب اٹھا دیئے گئے تو انہوں نے اپنے ساتھی تملیخا کو شہر بھیجا تاکہ وہ کھانا لائے اور جب وہ نوجوان شہر جاکر حیران و پریشان ہوا اور بادشاہ نے ان لوگوں کے بارے میں علماء سے پوچھا تو علماءؒ نے کہا ہمیں عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں چند لوگوں کا واقعہ بتایا ہے جو ایک زمانہ میں غار میں داخل ہوگئے تھے اور اللہ تعالیٰ عنقریب میرے بعد ان کو اٹھائیں گے تاکہ وہ مجھ پر ایمان لے آئیں اور بادشاہ جب ان کے پاس جانے لگا تو تملیخا ان سے آگے چلے اور جاکر اپنے ساتھیوں کو بتایا تو وہ گھبرا گئے اور یہ سمجھنے لگے کہ وہ بادشاہ دقیانوس ہے تو ان نوجوانوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کو اس بادشاہ سے نجات دے دیں جب تملیخا نے کہا کہ وہ لوگ دعویٰ کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نبی بھیجا ہے جن کا نام عیسیٰ علیہ السلام ہے اور وہ لوگ ان پر ایمان رکھتے ہیں تو وہ نوجوان خاموش ہوگئے اور کہنے لگے ہم اس نبی پر

ایمان لاتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان پر کوئی ایسا آدمی مطلع نہ ہو سکے جوان کوان کے کاموں سے مشغول کردے پھران لوگوں نے کھانا کھایا اور سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں پر تھپکی دی بادشاہ اور دوسرے لوگ آئے تو ان کو سویا ہوا پایا اور وہ تختی دیکھی جس میں ان کے نام اور سارا واقعہ لکھا ہوا تھا اور جب بادشاہ ان سے ناامید ہو گیا تو غار کے دروازہ کو بند کرنے کا حکم دے دیا اور وہاں سے چلا گیا۔

اور کہا جاتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ اسی بادشاہ نے تختی بنوائی اور اس میں ان کے نام لکھوا کر غار کے دروازہ کو بند کروادیا تاکہ جو اس تختی کو پڑھے ان کا حال پہچان جائے۔ (واللہ اعلم)۔

اور محمد بن اسحاق بن یسار نے ان کے بارے میں ایک دوسری روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب دقیانوس ہلاک ہو گیا اور بہت عرصہ گزر گیا تو ان علاقوں کا بادشاہ بندوبسیس بن گیا، یہ مؤمن اور نیک صالح آدمی تھا، یہ اڑسٹھ سال بادشاہ رہا پھراس کے دور اقتدار میں لوگوں کے درمیان موت کے بعد دوبارہ اٹھنے میں اختلاف ہو گیا۔ بعض لوگوں نے تو بعث بعد الموت کا بالکل ہی انکار کر دیا اور بعض نے کہا کہ دوبارہ روحیں زندہ ہوں گی جسم زندہ نہ ہوں گے اور بعض لوگوں نے کہا کہ روحوں اور جسموں دونوں کو اکٹھا اٹھایا جائے گا تو لوگوں میں اس مسئلہ میں بہت زیادہ اختلاف و جھگڑا ہو گیا اور یہ بات بادشاہ پر گراں گزری اس کو یہ ڈر تھا کہ کہیں اہل باطل اہل حق پر غالب نہ ہو جائیں کیونکہ بادشاہ دیکھ رہا تھا کہ وہ اہل حق سے مقابلہ کرتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں اس بارے میں جو تعلیمات ہیں ان کو چھوڑ دیا ہے تو بادشاہ اپنے گھر میں داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر لیا اور ٹاٹ کا لباس پہنا اور راکھ پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا جب تک حق واضح نہیں ہو جاتا میں باہر نہیں نکلوں گا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں سے آہ وزاری کرنے لگا اور دعا کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو کوئی ایسی نشانی دکھائیں جس سے لوگ حق کو پہچان جائیں تو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کی دعا قبول کر لی اور افسوس شہر کے ایک آدمی جو بکریوں کا مالک تھا اس کے دل میں ڈال دیا وہ آیا اور غار کے دروازہ پر موجود دیوار گرا دی تاکہ اس غار کو اپنی بکریوں کے لئے باڑہ بنالے۔ اور اس نے دو مزدور اجرت پر لئے تاکہ وہ یہ پتھر ہٹائیں ان دونوں نے اپنا کام کیا اور غار کا دروازہ کھول دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کو رعب کے ذریعہ سے لوگوں سے پردہ میں کر دیا۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ بہادر آدمی بھی جب اس غار میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا تھا تو غار کو دیکھ کر خوف سے بھاگ جاتا تھا یہ سب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کو اٹھا دیا تو وہ اپنی نیند سے بیدار ہو کر بیٹھ گئے، ان کے چہرے منور وخوبصورت تھے۔ ایک دوسرے کو سلام کیا وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ عام دنوں کی طرح نیند سے بیدار ہوئے ہیں پھر سب نے تملیخا کو کہا آپ جا کر شہر سے ہمارے لئے کچھ لے آئیں اور احتیاط کرنا آپ کو کوئی دیکھ نہ لے تو تملیخا شہر گئے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ جب تملیخا شہر میں پہنچ گئے تو حیران ہو گئے اور جب روٹی پکانے والے کے پاس آئے اور اس کو درہم دیا تو وہ اس کی تین سو سال پرانی ساخت کی وجہ سے تعجب کرنے لگا پھر ایک

نظر تملیخا پر ڈالی اور درہم کو دیکھا اور دوسرے آدمی کو دے دیا تا کہ وہ اس کے نقش دیکھے اور وہ لوگ ایک دوسرے کو وہ درہم دکھا کر سرگوشیاں کرنے لگے کہ اس نوجوان کو کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے جب نوجوان نے ان کو سرگوشیاں کرتے دیکھا تو سوچا کہ شاید وہ لوگ اس کو پہچان گئے ہیں اور وہ اس کو پکڑ کر دقیانوس کے پاس لے جانا چاہتے ہیں تو تملیخا نے ہوٹل والے کو کہا آپ جو چیز چاہیں مجھے دے دیں کیونکہ میں مسافر ہوں ورنہ جو تم نے لیا ہے وہ تمہارا۔ میں جا رہا ہوں تو لوگ کہنے لگے اے نوجوان! تجھے خزانہ ملا ہے اور تو چاہتا ہے کہ تو اکیلا اس پر کامیاب ہو جائے ہم تجھے نہیں چھوڑیں گے یا تو ہمیں وہ خزانہ دکھا کر اس میں شریک کر لو ورنہ ہم تجھے بادشاہ کے حوالے کر دیں گے۔ تو تملیخا نے دل میں سوچا کہ مجھے اس کا خیال ہی نہ تھا اور سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ کیا کہیں۔ جب تملیخا حیران و پریشان کھڑے رہ گئے تو لوگوں نے ان کو پکڑ لیا اور کافی لوگ جمع ہو گئے اور ان کے بارے میں پوچھنے لگے۔ جب لوگوں کو تملیخا کی حالت بتائی گئی تو انہوں نے تملیخا کی تکذیب کی اور کہنے لگے اللہ کی قسم آپ جو کہہ رہے ہیں ہم اس میں سے کچھ نہیں جانتے اور تملیخا یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ لوگ ان کو دقیانوس کے پاس لے جا رہے ہیں تو وہ رونے لگے اور نوحہ کرنے لگے اور شہر میں ایک رئیس آدمی تھا جس کا نام دریوس تھا اور ایک قاضی تھے جن کا نام سیطوس تھا۔ تو لوگ تملیخا کو پکڑ کر ان دونوں کے پاس لے گئے۔ جب تملیخا نے ان دونوں کو دیکھا تو جان گئے کہ وہ دقیانوس کے پاس نہیں ہیں تو پرسکون ہو گئے۔ ان دو نیک نوجوانوں نے تملیخا سے ان کا حال اور خزانے کے بارے میں پوچھا تو تملیخا نے کہا اللہ کی قسم مجھے کوئی خزانہ نہیں ملا۔ ان لوگوں نے کہا پھر آپ کے پاس یہ درہم کہاں سے آ گئے ہیں حالانکہ یہ تو پہلے زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔ تملیخا نے کہا میں گزشتہ روز شام کو اسی شہر سے نکلا تھا ان دونوں نے پوچھا آپ کون ہو؟ انہوں نے کہا میں تملیخا بن فلاں ہوں اور اپنے باپ کا ذکر کیا ان دونوں نے کہا آپ بہت بڑے جھوٹے ہو۔ ہم اس نام کا آدمی اس شہر میں نہیں جانتے۔ پھر انہوں نے تملیخا کو کہا آپ ہمیں دھوکہ دینا چاہتے ہو، یہ درہم تین سو سال سے زیادہ پرانی ساخت کے ہیں اور آپ نوجوان لڑکے ہو اور ہم بوڑھے ہیں ہم آپ کی بات نہیں جانتے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ کو سزا دی جائے یا آپ ہمارے سامنے اپنی حالت کا اقرار کر لو۔ تملیخا نے کہا جو میں آپ سے پوچھوں وہ مجھے ٹھیک ٹھیک بتا دو۔ ان دونوں نے کہا پوچھو۔ تملیخا نے کہا اس شہر کے بادشاہ دقیانوس نے گزشتہ روز کی شام کیا کیا تھا؟ ان دونوں نے کہا اے نوجوان! اس روئے زمین پر دقیانوس نامی کوئی بادشاہ نہیں ہے، اس نام کا بادشاہ تو بہت عرصہ پہلے تھا وہ ہلاک ہو چکا ہے اور اس کے بعد کئی نسلیں ہلاک ہو چکی ہیں تو تملیخا کو تعجب ہوا اور کہا تم میری دوسری بات سنو، میں ان نوجوانوں میں سے ایک ہوں جو گزشتہ شب دقیانوس کے خوف سے بھاگ گئے تھے، ہم نے اس پہاڑ پر پناہ لی تھی اور ہم اس پہاڑ کی ایک غار میں چھپ گئے تھے اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو میرے ساتھ میرے ساتھیوں کے پاس چلو تا کہ تم ان کو دیکھ لو تو ان دونوں نیک آدمیوں نے یہ بات سن کر کہا شاید یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت ہے جو اللہ

تعالیٰ نے تمہارے لئے ظاہر کی ہے تو ہمارے ساتھ آؤ ہم اس کے ساتھ وہاں چلتے ہیں جہاں کا یہ کہہ رہا ہے تو وہ دونوں اوران کے ساتھ شہر کے باسیوں کی ایک بڑی تعداد چل پڑی تو اصحاب کہف اپنے غار میں تھے اوران کے ساتھی نے آنے میں دیر کردی تھی اس وجہ سے وہ خوفزدہ تھے کہ دقیانوس نے اس کو پکڑ نہ لیا ہو۔ اچانک انہوں نے گھوڑوں کی ٹاپیں اور آدمیوں کی آوازیں سنیں تو ان کا شک یقین میں بدل گیا کہ دقیانوس کو ان کا پتہ لگ گیا ہے اوراب دقیانوس کے ہرکارے آگئے ہیں تو سب نے ایک دوسرے کو وصیت کی اور ادھر تملیخا سب لوگوں سے آگے بڑھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس گئے اوران کو سارا ماجرا سنایا پھروہ دونیک آدمی غار میں داخل ہوئے تو انہوں نے غار کے دروازہ کے پاس ایک سربمہر کتاب دیکھی یہ وہی تحریر تھی جس میں ایک آدمی نے ان لوگوں کا نام ونسب اور سارا واقعہ لکھ کر رکھ دیا تھا ان دونوں نے وہ تحریر لوگوں کے سامنے کھولی تو اس میں پتھر کی دوتختیاں ملیں جن میں ان نوجوانوں کا واقعہ، سارے حالات اور دقیانوس سے بھاگنا اوراس کا غار کا دروازہ بند کرادینا وغیرہ سب کچھ لکھا ہوا تھا۔ جب لوگوں نے یہ تحریر پڑھی تو خوش ہوگئے اوراس عظیم نشانی کے دکھانے پر اللہ تعالیٰ کی خوب حمدوثناء کی اوروہ دونیک آدمی اصحاب کہف کے سامنے بیٹھ گئے اوران سے ان کا سارا حال دریافت کیا تو اصحاب کہف نے ویسا ہی بتایا جیسا کہ ان تختیوں میں لکھا ہوا تھا۔

تو ان دونوں آدمیوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمدوثناء کی اوراپنے بادشاہ نیدوسیس کے پاس ایک قاصد بھیجا تاکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم نشانی دیکھ لے اوراس کو یقین ہوجائے کہ موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا عقیدہ بالکل صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں۔ تو بادشاہ سوار ہوکر تیزی سے وہاں پہنچا جب ان نوجوانوں کو دیکھا تو سجدہ میں گرگیا اوران کے سامنے رونے لگ گیا اورسب لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی اور کہنے لگے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں یہ دکھایا ہے اور بادشاہ جان گیا کہ موت کے بعد دوبارہ اٹھانے کا اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے وہ سچا ہے اور اللہ تعالیٰ جب تمام جسموں کو زندہ کرنا چاہیں گے تو زندہ کردیں گے۔

اصحاب کہف کی وفات

ابھی بادشاہ اور سارے لوگ ان کے پاس موجود تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کردی تو وہ دوبارہ اپنی آرام گاہ کی طرف لوٹ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں پرتھپکی دی اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں قبض کرلی تھیں اور بادشاہ کے حکم پر ان لوگوں کے لئے ریشم کے کفن اورسونے کے تابوت تیار کئے گئے تو بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں ہم سونے سے نہیں پیدا کئے گئے ہم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے آپ ہمیں مٹی میں لوٹا دیں تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو تابوت سے نکال کر زمین پر رکھ دیا جائے تو وہ اب بھی غار میں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

وَ هُمْ فِیْ فَجْوَۃٍ مِّنْہُ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ [سورۃ الکھف:۱۷].

(ترجمہ) اور وہ لوگ اس غار کے میدان میں تھے، یہ اللہ کی قدرتوں میں سے ہے۔

اور سورج ان کی غار پر طلوع نہیں ہوتا کیونکہ ان کے غار کا دروازہ قطب شمالی کے سات ستاروں کی طرف تھا اس میں سورج کی روشنی داخل نہیں ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ تَرَی الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ کَھْفِھِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُھُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ [سورۃ الکھف:۱۷].

(ترجمہ) اور اے مخاطب تو دیکھے گا جب دھوپ نکلتی ہے تو ان کی غار سے داہنے ہاتھ کو بچ کر جاتی ہے اور جب چھپتی ہے تو بائیں طرف سے ہٹی رہتی ہے۔ اور ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ تَحْسَبُھُمْ اَیْقَاظًا وَّ ھُمْ رُقُوْدٌ [سورۃ الکھف:۱۸].

(ترجمہ) اور اے مخاطب آپؐ خیال کریں گے کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا ہے۔ اس لئے نہ کوئی ان کے غار میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ ان کا غار پہچان سکتا ہے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب روم کے علاقوں کی طرف جہاد کیا تھا اور اس شہر اور اس پہاڑ تک پہنچے تو ان کو بتایا گیا کہ اس پہاڑ میں اصحابِ کہف تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں وہ غار تلاش کرتا ہوں تاکہ ان کو دیکھ لوں تو ابن عباسؓ نے فرمایا آپ اس غار تک نہیں پہنچ سکیں گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فرمایا ہے جو آپ سے مرتبہ میں بڑے تھے۔

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْھِمْ لَوَلَّیْتَ مِنْھُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْھُمْ رُعْبًا [سورۃ الکھف:۱۸].

(ترجمہ) اگر آپ ان کو جھانک کر دیکھیں تو پیٹھ دے کر ان سے بھاگ جائیں اور آپؐ میں ان کی دہشت بھر جائے۔

تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر ان کو نہ دیکھ سکوں گا تو شاید ان کے غار تک پہنچ کر اس سے برکت حاصل کرلوں۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی کئی دن تک پہاڑ کا چکر لگاتے رہے لیکن غار کا نشان نہ ملا تو واپس لوٹ آئے بہر حال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَھُمْ اَمْرَھُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْھِمْ بُنْیَانًا [سورۃ الکھف:21].

(ترجمہ) جب وہ لوگ آپس میں اس بات پر جھگڑ رہے تھے پھر کہنے لگے ان کے پاس کوئی عمارت بنا دو۔

کہا جاتا ہے کہ یہ اس وقت کی بات تھی جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نیند سے اٹھایا تھا۔

اور بعض نے کہا ہے نہیں اس سے بعد کی بات ہے۔ ایک نیک بادشاہ اس علاقہ پر غالب آ گیا تھا اس نے ان لوگوں پر مسجد بنوائی تھی پھر جب کافی عرصہ گزر گیا تو غار کے دروازہ پر لوگوں کی تین جماعتیں جمع ہوگئیں ایک جماعت یہود کی اور ایک جماعت نصاریٰ کی اور ایک جماعت مسلمانوں کی تھی۔ ہر ایک جماعت کا ایک امیر تھا، ان کا آپس میں جھگڑا شروع ہو گیا تو یہود کہنے لگے ہم یہاں اپنا عبادت خانہ بنائیں گے اور نصاریٰ کہنے لگے ہم اپنا عبادت خانہ (گرجا) بنائیں گے اور عام لوگ کہنے لگے ہم یہاں سرائے بنائیں گے پھر مسلمان غالب آ گئے اور وہاں مسجد بنا دی۔

پھر روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اٹھائیں گے، یہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بنیں گے اور جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ چاہیں گے زندہ رہیں گے پھر وفات پا جائیں گے اور کہا جاتا ہے کہ ایسا نہیں ہوگا بلکہ وہ قیامت کے دن سے پہلے نہیں اٹھائے جائیں گے۔

سورۃ کہف کا شان نزول

اور اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے واقعہ کا سبب مفسرین کے مطابق یہ بنا تھا کہ کفار مکہ نے دو آدمیوں کو مدینہ بھیجا یہود کے بڑے علماء کے پاس اور کہا تم جا کر ان علماء کو کہنا آپ پہلی کتاب والے ہو کیا آپ نے اپنی کتاب میں یہ پڑھا ہے کہ اس زمانہ میں کوئی نبی ہوگا؟ تو یہ دونوں آدمی گئے اور یہود کے علماء سے پوچھا انہوں نے کہا ہاں۔ تو یہود کے علماء نے کہا ہمیں اس نبی کی صفات بیان کرو جب ان دونوں نے آپؐ کی صفات بیان کیں تو یہود نے کہا ہم نے اپنی کتاب میں جس نبی کی صفات پڑھی ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے وہ بالکل ایسی ہی ہیں جیسی تم ذکر کر رہے ہو۔ پھر یہودی علماء نے کہا ان سے تین چیزوں کا سوال کرو اگر وہ تینوں کا جواب دے دیں اور کہیں کہ میں یہ تینوں باتیں جانتا ہوں تو وہ کذاب ہیں نبی نہیں ہیں اور اگر کسی بات کا جواب نہ دیں تو بھی وہ نبی نہیں ہیں اور اگر وہ دو باتیں بتا دیں اور تیسری کے بارے میں کہیں: میں اس کو نہیں جانتا تو وہ نبی ہیں۔ تم ان سے ان نوجوانوں کے بارے میں پوچھو جو پہلے زمانہ میں تھے اور ایک غار میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا معاملہ پوشیدہ کر دیا تو اب دن اور راتیں کم نہیں ہوں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہر کریں گے۔ اور تم ان نبی سے پوچھو جس شخص نے پوری زمین کا چکر لگایا مشرق اور مغرب تک پہنچے وہ کون تھے؟ اور ان سے روح کے بارے میں پوچھو وہ کیا ہے؟ تو وہ دونوں قاصد قریش کے پاس واپس آئے اور قریش کو کہا ہم تمہارے پاس تفصیل لائے ہیں پھر ان کو یہود کی بات بتائی تو سارے قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ سے ان تین اشیاء کا سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین چیزوں کے بارے میں ابھی تک کوئی وحی نہیں فرمائی آپ لوگ کل آنا میں آپ کو اس کے بارے میں بتاؤں گا آپؐ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اس کی وحی کر دیں گے۔ آپؐ نے ان شاء اللہ نہیں کہا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی اور پندرہ

دن آپؑ سے وحی روک کر آپؑ کو تنبیہ کی تو قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنے لگے اور کہتے کیا آپ نے ہم سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ کل ہمیں جواب دیں گے۔تو اب جواب کہاں ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے حیاء کی وجہ سے گھر بیٹھ گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیلؑ نازل ہوئے تو آپؑ نے پوچھا اے جبرائیل! آپ کو کیا ہو گیا آپ نے بہت دیر کردی ہے اور مجھے کفار کے طعنوں کے لئے چھوڑ دیا تو جبرائیلؑ نے کہا:

وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَ مَا خَلْفَنَا[سورة مریم: ۶۴].

(ترجمہ)اور ہم (فرشتے) نہیں اترتے مگر آپؑ کے رب کے حکم سے، اسی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہیں اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے۔

پھر جبرائیلؑ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کا واقعہ اور روح کے بارے میں بتایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کا قصہ بتایا جو آپؑ پر نازل ہوا تھا تو کفار کہنے لگے اب تو آپ جا کر سیکھ آئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًاO اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ[سورة الکھف: ۲۳.۲۴].

(ترجمہ)اور کسی کام کے متعلق نہ کہنا کہ میں اس کو کل کروں گا۔مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کریں۔

یہ روایات اصحابِ کہف کے واقعہ کے بارے میں ہم تک پہنچی ہیں (واللہ اعلم)۔

حضرت ذوالقرنین

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ [الکھف:۸۳] (اور یہ لوگ آپؐ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں)۔

لوگوں کا ذوالقرنینؑ کے معاملہ، نام ونسب اور وقت میں اختلاف ہے اور اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا نہیں تھے؟ ان کے نسب کے بارے میں بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ ایک بوڑھی تنگدست عورت کے بیٹے تھے، ان کے علاوہ ان کی والدہ کی اور کوئی اولاد نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہت عطا کی کیونکہ یہ بہت بلند ہمت والے تھے۔ تو ذوالقرنین نے چند افراد کو جمع کیا اور ان کو ایک علاقہ کی طرف لے گئے اور ان پر غالب آگئے۔ پھر دوسرے علاقہ کی طرف چڑھائی کی، اسی طرح ان کا معاملہ بڑھ گیا۔

اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ذوالقرنینؑ بادشاہ کے بیٹے تھے اور ان کی والدہ بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ اور بعض علماءؒ نے کہا ہے کہ ذوالقرنین فلسفیوں کے دیس یونان کے بادشاہ کے بیٹے تھے اور بعض علماءؒ نے کہا ہے کہ ایسا نہیں تھا بلکہ وہ روم کے قیصر کے بیٹے تھے۔

ذوالقرنین نام کی وجہ

ان کے نام کے بارے میں مؤرخین اور اکثر مفسرینؒ نے کہا ہے کہ ان کا نام اسکندر تھا اور بعض مفسرینؒ نے کہا ہے کہ ذوالقرنین اسکندر کے علاوہ دوسری شخصیت ہیں۔

اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ ان کا نام ذوالقرنین کیوں پڑ گیا تو بعض علماء نے کہا ہے کہ ان کا نام ذوالقرنین اس وجہ سے رکھا گیا تھا کہ وہ نبی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک قوم کی طرف مبعوث کیا تھا تو ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی اور سَر کے ایک ابھرے ہوئے (قرن یعنی) حصہ پر وار کر کے ان کو قتل کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہی ان کا نام ذوالقرنین رکھ دیا، یہ روایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ ان کا یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں کے ایک قرن کی طرف مبعوث کیا، لوگوں نے ان کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اور ذوالقرنینؑ کو دوسرے قرن کی طرف مبعوث کیا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ذوالقرنینؑ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ اس کے سَر کی دونوں جانب پیتل کی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ تانبے کی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ لوہے کی تھی اور بعض نے کہا ہے سونے کی تھی (واللہ اعلم)۔

اور وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں ان کا نام ذوالقرنین اس وجہ سے رکھا گیا کہ یہ فارس اور روم کے اکٹھے بادشاہ

تھے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ دنیا کے دونوں قرن یعنی مشرق اور مغرب تک پہنچے تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ذوالقرنین نے خواب دیکھا تھا کہ انہوں نے سورج کے دونوں سینگ پکڑ لئے ہیں تو تعبیر بتانے والوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ذوالقرنین ساری دنیا کے بادشاہ ہوں گے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے سَر میں دو چھوٹی ابھری ہوئی جگہیں تھیں اور اس کو قرن کہا جاتا ہے اسی لئے ذوالقرنین نام رکھا گیا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے سَر کے دونوں جانب ہرن کے سینگوں کی طرح سونے کے دو سینگ تھے (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

کیا ذوالقرنین نبی تھے؟

ان کی نبوت کے بارے میں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ نبی ہیں اور اکثر علماء فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھے بلکہ نیک بندے تھے اور ان کے ساتھ انبیاءؑ ہوتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی کرتے تھے اور وہ وحی ذوالقرنینؒ تک پہنچا دیتے تھے۔

اور اکثر مؤرخین نے ان کے وقت کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد تھے۔ پھر بعض علماء نے کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تھے۔ اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھے اور بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ یہ نمرود کے بعد تھے اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد تھے کیونکہ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ سکندرؒ نے ہی ملک فارس کے بادشاہ دارا سے جنگ کر کے اس کو قتل کیا تھا اور دارا عیسیٰ علیہ السلام سے بہت عرصہ پہلے کا ہے کیونکہ وہ اسکندر کے بعد طوائف کا چار سو سال بادشاہ رہا پھر اردشیر بادشاہ ظاہر ہوا، اس نے فارس کی بادشاہت قائم کی اور یہ اردشیر کے بعد ایک لمبا عرصہ فارس کے بادشاہوں میں سے رہے زمانہ اسلام تک۔

وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین کا نام ہی اسکندر تھا یہ ایک بوڑھی عورت کے بیٹے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو الہام کیا تھا کہ میں آپ کو ساری زمین کے باشندوں کی طرف بھیجوں گا۔ ان میں سے بعض امتیں زمین کے درمیان میں ہیں اور دو امتوں کے درمیان زمین کی لمبائی حائل ہے اور دو امتوں کے درمیان زمین کی چوڑائی۔ جن امتوں کے درمیان زمین کی لمبائی حائل ہے ان میں سے ایک امت سورج کے غروب کی جگہ رہتی ہے اس کو ناسک کہا جاتا ہے اور ایک امت سورج کے طلوع کی جگہ ہے اس کو منسک کہا جاتا ہے۔ اور جن دو امتوں کے درمیان زمین کی چوڑائی حائل ہے ان میں سے ایک امت دائیں جانب کی زمین کے ایک کونہ میں رہتی ہے اس کو ھاویل کہا جاتا ہے اور دوسری امت بائیں جانب زمین کے کونہ میں رہتی ہے اس کو تاویل کہا جاتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تو ذوالقرنینؒ نے کہا اے میرے رب! آپ نے مجھے ایک بہت بڑے کام کی خبر دی ہے جس پر آپ کے علاوہ کوئی قادر نہیں ہوسکتا تو مجھے بتائیں کہ میں کس قوت کے ساتھ ان امتوں سے لڑوں گا اور کس لشکر کے ساتھ ان پر غلبہ حاصل کروں گا اور کونسی دلیل کے ساتھ ان سے جھگڑا کروں گا اور کونسی حکمت

کے ساتھ ان سے تدبیر کروں گا اور ان کے خلاف کونسا حیلہ اختیار کروں گا اور کس صبر کے ساتھ ان میں تقسیم کروں گا اور کس زبان میں ان لوگوں سے گفتگو کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں عنقریب اپنی توفیق سے آپ کی مدد کروں گا۔ اور آپ کا سینہ کھول دوں گا اور آپ کی پشت مضبوط کردوں گا اور آپ کی زبان کشادہ کردوں گا اور آپ کی بنیاد مضبوط کردوں گا اور آپ کے معاملات کی تدبیر کروں گا اور آپ کو ہیبت و رعب عطا کروں گا اور آپ کے لئے نور وظلمت کو آپ کا تابع کردوں گا اور ان کو آپ کا ایک لشکر بنا دوں گا۔ آپ کے آگے نور آپ کی راہنمائی کرے گا اور آپ کے پیچھے سے تاریکی آپ کی حفاظت کرے گی۔ پھر ذوالقرنینؑ کو کہا گیا کہ آپ سورج کے غروب کی طرف جو امت ہے وہاں جائیں ذوالقرنینؑ اس طرف چل پڑے جب وہاں پہنچے تو وہاں اتنی بڑی تعداد تھی کہ ان کو صرف اللہ تعالیٰ ہی شمار کر سکتے ہیں اور ان میں اتنی طاقت اور جنگ کی مہارت تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ ذوالقرنینؑ نے وہاں مختلف خواہشات اور متفرق زبانیں دیکھیں، یہ دیکھ کر ان پر تاریکی کا حملہ کر کے ان کو ایک جگہ جمع کر دیا، تاریکی ان کے منہ میں داخل ہوگئی اور وہ مجبور ہوگئے پھر ان پر نور مسلط کر دیا اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف بلایا تو ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اور بعض نے اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیا۔ تو ذوالقرنینؑ نے کافروں کا ارادہ کر کے ان کو تاریکی کا عذاب دیا۔ تاریکی ان کے منہ، گھروں اور کمروں میں داخل ہوگئی اور ان کو اوپر سے ڈھانپ لیا اور وہ حیران ہوکر ادھر ادھر سر پٹخنے لگ گئے۔ جب ان لوگوں کو ہلاکت کا خوف ہوا تو چیخ چیخ کر ذوالقرنین کو پکارنے لگے تو ذوالقرنینؑ نے ان سے تاریکی دور کردی اور وہ ذوالقرنینؑ کی دعوت قبول کر کے دین میں داخل ہوگئے اور ذوالقرنینؑ واپس چلے گئے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًاo فَاَتْبَعَ سَبَبًا [سورۃ الکھف:۸۴،۸۵].

(ترجمہ) ہم نے اس کو زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے اس کو ہر قسم کا سامان دیا تھا۔ تو وہ ایک راستہ پر چل پڑا۔

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَامِيَةٍ [سورۃ الکھف:۸۶].

(یہاں تک کہ جب وہ سورج ڈوبنے کی جگہ پر پہنچا تو اس کو ایک گرم چشمے میں ڈوبتا ہوا پایا۔

اور ایک قراءت میں ''حمئة'' ہے یعنی سیاہ کیچڑ والی زمین میں غروب ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا o قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا o وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ نِ الْحُسْنٰى وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا o ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا o حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا

سِتْرًا [سورة الكهف: ۸۶ تا ۹۰].

(ترجمہ) یہاں تک کہ جب وہ سورج ڈوبنے کی جگہ پر پہنچا تو اس کو ایک کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا ہوا پایا اور اس کے پاس ایک قوم کو بھی پایا ہم نے کہا کہ اے ذوالقرنین یا تو تو لوگوں کو سزا دے یا ان میں نرمی کا معاملہ کر۔ ذوالقرنین نے عرض کیا جو کوئی ظلم کرے گا ہم اس کو سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کے پاس پھیرا جائے تو وہ اس کو عذاب دے گا۔ اور جو ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور ہم اپنے برتاؤ میں اس کو آسان بات کہیں گے۔ پھر وہ ایک (اور) راہ پر ہولیا۔ یہاں تک کہ جب وہ سورج نکلنے کی جگہ پر پہنچا تو اس کو ایک ایسی قوم پر نکلتا ہوا پایا کہ ہم نے ان کیلئے سورج کے سامنے کوئی پردہ نہیں بنایا تھا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن اسی آیت کی قراءت کی، آپ کے پاس ابن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیٹھے تھے۔

ابن عباسؓ نے حضرت عبداللہؓ سے پوچھا آپ اس آیت کو کیسے پڑھتے ہیں؟ عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا حَامِيَةٍ الف کے ساتھ۔

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن ابن العاصؓ پر نازل نہیں ہوا قرآن میرے گھر میں نازل ہوا ہے اور میں اس کو خوب جانتا ہوں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا آپ دونوں کا اختلاف ہوگیا ہے اور آپؓ نے کعبِ احبار سے پوچھنے کے لئے پیغام بھیجا تو انہوں نے فرمایا قرآن کو تو آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں لیکن سورج کے بارے میں میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ وہ پانی اور مٹی کے درمیان غروب ہوتا ہے۔ جب قاصد واپس آیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا یہ میری قراءت کی تصدیق ہے کیونکہ (حمئة) کیچڑ والی زمین کو کہتے ہیں۔

جب حضرت ابن عباسؓ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس سے باہر نکلے تو قبیلہ حمیر کے ایک آدمی نے پوچھا آپ دونوں کا کیا اختلاف ہوا تھا؟ ابن عباسؓ نے اس کو بتا دیا تو وہ کہنے لگا اگر میں آپ دونوں کے پاس ہوتا تو تُبّع شاعر کے دو شعروں سے آپ کی مدد کرتا۔ تبع نے ان اشعار میں ذوالقرنین کی حالت اور ان کا سفر اور سورج کے غروب کی جگہ کو بیان کیا ہے۔ ابن عباسؓ نے پوچھا وہ دونوں شعر کیا ہیں؟ اس آدمی نے کہا شاعر کہتا ہے:

بلغ المشارق والمغارب يبتغي — أسباب أمر من حكيم مرشد
فرأى مغيب الشمس عند غروبها — في عين ذي خلب وثأط حرمد

(۱) ذوالقرنین مشرق و مغرب تک پہنچے تلاش کرتے ہوئے سیدھی راہ دکھانے والے حکیم کے اسباب امر کو
(۲) تو سورج کے غروب کے وقت سورج کے غروب کی جگہ دیکھی کیچڑ والے اور ثأط حرمد والے چشمہ میں

ابن عباسؓ نے اس آدمی سے پوچھا یہ ثأط کیا ہے؟ اس نے کہا حمیر کی لغت میں کیچڑ کو کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ

نے پوچھا حرمد کیا ہے؟ اس نے کہا سیاہ۔تو ان حکایات نے دلالت کی ہے کہ حمئة (یعنی سیاہ کیچڑ) کی قراءت حَامِیَةٍ سے زیادہ بہتر ہے۔

وہبؒ فرماتے ہیں پھر ذوالقرنینؑ نے اہل مغرب کے بہت سے لشکر جمع کر کے ان کو اپنے لشکر کا ایک حصہ بنا لیا۔پھر وہاں سے چل پڑے ان کے آگے نور تھا اور اس کے پیچھے ان کی تلواریں تاریکی میں تھیں اور ذوالقرنینؑ یمن کی طرف چل پڑے، ان کا مقصد اس امت تک پہنچنا تھا جو زمین کے دائیں کنارے پر آباد تھی اور ان کو ھاویل کہا جاتا تھا۔اور ذوالقرنینؑ جب کسی سمندر یا دریا پر پہنچتے تو چھوٹے تختوں سے خچر جیسی کشتیاں بنا کر ان کو اسی وقت آپس میں ملا لیتے تھے اور اس پر اپنے تمام لشکر کو سوار کر دیتے تھے۔ جب اس کو پار کر لیتے تو ان تختوں کو الگ کر کے ہر آدمی کو ایک تختہ دے دیتے تو ان کا اٹھانا زیادہ مشکل نہ رہتا تھا۔تو ذوالقرنینؑ کا یہی طرزِ عمل رہا یہاں تک کہ وہ ھاویل تک پہنچ گئے اور ان سے بھی وہی معاملہ کیا جو ناسک سے کیا تھا۔ جب ان سے فارغ ہوئے تو اسی طرح آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پہنچ گئے اور وہاں اس امت کو پایا جس کو منسک کہا جاتا ہے۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا [سورة الکهف: ۹۰]

(ترجمہ) یہاں تک کہ جب وہ سورج نکلنے کی جگہ پر پہنچا تو اس کو ایک ایسی قوم پر نکلتا ہوا پایا کہ ہم نے ان کیلئے سورج کے سامنے کوئی پردہ نہیں بنایا تھا۔

اور ذکر کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کے تہہ خانے تھے جن میں وہ سورج طلوع ہونے کے وقت داخل ہو جاتے تھے تو سورج کی گرمی ان کو نقصان نہ دیتی تھی۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ذوالقرنینؑ نے ان کے کان دیکھے تو وہ ہاتھی کے کانوں سے بھی بڑے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے کان کپڑوں کی طرح تھے ان میں سے ایک آدمی اپنا ایک کان بچھا کر دوسرے کان کو لحاف بنا کر لیتا تھا۔ جب سورج بلند ہو جاتا اور ان سے اوجھل ہو جاتا تو وہ اپنے تہہ خانوں سے باہر نکل آتے تھے۔ جب ذوالقرنینؑ وہاں پہنچے تو ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جو پہلی دو امتوں کے ساتھ کیا تھا پھر زمین کے بائیں طرف حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو گئے اور قوم ھاویل اور منسک سے بھی اپنے لئے لشکر تیار کیے اور ان کو لے کر اس امت کی طرف چل پڑے جو بائیں جانب کی زمین پر رہتی تھی یہ قوم تاویل تھی جب ذوالقرنینؑ ان کے پاس پہنچے تو ان کے ساتھ بھی باقی امتوں والا معاملہ کیا اور ان میں سے بھی لشکر ترتیب دیئے اور اس امت کی طرف روانہ ہو گئے جو زمین کے درمیان میں رہتی تھی۔

یاجوج ماجوج

جب راستے میں مشرق کی جانب چین سے پہلے ترک کے جدا ہونے کی جگہ پہنچے تو ذوالقرنینؑ کو انسانوں کی ایک امت نے کہا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیۡنَ السَّدَّیۡنِ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِہِمَا قَوۡمًا ۙ لَّا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ قَوۡلًا ۝ قَالُوۡا یٰذَاالۡقَرۡنَیۡنِ اِنَّ یَاۡجُوۡجَ وَ مَاۡجُوۡجَ مُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ [سورۃ الکھف:۹۳.۹۴].

(ترجمہ) یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو ان کے پیچھے ایسے لوگ دیکھے جو کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں پہنچتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا اے ذوالقرنین یہ یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کرتے ہیں۔

ذوالقرنینؑ نے پوچھا یاجوج ماجوج کون ہیں؟ تو لوگوں نے دو پہاڑوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان دو پہاڑوں کے درمیان بہت زیادہ لوگ رہتے ہیں ان میں انسانوں کی بھی مشابہت ہے اور درندوں کی بھی۔ وہ زمین کے سارے حشرات کھاتے ہیں اور کوئی مخلوق ان سے زیادہ پھلتی پھولتی نہیں اگر وہ اسی طرح کچھ عرصہ رہے تو ساری زمین کو بھر دیں گے اور اس میں رہنے والوں کا صفایا کر دیں گے اور ان کو ان کے وطن سے نکال دیں گے، ہم ان کو ایک گھڑی مہلت دینے سے بھی ڈرتے ہیں۔

فَہَلۡ نَجۡعَلُ لَکَ خَرۡجًا عَلٰۤی اَنۡ تَجۡعَلَ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَہُمۡ سَدًّا [سورۃ الکھف:۹۴].

(ترجمہ) تو اگر تو چاہے تو ہم تیرے لئے کچھ چندہ جمع کر دیں اس شرط پر کہ تو ہم میں اور ان میں ایک دیوار بنادے۔

ذوالقرنینؑ نے فرمایا میں تم سے مال طلب نہیں کرتا۔

قَالَ مَا مَکَّنِّیۡ فِیۡہِ رَبِّیۡ خَیۡرٌ فَاَعِیۡنُوۡنِیۡ بِقُوَّۃٍ [سورۃ الکھف:۹۵]

(ترجمہ) فرمایا جو قدرت مجھے میرے رب نے دی وہ بہتر ہے پس تم ہاتھ پاؤں سے میری مدد کرو۔ یعنی افرادی قوت کے ساتھ جو میں تم سے طلب کروں گا۔

اَجۡعَلۡ بَیۡنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُمۡ رَدۡمًا [سورۃ الکھف:۹۵]

(ترجمہ) میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار بنادوں۔

وہ اس کو پار کر کے تم تک نہ آسکیں گے، پھر ان لوگوں کو لوہے اور تانبے کی بڑی بڑی چٹانیں جمع کرنے کا

حکم دیا اور اس کو نرم کر کے یاجوج ماجوج کے علاقہ کی طرف چل دیئے جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ درمیانہ قد کے آدمی کے آدھے قد کے برابر ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ان میں سب سے لمبا آدمی ایک گز اور ان میں سے کئی ایک بالشت کے بھی تھے اور ان کے کچلی والے دانت (نوک دار دانت) درندوں کے نوکیلے دانتوں کی طرح تھے اور ناخنوں کی جگہ پنجے تھے اور ان کے جسم پر اتنے بال تھے جن سے جسم چھپ جاتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کے بڑے بڑے کان تھے، ایک کان پر پشم ہوتی تھی اور دوسرے پر پَروں کی روئیں تھیں وہ اس روئیں والے کان پر گرمیاں گزارتے تھے اور سردیوں میں پشم والے کان سے حرارت حاصل کرتے تھے اور ان کو اپنی موت کے قریب آنے کا علم ہوجاتا تھا کیونکہ ان کا کوئی بندہ اس وقت تک نہ مرتا تھا جب تک اس کے ایک ہزار بچے نہ ہوجاتے۔ جب ایک ہزار بچے ہوجاتے تو اس کو موت کا یقین ہوجاتا تھا۔

اور ان کو موسم بہار میں بڑی مچھلیاں (یا اژدھے دیئے جاتے تھے) اور وہ ان مچھلیوں (یا اژدھوں) کی بارش ایسے مانگتے تھے جیسے پانی کی بارش طلب کی جاتی ہے۔ جب یہ بارش ہوتی تو وہ مچھلیاں (یا اژدھے) کھا کر موٹے تازے ہوجاتے اور ان کی عورتوں کا دودھ اتر آتا تھا اور مردوں کی شہوت بڑھ جاتی تھی اور جب یہ بارش نہ ہوتی تو وہ سوکھ کر کمزور ہوجاتے تھے۔ وہ کبوتروں کی طرح ایک دوسرے کو بلاتے تھے اور بھیڑیوں کی طرح آوازیں نکالتے تھے۔ اور جہاں ملتے جانوروں کی طرح جفتی شروع کر دیتے تھے۔ جب ذوالقرنینؑ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو وہاں سے ہٹ کر ان پہاڑوں کے خارجی راستے پر آگئے جہاں سے نکل کر وہ زمین کی طرف جاتے تھے۔ تو ان دو پہاڑوں کے درمیانی راستے کی پیمائش کی تو وہ سو فرسخ تھا جب ذوالقرنینؑ نے کام شروع کیا تو اس کے لئے بنیاد کھودی اور روایات کے مطابق اس بنیاد کی چوڑائی پچاس میل رکھی گئی پھر اس کو چٹانوں سے بھر دیا اور گارے کی جگہ پگھلا ہوا تانبا ڈالا گیا اتنا تانبا ڈالا گیا حتی کہ گویا کہ وہ زمین کے نیچے ایک پہاڑ کی رگ ہے پھر ان پر اینٹوں کی جگہ لوہے کے تختے بچھوا دیئے۔ ایک قطار لوہے کے تختوں کی ہوتی اینٹوں کی جگہ پھر اس کے اوپر گارے کی جگہ تانبے کی تہہ جمائی جاتی پھر اس کے اوپر اینٹوں کی جگہ لوہے کے تختے بچھائے جاتے پھر اس کے اوپر گارے کی جگہ تانبا ڈالا جاتا اسی طرح دیوار کو جتنا بلند کرنا تھا کرلیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا [سورة الكهف: ۹۶].

(ترجمہ) یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کے درمیان برابر کردیا کہا دھونکو یہاں تک کہ جب اس کو لال انگارہ کردیا۔

پھر ذوالقرنینؑ کے حکم پر اس پر دھونکنیاں رکھ دی گئیں اور ساری دیوار کو لکڑیوں سے ڈھانپ دیا گیا پھر ان دھونکنیوں سے ہوا دے کر لکڑیوں کو جلا دیا گیا جس سے تانبا پگھل گیا اور لوہا خوب گرم ہوگیا اور تانبا اور لوہا آپس میں مل گئے اور وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط ہوگئی۔ پھر جہاں جہاں کچھ رخنہ نظر آیا اس میں پگھلا ہوا

تانبا ڈال دیا گیا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

قَالَ اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا o فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ [سورة الكهف: ٩٦.٩٧].

(ترجمہ) تو حکم دیا کہ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جو میں اس پر ڈالدوں۔ پھر نہ تو یاجوج ماجوج اس پر چڑھ سکے۔

وَ مَااسْتَطَاعُوْالَهٗ نَقْبًا [سورة الكهف: ٩٧] (اور نہ اس میں سوراخ کر سکے)۔

اور ذوالقرنینؒ نے اس دیوار کے ذریعہ سے یاجوج ماجوج کو شہروں میں آنے سے روک دیا اور ذکر کیا گیا ہے کہ ان میں سے دس افراد یا اس سے کم یا زیادہ رہ گئے تھے۔ ذوالقرنین کو بتایا گیا تو فرمایا ان کو چھوڑ دو تو ان کا نام ترک رکھ دیا گیا (واللہ اعلم)

اور کہا جاتا ہے کہ ترکوں کی جنس ان دس نسلوں میں سے ہے اور یاجوج ماجوج یافث بن نوحؑ کی اولاد میں سے ہیں۔

سد سکندری

شیخؒ فرماتے ہیں میں نے اخبار الخلفاء میں دیکھا ہے کہ امیر المؤمنین واثق باللہ نے کہا میں نے ذوالقرنینؒ کی اس دیوار کا حال معلوم کرنا چاہتا ہوں تو واثق باللہ نے اپنے چند عقلمند وزراء کو اس مہم کے لئے بھیجا اور ان کو بہت زیادہ مال اور مویشی ساتھ دیئے اور ان کو عبداللہ بن طاہر اور طاہر بن عبداللہ بن طاہر کے نام خط لکھ دیا جو خراسان میں رہتے تھے خط میں لکھا کہ جس چیز یا مال کی ان کو ضرورت ہو وہ پوری کر کے ان کو ترک کے شہروں تک پہنچا دے۔ تو عبداللہ نے ایسا ہی کیا اور ماوراء النہر میں اپنے گورنروں کو خط لکھ دیا کہ ان کو ترک کے شہروں کے قریب پہنچا دیں تو وہ وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک طرف سے دوسری طرف تک وعدے لیتے ہوئے چین تک پہنچ گئے اور اس کے بادشاہ سے عہد نامہ لیا اور ان سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ ان کو اس دیوار کے علاقہ تک پہنچا دیں۔ اس نے ایسا ہی کیا اور وہاں کے لوگوں کے نام تحریر لکھ دی یہاں تک کہ وہ آدمی اس دیوار تک پہنچ گیا تو اس دیوار کے قریب کی بستیاں مسلمان تھیں لیکن ان کو شریعت کا کچھ علم نہ تھا۔ واثق کے بھیجے ہوئے آدمی نے ان سے کہا کہ وہ دیوار دکھائیں تو وہ اس دیوار کے پاس لے گئے تو اس نے آسمان کی جانب دیوار کی بلندی کا اندازہ لگایا تو وہ تین سو گز سے کچھ زائد بلند تھی اور اس دیوار کی چوڑائی معلوم نہ ہوسکی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کی مسافت بارہ سو گز تھی۔

اور وہبؒ نے جو ذکر کیا ہے وہ ہم روایت کر چکے ہیں اور اس کے درمیان میں ایک دروازہ تھا جس کی لمبائی ساٹھ گز اور چوڑائی بیس گز تھی اور موٹائی تین گز کے برابر تھی۔ اس دروازے کو مضبوط موٹی زنجیروں اور بڑے بڑے تالوں سے باندھا ہوا تھا، ہر تالے کی چابی ایک گز کے برابر تھی۔ اور دیوار کے قریب علاقہ والوں کی یہ عادت تھی کہ ہر بستی سے باری باری ایک ایک آدمی آتا اور ان میں سے ہر ایک کے پاس لوہے کا گرز ہوتا تھا وہ دیوار کے دروازے کو

وہ گرز مارتے تھے یہاں تک کہ دروازہ بجنے لگتا تھا اور اس کی بہت سخت آواز گونجتی تھی اور انہوں نے بتایا کہ ہمارے آباء واجداد نے نسل درنسل ایسا کرنے کی وصیت کی تھی اور ہمارے آباء فرماتے تھے کہ ذوالقرنین نے بھی ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا تھا تا کہ یاجوج ماجوج یہ آواز سن کر سمجھیں کہ یہاں ابھی تک لشکر موجود ہے اور ان لوگوں نے بتایا کہ ہمارے آباء واجداد یہاں اس بستی میں ذوالقرنین کے حکم سے آباد ہوئے تھے اور وہ لوگ اس دیوار کے چوکیداروں کے پاس بھی گئے اور واثق باللہ کے آدمی نے جو کچھ سنا وہ لکھ لیا اور جو کچھ دیکھا وہ بھی لکھ لیا اور سفر کرتے کرتے نیشا پور تک پہنچ گیا۔ تو عبداللہ بن طاہر اور اس کے بیٹے نے اس کو پچاس ہزار درہم دیئے اور اس کو واثق کے دروازے تک پہنچا دیا۔ واثق باللہ کے اس فرستادہ کے جانے اور واپس آنے میں دو سال سات ماہ لگ گئے۔

اور سلام ترجمانیؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ امیر المؤمنین واثق باللہ نے خواب میں دیکھا کہ ذوالقرنینؒ کی بنائی ہوئی دیوار گر چکی ہے تو مجھے بلایا اور فرمایا میرے پاس اس دیوار کی معلومات لے آؤ اور میرے ساتھ پچاس آدمی بھی بھیج دیئے اور مجھے پانچ ہزار درہم دینے کا وعدہ کیا اور اس سفر کے لئے دس ہزار درہم دیئے اور ہر آدمی کو ہزار درہم اور پورے سال کا راشن دیا۔ اور سامان اٹھانے کے لئے ہمیں سو خچر دیئے اور آرمینیہ کے گورنر اسحاق بن اسماعیل کو خط کے ذریعے سے حکم بھیج دیا تو اسحاق نے ہمیں صاحب السریر تک پہنچا دیا اور صاحب السریر نے ہمارے لئے الان کے بادشاہ طرخان کو خط لکھ دیا اور الان کے بادشاہ نے خزر کو خط لکھ دیا۔ ہم نے خزر کے بادشاہ کے پاس پانچ دن اور پانچ رات قیام کیا، اس نے ہمارے ساتھ پانچ راہبر کر دیئے ہم وہاں سے چھبیس دن چلتے رہے تو ایک سیاہ زمین پر پہنچ گئے جس کی فضاء بدبودار تھی، ہم اس میں دس دن چلتے رہے پھر ہم بہت سے اجڑے ہوئے شہروں تک پہنچ گئے پھر ان میں ستائیس دن چلتے رہے ہم نے ان شہروں کے بارے میں پوچھا تو ہمیں بتایا گیا کہ ان شہروں کو یاجوج ماجوج نے اجاڑ دیا تھا پھر ہم ان قلعوں تک پہنچ گئے جو اس پہاڑ کے قریب تھے جن میں وہ دیوار تھی۔ ان قلعوں کے رہنے والے لوگ عربی اور فارسی میں بات چیت کرتے تھے اور ان کے ہاں مساجد بھی تھیں اور وہ قرآن مجید کی قراءت کرتے تھے۔ انہوں نے ہم سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ تو ہم نے بتایا کہ ہم امیر المؤمنین کے قاصد ہیں تو وہ تعجب کرنے لگے اور پوچھنے لگے تم امیر المؤمنین کے پاس سے آئے ہو؟ پھر کہنے لگے امیر المؤمنین نوجوان ہیں یا بوڑھے؟ ہم نے بتایا کہ وہ نوجوان ہیں ان لوگوں نے پوچھا ان کا مکان اور ملک کہاں ہے؟ ہم نے کہا عراق کے شہر ''سُرَّ مَن رَأے'' میں۔ ان لوگوں نے کہا ہم نے اس شہر کے بارے میں کبھی کچھ نہیں سنا پھر ہم اس چکنے پہاڑ کی طرف چل پڑے جس پر کوئی چٹان نہیں تھی اس کے ایک جانب کٹا ہوا پہاڑ تھا جس کی مقدار پانچ سو پچاس گز تھی۔ دو دروازے نما حصوں میں جو پہاڑ سے متصل تھے ہر حصہ کی چوڑائی پچیس گز تھی، دونوں حصے لوہے کی اینٹوں کے تھے جو تانبے میں چھپے ہوئے تھے اور ان کی موٹائی پچاس گز تھی اور اس کشادہ دروازہ پر لوہے کی اینٹوں (تختوں) کی تعمیر تھی، پہاڑ کی چوٹی کی طرف تاحد نگاہ اور اس

کے اوپر لوہے کے کنگرے تھے اور ایک لوہے کا دو طاق والا دروازہ تھا، ہر طاق کی چوڑائی پچاس گز تھی، لمبائی پچاس گز اور موٹائی پانچ گز تھی اور دروازہ پر ایک تالا تھا جس کی لمبائی سات گز تھی اور ایک گز موٹا تھا اور زمین سے پانچ گز بلند تھا اور اس پر ایک اندرونی تالا دس گز کے برابر تھا اور اس تالے کی چابی کی لمبائی ڈیڑھ گز تھی۔ اس چابی کے بارہ دندانے تھے ان میں سے ہر ایک دندانا (کرشتہ) بڑے ہاون (اوکھلی) کی طرح تھا اور یہ چابی آٹھ گز لمبی زنجیر میں لٹکی ہوئی تھی۔ راوی کہتے ہیں ان قلعوں کے لوگوں میں سے ہر جمعہ دس شہسوار وہاں جاتے تھے ہر شہسوار کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز ہوتا تھا جو پچاس کلو کا ہوتا تھا یہ اس دروازے کو ہر روز تین مرتبہ گرز مارتے تھے یہ آواز دروازے کے دوسری طرف بھی سنی جاتی تھی۔ تو وہ جان لیتے تھے کہ وہاں محافظ موجود ہیں جب وہ تالوں والے گرز مارتے تو کان لگا کر اندر کے لوگوں کی بھنبھناہٹ سنتے تھے۔

راوی کہتے ہیں ان قلعوں کے قریب ایک بہت بڑا قلعہ تھا اس کے دروازہ پر دو اور قلعے تھے ان میں سے ہر قلعہ سو گز کا تھا اور ان دونوں قلعوں کے درمیان دو درخت اور میٹھے پانی کا چشمہ تھا۔ اور ان دو قلعوں میں سے ایک میں تعمیر کا وہ ساز و سامان تھا جس سے وہ دیوار بنائی گئی تھی یعنی لوہے کی ہانڈیاں، لوہے کے چمچے اور لوہے کی اینٹیں ڈیڑھ گز کی تھیں یہ سامان اس لئے رکھا ہوا تھا کہ اگر دیوار میں کچھ خرابی ہو جائے تو اس سے تعمیر کر لی جائے۔ سلام کہتے ہیں ہم نے ان لوگوں سے یاجوج ماجوج کے بارے میں پوچھا کہ کیا تم لوگوں میں سے کسی نے ان کو دیکھا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ان کے بعض لوگ ان کنگروں کے اوپر چڑھ گئے تھے تو تیز ہوا چلی اور وہ دوسری طرف جا گرے تو ان کو دیکھا ان کی لمبائی ڈیڑھ بالشت لگتی تھی۔ سلام فرماتے ہیں میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کو لکھ لیا اور ہم واپس واثق باللہ کے پاس پہنچ گئے اور ہم نے ان کو اس دیوار کے بارے میں بھی بتایا اور راستے میں جو کچھ دیکھا تھا وہ بھی بتایا۔ تو ہمیں بہت انعام ملا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ ہر رات صبح تک اس دیوار کا پہرہ دیتے ہیں۔

حسنؒ فرماتے ہیں ابو رافعؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ یاجوج ماجوج ساری رات اس دیوار کو کھودتے ہیں یہاں تک کہ دوسری طرف سورج کی شعاع دیکھ لیتے ہیں پھر ان میں سے ایک کہتا ہے واپس لوٹ چلو ہم کل اس میں سوراخ کریں گے وہ واپس چلے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسی رات میں اس کو پہلے جیسا کر دیتے ہیں پھر وہ اگلے دن آ کر اس کو کھودنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ ان کے نکلنے کا وقت آ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّى جَعَلَهُ دَكَّآءَ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّى حَقًّا [سورة الكهف: ۹۸].

(ترجمہ) اور جب میرے رب کا وعدہ آئے گا اس کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔

تو وہ ایک دن اس کو کھودیں گے شام کو ان میں سے ایک کہے گا واپس چلو ان شاء اللہ کل ہم اس میں نقب

لگائیں گے تو اس کے استثناء کی وجہ سے وہ دیوار پتلی ہی رہے گی اگلے دن وہ آئیں گے اس کو پتلا دیکھ کر اس میں نقب لگا دیں گے اور باہر نکل آئیں گے اور زمین کا پانی پی کر بالکل خشک کر دیں گے اور لوگ اپنے قلعوں میں بند ہو جائیں گے۔ وہ ساری زمین پر غالب آجائیں گے اور جو ان کے سامنے آئے گا اس پر غالب آجائیں گے۔ جب کوئی باقی نہیں رہے گا تو وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے وہ تیر واپس آئیں گے ان میں خون جیسی کوئی چیز ہوگی وہ کہیں گے ہم زمین والوں پر غالب ہو گئے اور ہم آسمان والوں پر بلند ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ ان پر ایک کیڑا بھیجیں گے جس کو نغف (اونٹ اور بکری کے کان پر نکلنے والا کیڑا) کہا جاتا ہے یہ کیڑے ان کے کانوں اور نتھنوں میں داخل ہو کر ان کو قتل کر دیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم محمدؐ کی جان جس کے قبضہ قدرت میں ہے بے شک زمین کے کیڑے، ان کے گوشت چھوئیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یاجوج ماجوج کی دیوار کھول دی جائے گی تو وہ لوگوں پر نکلیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ هُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ [الانبیاء: ۹۶] (اور وہ ہر اونچان سے پھسلتے چلے آئیں گے)۔

تو وہ ساری دنیا میں چلیں پھریں گے اور مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں سمٹ جائیں گے اور یہ اپنے مویشی اپنے ساتھ لے جائیں گے تو یاجوج ماجوج ساری زمین کا پانی پی جائیں گے اور ان کا پہلا حصہ ایک نہر سے گزرے گا تو اس کا سارا پانی پی جائے گا اور اس کو خشک کر دے گا بعد والے گزریں گے تو کہیں گے یہاں کبھی پانی ہوتا تھا اور وہ ساری زمین والوں کو ہلاک کر دیں گے، صرف وہ لوگ بچ جائیں گے جو قلعہ یا بلند پہاڑ پر ہوں گے تو ان میں سے ایک کہے گا ہم زمین والوں سے فارغ ہو چکے اب صرف آسمان والے رہ گئے ہیں۔

پھر ان میں سے ایک اپنا چھوٹا نیزہ لے کر آسمان کی طرف پھینکے گا تو وہ خون میں لت پت واپس آئے گا تو وہ کہیں گے ہم نے آسمان والوں کو بھی قتل کر دیا ہے تو وہ اسی طرح ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالیٰ ان پر نغف (بکری وغیرہ کے کان پر چمٹنے والا کیڑا) کی طرح ایک کیڑا مسلط کر دیں گے وہ ان کے کانوں میں داخل ہو جائے گا اور کہا گیا ہے کہ ان کی گردنوں میں سوراخ کر دے گا تو وہ صبح کو مردہ ہوں گے، ان کی کوئی آہٹ بھی سنائی نہ دے گی تو مسلمان کہیں گے کون آدمی ہمارے لئے اپنی جان کو بیچتا ہے وہ جا کر دیکھے کہ ان لوگوں نے کیا کیا ہے تو ان میں سے ایک آدمی خود کو قتل پر آمادہ کرتے ہوئے زمین پر اترے گا تو وہ ایک دوسرے کے اوپر مردہ پڑے ہوں گے تو وہ آواز دے گا اے مسلمانوں کی جماعت خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے دشمن کے شر سے کافی ہو گئے ہیں تو وہ لوگ اپنے شہروں اور قلعوں سے باہر نکلیں گے اور اپنے مویشیوں کو چرائیں گے تو جانوروں کے چرنے کے لئے صرف یاجوج ماجوج کا گوشت ہی ہوگا۔ تو اس سے ان کا دودھ اتنا زیادہ ہوگا جو نباتات سے نہیں ہوتا تھا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ زمین ان کی لاشوں کی وجہ سے بدبودار ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ ان پر بارش بھیجیں گے اس سے سیلاب آئے گا اور ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندروں میں پھینک دے گا (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ان کی موت چالیس دن بعد ہوگی اور بعض نے کہا ہے کہ ستر دن اور بعض نے کہا ہے کہ چار ماہ بعد (واللہ اعلم)۔

حضرت ذوالقرنین کا قوم موسیٰؑ پر گزر

پھر ذوالقرنینؒ وہاں سے آگے چل پڑے اور اس زمین پر جا پہنچے جہاں ایک نیک امت رہتی تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے:

وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ[سورة الاعراف: ۱۵۹].

(ترجمہ) اور موسیٰؑ کی قوم میں ایک گروہ ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتا ہے اور اسی کے مطابق انصاف کرتا ہے۔

تو ذوالقرنینؒ نے دیکھا کہ وہ لوگ انصاف پسند ہدایت یافتہ تھے، برابر تقسیم کرتے تھے اور انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے تھے، ان کا حال اور کلمہ ایک تھا اور ان کے راستے سیدھے تھے اور ان کے دل جڑے ہوئے تھے۔ ذوالقرنینؒ نے دیکھا کہ ان کی قبریں ان کے گھروں کے دروازوں پر تھیں اور ان کے گھروں کے دروازے نہیں تھے اور نہ ان کا کوئی امیر تھا اور نہ کوئی بادشاہ اور نہ کوئی قاضی تھا۔ ذوالقرنینؒ نے دیکھا کہ وہ سب برابر تھے ایک دوسرے کو گالیاں نہ دیتے تھے اور قتل نہ کرتے تھے اور نہ ان پر قحط، ٹڈیاں اور دوسری کوئی آفت آتی تھی اور نہ ان میں کوئی مسکین اور فقیر تھا۔ جب ذوالقرنینؒ نے ان کا یہ حال دیکھا تو ان سے پوچھا مجھے اپنی حالت بتاؤ میں نے ساری دنیا کا چکر لگایا ہے لیکن تمہارے جیسی قوم کوئی نہیں دیکھی انہوں نے کہا آپ جو چاہیں ہم سے پوچھ لیں۔ ذوالقرنینؒ نے فرمایا مجھے بتاؤ کہ تمہاری قبریں تمہارے گھروں کے دروازوں پر کیوں ہیں؟ انہوں نے کہا تاکہ ہم موت کو بھول نہ جائیں۔ ذوالقرنینؒ نے پوچھا تمہارے گھروں کے دروازے کیوں نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ ہمارے سارے لوگ امانتدار ہیں، ہمیں ایک دوسرے سے خیانت کا ڈر نہیں ہے۔ ذوالقرنینؒ نے پوچھا تمہارا کوئی امیر کیوں نہیں ہے؟ ان لوگوں نے کہا کیوں کہ ہم ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے۔ ذوالقرنینؒ نے پوچھا تمہارا کوئی قاضی کیوں نہیں ہے؟ ان لوگوں نے کہا اس لئے کہ ہم کوئی مقدمہ نہیں لے کر جاتے۔ ذوالقرنینؒ نے پوچھا تم میں کوئی مالدار کیوں نہیں ہے؟ ان لوگوں نے کہا کیوں کہ ہم مال جمع نہیں کرتے۔ ذوالقرنینؒ نے پوچھا تم آپس میں جھگڑا اور اختلاف کیوں نہیں کرتے؟ ان لوگوں نے کہا کیونکہ ہمارے دلوں میں محبت ہے اور ہمارے آپس کے معاملات درست ہیں۔ ذوالقرنینؒ نے پوچھا تمہارے حالات ایک جیسے کیوں ہیں؟ ان لوگوں نے کہا اس لئے کہ ہم ایک دوسرے سے بغض نہیں رکھتے۔ ذوالقرنینؒ نے پوچھا تم میں کوئی فقیر

کیوں نہیں ہے؟ ان لوگوں نے کہا اس لئے کہ ہم برابر تقسیم کرتے ہیں۔ ذوالقرنینؑ نے پوچھا تم پر قحط کیوں نہیں آتا؟ ان لوگوں نے کہا کیونکہ ہم استغفار سے غافل نہیں ہوتے۔ ذوالقرنینؑ نے پوچھا تم لوگ تجارت کیوں نہیں کرتے؟ ان لوگوں نے کہا کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ ذوالقرنینؑ نے پوچھا تم پر کوئی مصیبت کیوں نہیں آتی؟ ان لوگوں نے کہا کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ پر توکل ہے۔

ذوالقرنینؑ نے فرمایا تم مجھے بتاؤ کہ کیا تم نے اپنے آباء واجداد کو بھی ایسے ہی پایا تھا؟ ان لوگوں نے کہا جی ہاں ہم نے اپنے آباء واجداد کو دیکھا تھا کہ وہ رحم کرتے تھے اور فقراء کی غم خواری کرتے تھے اور ظلم کرنے والے کو معاف کردیتے تھے اور جو ان سے برائی کرتا اس سے اچھا سلوک کرتے تھے اور جو ان سے جہالت کا معاملہ کرتا اس کو برداشت کرتے تھے اور جو ان کو برا بھلا کہتا اس کے لئے استغفار کرتے تھے۔ اور وہ صلہ رحمی کرتے تھے اور اپنی امانتیں ادا کرتے تھے اور نمازوں کی پابندی کرتے تھے اور اپنے عہد کو پورا کرتے تھے اور اپنے وعدوں کو سچ کر دکھاتے تھے اور اپنے کمزوروں سے تکبر نہیں کرتے تھے تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کا معاملہ درست کردیا اور ان کے پیچھے ان کی اولاد کی حفاظت کی تو ذوالقرنینؑ نے ان کو برکت کی دعا دے کر الوداع کہا اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ذوالقرنینؑ اپنے سفر میں ایک شہر میں داخل ہوئے تو سارے شہر والوں نے ان کا استقبال کیا اور ذوالقرنینؑ کو دیکھ رہے تھے لیکن ایک درزی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا اور ذوالقرنینؑ کی طرف متوجہ نہیں ہوا تو ذوالقرنینؑ نے فرمایا اے آدمی! سارے شہر والوں نے میرا استقبال کیا ہے اور آپ میری طرف متوجہ نہیں ہوئے اس کی کیا وجہ ہے؟ اس آدمی نے کہا کیونکہ مجھے آپ کی حالت پر تعجب نہیں ہوا اور نہ آپ کی حکومت دیکھ کر کوئی لالچ پیدا ہوئی ہے۔ ذوالقرنینؑ نے پوچھا کیوں؟ اس آدمی نے کہا کیوں کہ میں نے اس شہر میں دیکھا کہ ایک امیر مر گیا اور اسی دن ایک تنگدست غلام بھی مر گیا تو دونوں کو ایک ہی غار میں اکٹھے رکھ دیا گیا اور ان لوگوں کی یہی عادت ہے اور بادشاہ کو قیمتی کفن پہنائے گئے اور تنگدست کو بوسیدہ کفن۔ پھر کچھ عرصہ بعد میرا ان دونوں پر گزر ہوا تو ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ایک دوسرے کی ہڈیوں میں مل چکی تھیں، میں نہیں پہچان سکا کہ بادشاہ کی ہڈیاں کونسی ہیں اور فقیر کی ہڈیاں کونسی ہیں؟ تو میں جان گیا کہ اس دنیا میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ تو ذوالقرنینؑ نے فرمایا آپ اس شہر والوں میں سب سے زیادہ عقلمند ہو تو ذوالقرنینؑ نے اس آدمی کو شہر کا خلیفہ بنا دیا۔ اس نے کہا میں امارت نہیں چاہتا ذوالقرنینؑ نے فرمایا تو آپ حاکم بن جاؤ۔ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرنا اور لوگوں کا ایک دوسرے پر ظلم ختم کرنا پھر ذوالقرنینؑ وہاں سے چل پڑے۔

آب حیات کی تلاش

اور روایت کیا گیا ہے کہ ذوالقرنینؑ نے تاریکی کا قصد کیا اس کا سبب یہ تھا کہ ذوالقرنینؑ نے سنا تھا کہ وہاں ایک چشمہ ہے جس کا نام عین الحَیَوان (آب حیات) ہے اور جو اس سے پانی پی لے، صور پھونکے جانے تک

زندہ رہے گا تو ذوالقرنینؑ اس چشمہ کی تلاش میں تاریکی میں داخل ہو گئے اور آپ کے ساتھ خضرؑ اور الیاسؑ بھی تھے جو آپؑ سے آگے چل رہے تھے۔

اور کہا جاتا ہے کہ خضرؑ اور الیاسؑ اپنے سامنے چھوٹے پتھر لڑھکاتے تھے تو ان کو معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ اپنے قدم کیسے رکھیں اور ذوالقرنینؑ ان دونوں کے پیچھے چل رہے تھے اور کہا جاتا ہے کہ لشکر بھی ان حضرات کے پیچھے چل رہا تھا۔ پھر خضرؑ اور الیاسؑ آب حیات پر مطلع ہو گئے کیونکہ انہوں نے کنکری پھینکی تو وہ پانی میں جا گری تو ان دونوں نے اس کا پانی پیا اور وہیں بیٹھ گئے اتنے میں ذوالقرنینؑ بھی ان تک پہنچ گئے تو ذوالقرنینؑ نے پوچھا آپ دونوں کیوں بیٹھ گئے ہیں؟ ان دونوں نے کہا ہمیں وہ چشمہ مل گیا تھا ہم نے اس کا پانی پی لیا ہے اور آپؑ کا انتظار کرنے بیٹھ گئے ہیں تاکہ آپ بھی پی لیں۔ تو ذوالقرنینؑ نے کہا آپ مجھے بھی پلائیں تو ان دونوں حضرات نے چشمہ تلاش کیا تو وہ نہیں ملا تو جان گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مخفی کر دیا ہے۔ جب تلاش کر کے مایوس ہو گئے تو ذوالقرنینؑ نے کہا ہمارے ساتھ واپس چلیں ان دونوں حضرات نے کہا واپس کیوں چلیں؟ ذوالقرنینؑ نے کہا میں اس چشمہ کو تلاش نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ دونوں کو وہ عطا کیا ہے اور مجھے اس کے پانی سے محروم کر دیا ہے تو میں اب واپس جانا چاہتا ہوں تو ذوالقرنینؑ اس تاریکی سے باہر نکل آئے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ جب یہ لوگ ایک جگہ پہنچے تو اس کو چھوٹی اور باریک کنکریاں سمجھے وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ کیا ہے؟ تو خضرؑ نے ذوالقرنینؑ کو فرمایا آپ اپنی قوم سے کہیں کہ یہ کنکریاں تھوڑی سی اٹھالیں کیونکہ جس نے ان کو اٹھایا وہ شرمندہ ہوا اور جس نے نہیں اٹھایا وہ بھی شرمندہ ہوا اور جس نے اس سے کم لیا وہ بھی شرمندہ ہوا اور جس نے اس سے زیادہ لیا وہ بھی شرمندہ ہوا۔ جب تاریکی سے باہر نکلے تو وہ کنکریاں قیمتی جواہرات تھے اور بعض نے کہا ہے کہ زمرد تھے تو جنہوں نے زیادہ سمجھ کر کنکریاں اٹھائی تھیں وہ شرمندہ ہوئے کہ اس سے زیادہ کیوں نہیں اٹھالیں اور جنہوں نے تھوڑی اٹھائی تھیں وہ شرمندہ ہوئے کہ زیادہ کیوں نہیں اٹھائیں اور جنہوں نے بالکل نہیں اٹھائی تھیں وہ شرمندہ ہوئے کہ انہوں نے کیوں نہیں اٹھائیں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ذوالقرنینؑ دوسری مرتبہ لشکر کو تاریکی کے باہر چھوڑ کر تنہا اس تاریکی میں داخل ہوئے اور اٹھارہ روز رات و دن چکنی زمین پر چلتے رہے نہ کوئی پتھر آیا اور نہ کوئی درخت اور نہ کھایا نہ پیا اور نہ کسی چیز پر سوار ہوئے اور نہ نیند کی، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی قوت دی تھی، چلتے چلتے اس پہاڑ تک پہنچ گئے جس نے جہان کو گھیرا ہوا ہے اس کا نام قاف ہے یہ سبز زمرد کا بنا ہوا ہے۔ ذوالقرنینؑ نے دیکھا وہاں ایک فرشتہ کھڑا ہے جس نے پہاڑ کے دونوں طرف کو پکڑ رکھا ہے اور وہ بجلی کی کوند جیسی آواز میں کہہ رہا ہے سبحان اللہ پہنچ گیا وہ شخص جس نے جہان کی انتہاء دیکھی۔ سبحان اللہ تاریکی کی انتہاء سے نور کی انتہاء تک۔ ذوالقرنینؑ اس فرشتے کے قریب ہوئے تو اس کی دونوں آنکھیں اچکنے والی بجلی کی طرح تھیں جب اور قریب ہوئے تو فرشتے نے کہا آپ فرشتے ہو

یا انسان ہو یا جن ہو؟ ذوالقرنینؑ نے جواب دیا انسان ہوں۔ فرشتے نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہو؟ ذوالقرنینؑ نے جواب دیا میں نے مشرق ومغرب کو پار کیا اور اٹھارہ دن چکنی زمین پر چلتا رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا آپ زمین پر نہیں چلے بلکہ آپ اس سبز سمندر کے پانی پر چلے ہو جس نے زمین کو گھیرا ہوا ہے تو ذوالقرنینؑ کو شک ہوا کہ وہ پانی پر چل کر نہیں آئے تو ان کے پاؤں پانی میں گڑھ گئے تو فرشتے نے کہا آپ کو پانی پر چلنے میں شک ہوا تھا، اس سے آپ کو یقین ہو گیا تو ذوالقرنینؑ نے کہا شاید آپ مجھے گالی دے رہے ہیں اور میرا نام بگاڑ رہے ہیں۔ فرشتے نے کہا میں نے آپ کو گالی نہیں دی لیکن آپ نے جہان کے دو قرن (سینگ) مشرق ومغرب کو پار کیا ہے اس لئے میں نے آپ کا نام ذوالقرنینؑ لیا ہے تو ذوالقرنینؑ نے پوچھا آپ نے اس پہاڑ کو کیوں تھاما ہوا ہے؟ فرشتے نے کہا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کو زمین کی رگ بنایا ہے اور تمام پہاڑوں کی رگیں اس پہاڑ سے ملی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ سے زمین کو باندھ دیا ہے تاکہ وہ زمین والوں کو لے کر ہل نہ سکے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس پہاڑ کو تھام لوں تاکہ اس کے ایک جگہ ٹھہرنے کی وجہ سے زمین بھی ایک جگہ ٹھہر جائے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں یا زمین پر زلزلہ بھیجنا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیتے ہیں میں اس زمین سے متصل پہاڑ کی رگوں کو ہلا دیتا ہوں تو اس علاقے کے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ تو ذوالقرنینؑ نے پوچھا کیا اس پہاڑ کے دوسری طرف بھی کوئی چیز ہے؟ اس فرشتہ نے کہا ہاں اس کے دوسری طرف فرشتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک پہاڑ کی تدبیر کی حفاظت کرتا ہے اور ان کے دوسری طرف عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کے جسم ہیں اور ان کے قدم ساتویں زمین کے نیچے ہیں اور ان کی گردنیں عرش کے اوپر ہیں۔ ذوالقرنینؑ نے پوچھا اس کے آگے کیا ہے؟ فرشتے نے کہا اس کے آگے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کو زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ علماء کا علم اس سے ختم ہو چکا ہے۔ فرشتے نے ذوالقرنینؑ کو کہا آپ واپس اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جائیں وہ آپ کی وجہ سے پریشان ہیں۔ ذوالقرنینؑ نے کہا میں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھلا دیں فرشتے نے کہا جس ذات نے آپ کو آنے کی قوت دی تھی وہی آپ کو بغیر کھانے کے اپنے ساتھیوں کے پاس جانے کی قوت بھی دے گا۔ ذوالقرنینؑ نے کہا میرے لئے سفر کا سامان ہونا ضروری ہے تو فرشتے نے انگور کے گچھے جیسی کوئی چیز ذوالقرنینؑ کو دی اور کہا اس کو کھاؤ اور اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ ان کو بھی کھلا نا وہ سیر ہو جائیں گے۔ تو ذوالقرنینؑ نے وہ لے لیا پھر اس فرشتے کو کہا اے اپنے رب کے فرمانبردار نیک فرشتے! مجھے کوئی وصیت کرو۔ فرشتے نے کہا اے نیک بندے جب شام ہو جائے تو اپنی رات کا غم نہ کیا کر اور آج کے دن آئندہ روز کے لئے عمل کر اور دنیا کی کسی چیز پر خوش نہ ہو اور غصہ کرنے اور جلد بازی کرنے سے بچو اور آپ جہاں جاؤ نرمی اختیار کرو۔ ذوالقرنینؑ نے کہا آپ نے مجھے سیدھی راہ دکھائی اور نصیحت کی اللہ تعالیٰ آپ کو بھی سیدھی راہ دکھائیں۔ اور ذوالقرنینؑ واپس چلتے ہوئے اپنے ساتھیوں تک پہنچ گئے تو وہ سب بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے ذوالقرنینؑ

اس گچھے میں سے ایک دانہ اپنی جماعت کو دیتے تھے تو وہ سب کھا کر سیر ہو جاتے تھے اور اس گچھے سے کچھ بچ گیا۔
پھر ذوالقرنینؑ اپنے لشکر کو لے کر شہروں کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ شہروں کے درمیان پہنچ گئے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ذوالقرنینؑ بنفس نفیس اپنی رعایا کی خبر گیری کرتے تھے تو ایک دن وہ اپنی مملکت کے ایک حصہ میں گشت کر رہے تھے کہ اچانک ذوالقرنینؑ کی ملاقات ایک قاضی سے ہوگئی۔ ذوالقرنینؑ نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے کسی جھگڑا کے بارے میں اس قاضی سے اختلاف کیا ہو۔ تو ذوالقرنینؑ نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو دو آدمیوں کو دیکھا کہ وہ قاضی کے پاس جھگڑا لے گئے تو ان میں سے ایک نے کہا میں نے اپنے اس ساتھی سے ایک گھر خریدا اور اس کو تعمیر کیا پھر میں نے گھر میں خزانہ دیکھا میں نے اس کو بلایا کہ یہ خزانہ لے جاؤ تو اس نے انکار کر دیا قاضی نے اس آدمی سے پوچھا آپ کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا میں نے خزانہ دفن نہیں کیا تھا اور نہ ہی میں دفن کرنے والوں کو جانتا ہوں اور نہ وہ میرا ہے تو میں اس کو کیسے لے سکتا ہوں؟ اے قاضی آپ مدعی کو کہیں وہ یہ خزانہ لے کر مجھے اس سے راحت دے۔ تو دوسرے نے کہا کیا آپ خود شر سے بھاگتے ہو اور مجھے اس میں واقع کرنا چاہتے ہو میں اس کو کبھی نہیں لوں گا۔ تو قاضی نے مدعی سے پوچھا کیا آپ کا کوئی بیٹا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں اور دوسرے سے پوچھا کیا آپ کی کوئی بیٹی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں قاضی نے کہا آپ جا کر اپنی بیٹی کی شادی اس کے بیٹے سے کر دیں اور ان دونوں کو یہ مال دے دیں وہ اس سے زندگی گزاریں تو ذوالقرنینؑ کو تعجب ہوا اور قاضی کو کہا میرا خیال نہیں ہے کہ زمین میں کوئی ان دونوں کی طرح مال سے بھاگے گا اور نہ آپ جیسا فیصلہ کرنے والا کوئی ہوگا۔ قاضی کیونکہ ذوالقرنینؑ کو نہیں پہچانتے تھے انہوں نے کہا کیا کوئی اس کے خلاف بھی کر سکتا ہے؟ ذوالقرنینؑ نے کہا ہاں۔ تو ذوالقرنینؑ نے فرمایا ان لوگوں پر تعجب ہوا وہ یہ کچھ کرتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں۔
شیخ فرماتے ہیں یہ مفسرینؒ کی روایت ہے ذوالقرنینؑ کے واقعہ کے بارے میں۔

سکندر کا دارا سے مقابلہ

بہر حال مؤرخین کی روایت یہ ہے کہ اسکندر یونان کے بادشاہ کے بیٹے تھے ان کے والد یونان کے ساتھ روم کے بھی بادشاہ تھے اور فارس کے بادشاہ اس پر غالب آگئے اور ملک روم پر ٹیکس مقرر کر دیا جوان کو ہر سال ادا کرنا پڑتا تھا۔ جب اسکندر کے والد وفات پا گئے اور اسکندر ان کی جگہ تخت نشین ہوئے تو فارس کے بادشاہ نے ٹیکس مانگنے کے لئے ان کے پاس پیغام بھیجا یہ لوگ ہر سال سونے کے ہزار انڈے دیتے تھے تو اسکندر نے کہا تم اپنے بادشاہ کو کہو جو مرغی سونے کے انڈے دیتی تھی وہ مر چکی ہے اب ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو آپ کے پاس بھیجیں تو فارس کے بادشاہ دارا بن دارا نے اسکندر کو خط لکھ کر دھمکیاں دیں کہ وہ ان پر لشکر کشی کرے گا تو اسکندر نے جوابی خط بھیجا کہ آپ میری طرف لشکر کشی کی زحمت نہ کریں میں آپ کی طرف لشکر کشی کر رہا ہوں۔
پھر اسکندر نے لشکر جمع کئے اور روانہ ہو گئے حتیٰ کہ شام اور جزیرہ کے تمام شہروں پر غالب آگئے اور عراق کی طرف

متوجہ ہو گئے۔ دارا ان دنوں اہواز کی طرف رہائش پذیر تھا جب اس نے اسکندر کے آنے کا سنا تو اس کو سخت غصہ آیا اور اسکندر کو خط لکھا اے چور بچے تو نے چوروں کی ایک جماعت جمع کر لی ہے اور میری حکومت پر چڑھائی کی جرأت کر لی ہے میں تجھے اور تیرے ساتھیوں کو اپنے دبدبہ سے خبردار کرتا ہوں تو اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنی سرزمین کی طرف لوٹ جا قہر نازل ہونے سے پہلے۔ دارا نے یہ خط کئی قاصدوں کے ہاتھ بھیجا جب اسکندر نے یہ خط پڑھا تو حکم دیا دارا کے قاصدوں کے کپڑے اتار لے گئے اور ان کے ہاتھ گردن کے پیچھے باندھ دیئے گئے تو قاصدوں نے کہا قاصدوں کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا جاتا۔ تو اسکندر نے کہا تم مجھے ملامت نہ کرو اپنے بادشاہ کو ملامت کرو کیونکہ اس نے مجھے چور کہا ہے تو میں نے تمہارے ساتھ وہی معاملہ کیا ہے جو چور لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں پھر قاصد اسکندر کے سامنے گڑگڑائے تو اسکندر نے ان کو کھول دیا اور ناشتہ منگوا کر ان کے ساتھ ناشتہ کیا پھر ان کو جوڑے دیئے اور کہا تم اپنے بادشاہ کو میرا حال بتا دینا اور دارا کے خط کا جواب لکھا۔ اما بعد! مجھ تک آپ کا خط پہنچا ہے جس میں آپ نے مجھے دھمکیاں دی ہیں، آپ جان لو! میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [سورة العمران: ۲۶].

(ترجمہ) کہہ دیجئے اے اللہ اے سلطنت کے مالک تو جس کو چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جس کو چاہے عزت اور جس کو چاہے ذلیل کرے تیری قدرت میں ہے خیر (اور شر) بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اور گناہ سے پھرنا اور نیکی کی طاقت صرف اللہ بلند اور عظیم کی طرف سے ہوتا ہے۔ دارا نے اسکندر کی طرف ایک کوڑا اور ایک یاقوت اور سوکھی ہوئی مینگنیاں اور تلوں کا ایک چمڑے کا برتن بھیجا تھا۔ اسکندر نے جواب لکھا آپ نے جو کچھ میری طرف بھیجا ہے میں نے اپنے لئے اس کی اچھی فال لی ہے۔ جو کوڑا بھیجا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر بھیجا ہے اور یاقوت وہ میری آپ لوگوں پر طاقت ہے اور مینگنیاں تو تمہارا ملک عنقریب میرے ہاتھ میں مینگنیوں کی طرح ہو جائے گا اور تلوں کا ٹوکرا بھیج کر تو نے مجھے یہ بتانا چاہا ہے کہ تیرا لشکر بہت زیادہ ہے تو جان لے کہ تل غلہ ہے جسے پیس کر کھایا جاتا ہے میں عنقریب تمہارے لشکروں کو پیس کر کھا جاؤں گا لیکن میں تیری طرف رائی کا ایک ٹوکرا بھیج رہا ہوں تاکہ تجھے علم ہو جائے کہ میرے لشکر تیرے لشکر سے زیادہ ہیں اور ان کا ذائقہ رائی کے ذائقے کی طرح کڑوا ہے۔ تو دارا کے قاصد واپس دارا کے پاس گئے اور ذوالقرنین کے جو احوال دیکھے تھے وہ بتائے پھر ذوالقرنین نے اپنا لشکر لے کر دارا پر چڑھائی کر دی اور سات دن تک بہت سخت لڑائی ہوتی رہی۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایک رات ذوالقرنینؑ بھیس بدل کر اپنے لشکر سے نکلے اور دارا کے دروازہ پر پہنچ گئے اور کہا میں ذوالقرنینؑ کا قاصد ہوں تو دارا کے پاس جا کر بات چیت کی۔ دارا جو بات کہتا ذوالقرنینؑ اس کا جواب دیتے تو دارا نے کہا اگر آپ قاصد ہو تو خود سے جواب کیسے دے رہے ہو؟ تو ذوالقرنینؑ نے کہا میرے بادشاہ نے کہا تھا اگر آپ کو یہ کہا جائے تو یہ جواب دینا اور اگر یہ کہا جائے تو یہ جواب دینا۔ تو میں ان کی اجازت سے جواب دے رہا ہوں پھر حاضرین مجلس میں سے کسی کو محسوس ہوا کہ یہ ذوالقرنینؑ ہیں تو دوسرے کو اشارہ کیا تو ذوالقرنینؑ اس کا اشارہ سمجھ گئے اسی دوران دارا نے ایک بات کہی تو ذوالقرنینؑ کھڑے ہو گئے اور کہا میں اس بات کا جواب نہیں جانتا میں اپنے بادشاہ کے پاس جا کر آپ کے پاس جواب لاتا ہوں اور دارا کے خیمہ سے جلدی سے باہر نکل گئے اور خیمہ کے دروازے پر ایک مشعل بردار آدمی تھا تو ذوالقرنینؑ نے اس کو دھکا دیا وہ گر گیا اور اس کی مشعل بجھ گئی اور ذوالقرنینؑ رات کی تاریکی میں اپنے لشکر کی طرف چل پڑے اور لوگوں کو اندھیرے کی وجہ سے ذوالقرنینؑ کا پتہ نہ لگ سکا ذوالقرنینؑ صحیح وسالم اپنے لشکر میں پہنچ گئے اور اگلی لڑائی کے لئے سوار ہو گئے اور گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ لڑائی کے ساتویں روز فارس کے لشکر پسپا ہو گئے۔ پھر روایات میں اختلاف ہے: بعض حضرات نے روایت کیا ہے کہ دارا کے ایک دربان نے اس سے انتقام لیا کیونکہ دارا نے اس کی خوبصورت بیوی کو غصب کر لیا تھا۔ وہ چپکے سے ذوالقرنین کے پاس آیا اور اس سے وعدہ کیا کہ وہ موقع دیکھ کر دارا کو قتل کر دے گا تو ذوالقرنینؑ اس کے بدلہ اس کو کیا دیں گے؟ ذوالقرنینؑ نے اس کی منہ مانگی چیز دینے کا وعدہ کر لیا۔ ساتویں روز جب لوگوں نے لڑائی کے لئے صف بندی کی تو اس دربان نے حیلہ سے دارا کو قتل کر دیا اور ذوالقرنینؑ کے لشکر کی طرف دوڑ گیا۔ جب دارا گرا تو اس کا لشکر پسپا ہو گیا اور ذوالقرنینؑ دارا تک پہنچے تو اس میں زندگی کی رمق باقی تھی تو ذوالقرنینؑ اپنی سواری سے نیچے اترے اور دارا کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھا اور اس کے چہرے سے مٹی صاف کی اور کہا آپ کو جو تکلیف پہنچی ہے مجھے معاف کر دو۔ اگر میں آپ پر کامیاب ہو جاتا تو آپ کے ساتھ ایسا نہ کرتا، آپ جانتے ہو آپ کے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ دارا نے کہا ہاں میں دنیا سے جا رہا ہوں آپ کو ایک وصیت کرتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس وصیت پر عمل کرنا۔ ذوالقرنینؑ نے کہا میں کروں گا۔ تو دارا نے کہا پہلی وصیت یہ ہے کہ آپ میرے قاتل کو میرے خون کے بدلہ قتل کر دینا میرے خون کو ضائع نہ چھوڑنا۔ اور آپ اہلِ فارس پر احسان کرنا، ان کے آپ سے لڑنے کی وجہ سے آپ ان کے بارے میں اپنے دل میں کینہ نہ رکھنا اور آپ میری بیٹی سے شادی کر لینا کیونکہ وہ مجھے بہت عزیز ہے اگر آپ اس سے شادی نہ کرو تو اس کے ہم پلہ لوگوں میں ہی اس کی شادی کرنا اور آپ میری والدہ سے حسن سلوک کرنا۔ میرے قتل سے اس کو جو صدمہ پہنچا ہے وہ اس کو کافی ہے تو ذوالقرنینؑ نے ان پر عمل کا یقین دلایا پھر دارا نے کہا اے ذوالقرنین! میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ مجھ سے عبرت حاصل کرو اور میرے حال میں غور و فکر کرو۔ میں گزشتہ روز ایسا بادشاہ تھا کہ مجھ سے زمین کے

بادشاہ ڈرتے تھے اور آج میں مغلوب ہوں، مٹی پر پڑا ہوں مجھ سے میری نعمت اور بادشاہت چھن گئی ہے اور دنیا میں بادشاہ اسی طرح ہوتے ہیں۔ پھر دارا اسی دن مر گیا تو ذوالقرنینؑ نے دارا کو غسل دینے کا حکم دیا اور اس کے سَر سے پاؤں تک مشک ملوایا اور اس کو بادشاہوں والا کفن دیا اور اس کو سونے کے تابوت میں رکھ دیا اور تابوت کے آگے اپنے لشکر کے سرکردہ لوگوں اور فارس کے سرداروں اور معزز لوگوں کے ساتھ چلتے رہے اور اس تابوت کو فارس کے بادشاہوں کی قبروں کے پاس لایا گیا اور وہیں دارا کو دفن کیا گیا۔ اور ذوالقرنینؑ نے دارا کی جو وصیتیں پوری کرنے کا وعدہ کیا تھا ان کو پورا کیا۔ جب فارس والوں نے ذوالقرنینؑ کی یہ حالت دیکھی تو خوش ہو گئے پھر ذوالقرنینؑ نے دارا کے قاتل کو تلاش کرنے کا حکم دیا، اس نے جب سے اپنے بارے میں دارا کی وصیت سنی تھی وہ چھپ گیا تھا تو ذوالقرنینؑ نے لوگوں میں اعلان کرایا کہ جس شخص نے دارا کو قتل کر کے یہ حکومت میرے حوالے کی ہے میری طرف سے اس پر کوئی سزا نہیں ہے وہ جہاں ہے ظاہر ہو جائے تا کہ میں اس کے فعل کا بدلہ دوں تو وہ دربان ظاہر ہو گیا اور ذوالقرنینؑ کے حکم پر اس کو خلعت اور وعدے کے مطابق دیگر انعامات دیئے گئے، کئی دن اس کو پرسکون چھوڑا گیا پھر ذوالقرنینؑ ایک دن مظالم کا انصاف کرنے کے لئے بیٹھے اور ذوالقرنینؑ کے لشکر کے سردار اور فارس کے سردار مجلس میں حاضر تھے اور اس قاتل آدمی کو بھی حاضر کیا گیا اور ذوالقرنینؑ نے فرمایا میں نے جو وعدہ کیا تھا کیا میں نے وہ پورا کر دیا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ ذوالقرنینؑ نے فرمایا آج میں دارا بادشاہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرتا ہوں۔ پھر ذوالقرنینؑ کے حکم پر اس کو پکڑ لیا گیا اور اس کے لئے لکڑی گاڑھی گئی اور اس کو لکڑی پر اٹھایا گیا اور لوگوں میں اعلان کیا گیا۔ سب جمع ہو گئے پھر اعلان کیا گیا یہ اس بندہ کی سزا ہے جس نے اپنے آقا کی نعمت کی ناشکری کی اور اس سے غداری کی اور پھر اس کو قتل کر دیا۔ اور ذوالقرنینؑ نے فرمایا اگر میں یہ نہ کرتا تو لوگ اپنے بادشاہوں پر جرأت کرتے اور نظام تباہ ہو جاتا۔ جب ذوالقرنینؑ نے دارا کے قاتل کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹی اور والدہ کے بارے میں اس کی وصیت پوری کر دی تو تمام اہل فارس کے دل ٹھنڈے ہو گئے۔ یہ ایک روایت ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ ساتویں دن دارا کو لڑائی سے شکست ہوئی تو وہ اپنے شہر میں بند ہو گیا اور اس کے لشکر بکھر گئے تو دارا نے دل میں سوچا کہ میرے لئے ایک ہی صورت ہے کہ میں اس آدمی کے سامنے عاجزی ظاہر کروں تا کہ کوئی خفیہ تدبیر اختیار کروں اور خود سے اس کا شَر دور کر دوں تو دارا نے ذوالقرنینؑ کو ایک عمدہ خط لکھا جس میں ذوالقرنینؑ کی تابعداری ظاہر کی اور ان کو فرمانبرداری، سَر جھکانے اور حکومت حوالے کرنے کی ضمانت دی۔ جب ذوالقرنینؑ نے اس کا خط پڑھا تو اپنا لشکر روک لیا اور اس کے خط جیسا عمدہ جواب دیا اور دارا خطوط اور قاصدین بھیج کر ذوالقرنینؑ سے مکر کرنے لگا اور ادھر اندرونِ خانہ ہندوستان کے بادشاہ کو خط لکھ کر ذوالقرنین کے خلاف اس کی مدد مانگی اور اس کو بتایا کہ ذوالقرنینؑ اگر فارس سے فارغ ہو گئے تو ہندوستان کا ارادہ کریں گے اور کہا اگر آپ نے ذوالقرنینؑ کے خلاف میری مدد کی اور میں کامیاب ہو گیا تو ذوالقرنینؑ سے حاصل

ہونے والی غنیمت کا آدھا حصہ آپ کو بھیجوں گا۔ ذوالقرنینؑ کو دارا کی کارستانی معلوم ہوگئی اور اس کا مکر کھل گیا تو ذوالقرنین اپنے لشکر کے ساتھ لڑائی کے لئے تیار ہوگئے جب فارس کے لشکروں نے یہ منظر دیکھا تو ان کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے کیونکہ وہ ان لوگوں کی لڑائی کا انداز اور کثیر تعداد دیکھ چکے تھے تو اس وقت ذوالقرنینؑ کا قرب حاصل کرنے کے لئے دارا کے ایک وزیر نے دارا کو ہلاک کرنے کی چال چلی اور دارا کو قتل کردیا۔ ذوالقرنینؑ پہنچے تو دارا خون میں لت پت تھا تو ہم جو پہلے واقعہ ذکر کر چکے ہیں وہی سارا پیش آیا۔ پھر ذوالقرنینؑ نے فارس کے نرم اور سخت سب بادشاہوں کو عمدہ خطوط بھیجے، ان خطوط میں ان بادشاہوں سے عدل کرنے کا وعدہ کیا کہ ان کی مصلحت اور دیکھ بھال کریں گے اور ان کے بارے میں اچھا طرز عمل اختیار کریں گے اور دارا کے قتل پر افسوس کا اظہار کیا کہ دارا کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ان کی رضا مندی کے بغیر ہوا تھا کیونکہ انہوں نے دارا کے قاتل کو قتل کردیا ہے اور اس کی وصیت نافذ کردی ہے اور ان بادشاہوں کو اطاعت وفرمانبرداری کی دعوت دی اور ان کو نافرمانی کے انجام سے ڈرایا اور اسی طرح ایک خط دارا کی والدہ آزاد بخت کو لکھا اور ان سے دارا کی تعزیت کی اور افسوس کا اظہار کیا اور ان سے اچھے وعدے کئے اور اسی طرح دارا کی بہن سے وعدے کئے اور خط میں تذکرہ کیا کہ دارا نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اس کی بیٹی رُشنک سے شادی کرلیں اور اب میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو اب مناسب یہ ہے کہ آپ اس کو تیار کر کے میرے پاس بھیج دیں تو آزاد بخت نے ذوالقرنینؑ کے خط کا عمدہ جواب دیا اور رُشنک کو تیار کر کے ذوالقرنینؑ کے پاس بھیج دیا اور فارس کے تمام لشکروں اور سارے شہر والوں کو ذوالقرنینؑ کی فرمانبرداری کرنے کا لکھ دیا سب نے یہ بات قبول کرلی اور ذوالقرنینؑ کے آگے سرنگوں ہوگئے اور ذوالقرنینؑ کو فارس کی حکومت حاصل ہوگئی۔

تو آپ نے اپنی والدہ غیدا کو خط لکھ کر اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فارس کی حکومت پر فتح دی ہے اور انہوں نے دارا کی بیٹی رشنک سے نکاح کرلیا ہے اور ذوالقرنینؑ نے اپنی والدہ سے درخواست کی کہ رشنک کے لئے شایان شان کچھ تحائف بھیجیں تو غیدا نے ایسا ہی کیا اور ذوالقرنینؑ رشنک کے پاس گئے اور اس کا بہت بڑھ کر اکرام کیا اور ان میں سے ہر ایک نے دوسرے سے سکون حاصل کیا۔

ہندوستان کے بادشاہ سے مقابلہ

اور اسی دوران ہندوستان کا بادشاہ فور (اس کا نام ہے) ایک بہت بڑا لشکر لے کر دارا کی مدد کے لئے فارس کی طرف متوجہ ہوا تو اس کو معلوم نہیں تھا کہ دارا ہلاک ہو چکا ہے جیسے ہی اس کو معلوم ہوا وہ واپس ہندوستان لوٹ گیا۔ ذوالقرنینؑ تک اس کی اطلاع پہنچ گئی تھی تو ذوالقرنینؑ نے اس کو خط لکھا یہ خط اسکندر ذوالقرنین کی طرف سے ہندوستان کے بادشاہ فور کی طرف ہے۔ (امابعد) آپ کو یہ خبر پہنچ چکی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مخالفوں کے خلاف میری کیسے مدد کی ہے اور میرا اور فارس کے بادشاہ دارا کا کیا معاملہ ہوا ہے؟ اب میں آپ کو اپنی

فرمانبرداری اور تابعداری کی طرف بلاتا ہوں اور دعوت دیتا ہوں کہ میرے دین میں داخل ہوجاؤ۔ اگر آپ نے ایسا کرلیا تو آپ اپنا حصہ حاصل کرلیں گے اور میں آپ کی اور آپ کے اہل مملکت کی خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اور اگر آپ نے انکار کردیا تو میں اپنے لشکر لے کر آپ کی طرف روانہ ہوجاؤں گا اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے خلاف مدد مانگوں گا اور میں نے آپ کو نصیحت کردی ہے اگر آپ قبول کرلیں۔ اور گناہ سے پھرنے اور نیکی کی طاقت صرف اللہ بلند عظیم کی طرف سے ہے۔

جب فور کو ذوالقرنینؑ کا خط ملا تو اس کے جواب میں لکھا یہ خط ہندوستان کے بادشاہ فور کی طرف سے اسکندر رومی کی طرف ہے (اما بعد) مجھے آپ کا خط اور قاصد ملا اور آپ نے اپنے اور دارا اور اس کی ہلاکت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ میں سمجھ گیا ہوں، دارا کو اس کی قوم اور اس کی بے تدبیری نے ہلاک کیا تھا اور آپ جان لو! کبھی کسی نے ہندوستان کی بادشاہت کی لالچ نہیں کی اور نہ کوئی ان پر غالب آسکا ہے، آپ اپنے دل میں ان باتوں کا خیال نہ لاؤ جو ہو نہیں سکتیں، اس پر قادر نہ ہونے سے پہلے سلامتی سے اپنے علاقہ کی طرف لوٹ جاؤ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو میں اپنے لشکر اور ہاتھی لے کر آپ کی طرف آؤں گا اور آپ پر اور آپ کے لشکر پر گزر کر ان کو اور آپ کو موت کے حوضوں میں داخل کردوں گا۔ جب ذوالقرنینؑ نے ہندوستان کے بادشاہ کا خط پڑھا تو اپنے اور فارس کے لشکروں کے ساتھ روانہ ہوگئے یہاں تک کہ ہندوستان کے شہروں کے پاس پہنچ گئے۔

پھر دوسری مرتبہ ہندوستان کے بادشاہ کو خط لکھ کر اپنی اطاعت کی دعوت دی اور مخالفت سے خبردار کیا اور بتایا کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو میں اس سے لڑائی کا ارادہ کرچکا ہوں وہ اس کے لئے تیار ہوجائے۔ جب ہندوستان کے بادشاہ نے یہ خط پڑھا تو اپنے لشکروں اور ہاتھیوں کو جمع کیا اور ذوالقرنینؑ کی طرف چل پڑا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور ذوالقرنینؑ کے لشکریوں نے ہاتھیوں کو دیکھا تو ڈر گئے اور ذوالقرنینؑ کو اپنے لشکر کے منتشر ہونے کا خوف لاحق ہوگیا تو انہوں نے غور وفکر کر کے ایک حیلہ نکالا اور کاریگروں کو حکم دیا کہ وہ آدمیوں جیسی لوہے اور تانبے کی صورتیں بنائیں تو کاریگروں نے چار ہزار صورتیں بنالیں اور ذوالقرنینؑ نے اس دوران ہندوستان کے بادشاہ سے خط وکتابت جاری رکھی اور اس کو اسی میں الجھائے رکھا یہاں تک کہ وہ صورتیں تیار ہوگئیں تو ان کی سواری کے لئے بیل تیار کرائے۔ ذوالقرنینؑ کے لشکر میں مختلف قسم کے کاریگروں کی بہت بڑی تعداد تھی اور بہت سارے آلات تھے پھر ذوالقرنینؑ نے ان لوہے کی صورتوں کے اندر تارکول، گندھک اور ایک معدنی تیل بھروا کر ان میں آگ لگوادی یہاں تک کہ وہ خوب گرم ہوگئے اور نوجوانوں کو حکم دیا کہ ان لوہے کی صورتوں کو کھینچ کر اپنے لشکر کے آگے ان کی صف بنادیں پھر اپنے لشکروں کو لڑائی کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا اور ہندوستان کے بادشاہ کو پیغام بھیج کر لڑائی کی دعوت دی تو ہندوستان کے لشکر آئے تو ان کے آگے ہاتھی تھے اور ذوالقرنینؑ نے اپنی صفوں کے آگے وہ لوہے اور تانبے کی صورتیں کردیں تو ہاتھیوں نے ان صورتوں کو آدمی سمجھ کر

ان پر سونڈوں سے حملہ کر دیا تو ان کی سونڈیں جل گئیں تو وہ واپس بھاگے اور اپنی ہی لوگوں کو روند دیا اور بہت زیادہ لوگ قتل ہو گئے۔ اور معاملہ اتنا سخت ہو گیا کہ ذوالقرنینؑ کے ساتھیوں کو اپنی جانوں کا خوف ہونے لگا تو ذوالقرنینؑ لشکر سے آگے بڑھے اور ہندوستان کے بادشاہ کو آواز دی اے فور! باہر نکل، میں تجھ سے بات کرنا چاہتا ہوں تو فور ذوالقرنینؑ کے قریب ہوا تو ذوالقرنینؑ نے اس کو کہا یہ کوئی عقلمندی نہیں ہے کہ تو ہمارے درمیان لوگوں کو ہلاک کرے تا کہ وہ فنا ہو جائیں تجھ میں ہمت ہے تو تنہا میرے سامنے آ۔ اور میں تنہا تیرے سامنے آتا ہوں ہم میں سے جو دوسرے پر غالب آ جائے گا ملک اسی کا ہوگا۔ ہندوستان کے بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے۔ فور بڑے قد اور مضبوط جسم والا آدمی تھا اور ذوالقرنینؑ چھوٹے قد کے نوجوان تھے، فور کو بڑی امید تھی کہ وہ ذوالقرنینؑ پر غالب آ جائے گا اسی طرح ان کا ملک حاصل کر لے گا تو دونوں نے اپنے لشکروں کو لڑائی روکنے کا حکم دیا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے مقابلہ کے لئے نکل آیا ان دونوں نے پہلے پکا وعدہ کر لیا تھا کہ دونوں تنہا لڑیں گے کوئی اپنے ساتھیوں کی مدد نہ لے گا۔ جب دونوں کافی دیر لڑتے رہے اور کوئی دوسرے پر کامیاب نہ ہو سکا تو ذوالقرنینؑ نے کہا کیا ہم نے وعدہ نہ کیا تھا کہ ہم میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی کے خلاف کسی اور کی مدد نہ لے گا؟ فور نے کہا کیوں نہیں۔ ذوالقرنینؑ نے فرمایا پھر یہ آپ کے پیچھے کون ہے؟ تو فور یہ سمجھا کہ اس کے کچھ ساتھی مدد کرنے کے لئے آ گئے ہیں ذوالقرنینؑ نے جھوٹ نہیں کہا تھا بلکہ تعریض کی تھی تو فور فوراً پیچھے متوجہ ہوا تو ذوالقرنینؑ نے اس پر حملہ کر دیا اور ایک ہی وار میں اس کو سواری سے نیچے گرا دیا اور جلدی سے حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ جب ہندوستانیوں نے اپنے بادشاہ کو دیکھا تو یکبارگی ایک آدمی کی طرح حملہ کیا اور لڑائی میں اتنی جان لگائی اور ایسی لڑائی کی کہ اس جیسی کبھی سنی ہی نہیں گئی اور ذوالقرنینؑ یہ سمجھے تھے کہ وہ لوگ جب اپنے بادشاہ کو ہلاک ہوتا دیکھیں گے تو پسپا ہو جائیں گے لیکن جب ذوالقرنینؑ نے ان کی لڑائی کا جوش دیکھا تو اعلان کرایا اے ہندوستان کی جماعت! تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہو حالانکہ تمہارے بادشاہ کو میں نے قتل کر دیا ہے۔ سپاہیوں نے جواب دیا ہم اس کے لئے نہیں لڑ رہے، ہم اپنے والدین، اولاد، گھروں اور مال کی وجہ سے لڑ رہے ہیں تو ذوالقرنینؑ نے فرمایا تم جان لو کہ جس شخص نے ہتھیار پھینک دیئے میں نے اس کو امان دے دی۔ اور میں تمہارے ساتھ وہی کروں گا جو تم چاہو گے اور تمہاری خیر خواہی اور سلامتی میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اور اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہیں۔ جب ان سپاہیوں نے یہ اعلان سنا تو لوگوں نے ذوالقرنینؑ سے اس پر کوئی گارنٹی مانگی تو ذوالقرنینؑ نے ان کو اعتماد دلایا تب جا کر وہ پر سکون ہوئے اور ہتھیار ڈال دیئے اور لڑائی چھوڑ دی۔ اور ذوالقرنینؑ ہندوستان کے شہروں میں صلح سے داخل ہو گئے اور ان کے بادشاہ فور کے کفن دفن کا حکم دیا۔ ہندوستان سے اس پر صلح ہو گئی کہ وہ ذوالقرنینؑ کے فرمانبردار اور ماتحت رہیں گے، ذوالقرنینؑ کو خراج ادا کریں گے اور ذوالقرنینؑ روایات کے مطابق ہندوستان کے شہروں سمیت قسمہر سے ہوتے ہوئے ترکی کے شہروں میں تبت کے اطراف تک گئے۔

اور بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے جن میں سے حسنؒ بھی ہیں کہ ذوالقرنینؑ کو یہ خبر پہنچی کہ ہندوستان کے شہر برجماس میں علمِ طب، نجوم اور ہندسہ کے ماہرین اور اہلِ علم کی ایک جماعت رہتی ہے تو ذوالقرنینؑ نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو ان کے بادشاہ نے ذوالقرنینؑ کو خط لکھا کہ اگر آپ ہمارے پاس مال دنیاوی یا نفع کی امید پر آنا چاہتے ہو تو ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ ہم تو ننگے پاؤں، ننگے بدن لوگ ہیں ہمارے پاس لباس اور کپڑے نہیں ہیں اس کے علاوہ کچھ اور کیا ہوگا اور ہمارے پاس جو حکمت ہے اگر آپ اس کے طالب ہیں تو ہم آپ کے سامنے ہیں تو ذوالقرنینؑ لشکر لے کر ان کے پاس گئے جب ان کی سرزمین کے قریب ہوئے تو اپنے لشکر کو وہیں روک کر چند مخصوص افراد کے ساتھ ان کے پاس گئے وہاں جا کر دیکھا تو وہ ننگے پاؤں، ننگے بدن لوگ تھے ان کے مسکن سایہ دار جگہیں اور غار تھے، ان کے پاس دنیا کی کوئی چیز نہ تھی تو ذوالقرنینؑ نے ان کی حالت پوچھتے ہوئے کہا تم لوگوں نے دنیا کو کیسے چھوڑ دیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا اس لئے کہ دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے تو ان میں سے ایک آدمی نے پوچھا کیا دنیا میں سے مرجانے والوں کی تعداد زیادہ ہے یا باقی رہنے والوں کی؟ اس نے کہا مرجانے والوں کی، کیونکہ دنیا میں رہنے والوں سے زیادہ لوگ دنیا سے چلے گئے ہیں۔ پھر ذوالقرنینؑ نے علمِ طلب اور نجوم اور دیگر اقسام کے علوم کے بارے میں سوالات کئے تو انہوں نے سب کچھ بتادیا پھر ذوالقرنینؑ نے ان سے فرمایا مجھ سے اپنی مجموعی حاجت کا سوال کرلو جس سے تم لوگوں کو نفع ہو تو ان لوگوں نے کہا ہم آپ سے ہمیشہ کی زندگی اور موت سے بچاؤ مانگتے ہیں۔ ذوالقرنینؑ نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ میں بھی عنقریب مرنے والا ہوں۔ ان لوگوں نے کہا پھر آپ کو لوگوں سے لڑنے اور شہر فتح کرنے اور خزانے جمع کرنے کی ضرورت کیوں ہے؟ ذوالقرنینؑ نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ سب کرنے کا مجھے حکم دیا ہے۔ پھر ذوالقرنینؑ یہاں سے مغرب کے علاقوں کی طرف روانہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاَتۡبَعَ سَبَبًاo حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغۡرِبَ الشَّمۡسِ [سورة الكهف: ۸۵، ۸۶].

(ترجمہ) تو وہ ایک راستہ پر چل پڑا۔ یہاں تک کہ جب وہ سورج ڈوبنے کی جگہ پر پہنچا۔

حضرت ذوالقرنین کے دیگر واقعات

ذکر کیا گیا ہے کہ ذوالقرنینؑ نے مغرب کی طرف سفر کرتے ہوئے ایسے شہر دیکھے جن کے باشندے جادوگر تھے، وہ شہسوار کو اس کے ہتھیاروں اور سواری سمیت جادو کے ذریعہ سمندر میں پھینک دیتے تھے تو ذوالقرنینؑ کے لوگوں پر ان کی ہیبت طاری ہوگئی ذوالقرنینؑ ان کو چھوڑ کر آگے چل پڑے ان سے لڑائی نہیں کی یہاں تک کہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سورج غروب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَجَدَهَا تَغۡرُبُ فِىۡ عَيۡنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنۡدَهَا قَوۡمًا [سورة الكهف: ۸۶].

(ترجمہ) تو اس کو ایک کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا ہوا پایا اور اس کے پاس ایک قوم کو بھی پایا۔

اور ان کی تعداد شمار میں نہیں آسکتی تھی تو ذوالقرنینؑ کے لوگوں پر ان کی ہیبت طاری ہوگئی پھر ذوالقرنینؑ نے ان سے لڑائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنینؑ کو ان پر کامیاب کردیا اور وہ ذوالقرنینؑ کے تابع ہوگئے اور ذوالقرنینؑ نے ان لوگوں کے ساتھ جو کچھ کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا [سورۃ الکھف:۸۷].

(ترجمہ) ذوالقرنین نے عرض کیا جو کوئی ظلم کرے گا ہم اس کو سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کے پاس پھیرا جائے گا تو وہ اس کو برا عذاب دے گا۔

پھر ذوالقرنینؑ وہاں سے چلے اور تاریکی میں داخل ہوگئے۔ ہم مفسرینؒ کی روایت میں اس کو ذکر کر چکے ہیں۔ جب ذوالقرنینؑ تاریکی سے نکلے تو آگے سفر کرتے ہوئے سمندر تک پہنچ گئے اور سمندر پر سفر شروع کردیا تو سمندر کے درمیان ایک بہت بڑا شہر دیکھا جو لکڑیوں پر آباد تھا جیسا کہ پانی کے اوپر کشتیاں ہوتی ہیں جب یہ لوگ اس کے قریب ہوئے تو وہ ان سے دور ہوگئے۔ ذوالقرنینؑ نے ان کے بارے میں پوچھا تو ان کا حال جاننے والے ایک شخص نے بتایا کہ یہ شہر اس کے باشندوں نے کشتیوں سے بنایا ہے اور ان کشتیوں کو آپس میں باندھ کر ایک کردیا ہے تو یہ کشتیاں ان کو لے کر سمندر میں چلتی ہیں ان کو کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ جب ذوالقرنینؑ سمندر سے باہر نکلے تو سمندر کے کنارے ایک بہت بڑا ستون دیکھا، اس کی چوٹی پر ایک آدمی کی تصویر تھی۔ اس پر لکھا ہوا تھا یہ کرش بادشاہ کی تصویر ہے جو پہلے زمانہ میں ساری دنیا کا بادشاہ تھا تو ذوالقرنینؑ نے حکم دیا ان کے لئے لوہے کے تخت پر بستر لگا دیا گیا اور اپنے ساتھیوں کو آگ روشن کرنے کا حکم دے دیا جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر گیا، یہ روشن رات تھی تو اچانک بہت سے درندے وہاں موجود درختوں کے جھنڈ اور جھاڑیوں سے باہر آگئے اور پانی کی طرف بڑھنے لگے اور ان کے پیچھے بچھو تھے جو وہاں موجود ریت سے نکلے اور بہت سے سانپ ہر رنگ کے نکل آئے۔ وہ سانپ یا بچھو جس کو ڈستے وہ فوراً ہلاک ہوجاتا تو ذوالقرنینؑ نے لشکر میں آواز لگائی سپاہی ہتھیار پہن کر تن گئے تو درندے بھاگ گئے۔ صبح ہوتے ہی ذوالقرنینؑ نے ان جھاڑیوں اور درختوں کو آگ لگانے کا حکم دے دیا جب آگ بھڑکی تو درندے باہر نکلے ان میں سے بعض آگ سے جل گئے اور بعض ہتھیاروں سے مارے گئے۔ پھر ذوالقرنینؑ نے وہاں سے کوچ کیا تو ایک علاقہ پر پہنچے جہاں پانی کے ساتھ گھنے درخت اور جھاڑیاں اور بہت زیادہ نہریں تھیں اور وہاں کے باشندے ننگے پاؤں ننگے بدن لوگ تھے، ان کے لباس بکریوں کے چمڑے کے تھے اور وہ کووں کی طرح سیاہ رنگ تھے اور ان کے دانت درندوں کی طرح نوکیلے تھے اور ان کا علاقہ بہت وسیع اور بہت زیادہ پھلدار تھا تو انہوں نے ذوالقرنینؑ سے لڑائی کی اور ذوالقرنینؑ ان پر غالب آگئے پھر وہ لوگ فرمانبردار ہوگئے اور خراج قبول کرلیا تو ذوالقرنینؑ ان سے خراج لے کر وہاں سے آگے چل پڑے یہاں تک کہ

ایک جگہ جہاں بہت عمدہ پھل کثرت سے تھے وہاں چار دن قیام کیا، وہاں کے میوے اور پھل کھائے، چوتھے دن ایک بہت بڑا جانور نکلا جو بے حد بدصورت تھا اس کی شکل خنزیر کی طرح تھی اس نے لوگوں پر حملہ کر دیا لوگوں نے جوابی حملہ میں اس کو قتل کر دیا۔ اور ذوالقرنینؑ وہاں سے آگے چلے تو ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں کے باشندوں کے پاؤں چھوٹے گدھوں کے پاؤں جیسے تھے نہ ان کا کوئی ٹھکانہ تھا اور نہ کوئی پناہ گاہ۔ تو انہوں نے پتھروں سے لشکر پر حملہ کر دیا تو لشکر نے ان پر ہتھیار چلائے اور ان میں بہت سے لوگ مارے گئے۔ وہ پسپا ہو کر پہاڑوں کے غاروں میں چھپ گئے۔

ذوالقرنینؑ آگے چل پڑے تو ایک ایسے شہر میں جا پہنچے جن کے سر کتوں کے سر جیسے تھے جب انہوں نے لشکر دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے یہ ان میں سے کسی کو نہ پکڑ سکے۔ ذوالقرنینؑ وہاں سے روانہ ہوئے تو ایک بڑی نہر (دریا) پر پہنچے اس کے اردگرد بہت سے درخت تھے اور یہ درخت دن کی ابتداء میں زوال تک لمبے ہوتے رہتے تھے اور پھر رات تک کم ہوتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے اس کی کوئی چیز نہ دیکھی جا سکتی تھی اور ان کی خوشبو مشک سے زیادہ پاکیزہ تھی تو ذوالقرنینؑ کے پاس ان درختوں کے پھل اور پتے لائے گئے ابھی وہ وہیں تھے کہ اچانک جنوں نے لشکر پر حملہ کر دیا اور سپاہیوں کو مارنے لگے تو آدمی پر مار کا اثر دکھائی دیتا تھا لیکن مارنے والا دکھائی نہ دیتا تھا، پھر ان لوگوں نے آواز سنی تو کوئی کہہ رہا تھا ان درختوں سے کچھ نہ لو اگر تم نے کچھ لیا تو ہم تمہیں ہلاک کر دیں گے۔ تو ذوالقرنینؑ نے ان درختوں سے کچھ لینے سے روک دیا۔ اور ان لوگوں نے ان درختوں پر ایسے خوبصورت پرندے دیکھے ان جیسے پرندے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے تو لوگ ان کو پکڑنے کی جرأت نہ کر سکے اور ان لوگوں نے اس نہر میں سفید پتھر دیکھے جب ان کو پانی سے نکالا جاتا تو وہ سیاہ ہو جاتے اور جب پانی میں ڈالتے تو سفید ہو جاتے۔

پھر ذوالقرنینؑ نے وہاں سے کوچ کیا تو ایسی زمین پر پہنچے جن کے باشندے ایسے لوگ تھے جن کی آنکھیں ان کے سینوں میں تھیں اور نہ ان کی بات کسی کو سمجھ آتی تھی اور نہ وہ کسی کی بات سمجھ سکتے تھے، بچوں کی طرح ان کی بھی عقل نہ تھی جب ان میں سے کوئی چلتا تو اپنے ساتھی کو مارتا، وہ بچے کی طرح رونے لگتا، وہ ننگے پاؤں ننگے بدن تھے اور کہا جاتا ہے کہ یہ وہی لوگ تھے جن کو نسناس کہا جاتا ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

پھر ذوالقرنینؑ وہاں سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک بڑے سمندر میں پہنچ گئے جس کو محیط کہا جاتا تھا تو سمندر سے کچھ لوگ نکلے جن کے سر کے اگلے حصہ پر بال نہیں تھے اور جسم پر چھوٹے چھوٹے سرخ و سفید بال تھے انہوں نے ذوالقرنینؑ کے لشکر کے چند لوگ پکڑ کر سمندر میں پھینک دیئے اور ان کو کھانے لگ گئے تو لشکر ان پر حملہ کرنے کے لئے پانی میں داخل ہو گیا لیکن ان کو پکڑ نہیں سکے تو آگے چل پڑے اور ایک ایسی زمین تک پہنچ گئے جہاں تھوڑے پانی کے قریب گھنے درخت اور میوے تھے، ان میں جنگلی گدھے کی طرح جانور تھے ہر گدھے کی لمبائی پندرہ گز تھی اور ان کے سینگ نیزوں کی طرح کے تھے تو لشکر والوں نے ان میں سے کئی جانور شکار کئے

اور ان کا گوشت کھایا لیکن ان کا گوشت جنگلی گدھے سے زیادہ اچھا نہ تھا پھر وہاں سے چل پڑے اور ایک ایسی زمین پر پہنچے جس میں ایسے لوگ تھے جن کے سر کے آگے بال نہیں تھے، چھوٹے قد والے تھے ان میں سے ہر ایک کے دو بڑے کان تھے، سوتے وقت ان میں سے ایک کو بچھا کر دوسرے کو اوڑھ لیتے تھے اور جب چلتے تھے تو ایک کو آگے اور دوسرے کو پیچھے کر لیتے تھے، ان کو عقل نہیں تھی۔ پھر وہاں سے چلے تو ایسی زمین پر پہنچے جہاں کوئی نہیں رہتا تھا وہاں دو بڑے پرندے تھے، ان میں سے ایک نے آواز دی اے ذوالقرنین! آپ نے ساری زمین کو روندا ہے، آپ سے پہلے کسی نے یہ نہیں کیا اور یہاں زمین کی انتہاء ہے اور اس سے آگے صرف وہ پہاڑ ہے جس کے پیچھے سورج طلوع ہوتا ہے آپ اپنی جگہ واپس چلے جائیں اور اس پہاڑ سے پہلے وہ سمندر ہے جس نے زمین کو گھیرا ہوا ہے وہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا o حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا [سورۃ الکھف: ۸۹، ۹۰].

(ترجمہ) پھر وہ ایک (اور) راہ پر ہولیا۔ یہاں تک کہ جب وہ سورج نکلنے کی جگہ پر پہنچا تو اس کو ایک ایسی قوم پر نکلتا ہوا پایا کہ ہم نے ان کیلئے سورج کے سامنے کوئی پردہ نہیں بنایا تھا۔

یہ لوگ سرخ وسفید رنگت والے تھے، ان کے جسم پر بال نہیں تھے جب یہ سورج کو طلوع ہوتا محسوس کرتے تو غاروں میں داخل ہوکر سورج کی تپش سے چھپتے تھے اور سورج کے بلند ہونے تک اسی طرح رہتے تھے۔ پھر ذوالقرنینؑ وہاں سے لوٹے تو بلند پہاڑوں تک پہنچ گئے پھر ایک بہت بڑے پہاڑ تک پہنچ گئے جس کی چوٹی پر بلند عمارت تھی جس کی لمبائی دو سو گز تھی اور اس کے دروازے پر سونے کی دو زنجیریں تھیں دروازہ کھلا تو ذوالقرنینؑ اس میں داخل ہوگئے تو اس میں سونے کا ایک کمرہ دیکھا جس میں بہت سے طاقچے تھے، ہر طاقچے میں سونے کا بت تھا اور کمرے کے درمیان میں سونے کا ایک تخت بچھا ہوا تھا جس کے اوپر موتی اور یاقوت جڑے ہوئے تھے اس کی لمبائی چالیس گز تھی اور تخت کے اوپر سونے کا بستر تھا تو ذوالقرنینؑ کمرے کے دروازے پر تھوڑی دیر ٹھہرے پھر اندر داخل ہوگئے اور اس کے اوپر سے پردہ ہٹانا چاہا تو ایک چیخ جیسی آواز آئی رک جاؤ۔ تو ذوالقرنینؑ واپس ہوگئے تو آواز دی گئی اے ذوالقرنین! آپ کو سارا علم نہیں دیا گیا میں اس تخت کا مالک اور جنوں کا بادشاہ ہوں آپ اپنے گھر والوں کے پاس سلامتی سے لوٹ جاؤ۔ پھر ذوالقرنینؑ وہاں سے روانہ ہوگئے تو ایک پہاڑ پر پہنچے جس میں بہت سے غار اور ٹھکانے تھے لیکن ان میں کوئی رہنے والا نہ تھا تو ان پر ایک بادل آگیا یہ گرمیوں کے دن تھے، اس بادل میں بجلی کی گرج اور سخت چمک تھی اس نے ساری دنیا کو تاریک کردیا تین دن تک ان لوگوں نے کچھ نہیں دیکھا پھر اس بادل سے بڑے بڑے اولے برسے جن سے ذوالقرنینؑ کے لشکر کے بہت سے لوگ مرگئے اور ان کے اولوں کی وجہ سے وہ لوگ تین دن تک سفر نہیں کرسکے۔ پھر ذوالقرنینؑ وہاں سے چلے تو

ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں بہت سے شہر آباد تھے اور ان میں بہت زیادہ لوگ آباد تھے اور بہت سے عجائبات دیکھے۔ ان لوگوں نے ذوالقرنینؑ سے اپنے شہروں پر صلح کر لی اور بہت سارا مال دیا اور قیمتی تحائف دیئے تو ذوالقرنینؑ نے ان لوگوں سے پوچھا کیا تمہارے شہروں سے آگے بھی شہر ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اے بادشاہ! ہم سے آگ صرف جنوں کے علاقے ہیں پھر ذوالقرنینؑ واپس روانہ ہو کر ایسی زمین پر پہنچ گئے جس میں خیر بہت زیادہ تھی اور اس میں بہت سے لوگ تھے تو وہ سب ذوالقرنینؑ کے تابع ہو گئے اور ذوالقرنینؑ کو ایک باغ میں داخل کیا جو ایک عمارت کے درمیان تھا یہ ان کا بت خانہ تھا، اس میں بہت زیادہ بت تھے اس باغ میں دو درخت جن کے بارے میں لوگوں کا دعویٰ تھا کہ یہ گفتگو کرتے ہیں دراصل شیطان ان درختوں میں داخل ہو کر لوگوں سے بات چیت کرتا تھا تو ذوالقرنینؑ نے لوگوں سے کہا ان دونوں درختوں سے میرے بارے میں پوچھو تو انہوں نے ایسا کیا تو ان سے جو کچھ پوچھا اس کا جواب نہیں دیا بلکہ انہوں نے کہا آپ بیت المقدس میں وفات پائیں گے۔

پھر وہاں سے چلے تو ایک بلند پہاڑ تک پہنچ گئے جس میں بہت سی پناہ گاہیں تھیں، وہ اسکندر کی پسندیدہ چیزیں تیار کرتے تھے ان لوگوں نے ذکر کیا کہ اس پہاڑ کے دوسری طرف سے ایک بہت بڑا جانور آتا ہے جیسے کوئی سیاہ بادل ہو اور وہ لوگ ہر روز اس کو دو بیل بھیجتے ہیں وہ ان کو کھا کر اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جاتا ہے جو درختوں کے بڑے جھنڈ میں ہے تو ذوالقرنینؑ اپنا لشکر اور اس قوم کے رہبر لے کر اس جانور کی طرف چل پڑے ان کے ساتھ دو بیل بھی تھے تو تھوڑی ہی دیر میں وہ جانور باہر نکلا اور دونوں بیل کھا کر درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو گیا تو ذوالقرنینؑ نے دو دن اس کو کھانا دینے سے روک دیا تو وہ جانور باہر نکلتا جب کوئی چیز نہ ملتی تو واپس چلا جاتا، پھر تیسرے دن ذوالقرنینؑ نے حکم دیا کہ جب وہ جانور باہر نکلے تو اس پر حملہ کر دیں تو لوگوں نے ایسا ہی کیا وہ جانور بھاگ کر جھنڈ میں داخل ہو گیا تو ذوالقرنینؑ کے حکم پر دو بیلوں کی کھال اتار کر ان کھالوں میں گندھک اور معدنی تیل بھر دیا گیا اور بیلوں کی جگہ رکھ دیا گیا چوتھے دن جانور باہر نکلا تو بھوک سے نڈھال تھا اس نے ان دونوں کھالوں پر حملہ کر دیا اور ان کے اندر جو کچھ تھا سب نگل گیا۔ جب یہ اس کے پیٹ میں پہنچا تو وہ بے ہوش ہو کر گر گیا تو ذوالقرنینؑ نے تانبے کے ٹکڑوں کو آگ پر گرم کرنے کا حکم دیا پھر وہ تانبا اس جانور کے منہ میں پیٹ تک اتار دیا گیا تو اس کے منہ میں موجود گندھک اور معدنی تیل میں آگ بھڑک اٹھی تو وہ جانور جل کر مر گیا اور اس علاقہ کے لوگوں نے اس سے راحت حاصل کی۔

ذوالقرنین کا چین کا سفر

پھر ذوالقرنینؑ وہاں سے روانہ ہو کر چین کے شہروں تک پہنچ گئے تو ذوالقرنینؑ نے اپنے لشکر کو روکا ذوالقرنینؑ کی خبر چین کے بادشاہ تک پہنچ چکی تھی تو اس نے لشکر کو جمع کرنے کا حکم دیا تھا اور ذوالقرنینؑ بنفس نفیس قاصد کے روپ میں چین کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی تو اس نے ذوالقرنینؑ کو اپنی مجلس میں بلوایا۔ وہ مجلس

سونے اور چاندی کے اوراق سے مزین تھی اور وہ بادشاہ سونے کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا جس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے اوراس کے اردگرد اس جیسی کرسیاں تھیں، ان پر اس کے لشکر کے سردار اور قائدین بیٹھے تھے تو ذوالقرنینؑ بیٹھ گئے اور چین کے بادشاہ نے ان سے سوالات کئے تو انہوں نے بتایا کہ وہ ذوالقرنینؑ کے قاصد ہیں اور ذوالقرنین آپ کو اپنی فرمانبرداری اور تابعداری کی دعوت دے رہے ہیں ورنہ آپ ان سے لڑائی کے لئے تیار ہوجائیں تو چین کے بادشاہ نے کہا اپنے بادشاہ کے پاس واپس جاؤ اوران کو بتاؤ کہ ہم فلاں دن اس سے لڑائی کے لئے تیار ہوکر آئیں گے تو ذوالقرنینؑ واپس آئے اور لڑائی کے لئے تیار ہوگئے جب مقررہ دن آیا تو چین کا بادشاہ ایسے لشکروں کے ساتھ آیا جن کی تعداد شمار میں نہ آسکتی تھی۔ اوران جیسی شوکت وطاقت کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔ جب دونوں لشکروں نے صفیں بنالیں اور ذوالقرنینؑ نے قوم کی ہیبت دیکھ لی تو چین کا بادشاہ دونوں صفوں کے درمیان باہر نکلا اور آواز دی اے ذوالقرنین! باہر نکلو میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں تو ذوالقرنینؑ باہر نکلے۔

اور کہا جاتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ جس دن لڑائی ہونی تھی اس کی رات کو چین کا بادشاہ بھیس بدل کر ذوالقرنینؑ کے پاس گیا اور کہا آپ اپنے لوگوں کو باہر نکال دیں میں اپنے بادشاہ کا پیغام آپ تک پہنچا دیتا ہوں تو ذوالقرنینؑ نے ایسا ہی کیا اور اپنے سامنے ایک ننگی تلوار رکھ لی جب مجلس میں خلوت ہوئی تو ذوالقرنینؑ پہچان گئے کہ یہ چین کا بادشاہ ہے تو ذوالقرنینؑ نے فرمایا کیا آپ کو میرے پاس آتے ہوئے اپنی جان کا خوف نہیں ہوا؟ حالانکہ میں آپ کو پہچانتا تھا تو بادشاہ نے کہا نہیں۔ کیونکہ جب آپ میرے پاس آئے تھے تو میں آپ کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ آپ ذوالقرنینؑ ہو تو میں نے آپ سے دھوکہ نہیں کیا تو میں جانتا تھا کہ آپ بھی میرے فعل کا بدلہ دو گے اور مجھے دھوکہ نہ دو گے کیونکہ آپ کی عقل اور سخاوت پہچان گیا تھا تو مجھے آپ پر اعتماد تھا تو ذوالقرنینؑ نے ان کی تصدیق کی اور انہوں نے جو چاہا ان سے بات کی اور چین کے بادشاہ نے ذوالقرنینؑ کو فرمانبرداری اور تابعداری کی ضمانت دی اور رات کو واپس آگیا جب صبح ہوئی تو وعدے کے مطابق ذوالقرنینؑ کے پاس چین کے بادشاہ کی طرف سے تحائف آنے تھے، ان کی جگہ ایسے لشکر آگئے جن کی تعداد شمار نہ کی جاسکتی تھی اور ان جیسی شوکت وقوت کبھی دیکھی نہ گئی تھی تو ذوالقرنینؑ کو مغلوب ہونے کا ڈر ہوا تو جلدی سے لشکر کو تیار کیا جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو چین کا بادشاہ دونوں صفوں کے درمیان باہر نکلا اور ذوالقرنینؑ سے کہا وہ بھی باہر نکلیں تاکہ ان سے بات چیت کریں تو ذوالقرنینؑ باہر نکلے تو چین کے بادشاہ نے کہا شاید آپ کہتے ہوں گے کہ میں نے وعدہ توڑ دیا ہے اور مخالفت کی ہے میں نے ایسا نہیں کیا لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ آپ جان لو کہ میں نے عاجز وکمزور ہونے کی وجہ سے آپ کی تابعداری قبول نہیں کی اور میں عاجز کیسے ہوسکتا ہوں حالانکہ میرے ساتھ یہ لشکر ہے اور میری ہیبت آپ دیکھ رہے ہیں، میں نے آپ کی اطاعت صرف اپنے ملک اور لوگوں کی بقاء کے لئے قبول کی ہے کیونکہ جنگ لڑنے والا نہیں جانتا کہ اس کی جنگ کا انجام کیا ہوگا۔ میں بادشاہ ہوں اور اپنی کہی ہوئی

بات پر قائم ہوں اور اپنا لشکر لے کر واپس چلا گیا پھر جن تحائف اور مال کا وعدہ کیا تھا وہ ذوالقرنینؑ کے پاس بھیجے اور چین کے ریشم کا تحفہ بھیجا اور قیمتی چمڑے اور گدھے اور غلام اور باندیاں اور مشک اور عنبر اور کافور اور عود کی لکڑی اور مختلف قسم کی خوشبوئیں اور جواہرات بھیجے اور ذوالقرنینؑ سے وعدہ کیا کہ وہ خراج ادا کریں گے۔ ذوالقرنینؑ نے یہ سب دیکھ کر کہا آپ تمام لوگوں سے زیادہ سمجھدار ہو اور ذوالقرنینؑ نے بھی چین کے بادشاہ کو اپنی طرف سے قیمتی تحائف بھیجے اور اس کو فرمایا میں نے آپ کی زمین کے خراج میں آپ کو وسعت دے دی ہے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور راضی خوشی ان کی سرزمین سے روانہ ہو کر تبت پہنچ گئے پھر وہاں سے فرغانہ پھر صدف اور سمرقند گئے۔

اور کہا جاتا ہے کہ ذوالقرنینؑ نے اس کے اردگرد دیوار بنائی تھی تاکہ سمرقند کے لوگ ترکوں سے محفوظ ہو جائیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ ذوالقرنینؑ جب چین کی سرزمین کی طرف گئے تو ایک شہر پر پہنچے جس میں عرب کے مشابہ ایک قوم رہتی تھی تو انہوں نے ذکر کیا کہ وہ اس قوم کی نسل میں سے ہیں جو تبع کے ساتھ چین کی طرف گئے تھے۔ جب تبع روانہ ہوا تو ان کو یہاں ٹھہرا دیا تاکہ وہ ان شہروں کی دوسرے لوگوں سے حفاظت کریں تو ذوالقرنینؑ نے ان کے درمیان ایک کمرہ دیکھا جس کی وہ لوگ تعظیم اور طواف کرتے تھے اور کہنے لگے ہمارے اسلاف کی سرزمین پر ایک گھر تھا جس کی وہ تعظیم کرتے تھے تو ان لوگوں نے اس جیسا گھر یہاں بنا دیا ان کی مراد کعبہ تھا۔ تو ذوالقرنینؑ ان کے پاس سے تبت کی طرف چل پڑے پھر فرغانہ اور وہاں سے صدف گئے پھر جیحون کے کنارے تک گئے وہاں شہر ترمذ آباد کیا اور لوگوں کے گزرنے کے لئے پل بنایا اور بلخ پہنچے، اور قندھار آباد کیا پھر ہرات کی طرف روانہ ہوئے اور شہر کے اندرونی حصہ کی دیوار بنائی اس کو البروج المربعہ کہا جاتا تھا۔ کیونکہ روم کی عمارتیں مربع شکل میں تھیں اور کہا جاتا ہے عجمیوں نے باہر کی وہ دیوار بنائی تھی جس پر گول برج تھا یہ عجمیوں کے طرز تعمیر پر بنایا گیا تھا (واللہ تعالیٰ اعلم)

ہرات کی آبادکاری

مصنفؒ فرماتے ہیں میں نے ابوعبید مؤدب صاحب ازہریؒ کی ایک کتاب دیکھی ہے جو ہرات کے حالات کے بارے میں ہے اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ شہر ہرات سارا ذوالقرنینؑ کا تعمیر کردہ ہے اور اس بارے میں طویل قصہ ذکر کیا ہے جس کا میں نے اختصار کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں اسکندرؒ ہرات کے علاقہ میں آئے تو وہاں کی آب و ہوا عمدہ و خوشگوار تھی تو آپؑ نے اپنی والدہ کو خط لکھا کیونکہ ذوالقرنینؑ والدہ کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرتے تھے۔ ذوالقرنینؑ نے والدہ سے وہاں قیام کرنے کی اجازت مانگی تو والدہ نے ایک سال قیام کرنے کی اجازت دے دی اور ذوالقرنینؑ کو حکم دیا کہ وہ وہاں ایک شہر اور فصیل بنائیں تو ذوالقرنینؑ نے یہ کام شروع کیا تو کچھ دشواری پیش آئی جس کی وجہ سے دو سال گزر گئے تو ذوالقرنینؑ کی والدہ کا خط آیا کہ میں نے ایک سال قیام کی اجازت دی تھی اور دو سال گزر چکے ہیں اور میرا خیال

ہے کہ یہ کام آپ پر مشکل ہوگیا ہے، میرا خط پڑھ کر اس زمین کی مٹی ایک ٹوکرے میں ڈال کر میرے پاس بھیج دو۔
تو ذوالقرنینؑ نے ایسا ہی کیا جب ذوالقرنینؑ کا قاصد ان کی والدہ کے پاس ٹوکرا لے کر گیا تو ان کی والدہ نے اپنے شہر والوں کو جمع کر کے کہا ذوالقرنینؑ تم سے کوچ کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں تم ان کی طرف کوچ کرو تو ان لوگوں نے کہا ہم نے سن لیا اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ ذوالقرنینؑ کی والدہ نے کہا تم چلے جاؤ کل آنا، اگلے دن ذوالقرنینؑ کی والدہ نے لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ وہ ٹوکرے والی مٹی بچھوادی اور لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا لوگ جمع ہوئے تو اس نے کہا ذوالقرنینؑ تم سے کوچ کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں تم ان کی طرف کوچ کرو تو ان لوگوں نے کہا ہم اس بارے میں غور وفکر کرلیں تو ان لوگوں میں سے بعض نے جانے کے لئے ہاں کردی اور کچھ نے انکار کردیا اس طرح ان میں اختلاف ہوگیا تو ذوالقرنینؑ کی والدہ نے کہا تم اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ ذوالقرنینؑ کو تمہاری ضرورت نہیں ہے اور اپنے بیٹے کو خط لکھا اے میرے بیٹے! جس زمین پر آپ ہو، میں اس کو اختلاف والی زمین سمجھ رہی ہوں جب آپ کے پاس میرا خط آئے تو میرے پاس واپس آجاؤ اور کسی جگہ نہ ٹھہرنا۔
جب ذوالقرنینؑ کے پاس خط پہنچا تو وہ اس دروازہ پر تھے جس کو باب خشک کہا جاتا تھا تو وہ سارا کام ویسے چھوڑ کر وہاں سے روانہ ہوگئے (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

ارسطو کی نصیحت

پھر ذوالقرنینؑ عراق کے شہر بابل گئے تو وہاں ان کے بڑے استاد ارسطالیس حکیم کا خط ان کو پہنچا اور کہا جاتا ہے کہ یہ وہی آدمی ہیں جن کی طرف کتاب الفلاسفہ کا علم منسوب ہے جس کو منطق کہا جاتا ہے اور ان کا نام ارسطالیس صاحب منطق تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ دوسرے آدمی تھے (واللہ تعالیٰ اعلم) اور اس خط میں لکھا تھا کہ مجھے آپ کے دنیا کا چکر لگانے کا علم ہوا ہے اور آپ نے جو بڑے بڑے کارنامے کئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو آپ کے دشمنوں پر جو کامیابی عطا کی ہے اور آپ نے شہر اور ملک فتح کئے ہیں اور جو شہر تعمیر کئے ہیں اور آپ کے لئے ساری زمین قریب ہوگئی تھی یہ سب اللہ تعالیٰ کی مدد وقوت سے ہوا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں اور شکر ادا کریں۔ اب آپ اپنی موت کے دن کے لئے عمل کریں اور جان لیں کہ دنیا آپ سے ختم ہونے والی ہے اور آپ اس کو غیر کے لئے چھوڑنے والے ہو تو موت کے حملہ سے پہلے موت کی تیاری کرلو اور موت سے غافل نہ ہونا اور آپؑ پر سلامتی ہو۔ جب ذوالقرنینؑ نے یہ خط پڑھا تو کہا میرے معلم نے سچ کہا ہے۔

قیذافہ کی ملکہ کا واقعہ

اور حسنؒ کی روایت میں ہے کہ ذوالقرنینؑ اپنے مغرب کی طرف سفر میں ایک علاقہ پر پہنچے جس کو سمرۃ کہا جاتا تھا وہاں کی حکمران ایک عورت تھی جس کا نام قیذافتہ تھا اور اس کے دارالحکومت کے شہر کا نام اسی عورت کے نام پر قیذافتہ تھا۔ یہ شہر چار فرسخ مربع میل تھا، اس شہر کے لوہے اور تانبے کے تین سو بیس دروازے تھے۔ جب

ذوالقرنینؑ اس شہر کے باشندوں کے قریب ہوئے تو اس ملکہ کو خط لکھ کر اپنی فرمانبرداری کی دعوت دی اور کہا کہ خراج ادا کریں اور اپنے مال بھیج دیں تو اس عورت نے قبول کرلیا اور ذوالقرنینؑ کو تحائف بھیجے اور ایک مصور بھیجا کہ وہ ذوالقرنینؑ کے لشکر میں جائے اور ان کی تصویر بنا کر ملکہ کے پاس لے آئے تو اس مصور نے ایسا ہی کیا اور ذوالقرنینؑ نے دوبارہ خط لکھ کر کہا آپ نے مصر پر چڑھائی کی تھی اور ان کے مال لے لئے تھے، آپ نے ان کے جو مال لئے تھے وہ مجھے واپس کردو تو ملکہ نے جواب دیا میں نے مصر کا مال اس وقت لیا تھا جب میں وہاں کی ملکہ تھی اب تو اس میں سے کوئی چیز کسی کو واپس نہیں کروں گی اور تحائف اور جس کی آپ کو ہم سے امید ہے وہ ہم کریں گے۔ جب ذوالقرنینؑ کے پاس خط آیا تو ذوالقرنینؑ نے ملکہ کی طرف چڑھائی کرنے کی تیاری کرلی، ابھی وہ تیاری کر ہی رہے تھے کہ اچانک ذوالقرنینؑ کا رازدان خبر لایا کہ قیذافتہ کا بیٹا قیذرون اچانک آیا ہے تو ذوالقرنینؑ نے حکم دیا کہ اس کو اگلے دن لایا جائے تو اگلے دن ذوالقرنینؑ نے اپنے کپڑے اپنے دربان کو پہنا دیئے اور دربان کے کپڑے پہن کر بیٹھ گئے اور دربان کو اپنی جگہ بٹھا دیا اور قیذرون کو بلوایا جب وہ اندر داخل ہوا تو ان کا حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ میراس کی طرف تجارت کی غرض سے جا رہا تھا تو ایک جماعت نے اس پر حملہ کر کے اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے اور اس کی بیوی اور سارا مال لے لیا ہے اور وہ اس علاقہ کی طرف لشکر لے کر جا رہا ہے تا کہ اپنی بیوی اور مال چھڑوا لے۔ جب یہ بات کرلی تو دربان نے اس کو یہ دکھاتے ہوئے کہ وہی بادشاہ ہے اور ذوالقرنینؑ دربان ہیں، کہا تو اس بارے میں کیا کہتا ہے؟ ذوالقرنینؑ نے کہا اے بادشاہ! یہ معاملہ تو آپ کے مناسب ہے آپ جو چاہیں حکم دیں۔ دربان نے کہا میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ بہت سے شہسوار لے کر میراس جاؤ اور ان سے قیذافتہ کی بہو اور سارا مال چھڑوا لاؤ۔ تو قیذافتہ کے بیٹے نے یہ بات سنی تو سجدہ کیا اور ذوالقرنینؑ قیذافتہ کے بیٹے کے ساتھ اپنے دربان انطیفون کے نام پر ایک بڑے لشکر کے ساتھ شہر میراس کی طرف چل پڑے اور قیذافتہ کے بیٹے کو وہاں درختوں کے جھنڈ میں چھپنے کا حکم دیا اور ان کو کہا آپ ظاہر نہ ہونا ورنہ وہ آپ کی بیوی کو قتل کر دیں گے۔ اگلے دن جب ہم لڑائی کے لئے کھڑے ہوں گے اور میراس اور اس کا لشکر باہر نکل آئیں تو آپ شہر کی طرف جا کر آگ لگا دینا اور آواز دینا میری بیوی کو باہر نکالو وہ آپ کی بیوی کو چھوڑ دیں گے تو قیذافتہ کے بیٹے نے ویسا ہی کیا جیسا ذوالقرنینؑ نے کہا تھا۔ جیسے ہی میراس کا بادشاہ اور لشکر لڑائی کے لئے باہر نکلے، قیذافتہ کا بیٹا سپاہیوں کے ساتھ شہر کی طرف گیا اور اپنی بیوی کو چھڑوا لیا پھر قیذرون بن قیذافتہ نے کہا اے انطیفون! آپ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ میرے ملک چلیں تا کہ میں آپ کے احسان کا بدلہ دوں۔ تو ذوالقرنینؑ نے کہا اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو ذوالقرنینؑ بادشاہ کو خط لکھ کر ان سے پوچھیں کہ وہ مجھے آپ کے ساتھ بھیج دیں تو قیذرون نے ذوالقرنینؑ بادشاہ کو خط لکھا جو کہ درحقیقت دربان تھا لیکن وہ اس کو ذوالقرنینؑ ہی سمجھ رہا تھا تو بادشاہ نے اجازت دے دی اور انطیفون جو درحقیقت ذوالقرنینؑ تھے کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ چلے جائیں تو ذوالقرنینؑ قیذافہ کے بیٹے کے ساتھ اس کے ملک روانہ ہو گئے اور قیذافتہ کا بیٹا ان کو ذوالقرنینؑ کا آدمی سمجھ رہا تھا اور ذوالقرنینؑ اپنے ساتھ اپنے چار خاص آدمی لے گئے یہاں تک کہ یہ لوگ ایک بہت بلند پہاڑ کے پاس پہنچ گئے، اس کے پتھر درست کئے ہوئے تھے اور اس میں سیب اور لیموں وغیرہ

کے پھل تھے اور ہر درخت پر ایک سانپ تھا جو پھل توڑنے سے روکتا تھا اور پہاڑ میں بندر، کتے اور درندے تھے تو قیذرون نے کہا یہ پہاڑ ہمارے معبود کا مسکن ہے اور ہم ہر سال یہاں آتے ہیں اور کئی دن اعتکاف کرتے ہیں اور ہمارا معبود ہمارے سامنے آتا ہے۔

راوی کہتے ہیں شیطان ان لوگوں کے سامنے آتا تھا پھر وہ چلے اور قیذافہ کے شہر پہنچ گئے تو ملکہ قیذافہ اور اس کے ملک کے باشندوں نے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا تو قیذرون نے کہا اس آدمی کا شکر ادا کرو کیونکہ یہ ذوالقرنینؑ کا قاصد ہے اور ذوالقرنینؑ نے میری بیوی اور میرا مال واپس دلایا ہے۔

راوی کہتے ہیں تو ان لوگوں نے ذوالقرنینؑ کو سجدہ کیا پھر ان کو خوب اچھی جگہ ٹھہرایا۔ اگلے دن قیذافہ ایسی نشست گاہ پر بیٹھی جو سونے کی بنی ہوئی تھی اور اس پر موتی جڑے ہوئے تھے اور بادشاہوں والے کپڑے پہنے اور ذوالقرنینؑ کو قاصد سمجھ کر بلایا اور ناشتہ منگوایا، سب نے کھایا۔ دوسرے دن قیذافہ سنگ مرمر کے ایک کمرے میں بیٹھی جس کے دروازے سونے کے اور چھت لکڑی کی تھی، وہ کمرہ اپنی چمک اور حسن میں ایسا تھا جیسے آگ ہو۔ اور ذوالقرنینؑ کے قاصد کو بلایا جب وہ اس کمرے میں داخل ہوگیا تو اس سے پوچھا کیا تم لوگوں کے پاس اس جیسا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں اور اس سے افضل ہے لیکن آپ کی زمین میں ہماری زمین سے زیادہ معدنیات ہیں اس نے کہا اے ذوالقرنین! آپ نے سچ کہا ہے۔ ذوالقرنینؑ فرماتے ہیں جب ملکہ نے میرا نام لیا تو میں گھبرا گیا۔ میں نے کہا اے ملکہ! میں ذوالقرنینؑ کا قاصد ہوں تو ملکہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل کردیا جس میں مورتیاں اور تصویریں تھیں تو ملکہ نے مجھے میری تصویر دکھائی اور کہا کیا آپ یہ تصویر پہچانتے ہیں؟ تو مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ مجھے پہچانتی ہے تو ذوالقرنینؑ نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون اور ان کو اس جگہ آنے پر ندامت ہوئی تو قیذافہ نے کہا کیا آپ وہ ذوالقرنینؑ نہیں ہو جو سارے بادشاہوں پر غالب آگئے اور آپ کے سامنے مشرق و مغرب حقیر ہوگئے اور آپ کو خراج ادا کیا اور اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے ہاتھ میں قیدی بنا دیا ہے حالانکہ میں ایک عورت ہوں اور میرا آپ سے نہ کوئی عہد ہے اور نہ کوئی امان۔ پھر ملکہ نے کہا اے ذوالقرنینؑ! انسان کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ اپنی نعمت پر سکون کرے اور تکبر میں مبتلا نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ سارا علم ایک بندے کو نہیں دیتے۔ پھر ملکہ نے کہا آپ حیران کیوں ہو؟ ذوالقرنینؑ نے کہا میں حیران کیسے نہ ہوں، میرا حال آپ دیکھ رہی ہو۔ ملکہ نے کہا آپ غمزدہ نہ ہوں کیونکہ میں آپ کے ساتھ خیر کا معاملہ ہی کروں گی۔ آپ نے میرے بیٹے کی مدد کی ہے اور اس کی بیوی واپس دلا کر اس کی عزت کی ہے، میں آپ کو کسی پر ظاہر نہ کروں گی اور میرے علاوہ آپ کو کوئی نہیں پہچان پائے گا۔ پھر ملکہ اپنی مجلس میں چلی گئی اور اپنے بڑے بیٹے قنش اور قیذرون کو بلوایا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ ذوالقرنینؑ کے قاصد سے حسن سلوک کر کے چھوڑ دیں تو اس کے بڑے بیٹے نے کہا اے اماں جان! میری بیوی نے سنا ہے کہ ذوالقرنینؑ کا قاصد یہاں ہے اور ذوالقرنینؑ نے اس کے باپ ہندوستان کے بادشاہ فور کو قتل کیا تھا تو وہ آپ سے مطالبہ کر رہی ہے کہ آپ ذوالقرنینؑ کے قاصد کو اس

کے حوالے کردیں تا کہ وہ اسکو اپنے والد کے بدلہ میں قتل کردے۔ تو قیذافہ نے کہا یہ رائے ٹھیک نہیں ہے کیونکہ ذوالقرنینؑ عظیم بادشاہ ہے ہم اس کے قاصد کو قتل کردیں گے تو وہ ہم پر غصہ ہوکر چڑھائی کردے گا اور ہم نہیں جانتے کہ ہمارا انجام کیا ہوگا؟ کیونکہ ایک قاصد کو قتل کرنا ذوالقرنینؑ کو نقصان نہیں دے گا اس کے پاس اس جیسے دس ہزار سے زیادہ ہوں گے تو ملکہ کا بیٹا قیذرون کھڑا ہوگیا اور اپنے بھائی قش کو کہا یہ ذوالقرنینؑ کے احسان کا بدلہ ہے؟ تو قش نے کہا اگر تو مجھے اس قاصد کو قتل نہیں کرنے دے گا تو میں تجھے بھی اس کے ساتھ قتل کردوں گا۔ تو قیذرون نے کہا میں آپ کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا لیکن میں اپنی زندگی میں آپ کو ذوالقرنینؑ کے قاصد کو کوئی گزند نہیں پہنچانے دوں گا۔ جب ملکہ قیذافہ نے ان دونوں کے درمیان شر دیکھا تو چپکے سے ذوالقرنینؑ کو بلوایا اور کہا اے ذوالقرنین! آپ پہلے سے سمجھدار صاحب رائے ہیں کیا آپ کے پاس میرے بیٹوں کی صلح کرانے اور اس کا معاملہ دبانے کا کوئی حیلہ ہے؟ تو آپ نجات پا جائیں گے تو ذوالقرنینؑ ان دونوں کے پاس گئے اور کہا تم جان لو کہ ذوالقرنینؑ کو میرے قتل کی پرواہ نہیں ہوگی اور نہ اس سے ان کو کوئی نقصان ہوگا اگر آپ نے ذوالقرنینؑ سے کوئی انتقام لینا ہے تو میں آپ کو تنہائی میں ذوالقرنینؑ پر قدرت دوں گا تا کہ آپ جو چاہیں اس کے ساتھ کریں اور اپنا انتقام لے لیں۔ ملکہ کے بیٹے نے کہا آپ اس پر کیسے قادر ہوگے؟ ذوالقرنینؑ نے کہا یہ ضروری ہے کہ آپ میرے ساتھ اپنے لشکر کے بہادر لوگوں کو لے کر چلیں اور آپ کے پاس قیمتی تحائف ہوں پھر آپ ذوالقرنینؑ کے لشکر کے پاس درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوجانا۔ میں آگے جا کر ذوالقرنینؑ کو آگاہ کروں گا کہ قیذافہ نے اس کی تابعداری قبول کرلی ہے اور بہت سے تحائف بھیجے ہیں آپ باہر نکل کر ان کو دیکھ لیں جب وہ باہر نکلیں گے تو میں ان کو ایک خالی جگہ لاؤں گا اور آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا تو آگے آپ کی مرضی۔ تو قش اس پر راضی ہوگیا اور ایسا کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا پھر قیذافہ نے ذوالقرنینؑ کا اکرام کیا اور ان کو ایسا بیش قیمت تاج دیا کہ لوگوں نے اس جیسا تاج نہیں دیکھا تھا اور ایک بچھونا بھیجا جو سونے کے تاروں سے بنا ہوا تھا اس میں سورج، چاند اور ستاروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں ان دونوں چیزوں کے ساتھ بہت سے عمدہ اور قیمتی تحائف دیئے اور قیذرون نے بھی اس جیسے تحائف دیئے اور قش نے بھی اور قش ذوالقرنینؑ کی بات کے مطابق ان کے ساتھ روانہ ہوگیا یہاں تک کہ وہ ذوالقرنینؑ کے لشکر کے قریب ہوگئے پھر ذوالقرنینؑ نے ان کو درختوں کے جھنڈ کے پاس تحائف رکھنے کا حکم دیا اور قش کو کہا آپ یہاں ٹھہرو تا کہ میں ذوالقرنینؑ کو آپ کے پاس لے آؤں جب میں ان کو لاؤں تو آپ باہر نکل کر جو چاہتے ہو کرلینا۔ پھر ذوالقرنینؑ اپنے لشکر کے پاس آئے اور سارے لشکروں کو تیار کرکے اس جھنڈ کو گھیر لیا پھر خود بڑھ کر زوردار آواز دی اے وہ آدمی جو ذوالقرنینؑ کا ارادہ کرتا ہے باہر نکل۔ تو قش باہر نکلا اور لشکر اور ذوالقرنینؑ کو دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ تو وہ آدمی ہے جو ان کے ساتھ آیا تھا اس نے خفیہ تدبیر کی تو قش کے پاس صرف یہی چارہ رہ گیا تھا کہ ذوالقرنینؑ کو سجدہ کرے اس نے کہا اے بادشاہ! مجھے امان دے دو۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے میری جان بخش دو اور مجھے میری اس والدہ کے پاس بھیج

دو جنہوں نے آپ کے ساتھ احسان کیا ہے اور آپ مجھ پر بھی ویسے احسان کریں جیسے آپ نے میرے بھائی کے ساتھ احسان کیا تھا تو ذوالقرنینؑ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھا اور کہا کیا میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے؟ میں نے کہا تھا ذوالقرنینؑ کا ہاتھ آپکے ہاتھ میں رکھوں گا اب آپ جو چاہو کرو۔ توقش نے کہا مجھ پر رحم کرو اور میری جہالت کی وجہ سے مجھے سزا نہ دو تو ذوالقرنینؑ نے فرمایا ڈرومت اور اس کا اکرام کیا اور خوب انعام دیا اور عزت و احترام کے ساتھ اس کو اس کی والدہ کے پاس بھیج دیا۔ پھر ذوالقرنینؑ وہاں سے چلے تو ملک میراس پہنچ گئے یہ لوگ سمندر کے ایک جزیرہ میں رہتے تھے اور ان کی عورتیں دوسرے جزیرے میں رہتی تھیں اور ان کی عورتوں کا ایک پستان تھا تو ذوالقرنینؑ نے ان کے مردوں کو خط لکھا۔ وہ ذوالقرنینؑ کے تابع ہو گئے پھر عورتوں کی طرف خط لکھا ان کی ایک ملکہ تھی ان کو خط لکھ کر اپنی فرمانبرداری اور خراج ادا کرنے کی دعوت دی تو اس نے ذوالقرنینؑ کو خط لکھا آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ ہم تین لاکھ عورتیں ہیں اور ہماری طاقت مردوں کی طاقت سے زیادہ ہے ہمارے پاس کوئی مرد نہیں ہے۔ ہمارے مرد دوسرے جزیرہ میں ہیں اور ہم سال میں ایک ماہ ان کے پاس جاتی ہیں اور ان کے پاس رہتی ہیں پھر واپس آجاتی ہیں اگر ہم میں سے کوئی عورت حاملہ ہو جاتی ہے تو وہ بچہ پیدا ہونے تک اپنے خاوند کے پاس رہتی ہے، بچہ پیدا ہو جائے تو اس کو دودھ پلاتی ہے اگر لڑکا پیدا ہو تو اس کا دودھ چھڑوا کر اس کو باپ کے پاس چھوڑ آتی ہے اور اگر لڑکی ہو تو اس کو اپنے ساتھ ہمارے پاس لے آتی ہے اور لکھا کہ اگر آپ ہم سے مال چاہتے ہیں تو ہم آپ کے پاس تحائف بھیجتی ہیں اور اگر آپ ہم پر غلبہ چاہتے ہیں تو ہم آپ سے ڈرتی نہیں ہیں اور آپ کے لئے ہم لڑنے اور عورتوں سے ہارنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جب یہ خط ذوالقرنینؑ کے پاس پہنچا تو عورتوں کی عقل پر تعجب ہوا اور ملکہ کو خط لکھا کہ مجھے مال کی لالچ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام زمین پر قدرت دی ہے، ساری زمین والے میرے تابع ہو گئے ہیں اور مجھے خراج ادا کیا ہے جب تک تم میری تابعدار نہ ہو جاؤ اور خراج ادا نہ کرو میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، ورنہ اس میں آپ کی ہلاکت اور ملک کی بربادی ہے۔ جب ذوالقرنینؑ کا خط پہنچا تو اس عورت نے حکم ماننا قبول کرلیا اور خراج ادا کرنے پر آمادہ ہوگئی۔ پھر ذوالقرنینؑ وہاں سے چلے اور بحر محیط پر پہنچ گئے اور وہاں ایک قوم دیکھی تو ان سے پوچھا کیا تمہارے آگے کوئی ملک یا قوم ہے؟ ان لوگوں نے کہا ہمارے پیچھے صرف جبل محیط ہے تو ذوالقرنینؑ واپس لوٹ آئے اور شام میں داخل ہو کر بیت المقدس پہنچ گئے، ان کی منزل مقصود وہ شہر تھا جس سے وہ اپنی والدہ کے پاس سے روانہ ہوئے تھے۔

ذوالقرنین کی وفات

اس بارے میں مختلف روایات ہیں:

بعض مؤرخین کا گمان ہے کہ وہ بیت المقدس میں فوت ہوئے تھے اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ وہ شام کے شہر دومۃ الجندل میں فوت ہوئے تھے اور ان کی قبر مبارک وہیں ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ وہ بابل میں فوت ہوئے تھے۔ ذوالقرنینؑ نے چالیس سال بادشاہت کی اور اٹھائیس سال دنیا کا چکر لگایا۔

روایت کیا گیا ہے کہ جب ذوالقرنین ملک ایران کے بادشاہ بنے تو ایک مہینہ اس میں ٹھہرے رہے، اور یہ ایران فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا نام تھا۔ ذوالقرنینؑ نے ایران کو کئی حصوں میں تقسیم کردیا، پرانے زمانے میں چار بڑے بادشاہ تھے فارس کا بادشاہ، روم کا بادشاہ، ہندوستان کا بادشاہ، ترک کا بادشاہ۔ اور روم کے بادشاہوں کو ہندوستان اور ترک بادشاہوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا، ان کو فارس کے بادشاہوں سے خطرہ رہتا تھا کیونکہ ان کی سرحدیں فارس سے ملی ہوئی تھیں اسی وجہ سے ذوالقرنینؑ نے فارس کے کئی حصے کرکے ان پر کئی بادشاہ بنا دیئے اور ہر علاقہ کا ایک بادشاہ مقرر کردیا تاکہ ان کی قوت جمع نہ ہوسکے اور وہ روم پر حملہ نہ کرسکیں تو ذوالقرنینؑ کی تدبیر پر چار سو سال تک عمل رہا۔

پھر دارا بن دارا کی اولاد میں سے اردشیر نامی بادشاہ بابل سے نکلا اور اس نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا تو فارس کے سارے بادشاہ اس کے اردگرد جمع ہوگئے لیکن اس کا قصہ ہماری کتاب کی شرط کے موافق نہیں ہے۔ اور ذوالقرنینؑ کو نجومیوں نے کہا تھا کہ آپ کو موت تب ہوگی جب آپ آسمان کو اپنے اوپر پیتل کا اور اپنے نیچے زمین کو لوہے کا دیکھ لیں گے۔

مؤرخین کہتے ہیں جب ذوالقرنینؑ سرزمین بابل پہنچے تو ان کو ایک بیماری لاحق ہوگئی۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ وہ اپنے سفر کے دوران بیمار ہوگئے اور سواری پر مضبوطی سے جم نہ سکتے تھے تو سواری سے نیچے اتر آئے اس وقت ذوالقرنینؑ کے پاس نہ بستر تھا اور نہ خیمہ تو ذوالقرنینؑ کے حکم پر ان کے لئے زرہ بچھا دی گئی وہ اس پر سو گئے اور آپؑ کے ساتھیوں نے آپ کے اوپر پیتل کی ڈھال سے سایہ کردیا تھوڑی دیر آپ کو آنکھ لگ گئی پھر اپنے اوپر دیکھا تو ڈھال تھی اور نیچے زرہ تھی تو اپنے ساتھیوں کو فرمایا کاتب کو بلا لاؤ تاکہ وہ میری وصیت کی تحریر لکھ لے تو لوگوں نے عرض کیا اے بادشاہ! ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ ذوالقرنینؑ نے فرمایا کیونکہ میری موت قریب آچکی ہے۔ لوگوں نے پوچھا آپ کو کیسے علم ہوا؟ ذوالقرنینؑ نے فرمایا اس لئے کہ نجومیوں نے مجھے یہ کہا تھا اور میں جانتا ہوں کہ نہ آسمان کبھی پیتل کا ہوسکتا ہے اور نہ کبھی زمین لوہے کی ہوسکتی ہے اب میں اپنے اوپر پیتل اور نیچے لوہا دیکھ رہا ہوں تو مجھے معلوم ہوگیا ہے جو مجھے کہا گیا تھا اس کا مطلب یہی تھا۔

والدہ کو الوداعی خط

پھر ذوالقرنینؑ نے اپنی والدہ کو خط لکھوایا اس خط میں لکھا تھا کہ یہ خط اسکندر کی طرف سے ہے جو اپنے جسم کے اعتبار سے زمین والوں کا رفیق ہے اور اپنی روح کے اعتبار سے آسمان والوں کا رفیق ہے اور اس کی والدہ غیدا کی طرف ہے جنہوں نے دنیا میں اسکندر کے قرب سے نفع نہیں اٹھایا اور یہ سب حکیم و رحیم ذات کے ارادہ و قدرت کی وجہ سے ہوا۔ اے اماں جان! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرا خط تدبیر اور غور و فکر سے پڑھنا اور واویلا و گریہ کرنے اور تنگدل ہونے میں دوسری عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ کرنا جیسا کہ آپ اپنے بیٹے کی زندگی میں اس کے لئے ایسا کرنا پسند نہ کرتی تھیں کہ وہ ناپختہ ارادہ اور جلد بازی کرکے دوسرے مردوں جیسا

نہ بن جائے۔ اے اماں جان! کیا آپ نے دنیا میں کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو نہ تبدیل ہوتی ہو اور نہ فنا ہوتی ہو؟ کیا آپ نے ایسا درخت نہیں دیکھا جس کی ٹہنیاں جھولتی ہوں اس کے پتے ٹہنیوں پر لپٹے ہوئے ہوں اور اس کا پھل عمدہ ہو، کیسے کچھ ہی وقت بعد اس کی ٹہنیاں خشک ہو جاتی ہیں اور اس کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور اس کے پھل گر جاتے ہیں؟ کیا آپ نے نباتات کو نہیں دیکھا کہ صبح کو تر و تازہ ہوتے ہیں اور شام کو سوکھ جاتے ہیں۔ کیا آپ نے دن کو نہیں دیکھا کہ تاریک رات اس کو کیسے ڈھانپ لیتی ہے؟ اور پر نور چاند کو نہیں دیکھا کہ اس کو کیسے گرہن لگ جاتا ہے اور روشن آفتاب کو نہیں دیکھا کہ غروب اس کو کیسے ڈھانپ لیتا ہے؟ اور چمکدار ستاروں کو نہیں دیکھا کہ کیسے ان کا نور بجھ جاتا ہے؟ اور آگ کے بھڑکتے شعلوں کو نہیں دیکھا کہ کیسے وہ بجھ کر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں؟ شیریں پانی کو نہیں دیکھا کہ اس کا رنگ اور مزہ بدل جاتا ہے؟ اس جاندار کو نہیں دیکھا جو پیدا ہوتا ہے چند دن زندہ رہتا ہے اور کئی سال دنیا میں گزارتا ہے پھر جلد ہی اس کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور میری جان کی قسم! دنیا مخلوق کا گھر اور مستقل ٹھکانہ نہیں ہے اور بہت عمدہ بات کہی گئی ہے موت کے لئے پیدا ہو جاؤ اور ویران ہونے کے لئے تعمیر کرو۔ اے اماں جان! اگر کوئی چیز رونے کی حق دار ہے تو آسمان کو اپنے زائل ہونے والے ستاروں پر رونا چاہیے اور زمین کو اپنی ویران ہونے والی آبادیوں پر اور سمندر کو اپنی ہلاک ہونے والی مچھلیوں پر اور پرندوں کو اپنے چہچہاتے چوزوں پر رونا چاہیے۔ یہ چیزیں تو نہیں روتیں لیکن انسان اپنے سے جدا ہونے والی چیز پر روتا ہے حالانکہ انسان کا زیادہ حقیقتاً ہے کہ وہ اپنے نفس پر روئے جو اس سے جدا ہونے والا ہے حتیٰ کہ اس کو موت اور جدائی سے امن نہیں ہے اور اگر وہ روئے بھی تو اس کو رونا نفع نہ دے گا اور اس کے بعد اس پر رونے والے تھوڑا سا روئیں گے۔ اے اماں جان! موت ہر حال میں آنی ہے اور مجھے اس کے آنے کا یقین تھا جیسا کہ مجھ سے پہلے لوگوں پر آئی ہے۔ اے اماں جان! آپ صبر اور رضا مندی کا مظاہرہ کرنے میں میری بات مان لینا کیونکہ محبت کی یہ نشانی ہے کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔ اے اماں جان! میں نے آپ کو خط لکھا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تسلی کو قبول کریں گی اور میرے خط پر عمل کریں گی۔ اے اماں جان! آپ پر میری طرف سے اس تھوڑی فنا ہونے والی دنیا میں بھی سلام ہو اور آپ پر میری طرف سے ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت میں بھی سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

پھر خط کو لپیٹ کر والدہ کو بھیج دیا۔ جب خط وہاں پہنچا تو ان کی والدہ کو پڑھ کر سنایا گیا اور اسکندرؒ کا مرض بڑھ گیا اور چند دن بعد آپؒ وفات پا گئے تو آپؒ کو سونے کے تابوت میں رکھ کر اس شہر لے جایا گیا جہاں ان کی والدہ تھیں۔

جنازہ پر علماء کی نصیحتیں

تو حکماء اور علماء جمع ہو گئے اور ان میں سے بڑے دس علماء نے ایک ایک نصیحت کی: پہلے نے کہا اے کوشش کرنے والے! جس پر اس کی کوشش میں عتاب کیا گیا جس نے اپنی زندگی کے تمام دن مال جمع کرنے میں کوشش

کی آپ نے یہ سب مال اپنے غیر کے لئے جمع کیا اور اس کا وبال آپ پر ٹھہرے گا۔ اور دوسرے نے کہا میں نے اسکندر کو دیکھا کہ وہ سونا جمع کر کے اس کی حفاظت کرتا تھا اور اب سونا اس کو مل گیا اور اس پر حملہ کر رہا ہے۔ اور تیسرے نے کہا اسکندر اب اپنے کفن میں لپٹا ہوا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ اپنے مقاصد میں محفوظ اور جمع کئے ہوئے مال میں مشغول تھا۔ چوتھے نے کہا بادل کا سایہ اور سراب کی چمک ختم ہوگئی ہے۔ اور پانچویں نے کہا زمانہ ہمیشہ زمانہ والوں پر گردش کرتا رہتا ہے جب وہ اپنی سب سے زیادہ اچھی حالت میں ہوتے ہیں تو زمانہ ان کو بوسیدگی، ہلاکت اور زوال کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ اور چھٹے نے کہا اگر اسکندر نے اپنی زندگی میں نصیحت قبول کر لی تھی تو ان کو اس نے نفع دیا ہے اور اگر نصیحت حاصل نہیں کی تھی تو اب یہ اپنے پیچھے آنے والوں کے لئے نصیحت بن گئے ہیں. اور ساتویں نے کہا اس پر تعجب ہے جس نے اسکندر کے کل اور آج کو دیکھا کہ اس نے کیسے اس کو پرانے شہر اور لوٹنے والے فرشتے کے حوالے کر دیا ہے۔ اور آٹھویں نے کہا میری جان کی قسم! اس کے پیٹھ پھیرنے پر بھی عقلیں ویسے ہی حیران ہیں جیسی اس کی زندگی کے اقدامات پر حیران تھیں، اور کہا کہ اسکندر کے پاس اس کے رب کی طرف سے ایسی صلاحیت تھی کہ نہ اس کا کوئی دفاع کر سکتا تھا اور نہ اس سے بچ سکتا تھا۔ اور نویں نے کہا جانے والوں سے عبرت حاصل کرو اور پیچھے رہنے والوں میں مشغول نہ ہو اور دسویں نے کہا تم اسکندر اور اس کے راستے کو دیکھو اور جان لو کہ تم بھی اسی کے راستے پر چلنے والے اور اس کے نقش قدم پر جانے والے ہو۔

پھر اسکندر کے تابوت کو دار العوام لے جایا گیا تو سارے لوگ جمع ہو گئے تو کسی نے اسکندر کا تابوت دیکھ کر کہا یہ اسکندر ہے جس نے مخلوق پر حکمرانی کی اب خود قید ہو گیا ہے۔ اور دیگر حضرات نے کہا تم نیند کے خواب کو دیکھو کیسے ختم ہو گیا ہے اور بادلوں کے سایہ کو دیکھو کیسے چھٹ گیا ہے۔ اور ایک دوسرے آدمی نے کہا اسکندر ہم لوگوں کو نصیحت کرتے تھے لیکن اپنی اس خاموشی سے زیادہ مؤثر نصیحت انہوں نے کبھی نہیں کی۔ اور ایک اور حکیم نے کہا اس آدمی پر تعجب ہے جس سے گزشتہ روز بات کرنے کی جرأت کوئی نہ کر سکتا تھا اب وہ ایسا ہو گیا ہے کہ کسی کو اس کا خوف نہیں ہے۔ اور ایک اور دانا نے کہا جب اسکندر زندہ تھا تو اس کو ساری دنیا کافی نہ تھی اور مردہ ہے تو چند گز کی زمین کافی ہو گئی ہے اور ایک دانا نے کہا آپ ہمارے پاس سے بولتے ہوئے گئے تھے اور واپس خاموش آئے ہو۔ اور ایک دانا نے کہا آپ نے بہت لمبا سفر کیا لیکن اس سفر جیسا کوئی سفر نہیں کیا ہو گا اور ایک دانا نے کہا بہت سے لوگ آپ کے سکون کے حریص تھے لیکن آپ کسی جگہ رکتے ہی نہ تھے اور اب بہت سے لوگ آپ کی حرکت کرنے پر حریص ہیں لیکن آپ حرکت نہیں کر سکتے۔ اور ایک دانا نے کہا اسکندر گزشتہ روز اپنی رعایا کی وجہ سے غمزدہ اور فکر مند تھے اور آج ان کی رعایا ان کے لئے غمزدہ اور فکر مند ہے۔ اور ایک دانا نے کہا آج اس کے غم کے دن لوگ اس کے ساتھ شریک ہیں اور بہت لمبا عرصہ اپنی خوشی کے دنوں میں اسکندر لوگوں کے ساتھ شریک رہا اور اسکندر کے دربان نے کہا آج بغیر اجازت کے لوگ آپ کے پاس آ رہے ہیں جو اجازت مانگنے کی بھی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ اور اسکندر کی پہرہ داری کے نگران نے کہا جنہوں نے ساری زندگی آپ کی حفاظت کی ان پر تعجب

ہے کہ وہ موت سے آپ کی حفاظت کیوں نہیں کر سکے۔ اور اسکندر کے باورچی نے کہا آپ نے دسترخوان لگوائے، چمڑے بچھوائے اور محفلیں سجوائیں اور اب آپ کا ٹھکانہ مٹی ہے۔ اور اسکندر کے خزانچی نے کہا اے بادشاہ! آپ کے خزانے کے دخائر کس کو دوں اور آپ کے خزانے کی چابیاں کس کے حوالے کروں؟

اور ذوالقرنینؑ کی بیوی دارا کی بیٹی نے کہا میرا خیال نہیں تھا کہ دوسروں پر غالب آنے والا بھی مغلوب ہوگا اب میں یہ جان گئی ہوں اور ذوالقرنینؑ کے وزیر اور حکام کے سربراہ نے کہا یہ راستہ ہے جس پر آپ کو ضرور چلنا پڑے گا اور یہ مشروب آپ کو ضرور پینا پڑے گا۔ اور ذوالقرنینؑ کے کاتب نے کہا ہم دنیا میں داخل ہوئے تو جاہل تھے اور اس میں غافلوں کی طرح زندگی گزاری اور اس سے عنقریب دل گرفتہ نکل جائیں گے۔ پھر ذوالقرنینؑ کو ان کی آخری آرام گاہ لے جایا گیا اور وہاں دفن کیا گیا۔ اور ذوالقرنینؑ کا بیٹا ان کا قائم مقام بن گیا (واللہ تعالیٰ اعلم) ذوالقرنینؑ کے جو حالات ہم تک پہنچے تھے ہم نے ان میں سے قابل اعتماد روایات کا انتخاب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ توفیق کے مالک ہیں۔

دو شخصوں کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ اضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا رَّجُلَيۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ [سورۃ الکھف: ۳۲].

(ترجمہ) اور ان کو ان دو شخصوں کا حال بتایئے ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیئے تھے۔

مؤرخین کا ان دو آدمیوں کے بارے میں اختلاف ہے:

کلبیؒ سے روایت ہے کہ یہ دونوں قریشی تھے۔ ایک ابوسلمہ بن عبدالاسد تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت ام سلمہؓ کے خاوند تھے جب ابوسلمہؓ وفات پا گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہؓ سے نکاح کیا۔ ابوسلمہؓ مومن تھے اور دوسرا آدمی ان کے بھائی اسود بھی عبدالاسد تھے یہ کافر تھا اور اکثر مؤرخین نے کہا ہے کہ یہ دونوں آدمی بنی اسرائیل کے تھے ایک کا نام یھوذا تھا یہ مؤمن تھا اور دوسرے کا نام قرطوس تھا یہ کافر تھا اور بعض نے کہا ہے کہ مؤمن کا نام تملیخا اور کافر کا نام قرطوس تھا (واللہ تعالیٰ اعلم) ان دونوں کے والد وفات پا گئے تو ان کو والد سے بہت زیادہ مال وراثت میں ملا تو انہوں نے وہ مال آپس میں تقسیم کر لیا۔

کلبیؒ فرماتے ہیں ان کی میراث آٹھ ہزار دینار تھی اور ضحاکؒ فرماتے ہیں اسی ہزار دینار تھی۔ تو مؤمن نے اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کر دیا تو اس کے حالات سخت ہو گئے اور کنبہ زیادہ ہو گیا تھا اور کافر نے اپنا مال دنیا کی ضروریات میں خرچ کیا اور اس سے باغ اور باغیچے آباد کئے اور وہ بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ مالدار ہو گیا۔ جب مؤمن کے حالات سخت ہو گئے تو وہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاتے تھے اور نہ کسی سے کچھ مانگتے تھے تو ان کو کسی نے کہا آپ اپنے بھائی کے پاس جا کر اپنا حال بیان کرو تو کام بن جائے گا تو ان کی بیوی نے کہا آپ ان سے دینار اور درہم نہ مانگنا آپ ان سے صرف وہ چیز مانگنا جو آپ کا اور آپ کے گھر والوں کا پیٹ بھر دے تو وہ مؤمن اپنے بھائی کے پاس گئے تو اس کے ارد گرد لوگ جمع تھے جب مجمع کم ہوا تو وہ کافر بھائی کھڑا ہوا اور پوچھا آپ کون ہو؟ مؤمن نے کہا آپ کا فلاں بھائی۔ کافر نے پوچھا آپ کو کیا ضرورت ہے؟ تو مؤمن نے اپنا حال بیان کیا کافر بھائی نے پوچھا آپ نے اپنے مال کا کیا کیا؟ مؤمن بھائی نے کہا میں نے اسکو اپنے فاقہ کے دن کے لئے آگے بھیج دیا ہے۔ کافر بھائی نے کہا آج آپ جس حال پر ہو اس سے بڑھ کر کیا فاقہ ہوگا؟۔ مؤمن نے کہا کیوں نہیں۔ یہ اس دن کے فاقہ کے لئے ہے جس دن کوئی کسی چیز کا نفع نہ دے گا۔ کافر نے کہا تیرا ناس ہو۔ موت کے بعد کونسی خیر ہوگی پھر اس کافر نے مؤمن کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے باغات کا چکر لگایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ﴿﴾ وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿﴾ وَّ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا [سورة الكهف: ۳۴ تا ۳۶].

(ترجمہ) اور اس کو پھل مل گیا تو وہ اپنے ساتھی سے فخر کرتے ہوئے کہنے لگا میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور آبرو کے لوگ بھی زیادہ رکھتا ہوں۔ اور وہ اسی حالت میں اپنے آپ پر جرم قائم کرتے ہوئے باغ میں داخل ہوا کہنے لگا میرا خیال نہیں کہ یہ باغ کبھی تباہ ہوگا۔ اور میں خیال نہیں کرتا کہ قیامت آئے گی اور اگر میں کبھی اپنے رب کے پاس پہنچا دیا گیا تو وہاں پہنچ کر اس سے بہتر پاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کے پاس اس جنت سے جو آج میرے پاس ہے۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ [سورة الكهف: ۳۷] (اس کو دوسرے نے جواب کے طور پر کہا)۔

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا [سورة الكهف: ۳۹].

(ترجمہ) اگر تو مجھے اپنے مال اور اولاد سے کمتر دیکھتا ہے۔

فَعَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا [سورة الكهف: ۴۰].

(ترجمہ) تو امید ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطاء کرے اور تیرے باغ پر آسمان سے لُو کا ایک جھونکا بھیج دے پھر صبح کو صاف میدان میں رہ جائے۔ اس کی رونق سرسبزی اور پھلوں کے بعد مٹی ہونا۔

زَلَقًا [سورة الكهف: ۴۰] (صاف) جن میں نباتات نہیں ہوں گے۔

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا [سورة الكهف: ۴۱]

(ترجمہ) یا صبح کو اس کا پانی خشک ہوجائے پھر تو اس کو ڈھونڈ کر بھی نہ لا سکے۔ یعنی اگانے کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ [سورة الكهف: ۴۲].

(ترجمہ) اور اس شخص کے سامان تمول کو آفت نے گھیر لیا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ کافر نے اپنے مؤمن بھائی کو کہا کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ اپنا مال اس کے علاوہ کہیں نہ خرچ کرنا جہاں میں خرچ کر رہا ہوں، آپ ضائع ہوجاؤ گے اس وقت تو نے نہیں سنا اب میں تب تک آپ کو کچھ نہ دوں گا جب تک آپ میرے دین کی پیروی نہ کرلو۔ تو مؤمن غمگین و مایوس ہو کر واپس اپنے گھر والوں کے پاس آگئے، یہ مؤمن بھائی اپنے ساتھ ایک بورا لے گئے تھے تا کہ اپنے بھائی سے اس میں راشن لے جائیں تو واپسی پر مؤمن کا گزر ریت پر ہوا تو اپنے گھر والوں کے پاس خالی ہاتھ جاتے ہوئے شرم آئی تو آپ نے اپنا بورا ریت سے بھر لیا اور اس کو لے کر گھر چلے گئے اور وہ بورا رکھ کر شرم کے مارے باہر نکل گئے۔ ان کے چھوٹے بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے تو انہوں نے اپنی والدہ کو کہا اے اماں جان! ہمارے والد جو راشن لائے

ہیں اس میں سے ہمیں کچھ کھانا دے دیں تو ان کی والدہ نے جا کر دیکھا تو وہ بوری گھی اور شکر ملے ستو سے بھرا ہوا تھا تو انہوں نے بچوں کو کھانے کے لئے دیا انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور ہنسنے کھیلنے لگے تو ان کے والد نے ان کے رونے بلبلانے کے بعد اچانک ان کے ہنسنے کی آواز سنی تو وہ گھر آئے اور کہا تم یہ کیا کھا رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا آپ جو راشن لائے تھے ہم اسی میں سے کھا رہے ہیں تو مؤمن رونے لگے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے اور کہا یہ تمہارے رب کی رحمت اور اس کا رزق ہے۔ تم کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

یہاں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ مؤمن کو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائی اور دوسری معروف روایت میں یہ ہے کہ ان کے پاس پیغام آیا کہ آپ اپنے بھائی کے پاس جاؤ۔ عنقریب آپ وہ دیکھو گے جو آپ چاہتے ہو وہ واپس گئے تو دیکھا کہ بھائی کے باغ کا پانی خشک ہو چکا ہے اور اس کے پھل تباہ ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا [سورۃ الکھف: ۴۲]۔

(ترجمہ) پھر وہ اس مال پر جو اس باغ میں لگایا تھا ہاتھ ملتا رہ گیا۔

اور قیامت کے دن کہے گا: يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّىْٓ اَحَدًا [سورۃ الکھف: ۴۲]۔

(ترجمہ) کیا خوب ہوتا اگر میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بناتا۔

پھر وہ کافر چند دن ہی زندہ رہا اور اپنے باغ کے غم میں مر گیا اور اس کا مؤمن بھائی اس کے سارے مال کا مالک ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [سورۃ الکھف: ۴۳]۔

(ترجمہ) اور اس کی کوئی جماعت نہیں تھی جو اللہ کے سوا اس کی مدد کرتی۔

جو بجلی کی کڑک کو اس کے باغ سے روک سکتی ہے اور نہ ہی وہ آخرت میں اس کو عذاب سے بچا سکے گی اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکتا تھا کہ اس سے بچ سکتا، پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مؤمن کو جنت میں اور کافر کو جہنم میں داخل کر دیں گے تو مؤمن اپنے دوستوں کو کہے گا میرا ایک بھائی تھا۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ٥ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّىْ كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ ٥ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ [سورۃ صافات: ۵۰ تا ۵۲]

(ترجمہ) پھر وہ (جنتی) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ ان میں سے ایک کہے گا میرا ایک ساتھی تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ کیا تو یقین کرتا ہے۔ موت کے بعد دوبارہ اٹھنے اور حساب پر۔

تو مؤمن کو کہا جائے گا کیا آپ اپنے بھائی کو ملنا چاہتے ہو؟ وہ کہے گا جی ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ آگ کو وحی کریں گے کہ اس کے بھائی کو ظاہر کر دو تا کہ یہ اس کو دیکھ لیں اور مؤمن کو کہا جائے گا آپ جھانکو تو وہ اپنے ساتھیوں سے کہے گا:

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ [صافات:۵۴] ((پھر وہ جنتی) کہے گا کیا تم (اس کو) جھانک کے دیکھو گے؟) تو وہ بھی اس مؤمن کے ساتھ جھانک کر اس کے بھائی کو دیکھیں گے: فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ [سورۃ صافات:۵۵] (تو اس کو جہنم کے درمیان میں دیکھے گا)۔

یعنی جہنم کے درمیان تو کافر بھائی مؤمن کو دیکھ کر رونے لگے گا تو مؤمن اس کو کہے گا:

تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ o وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ [سورۃ صافات:۵۶،۵۷].

(خدا کی قسم تو تو مجھے بھی گڑھے میں ڈالنے لگا تھا۔ اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی پکڑے ہوئے لوگوں میں سے ہوتا۔

(کیونکہ اس نے مجھے ایمان کی نعمت سے نوازا)۔ آپ کے ساتھ جہنم میں۔ پھر اپنے ساتھیوں کو کہے گا:

اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ o اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ o اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ [سورۃ صافات:۵۸ تا ۶۱].

(ترجمہ) پس کیا اب ہم نہیں مریں گے۔ پہلی بار مرچکنے کے سوا اور نہ ہمیں تکلیف پہنچے گی۔ بے شک یہ بڑی کامیابی ہے۔ ایسی چیزوں کیلئے محنت کرنے والوں کو محنت کرنی چاہیے۔

برصیصا عابد کا ذکر

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بنی اسرائیل کا ایک عابد تھا جس کو برصیصا کہا جاتا تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ان کا نام برسیسا (سین کے ساتھ) تھا انہوں نے اپنے عبادت خانہ میں ستر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی تھی ان کی عبادت نے ابلیس کو تھکا دیا تھا۔ تو ابلیس نے اپنے لشکروں کو جمع کیا اور ان کو کہا کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی ایسی ترکیب ہے جس سے وہ مجھے برصیصا کے معاملہ سے کافی ہوجائے تو ایک شیطان کھڑا ہوا جس کو ابیض کہا جاتا تھا، یہ شیطان انبیاء علیہم السلام کو وسوسہ ڈالتا تھا اس نے ابلیس کو کہا میں ان کی طرف سے آپ کو کافی ہوجاؤں گا تو اس نے راہبوں جیسا بھیس بدلا اور برصیصا کے عبادت خانہ تک پہنچ گیا اور آواز دی تو برصیصا نے کوئی جواب نہیں دیا اور برصیصا دس دن میں صرف ایک مرتبہ اپنی نماز سے فارغ ہوتے تھے اور دس دن میں صرف ایک مرتبہ افطار کرتے تھے تو شیطان برصیصا کے عبادت خانہ کے باہر نماز پڑھنا شروع ہوگیا، برصیصا نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا وہ راہبوں کی طرح کھڑا ہوکر نماز پڑھ رہا ہے تو اس کو آواز دے کر کہا جب آپ نے مجھے پکارا تھا تو میں نماز میں مشغول تھا آپ کو کیا ضرورت ہے؟ شیطان نے کہا میں آپ کی صحبت حاصل کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ سے استفادہ کروں اور آپ کے ساتھ عبادت کروں اور آپ میرے لئے دعا کریں اور میں آپ کے لئے دعا کروں۔ برصیصا نے کہا میں اپنے کام میں مشغول رہتا ہوں اگر آپ مؤمن ہو تو میری دعا قبول ہوئی تو تمام مومنوں کے ساتھ آپ کو بھی لاحق ہوجاتی ہے اور برصیصا اس کو چھوڑ کر نماز میں متوجہ ہوگئے تو شیطان بھی نماز میں مشغول ہوگیا۔ برصیصا جب بھی اس کو دیکھتے وہ نماز میں مشغول ہوتا یہاں تک کہ چالیس دن گزر گئے جب برصیصا نے اس کا سخت مجاہدہ اور عبادت دیکھی اس کو آواز دی اور کہا آپ کو کیا حاجت ہے؟ شیطان نے کہا آپ مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دیں تو برصیصا نے اجازت دے دی، شیطان ان کے ساتھ ایک سال رہا، ان کے ساتھ عبادت کرتا اور چالیس دن بعد اپنی نماز سے فارغ ہوتا اور چالیس دن بعد صرف ایک ہی دن افطار کرتا تھا اور کبھی اس سے زیادہ بھی کر جاتا تھا۔ جب برصیصا نے یہ دیکھا تو ان کو اپنی عبادت کم محسوس ہونے لگی جب سال مکمل ہوگیا تو شیطان نے برصیصا کو کہا میں جارہا ہوں اور آپ کے علاوہ بھی میرا ایک ساتھی ہے جو آپ سے زیادہ مجاہدہ کرنے والا اور ہمیشہ عبادت کرنے والا ہے تو شیطان برصیصا کو الوداع کہہ کر جانے لگا تو برصیصا کو کہا میں آپ کو ایک فائدہ دیتا ہوں وہ میرے پاس ایک دعا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ سے کرے گا اللہ تعالیٰ اس دعا سے مریضوں کو شفا

دیں گے۔ پھر شیطان نے برصیصا کو وہ کلمات سکھائے اور چلا گیا۔ تو ابلیس کے پاس آیا اور کہا میں نے اس آدمی کو تباہ کر دیا ہے پھر ابیض گیا اور برصیصا کے عبادت خانہ کے قریب شہر میں ایک آدمی کے بیٹے کو چمٹ گیا اور اس کا گلا گھونٹ دیا پھر ایک طبیب کی صورت میں ان لوگوں کے سامنے آ گیا اور ان لوگوں کو کہا کہ تمہارے اس بیٹے کو جنون ہے تو کئی دن اس کا علاج کیا پھر ان لوگوں کو کہا جس شیطان نے اس کا گلا گھونٹا ہے میں اس کو ہٹانے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن میں تمہاری راہنمائی ایک ایسے آدمی کی طرف کرتا ہوں جس کی دعا سے اللہ تعالیٰ اس کو شفا دے دیں گے پھر کہا تم لوگ برصیصا عابد کے پاس چلے جاؤ کیونکہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے تو وہ لوگ اس لڑکے کو لے کر برصیصا کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ ان کے مریض کے لئے دعا کریں تو برصیصا نے ابیض کے سکھائے ہوئے کلمات پڑھ کر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس مریض کو شفا دے دی۔

پھر ابیض دوسرے لڑکے کے پاس گیا اور اس کے گھر والوں کو برصیصا کی راہ دکھائی یہاں تک کے بہت سے لوگوں کے ساتھ یہی معاملہ کیا وہ برصیصا کے پاس آتے اور برصیصا ان کے مریض کے لئے دعا کرتے تو وہ ٹھیک ہو جاتے پھر ابیض بادشاہ کی بیٹی کے پاس گیا اور اس کا گلا گھونٹ دیا وہ ساری قوم میں سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی تھی اس کے تین بھائی تھے، تینوں بادشاہ تھے اور اس کا والد شہر کا بادشاہ تھا پھر ابیض بادشاہ کے پاس طبیب کی صورت میں گیا اور چند دن اس کا علاج کیا پھر ان کو کہا کہ جس شیطان نے اس کا گلا گھونٹا ہے وہ سرکش ہے، مجھ میں اس سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے اور ان کو برصیصا کی طرف راہنمائی کی تاکہ وہ اس لڑکی کے لئے دعا کرے۔

بادشاہ وغیرہ نے کہا وہ اس بات کو کیسے قبول کریں گے۔ ابیض نے کہا تم اس لڑکی کو اٹھا کر برصیصا کے پاس لے جاؤ، اگر وہ دعا کرنا قبول کر لیں تو ٹھیک۔ ورنہ تم برصیصا کے عبادت خانہ کے ساتھ ایک عبادت خانہ بنا کر اس لڑکی کو وہیں چھوڑ دینا اور برصیصا کو کہنا یہ آپ کے پاس امانت ہے، اس کو جو تکلیف ہے آپ دیکھ ہی رہے ہو، آپ اس کے بارے میں غور و فکر کرو اور تم واپس آجانا کیونکہ برصیصا جب اس لڑکی کو مصیبت میں دیکھیں گے تو اس پر شفقت کرتے ہوئے اس کے لئے دعا کریں گے تو وہ لوگ اس لڑکی کو برصیصا کے پاس لائے اور برصیصا سے کہا کہ وہ اس لڑکی کو قبول کر کے اپنے پاس رہنے دیں اور اس کے لئے دعا کرتے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس لڑکی کو شفا دے دیں اور اس کا شیطان چلا جائے۔ تو برصیصا نے انکار کر دیا تو ان لوگوں نے برصیصا کے عبادت خانہ کے پاس عبادت خانہ بنایا اور اس لڑکی کو اس میں رکھ دیا اور برصیصا کو کہا یہ ہماری بہن ہے اس پر شیطان مسلط ہے، یہ آپ کے پاس امانت ہے آپ اس کی دیکھ بھال کرنا اور وہ لوگ چلے گئے اور لڑکی کو چھوڑ گئے اور شیطان آیا اور لڑکی کا گلا گھونٹا تو برصیصا کو اس پر رحم آ گیا اور اپنی نماز چھوڑ کر اس کے لئے دعا کی تو اس کو افاقہ ہوا اور شیطان چلا گیا اور برصیصا واپس اپنی نماز میں مشغول ہو گئے پھر شیطان آیا اور اس لڑکی کا گلا گھونٹ دیا تو برصیصا نے نماز چھوڑ کر اس کے لئے دعا کی یہاں تک کہ اس لڑکی کو افاقہ ہو گیا تو شیطان اس لڑکی کے ساتھ ایسا

ہی کرتا رہا اور اس لڑکی کے بھائی مختلف اوقات میں لڑکی کے پاس آتے تھے اور لڑکی کا حال پوچھنے کے لئے بھی لوگ بھیجتے رہتے تھے پھر شیطان اندر داخل ہوا اور اس لڑکی کا کپڑا ہٹادیا تو برصیصا نے ایسا کامل حسن و جمال نہیں دیکھا تھا تو شیطان نے برصیصا کے دل میں وسوسہ ڈال دیا اور کہا تیرا ناس ہو تجھے اس جیسا حسن و جمال کب ملے گا اور اس جیسی تنہائی کب ملے گی، آپ اس سے ہمبستری کرلو پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلینا تو شیطان یہ وسوسہ ڈالتا رہا یہاں تک کہ برصیصا نے اس لڑکی سے جماع کرلیا پھر برصیصا اس لڑکی کے پاس جاتے رہے یہاں تک کہ وہ حاملہ ہوگئی اور اس کا حمل ظاہر ہوگیا تو اس وقت برصیصا کے پاس شیطان آیا اور کہا آپ نے یہ کیا کرلیا؟ آپ نے تو اس کو رسوا کردیا ہے اب اس کو قتل کر کے ایک گناہ کرلو اور اس کو دفن کر کے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلینا جب اس کے گھر والے آئیں تو ان کو کہنا کہ شیطان آیا تھا اور اس لڑکی کو لے گیا میں اپنی نماز میں مشغول تھا، میں اس کو بچا نہیں سکا تو برصیصا نے اس لڑکی کو قتل کر کے اس کی لاش اٹھا کر وہاں موجود ایک پہاڑ کے پاس دفن کردی تو شیطان آیا اور اس کے کپڑے کا پلو پکڑلیا اور وہ قبر سے باہر رہ گیا اور برصیصا اپنے عبادت خانہ میں واپس آگیا پھر اس لڑکی کے بھائی حسب عادت آئے تو لڑکی موجود نہیں تھی تو کہنے لگے اے برصیصا! ہماری بہن کہاں ہے؟ برصیصا نے کہا اس کا شیطان آیا اور اس کو لے گیا میں اس کو نہیں بچا سکا تو ان لوگوں نے برصیصا کی تصدیق کی اور غمزدہ ہوکر واپس چلے گئے تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا تم نے اس کی تصدیق کردی ہے حالانکہ اس نے جھوٹ بولا ہے، اس نے تمہاری بہن کے ساتھ غلط کام کیا اور جب رسوائی کا خوف ہوا تو اس کو قتل کر کے فلاں جگہ دفن کردیا تو شیطان ان لوگوں کو اس گڑھے کے پاس لایا اور ان کو دکھایا تو انہوں نے قبر کھودی تو اپنی مقتولہ بہن کو دیکھا۔ یہ دیکھتے ہی وہ اور لوگوں کے ساتھ کلہاڑیاں وغیرہ لے کر برصیصا کی طرف روانہ ہوگئے اور اس کا عبادت خانہ گرادیا اور اس کو پکڑ کر مشکیں کس دیں اور اس کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے اس نے برصیصا کو سزا دلوائی تو برصیصا نے اقرار کرلیا تو بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور برصیصا کو قتل کے لئے لکڑی پر لٹکا دیا گیا تو ابیض شیطان آیا اور برصیصا کو کہا اے برصیصا! کیا آپ مجھے پہچانتے ہو؟ برصیصا نے کہا نہیں۔ ابیض نے کہا میں آپ کا وہ ساتھی ہوں جس نے آپ کو دعائیہ کلمات سکھائے تھے اور آپ کی دعا قبول ہوتی تھی پھر آپ نے وہ کام کیا جو آپ کو پتہ ہے، پھر اس کے ساتھ آپ نے خود گناہ کا اقرار کرلیا اور خود بھی رسوا ہوئے اور راہبوں کو بھی رسوا کیا، اگر آپ اسی طرح قتل ہوگئے تو راہبوں میں سے کوئی اس کے بعد کامیاب نہ ہوسکے گا۔ برصیصا نے پوچھا میں کیا کروں؟ ابیض نے کہا آپ میری ایک بات میں اطاعت کرلو، اس میں آپ کی نجات ہے۔ برصیصا نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ابیض نے کہا مجھے ایک سجدہ کردو میں اس مصیبت سے آپ کو نجات دلاؤں گا تو برصیصا نے اس کو سجدہ کیا اور ان کو اس ابیض کی نحوست نے گھیر لیا اور اللہ تعالیٰ نے برصیصا کی معرفت چھین لی اور وہ کافر ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ [سورة الحشر: ١٦]

(ترجمہ) جیسے شیطان کا قصہ ہے جب وہ انسان سے کہتا ہے تو کافر ہو جا پس جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو (صاف) کہہ دیتا ہے میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

یعنی شیطان نے کہا آپ نے تو کفر اختیار کرلیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ میں تجھے بچا کر برا کام کروں گا۔ میں ایسا کام نہیں کرسکتا تو ان دونوں یعنی شیطان اور برصیصا کا انجام جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ظالموں کا بدلہ ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں برصیصا کے بعد راہبوں کی حالت یہ ہوگئی کہ وہ چھپتے پھرتے تھے، لوگوں کے سامنے ظاہر ہونے کی ہمت نہ کرسکتے تھے یہاں تک کہ جریج راہب کا معاملہ پیش آیا تو اس کے بعد راہب ظاہر ہونے لگ گئے۔

جریج راہب ؒ کا ذکر

ابن عباسؓ اور دیگر حضرات فرماتے ہیں ان سب کی کلام کا حاصل یہ ہے کہ جریج راہب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان زمانہ فترت میں تھے۔ جریج نوجوان، عقلمند عالم تھے یہ تیرہ سال کی عمر سے رہبانیت کی طرف مائل ہو گئے تھے، بیس سال اسی طرح رہے یہاں تک کہ اپنے مجاہدہ اور دنیا سے بے رغبتی میں تمام راہبوں سے بڑھ گئے اور ان کی والدہ بھی عبادت میں انہی جیسی تھیں اور ان کی والدہ ہی ان کا کھانا پینا لاتی تھیں۔ ایک دن سخت سردی اور بارش والی رات میں جریج کی والدہ آئیں اور جریج کو آواز دی تو جریج نے آنے میں دیر کردی حتی کہ اس کے پاؤں ورما گئے اور جریج اپنی نماز میں مشغول تھے اور دل میں کہتے یہ میری نماز ہے اور یہ میری والدہ ہیں اور نماز کو ترجیح دیتے۔ اور میں نے بعض کتب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان دیکھا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا اگر جریج فقیہ ہوتے تو جان لیتے کہ ان کی والدہ کا حق ان کی نماز سے زیادہ تھا جب ان کی والدہ کافی دیر ٹھہرنے کی وجہ سے تنگدل ہوگئیں اور جریج نے دروازہ نہ کھولا تو والدہ نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے بدکار فاجر عورتیں دکھائے اور واپس چلی گئیں۔ برصیصا کے زمانہ میں بدکار لوگ راہبوں پر جرأت کرتے تھے اور ان کو تکلیفیں دیتے تھے اور ان کے بارے میں ہر بری بات کہتے تھے اور ان کو چھیڑتے تھے اور جریج کی فضیلت اور مجاہدہ اور لوگوں کی ان سے محبت دیکھ کر بدکار لوگ سیخ پا ہوتے تھے تو انہوں نے ایک بدکار عورت کو بلایا اور اس کو کہا کہ جو وہ کہہ رہے ہیں وہ کرلے تو منہ مانگا انعام دیں گے۔ اس عورت نے کہا وہ کیا ہے؟ بدکار لوگوں نے کہا تو رات کو جریج کے عبادت خانہ میں جا اور دروازہ کھٹکھٹا وہ پوچھیں گے تو کون ہے تو کہنا میں ایک کمزور عورت ہوں دور کی جگہ سے آئی ہوں رات ہوگئی ہے اور مجھے اپنی جان کا خوف ہے آپ مجھے اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں پھر وہ لوگ اس عورت کو جریج کے عبادت خانہ تک لے گئے اور خود وہاں سے ہٹ گئے تو اس عورت نے ویسا کیا جو انہوں نے بتایا تھا تو جریج نے اس عورت کے لئے دروازہ کھول دیا، وہ بہت خوبصورت عورت تھی، اس نے اپنا آپ جریج کو پیش کیا اور کہنے لگی میں نے کبھی خود کسی پر لالچ نہیں کی لیکن آپ کو اس کا حقدار دیکھتی ہوں تو اپنا نفس آپ کو پیش کردیا ہے۔ جریج نے کہا میں خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتا اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے تو شیطان جریج کے پاس آیا اور دل میں وسوسہ ڈالا اور خوب دھوکہ دیا تو جریج زنا کے لئے کھڑے ہوئے تو جہنم کی یاد آگئی تو جریج نے کہا اگر میں یہاں آگ پر صبر کرگیا تو آپ جو چاہتی ہو وہ کرلوں گا۔ جریج کے پاس آگ بھڑک رہی تھی سردیوں کا زمانہ تھا تو جریج نے آگ کے قریب ہوکر اپنی انگلی

اس پر رکھ دی جب آگ نے انگلی جلائی تو ان کی شہوت ختم ہوگئی تو جریج نماز کے لئے کھڑے ہوگئے پھر شیطان آیا اور دوسری مرتبہ وسوسہ ڈالا یہاں تک کہ جریج اس عورت کے قریب ہوگئے پھر ان کو آگ کا ڈر ہوا تو پہلے جیسا معاملہ کیا تو صبح تک اسی طرح کرتے رہے جب صبح ہوئی تو جریج نے عورت کے باہر نکلنے کے لئے دروازہ کھولا تو دیکھا بدکار لوگوں کی ایک جماعت نے ان کے عبادت خانہ کا احاطہ کیا ہوا ہے تو وہ بدکار اس عورت کو کہنے لگے ہمیں اپنا واقعہ بتا عورت نے کہا کیا بتاؤں؟ ان لوگوں نے کہا جو کچھ ہوا ہے تو عورت نے کہا میں اس آدمی کے ساتھ اتنے عرصہ سے عبادت خانہ میں تھی اور اس نے مجھے حاملہ کردیا ہے اور میری ولادت کا وقت قریب ہے اور یہ بچہ کے نسب کا انکار کرتا ہے لیکن حقیقی بات وہی ہے جو میں تمہیں کہہ رہی ہوں۔ تو ان لوگوں نے جریج کی گردن میں رسی ڈالی اور ان کو بادشاہ کے پاس لے گئے تو بادشاہ نے بدکار عورتوں کو حکم دیا وہ جریج کے راستہ پر کھڑی ہوگئیں اور ان کو کہنے لگیں اے جریج! تجھے کیا ہوگیا کہ تو عبادت خانہ میں داخل ہوگیا حالانکہ تو نے جو کچھ کیا تو ایسے ہی کام کرنا چاہتا ہے تو ہمارے ساتھ کیوں نہیں کرتا اور بادشاہ نے جریج کو سولی پر چڑھانے کا حکم دیا تو جریج کی والدہ آئیں اور کہا اے میرے بیٹے! میں جانتی ہوں کہ آپ نے زنا نہیں کیا آپ پر یہ مصیبت میری بددعا کی وجہ سے آئی ہے اور جریج کی والدہ ان لوگوں کے درمیان نیکی میں مشہور و معروف تھیں۔ وہ بادشاہ کے پاس گئیں تو بادشاہ نے ان کے بیٹے کی تعزیت کی تو جریج کی والدہ نے کہا اے بادشاہ! آپ جلدی نہ کریں میرا بیٹا بری ہے اور میرے پاس اس کی براءت پر دلیل ہے۔ بادشاہ نے پوچھا آپ کی براءت اور دلیل کیا ہے؟ جریج کی والدہ نے کہا آپ اس عورت کو بلوائیں، اس عورت کو بلوایا گیا تو جریج کی والدہ نے اس کو کہا تیرا ناس ہو، مجھ سے سچ بول۔ عورت نے کہا میں سچی ہوں تو جریج کی والدہ نے اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر دعا کی اے اللہ! آپ ہر سرگوشی میں حاضر ہیں اور ہر کلام کے مضمون کو جاننے والے ہیں اور پوشیدہ رازوں پر مطلع ہیں اور آپ جب کسی چیز کو کہتے ہیں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے اور مخلوق آپ کو محتاج نہیں کرسکتی اور نہ کوئی چیز آپ کو عاجز کرسکتی ہے اور آپ اپنے اولیاء کو نجات دینے والے ہیں اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والے ہیں۔ اے اللہ! آپ سچوں کا سچ اور جھوٹوں کا جھوٹ واضح کردیں۔ پھر جریج کی والدہ نے اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہا اے پیٹ والے! تو بچے نے ماں کے پیٹ سے جواب دیا میں حاضر ہوں۔ سارے لوگوں نے جواب سنا جریج کی والدہ نے پوچھا تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے کہا فلاں چرواہا جو فلاں قوم کا غلام ہے۔ جریج کی والدہ نے تین مرتبہ یہی بات پوچھی تو بادشاہ اور تمام لوگوں نے یہ جواب سن لیا اور تعجب کرنے لگے اور بادشاہ نے جریج کو چھوڑ دیا اور اس عورت کا بچہ تین دن بعد پیدا ہوا تو بدکار لوگ بادشاہ کے پاس جمع ہوئے اور جریج کے بارے میں بدگوئی کرنے لگے اور بعض نے عورت کے پیٹ سے کلام سننے کا انکار کردیا۔ جریج کی والدہ مریضہ تھیں، انہوں نے ان لوگوں کے جمع ہونے کے بارے میں سنا تو بادشاہ کے پاس گئیں اور کہا اے بادشاہ! جس ذات نے اس بچہ کو ماں کے پیٹ میں بولنے

کی طاقت دی ہے وہ اس پر قادر ہے کہ پیٹ سے باہر بھی اس کو بولنے کی طاقت دیدے تو آپ عورت اور اس کے بچے کو بلوائیں تو عورت اور اس کے بچے کو بلوایا گیا تو جریج کی والدہ بچے کے قریب گئیں اور کہا اے بچے تیرا والد کون ہے؟ اس نے کہا فلاں چرواہا جو فلاں قوم کا غلام ہے تو بچے نے اتنی بلند آواز سے جواب دیا کہ ساری قوم نے اس کی بات سن لی اور جریج نجات پا گئے اور اللہ تعالیٰ نے جریج کی وجہ سے راہبوں کو بدکار لوگوں کے ہاتھوں سے نجات دے دی۔

مصنفؒ فرماتے ہیں جریج کے بارے میں ایک دوسری روایت بھی ہے وہ یہ ہے کہ شہر والوں کا ایک چرواہا تھا جو شہر والوں کی بکریاں جریج کے عبادت خانہ کے قریب چراتا تھا اور جب جریج کی والدہ نے اس کے لئے بددعا کی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جریج کو آزمائش میں مبتلا کیا، وہ اس طرح کہ شہر میں ایک بدکار عورت تھی وہ اس چرواہے کے پاس آکر رات گزارتی تھی جب وہ حاملہ ہوگئی تو چرواہے نے کہا میں لوگوں کو کیا کہوں؟ اس نے کہ تو کہنا میں جریج کی وجہ سے حاملہ ہوئی ہوں کیونکہ جریج نے اس چرواہے کو اس عورت سے ملاپ اور عورت کو چرواہے کے پاس آنے سے روک دیا تھا۔ اسی وجہ سے جب اس عورت کا بچہ پیدا ہوا اس نے کہا میرا یہ بچہ جریج سے ہے تو بادشاہ نے جریج کو سولی دینے کا حکم دیا اور جب جریج کے راستے میں بدکار عورتوں کے چہرے ظاہر ہوئے تو ان کو والدہ کی بددعا یاد آئی تو ہنسنے لگے بادشاہ نے پوچھا آپ کیوں ہنس رہے ہو؟ تو جریج نے بادشاہ کو اپنی بددعا کے بارے میں بتایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آزمائش میں مبتلا کیا ہے پھر جریج نے کہا اس عورت کو بلواؤ اس عورت کو بلوایا گیا، اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا تو جریج نے کہا اے بابوس! تیرا والد کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو بولنے کی طاقت دی اس نے کہا فلاں چرواہا۔ جریج نے تین مرتبہ یہ سوال کیا اور لوگوں نے سن لیا تو تعجب کرنے لگے اور جریج کو چھوڑ دیا (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

قوم سبأ کا واقعہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَّ شِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُورٌ[سورۃ السبا:۱۵].

(ترجمہ) بے شک قوم سبا کیلئے ان کی بستی میں نشانیاں تھیں باغ کی دو قطاریں دائیں اور بائیں، اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر کرو شہر پاکیزہ ہے اور پروردگار بخشنے والا ہے۔

لفظ سبأ کے بارے میں اختلاف ہے: بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ شہر کا نام ہے۔

اور اکثر مؤرخین نے فرمایا ہے کہ سبأ ان کے جد امجد کا نام تھا ان کا نام سبأ بن یعرب بن قحطان تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ سبأ یشجب بن یعرب تھا اور ان کے شہر کا نام مأرب تھا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ ان کے شہر کا نام ان کے جد امجد کے نام پر ہو جیسا کہ مدین شعیبؑ کے دادا کا نام تھا۔ ان کا نام مدین بن ابراہیم تھا پھر ان کے نام پر شہر کا نام رکھ دیا گیا اور شہر کو مدین کہا جانے لگا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تھا اور بعض نے کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھا اور صحیح یہ ہے کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تھے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان کا علاقہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی میں تھا جو وادی کے اوپر سے نیچے اٹھارہ میل پر تھا اور یہ وادی یمن کا حصہ تھی اور یہ بہت سرسبز اور پاکیزہ جگہ تھی اور اس میں درخت، پھل اور فصلیں کثرت سے تھیں۔ یہ وادی درختوں میں گھری ہوی تھی اور اس کا پانی دونوں پہاڑوں سے آتا تھا اور وادی کے دائیں بائیں گھنے باغات تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَّ شِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُورٌ[السبا:۱۵].

(ترجمہ) بستی میں نشانیاں تھیں باغ کی دو قطاریں دائیں اور بائیں، اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر کرو شہر پاکیزہ ہے اور پروردگار بخشنے والا ہے۔

تو کوئی عورت اپنے گھر سے نکلتی اور اپنا ٹوکرا سر پر رکھتی اور ان پھلدار درختوں کے درمیان چلتی اور جب گھر واپس آتی تو کوئی پھل توڑے بغیر درختوں کے گرنے والے پھلوں سے اس کا ٹوکرا بھر جاتا تھا اور وادی کے اوپر سے پہاڑ میں سے ایک چشمہ نکلتا تھا، یہ لوگ اسی کا پانی پیتے تھے اور ان لوگوں نے دو پہاڑوں کے درمیان ایک

بند(ڈیم) بنا دیا تھا جس میں اس چشمہ اور تمام سیلابوں کا پانی جمع ہو جاتا تھا ان لوگوں نے اس بند (ڈیم) کے تین دروازے بنائے تھے ایک اوپر، ایک درمیان اور ایک نیچے۔ جب پانی کی جگہ بھر جاتی تو وہ لوگ پانی کے اوپر والا دروازہ کھول دیتے تھے جب پانی کم ہو جاتا تو درمیان کا دروازہ کھول دیتے تھے اور جب پانی مزید کم ہوتا تو نچلا دروازہ کھول دیتے تھے اور ان لوگوں نے اس ڈیم کی حفاظت کے لئے پہرہ دار مقرر کر رکھے تھے تاکہ کوئی تخریب کار ان کو نقصان نہ پہنچا سکے اور کاہنوں نے ان کو خبردار کیا تھا کہ ان کی وادی اور باغات کی ہلاکت ان کے پانی کے سیلاب کی وجہ سے ہوگی، یہ پانی ان پر بہہ پڑے گا تو وہ لوگ ہمیشہ خیر اور اچھی حالت پر ہی رہے یہاں تک کہ انہوں نے تکبر اور کفر اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نعمت چھین لی۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان کے باغ کی خیر یہ تھی کہ سردیاں گرمیاں اس کے پھل ختم نہ ہوتے تھے اور ان کے پھلوں کو سردی اور گرمی نہ لگتی تھی ان کے شہر کی پاکیزہ اور معتدل آب و ہوا کی وجہ سے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ[سورة السبا:۱۵].

(ترجمہ) شہر پاکیزہ ہے اور پروردگار بخشنے والا ہے۔

جب ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے منہ موڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا:

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ[سورة السبا:۱۶].

(ترجمہ) پھر انہوں نے نافرمانی کی پھر ہم نے ان پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا اور ہم نے ان کے دو رویہ باغوں کے بدلہ میں دو باغ دیئے جن میں دو چیزیں رہ گئیں بدمزہ پھل اور جھاؤ اور کچھ تھوڑے سے بیر۔

اور عرم اہل لغت کے مطابق مسناة (کاریز) کو کہتے ہیں، یہ رکاوٹ (وادی کے پشتے) ہوتے ہیں جو پانی روکنے کے لئے پانی کے آگے لگائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس ڈیم پر چوہے مسلط کر دیئے جنہوں نے اس میں سوراخ کر دیئے۔

اور بعض روایات میں نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ڈیم پر ایک ہی چوہا مسلط کر دیا تھا جس کے لوہے کے پنجے اور دانت تھے، بلی اس کے قریب نہ جاسکتی تھی، اس چوہے نے ڈیم کو نقب لگایا اور پانی بہنے لگا اور پانی نے ان کی وادی، باغات اور سب کچھ تباہ و برباد کر دیا اور ان کے سارے مویشی بہا گیا اور ان کی انگور کی بیلیں اور درخت جڑ سے اکھاڑ دیئے یہ سارا واقعہ آدھی رات کو اس وقت پیش آیا جب آنکھیں پرسکون ہو چکی تھیں اور کوئی کچھ نہ کر سکا اور اکثر لوگ تتر بتر ہو گئے پھر ان کے نبی نے ان کو دعوت دی اور ان کو وعظ و نصیحت کی اور ان کو فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے ساتھ کیا تم دیکھ چکے ہو تم ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تاکہ تمہارا جو کچھ ہلاک ہو چکا ہے وہ اللہ تعالیٰ تمہیں واپس لوٹا دیں تو لوگوں نے کہا اگر آپ ہماری کھوئی ہوئی حالت واپس لوٹا دیں

تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے باغات کی جگہ جھاؤ، بیری، پیلو کے جھنڈ اور دیگر بے فائدہ درخت اگا دیئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ [سورۃ السبا:۱۶]

(ترجمہ) اور ہم نے ان کے دوروبہ باغوں کے بدلہ میں دو باغ دیئے جن میں دو چیزیں رہ گئیں بدمزہ پھل اور جھاؤ اور کچھ تھوڑے سے بیر۔

تو اللہ تعالیٰ کے نبی نے ان کو اس بات کی ضمانت دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے باغات واپس لوٹا دیئے اور کہا جاتا ہے کہ ہلاک شدہ باغات تو واپس نہیں کئے گئے تھے لیکن اس کے بعد بہت سی بستیاں اور بہت سا سامان ان کو دیا گیا۔

جیسا کہ باری تعالیٰ نے ذکر کیا ہے: وَ جَعَلْنَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ الْقُرَی الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا قُرًی ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیْنَ [سورۃ السبا:۱۸].

(ترجمہ) اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے اور ہم نے ان دیہاتوں کے درمیان منزلیں مقرر کر دی تھیں ان میں راتوں اور دنوں کو امن سے چلو۔

یعنی ان کے اور شام کے درمیان بستیاں اور جائیدادیں اور پھلدار درخت آباد کر دیئے تو ان کی عورتیں اپنے شہر سے شام کے لئے سفر کرتیں تو ان میں سے کسی کو سواری اور سامان سفر کی ضرورت نہ پڑتی تھی اور نہ کسی قسم کا خوف ہوتا تھا، وہ آسانی سے شام پہنچ کر اپنی ضرورت پوری کرتیں اور گھر واپس آجاتیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَّ قَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیْنَ [سورۃ السبا:۱۸].

(ترجمہ) اور ہم نے ان دیہاتوں کے درمیان منزلیں مقرر کر دی تھیں ان میں راتوں اور دنوں کو امن سے چلو۔

جب ان لوگوں نے یہ کیا تو ان کے انبیاء علیہم السلام نے ان کو فرمایا تم ان نبی پر ایمان لے آؤ۔ تو وہ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے ہماری تباہ شدہ جائیدادیں واپس نہیں کیں ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر مالدار فقراء سے حسد کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ ان کی منزلوں کو دور کر دیں تا کہ شام کی تجارت کے لئے وہی جاسکے جس کے پاس مال ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا وَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ [سورۃ السبا:۱۹].

(ترجمہ) پھر انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہماری منزلوں کو دور دور کر دے اور انہوں نے اپنا برا کیا تھا تو ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا اور ان کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کیلئے عبرت کی باتیں ہیں

جب یہ آیت دعا کے طور پر پڑھی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کے اور شام کے درمیان موجود بستیاں ویران کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ [سورۃ السبا: ۱۹].

(ترجمہ) اور انہوں نے اپنا برا کیا تھا تو ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا اور ان کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کیلئے عبرت کی باتیں ہیں۔

اور جن حضرات نے اس آیت کو رَبُّنَا بَاعَدَ بَیْنَ اَسْفَارِنَا جملہ خبریہ پڑھا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ ان لوگوں نے رسولوں کو کہا تھا ہم ایمان نہیں لاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جائیدادیں واپس نہیں کیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو ہمارے سفر اور منزل کو دور کر دیا ہے۔ اب ہمیں اپنی معاش اور ضروریات کی تلاش میں دور کا سفر کرنا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ [سورۃ السبا: ۱۹].

(ترجمہ) اور انہوں نے اپنا برا کیا تھا تو ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا اور ان کو پھاڑ دیا۔ ایمان چھوڑنے کی وجہ سے۔

کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی جمعیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ شہروں میں پھیل گئے اور صرف قصے اور تذکرے باقی رہ گئے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ [سورۃ السبا: ۱۹].

(ترجمہ) بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کیلئے عبرت کی باتیں ہیں۔

روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن کو ان پر مسلط کر دیا تھا انہوں نے ان کے بہت سے لوگ قتل کر دیئے اور ان کو تتر بتر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کیا ہوا تھا۔ سباء کے بارے میں یہ تو مفسرین کی روایت تھی۔

اور مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ سبأ کا سردار ایک مرد تھا جس کا نام عمر بن عامر بن حارثہ تھا اس کا لقب مزیقیا تھا وہ ہر روز ایک نیا لباس زیب تن کرتا، اگلے دن وہ لباس نہ پہنتا دوسرا نیا لباس پہنتا تھا اور گزشتہ روز کے لباس کو تکبر کی وجہ سے پھاڑ دیتا تھا کہ کوئی دوسرا اس کو نہ پہن لے تو اس کا لقب مزیقیا (پھاڑنے والا) پڑ گیا اس کا نام عمر بن عامر بن حارثہ تھا، اس کا ایک بھائی تھا جس کا نام عمران بن عامر تھا۔ عمر بن عامر کے دس بیٹے تھے اور عمران بن عامر کاہن تھا اس نے اپنی کہانت میں دیکھا کہ ان کی وادی میں ڈیم پھٹ جائے گا اور پانی ان کے باغوں اور جائیدادوں کو تباہ کر دے گا تو اس نے اپنے بھائی کو یہ بات بتائی اور اپنی قوم کو کہا عنقریب تم چیتھڑے کر دیئے جاؤ گے جو تم میں سے دور اندیش اور سخت جان اور نئی مراد پانے والا ہے تو کاس اور کرود (ایشیاء کی ایک

قوم کا لقب ہے) سے جا ملے ۔ ان کی مراد یہ تھی کہ وہ سرزمین فارس چلا جائے ۔ اور جو شخص تم میں سے پست ہمت ہے وہ عمان چلا جائے اور جو تم میں سے پرسکون زندگی اور پرامن حرم چاہتا ہے وہ مکہ چلا جائے اور جو تم میں سے کیچڑ میں گڑی ہوئی کھلانے والی جگہ چاہتا ہے وہ یثرب یعنی مدینہ چلا جائے اور جو تم میں سے شراب، سونا، ریشم اور بادشاہت چاہتا ہے وہ کوفہ، بصرہ، عراق اور شام چلا جائے۔

اور ذکر کیا گیا ہے کہ یہ بات ان لوگوں کو ایک عورت نے کہی تھی یہ کاہنہ تھی اور عمرو بن عامر نے اپنے خواب میں اس بند کے سیلاب کا منظر دیکھا تھا تو اپنے ایک بیٹے کو کہا کہ وہ سارے گھر والوں اور اولاد کو جمع کرے تو ان کو جمع ہونے کے بعد کہا ہمیں سیلاب کے بارے میں جو کچھ کہا گیا تھا تم وہ پہچان چکے ہو اور میں نے بھی اپنے خواب میں یہ دیکھا ہے تو اب ہمارا حیلہ کیا ہے؟ راویوں نے کہا کہ خواب دیکھنے کے بعد وہ ڈیم کے پاس گیا تو وہاں چوہا دیکھا جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں وہ چوہا دیوار کو کھود رہا تھا تو اس کو وہاں سے دور کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا تو واپس اپنے گھر والوں کے پاس چلا گیا اور اپنا خواب اپنی بیوی اور بیٹوں کو ذکر کیا پھر ان کو ڈیم پر لے گئے، ان لوگوں نے بھی چوہا دیکھ لیا اور اس کو قتل کرنے اور روکنے سے عاجز آگئے تو ان لوگوں نے چوہے پر بلی کو چھوڑ دیا تو وہ بھی چوہے سے ڈر کر بھاگ گئی تو عمرو نے اپنے بیٹوں کو کہا یہ معاملہ ضرور ہو کر رہے گا تم اپنے لئے کوئی حیلہ نکالو۔ سب گھر والوں نے کہا ہماری رائے آپ کی رائے کے تابع ہے تو عمرو نے کہا عنقریب میں تمہارے لئے حیلہ نکالوں گا پھر عمرو نے اپنے بڑے بیٹے جفنہ بن عمرو کو کہا میں عنقریب ایک مجلس لگاؤں گا اور سارے لوگوں کو اپنے اردگرد حاضر کروں گا تو جب لوگ میرے پاس جمع ہو جائیں گے تو میں آپ کو کوئی حکم دوں گا آپ اس سے غفلت ظاہر کرنا میں دوسری مرتبہ حکم دوں گا آپ دوسری مرتبہ غفلت ظاہر کرنا جب میں تیسری مرتبہ آپ کو حکم دوں تو آپ میرا کام کرنے سے انکار کر دینا تو میں آپ کو گالی دوں گا آپ کھڑے ہو کر میرے چہرے پر طمانچہ مار دینا اور اپنے باقی بیٹوں کو کہا تم اپنے بھائی کی اس حرکت پر غیرت میں نہ آنا کیونکہ جب تم کچھ نہ کرو گے تو لوگوں میں سے کوئی اس حرکت پر غیرت میں آنے کی جرأت نہ کر سکے گا تو میں اس وقت قسم کھاؤں گا کہ میں ایسی قوم کے درمیان نہیں رہ سکتا جن میں مجھے طمانچہ مارا گیا ہے تو کوئی اس پر غیرت میں نہ آئے گا پھر وہ اپنی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق مجلس میں بیٹھے تو لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے تو اپنے بیٹے کو ایک کام کا حکم دیا، اس نے نہیں کیا تو باپ نے گالی دی بیٹے نے کھڑے ہو کر منہ پر طمانچہ مار دیا، اس کے بھائیوں میں سے کسی نے روک ٹوک نہیں کی تو لوگوں کو اس پر بہت تعجب ہوا اور اپنے سر جھکا لئے تو عمرو بن عامر نے قسم اٹھا لی کہ وہ ان لوگوں کے درمیان نہیں رہیں گے اور علاقہ تبدیل کر لیں گے تو قوم کے لوگ کھڑے ہو کر سفارش کرنے لگے اور کہا ہمارا یہ خیال تھا کہ آپ بیٹے کو کوئی روک ٹوک کریں گے اس وجہ سے ہم خاموش رہے تو عمرو نے کہا اب میں قسم اٹھا چکا ہوں اب اس کو واپس کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے پھر عمرو نے کہا مجھ سے میری زمین اور جائیداد خرید لو

اور میں تو ہر حال میں یہاں سے چلا جاؤں گا تو لوگ عمرو کے غصہ اور قسم کی وجہ سے غمگین ہو گئے ان کی جائیداد قیمتی تھی تو لوگ اس کے خریدنے میں بڑھ چڑھ کر رغبت ظاہر کرنے لگے اور ان سے جائیداد خرید لی اور عمرو اپنے گھر والوں اور سامان کو لے کر روانہ ہو گئے جب لوگوں کو الوداع کہنے کا ارادہ کیا تو کہا اے لوگو! میں نے یہ سب اس وجہ سے کیا تھا کہ میں نے یہ خواب دیکھا تھا تو میرا دل جائیداد چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا تو میں نے حیلہ اختیار کر کے وہ جائیداد تم لوگوں کو بیچ دی۔ سن لو میں تو جا رہا ہوں اب ہر کوئی اپنے لئے کوئی حیلہ کرے۔ یہ کہہ کر عمرو چلے گئے تو سبأ کے قبائل اس کے بعد جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں رہے پھر اس ڈیم کی دیوار میں سوراخ ہو گیا اور ایسا پانی بہا کہ ہر چیز کو اپنے ساتھ بہا لے گیا اور ان کے گھر اور باغات تباہ کر دیئے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اور لوگ اپنے گھر والوں اور بچے کھچے جانوروں اور سامان کو لے کر وہاں سے چلے گئے۔ سیلاب سے پہلے ان کی حالت وہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ہے اور سیلاب کے بعد ان کی حالت وہ ہو گئی جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے شام اور ان کے علاقہ کے درمیان مناسب فاصلہ پر بستیاں آباد کر دیں۔

اور بعض مؤرخین نے فرمایا ہے کہ سیلاب سے پہلے ان بستیوں کی یہ حالت تھی لیکن قرآن مجید میں اس کو سیلاب کے بعد ذکر کیا گیا ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)

پھر قوم سبأ کے جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ عمرو بن عامر کے پاس چلے گئے اور انہی کے پاس رہے یہاں تک کہ عمر بن عامر کے بعد ان کے درمیان اختلافات اور جھگڑے واقع ہو گئے اور ان کے اختلافات کی معلومات تاریخ کی کتابوں میں زیادہ ذکر نہیں کی گئیں اس لئے ہم نے ان کو نہیں لکھا۔ اور جب یہ لوگ اختلافات کی وجہ سے جدا ہو گئے تو ازد قبیلہ کے لوگ عمان چلے گئے اور غسان شام چلے گئے اور انہی میں سے آل جفنہ کے وہ بادشاہ ہیں جو شام میں تھے اور قبیلہ لخم کے لوگ عراق چلے گئے۔ اور انہی میں سے حیرۃ کے بادشاہ بنے اور خزاعہ مکہ چلے گئے اور اوس و خزرج مدینہ چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ [سورة السبا: 19] .

(ترجمہ) تو ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا اور ہم نے ان کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اور ان لوگوں کا جدا ہونا عرب میں ضرب المثل بن گیا تو جب کوئی قوم جدا ہو جاتی تو عرب کہتے وہ سب لوگ قوم سبأ کی طرح پراگندہ ہو گئے اور چلے گئے۔ شاعر نے کہا ہے: ؎

اَيَادِيْ سَبَا يَا عِزَّ مَا كُنْتُ بَعْدَكُمْ

فَلَمْ يَحْلُ لِلْعَيْنَيْنِ بَعْدَكِ مَنْزِلُ

اے سبا تیری عیش و عشرت، اے عزت اور شان و شوکت! میں تیرے بعد خستہ حال ہوں، تیرے بعد آنکھوں میں کوئی جگہ جچتی ہی نہیں۔

صنعاء والوں کے باغ کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّا بَلَوۡنٰهُمۡ كَمَا بَلَوۡنَاۤ اَصۡحٰبَ الۡجَـنَّةِ [سورۃ القلم:17].

(ترجمہ) ہم نے انہیں آزمایا ہے جیسا کہ باغ والوں کو آزمایا تھا جب انہوں نے قسم کھائی تھی کہ اس کا پھل صبح ہوتے ہی توڑلیں گے۔

محدثین جیسے ابن عباسؓ نے ذکر کیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے درمیان تھے، یہ اہل ایمان تھے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کے دین اور شریعت پرسختی سے عمل پیرا تھے ان کا ایک باغ تھا جس کا نام ضوران تھا، اس میں ہر قسم کے نباتات، درخت اور فصلیں تھیں جو ان کی معاش کے لئے کافی تھیں اور یہ لوگ جب فصل کی کٹائی کے لئے جانے لگتے تو مساکین میں اعلان کرا دیتے تو وہ بھی ان کے ساتھ ہوجاتے۔ تو جو فصل درانتیوں سے بچ جاتی یا ان کے ہاتھوں سے گر جاتی تو وہ مسکینوں کے لئے ہوتی تھی تو یہ غلہ ان کو سال کے لئے کافی ہوجاتا تھا اور بہت سارا بچ جاتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے مال میں برکت دیتے تھے تو وہ ایک عرصہ تک ایسے ہی کرتے رہے پھر ان کے آباء وفات پا گئے اور بیٹے جوان ہوگئے تو کہنے لگے ہمارے والدین کو جو غلہ کافی ہوجاتا تھا وہ ہمیں کافی نہیں ہوسکتا کیونکہ ہمارے بال بچے زیادہ ہیں۔

اور کہا جاتا ہے کہ ان علاقوں میں قحط پڑ گیا تو لوگ تنگی میں تھے اور بھاؤ بڑھ گئے، ہر سال جو کچھ وہ دیتے تھے وہ دینا ان پر گراں ہوگیا تو آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے ہم اپنے باغ کی کٹائی کے لئے رات کو مساکین سے چھپ کر جائیں گے تو وہ ہمارے پیچھے نہ آسکیں گے ان سب نے اس پر اتفاق کرلیا تو ان میں سب سے زیادہ سچی بات کہنے والے نے کہا اے میری قوم! اللہ تعالیٰ نے ہمارے آباء واجداد کے پھلوں اور غلہ جات میں برکت اس وجہ سے دی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے تھے اور فقراء پر خرچ کرتے تھے تو تم ان کی سیرت کی مخالفت نہ کرو ان لوگوں نے انکار کردیا۔

اَقۡسَمُوۡا لَيَـصۡرِمُنَّهَا مُصۡبِحِيۡنَ [القلم:17] (ان لوگوں نے قسم کھائی کہ وہ ضرور اس فصل کو صبح کو کاٹیں گے)۔

تو ان میں سے انصاف پسند آدمی نے کہا تم اپنی قسم میں ان شاء اللہ کہہ دو تاکہ تمہیں کوئی گناہ لازم نہ ہو۔ انہوں نے یہ بھی نہ کیا۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ o فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ o فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ o فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ o اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ o فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ o اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ o وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ [سورۃ القلم:18 تا25]

(ترجمہ) اور انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔ پھر آپ کے رب کی طرف سے اس باغ پر کوئی پھرنے والا پھر گیا تھا جبکہ وہ سو رہے تھے۔ اور وہ کٹا ہوا کھیت ہو گیا تھا۔ وہ صبح ہوتے ہی پکارنے لگے۔ کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو اگر تم نے پھل توڑنا ہے۔ پھر وہ چل پڑے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے تھے۔ کہ آج باغ میں تم تک کوئی محتاج نہ آنے پائے۔ اور زور کے ساتھ لپکتے ہوئے سویرے چلے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس رات ان کے باغ پر آگ بھیجی جس نے سارا باغ جلا کر راکھ کر دیا، وہ باغ سیاہ رات کی طرح ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ o فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ [سورۃ القلم:19، 20].

(ترجمہ) پھر آپ کے رب کی طرف سے اس باغ پر کوئی پھرنے والا پھر گیا تھا جبکہ وہ سو رہے تھے۔ اور وہ کٹا ہوا کھیت ہو گیا تھا۔ تاریک رات کی طرح۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ صریم بمعنی وہ شے جس کو بالکل کاٹ دیا گیا ہو اس کا کچھ باقی نہ رہا ہو۔ جب وہ لوگ باغ پر پہنچے تو اس کو اس حالت میں دیکھ کر پہچان نہ سکے۔ ہم راستہ بھول گئے ہیں یہ ہمارا باغ نہیں ہے پھر غور و فکر کیا تو اس کی جگہ اور حدود پہچان کر کہنے لگے:

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ [القلم:27] (بلکہ ہم محروم ہو گئے)۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمارے باغ اور فصل کے نفع سے محروم کر دیا ہے۔

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ [سورۃ القلم:28].

(ترجمہ) ان میں سے اچھے آدمی نے کہا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کہتے۔

یعنی تم نے اپنی قسم میں ان شاء اللہ کیوں نہیں کہا۔

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ [سورۃ القلم:29] (تو) کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے)۔

جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا۔

اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ [سورۃ القلم:29] (ہم ہی قصوروار تھے)۔

کیونکہ ہم نے جو مساکین کا حق روکنے کا ارادہ کیا اور اپنے پہلے آباء و اجداد کا طریقہ چھوڑ دیا پھر ان لوگوں نے استغفار کیا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور کہنے لگے:

عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ [سورة القلم:32]۔

(ترجمہ) شاید ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر باغ دیدے ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سوال اور استغفار میں۔ اور ہمارے باغ سے بہتر باغ طلب کرنے میں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ [سورة القلم:33] .

(ترجمہ) عذاب یوں ہی آتا ہے اور آخرت کا عذاب تو سب سے بڑھ کر ہے اگر ان لوگوں کو سمجھ ہوتی)۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب آخرت میں بہت بڑا ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور مساکین کا حق روکتے ہیں کاش وہ لوگ جان لیں۔

اصحابُ الاُخدُودُ کا ذکر

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قُتِلَ اَصحٰبُ الۡاُخدُوۡدِ o النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ [سورۃ البروج:4-5]
(ترجمہ) ملعون ہوگئے خندقوں والے۔ جن میں آگ تھی ایندھن والی۔

محدثینؒ اور مفسرینؒ فرماتے ہیں کہ اصحاب اخدود یمن میں تھے، ان کے بادشاہ کا نام ذونواس تھا اس کے دو گیسو تھے جو اس کے کندھے پر لٹکتے رہتے تھے، اسی وجہ سے اس کا نام ذونواس پڑ گیا یہ متکبر اور سرکش بادشاہ تھا۔ اس کا وزیر تھا جو جادوگر اور کاہن تھا، بادشاہ کے تمام کاموں کا مدار اسی پر تھا۔ یہ وزیر بوڑھا ہوگیا تو اس نے ایک دن بادشاہ کو کہا میں بوڑھا اور کمزور ہوگیا ہوں تو آپ میرے لئے ایک عقلمند ذہین وفطین لڑکے کو تلاش کریں جس کو اپنا سارا علم سکھا دوں تو وہ میری طرف سے آپ کے کام سنبھالے گا۔ بادشاہ نے ایسا لڑکا تلاش کرایا آخر کار لڑکا مل ہی گیا جیسا وہ چاہتا تھا تو اس لڑکے کو وزیر کا پابند کردیا وہ لڑکا روزانہ جادوگر سے سیکھنے کے لئے آتا اور سیکھ کر واپس چلا جاتا تھا اور اس لڑکے کے راستے پر ایک راہب کے رہنے کی جگہ تھی، غلام کو اس کے پاس جانے کا شوق ہوا تو ایک دن اس کے پاس گیا اور اس کا حال دیکھا۔

اور بعض راویوں نے کہا ہے کہ یہ لڑکا ایک رات جادوگر کے پاس سے جارہا تھا اچانک صحراء میں اس نے آواز سنی اے عزیز! اے عزیز! مجھے آپ کے عذاب سے کون نجات دے گا؟ آپ کی عزت کی قسم میں اپنے جسم کو آپ کی رضا میں لاغر کررہا ہوں اور آپ کی مدد سے اپنے نفس کو شہوتوں سے روک رہا ہوں۔ اس لڑکے نے اس کا رونا اور دعا سنی تو دیکھا وہ آواز زیرزمین ایک تہہ خانے سے آرہی ہے اس نے اندر داخل ہونے کا راستہ تلاش کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آسان کردیا وہ اندر داخل ہوا تو اندر ایک راہب ٹاٹ کے لباس میں موجود تھا تو راہب نے لڑکے سے پوچھا آپ کو میرے پاس کس نے بھیجا ہے؟ حالانکہ میرا دین تو تمام لوگوں سے منفرد ہے اور میں گھاس پھوس کھانے اور بالوں کا لباس پہننے کی وجہ سے منفرد ہوں۔ لڑکے نے ساری بات بتادی اور کہا آپ جس حالت میں ہو مجھے بھی اسی کی طرف رغبت ہے۔ راہب نے کہا مجھ سے پکا وعدہ کرو کہ اگرچہ آپ کو قتل کردیا جائے یا جلا دیا جائے آپ یہ بات کسی کو نہیں بتاؤ گے۔ لڑکے نے ایسا ہی کیا تو راہب نے اس پر اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہوگیا اور وہ لڑکا اس کے بعد راہب کے پاس آتا اور ان سے دین سیکھتا تو کبھی راہب کے پاس رکنے کی وجہ سے جادوگر کے پاس جانے میں دیر ہوجاتی اور کبھی گھر جانے میں دیر ہوجاتی تو گھر والے ڈانٹتے تو لڑکے نے راہب کو شکایت کی تو انہوں نے فرمایا آپ گھر والوں کو کہا کرو مجھے استاد نے روک لیا تھا آپ کی مراد استاد سے میں ہوں گا اور وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ آپ جادوگر کی بات کررہے ہو اور آپ جادوگر کو کہا

کرو مجھے میرے گھر والوں نے روک لیا تھا لیکن آپ کی مراد میں ہوں گا تو آپ ان لوگوں سے یہ حیلہ اختیار کرو اور وہ لڑکا علم حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ وہ علم میں فائق ہو گیا اور مستجاب الدعوات بن گیا۔

تو ایک دن وہ اپنے راستے پر جا رہا تھا کہ اس نے راستے میں چند لوگ دیکھے۔ ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا لوگوں کے سامنے ایک اژدھا آ گیا ہے جس کی وجہ سے راستہ سے گزرنا ممکن نہیں ہے تو لڑکا ان لوگوں کے پاس گیا اور ان کو کہا اگر میں دعا کر کے اس کو تمہارے راستے سے ہٹا دوں تو تم مجھے کیا چیز دو گے؟ انہوں نے کہا جو آپ چاہو تو لڑکا سانپ کے قریب ہوا اور اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور چند دعائیں کیں تو سانپ وہاں سے چلا گیا اور لوگ تعجب کرنے لگے پھر اس لڑکے نے اس کے بعد ایک شیر دیکھا جو جنگل سے باہر نکل آیا تھا اور لوگ اس سے ڈر کر بھاگ رہے تھے تو لڑکا اس کے قریب ہوا پھر اس کے کان میں کچھ کہا تو وہ شیر بھی چلا گیا۔ لوگوں کو اس پر تعجب ہوا پھر اس لڑکے نے ایک دن بادشاہ کا دربان دیکھا جو کافی عرصہ پہلے نابینا ہو چکا تھا اور اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے تھے تو لڑکے نے کہا اگر میں آپ کی آنکھیں صحیح کر دوں تو کیا آپ میری پیروی کرو گے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تو لڑکے نے اس کے لئے چند دعائیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں ٹھیک کر دیں پھر لڑکے نے دربان سے وعدہ کیا کہ وہ اس کا راز افشاء نہیں کرے گا ہاں اگر قتل پر مجبور کیا جائے تو کر دے تو دربان نے ایسا کرنے کی ضمانت دی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا پھر وہ دربان بادشاہ کے پاس گیا تو بادشاہ نے اس کا معاملہ پوچھا دربان نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شفاء دی ہے بادشاہ نے کہا کس معبود نے؟ دربان نے کہا آسمانوں اور زمینوں کے معبود نے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تو بادشاہ کے حکم پر دربان کو گرفتار کر لیا گیا اور بادشاہ نے دربان کو اپنی بات سے رجوع کرنے کا کہا تو دربان نے انکار کر دیا تو بادشاہ نے پوچھا تجھے کس نے بھڑکایا ہے؟ دربان نے کہا مجھے کسی نے نہیں بھڑکایا بلکہ مجھے نصیحت کی ہے۔ بادشاہ نے کہا مجھے اس بندے کے بارے میں بتا۔ دربان نے انکار کر دیا تو بادشاہ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تو دربان نے دل میں سوچا کہ اب بادشاہ کو بتانا میرے لئے حلال ہو چکا ہے تو دربان نے بادشاہ کو لڑکے کی حالت بتائی کہ اس نے دربان کے لئے دعا کی تھی تو بوڑھے جادوگر نے یہ بات سنی تو حیران رہ گیا اور بادشاہ کو کہا کہ لڑکے کو بلوائے پھر اس لڑکے سے پوچھا کیا تو نے اس کی آنکھیں لوٹائی ہیں؟ لڑکے نے کہا جادوگر کی دعا سے (جو اس نے مجھے سچے راستے کی دعا سکھائی تھی)۔ اور لڑکے نے جادوگر کو کہا آپ یہ علم جانتے تھے لیکن آپ نے اتنے عرصے سے مجھے نہیں بتایا جادوگر نے کہا نہ میں یہ جانتا تھا اور نہ میں نے اس کو یہ سکھایا تھا۔ تو بادشاہ نے لڑکے کو کہا تجھے یہ کس نے سکھایا ہے؟ لڑکے نے کہا میں آپ کو نہیں بتاؤں گا۔ بادشاہ نے پوچھا تیرا دین کیا ہے؟ لڑکے نے کہا: میرا معبود وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے وہی زندہ کرتا اور موت دیتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے تو بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے دین سے توبہ کرنے کا کہا لیکن لڑکے نے توبہ نہیں کی تو بادشاہ

نے اس کو سولی پر چڑھانے کا حکم دے دیا تو اس لڑکے کو سولی پر لٹکا کر نیزے مارے گئے تو نیزوں نے اس پر کوئی اثر نہ کیا اور اس پر آگ بھڑکائی گئی لیکن آگ نے کوئی اثر نہ دکھایا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ بادشاہ نے اس کو تکلیفیں دیں اور خوفزدہ کیا تو اس نے اقرار کرلیا کہ اس کا استاد راہب ہے تو اس راہب کو حاضر کرنے کا حکم دیا گیا جب لڑکا اور دربان اور راہب حاضر کئے گئے تو بادشاہ نے راہب کو کہا تو نے ان کو خراب کیا ہے تو اپنے دین سے رجوع کر لے۔

راہب نے انکار کر دیا تو بادشاہ کے حکم پر ان کو قتل کر دیا گیا پھر دربان کو کہا تو اپنے دین سے توبہ کر لے اس نے انکار کر دیا تو اس کے قتل کا حکم دیا گیا اور اس کو قتل کر دیا گیا پھر لڑکے کو کہا اپنے دین سے توبہ کر لے ورنہ میں ان دونوں کی طرح تجھے بھی قتل کر دوں گا لڑکے نے انکار کر دیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو سمندر پر لے جاؤ اور اس میں غرق کر دو جب اس لڑکے کو سمندر پر لے جایا گیا تو اس نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا، ہوا نے اس لڑکے کو لانے والوں کو اٹھا کر سمندر میں ڈال دیا اور وہ لڑکا سلامتی کے ساتھ واپس آ گیا تو بادشاہ کو بتایا گیا اس نے لڑکے کو بلوا کر پوچھا تو لڑکے نے کہا میرے رب نے ان کو ہلاک کر کے مجھے نجات دے دی ہے تو بادشاہ کو غصہ آ گیا اور حکم دیا کہ اس لڑکے کو بلند پہاڑ پر لے جایا جائے اور وہاں سے نیچے پھینک دیا جائے جب اس کو پہاڑ پر لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا ہوا نے لڑکے کے ساتھ موجود لوگوں کو پہاڑ سے نیچے پھینک دیا اور لڑکا سلامتی کے ساتھ واپس آ گیا۔ بادشاہ کو بتایا گیا تو بادشاہ نے لڑکے کو بلا کر پوچھا لڑکے نے کہا میرے رب نے ان کو ہلاک کر کے مجھے نجات دے دی ہے تو بادشاہ کو غصہ آ گیا اور لڑکے کو سولی پر چڑھانے کا حکم دے دیا تو لڑکے کو سولی پر چڑھا کر نیزے مارے گئے لیکن نیزوں نے کچھ اثر نہ کیا اور لکڑیاں اکٹھی کر کے اس کو آگ میں ڈال دیا گیا تو آگ نے اس کو نہیں جلایا تو بادشاہ نے تیراندازوں کو بلایا اور انہوں نے تیر مارے لیکن لڑکے کو کوئی تیر نہیں لگا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ وہ لڑکا سات دن تک سولی پر لٹکا رہا لیکن کوئی اس کو قتل نہ کر سکا تو آخر لڑکے نے بادشاہ کو کہا اے سرکش! تو مجھے ایک ہی صورت میں قتل کر سکتا ہے تو مجھے تیر مار اور کہہ اس لڑکے کے رب کے نام کے ساتھ تیر مارتا ہوں تو بادشاہ نے یہ کہہ کر تیر مارا تو تیر اس لڑکے کو جا لگا تو سب لوگ جمع تھے وہ کہنے لگے لڑکے کا دین حق ہے اور اس لڑکے کا رب ہی حقیقت میں رب ہے۔ تو سب نے کہا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لاتے ہیں تو بادشاہ کو کہا گیا جس چیز سے تو بھاگ رہا تھا وہ ہوگئی ہے کیونکہ سارے لوگ ایمان لا چکے ہیں تو بادشاہ کو غصہ آ گیا اور خندقیں کھودنے کا حکم دیا تو ایک کھلی جگہ پر خندقیں کھودی گئیں پھر بادشاہ باہر نکلا اور ان خندقوں کے کنارے بیٹھ گیا اور اپنے ہرکاروں کو حکم دیا کہ اس لڑکے کے رب پر جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کو حاضر کریں پھر بادشاہ ان لوگوں پر اپنا دین پیش کرتا جو اس کی بات مان لیتا وہ نجات پا جاتا اور جو ایسا نہ کرتا اس کو خندقوں میں بھڑکائی ہوئی آگ میں ڈال دیا جاتا یہاں تک کہ وہ جل جاتا۔ تو بادشاہ نے بہت سے لوگوں کو جلا دیا تو سب سے

آخر میں ایک عورت کو لایا گیا جس کے ساتھ چھوٹا دودھ پیتا بچہ بھی تھا تو اس عورت پر کفر اور آگ کو پیش کیا گیا تو وہ اپنے بچہ پر شفقت کی وجہ سے دین سے پھرنے کا ارادہ کر چکی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس دودھ پیتے بچے کو بولنے کی طاقت دی اس نے کہا اے اماں جان! آپ جس ذات پر ایمان لائی ہو وہ عنقریب ہمیں عذاب سے بچا کر عافیت دے گا تو اس عورت کو بچہ کے ساتھ آگ میں پھینک دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ کو ٹھنڈا کر دیا اور اس عورت کو دیکھنے والوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا، وہ خندق کی دوسری جانب سے باہر نکل گئی آگ نے اس کو کچھ نہ کہا۔

اور بعض روایات میں ہے کہ جب ان کافروں نے مومنوں کو جلانے کا ارادہ کیا تو آگ بلند ہوئی اور بادشاہ اور اس کے ہرکاروں اور اس کے کافر پیروکاروں کو اپنی لپیٹ میں لے کر جلا دیا اور مؤمن نجات پا گئے۔

ان راویوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ [سورۃ البروج:10].

(ترجمہ) وہ لوگ جنہوں نے مؤمن مردوں اور عورتوں کو ایذا پہنچائی پھر توبہ نہ کی تو ان کیلئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کیلئے آگ لگنے کا عذاب ہے۔

یعنی وہ نار جس نے ان کو جلایا تھا اور زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ ان کافروں نے مومنوں کو جلایا تھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ [سورۃ البروج:10].

(ترجمہ) وہ لوگ جنہوں نے مؤمن مردوں اور عورتوں کو ایذا پہنچائی پھر توبہ نہ کی تو ان کیلئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کیلئے آگ لگنے کا عذاب ہے۔

تو یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ وہ کافر مؤمنوں کے بعد بھی زندہ رہے تھے لیکن انہوں نے توبہ نہ کی تھی اور روایت کیا گیا ہے کہ وہ لڑکا اس لکڑی پر کھڑا رہا جس پر اس کو سولی دی گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا تھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مسلمانوں کو یمن کی کسی وادی میں ایک لکڑی ملی تھی جس پر ایک آدمی کو سولی دی ہوئی تھی اس نے اپنا ایک ہاتھ رخسار کے نیچے رکھا ہوا تھا تو لوگوں کو اس پر تعجب ہوا لیکن اس کا حال، نام اور پتہ نہ جانتے تھے، لوگ جب بھی اس کا ہاتھ چہرے سے ہٹاتے، ہاتھ واپس رخسار پر آجاتا تھا تو لوگوں نے اس کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بارے میں کعب احبارؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے اس لڑکے اور اصحاب اخدود (خندقوں والے لوگوں) کا واقعہ بتایا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو خط لکھا کہ اس کو لکڑی سے اتار کر کفن دے کر دفن کر دیں لوگوں نے ایسا ہی کیا (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

حضرت جرجیس نبیؑ اور ان کے عجیب حالات

وہبؒ اور ضحاکؒ اور دیگر محدثینؒ نے ذکر کیا ہے: ان سب کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جرجیس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے درمیان فترت کے زمانہ میں تھے۔ یہ حواریوں کے شاگردوں میں سے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ حواریوں کے شاگردوں کے شاگرد تھے، یہ ملک شام میں فلسطین کی جانب رہتے تھے یہ انجیل پڑھتے تھے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت بھی تھی کیونکہ اس علاقہ پر کفار کا تسلط تھا اسی وجہ سے یہ لوگ اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے اور موصل پر ایک متکبر سرکش بادشاہ حکمران تھا۔ اس کا نام دازانہ تھا یہ ان علاقوں اور شام سے مصر تک غلبہ حاصل کر چکا تھا۔ بعض نے اس کا نام دازیانہ بھی نقل کیا ہے۔

اس کا ایک بت تھا جس کا نام اخلون تھا یہ لوگوں کو اس کی عبادت کی دعوت دیتا تھا اور جو عبادت سے انکار کر دیتا اس کو عذاب دیتا تھا۔ اور جرجیسؑ بہت زیادہ مالدار آدمی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں فراخی عطاء کی تھی اور یہ احسان کرنے والے، رزق کی طلب میں میانہ روی اختیار کرنے والے، کثرت سے صدقہ دینے والے تھے اور ان کو کافروں سے اپنی جان کا خوف تھا تو انہوں نے دل میں سوچا کہ میرے لئے یہ مناسب ہے کہ میں موصل کے بادشاہ کے پاس جاؤں اور اپنے مال سے اس کو تحائف دوں تاکہ اس سے امن میں آجاؤں اور اس کے علاوہ کسی کے ہاتھ نہ لگ جاؤں تو جرجیسؑ اپنا مال اور قیمتی تحائف لے کر بادشاہ کی طرف روانہ ہو گئے جب بادشاہ کے پاس پہنچے تو پہلے اس کو سلام کیا قدرت کا کرنا یہ ہوا کہ وہ بادشاہ کی خاص مجلس کا دن تھا جس میں بادشاہ لوگوں پر اپنا دین پیش کرتا تھا اور ان کو اپنے بت کا سجدہ کرنے کا حکم دیتا تھا اور جو مخالفت کرتا اس کو عذاب دیتا تھا تو بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا تھا اور اس کے اردگرد اس کی قوم کے سرکردہ لوگ اور وڈیرے بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے سب سے بڑے دو آدمی تھے ایک کا نام طورقلیطا اور دوسرے کا نام مجلنطیس تھا۔ طورقلیطا بادشاہ کے تخت کے دائیں جانب اور مجلنطیس تخت پر بائیں جانب بیٹھتا تھا۔ بادشاہ کا بت لایا جا چکا تھا اور اس کو لوگوں کے لئے گاڑھ دیا گیا تھا اور بہت بڑی آگ بھڑکا دی گئی تھی اور بادشاہ لوگوں کو اس کی عبادت کا حکم کر رہا تھا جو انکار کرتا اس کو تکلیفیں دی جاتیں تھیں، کسی کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا اور کسی کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری جا رہی تھیں اور کسی کو ہانڈیوں میں پکایا جا رہا تھا اور کسی کے سر میں سوراخ کر کے اس میں پگھلا ہوا پیتل انڈیلا جاتا۔ جب جرجیسؑ نے یہ منظر دیکھا تو اس کو بہت بڑا سمجھا اور دل میں سوچا میرے لئے اس پر خاموش رہنا جائز نہیں ہے اور نہ ایسے بادشاہ کا قرب حاصل کرنا ٹھیک ہے تو جرجیسؑ وہاں سے باہر نکل گئے اور بادشاہ کو ہدیہ دینے کے لئے جو مال لائے تھے وہ

مسلمان مساکین پر صدقہ کر دیا پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے بادشاہ کی مجلس میں داخل ہوئے اور اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے بادشاہ! میری بات سن۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں اور میری بات سمجھنے تک غصہ نہ کرنا جب سمجھ آجائے تو اس کے بعد آپ جو کرنا چاہو کر لینا۔ پھر بادشاہ کو کہا آپ جان لو! کہ آپ ایک مملوک غلام ہو آپ کا ایک رب ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اس کا رب ہے اس نے آپ کو پیدا کیا اور رزق دیا ہے اور اسی طرح تمام مخلوق کو پیدا کر کے رزق دیا ہے اور آپ نے جس کو گاڑھ کر معبود کا نام دیا ہے یہ معبود نہیں ہے نہ یہ سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ آپ کو کوئی نفع دے سکتا ہے اور نہ خود کو بلکہ یہ تو ایک تراشا ہوا پتھر ہے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ آپ اس بت کو چھوڑ دیں اور آسمانوں اور زمینوں کے معبود کی عبادت کریں میں آپ کا خیر خواہ ہوں اور سچ بول رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے تو دازیانہ نے جرجیسؑ کو کہا آپ کون ہو؟ میں دیکھ رہا ہوں آپ ہمیں اور ہمارے معبود کو عیب لگا رہے ہو۔ جرجیسؑ نے کہا میں اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے مٹی سے پیدا کیا ہے یہ میرا اور تمہارا اور ساری مخلوق کا نسب ہے اور آپ نے یہ پوچھا کہ تو کہاں سے ہے؟ تو میں روم سے ہوں فلسطین میں رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا کیا تھا تو مجھے ظالموں سے اپنی جان کا خوف ہوا تو میں آپ کے پاس آیا کہ آپ کے پڑوس اور پناہ سے نفع اٹھاؤں۔ جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ کو اللہ تعالیٰ کے غیر کی عبادت میں اس حد تک جاتے دیکھا کہ آپ لوگوں کو عذاب دیتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کے دین سے پھیر رہے ہیں تو مجھ سے خاموش نہ رہا گیا اور میں سمجھا کہ آپ کی خیر خواہی کرنا مجھ پر واجب ہے۔ اے بادشاہ! آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرو! آپ تھوڑے وقت کے بعد مرنے والے ہو پھر آپ کو دوبارہ اٹھایا جائے گا اور حساب و کتاب ہوگا اور اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ دازیانہ نے کہا آپ نے جس طرح مجھ سے بات کی اور میرے دین کی مخالفت کی، آپ سزا کے مستحق ہو گئے ہو لیکن میں ایسا جلدی نہیں کروں گا بلکہ آپ کو مہلت دوں گا اور آپ کو نصیحت کروں گا جیسے آپ نے مجھے نصیحت کی تھی آپ آؤ میری پیروی کر لو آپ میرا مرتبہ اور لوگوں کے ہاں میری عزت دیکھ رہے ہو اور لوگ جس خوشی اور نعمت میں ہیں وہ آپ سے مخفی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ دھوکہ میں مبتلا ہو آپ ایک ایسے بڑے معبود کا تذکرہ کر رہے ہو جس کی آپ عبادت کرتے ہو اور میں اس کا آپ پر کوئی اثر نہیں دیکھ رہا اور اگر آپ کے دعویٰ کے مطابق وہ آپ کا معبود ہوتا تو آپ سب لوگوں سے زیادہ مرتبہ والے اور سب سے زیادہ مال والے ہوتے حالانکہ میں آپ کو ذلت اور حقارت میں دیکھ رہا ہوں تو جرجیسؑ نے کہا آپ نے مجھے ذلت اور حقارت کا طعنہ دیا ہے، میں اپنے رب کے نزدیک ذلیل نہیں ہوں لیکن میں اس کے لئے تواضع اختیار کرتا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں اور آپ نے مجھے جو ترغیب دی ہے کہ میں آپ کی قوم جیسا ہو جاؤں تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں اپنے رب کے فضل سے ان سے مستغنی ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں آپ جان لو کہ

آپ اور آپ کا بت دونوں ذلیل وحقیر ہو اور فنا ہونے والے عاجز ہو، نہ تم کسی کو پیدا کر سکتے ہو اور نہ رزق دے سکتے ہو اور میرا رب وہ قدرت والا، جاننے والا، حکیم غالب ہے جس نے ہر چیز کو اپنے کلمہ سے پیدا کیا اور اپنی حکمت سے تمام اشیاء کی تدبیر کی اور ہر چیز کا اپنے علم میں احاطہ کیا اور شمار کیا اور تمام امور اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ پھر جرجیسؑ نے کہا میں آپ سے ایک چیز کا سوال کرتا ہوں بادشاہ نے کہا کرو۔ تو جرجیسؑ نے فرمایا کیا آپ اس پر قادر ہیں کہ طور قلیطا جو آپ کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ معزز ہے آپ اس کو اس مرتبہ پر پہنچا دیں جو الیاسؑ کا میرے رب کے نزدیک ہے؟ بادشاہ نے پوچھا الیاسؑ کون ہیں؟ جرجیسؑ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی، یہ کھانے اور پینے کے محتاج تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا اکرام کیا اور ان کو پَر لگا دیئے وہ جہاں چاہتے ہیں، اڑ کر پہنچ جاتے ہیں اور فرشتوں کے ساتھ رہتے ہیں، نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا اعزاز ہے اور مجھے بتائیں کیا آپ اس پر قادر ہیں کہ مجلنطیس کو ایسا مرتبہ دے دیں جو اللہ تعالیٰ نے مسیح ابن مریمؑ کو دیا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا مسیح کون ہیں؟ جرجیسؑ نے فرمایا مسیح ایک بندے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی حکمت سے پیدا کیا ہے اور اپنی نبوت سے ان کا اکرام کیا اور ان کو کھلی نشانیاں دیں جیسے مردوں کو زندہ کرنا اور نابینا اور برص والے کو تندرست کر دینا وغیرہ۔ پھر اب اللہ تعالیٰ نے ان کو اوپر اٹھا کر اپنے فرشتوں کا پڑوس عطاء کیا ہے اور ان کو اپنے عرش کا قرب عطاء کیا ہے اور وہ عند اللہ معزز اور مکرم ہیں اور کیا آپ اس پر قادر ہیں کہ آپ کی بیوی جو تمام لوگوں سے زیادہ آپ کو محبوب تھی اس کو دل میں خیال آیا کہ رات کی تاریکی میں آپ کے پاس سے چلی گئی اور جنگل میں اس کو کتے کھا گئے تھے آپ اس کے لئے کچھ نہ کر سکے تو کیا یہ عورت مریم بنت عمران کی طرح ہو سکتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا تھا۔ اور پاک کیا تھا اور ان کو جہاں کی عورتوں پر ترجیح دی تھی۔ بادشاہ نے کہا آپ ہمیں ایسی چیزوں کی خبر دے رہے ہیں جن کو ہم نہیں پہچانتے اور ہم نے آپ کو جو مہلت دی تھی آپ نے وہ ضائع کر کے یہ دعوے شروع کر دیئے ہیں اور یہ عجیب باتیں کہی ہیں اب آپ دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لیں یا تو آپ افلون کو سجدہ کرو اور میں آپ کو جو عزت واحترام دوں گا وہ دیکھ لو ورنہ میں آپ کو اس آگ میں ڈال دوں گا۔ تو جرجیسؑ نے فرمایا اگر افلون نے اپنی قدرت سے آسمان کو بلند کیا اور اپنے غلبہ سے زمین کو بچھایا ہے اور اپنے حکم سے سورج و چاند اور تمام ستاروں کو مسخر کیا ہے اور رات و دن اور ان دونوں میں جو کچھ ہے اس کو اپنی حکمت سے بنایا ہے اور پہاڑوں کو گاڑھا ہے اور نہریں بہائی ہیں اور درخت اگائے ہیں اور پھل نکالے ہیں اور رزق مقدر میں لکھے ہیں اور اپنی توجہ وعنایت سے مخلوق کے درمیان روزیاں تقسیم کی ہیں تب بھی نہ اس کے لئے سجدہ ہے اور نہ ہی کوئی اعزاز۔ تو بادشاہ نے کہا اب آپ میرے عذاب کے مستحق ہو گئے ہو، تو بادشاہ نے حکم دیا ایک لکڑی گاڑھی گئی اور اس پر جرجیسؑ کو لٹکا دیا گیا پھر ان کے جسم پر لوہے کی کنگھیاں پھیری گئیں جن سے ان کی جلد اور گوشت اور ہڈیاں

کٹ گئیں اور خون بہنے لگا اور ہڈیوں کا گودا نکل آیا لیکن موت نہ آئی۔ بادشاہ نے یہ دیکھا تو لوہے کی میخیں آگ پر گرم کرنے کا حکم دیا جب وہ خوب گرم ہوگئیں تو ان کے سر میں ٹھونکی گئیں جن سے ان کا دماغ پگھل کر بہہ گیا یہ عذاب بھی قتل نہ کرسکا تو بادشاہ نے تانبے کے حوض میں آگ لگانے کا حکم دیا اس میں آگ لگائی گئی تو وہ خود بھی آگ کی طرح ہوگیا پھر جرجیسؑ کو اس میں داخل کیا گیا اور ان پر حوض بند کردیا گیا وہ تانبا ٹھنڈا ہوگیا تو حوض کھولا گیا وہ ابھی تک زندہ تھے۔ بادشاہ نے یہ دیکھ کر ان کو بلایا اور پوچھا کیا آپ کو میرے عذاب سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہورہی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیسے؟ جرجیسؑ نے فرمایا میں نے آپ کو پہلے بتایا تھا کہ میرا ایک معبود ہے جو میری جان سے زیادہ میرا حق دار ہے اسی نے مجھ سے تیری اذیتوں اور عذاب کی تکلیف کو پھیر دیا ہے تاکہ یہ آپ پر حجت ہو اور آپ کے لئے عبرت ہو۔ آپ جانتے ہو کہ آپ کے اولیاء میں سے کوئی بھی اس سے کم تر تکلیف بھی نہیں برداشت کرسکتا جو آپ نے مجھے دی ہیں۔ تو بادشاہ کو جرجیسؑ کی وجہ سے اپنی حکومت اور قوم پر خوف محسوس ہوا۔ بادشاہ نے ارادہ کرلیا کہ ان کو ہمیشہ کے لئے جیل میں ڈال دیں تاکہ لوگ ان کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں تو بادشاہ کو کہا گیا اگر آپ ان کو جیل میں چھوڑ دیں گے تو یہ لوگوں کو دعوت دیں گے لیکن مناسب یہ ہے کہ آپ ان کو جیل میں بھی کسی عذاب میں مشغول رکھیں تاکہ لوگوں سے بات چیت نہ کرسکیں تو بادشاہ کے حکم پر جرجیسؑ کو جیل میں اوندھے منہ ڈال دیا گیا پھر ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کی چار میخیں ٹھونک دی گئیں پھر سنگ مرمر کا ایک ستون ان کی پشت پر گاڑھ دیا گیا۔ سارا دن ایسا ہی رہا جب رات کی تاریکی چھائی تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا اور ان کو نبی بنا دیا اور ان پر سے ستون ہٹا دیا اور ان کے ہاتھ اور پاؤں آزاد کردیئے اور ان کو کھانا کھلایا، پانی پلایا اور فرشتے نے ان کو کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے، آپ صبر کریں اور خوش ہوجائیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں یحییٰ بن زکریاؑ شہید کی طرح ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کے اس سرکش دشمن کی وجہ سے آپ کو سات سال آزمائش میں مبتلا کریں گے اور یہ آپ کو چار بار قتل کرے گا۔

اور بعض نے کہا سات بار قتل کرے گا۔ ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ آپ کی روح لوٹا دیں گے اور آپ کو کھڑا کردیں گے تاکہ ان پر دلیل مکمل ہوجائے اور جب چوتھی یا ساتویں مرتبہ ہوگی اللہ تعالیٰ آپ کو وفات دیں گے اور آپ کے لئے اپنا اعزاز اور اجر وثواب اپنی غناء اور عظمت کے مطابق مکمل کریں گے۔ آپ کمزور نہ ہوں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے آپ جہاں بھی ہوں گے تو اگلے دن بادشاہ اور اس کی قوم نے دیکھا کہ جرجیسؑ ان کے سامنے کھڑے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا اے جرجیس! آپ کو جیل سے کس نے نکالا ہے؟ جرجیسؑ نے فرمایا جس کی بادشاہت آپ کی بادشاہت سے اوپر اور اس کا دبدبہ آپ کے دبدبہ سے اوپر ہے تو بادشاہ کو غصہ آگیا اور جرجیسؑ کے لئے مختلف قسم کے عذاب تیار کرنے کا حکم دیا جب عذاب و سزائیں تیار ہوگئیں اور جرجیسؑ نے ان کو دیکھا تو اپنے دل میں تھوڑا خوف محسوس کیا پھر دل میں سوچا اور آواز بلند

کرتے ہوئے کہا اے جرجیس! تو اپنے رب کی وصیت کتنی جلدی بھول گیا ہے پھر بادشاہ نے حکم دیا ان کو دو لکڑیوں کے درمیان کھینچا گیا پھر ان کے سَر پر آری رکھ کر دو ٹکڑے کر دیئے گئے پھر مزید ٹکڑے کئے گئے اور بادشاہ کا ایک کنواں تھا جس میں خونخوار شیر ہوتا تھا تو بادشاہ کے حکم پر جرجیسؑ کے ٹکڑے اس شیر کے آگے ڈال دیئے گئے اللہ تعالیٰ نے شیر کو الہام کیا وہ پرسکون ہو گیا۔ جرجیسؑ کو کچھ نقصان نہ پہنچایا تو جرجیسؑ کے اعضاء شیر کی پیٹھ پر گرے پھر اللہ تعالیٰ نے ان ٹکڑوں کو جمع کر کے ان کو زندہ کر دیا اور وہ شیر کی پشت پر ہی زندہ ہو گئے یہ پہلی موت تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا تھا جب رات کا اندھیرا چھایا اللہ تعالیٰ نے ان کا ذہن وعقل لوٹا دی اور ایک فرشتہ بھیجا جس نے جرجیسؑ کو کنویں سے نکال کر کھلایا اور پلایا اور خوشخبری اور تسلی دی اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو فرمارہے ہیں اے جرجیس بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں نے آپ کو زندہ کیا ہے اور میں نے آپ کی روح لوٹائی ہے تاکہ آپ میرے دشمن سے جہاد کریں تو جہاد کا حق ادا کریں۔ اور آپ جان لیں کہ آپ کا لوٹنا میری طرف ہے اور آپ کا ایسا اکرام کروں گا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا تو اگلے دن اس سرکش نے دیکھا تو جرجیسؑ اس کے سامنے کھڑے ان کو ایمان کی دعوت دے رہے تھے حالانکہ وہ لوگ جرجیسؑ کی وفات کی وجہ سے اس دن کو خوشی اور عید کا دن بنا چکے تھے اور وہ سرکش اپنی قوم کو کہہ رہا تھا تم جان لو کہ تمہارے معبود افلون سے زیادہ طاقتور کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ جرجیس کہاں ہے جو ہمیں اپنے معبود سے ڈراتا تھا اس کے معبود نے اسے ہم سے کیوں نہیں بچایا؟ جب ان لوگوں نے جرجیسؑ کو دیکھا تو حیرت میں ڈوب گئے اور کہنے لگے یہ جرجیس سے کتنا زیادہ مشابہہ ہے تو جرجیسؑ نے فرمایا تم بری قوم ہو۔ تم نے مجھے قتل کیا تھا اور میرا مثلہ (ناک، کان وغیرہ کاٹ دیئے) تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ کیا اور مجھے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے بعد ٹھیک کیا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ جادوگر ہے۔ اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا تھا تو تم سمجھے تھے کہ تم نے اس کو قتل کر دیا تھا حالانکہ تم ایسا نہیں کر سکے تھے تو اب اس کے مقابلہ کے لئے جادوگروں کو بلاؤ۔ وہ اس کو عذاب دیں تو بادشاہ نے سب سے بڑے جادوگر کو بلوایا اور اس کو کہا میں نے آپ کو ایسے کام کے لئے بلایا ہے جو مجھ سے نہیں ہو سکا اور وہ جرجیس جادوگر کا معاملہ ہے آپ مجھے اپنا بڑا جادو دکھاؤ اگر آپ اس کا جادو دور کرنے کی طاقت رکھتے ہو۔ تو جادوگر نے دو دانے اور ایک برتن منگوایا اور ان کو یہ خیال دلایا کہ اس نے ان کو دو بیل بنایا ہے پھر اس نے جادو سے یہ خیال دلایا کہ اس نے کاشت کی، فصل تیار ہوئی اور اس نے فصل کاٹ کر دانے پیسے اور آٹا گوندھ کر روٹی پکا دی، یہ سب ایک ہی گھڑی میں ہو گیا تو بادشاہ اور اس کے ساتھی کہنے لگے اب ہم غالب آجائیں گے کیونکہ آپ جرجیسؑ پر غالب آجاؤ گے پھر بادشاہ نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ جرجیس کی صورت مسخ کر کے اس کو جانور بنا دو۔ جادوگر نے پوچھا آپ کونسا جانور بنانا چاہتے ہو؟ بادشاہ نے کہا کتا۔ جادوگر نے کہا آپ میرے لئے پانی کا پیالہ منگوائیں، پانی لایا گیا تو جادوگر نے اس میں پھونک ماردی اور کہا جرجیس کو کہو

اس کو پی لے تو جرجیسؑ نے وہ پیالہ پکڑ کر سارا پانی پی لیا تو جادوگر نے پوچھا آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟ جرجیسؑ نے فرمایا بہت بہتر میں پیاسا تھا میری پیاس بجھ گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وہ تکلیف دور کر دی ہے جو تم چاہتے تھے تو جادوگر نے بادشاہ کو کہا اگر آپ مخلوق میں سے کسی بادشاہ کی مخالفت مول لیتے تو میں آپ کی مدد کرتا اور اس پر غالب آ جاتا لیکن آپ نے تمام بادشاہوں کے بادشاہ کی مخالفت مول لی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ جبار ہے اس سے مقابلہ کا قصد نہیں کیا جا سکتا۔ میرے پاس اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے اور وہ جادوگر جرجیسؑ پر ایمان لے آیا تو ان لوگوں کو جرجیسؑ کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا تم میری بات سنو! لوگوں نے کہا کہو اس آدمی نے کہا تم اس آدمی کو جادوگر کہہ رہے ہو حالانکہ جادوگر اپنی جان سے موت کو دور نہیں کر سکتا۔ جادوگر نے کہا بالکل ایسی ہی بات ہے اور تم جان لو کہ ہم لوگ شام میں تھے وہاں ایک بوڑھی عورت کا بیل مر گیا تو وہ جرجیسؑ کے پاس آئی وہ وہاں تمہارے عذاب میں تھا، وہ عورت آئی کہ اس کے بیل کو زندہ کر دیں تو جرجیسؑ نے اپنا عصا اس کو دیا اور فرمایا آپ جا کر یہ عصا اس بیل کو مارو، وہ زندہ ہو جائے گا تو عورت نے کہا میرے اور اس بیل کے درمیان بہت زیادہ مسافت ہے میرا خیال نہیں ہے کہ میں وہاں تک پہنچ سکوں گی میرے پہنچنے تک تو اس کے جوڑ ختم ہو چکے ہوں گے۔ جرجیسؑ نے اس کو فرمایا تھا کہ اگر آپ کو آپ کے بیل کی ایک بوسیدہ ہڈی بھی مل جائے تو اس کو یہ عصا مارنا اللہ تعالیٰ اس بیل کو آپ کے لئے زندہ کر دیں گے تو بڑھیا نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے اس بیل کو زندہ کر دیا تھا۔ کیا تمہارا جادوگر ایسا کر سکتا ہے؟ جادوگر نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم جادوگر مردوں کو زندہ نہیں کر سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بادشاہ نے جادوگر کو کہا اس نے کتنی جلدی تجھے بہکایا ہے۔ جادوگر نے کہا اس نے مجھے نہیں بہکایا لیکن میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا ہوں تو بادشاہ نے کہا لوگوں تک اس کی بات پہنچنے سے پہلے اس کی زبان کاٹ دو تو لوگوں نے جادوگر کی زبان کاٹ دی تو وہ مر گیا اور اس کا واقعہ اور ایمان لانے کی بات لوگوں تک پہنچ گئی تو لوگوں نے کہا جادوگر نے سچ کہا تھا حق بات وہی ہے جو جرجیسؑ نے کہی تھی اور جرجیسؑ نے بھی ان لوگوں کو جادوگر کا واقعہ بتایا تو چار ہزار لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ کو ان کے بارے میں بتایا گیا تو بادشاہ کے حکم پر ان سب لوگوں کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا جب ان کو قتل کر دیا گیا تو بادشاہ نے جرجیسؑ کو کہا آپ نے اپنے معبود سے یہ سوال کیوں نہیں کیا کہ وہ آپ پر ایمان لانے والوں کے ذریعہ آپ کو نفع دیتا، آپ ان کے ذریعہ طاقتور ہو جاتے تو جرجیسؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت میں داخل کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ دنیا سے راحت حاصل کر لیں اور میرا میرے رب کی سلطنت میں کوئی زور نہیں چلتا تو بادشاہ کے بائیں طرف بیٹھے مجلنطیس نے کہا اے جرجیسؑ! آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کا معبود جو چاہے کرتا اور پیدا کرتا ہے میں آپ کو ایک بات کا حکم دیتا ہوں اگر آپ نے اس کو کر لیا تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ جرجیسؑ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ مجلنطیس نے کہا آپ ان چودہ کرسیوں کو دیکھ رہے ہیں؟ جرجیسؑ نے فرمایا ہاں مجلنطیس نے

کہا آپ ہمارے سامنے ان پیالوں اور طشتریوں کو دیکھ رہے ہیں؟ جرجیسؑ نے فرمایا جی ہاں۔ مجلنطیس نے کہا آپ اپنے رب سے سوال کریں کہ وہ ان کو پہلے جیسے پتوں اور پھلوں والے درخت بنا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ جرجیسؑ نے فرمایا میرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ وہ جو چاہتا ہے وہ کرے گا یا نہیں۔ وہ ایسا نہ بھی کرے تو وہ قادر ہے اس پر کوئی زور نہیں تو آسمان سے ایک فرشتہ آیا اور کہا اے جرجیسؑ آپ اس مقام میں جو چیز مانگیں گے اللہ تعالیٰ آپ کو دیں گے تو جرجیسؑ نماز اور دعا میں مشغول ہو گئے تو تھوڑی ہی دیر میں کرسیاں اور پیالے حرکت کرنے لگے اور ان کے پتے اور پھل نکل آئے حاضرین مجلس یہ سب دیکھ رہے تھے تو مجلنطیس نے کہا میں نے ایسا جادوگر نہیں دیکھا میں آج اسکو خود عذاب دوں گا تو مجلنطیس نے تانبے کا ایک بیل تیار کرایا اور اس کے پیٹ میں معدنی تیل یا گندھک بھر کر آگ بھڑکا دی اور اس میں جرجیسؑ کو ڈال دیا اس کے نیچے بھی آگ بھڑکا دی یہاں تک کہ بیل کے پیٹ میں ہر چیز پگھل گئی اور جرجیسؑ وفات پا گئے تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ان پر ہوا، بادل اور بجلی کی کڑک اور تاریکی بھیج دی وہ لوگ رات کو دن سے اور دن کو رات سے پہچان نہ سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جو اس بیل کی صورت میں آیا جس کے پیٹ میں جرجیسؑ تھے اور اس کو اٹھا کر زمین پر پٹخا تو اس کی چیخ سارے شہر والوں نے سنی اور اوندھے منہ گر گئے اور وہ صورت ٹوٹ گئی اور جرجیسؑ اس سے باہر نکل آئے اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کر دیا، وہ اپنا سر جھاڑتے ہوئے کھڑے ہوئے اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے لگے تو اللہ تعالیٰ نے وہ تاریکی ختم کر دی اور یہ جرجیسؑ کی دوسری موت تھی۔ پھر بادشاہ کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے طورقلیطا نے کہا اے جرجیس! اگر آپ سچے ہو تو اپنے رب سے سوال کرو کہ یہاں ہمارے پہاڑ میں ایک غار ہے اور اس غار میں ایک چٹان میں کھودے ہوئے حوض ہیں اور ہر حوض میں ہمارے گزشتہ بادشاہوں میں سے ایک ہے، ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہیں اگر آپ ان کو زندہ کر دیں اور وہ ہم سے بات چیت کریں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ جرجیسؑ نے فرمایا تم کھڑے ہو جاؤ ہم غار کی طرف چلتے ہیں تو وہ لوگ جرجیسؑ کے ساتھ گئے جرجیسؑ غار کے دروازے پر کھڑے ہوئے پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو زندہ کر دیں پھر جرجیسؑ نے حکم دیا کہ ان مردوں کی مٹی جھاڑ دے کر حوضوں سے جمع کر لی جائے تو وہ مٹی اٹھا کر جرجیسؑ کے سامنے ڈال دی گئی پھر جرجیسؑ نے دعا کی تو مٹی کے ذرات حرکت کرنے لگے اور ہڈیاں بن گئے پھر ان ہڈیوں پر گوشت اور جلد چڑھائی گئی اور ان کے بدن مکمل ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں روح داخل کر دی تو وہ ان لوگوں کو دیکھنے لگے اور لوگ ان کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے اور یہ سترہ انسان تھے جو ان بادشاہوں میں سے تھے، نو مرد اور پانچ عورتیں اور تین بچے اور ان میں ایک بوڑھا تھا جو ان میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ اور بارعب تھا تو جرجیسؑ نے اس سے پوچھا آپ کون ہو؟ اس نے کہا میں فلاں بن فلاں بادشاہ ہوں۔ تو لوگوں نے کہا ہم گزشتہ بادشاہوں میں اپنے ایک بادشاہ کا ایسا نام سن چکے

ہیں اور کہا جاتا ہے کہ جرجیسؑ نے اس کو کہا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا توفیل، جرجیسؑ نے پوچھا کیا آپ کا کوئی دین تھا جس کا آپ اعتقاد رکھتے تھے؟ اس نے کہا ہاں میں ایک بت کی عبادت کرتا تھا جس کا نام افلون تھا پھر جب میں مر گیا اور قبر میں رکھ دیا گیا اور اب چار سو سال گزر گئے ہیں ابھی تک موت کی کڑواہٹ میرے حلق سے نہیں نکل سکی پھر مجھے اٹھا کر ایک عادل حاکم کے سامنے ٹھہرایا گیا جو ایک بڑی کرسی پر جلوہ افروز تھے تو انہوں نے مجھ سے میرے عمل اور دین کے بارے میں سوال کیا تو میرے اور میرے ساتھیوں کے لئے کوئی خیر نہیں پائی تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسموں پر کیڑے اور ہماری روحوں پر غم مسلط کر دیا تو ہم نے دنیا کی طرف لوٹنے کا مطالبہ کیا تاکہ ہم توبہ کرلیں لیکن ہمیں اجازت نہیں دی گئی تو ہم ہمیشہ عذاب میں ہی رہے یہاں تک کہ اب ہم نے ایک زوردار چیخ سنی اور ہم زندہ ہو گئے اور ہماری روحیں لوٹا دی گئیں پھر اس بوڑھے نے جرجیسؑ سے پوچھا اے نیک آدمی جس کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندہ کر دیا آپ کون ہو؟ آپؑ نے جواب دیا: جرجیس نبی ہوں تو وہ آدمی جرجیسؑ کو چمٹ گیا اور کہنے لگا میں آپ کی اور آپ کے معبود کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ آپ ہمیں سخت عذاب کی طرف لوٹا دیں جس میں ہم تھے، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کریں کہ وہ ہم پر رحم کریں تو طور قلیطا نے اس بوڑھے کو کہا جو جرجیسؑ سے گفتگو کر رہا تھا اے بوڑھے! کیا آپ کو حیا نہیں آتی، آپ نے ایک زمانہ تک اپنے آباء واجداد کے دین پر زندگی گزاری اور اب آپ اس گمراہ آدمی کے دین کی پیروی کر رہے ہو تو وہ بوڑھا طور قلیطا کی طرف متوجہ نہ ہوا اور کہا موت کے بعد جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ میں ہی جانتا ہوں۔ تو جرجیسؑ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا پھر ان لوگوں کو اس سے وضو کرنے کا کہا اور بعض نے کہا ہے کہ غسل کرنے کا کہا۔ پھر ان کو فرمایا تم لا الہ الا اللہ کہو انہوں نے کہا پھر زمین پر پاؤں مارا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی اور ان کو جنت میں بھیجنے کا حکم دے دیا۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ لوگ کافی عرصہ زندہ رہے پھر ہر ایک اپنے مقررہ وقت پر مرا تھا (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

اور جرجیسؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں میری سفارش قبول کر لی ہے لیکن ان پر کوئی ایمان نہ لایا اور لوگ کہنے لگے آپ کتنے بڑے جادوگر ہو آپ نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا حتیٰ کہ ہم یہ سمجھے کہ آپ نے ان لوگوں کو زندہ کر دیا تھا حالانکہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا پھر وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم جرجیسؑ کو بھوک کا عذاب دیں تاکہ وہ اس کی وجہ سے گڑگڑائیں تو لوگوں نے جرجیسؑ کو ایک بوڑھی تنگدست عورت کے گھر میں قید کر دیا اس عورت کا ایک نابینا، بہرا، اپاہج بیٹا تھا اور اسکے گھر میں ایک خشک ستون تھا تو لوگوں نے جرجیسؑ کے کھانے پر پابندی لگا دی تو بوڑھی عورت کو کہا کیا آپ کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ تو اس نے قسم کھائی کہ اس کو دس دن سے صرف تھوڑی سی کھانے کی چیز ملی تھی اس کے بیٹے کے لئے۔ بوڑھی عورت کہنے لگی

لیکن میں باہر جا کر لوگوں سے آپ کے لئے کوئی چیز مانگتی ہوں جب وہ باہر نکلی تو جرجیسؑ اس ستون کے لئے دعا کرنے لگے تو تھوڑی دیر میں وہ سرسبز ہو گیا اور اس پر ہر قسم کے میوے اگ آئے اور اس کی شاخیں گھر کے اوپر نکل آئیں تو وہ بوڑھی عورت واپس آئی تو اس نے یہ منظر دیکھ کر کہا میں اس اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتی ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی نے آپ کو بوڑھی عورت کے گھر میں کھانا کھلایا ہے پھر بوڑھی عورت نے جرجیسؑ سے سوال کیا کہ اس کے بیٹے کو شفاء دلا دیں تو جرجیسؑ نے اس کی آنکھوں اور کانوں میں لعاب مبارک ڈالا تو وہ دیکھنے اور سننے لگ گیا تو بوڑھی عورت نے کہا اس کی زبان اور پاؤں بھی ٹھیک کر دیں تو جرجیسؑ نے فرمایا اس کے لئے ایک دوسرا دن ہے۔ پھر بادشاہ باہر نکلا تو اس نے اس جیسا درخت نہیں دیکھا تھا اس پر مختلف قسم کے پھل تھے جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہ تھے تو بادشاہ نے پوچھا یہ کیسا درخت ہے میں نے اس جیسا درخت نہیں دیکھا؟ لوگوں نے کہا یہ درخت اس جادوگر نے بوڑھی عورت کے لئے اگایا ہے اور اس کے بیٹے کو شفاء دے دی ہے۔ بادشاہ نے کہا تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ لوگوں نے کہا ہم آپ کو غمگین نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آپ پہلے ہی اس وجہ سے پریشان ہیں تو بادشاہ نے اس گھر کو گرانے اور درخت کو کاٹنے کا حکم دیا۔ ایسا کر دیا گیا تو جرجیسؑ نے دعا کی اور اسکو واپس ستون بنا دیا۔ پھر بادشاہ نے جرجیسؑ کو بلوایا اور حکم دیا کہ ایک بیل گاڑی کو تیار کیا جائے اسے باندھا جائے اور یہ حکم دیا گیا کہ اسے منہ کے بل لٹایا جائے پھر اس کو ان کی پشت پر دوڑایا جائے حتیٰ کہ ان کے تین ٹکڑے ہو جائیں تو ایسا ہی کیا گیا پھر ان کو آگ سے جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ یہ جرجیسؑ کی تیسری موت تھی۔ پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ یہ راکھ لے جائیں اس کا ایک تہائی حصہ سمندر میں بہا دیں اور ایک تہائی خشکی میں اور ایک تہائی پہاڑ میں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ ابھی وہ اپنی جگہ سے ہٹے نہ تھے کہ انہوں نے آواز سنی اے خشکی اور اے سمندر اور اے پہاڑ! تمہارے پاس جو اس پاکیزہ بندے کو ڈالا گیا ہے اس کی حفاظت کرو اور اس کو جمع کرو تا کہ یہ پہلے جیسے ہو جائیں تو ہر جانب سے ہوائیں چلیں اور سخت غبار اڑایا۔

تو تھوڑی ہی دیر بعد ان لوگوں نے جرجیسؑ کو غبار سے صحیح سالم باہر نکلتے ہوئے دیکھا وہ اپنا سر جھاڑ رہے تھے تو وہ لوگ حضرت جرجیسؑ کے ساتھ بادشاہ کے پاس واپس آئے اور بتایا کہ انہوں نے راکھ کے ساتھ کیا کیا اور جرجیسؑ کا کیا معاملہ پیش آیا۔ تو وہ سرکش حیران رہ گیا پھر اس نے جرجیسؑ کو کہا کیا آپ میری صرف ایک بات مان لیں گے جس میں آپ کے لئے اور میرے لئے آسانی ہے۔ اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ یہ بندہ بادشاہ پر غالب آ گیا ہے تو میں آپ پر ایمان لے آتا اور آپ کی پیروی کرتا لیکن آپ افلون کو ایک سجدہ کر لیں، مجھے اس کے بعد کسی چیز میں شک نہ ہوگا اور میں آپ کا بہت زیادہ اکرام کروں گا۔ جب جرجیسؑ نے اس کی بات سنی تو ان کو بادشاہ کے بت کو ہلاک کرنے کی امید ہوئی اور فرمایا آپ نے سات سال سے یہ بات کیوں نہیں کی؟ پھر جرجیسؑ نے فرمایا ہاں میں ایسا کروں گا۔ بادشاہ نے کہا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ آج رات میرے پاس

رہیں اور میرے بستر پر رات گزاریں تا کہ میرے نزدیک آپ کا مرتبہ کیا ہے؟ یہ لوگوں کو معلوم ہو جائے تو جرجیسؑ نے ایسا ہی کیا جب رات کی تاریکی چھا گئی تو جرجیسؑ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور زبور پڑھنے لگے اور غمزدہ آواز میں رونے لگے بادشاہ کی بیوی نے ان کی آواز سنی تو وہ آ کر جرجیسؑ کی پشت پر کھڑی ہو کر قراءت سننے لگی اور رونے لگی تو جرجیسؑ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ عورت نے کہا مجھے اس کلام کے حسن نے رلا دیا ہے اس جیسا کلام میں نے کبھی نہیں سنا۔ جرجیسؑ نے فرمایا آپ اس کے کہنے والے کو پہچان جاؤ تو کیسا ہوگا؟ تو اس عورت نے کہا مجھے ان کے بارے میں بتائیں تو جرجیسؑ اس عورت کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال بیان کرنے لگے اور اس کو آسمانوں اور زمینوں اور جنت و جہنم کی باتیں کرنے لگے تو وہ عورت جرجیسؑ پر ایمان لے آئی۔ جب جرجیسؑ بت خانہ میں داخل ہوئے اور لوگ جرجیسؑ کو بت کو سجدہ کرتا ہوا دیکھنے کے لئے حاضر تھے اس بوڑھی عورت کو جو جرجیسؑ پر ایمان لے آئی تھی اس کو لوگوں نے کہا کہ جرجیسؑ فتنہ میں مبتلا ہو گئے ہیں اور بت کو سجدہ کرنے لگے ہیں تو وہ عورت اپنے بیٹے کو کندھے پر اٹھا کر روتی ہوئی آئی اور کہا اے جرجیس! تجھ پر افسوس ہے تو ایڑیوں کے بل واپس لوٹ گیا اور مرتد ہو گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں اور نبوت کے ذریعے آپ کا اکرام کیا تھا اور آپ کو اپنی مدد سے عزت دی اور آپ کے دشمنوں سے آپ کی حفاظت کی تھی اور کئی مرتبہ آپ کو موت کے بعد زندہ کیا تو آپ کے بعد کون آدمی فتنہ سے محفوظ رہ سکے گا؟ جب جرجیسؑ نے اس عورت کو دیکھا تو فرمایا اپنے بیٹے کو رکھ دو تو عورت نے بیٹے کو نیچے رکھ دیا جرجیسؑ نے اس کو فرمایا اے میرے بیٹے! میرے پاس آؤ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان اور پاؤں چلا دیئے وہ دوڑتا ہوا جرجیسؑ کے پاس گیا جرجیسؑ نے اس کو فرمایا ان بتوں کے پاس جاؤ اور ان کو میرے پاس بلا لاؤ تو بچے نے اشارہ کیا میں کیسے بات کروں؟ تو جرجیسؑ نے فرمایا آپ ان کو کہنا جرجیسؑ اس اللہ کے نام کے ساتھ تمہیں بلا رہے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے تو وہ آپ کو جواب دیں گے تو وہ بت جرجیسؑ کے پاس آئے جب جرجیسؑ کے پاس پہنچے تو جرجیسؑ نے زمین پر پاؤں مارا تو سارے بت زمین میں دھنس گئے اور ابلیس بتوں سے بڑے بت افلون کے اندر تھا جب اس نے زمین میں دھنسنے کو محسوس کیا تو اس کے اندر سے نکل گیا۔ جرجیسؑ نے اس کو پیشانی سے پکڑ لیا اور فرمایا اے ملعون! لوگوں کو جہنم تک پہنچانے پر تجھے کس چیز نے ابھارا ہے؟ تو ابلیس نے کہا اگر مجھے اختیار دیا جائے کہ آسمان و زمین کی بادشاہت قبول کرلوں یا بنی آدم میں سے کسی ایک کو گمراہ کرلوں تو میں آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی دشمنی کی وجہ سے بنی آدم کو گمراہ کرنے کو اختیار کروں گا۔ اور آپ جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مہلت دی ہے اس لئے مجھے چھوڑ دو تو جرجیسؑ نے اس کو چھوڑ دیا۔ تو بادشاہ نے جرجیسؑ کو کہا آپ نے مجھے دھوکا دیا ہے اور میرے معبود کو ہلاک کر دیا ہے جرجیسؑ نے فرمایا آپ اس کو کیسے معبود کہہ سکتے ہو حالانکہ وہ تو اپنے آپ سے کوئی نقصان دور کرنے پر قادر نہیں ہے۔ وہاں بادشاہ کی بیوی بھی موجود تھی تو اس نے

لوگوں کو کہا اے لوگو! تم میری بات توجہ سے سنو۔ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے تو اس نے کہا تمہارا ناس ہو تم عقل رکھتے ہو اور تم جو کچھ دیکھ رہے ہو، نہ اس سے عبرت حاصل کر رہے ہو۔ جرجیسؑ نے جو کچھ بتوں کے ساتھ کیا ہے وہ تمہارے ساتھ بھی کر سکتے ہیں اور تمہیں بھی زمین میں دھنسا دیں۔ تو بادشاہ نے بیوی کو کہا ایک ہی رات میں کتنی جلدی اس جادوگر نے تجھے بہکا دیا ہے اور میں سات سال سے ان سے تدبیریں اور مکر کر رہا ہوں لیکن انہوں نے میری نہیں مانی۔ بادشاہ کی بیوی نے کہا کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر وقت ان کو کیسے کامیاب کیا ہے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کے بت کے ساتھ یہ کیا۔

تو بادشاہ کو بیوی کی بات سن کر غصہ آ گیا تو بادشاہ کے حکم پر اس کو بالوں سے لٹکا دیا گیا اور ان کے جسم پر لوہے کی کنگھیاں پھیری گئیں یہاں تک کہ ان کی کھال اور گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی جب ان پر تکالیف سخت ہو گئیں تو انہوں نے جرجیسؑ کو کہا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھ پر آسانی کر دیں۔ جرجیسؑ نے فرمایا آپ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاؤ تو اس خاتون نے ایسا کیا اور ہنسنے لگیں جرجیسؑ نے پوچھا آپ کس وجہ سے ہنسی ہو؟ بادشاہ کی بیوی نے کہا میں نے دو فرشتوں کو دیکھا ہے جو میری روح کا انتظار کر رہے ہیں اور ان دونوں کے ساتھ جنت کے کپڑے، تاج اور زیور ہیں اور وہ دونوں مجھے اپنی طرف بلا رہے ہیں تا کہ میری روح جنت میں لے جائیں۔ جب وہ مرگئی تو جرجیسؑ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی اے اللہ! آپ نے مجھے ان آزمائشوں میں مبتلا کیا تھا اور آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ان مصائب میں مجھے سات سال ٹھہرنا ہوگا اور سات سال مکمل ہو گئے ہیں اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنے پاس بلا لیں اور مجھے بلانے سے پہلے اس ظالم بستی پر اپنا عذاب اور سزا نازل کر دیں جس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ جو مصیبت زدہ اور آفت زدہ میرے نام کے ساتھ آپ سے دعا کرے آپ اس کی دعا قبول کر لیں اور اس کی مصیبت دور کر دیں۔ جب جرجیسؑ اپنی دعا سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک بادل پیدا کیا جس نے ان پر آگ برسائی جب ان لوگوں نے جلن محسوس کی تو جرجیسؑ کی طرف دوڑے اور تلواروں سے ان کو قتل کر دیا تو یہ چوتھی موت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس بستی اور اس کے باشندوں کو جلا دیا اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو جلنے سے بچا لیا۔ ان سات سالوں میں جرجیسؑ پر ایمان لانے والوں کی کل تعداد تینتیس ہزار ذکر کی گئی ہے۔ بادشاہ کی بیوی بھی انہی میں سے تھی (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب) یہ ساری روایات ہمیں اس قصہ کے بارے میں پہنچی ہیں۔

پولس اور اس کا نصاریٰ کو گمراہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ [سورۃ مریم: 37]
(ترجمہ) پھر مختلف فرقوں نے اپنے درمیان اختلاف ڈال دیا۔
محدثین نے ذکر کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد نصاریٰ دین اسلام پر کاربند رہے یہاں تک کہ پولس نے آکر ان کو گمراہ کیا۔ پولس یہودی تھا یہ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں منفی جذبات اور دشمنی رکھتا تھا۔ جب یہ بوڑھا ہوا تو کہنے لگا میں مرجاؤں گا تو میرا شر نصاریٰ سے ختم ہوجائے گا ایسا ہونا مناسب نہیں ہے تو یہ ایک دن نصاریٰ کے پاس گیا اور ان کو کہا کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ تو پولس ہے تمام مخلوق سے زیادہ برا ہے تو پولس نے یہ ظاہر کیا کہ اس کی ایک آنکھ کی بینائی ختم ہوچکی ہے۔ اس نے کہا تم جان لو کہ مسیحؑ میرے خواب میں آئے تھے اور میری آنکھ پر طمانچہ مار کر ایک آنکھ پھوڑ دی اور فرمایا تو کب تک میری قوم کو اذیت دے گا اس لئے اب میں تمہارے پاس آیا ہوں تا کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرلوں اور تمہارے دین میں داخل ہوجاؤں۔ نصاریٰ نے اسے قبول کرلیا تو پولس ایک گھر میں داخل ہوا اور رہبانیت میں مشغول ہوگیا یہ سارا دن روزہ رکھتا اور ساری رات قیام کرتا اور اتنے مجاہدے کرتا تھا کہ لوگ اسکے معتقد ہوگئے۔
جب پولس کو معلوم ہوگیا کہ اس کی قدر لوگوں کے دل میں پیدا ہوگئی ہے تو اس نے ایک دن نصاریٰ کے چند افراد کو بلوایا اور کہا کیا تم نہیں جانتے کہ لشکر بادشاہ کے پاس آتے ہیں ان لوگوں نے کہا جی ہاں۔ پولس نے کہا ہم دیکھتے ہیں کہ سورج، چاند اور ستارے مشرق کی طرف سے آتے ہیں تو لامحالہ اللہ تعالیٰ بھی وہاں ہوں گے ان لوگوں نے کہا ایسے ہی ہوگا۔ پولس نے کہا تو ہمارے لئے زیادہ مناسب یہ ہے کہ ہم نماز میں مشرق کی طرف منہ کیا کریں تو اس طرح ان لوگوں کو بیت المقدس سے مشرق کی طرف پھیر دیا پھر دوسرے دن نصاریٰ کے چند اور لوگوں کو بلایا اور پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو مخلوق کے نفع کے لئے پیدا نہیں کیا؟ سب نے کہا کیوں نہیں۔ پولس نے کہا پھر گائے کو خنزیر کے کھانے پر ترجیح کیوں دی جاتی ہے حالانکہ یہ دونوں ہم شکل ہیں تو اس طرح ان کے لئے خنزیر کا گوشت حلال کردیا تو انہوں نے خنزیر کھالیا۔ پھر ایک دن نصاریٰ کی ایک جماعت کو بلایا اور پوچھا کیا مردوں کو زندہ کرنا اور نابینا اور برص والے کو تندرست کرنا اور پرندوں کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے نہیں ہے؟ ان پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی قادر نہیں ہوسکتا۔ ان سب نے کہا کیوں نہیں۔ پولس نے کہا تو مسیحؑ ایسا کرتے تھے؟ لازمی بات ہے کہ وہ رب تھے پھر پولس نے ایک دن ان لوگوں کو جمع کیا اور ان کو کہا میں نے مسیح

علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تھا وہ مجھے فرما رہے تھے اب میں آپ سے راضی ہو گیا ہوں اور میری آنکھ پر ہاتھ پھیرا تو وہ صحیح ہو گئی۔ اور انہوں نے میرے ذریعے تمہارے پاس ایک پیغام بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ وہ پیغام تم تک پہنچا دوں تم اپنے تین علماء کو منتخب کرلو جو مجھ سے اس پیغام کی تبلیغ کریں تو لوگوں نے تین علماء منتخب کئے۔ پولس نے کہا ان میں سے ہر ایک علیحدہ میرے پاس آئے تو ان میں سے ایک عالم آئے تو پولس نے کہا مسیح علیہ السلام نے مجھے فرمایا ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم مجھے بندہ کہتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں نے مردوں کو زندہ کیا اور نابینا اور برص والے کو تندرست کیا اور مٹی سے پرندا پیدا کیا وہ اڑنے لگا، ایسا نہ کہو بلکہ میں اللہ ہوں اور تم لوگ اسی طرح کہا کرو تو اس عالم نے یہ بات قبول کرلی اور پولس کے پاس سے چلے گئے۔ پھر دوسرے عالم کو بلایا اور کہا مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم جانتے ہو میں نے ایسے کام کئے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی قادر نہیں ہو سکتا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے ساتھ ربوبیت میں شریک کرلیا تھا اسی لئے میں یہ کام کرنے پر قادر تھا تو اس عالم نے پولس کی یہ بات قبول کرلی اور چلے گئے۔ پھر تیسرے عالم کو بلایا اور کہا مسیح علیہ السلام نے مجھے فرمایا ہے آپ میری قوم کو کہہ دو کہ میں اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہوں تم لوگ ان تمام کاموں کو پہچان چکے ہو جو میں نے کئے تھے، یہ کام اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔ میں اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہوں اور تم یہ بات انجیل میں بھی پڑھتے ہو تو اس عالم نے بھی یہ بات قبول کرلی اور باہر چلے گئے۔

پھر پولس نے اسی رات خود کو قتل کرلیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کو مردہ حالت میں پایا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ پولس نے لوگوں کے سامنے خود کو قتل کر دیا تھا اور کہا میں اپنی جان مسیح علیہ السلام کے لئے قربان کر رہا ہوں تاکہ وہ مجھ سے بہت زیادہ راضی ہو جائیں۔ جب پولس مر گیا تو لوگوں نے ان تین علماء سے پوچھا ہمیں مسیح علیہ السلام کا وہ پیغام بتاؤ جو پولس نے تم تک پہنچایا تھا۔ تو ہر عالم نے چند افراد کو وہ پیغام بتایا تو ان لوگوں کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ پولس نے ان تینوں علماء کو کہا تھا کہ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں لیکن اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کی کیفیت میں ان تینوں علماء کا اختلاف ہو گیا تھا۔ ان علماء میں سے ایک کا نام نسطور، دوسرے کا نام ملکا اور تیسرے کا نام ماریعقوب تھا۔ اسی وجہ سے اس بارے میں نصاریٰ کے اقوال مختلف ہیں۔ جیسا کہ ہم ان کا ذکر کر چکے ہیں اور ان کے اقوال کی مفصل شرح ہمارے شیخ امامؒ نے کتاب المقالات میں کی ہے تو ہم ان کی طوالت کی وجہ سے ان کے لکھنے میں مشغول نہیں ہوئے۔

شمسون عابد کا ذکر

یہ عبادت گزار تھے، اپنے عبادت خانہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، یہ سب لوگوں سے زیادہ طاقتور اور سخت جان تھے۔ ان کو کسی قسم کی زنجیروں میں بھی باندھا جاتا وہ کھل جاتی تھیں۔ ان کو کسی چیز سے باندھ نہ سکتے تھے، یہ کافروں کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ان سے مال غنیمت حاصل کرتے تھے۔ ان کے قریب کفار کا ایک شہر تھا، وہ لوگ ان سے عاجز ہوگئے تھے اور ان کے بارے میں مشورہ کرنے لگے تو ایک دوسرے کو کہنے لگے ہم صرف شمسونؒ کی بیوی کے ذریعہ ہی ان کے خلاف کامیاب ہوسکتے ہیں تو اس شہر کے بادشاہ نے شمسونؒ کی بیوی کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ شمسونؒ کو قتل کرنے میں ہمارا ساتھ دو تو میں آپ سے شادی کرلوں گا اور آپ کو بے شمار مال دوں گا تو شمسونؒ کی بیوی لالچ میں آگئی اور جواب دیا کہ میں اس کو قتل کرنے کی طاقت نہیں رکھتی لیکن تم لوگ جو چاہتے ہو میں کروں گی۔ ان لوگوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ جب وہ سو جائیں تو آپ ان کے دونوں ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ کر ہمیں بتا دینا تو ہم آ کر ان کو پکڑ لیں گے۔ اس نے کہا میں ایسا کرلوں گی۔ جب شمسونؒ سو گئے تو ان کی بیوی نے ان کو مضبوطی سے باندھ دیا جب شمسونؒ بیدار ہوئے اور جسم کو حرکت دی تو ساری بیڑیاں گر گئیں اور شمسونؒ نے بیوی سے پوچھا یہ کام کرنے پر تجھے کس چیز نے مجبور کیا ہے؟ بیوی نے کہا میں آپ کی قوت آزمانا چاہتی تھی۔ شمسونؒ خاموش ہوگئے پھر شمسونؒ کی بیوی نے ان کافروں کو شمسونؒ کا اور اپنا واقعہ بتا دیا۔ ان لوگوں نے کہا ہم آپ کو زنجیریں دیں گے آپ ان سے شمسونؒ کو باندھ دینا تو اس عورت نے کہا ٹھیک ہے۔ اس عورت نے وہ زنجیریں باندھ دیں تو شمسونؒ نے بیدار ہو کر جسم کو حرکت دی تو ساری زنجیریں نیچے گر گئیں۔ شمسونؒ نے بیوی سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا مجھے لوگوں نے کہا تھا کہ آپ پر کوئی چیز قوی نہیں ہوسکتی تو میں دیکھ رہی تھی کہ ان کی بات سچی ہے کہ نہیں۔ تو شمسونؒ نے فرمایا مجھے میری والدہ کی دعا باندھ سکتی ہے کیونکہ میری والدہ نے مجھے یہ بددعا دی تھی بیوی نے پوچھا وہ کیا تھی؟۔ .... جب شمسونؒ سو گئے تو بیوی نے ان کے گیسو کو پکڑ کر ان کے ساتھ شمسونؒ کے انگوٹھے باندھ دیئے پھر کافروں کو اطلاع دے دی۔ تو کافر شمسونؒ کے گھر داخل ہوگئے تو شمسونؒ بیدار ہوگئے اور اپنے ہاتھ نہ کھول سکے تو کافر ان کو پکڑ کر اپنے شہر لے گئے ان کا بادشاہ ایک بلند بالا خانہ پر تھا جو چار ستونوں کے اوپر تھا۔ وہ وہاں بیٹھا جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ جب شمسونؒ قریب ہوئے تو بادشاہ کے حکم پر لوگوں کو آواز دی گئی کہ وہ جمع ہو جائیں اور بادشاہ کے حکم پر ایک لکڑی گاڑھی گئی تاکہ شمسونؒ کو سولی دی جائے۔ شمسونؒ نے یہ دیکھ کر دعا کی اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کے راستے میں جہاد کے

لئے زندہ رہنا چاہتا ہوں تو آپ مجھے اس سے نجات دے دیں، تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا اس نے آکر شمعونؒ کی بیڑیاں کھول دیں اور شمعونؒ کو کہا کہ آپ بادشاہ کے بالاخانہ کے نیچے موجود ستونوں کو جھنجھوڑ دیں تو شمعونؒ نے ان ستونوں کو پکڑ کر جھنجھوڑا تو وہ بالاخانہ گر گیا اور بادشاہ نیچے آکر گرا اور بادشاہ اور اس کے سارے ساتھی ہلاک ہوگئے اور باقی لوگ اسی میں مشغول ہوگئے اور شمعونؒ صحیح وسالم اپنے عبادت خانہ میں واپس آگئے اور اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

اور کہا جاتا ہے کہ شمعونؒ نے اپنے عبادت خانہ میں ایک ہزار مہینے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ دن کو روزہ رکھتے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جہاد کرتے تھے اور رات کو نماز کے لئے جاگتے تھے۔

اور بعض تفاسیر میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ [سورة القدر:3]

(ترجمہ) شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

اس سے مراد وہ ہزار مہینے ہیں جن میں شمعونؒ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تھی اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت کو زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

تُبَّعٌ اور اس کی قوم کا ذکر

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَقَوْمُ تُبَّعٍ [قٓ:14] (اور تبع کی قوم نے)

آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ یمن کے بادشاہوں کا نام تبع (جمع تبابعہ) ہوا کرتا تھا جیسے خلفاء کا نام خلفاء رکھا جاتا ہے اس لئے کہ یہ ایک دوسرے کے تابع ہوتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ ان کو تبع ان کے متبعین کی کثرت کی وجہ سے کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس تبع کا ذکر کیا ہے اس کا نام اسود بن کلکی کرب تھا اور ملکی کرب حمیری بھی روایت کیا گیا ہے۔ اور اس کی کنیت ابو کرب تھی۔ یہ مدینہ آیا تھا اور یہود کو قتل کیا تھا۔

اس کا پس منظر یہ تھا کہ فطیون نامی ایک یہودی مدینہ کے علاقہ کا بادشاہ بن گیا تھا اور اس کے باشندوں پر خوب قہر نازل کیا تھا یہاں تک کہ کسی کی شادی ہوتی تو اس کی دلہن پہلے فطیون کے پاس لائی جاتی تھی تو وہ اس کے خاوند سے پہلے اس دلہن سے ہمبستری کرتا تھا اور قبیلہ خزرج کا ایک آدمی تھا جس کا نام مالک بن عجلان تھا اور اس کی ایک بہن تھی جب اس کو شادی کے بعد پالکی میں بٹھایا گیا تو یہ وہاں سے کھڑی ہوئی اور اپنی پنڈلیاں کھول کر بھاگتی ہوئی قوم کی مجلس میں پہنچ گئی۔ اس کا بھائی مالک بھی اسی مجلس میں بیٹھا تھا وہ فوراً کھڑا ہوا اور بہن کو کہا تیرا ناس ہو تو نے مجھے رسوا کر دیا ہے۔ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ بہن نے کہا دنیا میں اس سے بڑی چیز کونسی ہوگی کہ مجھے میرے خاوند کے علاوہ کسی اور کے پاس لے جایا جا رہا ہے تاکہ وہ مجھ سے ہمبستری کرے۔ مالک نے کہا تیرے باپ کی قسم تو سچ کہہ رہی ہے؟ یہ تو بڑی بات ہے کیا تجھ میں کوئی خیر ہے؟ تو بہن نے کہا میرے پاس وہ ہے جو کسی عقلمند ترین عورت کے پاس ہوتا ہے۔ مالک نے کہا تو مجھے اپنے پاس چھپا لے۔ جب شام ہوئی اور عورتوں نے دلہن کو بناؤ سنگھار کر کے اس کے خاوند کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تو مالک نے اپنی تلوار گردن میں لٹکائی اور دلہن کے پاس سے عورتوں کے کپڑوں سے جسم کو ڈھانپ لیا اور فطیون اس دلہن کے ساتھ تنہائی حاصل کرنے آیا تو مالک کمرے کے کسی کونے میں چھپ گئے۔ جب فطیون اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کر لیا تو مالک تلوار نکال کر باہر نکلے اور اس پر وار کر کے اس کو قتل کر دیا اور اپنی بہن کا ہاتھ پکڑ کر اس کے خاوند کے پاس لے گئے۔ پھر مالک یہود کے خوف سے چھپ گئے اور تبع سے مدد مانگنے یمن چلے گئے۔ یہ تبع غسان قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اور انصار بھی غسان میں سے تھے۔ تو مالک نے تبع کو آمادہ کیا کہ وہ ان کی قوم کی مدد کے لئے یثرب جائے تو تبع اپنے لشکروں کے ساتھ روانہ ہو گیا تو مدینہ کے پاس ایک کنویں کے پاس قیام کیا جس کا نام بئر الملک تھا۔

اور مالک رات کو اپنی قوم کے پاس گئے اور فرمایا میں تمہارے پاس زمانے کی عزت یعنی ابو کرب یمانی

بادشاہ کو لایا ہوں اور میں نے اس کو فلاں جگہ ٹھہرایا ہے۔ تو مالک کے قبیلہ سالم کی ایک عورت نے کہا کاش میرے نصیب میں بھی ابوکرب ہوتا وہ خیر کا سردار ہے، اس نے خیر کو اٹھایا ہے، اس عورت کی یہ بات ضرب المثل بن گئی پھر مالک نے تبع کو کہا اے بادشاہ! آپ جان لیں کہ یہود ہم سے تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور اس شہر میں ہم پر غالب ہیں، میں ان کو جمع کر کے لاؤں گا جب وہ آئیں گے تو آپ ان کی گردنیں اڑا دینا تا کہ آپ ان کو ہمارے لئے ذلیل کردو۔ ادھر یہود میں چرچا ہونے لگا کہ مالک تبع کو ان کے پاس لائے ہیں تو یہود مالک کے پاس آئے اور ان سے تبع کے بارے میں بات چیت کی تو مالک نے کہا تم اس سے نہ ڈرو کیونکہ وہ اپنی قوم کی زیارت کرنے آیا ہے۔ پھر مالک نے بنونظیر، قریظہ اور دیگر یہود کے معزز لوگوں کو پیغام بھیجا کہ میں نے بادشاہ سے تمہارے بارے میں بات کی ہے اور انہیں بتایا ہے کہ ہمارے درمیان کتنی محبت، قربت اور پڑوس ہے تو بادشاہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں بادشاہ کے پاس لے جاؤں تو تم تیار ہو جاؤ اور بادشاہ کے پاس جانے کے لئے زیب و زینت اختیار کرلو اور میرے ساتھ تبع کے پاس چلو۔ ان یہودیوں نے ایسا ہی کیا اور مالک ان لوگوں کو تبع کے پاس لائے تو تبع نے ایک آدمی ذوحوض کو حکم دیا اس نے ان کی گردنیں اڑا دیں اور یہود اسی دن سے اوس وخزرج سے ذلیل ہو گئے (واللہ تعالیٰ اعلم)

پھر تبع جب مدینہ سے واپس جانے لگا تو اپنے ساتھ یہود کے قیدی لڑکوں کو بھی لے گیا، ان میں یہود کے بڑے علماء کے لڑکے بھی تھے جو تورات پڑھتے اور سیکھتے تھے تو تبع نے ان دونوں کو اپنی صحبت وخدمت کے لئے منتخب کر دیا۔

اور محمد بن اسحاقؒ صاحب مغازی نے اپنی سند سے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قوم انصار کے ان بڑوں سے روایت کیا ہے جنہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا تھا کہ ان دو علماء کے تبع کے ساتھ ہونے کا سبب یہ تھا کہ تبع یعنی اسعد بن کلکی کرب جب مشرق سے واپس لوٹا تو مدینہ والا راستہ اختیار کیا۔ یہ مشرق کی طرف جاتے ہوئے بھی اس راستے سے گزرا تھا اور مدینہ والوں کا اپنی قرابت کی وجہ سے خوب اکرام کیا تھا اور اپنا ایک بیٹا مدینہ والوں کے پاس چھوڑ گیا تھا تا کہ وہ تبع کے واپس آنے تک اس کے بیٹے کی حفاظت کریں تو اس کے بیٹے کو اچانک کسی نے قتل کر دیا لیکن قاتل معلوم نہ ہو سکا۔ جب تبع واپس آیا تو وہ اپنے بیٹے کے قتل کے بارے میں سن چکا تھا اس نے مدینہ والوں کے خلاف قسم اٹھالی تھی اور مدینہ اجاڑنے اور اس کے درخت کاٹنے اور مدینہ کے باشندوں کی تباہی کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ تو سارے مدینہ والے اس کا دفاع کرنے کے لئے جمع ہو گئے اور اس سے لڑائی کے لئے باہر نکل چکے تھے اور ایک انصاری آدمی نے تبع کے ایک ساتھی کو کھجور کے باغ میں پایا تو اپنی درانتی سے اس پر وار کر کے قتل کر دیا اور اس کی لاش کنویں میں پھینک دی تو اس کی وجہ سے تبع کا غصہ مزید بڑھ گیا تو کئی دن تبع اور مدینہ والوں کے درمیان لڑائی رہی اور انصار کا یہ طرز عمل تھا کہ وہ تبع سے دن میں لڑائی کرتے تھے اور رات کو اس کی ضیافت کرتے تھے تو انصار کے اس طرزِ عمل سے تبع کو تعجب ہوا

اوران سے وجہ پوچھی تو انصار نے کہا آپ ہمارے قریبی رشتے دار ہو ہم آپ کی قرابت کی وجہ سے آپ کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور آپ کے ہم سے جنگ کرنے کی وجہ سے لڑائی کرتے ہیں تو تبع نے کہا یہ معزز لوگ ہیں۔

انسؓ فرماتے ہیں یہود نے سنا کہ تبع مدینہ کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو یہود کے علماء میں سے دو بڑے عالم تبع کے پاس آئے اور اس کو کہا اے بادشاہ! آپ ایسا نہ کریں اگر آپ نے یہ ارادہ کرلیا تو آپ کے اس ارادہ کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوجائے گی اور ہمیں آپ کی ہلاکت کا بھی خدشہ ہے۔ تبع نے پوچھا وہ کس وجہ سے ہے؟ ان دونوں علماء نے کہا اس لئے کہ اس بستی میں ایک نبیؑ ہجرت کرکے آئیں گے جو عنقریب آخری زمانہ میں قریشِ حرم سے نکلیں گے اور یہ مدینہ ان کی قیام گاہ ہوگا تو یہ بات سن کر تبع بہت حیران ہوا اور مدینہ سے چلا گیا اور ان دونوں عالموں کو یمن لے گیا اور ان کا دین قبول کرلیا، یہ دونوں علماء قبیلہ قریظہ کے فرد تھے ان کا نام کعب اور اسد تھا یہ دونوں عمرو کے بیٹے تھے اور تبع اس سے پہلے بتوں کی عبادت کرتا تھا۔ پھر وہ یمن کی طرف متوجہ ہوا جب وہ امج کی وادی اور عسفان کے درمیان جمدان کے علاقہ دف پر پہنچے تو ان کے پاس ہذیل کے چند لوگ آئے انہوں نے کہا اے بادشاہ! کیا ہم آپ کو ایک مال والے گھر کا بتائیں جس سے بادشاہ غافل رہے ہیں اس گھر میں بہت سارا مال اور جواہرات ہیں۔ تبع نے کہا کیوں نہیں۔ ہذیل کے لوگوں نے کہا وہ گھر مکہ میں ہے جو بہت دور ہے۔ ہذیل کے لوگوں نے تبع کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرلیا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو آدمی بھی کعبہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ ہلاک ہوجاتا ہے تو تبع نے ان دونوں علماء کے پاس پیغام بھیجا اور ان سے کعبہ کے بارے میں جو کچھ سنا تھا وہ پوچھا تو ان علماء نے کہا ان لوگوں نے آپ کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ہمارے علم میں اس کے علاوہ کوئی ایسا گھر نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بنوایا ہو، اگر آپ نے ان لوگوں کی کہی ہوئی بات پر عمل کیا تو آپ ضرور ہلاک ہوجائیں گے۔ تبع نے پوچھا پھر آپ دونوں مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ ان دونوں علماء نے کہا ہم یہ کہتے ہیں جب آپ وہاں پہنچیں تو وہاں کے لوگ جیسے اس کا طواف اور تعظیم کرتے ہیں آپ بھی ویسے کرنا۔ تبع نے ان علماء سے پوچھا پھر آپ دونوں کو یہ کام کرنے سے کس نے روکا ہے؟ ان علماء نے کہا کیونکہ یہ ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا گھر ہے اور اس کے بارے میں ہم آپ کو بتا ہی چکے ہیں لیکن وہاں کے باشندے ہمارے درمیان رکاوٹ ہیں۔ کیونکہ انہوں نے وہاں بت لگا رکھے ہیں تو تبع ان دونوں کی سچائی جان گیا اور ہذیل کے لوگوں کے بارے میں حکم دیا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ پھر تبع وہاں سے روانہ ہوگئے اور مکہ پہنچے اور بیت اللہ کا طواف کیا اور وہاں قربانیاں ذبح کیں اور وہاں چھ دن قیام کیا۔ ہر روز لوگوں کے لئے قربانی کرتے اور ان کو گوشت کھلاتے اور ان کو شہد پلاتے تھے۔ پھر تبع نے خواب میں دیکھا کہ وہ بیت اللہ پر کپڑے چڑھا رہا ہے۔ تبع نے بیت اللہ پر چادر اڑھائی، پھر اس نے خواب دیکھا کہ وہ بیت اللہ کو اس سے اچھا کپڑا پہنا رہا ہے تو اس نے بیت اللہ کو عمدہ کپڑا پہنایا، پھر دیکھا کہ وہ بیت اللہ کو اس سے افضل کپڑا پہنا رہا ہے تو تبع نے

بیت اللہ پر ریشم کا غلاف چڑھایا سب سے پہلے تبع نے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا تھا اور سب سے پہلے تبع نے بیت اللہ کا دروازہ اور کنجیاں بنائیں تا کہ ہر کوئی بیت اللہ میں داخل نہ ہوسکے۔ پھر تبع یمن چلے گئے اور وہ دونوں عالم ان کے ساتھ تھے۔ جب تبع یمن پہنچے تو اپنی قوم کو اپنے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی انہوں نے تبع کا دین اپنانے سے انکار کردیا اور یہ فیصلہ آگ کے سپرد کردیا اور یمن میں ایک آگ غار سے نکلتی تھی اور کہا جاتا ہے کہ تبع نے جب یمن میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو حمیر اس کے اور یمن کے درمیان حائل ہوگئے اور کہنے لگے یہ ہمارے شہر میں داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ ہمارے دین سے جدا ہو چکا ہے تو تبع نے کہا میرا دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔ ان لوگوں نے کہا ہم فیصلہ آگ کے سپرد کرتے ہیں۔ یمن میں ایک آگ تھی یہ لوگ اس کے پاس جھگڑے لے جاتے تھے اور ان کا گمان تھا کہ یہ ظالم کو کھا جاتی ہے اور سچے مظلوم کو نقصان نہیں دیتی۔ تبع نے ان دونوں علماء سے پوچھا آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ان دونوں نے کہا آپ ان لوگوں کی بات مان لیں تو حمیر اپنے بتوں کو لے کر اور یہ دونوں علماء اپنے صحیفے گلے میں ڈال کر اس آگ کے نکلنے کی جگہ آئے تو آگ باہر نکلی اور حمیر کے لوگوں اور ان کے بتوں اور ساتھ لائی ہوئی چیزوں کو جلا دیا اور یہ دونوں علماء اپنے صحیفے گردن میں لٹکا کر آئے تو آگ آئی اور ان کے اردگرد چکر لگایا اور واپس چلی گئی ان دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تو حمیر نے تبع کے دین کا اقرار کرلیا۔ اسی وجہ سے یہود یمن میں زیادہ ہوگئے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ یہ لوگ تبع کے دین میں داخل نہیں ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تبع کو ان لوگوں پر مسلط کردیا تو اس نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کردیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں علماء نے جب یہ کچھ کیا تو ان دونوں کو کہا گیا یہ دونوں اس آگ میں کوئی ایسی چیز دکھائیں جو لوگوں سے کلام کرے تو ان دونوں علماء نے کہا یہ شیطان ہے جو لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرتا ہے اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اس کو ضرور نکال لائیں گے تو ان دونوں علماء نے اس میں سے ایک سیاہ کتا نکال کر اس کو ذبح کردیا تو آگ بجھ گئی اور تبع نے اپنے اور کعبہ کے بارے میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ ان دونوں علماء نے کہا تھا اس کو اپنے ایک قصیدہ میں ذکر کیا ہے جس کی ابتدا یہ ہے۔

ما بال نومک مثل نوم الأرمد   حتی کأنک فی فراشِ مُسُهِد
و لقد نزلنا یثرباً و صدورنا   تعلو بلابلها بقتلی مقصد
ولقد خلقت أمین صدقٍ مولیًا   قسمًا لعمرک لیس بالمتردّد
ان لو وردنا یثربًا لم أذر   غدقًا ولا نخلاً لهم فی معهد
حتی أتانی من قریظة عالم   حبر صدوق القول غیر مفنّد
قال ازدجر عن قریةٍ محفوظةٍ   لنبیّ مکّة من قریش مهتد

فعفوت عفو تجاوزٍ عن دينهم — و تركتهم لعقاب يوم سرمد
و تركتهم لله أرجو عفوه — يوم الحساب من الجحيم الموقد
ولقد تركت بها لهم من قومنا — نَفَرًا أُولى حسبٍ و باس أبد
نفرًا يكون النصر فى أعناقهم — أرجو بذاك ثواب ربّ محمّد
ما كنت أحسب أن بيتًا طاهرًا — لله فى البطحاء للمتعبّد
حتى أتانا من هذيل أعبدٌ — بالدُّفِ من جمدان فوق المسند
قالوا بمكّة بيت مالٍ دابرٍ — و كنوزه من لؤلؤ وزبرجد
فأردت أمرًا حال دينى دونه — و الله يدفع عن خراب المسجد
فرددت ما أملت منهم فيهمُ — و تركتهم مثلاً لأهل المشهد

تبع نے اپنے کام کے متعلق مکہ میں یہ شعر کہے:

قد نحرنا بشعب ستّة آلاف — ترى الناس بجوهرٍ و ورودا
و كسونا البيت الذى حرّم الله — حللاً معضّدًا أو برودا
فأمرنا بظهوره الجرهمين — و كانوا بجانبيه شهودا
و أمرنا الآن قرين اليهِ — لا دمًا طامثًا ولا مفصودا
و أقمنا بها من الشهر بيتًا — و جعلنا لبابها اقليدا
ثم سرنا فى يوم قصد سهيل — قد رفعنا لواءنا المعقودا

پھر تبع نے یمن کی طرف جانے کا ارادہ کیا کیونکہ سہیل یمن کے ہی کسی علاقے میں تھا۔

تبع نے درج ذیل اشعار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہے تھے جب تورات کے علماء نے تورات میں مذکور آپ کے اوصاف کا ذکر کیا تھا:

شهدت على أحمد أنّه — رسول من الله بارى النسم
له أمة سمّيت فى الزّبور — و كان أمّته خير الأمم
نبيّهم سابق صادقٌ — يوالى على الدين دون الرّحم
نبيّهم خاتم الأنبياء — لم يذر زرعًا و جمّ النعم
ومنّا اذا أخرجته قريش — فينزل فى الحِلِّ بعد الحرم
معاشر صدقٍ لرسول ربّهم — و يوفون بالعهد بعد الرجم
فلو مدّ عمرى الى عمره — لكنت وزيرًا له و ابن عمّ
و كنت عذابًا على المشركين — لأسقيهم كاس ضرٍّ و همّ
و أجعل له نفسى فدًى — و أكشف عن صدره كل همّ

اور روایت کیا گیا ہے کہ شافع بن کلیب صدفی وہاں تھے تو تبع نے ان سے پوچھا اے شافع! کیا آپ کے علم میں کوئی ایسا بادشاہ ہے جو میرے ملک پر چھا جائے گا؟ شافع نے کہا ہاں غسان کا بادشاہ جو شام میں ہے۔ تبع نے پوچھا کیا کسی بادشاہ کی بادشاہت میری بادشاہت سے زیادہ ہوگی؟ شافع نے کہا ہاں۔ تبع نے پوچھا وہ کون ہے؟ شافع نے کہا نیکی اور احسان کرنے والے جن کی تائید مسافروں سے کی گئی ہوگی۔ اور زبور میں ان کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں اور ان کی امت کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ وہ غالب ہوگی وہ تاریکی کو نور سے دور کریں گے۔ تبع نے پوچھا ان کا نام کیا ہے؟ شافع نے کہا احمد نبیؐ ان کے لئے اور ان کی امت کے لئے خوشخبری ہے۔ تبع نے پوچھا وہ کن لوگوں میں سے ہوں گے؟ شافع نے کہا بنی لوی میں سے ایک۔ پھر بنی قصی میں سے ایک۔ پھر تبع نے کسی کو بھیج کر زبور منگوائی پھر اس میں دیکھا تو اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ویسے ہی دیکھیں جیسے اس کو بتائی گئی تھیں۔ اسی وجہ سے تبع نے اپنے اشعار میں کہا ہے ان کی امت کا نام زبور میں لیا گیا ہے۔

شیخ فرماتے ہیں میں نے اس قصہ میں سے ضرورت کے مطابق باتیں لکھی ہیں اور اس کے الفاظ کا اختصار کیا اور تبع کے مختصر اشعار نقل کئے ہیں کیونکہ ان میں ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز اور آپؐ کی نبوت پر واضح دلائل ہیں۔

حضرت خالد بن سنان عبسی کا ذکر

ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ زمانہ فترت میں مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جنگل میں آگ ظاہر ہوئی، عرب نے اس کا نام بدار رکھا اور عرب کے کئی گروہ مجوسیوں کی طرح اس کی عبادت کرنے لگے تو عیسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک آدمی خالد بن سنان عبسی نے کہا میں اس آگ کو قتل کروں گا تاکہ عرب اس کی عبادت نہ کریں۔ تو ان کے بھائیوں نے کہا اے خالد! رک جاؤ اگر آپ اس کو قتل کرو گے تو ہمیں خوف ہے کہ آپ ہلاک ہو جاؤ گے۔ خالد نے کہا مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے تو خالد اپنا عصا لے کر آگ کی طرف چل پڑے اور آگ کو اپنے عصا سے مارنے لگے اور ساتھ کہہ رہے تھے: ''بَدًا بَدًا کُلُ مُوَدًا'' حتی کہ اس آگ کو بجھا دیا پھر ایک چیخ مار کر گر گئے اور اپنے بھائیوں کو کہا میں مرنے والا ہوں جب میں مر جاؤں تو تم مجھے اسی جگہ دفن کر دینا جب سال گزر جائے تو میری قبر کو نگاہ میں رکھنا جب تم میری قبر کے پاس ایک دُم کٹا اونٹ دیکھو تو اس کو تیر مارنا جب تم اس کو قتل کر لو تو میری قبر اکھاڑ دینا۔ میں باہر نکل کر تمہیں آئندہ ہونے والی ہر چیز بتاؤں گا پھر خالد وفات پا گئے۔ تو ان کے بھائیوں نے اسی جگہ ان کو دفن کر دیا اور سال بعد ان کی قبر کو دیکھا تو وہاں ایک دُم کٹا ہوا اونٹ تھا۔ بھائیوں نے اس کو تیر مار کر قتل کر دیا جب ان کی قبر کھودنے لگے تو ان میں سے ایک نے کہا اگر ہم نے قبر کھودی تو عرب میں ہم پر بہت بڑا عیب ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ وہ باہر نہ نکلے تو بھائیوں نے قبر نہیں کھودی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپؐ کے پاس خالد بن سنان عبسی کی بیٹی آئی آپؐ نے اس کو مرحبا کہا پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو اس کے والد کا کیا حال ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں تو آپؐ نے ان کا واقعہ بتایا اور فرمایا وہ نبی تھے، مکہ اور مدینہ کے درمیان وفات پا گئے تھے اور فرمایا اگر وہ ان کی قبر کھودتے تو خالد ان کو میری شان اور اس امت کی شان بتاتے اور اس امت میں جو کچھ ہوگا وہ بتاتے اور جو کچھ تھا وہ بتاتے لیکن ان کی قوم نے اس کو ضائع کر دیا۔

اصحاب فیل کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ٥ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ٥ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ٥ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ٥ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ [سورة الفيل].

(ترجمہ) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپؐ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا تھا۔ کیا ان کی تدبیر کو غلط نہیں کر دیا تھا۔ اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے تھے۔ جو ان پر کھنگر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ پھر ان کو اللہ نے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح (پامال) کر دیا۔

محدثینؒ کا اصحاب فیل کے واقعہ میں کچھ اختلاف ہے:

محمد بن اسحاق صاحب مغازی اور دیگر اہل علم فرماتے ہیں جب اصحاب اخدود (خندقوں والوں) کا واقعہ پیش آیا اور ذی نو اس حمیری کا قتل ہوا جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں تو اس قوم کا ایک آدمی ذوثعلبان بچ گیا یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے صحرائی علاقہ میں بھاگ گیا اور پکڑنے والے اس کو نہ پکڑ سکے، یہ چلتا رہا یہاں تک کہ قیصر روم کے پاس پہنچ گیا تاکہ اس سے ذی نو اس اور اس کی قوم کے خلاف مدد حاصل کرے۔ اور قیصر کو سارا ماجرا سنایا اور کہا ہم عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے اسی وجہ سے ہمیں قتل کیا گیا تو قیصر نے کہا میرا شہر اور علاقہ تمہارے شہر اور علاقہ سے بہت دور ہے لیکن میں حبشہ کے بادشاہ کو خط لکھ دیتا ہوں وہ ہمارے دین پر ہے وہ آپ کی مدد کرے گا تو قیصر نے حبشہ کے بادشاہ کو خط لکھا اس کو اپنا حق یاد دلایا اور اس کو ان لوگوں کی مدد کرنے اور انتقام لینے کا حکم دیا۔ تو ذوثعلبان قیصر کا خط لے کر حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس گیا اس نے ستر ہزار حبشیوں کا لشکر بھیجا اور ان کا امیر ارياط نامی شخص کو بنایا اور اس کو حکم دیا کہ جب وہ کامیاب ہو جائے گا تو ان کے ایک تہائی مردوں کو قتل کر دے اور ایک تہائی عورتوں کو قید کر دے اور ان کے ایک تہائی گھروں کو ویران کر دے اس کے لشکر میں ابرہہ اشرم بھی تھا، یہ لوگ سمندری راستے سے یمن کے ساحل پر پہنچ گئے۔ ذونواس نے ان کے بارے میں سنا تو یمن کے قبائل سے اپنے لشکر جمع کیے اور ان سے لڑائی کی لیکن تھوڑی ہی دیر بعد ذونواس پسپا ہو گیا اور حبشی غالب آ گئے۔ جب ذونواس نے یہ منظر دیکھا تو اپنے گھوڑے سمیت سمندر میں گھس گیا اور ڈوب کر مر گیا تو حبشیوں نے یمن پر قبضہ کر کے اس کو وطن بنا لیا اور ان کے ایک تہائی مردوں کو قتل کر دیا اور ان کے ایک تہائی گھر ویران کر دیئے اور ایک تہائی عورتیں نجاشی کو بھیج دیں اور حبشیوں نے وہاں کئی سال قیام کیا۔

پھر ارياط اور ابرہہ بن صباح کے درمیان اختلاف ہو گیا اور ہر ایک کے ارد گرد حبشیوں کی ایک جماعت جمع ہو گئی اور جب ان دونوں کے لشکر کے آمنے سامنے ہو گئے ۔ تو ابرہہ نے ارياط کو پیغام بھیجا کہ تو ایسا کام نہ کر جس کی وجہ سے دونوں لشکر آپس میں لڑیں اور تو ان کو فتنہ میں ڈالے تو تنہا میرے سامنے آ اور میں تیرے سامنے اکیلا آتا ہوں: ہم میں سے جو دوسرے کو قتل کر دے گا حکومت اس کی ہو گی ۔ ارياط نے کہا تو نے انصاف کی بات کی ہے تو باہر نکل تو ابرہہ باہر نکلا یہ چھوٹے قد کا پر گوشت چہرے والا آدمی تھا اور ارياط لمبے قد اور ڈیل ڈول والے مرد تھے۔اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ تھا اور ابرہہ کے پیچھے اس کا غلام تھا جس کا نام عتودہ تھا وہ ابرہہ کی پشت سے دفاع کر رہا تھا تو ارياط نے نیزے سے ابرہہ کے سَر پر وار کیا تو نیزہ ابرہہ کی پیشانی پر لگا اور اس کی ابرو، آنکھیں، ناک اور ہونٹ پھاڑ دیئے اسی وجہ سے ابرہہ کا نام ابرہہ اشرم (چیرا ہوا) پڑ گیا اور ابرہہ کے غلام نے ارياط پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا تو ارياط کا لشکر ابرہہ کی طرف چلا گیا۔ اس طرح سارے حبشی ابرہہ کے گرد جمع ہو گئے اور ابرہہ نے ارياط کو قتل کرنے والے غلام کو کہا اے عتود! میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ یمن والوں کی جو دلہن اپنے خاوند کے پاس جانے لگے وہ اس سے پہلے ابرہہ کے پاس لائی جائیں تو نجاشی نے ابرہہ کی کارستانی سنی تو سخت غصہ میں آیا اور کہا میرے بندے پر ظلم کر کے اسے قتل کر دیا اور میرے حکم کے بغیر بادشاہ بن گیا اور قسم کھائی کہ ابرہہ کو نہیں چھوڑے گا اس کے شہروں کو روند دے گا اور اس کی پیشانی کاٹے گا۔ ابرہہ نے نجاشی کے غصہ کے بارے میں سنا تو اپنا سَر اور پیشانی مونڈوائی اور یمن کی مٹی کے ایک ٹوکرے کے ساتھ اپنے بال نجاشی کو بھیج دیئے اور ساتھ خط لکھا اے بادشاہ! ارياط بھی آپ کا غلام تھا اور میں بھی آپ کا غلام ہوں تو ہمارا اختلاف ہو گیا اور میں اس علاقہ کی دیکھ بھال اور حبشیوں کی خیر خواہی اور سیاست و انتظام کی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ مجھے آپ کی قسم کا علم ہوا تو میں نے اپنے سَر اور پیشانی کے بال مونڈ کر یمن کی مٹی کے ساتھ آپ کو بھیج دیئے تا کہ آپ ان کو پاؤں کے نیچے رکھ دیں۔ آپ کی قسم پوری ہو جائے گی اور آپ جیسے چاہیں میں حاضر ہوں۔ جب یہ خط نجاشی کے پاس پہنچا تو نجاشی نے ابرہہ کو خط لکھا اور اس کو یمن کا گورنر بنا دیا۔ اور اس طرح ابرہہ یمن میں رہ گیا اور اس کا غلام عتود یمن کی عورتوں کے ساتھ وہی کچھ کرتا جو ابرہہ نے کہا تھا۔ تو اس وجہ سے خثعم کے ایک آدمی کو غصہ آ گیا اور اس نے عتود کو قتل کر دیا۔

جب ابرہہ تک عتود کے قتل کی بات پہنچی تو ابرہہ بردبار اور اپنے دین میں پرہیز گار آدمی تھا، اس نے کہا اے یمن والو! تمہارے میں ایسے سمجھدار آدمی پیدا ہو گئے ہیں جو ان چیزوں سے عار محسوس کرتے ہیں جن سے عام مرد عار محسوس کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں تم سے اپنے غلام کی دیت نہ لوں گا اور نہ ہی آئندہ کوئی ایسی حرکت ہو گی جس کو تم ناگوار محسوس کرو پھر ابرہہ نے صنعاء شہر میں ایک بے مثال عبادت خانہ بنوایا اور اس کا نام قلّیس رکھا۔ اس جیسی تعمیر اس زمانہ میں دیکھنے میں نہیں آئی اور نجاشی کو خط لکھا اے بادشاہ! میں نے آپ کے لئے ایک عبادت

خانہ بنایا ہے کہ اس جیسا کبھی نہیں بنایا گیا۔ میں عرب کے حاجیوں کو اس کی طرف پھیروں گا۔ ابرہہ کی یہ بات ایک عربی نے سن لی، یہ آدمی بنوفقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کا تھا، یہ ان لوگوں میں سے تھا جو عرب کے لئے مہینے مؤخر کرتے تھے۔ یہ قُلّیس میں گیا اور وہاں پاخانہ کر دیا اور وہاں سے فارغ ہو کر اپنی قوم کے پاس گیا ابرہہ تک یہ بات پہنچی تو اس نے پوچھا یہ کس نے کیا ہے؟ اس کو بتایا گیا جس گھر کا عرب مکہ میں حج کرتے ہیں اسی گھر والوں میں سے ایک آدمی نے آپ کی اس بات پر غصہ ہو کر کام کیا ہے کہ "میں حاجیوں کو اس عبادت خانہ کی طرف پھیر دوں گا" تو ابرہہ کو غصہ آگیا اور قسم اٹھائی کہ وہ کعبہ پر چڑھائی کر کے اس کو گرا دے گا اور ابرہہ کے پاس کئی عرب لوگ تھے جو اس کے فضل کے طالب رہتے تھے ان میں سے محمود بن خزاعی مضر کے قبائل میں سے تھے۔ ابرہہ نے حکم دیا کہ وہ ان قبائل کو اس کے بنائے ہوئے عبادت خانہ کا حج کرنے کی دعوت دے تو ابن الخزاعی اس مہم پر روانہ ہو گیا جب یہ کنانہ کی سرزمین پر پہنچا تو لوگوں کو اس کے آنے کا مقصد معلوم ہو چکا تھا انہوں نے قبیلہ ہذیل کا ایک آدمی بھیجا جس کا نام عمرو تھا اس نے ابن الخزاعی کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ محمود کے ساتھ اس کا بھائی فسد بن الخزاعی بھی تھا وہ بھاگ گیا اور سیدھا ابرہہ کے پاس پہنچا اور اس کو محمود کے قتل کی اطلاع دی تو بنو کنانہ پر ابرہہ مزید برہم ہو گیا اور قسم اٹھا لی کہ ان سے لڑائی کرے گا اور کعبہ کو گرائے گا۔ پھر ابرہہ نے کعبہ کی طرف لشکر کشی کی اور اپنے ساتھ ہاتھی لے گیا عرب نے یہ بات سنی تو اس کو بہت بڑا سمجھے اور ابرہہ کی بنی کنانہ کے خلاف لڑائی کو حق سمجھے پھر عرب نے سنا کہ ابرہہ کعبہ بیت اللہ کو گرانا چاہتا ہے تو یمن کے معزز لوگوں میں سے ایک آدمی ذونفر باہر نکلا اور اپنی قوم اور دیگر عرب کو ابرہہ سے لڑنے اور کعبہ کے دفاع کی دعوت دی پھر ابرہہ سے لڑائی ہوئی تو ذونفر شکست کھا گئے اور قید کر لئے گئے۔ ابرہہ نے ذونفر کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ذونفر نے کہا اے بادشاہ! آپ مجھے قتل نہ کریں ہو سکتا ہے کہ میرا آپ کے ساتھ زندہ رہنا آپ کے لئے میرے قتل سے زیادہ بہتر ہو تو ابرہہ نے ان کو اپنے ساتھ قید رکھا۔ ابرہہ بردبار آدمی تھا پھر ابرہہ بیت اللہ کی طرف روانہ ہو گیا جب خثعم قبیلہ کے پاس پہنچا تو نفیل بن حبیب خثعمی سے جھڑپ ہو گئی اور ابرہہ نے اس کو شکست دے دی اور نفیل کو قید کر لیا۔ جب ابرہہ نفیل کو قتل کرنے لگا تو نفیل نے کہا مجھے قتل نہ کرنا تاکہ میں سرزمین عرب میں آپ کا رہبر بن جاؤں تو ابرہہ نے اس کو معاف کر کے چھوڑ دیا اور اس کو اپنے ساتھ لے گیا۔ جب ابرہہ طائف کے پاس پہنچا تو مسعود بن مغیث بنو ثقیف کے چند مردوں کے ساتھ آئے اور کہا اے بادشاہ! ہم آپ کے غلام اور آپ کے فرمانبردار ہیں اور آپ جس گھر کا ارادہ کر کے جا رہے ہیں وہ ہمارے پاس نہیں ہے یعنی لات کا گھر وہ تو مکہ میں ہے تو ابرہہ وہاں سے آگے بڑھ گیا اور مسعود نے ابورغال کو ابرہہ کے ساتھ بھیج دیا ان لوگوں نے مغمس جگہ پر پڑاؤ کیا تو وہ ابورغال مر گیا۔ عرب نے اس کی قبر پر پتھر مارے کیونکہ اس نے ابرہہ کی بیت اللہ کی طرف راہنمائی کی تھی۔ پھر ابرہہ نے ایک حبشی آدمی

اسود بن مسعود کو ایک گھڑ سوار جماعت کے ساتھ مکہ بھیجا، یہ مکہ والوں کے سارے مویشی ہانک کر ابرہہ کے پاس لے گیا۔ ان میں حضرت عبدالمطلب کے دوسو اونٹ تھے وہ ان دنوں قریش کے سردار تھے پھر قریش اور حرم کے اردگرد موجود قبائل نے ابرہہ سے لڑنے کا ارادہ کیا لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ ان کے بس کی بات نہیں ہے تو وہ متفرق ہو گئے اور ابرہہ نے حیاطہ حمیری کو بھیجا اور کہا اس شہر کے سردار کو کہہ کہ میں ان کے پاس ان کو اجاڑنے آیا ہوں لیکن میں اس گھر کو گرانے آیا ہوں اگر تم مجھ سے مقابلہ نہ کرو تو مجھے تمہارے خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر ان کا سردار جواب نہ دے تو ان کو میرے پاس لے آنا تو حیاطہ مکہ میں داخل ہوا اور قریش کے سردار کے بارے میں پوچھا تو اس کو بتایا گیا کہ عبدالمطلب بن ہاشم سردار ہیں، وہ ان کے پاس گیا اور ابرہہ کا پیغام پہنچایا عبدالمطلب نے فرمایا اللہ کی قسم! ہم ابرہہ سے لڑائی نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہم میں اس کی طاقت ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کا محترم گھر اور اللہ تعالیٰ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا گھر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ابرہہ کو روکیں تو وہ اس کا گھر اور حرم ہے ورنہ ہم اس کا دفاع نہیں کر سکتے۔ حیاطہ نے کہا آپ میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلیں، بادشاہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو لے آؤں تو عبدالمطلب اور ان کے کچھ بیٹے ان کے ساتھ چل پڑے جب عبدالمطلب لشکر کے پاس پہنچے تو ان سے ذونفر کے بارے میں پوچھا۔ ذونفر عبدالمطلب کا دوست تھا۔ عبدالمطلب کو ذونفر کا بتایا گیا تو عبدالمطلب نے فرمایا اے ذونفر! کیا آپ کے پاس اس مصیبت کا کوئی حل ہے؟ تو ذونفر نے کہا ایک قیدی کے پاس کیا حل ہوگا جو صبح و شام قتل کا منتظر ہے لیکن اُنیس جو ہاتھیوں کی دیکھ بھال کرنے والا ہے اس کے پاس (کوئی حل ہوگا)۔ ذونفر اس کے پاس گیا اور اس کو کہا یہ عبدالمطلب ہیں جو حرم میں لوگوں کو اور پہاڑوں میں وحشی جانوروں کو کھانا کھلاتے ہیں ان کے دوسو اونٹ پکڑ لئے گئے ہیں تو آپ بادشاہ سلامت سے اجازت طلب کرو اور ان کو جتنا نفع دے سکتے ہو دے دو۔ انیس نے کہا ٹھیک ہے پھر انیس ابرہہ کے پاس گیا اور اس کو حضرت عبدالمطلب کی حالت اور شرافت و مرتبہ بتایا اور ان سے ملاقات کی اجازت مانگی تو بادشاہ نے اجازت دے دی۔ حضرت عبدالمطلب تناور خوبصورت چہرے والے تھے۔ جب ابرہہ نے ان کو دیکھا تو ان کا بہت اعزاز و احترام کیا اور ان کو اپنے تخت پر بٹھانا گوارا نہ کیا لیکن خود تخت سے نیچے اتر کر ان کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا پھر ترجمان کو کہا ان سے پوچھو۔ آپ کو مجھ سے کیا ضرورت ہے؟ ترجمان نے حضرت عبدالمطلب سے پوچھا تو حضرت عبدالمطلب نے فرمایا مجھے میرے دوسو اونٹ واپس کر دیں۔ تو ابرہہ نے ترجمان کو کہا تو ان کو کہہ جب میں نے آپ کو دیکھا تھا تو آپ نے مجھے تعجب میں ڈال دیا تھا اور اب مجھے آپ میں کوئی رغبت نہیں ہے کیونکہ آپ نے مجھ سے اپنے دو سو اونٹوں کا تو مطالبہ کیا ہے لیکن اپنے بیت اللہ کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ وہ آپ کا اور آپ کے آباء واجداد کا دین ہے اور میں اسے گرانے آیا ہوں اور آپ نے اس کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ عبدالمطلب نے ترجمان کو کہا آپ بادشاہ کو کہیں کہ اس گھر کا ایک رب ہے وہ اس کا مجھ سے زیادہ حق دار ہے۔ وہ اگر چاہے گا تو ابرہہ کو

روک دے گا اور میرے مال کی میرے علاوہ کوئی حفاظت کرنے والا نہیں ہے تو ابرہہ نے کہا مجھے اس گھر سے کوئی چیز نہیں روک سکتی ۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا آپ جانو اور وہ۔ میرے اونٹ مجھے واپس کردو۔

اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ عبدالمطلب کے ساتھ ابرہہ کے پاس جیاطہ حمیری اور کنانہ کا سردار عمرو بن لقایہ بکری اور ہذیل کا سردار نحویل بن واثلۃ ہذلی گیا تھا اور ان دونوں نے ابرہہ کو تہامہ کے تہائی مال کی پیشکش کی تھی کہ وہ تہائی مال لے جائے اور بیت اللہ کو نہ گرائے تو بادشاہ نے انکار کردیا پھر ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب کے اونٹ واپس کردیئے اور عبدالمطلب قریش کے پاس واپس آگئے اور ان کو ساری بات بتائی اور ان کو مکہ سے نکل کر پہاڑوں پر جانے کا حکم دیا کہ کہیں لشکر سے لڑائی نہ ہوجائے۔ پھر عبدالمطلب کعبہ کے دروازے کا حلقہ پکڑ کر کھڑے ہوگئے اور آپ کے ساتھ قریش کی ایک جماعت بھی تھی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ابرہہ اور اس کے لشکر کے خلاف اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کی تو عبدالمطلب نے کعبہ کے دروازہ کے حلقہ کو پکڑ کر اشعار کہے۔

الٰھی لا أرجو لھم سواکا   یا رب فامنع عن حماکا
ان عدو البیت من عداکا   فا منعھم أن یخربوا قراکا

غیرہ

لا ھم ان المرء یمنـ   ـع حلہ فامنع حلالک
لا یغلبنّ صلیبھم   و محالھم أبدًا محالک
ان کنت تارکھم وکعـ   ـبتنا فأمر ما بدالک
فلئن فعلت فانہ   أمرٌ یتم بہ فعالک
اسمع بأرجس ما أرا   دوا العدو و انتھکوا حلالک
جرّوا جمیع بلادھم   والفیل یسبوا عیالک
عمدوا حماک بکیدھم   جھلاً وما رقبوا جلالک

پھر عبدالمطلب اور ان کے ساتھی پہاڑوں کی طرف چلے گئے اور ابرہہ کے حملہ کا انتظار کرنے لگے جب صبح ہوئی تو ابرہہ نے مکہ میں داخل ہونے کی تیاری کی اور اپنے لشکر کو اور ہاتھیوں کو تیار کیا اس کے ہاتھی کا نام محمود تھا اور ابرہہ کا ارادہ یہ تھا کہ بیت اللہ کو گرا کر یمن واپس چلا جائے گا جب انہوں نے ہاتھی کو مکہ کی طرف متوجہ کیا تو نفیل بن حبیب خثعمی آگے بڑھا اور ہاتھی کے پہلو میں کھڑا ہو کر محمود ہاتھی کی دم پکڑ لی اور کہا تو جہاں سے آیا ہے سیدھا وہاں چلا جا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا محترم شہر ہے تو ہاتھی گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور نفیل وہاں سے چلے گئے اور بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ حبشیوں نے ہاتھی کو کھڑا کرنے کے لئے مارا وہ کھڑا نہیں ہوا تو ہاتھی کو نوکدار ڈنڈے چبھائے لیکن وہ کھڑا نہ ہوا آخر ان لوگوں نے یمن کی طرف ہاتھی کا رخ کیا تو وہ دوڑنے لگا پھر مکہ کی طرف کیا تو

وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تو اس کا رخ شام کی طرف کیا تو وہ دوڑنے لگا وہ لوگ ہاتھی کی یہ حرکت دیکھ کر حیران رہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ابابیل پرندے بھیجے یہ سمندر کی جانب سے آئے تھے، یہ خطاف پرندے کی طرح چھوٹے چھوٹے پرندے تھے، ہر پرندے کے پاس تین کنکر تھے ایک کنکر چونچ میں اور دو کنکر اس کے پاؤں میں۔ یہ کنکر چنے اور دال کے دانے کے برابر تھے، پرندوں نے یہ کنکر ان لوگوں کو مارے یہ کنکر جس کسی کو لگتا وہ مر جاتا۔ حبشی لوگ یہ دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ راستہ تلاش کرنے لگے جس طرف سے آئے تھے اور راہنمائی کے لئے نفیل بن حبیب کو تلاش کرنے لگے اور ابرہہ کے جسم پر ایک بیماری پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے اس کی انگلیوں کے پورے گر گئے جب ایک پورا گرتا تو کافی دیر اس سے پیپ نکلتی۔ یہ لوگ وہاں سے بھاگ کر صنعاء پہنچ گئے اور وہاں ابرہہ مر گیا اور اس کا سینہ پھٹ گیا۔ اور اس کے بعد یکسوم بن ابرہہ بادشاہ بنا۔ ابرہہ کی کنیت ابو یکسوم تھی جب اللہ تعالیٰ نے حبشیوں کو مکہ سے بھگا دیا تو عرب کے دلوں میں قریش کی عظمت بڑھ گئی اور عرب کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے ان کا دفاع کیا ہے اور ان کے دشمن کو کافی ہوگئے ہیں اور اس بارے میں اشعار کہے اور ان میں قریش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اچھا معاملہ ذکر کیا۔ اور اشرم (ابرہہ) اور ہاتھیوں کا ذکر کیا اور یہ قصہ ایک دوسرے طریقہ سے بھی ذکر کیا گیا ہے۔

وہ یہ ہے کہ کلبیؒ نے ابو صالح سے انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

ہاتھیوں کے واقعہ کی ابتداء یوں ہوئی کہ قریش کا ایک نوجوان اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبشہ کی طرف گیا جب ان لوگوں نے سمندر کے کنارے پڑاؤ کیا تو وہاں نصاریٰ کا ایک عبادت خانہ تھا وہ اس کو ماسرجسان کہتے تھے جب ان لوگوں نے وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو ایک نوجوان نے لکڑیاں جمع کیں اور آگ جلائی اور یہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ ہوا چلی اور آگ بڑھتے بڑھتے نصاریٰ کے عبادت خانہ تک پہنچ گئی اور اس کو جلا دیا نجاشی کو یہ اطلاع ملی کہ قریش کے چند لوگ ماسرجسان کے پاس گئے تھے اور اس کو جلا دیا تو نجاشی کو غصہ آگیا اور اس کے پاس ابو یکسوم ابرہہ بن صباح اور حجر بن شرحبیل کندی وغیرہ آئے اور نجاشی کو کہا اے بادشاہ! ہم آپ کو ماسرجسان کی تعمیر اور کعبہ کو جلانے کی ضمانت دیتے ہیں ہم جا کر کعبہ کو جلائیں گے اور مکہ کو اجاڑ دیں گے اور آپ مکہ کی جس عورت کو چاہیں اپنے لئے اختیار کرسکیں گے۔ تو انہوں نے اس بات کو پوشیدہ رکھا اور اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہوگئے۔ جب ان لوگوں نے وادی ذوالمجاز پر قیام کیا اور لڑائی کی تیاری کی۔ ان کے پاس سے عبدالمطلب کے اونٹ گزر رہے تھے انہوں نے وہ پکڑ لئے تو ان اونٹوں کا چرواہا بھاگ کر مکہ آگیا، مکہ والے اس بات سے غافل تھے۔ اس غلام نے آواز دی ہائے صبح! لوگوں نے پوچھا کیا ہوگیا ہے؟ تو اس چرواہے نے کہا نجاشی اور اسکے سوڈانی لوگ ذوالمجاز پر ٹھہرے ہیں، وہ تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور عبدالمطلب کو ان کے اونٹوں کا بتایا تو حضرت عبدالمطلب اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنی کمان اور تیر گلے میں لٹکا لئے اور لشکر کے پاس پہنچ گئے تو ان کی

ملاقات ابرہہ اور حجر سے ہوگئی۔ تو ان دونوں نے حضرت عبدالمطلب کو کہا آپ مکہ واپس چلے جائیں اور اپنی جان بچائیں کیونکہ یہ لوگ آپ کو قتل کرنے نکلے ہیں۔ عبدالمطلب نے فرمایا کعبہ کے رب کی قسم! میں اپنے اونٹ لے کر جاؤں گا ورنہ ان کے ساتھ گرفتار ہوں گا۔ جب حضرت عبدالمطلب نے واپس جانے سے انکار کر دیا تو یہ دونوں ان کو نجاشی کے پاس لائے اور نجاشی سے درخواست کی کہ ان کے اونٹ واپس کر دے تو نجاشی نے کہا یہ صرف آج کے دن صبح تک ان کے ہیں۔ ان دونوں نے کہا یہ ان کو واپس کر دو۔ تو نجاشی نے مذاق اڑاتے ہوئے پوچھا وہ کون ہیں؟ تو عبدالمطلب قریش کے پاس آئے اور ان کو سارا ماجرا سنایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ پہاڑوں میں بکھر جائیں تو صبح کو عبدالمطلب نے پہاڑ پر چڑھ کر کعبہ کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ اشعار کہے: ؎

اللھم ان المرء یمنـ ع حله فامنع حلالک

اے اللہ ہر آدمی اپنی چیز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے عزت والے اس مقام کی حفاظت فرما۔

تو ابھی حضرت عبدالمطلب دعا مانگ ہی رہے تھے کہ سب نے اچانک ہوا میں پرندے دیکھے ان جیسے پرندے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ شیخ نے فرمایا یہ اجنبی پرندے ہیں نہ تہامہ کے ہیں اور نہ حجاز کے ہیں اور نہ ہی نجد کے ہیں تو یہ کہاں سے آئے ہیں؟ اور ان لوگوں نے سیاہ پرندے دیکھے ان کی چونچیں سبز تھیں، گردنیں لمبی تھیں، ان میں سے ایک پرندہ ان کے آگے تھا یہاں تک کہ پرندے لشکر کے پاس پہنچ گئے پھر دوسرا غول آیا اور پہلے غول سے مل گیا پھر تیسرا غول اور چوتھا غول آیا اور متواتر بہت زیادہ غول آئے اور جمع ہو گئے۔ ہر پرندے کے ساتھ ایک کنکر تھا جو اس نے لشکر پر چھوڑ دیا تو ہر کنکر جس کے سر پر لگتا اس کے پیٹ تک پہنچ جاتا تو وہ سب پلک جھپکنے سے پہلے بجھ کر رہ گئے اور ان کنکروں نے سپاہیوں اور ان کے جانوروں کو قتل کر دیا تو وہ ایسے ہو گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ [سورۃ الفیل:5].

(ترجمہ) پھر ان کو اللہ نے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح (پامال) کر دیا۔

اور پرندے جہاں سے آئے تھے واپس وہیں چلے گئے۔

جب ابرہہ کی قوم نے کعبہ کے پاس آنے میں دیر کر دی تو عبدالمطلب سوار ہو کر ان کا حال معلوم کرنے گئے تو دیکھا کہ وہ سب مر چکے ہیں تو عبدالمطلب نے جتنا سونا چاندی اٹھانا چاہا اٹھا لیا پھر اہل مکہ کو ان کی ہلاکت کا اعلان کیا تو وہ باہر نکلے اور جو چاہتے تھے لے لیا اور اسی طرح حرم کے اردگرد کے قبائل کے ہاتھ جو لگا وہ لے گئے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ [سورۃ الفیل:1].

(ترجمہ) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپؐ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا تھا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے ام ہانی بنت ابو طالب کے پاس ان کنکروں کا ایک قفیز بھرا ہوا دیکھا جو

بکری کی مینگنیوں کی طرح تھے تو ایسا لگتا تھا وہ خلقان کے خزع ہیں یہ لشکر شام کو آیا اور مغمس میں قیام کیا اور پرندے شام کو آئے وہاں رات گزاری پھر اگلے دن صبح ان کو کنکر مارے اور فیل کا واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تین سال پہلے پیش آیا تھا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ آپؐ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی تھی (واللہ تعالیٰ اعلم) یہ روایت پہلی روایت سے زیادہ مشہور اور عمدہ ہے اور ہم ان دونوں روایات کو لکھ چکے ہیں اور اس قصہ میں اسلام کے حق ہونے پر واضح دلیل ہے کیونکہ اس میں حرم اور بیت اللہ کی تعظیم ثابت ہوئی ہے اور یہ دونوں اسلام کے شعائر میں سے ہیں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں ہم نے مخلوق کی ابتداء سے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک کے قرآنی واقعات لکھ دیئے ہیں اور ہم نے اختصار سے کام لیا ہے کیونکہ ان کی تفصیل کی ہماری کتاب متحمل نہیں ہوسکتی۔

اب ہم ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ واقعات اور حالات شروع کرتے ہیں جو قرآن پاک نے بیان کئے ہیں کیونکہ آپؐ کے تمام حالات و واقعات لکھنے کے لئے بہت زیادہ جلدیں درکار ہوں گی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہم جو لکھنا چاہتے ہیں اس کے لکھنے کی ہمیں توفیق دیں اور ہمیں اور مسلمانوں کو اس سے نفع دیں اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے کے مالک ہیں (آمین)۔

یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی مدد اور حسنِ توفیق سے اللہ تعالیٰ کے کمتر اور حقیر ترین اور محتاج تر بندہ محمد بن الحاج عمر بن الحاج عبدالرحمٰن بن الحاج محمد الأهل القادیری الحسن کیفی کے ہاتھوں مکمل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف اور اس کتاب کے پڑھنے والوں کی مغفرت فرمائیں اور مصنف اور پڑھنے اور سننے والے اور تمام مسلمانوں کی دعا قبول کرے۔

میں اس کتاب کی نقل سے اتوار کے دن اللہ تعالیٰ کے مبارک مہینہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں ۱۱۸۵ھ کو فارغ ہوا تھا۔

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان

دینی و علمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل

حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان

درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین

ٹیلیگرام چینل